

زوداد

مجموعه مقالات و خاطرات

۱۳۴۵ - ۱۳۴۶



حق و باطل کا معرکہ الآراء
مقدمہ مرزا ایتھ بہاولپور

رُوداد ۱۹۲۶ء لغت ۱۹۳۵ء

جس میں

جناب حج محمد اکبر خان صاحب بی۔ اے ایل ایل بی

ڈسٹرکٹ حج بہاول پور

نے مرزائیت کو ارتداد و تہارک کر مسلمہ کا کھاج مرزائی سے فسخ فرمایا

جلد اوّل

اسلامک فاؤنڈیشن حیدر

۱۔ ڈیکوس روڈ ○ لاہور

مقدمہ مزاراتیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

تاریخ طبع

ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۸ء

طالب	_____	محمد ریاض
مطبع	_____	محمود ریاض پرنٹرز
		ہجیری پارک، لاہور
تعداد	_____	ایک ہزار

ملنے کا پتہ

- ۱: اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) - ڈیوس روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۹، لاہور ۵، فون: ۳۰۳۲۰۶، ۳۰۳۲۰۳
- ۲: سید رشید احمد انصاری، ۲۱- بی ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: ۸۵۲۲۲۱
- ۳: مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ، لاہور
- ۴: میر عبد القادر عبدالغنی اینڈ برادرین لمیرا محلہ میر علی الدین صاحب بہاولپور، فون: ۶۳۶۶
- ۵: محمد منشاء ۱۵۸- بیت البدر - عظیم روڈ، بہاولنگر

مقام اشاعت

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) - ڈیوس روڈ، لاہور

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَوَصْلِهِ وَكُنْ لَهُمْ فِيهِ رَازِقًا وَأَعِزًّا

نذر عقیدت

بہ بارگاہ

رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم

خاک پائے رسول صادق و امین

اراکین اسلامک فاؤنڈیشن

لاہور

حضرات علمائے ربّانی

جہنم نے اپنا خون جگر دے کر عدالت میں پیروی مقدر فرمائی
===== اور =====

مرد مجاہد مولوی الہی بخش صاحب مرحوم و مغفور اور اُن کی بیٹی
ڈاکٹرِ اسلام مسماۃ غلام عائشہ مرحومہ مغفورہ

===== کے =====

فیض فراواں اور عارفِ نادعاؤں کے نام

کہ اللہ جلّ شانہ نے

اراکینِ ادارہ کو علم و عین کی عظیم دستاویز کی اشاعت کا مستطیع فرمایا۔

سید رشید احمد اندرابی
محاسب اسلامک فاؤنڈیشن
لاہور

فہستہ

۷
۲۰
۲۱
۲۹
۳۹
۴۱
۴۷
۵۳
۵۵
۶۳
۷۷

آئینہ حقیقت
اتھلس ناشر
پیش لفظ
مقدمہ
اعتذار و تشکر
مرحومہ کا خاندان
میری اماں جان
ہدیہ تبریک
تمغہ
علماء اور اکابرین ملت
ترتیب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ناہم وصل وسلم وبارک علی من اسمہ سیدنا محمد عدد ما فی علم اللہ صلوة دائمة بدوام ملک اللہ

انڈیہ حقیقت

معرکہ الآرا مقدمہ مرزا نیہ بہادلیپور ۱۹۳۵ء سے متعلق

ضروری معلومات

انہ

خاکپائے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میر عبد الماجد سید

(فرزند حضرت میر عبد الجلیل صاحب قدس اللہ سرہ بہادر مدنی سابق ڈسٹرکٹ و سیشن جج

ابن حضرت میر سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق جیف جج بہادلیپور)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

رُوداد ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء

مقدمہ مرزا تبہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

عنوان مندرجہ بالا پر نظر پڑتے ہی ہر قاری کے ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ ۶۰ برس سے زائد پرانی اس رویداد کو طبع کرانے کی کیا افادیت ہے۔ خصوصاً جب کہ نہ صرف وطن عزیز کے آئین کی رُو سے بلکہ مملکتِ خدا داد پاکستان کی فاضل عدالتِ عظمیٰ و عدالتِ اعلیٰ کے فیصلہ جات کے مطابق مرزائیوں کو غیر مسلم / خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے۔

ناظرینِ گرامی کی بصیرت کے لیے عرض ہے کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ (۳) ذیل شق (دب) کی اہمیت۔ فاضلِ راج صاحبانِ عدالت ہائے مذکورہ بالا کے عاقلانہ، عادلانہ و دانش مندانہ فیصلہ جات کی جامعیت اور ان میں پیش کردہ دورِ حاضر کے علماء و اکابرین کے دلائل کی افادیت اپنی جگہ مسلمہ۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل کہ بعض شہرہ آفاق مؤرخین کی تصانیف تاریخِ عالم میں ایسا مقام حاصل کر رہی ہیں کہ سیکڑوں سال گزرنے کے بعد ابھی ان کی افادیت سے فرار ممکن نہیں۔ باوجودیکہ ان موضوعات پر ہزاروں نئی تصانیف آچکی ہیں۔ جیسا کہ دینی تصانیف میں حُجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم محدثِ دہلوی کا قرآن پاک کا اردو ترجمہ سُنی بے موضوع قرآنی اور حیاتِ طیبہ پر جناب ڈاکٹر محمد حسین مہیکل سابق وزیرِ معارفِ مصر کی حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا شبلی نعمانی مولانا سید سلیمان ندوی اور رحمۃ اللعالمین از مولانا محمد سلیمان منصور پوری۔

بعینہ یہی صورت جناب راج محمد اکبر خاں صاحب مرحوم مغفور ڈسٹرکٹ راج بہاولپور کے فیصلہ مصدقہ فروری ۱۹۳۵ء کی ہے، جو ترجمہ کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ سلطنتِ برطانیہ کے عہدِ کاؤل ترین عدالتی فیصلہ ہے جس میں قادیانیوں کے امتداد کا حکم صادر کیا گیا۔ مسلمانانِ ہند کی جانب سے رویدادِ مرزائیت پر جو شہادت پیش ہوئی، وہ علم و عرفان کا ایسا بحرِ ذخار ہے جس کی نظیر ملنا اگر نا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا خلافِ حقیقت نہ ہوگا کہ آج کے پُر آشوب دور میں ماضی کے جن علماء، فضلاء و اکابرین کی تصانیف یا اقوال کو بطورِ سند پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں اُستادِ الاساتذہ شیخ المحمّدین امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری، شیخ الاسلام دامِ المسلمین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت

غلام محمد صاحب گھوٹوی اور شہرہ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے مشاہیر شائے ہیں جنہوں نے بنفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر اپنی شہادتیں قلمبند کرائیں اور فریث ثانی کی شہادت پر پُرہاہین دلائل سے ایسی باطل شکن جرح فرمائی۔ جس نے مرزاہیت کی مٹیادول کو کھکھکھلا اور مرزائی دجل و فریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیتہ ضالہ کا ارتداد پورے عالم میں آشکارا کر دیا۔

فیصلہ زیر بحث کی اشاعت اگرچہ دوبارہ عمل میں آئی۔ لیکن علماء ربانی کے مکمل بیانات و دیگر وسیلہ مقدمہ آج تک بوجہ طبع نہ ہو سکی تھی جس کے بارے میں فیصلہ مذکورہ کی اشاعت اول ۱۹۳۵ء کے موقع پر شیخ الجامعہ العباسیہ حضرت غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم نبیل و فاضل جلیل کی جانب سے تحریر فرمایا گیا تھا۔
”حضرات علمائے کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزاہیت کا بل نظر ذخیرہ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہو گئیں تو تردید مرزاہیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعاً حاجت نہ رہے گی۔“

اب ملاحظہ فرمائیے اس بارے میں دو رہائے مشاہیر علماء و اکابرین کی آراء کے اقتباسات :-
فیصلہ اس درجہ محکم اور قول فیصلہ اور اٹل تھا کہ اس میں انگلی رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

(حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

فاضل حج نے پوری تحقیق و تدقین کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔

(حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مرزاہیت کے موضوع پر لکھی گئی کئی ایک کتب پر بھاری ہے۔

(حضرت مولانا احسان الہی صاحب ظہیر)

ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا تاریخی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے۔ مرحوم و مغفور اپنی مجربات ایمانی سے اپنی نجات کا سامان کر گئے اور تائبہ امت مسلمہ کے لیے ایسی شمع فروزاں چھوڑ گئے، جو ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک حق و صداقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی۔

حضرت سید فیض الحسن

اسلامی تاریخ میں آپ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضرت احمد سعید کاظمیؒ

فیصلہ مقدمہ بہاول پور مسلمانوں کے لیے روشنی کا میدان ہے۔

حضرت مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی

اس سلسلہ میں مقدمہ بہاول پور تاریخی کارنامہ ہے۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانیؒ

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔
حضرت محمد احمد صاحب (میر واعظ کشمیر)

یہ فیصلہ عوام و خواص مسلمان کے لیے مشعلِ ہدایت ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی

ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

بج صاحب مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطا فرمائے، آمین۔

جناب سردار محمد عبدالقیوم خاں صاحب

صدر آزاد کشمیر ایوان صدر مظفر آباد

یہ فیصلہ اس تاریخ کے سنہری باب کے حروفِ اول و آخر سمجھے جائیں گے۔

حضرت عبدالحکیم صاحب

مدرسہ فرقانیہ مدینہ راولپنڈی

یہ کتاب مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت سید محمد شمس الدین صاحب — سابق ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد اُمید ہے۔ قارئینِ گرامی کی نظر میں روئیداد زیر بحث کی اشاعت کی افادیت بہتر طور پر اجاگر ہو جائے گی۔

رہا یہ سوال کہ اس عظیم دستاویز کی اشاعت میں اس قدر تاخیر تو اس کے جواب میں صرف یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ

”ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تاناہ بخشد خدائے بخشندہ“

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اب اصل مسئلے کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن پاک کے بعد سند اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ قرآن پاک کی آیات، احادیث متواترہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور ختمِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اسلام کے دو بنیادی اصول ہیں۔ نیز یہ کہ نزولِ وحی کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منقطع ہو گیا۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص ظلی یا بروزی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

اسلام میں بہت سے گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے مگر ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جہاد میں الکفار جیسے بنیادی مسائل پر سب متفق رہے۔ لیکن انیسویں صدی کے اواخر میں جب تاجِ برطانیہ کا ستارہ اقبال پڑے آب و تاب کے ساتھ گڑا ارض پر چمک رہا تھا، اور قلم و انگریز میں سورجِ غروب نہ ہوتا تھا۔ سلطنتِ برطانیہ نے جہاں دینِ اسلام کے خلاف اور بے شمار سازشیں کیں وہاں برصغیر پاک و ہند میں اپنے ناپاک منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک نبی پیدا کر کے مندرجہ بالا متفق علیہ مسائل کو متنازعہ بنانے کی سعیِ لاحاصل کی۔ مگر اس بار اس نے یہ کام اپنے کسی ہم وطن ”لارنس آف عربیہ“ جیسے رسوائے زمانہ سے نہ کرایا۔ بلکہ مسلمانانِ ہند میں سے ہی ایک ایسے ایمان فروش کا انتخاب کیا۔ جس نے بے پناہ دولت و دیگر مالی منفعت کے عوض زیندلی کا کردار ادا کیا۔

غلام احمد مرزا نے قادیان کے دعویٰ مجددیت و مہدویت کے اعلان کے ساتھ ہی تمام اسلامی ممالک میں باعموم اور ہندوستان میں بالخصوص اس کا شدید ردِ عمل ہوا۔ پورے عالمِ اسلام کے علماء کرام نے کامل تحقیق و تدقیق کے بعد مرزا قادیان اور اس کی ہم خیال جماعت کے خلاف ارتداد کے فتاویٰ جاری کیے۔ یہ فتنہ چونکہ ارضِ ہند کی پیداوار تھا۔ اس لیے مسلمانانِ ہند نے اپنی ذمہ داری کا بردقت احساس کرتے ہوئے اپنے تمام فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک سیمہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اس فتنہ کا سد باب کیا، جس کی مثال اسلامی تاریخ میں کم ملتی ہے۔ تمام مکاتبِ فکر کے علماء جن میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع شامل تھے، نے فتاویٰ جاری کیے جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مُرند اور اس کے پیروکاروں کو خارج از اسلام قرار دیا۔

مسلمانان ہند نے ان فتاویٰ پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ انگریز دور کی عدالت مجاز ڈسٹرکٹ جج بہاول پور سے باوجود حکومت وقت کے شدید دباؤ کے ڈگری بدین مضمون حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی کہ بروئے شرع محمدی مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار کا فراور خارج از اسلام ہیں۔

سختی و باطل کے مذکورہ بالا فیصلہ کا تاریخی پس منظر شرح صدر کے ساتھ جناب جج صاحب مرحوم نے اپنے فیصلہ کے ابتدائی اوراق میں فرما دیا ہے۔ یہاں اس کا اجمالی خاکہ کم و بیش جناب جج صاحب مرحوم و مغفور کے ہی الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

مُسمیان مولوی الہی بخش و عبد الرزاق باہمی رشتہ دار تھے۔ مولوی الہی بخش نے اپنی دختر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح اس کے ایام صغر سنی میں مسمی عبد الرزاق سے کر دیا۔ جس نے بعد میں اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کرتے ہوئے مرزائی مذہب اختیار کر لیا۔ جب مسماۃ غلام عائشہ سن بلوغت کو پہنچی تو عبد الرزاق نے مولوی الہی بخش سے مسماۃ مذکورہ کے رخصت نامے کی استدعا کی۔ جس کے جواب میں مولوی الہی بخش نے کہا کہ وہ یعنی عبد الرزاق چونکہ مذہب اسلام ترک کر کے مرزائی ہو گیا ہے، اور شرعاً کافر ہو گیا ہے۔ لہذا جب تک وہ مرزائی مذہب ترک نہیں کرتا مسماۃ غلام عائشہ کو اس کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

رخصت نامے کے سوال پر مولوی الہی بخش اور عبد الرزاق کے درمیان جب کشیدگی کافی بڑھ گئی اور ایک جانب سے اصرار اور دوسری جانب سے انکار نے ٹکرائی صورت اختیار کر لی تو مسماۃ غلام عائشہ نے انصاف کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور مولوی الہی بخش نے بحیثیت مختار غلام عائشہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء کو مسمی عبد الرزاق کے خلاف عدالت احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں دعویٰ تفسیح نکاح بدین بیان دائر کیا کہ مسماۃ غلام عائشہ عرصہ دو سال سے بالغ ہو گئی ہے۔ مسمی عبد الرزاق ناگزیر مسماۃ غلام عائشہ نے مذہب اہل سنت و الجماعت ترک کر کے قادیانی مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے وہ مُرند ہو گیا ہے جس کے باعث مسماۃ غلام عائشہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ اس لیے ڈگری بجی مسماۃ غلام عائشہ صادر کی جائے، کہ بوجہ مرزائی ہو جانے عبد الرزاق کے مسماۃ مذکورہ اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بوجہ ارتداد ہر راہ عبد الرزاق قائم نہیں رہا۔

عبد الرزاق نے جواب میں کہا کہ اُس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا۔ اور نہ ہی وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ نیز یہ کہ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں اور عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں وہ مُرند نہیں ہوتا۔

مقدمہ ہذا عدالت مُنفضی احمد پور شرقیہ میں زیر سماعت تھا کہ عبد الرزاق کی استدعا پر عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور نے نوعیت مقدمہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بڑے حکم مؤرخہ ۱۹۲۷ء مقدمہ ہذا عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں منتقل کر دیا۔ عدالت مذکورہ نے مؤرخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۷ء کو دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ بدین وجہ خارج کر دیا کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور نے اس

قسم کے ایک مقدمہ بعنوان مسماۃ جندوڑی بنام کریم بخش باتباع فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ مدراس — پٹنہ و پنجاب سے یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے۔ نہ کہ اسلام سے باہر اور کسی کے مرزائی مذہب اختیار کر لینے سے کہ مثنیٰ عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ جو احمدی ہو جائے فرسخ نہیں ہو جاتا ہے۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا یہ فیصلہ برطبق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی عدالت ہائی کورٹ بہاول پور سے یہ قرار دیا گیا کہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کیے بغیر دعویٰ خارج کر دیا ہے۔ نیز یہ کہ فاضل جج ان چیف کورٹ بہاول پور نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں حاوی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے۔ لہذا یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ مزید برآں ہندوستان کے جید علماء سے بھی اس بارے میں رائے لی جائے۔ نمبر عبدالرزاق مرزائی کو بھی موقع دیا جائے کہ وہ بھی ان کے بالمقابل اپنے اکابرین کو پیش کرے۔

ابتداء اگرچہ یہ مقدمہ دو فریق کے درمیان تھا۔ لیکن امر ماہ النزاع حل و ثمرت سے تعلق رکھنے کے علاوہ ضمناً چونکہ عبدالرزاق مرزائی کی ہم خیال جماعت کی تکفیر پر بھی مشتمل تھا۔ لہذا عدالت عظمیٰ سے مثل کی داپسی پر اس کا دائرہ فریقین کی ہم خیال جماعتوں تک وسیع ہو گیا۔ نتیجتاً اہل ایمان اور مرزائی جماعت کے درمیان ایسے گھمسان کا رن پڑا کہ پورے ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہو گئیں۔

مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کی جانب سے علامۃ العصر، اسوۃ البصر و قدوة الخلف حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیری قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم، عالم نبیل و فاضل جلیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی۔ رئیس المناظرین و اساتذہ المتکلمین حضرت سید محمد تقی صاحب فاضل اجل حضرت مولانا ابی القاسم محمد حسین صاحب کونواؤ۔ جامع علوم و فنون حضرت مولانا نجم الدین صاحب اوشہرۃ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اجمعین نے بنفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی روشنی میں براہین و دلائل سے مرزا قادیان اور اس کے متبعین کے کفر و ارتداد کو رد و نشان کی طرح آشکار کیا، جب کہ عبدالرزاق مدعا علیہ کی جانب سے مرزائی جماعت کے صفِ اول کے مبلغین جلال الدین شمس و غلام احمد نے پیروی مقدمہ کی۔

ایک طرف علماء ربانی نے علم و عرفان کے دریا بہا دیے تو دوسری جانب مرزائی مبلغین نے کذب و کتمان کے انبار لگا دیے۔

مقدمہ زیر بحث کا فیصلہ چونکہ بڑے دور رس نتائج کا حامل تھا۔ لہذا عدالت مجاز نے فریقین کو پوری

آزادی کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا۔ جس کے نتیجے میں مدعا علیہ کی جانب سے مدعیہ کے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض اوقات مسلسل ایک ایک ماہ صرف ہوا۔ اور اس کے نتیجے میں فریقین کی جانب سے جو شہادت پیش ہوئی وہ کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۲ء کے اواخر میں جب کہ شہادت فریقین ختم ہو کر فیصلہ زیر غور تھا۔ جلال الدین شمس ٹنڈا مدعا علیہ کی جانب سے ایک درخواست مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۲۸ بدین مضمون پیش کی گئی کہ عبدالرزاق مدعا علیہ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۲ء کو فوت ہو گیا ہے۔ لہذا مقدمہ زیر بحث میں کسی تجویز کی ضرورت نہ ہے۔ مثل مقدمہ داخل دفتر کر دی جائے۔

ایک طرف مرزائی جماعت کو اپنے دنیاوی اسباب پر بھروسہ تھا تو دوسری جانب اہل ایمان کو مستبد الاسباب پر کامل یقین تھا، اور وہ چاہتے تھے کہ حق و باطل کے اس عظیم مقدمہ پر فیصلہ ضرورت بحق یا برخلاف مدعا علیہ ضرور صادر ہونا چاہیے۔

ابتداءً محتارین مدعیہ نے عبدالرزاق کی اچانک موت کو تسلیم نہ کیا۔ لیکن جب بعد تحقیق موت کی تصدیق ہو گئی تو محتارین مدعیہ نے مستند قانونی حوالہ جات و نظائر صفحہ ۲۸۳ پیش کر کے ثابت کیا کہ کسی ایک فریق کی موت واقع ہوجانے کی صورت میں بھی بروئے قانون مروجہ و شرع شریعت عدالت کے لیے لازم ہے کہ اس مرحلے پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ فاضل جج نے فریقین کے پیش کردہ قانونی حوالہ جات و نظائر کا پوری تحقیق سے جائزہ لینے کے بعد مآء غلام علیہ مدعیہ کے موقف سے اتفاق فرماتے ہوئے، فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ صادر فرما کر قرار دیا کہ تھان پاک، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قانون حکومت کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین اپنے عقائد اور اعمال کی بنیاد پر مسلمان نہیں بلکہ کفار و خارج از اسلام ہیں۔

حق و باطل کے اس فیصلہ سے ایک صدی قبل انگریز کے تیر کش سے نکلنے والا تبرہ بفضل تعالیٰ اُمت مرحومہ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا۔ البتہ نوٹ کر اس کے تراشیدہ نبی کی ذریت اور متبعین کو ایسا گھائل کیا کہ وطن عزیز کی پاک سرزمین ان پر اس قدر تنگ ہوئی کہ ہرج دیا وغیرہ میں گوشہ عافیت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔

عدالت مجاز کے مذکورہ بالا فیصلہ صادر ہونے کے بعد جہاں خلیفہ قادیان اور ان کے متبعین کے صنم کدوں میں بھونچال اُگیادیاں اہل ایمان کا ہر فرد بشر حق و باطل کے اس معرکہ الاکار فیصلہ کو لفظ بہ لفظ پڑھنے کے لیے مضطرب تھا۔ جیسا کہ تمہید میں عرض کیا گیا ہے فیصلہ ہذا کی اشاعت اول ۱۹۳۵ء کے اواخر میں جب کہ اشاعت ثانی ۱۹۴۱ء

ص ۱ ایک روایت کے مطابق مرزائی جماعت جب ہر طرف سے مایوس ہو گئی تو اس نے از خود ایک سازش کے تحت عبدالرزاق مدعا علیہ کو اس امید مہیوم پر قتل کر دیا کہ اس کی موت کے بعد یہ نو (۹) سال پرانا قضیہ ختم ہو جائے گا۔

میں عمل میں آئی۔ اس دوران اگرچہ حضرات علمائے ربانی کے بیانات بھی دوبار طبع ہوئے لیکن وہ بھی اس لحاظ سے ادھورے رہے کہ فریقین ثانی کے گواہان مدعیہ پر جو جرح کی تھی اور جو کہ قانوناً اصل بیانات کا حصہ ہوتے ہیں طبع نہ کرائی گئی۔ جب کہ بحث فریقین و جواب المجواب مدعیہ کج تک محافظ خانہ کی زینت بنے رہے۔

ناظرین گرامی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مرزائی مُبْتَغِیْن کے بیانات جو انہوں نے عدالت میں دیے مرزائی جماعت نے بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ہندوستان سے نومبر ۱۹۳۲ء و دسمبر ۱۹۳۲ء میں طبع کرائے۔ جب ان بیانات کا تقابل عدالت میں دیے گئے بیانات سے کیا گیا تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ان بیانات میں بڑے پیمانے پر قطع و برید کی گئی ہے۔

۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے کہ برادر مکرم جناب حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے ایک مجلس میں والدہ ماجدہ حضرت میر عبد الجلیل صاحب قدس اللہ سرہ مہاجر مدنی (سابق سیشن جج بہاولپور) سے مدینہ منورہ میں اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ترمید مرزائیت کی یہ نایاب دستاویز جو گزشتہ نصف صدی سے عدالت کے محافظ خانہ میں مقید ہے، کو نکال کر عالم اسلام کی بہرہ اندوزی کے لیے طبع کرا دیا جائے تو یقیناً یہ سعی مسلمان اور قادیانی سب کے لیے باعث رشد و ہدایت ثابت ہوگی۔

یہ بزرگان دین کا فیض ہے کہ چند تجانب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوری طور پر ایک ادارہ موسوم بہ ”اسلامک فاؤنڈیشن“ (رجسٹرڈ) لاہور زیر سرپرستی برادر م حضرت کاندھلوی مدظلہ العالی قائم کر کے اس کا خیر کار آغاز کر دیا۔ ابتدائی مرحلہ میں عدالتی ریکارڈ کی حسب ضابطہ نقول درکار تھیں جس کے حصول کے لیے کافی وقت اور سرمایہ درکار تھا۔ لیکن جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا: ... اگر میرا بندہ میری طرف ایک بانٹ بڑھائے تو میں اس کی طرف ایک تھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھائے تو میں اس کی طرف ایک باٹھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چلے لگے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ حسن اتفاق سے انہی دنوں ادارہ ہذا کے چند ممبران کی ملاقات جناب جج محمد اکبر خان صاحب مرحوم و مغفور کے نواسہ جناب ضعیف الدین صاحب ہاشمی سے ہوئی۔ ان کا بول تعلق و لگاؤ اس مقدمہ سے ہو سکتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ جناب ہاشمی صاحب کی زبانی یہ خوش کُن خبر ملی کہ کچھ عرصہ قبل جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب بہاولپور تشریف لاکر ایک ہفتہ دہان مقیم رہے اور ان کی وساطت سے جناب شاہ صاحب محترم نے مقدمہ زیر بحث کی پوری کارروائی کی مصدقہ نقول عدالت سے حاصل کیں جس کے مجلہ مصارف جناب حضرت مولانا حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ مدنیہ لاہور نے برداشت فرمائے تھے۔ اور اس وقت یہ ریکارڈ ان ہی کی تحویل میں ہے۔ لہذا اگر یہ ریکارڈ دستیاب ہو جائے تو بلا تاخیر کتابت کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ ہذا نے اس سلسلہ میں جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب مدظلہ العالی سے رابطہ قائم کر کے

مدعا بیان کیا۔ جو آپا حضرت شاہ صاحب نے کمال شہافت اور خلوص سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے امداد کا وعدہ فرمایا چنانچہ آپ کی درخواست پر حضرت حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل دستاویز کی مصدقہ نقول جو تین ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل تھیں عطا فرما کر ادارہ ہذا پر عظیم احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائے آمین۔

ریکارڈ کے حصول کے بعد جناب حضرت شاہ صاحب نے مؤرخہ مارچ ۱۹۸۳ء کو اپنی قیام گاہ پر ایک سادہ مگر پُر وقار تقریب میں اپنے دست مبارک سے کتابت کا آغاز فرما کر منصوبہ کی تکمیل کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

خیال تھا کہ یہ کام زیادہ سے زیادہ چھ ماہ میں پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا جو ممکن نہ ہو سکا۔ بڑی رکاوٹ کاتب حضرات کی علمی استعداد اور تنگستہ خط کے نہ پڑھے جانے کی وجہ سے پیش آئی۔ علاوہ ازیں بعض صفحات کی اگر نصف لائن بھی الفاظ فوٹو کاپی میں آنے سے رہ گئی تھی تو بار بار مصدقہ ریکارڈ سے انہیں تلاش کرنا پڑا۔ نیز ایسے اہل کاروں کی تلاش بھی ایک مسئلہ بن گیا جو پُرانی عدالتی اصطلاحات سے واقف ہونے کے علاوہ تنگستہ خط پڑھنے کا بھی بلکہ رکھتے ہوں۔ تلاش بسیار کے بعد بہاول پور میں چند ایسے چران سحری پشتر مرستہ دار مل گئے جنہوں نے بغیر کسی کمی منفعت کے یہ کام انجام دیا۔ انان بعد گوجرانوالہ جہاں کتابت کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا سے اٹھ افراد پر مشتمل کاتب حضرات کی ایک جماعت بہاول پور روانہ کی گئی جنہوں نے مندرجہ بالا حضرات کی زیر نگرانی صفحات کی کتابت کی تکمیل کی۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے جانہ ہو گا کہ وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ ایسے حضرات جو یک وقت پُرانی عدالتی اصطلاحات سے واقفیت رکھنے کے علاوہ تنگستہ خط پڑھنے پر بھی قادر ہوں رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔

کتابت کی تکمیل کے بعد جب تصحیح کا مرحلہ آیا تو ایک بار پھر وہی رکاوٹ اڑے آئی کہ ہر وقت مناسب پُر وقار ریڈر حضرات نہ ملے، جو علم و عرفان کی اس عظیم دستاویز کی تصحیح کا بیڑا اٹھائیں۔

منجملہ ادرتھکا دینے والی رکاوٹوں کے ایک رکاوٹ جو تاخیر کا سبب بنی یہ بھی پیش آئی کہ مرزائی حضرات کی کتابوں سے جب ان تحریروں کی تلاش کی گئی جن کے حوالہ جات جناب ج صاحب نے اپنے فیصلہ میں دیے ہیں تو جدید ایڈیشن لکھانے کی بنا پر بعض صفحات پر مطلوبہ عبارتیں نہ ملیں۔ نتیجتاً کتاب کے پورے صفحات کی درجہ گردانی کرنی پڑی۔

بفضل تعالیٰ رفتہ رفتہ تمام رکاوٹیں دور ہوئیں اور ادارہ ہذا کی پانچ برس کی شانہ روز کاوش کے نتیجہ میں مجد اللہ مقدمہ مرزا نیر بہاول پور کی ۱۹ صفحات پر مشتمل رویداد زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر تین جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا بھی خلاف حقیقت نہ ہو گا کہ عالم اسلام میں بالعموم اور تاریخ پاکستان میں بالخصوص

۲۷ اپریل ۱۹۸۳ء کی تاریخ آپ زرسے لکھے جانے کے قابل ہے جس دن مرد مجاہد محبت رسولؐ عالی مرتبت صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیا الحق صاحب شہید اسلام نے

”قادیانی گردہ۔ لاہوری گردہ اور احمدیوں کا خلاف اسلام سرگرمیوں کا ارتکاب (ممانعت و سزا) اُردی نفس ۱۹۸۳ء۔“

جاری فرما کر حق و باطل کے درمیان حد فاصل کھینچ دی۔

اس طرح جہاں جناب نج محمد اکبر خان صاحب مرحوم اپنی جراتِ ایمانی سے فیصلہ زیر بحث صادر کر کے اپنی نجات کا سامان کر گئے، وہاں جناب جنرل صاحب محترم بھی اُردی نفس مذکورہ بالا نافذ کر کے اُسی صف میں شامل ہو گئے۔

فَجَزَا هُمْ اللَّهُ عَذَابًا وَعَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ أَحْسَنَ الْجَزَا وَأَفْضَلُ الْجَزَا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ۔

ناظرین گرامی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دورانِ سماعت مقدمہ نیز بعد اشاعت فیصلہ ۱۹۳۵ء مرزائی صاحبان کی جانب سے جہاں اور بہت سی لالچنی تاویلات کی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ علماء ربّانی نے عدالت میں مرزا قادیان یا ان کے پیروکاروں کی جن تحریروں کے حوالہ جات دیے اور جن کا تذکرہ جناب نج صاحب نے اپنے فیصلہ میں فرمایا، یا تو وہ بغیر سیاق و سباق کے بیان کیے گئے ہیں یا پھر سرسے سے ان کا وجود ہی نہیں۔

ادارہ ہذا نے قارئین گرامی کی ہرہ اندوزی کی خاطر مرزائی کتب کے مطلوبہ اقتباسات کی نقول مع سرودق جلد اول کے ہمراہ شائع کر دیے ہیں، تاکہ ناظرین گرامی مرزا قادیان اور ان کے متبعین کی کفرانہ و مکذبانہ تحریروں کا نمونہ بذاتِ خود ملاحظہ فرمالیں۔

جہاں تک ممکن ہو سکا، ادارہ ہذا نے ایسی تمام دستاویزات جن کا حوالہ جناب نج صاحب نے اپنے فیصلہ مذکورہ بالا میں دیا ہے شائع کرنے کی سعی کی ہے تاکہ علم و عرفان کی یہ دستاویز ہر لحاظ سے مکمل اور مستکم صورت میں پیش کی جاسکے۔ ایسی تمام دستاویزات کے صفحات نمبر عالی جناب نج صاحب کے فیصلہ میں رقم کر دیے گئے ہیں۔

ادارہ ہذا کی حتی المقدور کوشش کے باوجود چند دستاویزات کی نقول جن کا ذکر جناب نج صاحب کے فیصلہ میں مذکور ہے دستیاب نہ ہو سکی ہیں۔ جس کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

جیسا کہ تمہید میں عرض کیا گیا ہے مندرجہ بالا عظیم دستاویز مجموعہ ہے فریقین کے بیانات۔ جرح۔ بحث و جواب الجواب وغیرہ کا۔ جو فاضل عدالت میں پیش کیے گئے۔ لہذا ادارہ ہذا نے بغیر عنوانات قلم کیے انہیں قارئین گرامی تک پہنچانے کی ایک ناقص در ناقص تاہم سعی کی ہے۔ اگر آئندہ کوئی باہمت محقق تردید مرزیت پر قلم اٹھائے گا تو اس کے لیے یہ مواد ان شاء اللہ تعالیٰ مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس حقیر خدمت کو نافع بنا کر قبول فرمائے۔ آمین۔

وَمَا ذَاكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ
 سُبحَانَ رَبِّيَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۚ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ ۚ وَنَسَى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

۳، محمد الحرام ۱۴۰۹ھ

مطابق ۱۸ اگست ۱۹۸۸ء

یوم: چھار شنبہ

میر عبد الماجد سید

رکن مجلس عالمہ اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

۱۔ ڈیوس روڈ، لاہور

التماسِ ناشر

اس عظیم دستاویز کی صحتِ طبع میں اگرچہ کچھ کم کوشش نہیں کی گئی۔
 متعدد صاحبان نے بار بار کامپیاں دیکھیں اور تصحیح کی لیکن متواتر تجربوں کے بعد اس
 حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اگر دورانِ طباعت
 کوئی غلطی رہ جائے تو اُسے غلطی نہیں کہتے۔ ہزاروں کی تعداد میں چھپنے والی مطبوعات
 میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی نادانستہ لغزشیں قابلِ گرفت نہیں ہوتیں بلکہ
 قابلِ معافی ہوتی ہیں۔ قارئینِ گرامی سے استدعا ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کسی
 قسم کی غلطی ان کے ملاحظہ میں آئے تو ادارہ ہذا کو مطلع کر کے مشکوٰۃ فرمائیں۔

ادانہ

پیش لفظ

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام علی خیر خلقہ
خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے اصول اور بنیادی عقیدوں میں سے ایسا عقیدہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص نہ مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ ہی دائرہ اسلام میں اس کے رہنے کا کسی بھی تاویل و توجیہ سے امکان ہو سکتا ہے۔ ختم نبوت کا انکار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی بھی نبوت و رسالت یا وحی کا عقیدہ سراسر کفر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک ہر دور میں امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے اور مسئلہ ختم نبوت قرآن کریم کی صریح آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جس کا منکر بلا کسی شبہ کے کافر ہے۔ اور اس بارہ میں آج تک کسی تاویل و تخصیص کو نہ قبول کیا گیا اور نہ ہی ایسی لغو اور باطل تاویلات کو قابل اعتناء سمجھا گیا۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے جو اجماع ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے بعد مدعی نبوت واجب القتل اور اس پر یقین کرنے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دُنیا نے اسلام کی یہ ایک متفقہ قرار داد اور اجماعی فیصلہ ہے کہ خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی عنوان سے کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ سراسر کفر اور ارتداد ہے اور ایسے صریح اور واضح کفر میں کسی قسم کی تاویل کہ ظلی یا بروزی نبوت ہے اور امت محمدیہ کے فیصلہ کے خلاف اپنی طرف سے کسی طرح کا مفہوم متعین کرنا مزید جرم اور اسلام سے بغاوت ہے۔ اور قانون شریعت میں ایسے معاندانہ درجہ اصل کا فرد منکر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور اگر کوئی مدعی نبوت اپنے دعوئے نبوت کے ساتھ یہ بھی کہتا ہو کہ میری نبوت آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت میں نبوت کے خلاف نہیں بلکہ آپ کی ختم نبوت کے باوجود میں بھی ”الیاء باللہ“ ہی ہوں (جیسے مرزا غلام احمدؒ نبوت نے کہا ہے) تو اصول اسلام کی رُو سے

یہ زندہ ہے۔ اور ایسا شخص زندہ کیلنا ہے، اور اس کا درجہ بھی مرتہ و کافر سے بڑھ کر ہے۔ اور بلا کسی تردید کے واجب القتل ہے۔ اُمت محمدیہ میں سب سے پہلا مدعی نبوت اسود غنی ہوا جو بڑا ہی شہیدہ باز اور مکار شخص تھا اس نے یہ دیکھ کر لوگ اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور اس کی پیروی کر رہے ہیں بخیر ان آدمیوں کے کچھ قبائل نے محض اپنے ذاتی مفاد اور اغراض کے باعث جب اس کے ساتھ زیادہ جھکاؤ اختیار کیا تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ معلوم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانان یمن کی جانب حکم جاری فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ قتال و جہاد کرو اور جس طرح ممکن ہو اس کا خاتمہ کرو خواہ مقابلہ کی شکل میں یا خفیہ طور پر یا کسی بھی تدبیر سے عدو اور تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے گورنر مقرر کیے گئے تھے انہوں نے تقریب نکاح میں تئیں کے مسلمانوں کو جمع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی ان کو اطلاع دی اس کو کئی مسلمانوں کے دل خوش ہوئے۔ اور ان کو قتل سکون و اطمینان نصیب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پیام اور فرمان کے موصول ہونے پر اس مدعی نبوت غیث کو قتل کر ڈالا گیا اور ایک قاصد کو یہ بشارت سنانے کے لیے فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا گیا قاصد کے پہنچنے سے پہلے ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الہی سے اس کی خبر دی گئی اور آپ نے اُسی وقت حضرات صحابہ کو خوش خبری سنائی اور فرمایا اے مسلمانو!

قُتِلَ الْعَنَسِيُّ الْبَارِحَةَ قَتَلَهُ رَجُلٌ مَبَارِكٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ مَبَادِكِينَ - قَيْسٌ وَ مَنْ ؟
گدشتہ شب عنسی قتل کر دیا گیا اس کو ایک مبارک شخص نے قتل کیا ہے جو بڑے ہی مبارک خاندان کا ایک فرد ہے قتال فیروز (الدلیلی) (۱)

آپ نے فرمایا یزید مدنی۔

یہ وقت آپ کی حیات مبارکہ کا بالکل آخری وقت تھا حتیٰ کہ قاصد کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ رحلت فرما چکے تھے۔

کتاب جن الصحابہ فی اشعار الصحابہ میں عبد الرحمن ثمالی نے اس بارہ میں ایک فقیدہ فرمایا اور نہایت ہی فصیح و بلیغ اشعار میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود غنی کے دعویٰ نبوت پر ہم کو جہاد کا حکم فرمایا اور اس کذاب و دجال کے قتل پر اللہ کی عنایات اور عظیم رحمتوں کی بشارت دی اور ہم نے یہ سمجھ لیا

عن تاریخ طبری ص ۳۱۵ ج ۳

(۱) تاریخ ابن اثیر ص ۱۳۳ ج ۲، تاریخ ابن خلدون ص ۲۴۸ ج ۳

(۲) حسن الصحابہ فی اشعار الصحابہ ص ۳۱۴

کہ مدعی نبوت کا قتل ایک بہت بڑی سعادت ہے چنانچہ ہم سے چند شہسوار اس کذاب و دجال کے قتل کے لیے دوڑ پڑے تاکہ آپ کے حکم تعمیل اور آپ کے پیغام کی تکمیل ہو سکے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ (۱)

اسی طرح پیام کے ایک شخص مسیلہ کذاب نے سلسلہ میں شہرہ عامہ (جو اس کا علاقہ تھا) میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ اور ایک خط بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اس گستاخ نے روانہ کیا جب یہ دو شخص اس مدعی نبوت کے خط آپ کے پاس لے کر پہنچے آپ نے فرمایا میں کسی قاصد کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ اگر قاصد کا قتل کیا جانا ممکن ہو تا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔

ابن کثیر ہیں اپنی تاریخ میں (۲) اس واقعہ کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنی حنیفہ (جو مسیلہ کذاب کا قید تھا) حتیٰ میں یہ سب سے بڑا افتخار تھا اس خبیث نے قاصدوں کی واپسی پر یہ مشہور کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی رسالت میں شریک کر لیا ہے۔ انہوں نے اس افواہ پر اس کی نبوت کی تصدیق کر لی۔ اور بنو حنیفہ کے سرور آردہ لوگوں میں سے ایک شخص بہت کچھ لاپنج دے کر مدینہ منورہ بھیجا جس نے وہاں جا کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور قرآن کریم کی کچھ آیات اور سورتیں یاد کر لیں اور اپنے وطن واپس کران آیات کو پڑھا کرنا اور با کسی ربط اور تعلق کے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو بہکانا شروع کر دیا جس طرح قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام احمد نے آیات قرآنینہ سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔

مسیلہ کذاب کے اس خط کے بعد جلد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور ادھر عامہ میں اس کی عیاری اور چالاک سے بہت سے لوگ اس کے فریب میں مبتلا ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بنی اکبر نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلا یہی کام انجام دیا کہ اس مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے مقابلہ کے لیے شکر روانہ کیا۔ اور اس جہاد کو یہود و نصاریٰ سے جہاد پر مقدم اور اہم سمجھا۔ اور فرما جہاد و قتال کے لیے شکر روانہ کیا مقابلہ کے لیے مسیلہ نے بھی عظیم لشکر تیار کیا لیکن جب مسیلہ کذاب کو اس کی اطلاع ملی کہ اس کی جماعت مقابلہ میں شکست کھا رہی ہے اور کئی ایک سپہ سالار مارے گئے ہیں تو ایک باغ میں جا کر چھپ گیا۔ اور دروازے بند کر لیے۔

حضرت براد بن مالک نے فرمایا کہ مجھے کسی طرح اس باغ کے احاطہ میں آؤں پر سے پھینک دو تاکہ میں اس کا کام تمام کر دوں

حضرت وحشیؒ جنہوں نے جاہلیت اور کفر کے دور میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو عذوۃ اُمید میں شہید کیا تھا وہ اس محرکہ میں یہی جذبہ اور تمنا لے کر آئے تھے کہ میں اس مدعی نبوت کو کسی بھی طرح قتل کر کے رہوں گا تاکہ دور جاہلیت کے برے اس عمل کا کفارہ ہو جائے۔ وہی نیزہ اپنے ہاتھ میں لے کر نکلے

جو غزوہ احد میں تھا اور اسی نیزہ سے مسیہ کذاب کو قتل کر کے بطور فخر اور شکر خداوندی فرمایا اگر میرے ہاتھ سے جاہلیت کے زمانہ میں ایک بہترین انسان شہید ہوا تھا تو آج اسی ہاتھ سے دنیا کا ایک بدترین انسان میں نے مارا۔

بہر کیف دور خلافت راشدہ میں صدیق اکبر کا یہ عمل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا فروع مرتبہ ہے مادراس سے جہاد و قتال فرض ہے۔ اس پر صحابہ کا اجماع ہوا اور اسلام کی تاریخ میں یہ بات سورج کی طرح عیاں اور روشن ہے۔ اور اسی عقیدہ پر دنیا بھر کے مسلمان قائم ہیں حتیٰ کہ فقہاء نے تو یہ تک فرمایا ہے عام کافروں سے مسلمان کسی وقت ضرورت اور مصلحت ہو تو کوئی معاہدہ یا صلح کر سکتے ہیں لیکن مدعی نبوت سے نہ کوئی صلح ہو سکتی ہے اور نہ جزیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔

امام اعظم البر حنیفہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا جب اس پر مسلمانوں میں شور مچا تو اس نے یہ اعلان کیا کہ مجھے ہمت دی جائے کہ میں اپنی نبوت کے دلائل پیش کروں حضرت امام اعظمؒ کو اس بات کا علم ہوا تو فتویٰ جاری فرمایا کہ کسی بھی ایسے شخص سے جو نبوت کا مدعی ہو اس سے نبوت ثابت کرنے کے لیے دلیل طلب کرنا بھی شرعاً حرام ہے۔ اور جو شخص دلیل طلب کرے گا وہ بھی کافر ہے (کیونکہ دلیل طلب کرنا اس بات کا ضغن اعتراف اور آمادگی کا اظہار ہے کہ جس بات پر دلیل کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اگر دلیل پیش کر دی گئی اور برہان و حجت سے ثابت کر دی گئی تو اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ سبحان اللہ کیا دقت نظر ہے) اور اسی پر تمام ائمہ اور فقہاء امت کا اجماع ہے کہ مدعی نبوت سے دلائل کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں۔

مسلمان کا یہ عقیدہ چونکہ اس کے ایمان کی روح اور اصل بنیاد ہے اس بنا پر ہندوستان میں جب انگریز کے زیر سایہ اور اس کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوے کیا اور اس پر مرزا فی امت کو جمع کیا تو دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء نے پورے ہندوستان میں مرزائیت کے مقابلے میں بھی علمی اور تبلیغی جہاد شروع کر دیا۔ اور دلائل و براہین سے مسلمانان ہند کے سامنے رد و روشن کی طرح مرزا غلام احمد کے اور اس کی امت کے کفر کو ثابت کر دیا۔ اگرچہ انگریز نے اپنے لگانے ہوئے پورے کی حمایت و اعانت میں کوئی کسر نہ اٹھائی۔ لیکن علماء دینی کے جہاد کے سامنے باطل ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ٹھہر سکا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا مقابلہ جہاد سے کیا تو علماء کے اس کردہ نے دلائل و براہین کی تلواروں سے اس فتنہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور اہل حق کے اس جہاد نے اس فتنہ کو اپنی جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔

۔ امام المحدثین حضرت علامہ مولانا سید الزر شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے

تھے کہ مرزا غلام احمد کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے کیونکہ فرعون نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور ظاہر ہے کہ کسی انسان کا خدائی کا دعویٰ کرنا بدیہی طور پر باطل ہے اور کسی انسان کے ایسے دعویٰ پر کسی کو کوئی التباس نہیں ہو سکتا اس کے برعکس انبیاء علیہم السلام جس بشر سے جوتے ہیں تو کسی انسان کا دعوائے نبوت کرنا اور پھر یہ کہتے پھرنا کہ میری نبوت ظلی و برزوی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے باوجود میری نبوت ممکن ہے لوگوں کو دھوکا میں ڈالا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بہت اس دھوکا میں مبتلا ہوئے۔

اس بناء پر کہ علماء درباری کے اس عظیم جہاد کی برکت سے مسلمان یہ سمجھ گئے تھے کہ مرزا نیت سرا سر کفر ہے۔ اور مرزا نیت و قادیانیت کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ریاست بہاول پور میں ایک شخص جب مرزائی ہو گیا تو اس کی مسلمان منکوحہ جس کا نکاح قبل از بلوغ اس کے باپ نے اس وقت کر دیا تھا جبکہ مسیحی عبد الرزاق مسلمان تھا۔ اور مرزائی مذہب نہیں اختیار کیا تھا لیکن جب وہ مرزائی ہو گیا اور اس کی منکوحہ بالغ ہو گئی تو اس نے جولائی ۱۹۲۷ء میں منکوحہ کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اس لیے کہ کوئی مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ یہ مقدمہ ۱۹۳۲ء تک مختلف مراحل طے کر کے ڈسٹرکٹ بہاول پور جج کی عدالت میں سماعت اور شرعی اصول کی روشنی میں تحقیق کے لیے پیش ہوا اور اس امر کے لیے کہ عدالتی سطح پر دلائل کی روشنی میں قادیانیوں کا کفر ثابت کیا جائے۔ یہ مرحلہ امتہانی نازک تھا کہ عدالت شریعت کے اس موقف کو تسلیم کرنے کو تیار ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اس بات کا اندیشہ مسلمانوں کے دلوں کو بے چین کر رہا تھا کہ اگر عدالت نے مدعی نبوت اور اس کی نبوت پر یقین رکھنے والے کا کفر تسلیم نہ کیا تو یہ مسلمان منکوحہ کافر کی زوجیت سے نہیں نکالی جاسکے گی۔ یہ زمانہ دوائی ریاست بہاول پور تاجدار عباسی نواب حاجی سر محمد صادق مرحوم کا تھا۔ اس زمانہ کی ایک اسلامی انجمن مویہ الاسلام بہاول پور نے ایک کمیٹی حضرت شیخ العجاۃ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی زیر صدارت تشکیل دی۔ علامہ محمد حسین صاحب کو لوٹاڑ اور حضرت شیخ العجاۃ کو شہادت قلمبند کرنے کے بعد فریقین کو اپنے اپنے مسلک کے مستند علماء اور محققین کو لغرض شہادت پیش کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

مرزائی مدعیہ کی حمایت کے لیے قادیانیوں کا پورا سرمایہ ان کی حمایت اور انگریز سرکار کی سرپرستی بڑی دوزنی چیز تھی اور عالم اسباب میں ترقی نہیں کی جاسکتی تھی کہ مدعی مسلمان خاتون اپنے دعویٰ میں کامیاب قرار دی جاسکے لیکن حضرت شیخ العجاۃ نے مدعیہ کی طرف سے شہادت اور اس کے موقف کی حمایت تہنیت کے لیے دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء کو دعوت دی کہ وہ بہاول پور تشریف لا کر مقدمہ کی پیروی کریں اس صورت حال پر شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ حضرت مولانا نجم الدین، مولانا ابو الوفا صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم

دیوبند جیسے اکابر علماء بہاول پور پہنچ گئے۔

حضرت انور شاہؒ کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی توجہات کو اپنی طرف مرکوز کر لیا۔ اور حضرت موصوفؒ کی تشریف آوری سے یہ مقدمہ ہندوستان اور بیرون ہند غیر فانی شہرت حاصل کر گیا۔

ان حضرات علماء نے اپنی شہادتوں میں دلائل اور حقائق کے دریا بہا دیئے۔ علم و عرفان کی شاعلوں نے اہل قانون کی نگاہیں چکا چوند کر دیں۔ خرفیہ ثانی کی شہادت پر علماء حق کے دلائل نے ایسی باطل شکن جرح کی کہ مرزائیت کی بنیادیں ہل گئیں اور مدعی نبوت کے دہل و فریب کے تمام پردے چاک ہو گئے اور مرزائیت کا کفر و ارتداد سورج کی طرح آشکارا ہو گیا۔ مرزائیت کی حمایت کرنے والوں نے علماء کی شہادت کے جواب میں تحریری بحث بلا دلیل محض اپنے ادوالم اور خیالات، اجماب کے انداز میں پیش کی جس کے جواب کے لیے حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ، جہان پوری نے دُنیا کو حیرت میں ڈالنے والا جواب الجواب عدالت میں پیش کیا جو چھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس جواب الجواب نے مرزائیت کے پرچے اُڑا کر رکھ دیئے بالآخر جناب منشی محمد اکبر خاں صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا نہایت ہی بصیرت افروز مکمل و مدلل فیصلہ ۱۹۳۵ء فروری میں لکھنؤ کے حق میں صادر فرمایا۔ اور عدالت کی سطح سے فیصلہ جاری ہو گیا کہ قادیانی شخص کا فر ہے۔ اور کوئی مسلمان عورت اس کی منکوحہ نہیں رہ سکتی۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے عدالتی فیصلوں میں نہایت ہی عالی اور بلند مقام کا حامل ہوا۔ اور علم و استدلال کی دُنیا میں اس کو ایک بے مثال اور مستحکم فیصلہ تسلیم کیا گیا۔ جس کی تمام مکاتب فکر نے پرجوش تائید و حمایت کی۔ اور مسلمانوں کے کسی طبقہ اور دنیا کے اسلام کے کسی بھی خطے سے ان دلائل و شواہد پر ایک حرف بھی کسی کی زبان سے شامل یا اشکال و اعتراض کا نہیں سُنا گیا۔ اور تمام دنیا نے اہل علم نے اس فیصلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ہندوستان کے علاوہ علماء مصر، شام اور تمام بلاد عرب، برما، ایران، افغانستان، ترکی اور بالخصوص سعودی عربیہ کے تمام مشائخ و علماء نے نہ صرف یہ کہ اس فیصلہ اور فتویٰ کی تائید کی بلکہ ہر ایک ملک کے مشائخ نے اپنے اپنے مراکز سے مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت قادیانی کے کفر کے فتوے جاری کیئے۔

انگریز نے اپنے خفیہ طریقوں سے بہت کچھ کوشش کی کہ اس کی قلم رو میں ہونے والی ایک ریات کی عدالت سے ایسا فیصلہ جاری نہ ہو جس سے اس کی پیدا کردہ اور پروردہ جماعت کی تکفیر ہو اور دہل و فریب کا جو وبال اس نے پھیلا یا تھا وہ پارہ پارہ ہو جائے۔

حق و باطل کا یہ عدالتی فیصلہ تاریخ کا ایک عظیم شاہکار تھا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ فیصلہ عدالت جناب جسٹس منشی محمد اکبر خاں صاحب کی ایمانی غفلتوں کا آفتاب کی طرح روشن ثبوت تھا۔ جو آج سے

قبل در مرتبہ طبع ہوا۔ اور فیصلہ کے متن سے اہل علم مستفیض ہوئے۔

اس فیصلہ کے ساتھ ان حضرات علماء کی وہ ایمان افزوز جرح و بحث اور جواب الجواب شائع نہیں ہو سکے تھے جو ان حضرات نے مدعیہ کے موقف کے ثبات کرنے کے لیے عدالت میں پیش کیے جو اپنی جگہ علم و معرفت اور دلائل و براہین کا ایک عظیم ذخیرہ تھے جن میں ایمان و کفر، نفاق و زندقہ، وحی و توحید و رسالت اور نبوت کی ایسی بلند بحثیں تھیں کہ اہل علم اپنی عمروں کے طویل حصے بھی خرچ کر کے ان حقائق و معارف کو نہیں معلوم کر سکتے تھے۔

میرے ایک عظیم کرم فرما و محسن بزرگ یعنی میر سید عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی نے (جو تا چیز پر ۱۹۴۴ء سے لیکر اپنی وفات تک بے انتہا شفقت فرماتے تھے) ۱۹۴۵ء میں جب ناچیز مدینہ منورہ حاضر ہوا تو اپنی ایک جنایت ہی عظیم اور بلند پایہ آرزو کا اظہار فرمایا کہ آتش وہ تمام بیانات و شہادتیں اور مرزائی و کیوں کی بحث کے جواب میں جو جواب الجواب کے طور پر بحثیں عدالت کے ریکارڈ میں دینی ہیں ان کو بھی کسی طرح شائع کر دیا جائے تو کیسا اچھا ہو! ان کی اس آرزو کی تکمیل کوئی معمولی مسند زینقا عدالت کے گوداموں میں پچاس برس قبل دفن شدہ ریکارڈ کو حاصل کرنا پھر ان کی نقل اس کے بعد اس کی کتابت و طباعت بڑے بڑے توانا اور اولوالعزم اور باہمت لوگ بھی شاید اس کی ہمت نہ کر سکتے۔ مگر اللہ رب العزت اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمائے میرے محرم بھائی اور حضرت میر سید عبد الجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ سید عبد الماجد صاحب کو کہ وہ اس ہم کو سر کرنے کے لیے مکرلیتہ ہوئے۔ اور دن رات کی محنت و جانفشانی سے عدالتی ریکارڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان بیانات کو جو آج سے پچاس برس قبل عدالتی طرز تحریر میں لکھے ہوئے تھے ان کو صاف کرایا نقل کرایا اور ان تمام مراحل کی تکمیل ادارہ اسلامک فاؤنڈیشن کے ذریعہ کی۔ اور الحمد للہ یہ عظیم علمی ذخیرہ کتابی شکل میں تین حصوں پر مشتمل پیش کر کے حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخی دفتینہ اور خزانہ کو تمام دنیا کے اہل علم اور مسلمانوں کے استفادہ کے لیے پیش کر دیا۔

بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ پیش نظر کتاب جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے کفر و باطل کے دجل و فریب کی تاریکیوں دور کر کے اہل اسلام کے قلوب کو ایمان و یقین کے نور سے منور کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ اور ان کے واسطے ایک ایسا مضبوط دلائل کا پہاڑ ہے جو ہر باطل کے فتنہ کو پاش پاش کرنے کے واسطے بہت بڑا سامان ہے۔ خدا تعالیٰ میرے بھائی سید عبد الماجد سلمہ اور تمام اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کو جزائے عشر عطا فرمائے کہ انہوں نے اُس سلمہ پر بڑا ہی عظیم احسان فرمایا جو اہم اللہ تعالیٰ خیر الجزا پیش نظر کتاب ”مقدمہ بہادل پور“ تین حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ حضرات علماء و فروع ثنائی کے بیانات جو بطور شہادت عدالت میں پیش کیے گئے دوسرا حصہ فریقین کی تحریری بحث، پھر تیسرا حصہ جواب

الجواب جس میں فریق ثانی کی تحریری بحث میں پیش کی ہوئی باتوں کا رد کیا گیا۔ اور دجل و فریب کے قائم کیے قلعہ کو
مسما رو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا گیا۔

فریقی مخالف کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا ذخیرہ شائع کرنا علی تاریخ میں ایک بڑا ہی حوصلہ
مندانہ کام ہے۔ اور یہ اس لیے کیا گیا کہ دنیا دیکھ لے کہ فریقی مخالف اپنی طرف سے کیا تیر چلا سکتا تھا۔ پھر جواب الجواب
میں دیکھ لے کہ اس کی کس طرح دھجیاں بکھیری گئیں۔ اس ضمن میں مرزائی جماعت کی قلبیں اور دھوکا کا ایک
کیشف اور غلیظ ڈالا ہوا پردہ بھی چاک ہو گیا جو انہوں نے اپنے پریس سے جو تحریف کردہ بیانات شائع کر کے
دنیا کو دھوکا میں ڈالنا چاہا کہ ہم نے مسلمان علماء پر جرح کرتے ہوئے یہ یہ کہا تھا۔ حالانکہ اصل عدالتی ریکارڈ
سے ان باتوں کا کوئی وجود ہی نہیں ملا جس کی وضاحت اس حصہ میں متعدد موقعوں پر کر دی گئی۔ حضرات
تاریخن مکر و فریب کے اس گھناؤنے کردار کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ کفر و نفاق کے علمبرداروں نے مسلمانوں
کو گمراہ کرنے کے کیا کیا حربے اختیار کیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ تینوں حصوں پر مشتمل یہ تاریخی اور علمی خزانہ ادارہ
اسلامک فاؤنڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و تب علینا انت التواب الرحيم
وصلی اللہ علی سیدنا خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ ^{جمعین}

بندہ ناچیز محمد مالک کاندھلوی

مقدمہ

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی

صدر مجلس تحفظ ختم نبوت (پاکستان)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْخٰلَمِیْنَ اَكْمَلِ الْحَمْدِ عَنِ كُلِّ حَالٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّكَ
اَلْاَكْمَلَانَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٌ خَیْرُ الْوَرِیْ
صاحب قاب قوسین اودادی رحمی صحبہ الہدیۃ التقی والنقی کما کلمہ ذکرہ
الذاکرین کما کلمہ غفلہ عن ذکرہ الغافلون۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ
النَّبِیِّیْنَ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ الصَّالِحِیْنَ نَہَا یَۃ مَا یَنْبَغِیْ اَنْ لِّیْشِلْدَ السَّائِلُوْنَ

احمد بعد متحدہ ہندوستان میں انگریز اپنے جور و ستم اور استبدادی حربوں سے جب مسلمانوں کے قلوب
کو مغلوب نہ کر سکا تو اس نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے پورے ہندوستان کا سروے کیا اور واپس جا کر برطانوی
پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد مٹانے کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص
سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر ادنیٰ الامر کی حیثیت سے
فرض قرار دے۔

ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ ڈی سی آفس میں معمولی درجہ کا کلرک تھا۔ اردو، عربی، فارسی
اپنے گھر پر پڑھی تھی۔ مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام ہو گیا۔ غرض کہ اس کی تعلیم دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے
ناقص تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انگریز ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن کے ایک اہم اور ذمہ دار شخص نے اس
سے ڈی سی آفس میں ملاقات کی گویا یہ انٹرویو تھا۔ مسیحی مشن کا یہ فرد انگلینڈ، روانہ ہو گیا اور مرزا قادیانی ملازم
چھوڑ کر قادیان پہنچ گیا باپ نے کہا کہ نوکری کا کلرک ہو۔ جواب دیا کہ میں نوکری ہو گیا ہوں۔ اور پھر بلیز مرسل کے پتا
کے منی آرڈر ملنے شروع ہو گئے۔ مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی۔ بحث و مباحثہ اشتہار بازی
شروع کر دی یہ تمام تر تفصیل مرزائی کتب میں موجود ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے برطانوی سامراج نے مرزا قادیانی کا کیوں انتخاب کیا۔ اس کا

جواب بھی خود مرزائی لٹریچر میں موجود ہے کہ مرزا قادیانی کا خاندان جدی پشتی انگریز کا ٹک خوار خوشامدی اور مسلمانوں کا غدار تھا۔ مرزا قادیانی کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی سامراج کو پچاس گھوڑے، محمد سادو سامان مہیا کیے۔ اور یوں مسلمانوں کے قتل عام سے اپنے ہاتھ نہ گھسی کر کے انگریز سے انعام میں جائیداد مل گئی۔ غرضیکہ مرزا قادیانی کے گوشت پرست میں انگریز کی دنا داری اور مسلمانوں سے غدار کی رچی بسی جتنی بھی وہ درجہ ہے کہ اس مقصد کے لیے انگریز کی نظر انتخاب مرزا قادیانی پر پڑی اور اس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جن حضرات کی مرزائیت کے لٹریچر پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ہر بات میں تضاد ہے۔ لیکن حرمت جہاد اور خضوعیت اطاعت انگریز ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کی کبھی دورانی نہیں ہوئی کیونکہ یہ اس کا بنیادی مقصد اور غرض و غایت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ سر سید احمد خاں مرحوم کی روایت جو ان کے مشہور مجلہ تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی ہے کہ خود سر سید احمد خاں سے انگریز وائسرائے ہند نے مرزا قادیانی کی امداد و اعانت کرنے کا کہا جو بقول ان کے انہوں نے اسے نہ صرف رد کر دیا بلکہ اس منصوبہ کا بھی افشا کر دیا جس کے نتیجہ میں انگریز وائسرائے سر سید احمد خاں سے ناراض ہو گئے۔

مرزا قادیانی کے دعویٰ پر نظر ڈالیے اس نے بستر رنج خادم اسلام مبلغ اسلام، محمد، مہدی، مثیل مسیح، مسیح، غلی، بنی، مستقل بنی انبیاء سے افضل حتیٰ کہ خدا کی تمک کا دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبہ نگری چال اور خطرناک سازش کے تحت کیا۔

قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے نوری ایمانی اور بصیرت و جدانی سے مرزا قادیانی کے دعویٰ سے بہت پہلے پنجاب کے معصوف روحانی بزرگ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گزڑویؒ سے حجاز مقدس میں ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں ایک فتنہ اٹھنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف آپ سے کام لیں گے۔ بیعت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

رد قادیانیت کے سلسلہ میں اہمیت محمدیہ کے جن خوش نصیب و غرض بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کیا۔ ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیرؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا تاج الدین دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ اللہ اترسریؒ، حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ، جناب مولانا قاضی محمد سلیمان منیر پوریؒ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا محمد ادراک بھٹوؒ، برادر محمد ایاس برنیؒ، علامہ محمد اقبالؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا سید محمد ریسفؒ، نور علیؒ، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا محمد داؤد غزنویؒ، حضرت مولانا خضر علی خانؒ، حضرت مظہر علی الطہرؒ، حافظ

کفایت حسین، حضرت مولانا پیر جماعت علی شاہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی کی گستاخ و بیباک طبیعت کو اس کی ابتدائی تحریروں میں دیکھ کر اس کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے دیدیا تھا۔ ان حضرات کا خدشہ صحیح ثابت ہوا اور آگے چل کر پوری امت نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کی تصدیق و توثیق کی

غرضیکہ پوری امت کی اجتماعی جدوجہد سے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اپنی تھانیف میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ندیر حسین دہلوی، مولانا شاہ الدہ امرتسری، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا سید علی الحائری، سیت امت کے تمام طبقات کو اپنے سب و شتم کا نشانہ بنایا۔ کیونکہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے تحریر و تقریر و مناظرہ و مباحلہ کے میدان میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کیا۔ اور یوں اپنے فرض کی تکمیل کر کے پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق قرار پائے۔

تحصیل احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور میں ایک شخص مسی عبد الرزاق مرزائی ہو کر مرتد ہو گیا اس کی منکوحہ غلام عالیشان بنت مولوی اہلی بخش نے سن بلوغ کو پہنچ کر ۱۹۲۶ء

مقدمہ بہاول پور

کونخ نکاح کا دعویٰ احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں دائر کر دیا۔ جو ۱۹۳۱ء تک ابتدائی مراحل طے کر کے پھر ۱۹۳۲ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت میں بغرض شرعی تحقیق واپس ہوا۔ آخر کار ۱۹۳۵ء فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعیہ صادر ہوا۔ بہاول پور ایک اسلامی ریاست تھی اس کے والی نواب جناب صادق محمد خان غاس عباسی مرحوم ایک سچے مسلمان اور عاشق رسول تھے۔ خواجہ غلام فرید، بہاولپور کے معروف بزرگ کے عینیت مند تھے خواجہ غلام فرید کے تمام خلفاء کو اس مقدمہ میں گہری دلچسپی تھی۔ اس وقت جامعہ عباسیہ بہاول پور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم تھے جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ارادات مند تھے۔ لیکن اس مقدمہ کی پیروی اور امت محمدیہ کی طرف سے نائننگی کے لیے سب کی نگاہ انتخاب دیوبند کے فرزند شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ کشمیری، پیر پڑی، مولانا غلام محمد صاحب کی دعوت پر اپنے تمام تربید گرام منسوخ کر کے مولانا محمد انور شاہ کشمیری، بہاول پور تشریف لائے۔ ان کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف مبذول ہو گئی بہاول پور میں علم کی موسم بہار شروع ہو گئی۔ اس سے مرزائیت کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی انہوں نے بھی ان حضرات علماء کی آئینی گرفت اور حسابی شکنجہ سے بچنے کے لیے ہزاروں جتن کیے مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین کولتار ڈوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مفتی احسن چاند پوری، مولانا نجم الدین مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری اور مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم و آلہم و سلم اللہ سبحانہ کے ایمان احمد و اہل کفر لیکن بیانات جوئے مرزائیت کو کھلا اٹھائی۔ ان دنوں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی

کے جلال اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا خاص پر تو عقائد وہ جلال و جمال کا حسین امتزاج تھے۔ جمال میں آکر قرآن و سنت کے دلائل دیتے تو عدالت کے درو دیوار جھوم اُٹھتے اور جلال میں آکر مرزائیت کو لٹکارتے تو کفر کے ایوانوں پر زلزلہ طاری ہو جاتا۔ مولانا ابوالوفاء شامی بھجان پوریؒ نے اس مقدمہ میں مختار مدعیہ کے طور پر کام کیا۔

ایک دن عدالت میں مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے جلال الدین شمس مرزائی کو لٹکاکر فرمایا کہ اگر چاہو تو میں عدالت میں بیٹھیں کھڑے ہو کر دکھا سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی جہنم میں جل رہے ہیں۔ مرزائی کا پاس اُسٹے مسلمانوں کے چہروں پر لبشاشت چھا گئی۔ اور اہل دل نے گواہی دی کہ عدالت میں انور شاہ کشمیریؒ نہیں بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل اور نمائندہ بول رہے ہیں۔

علماء کرام کے بیانات مکمل ہوئے نواب صاحب مرحوم پھر گورنمنٹ برطانیہ کا دباؤ بڑھا۔ اس سلسلہ میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندہری مرحوم نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ خط رجحان ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاول پور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارا کرتے تھے۔ نواب مرحوم سر عمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز گورنمنٹ کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاول پور سے اس مقدمہ کو ختم کرادیں تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ ہم انگریز کے دفا دار ضرور ہیں۔ مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالتاں کا تو ان سے سودا نہیں کیا آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے میں حق و انصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندہری نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کی نجات کے لیے اتنی بات کافی ہے۔

جناب محمد اکبر خان بیچ مرحوم کو ترغیب و تحریص کے دام تہذیب میں پھنسانے کی مرزائوں نے کوشش کی لیکن ان کی تمام تدابیر غلط ثابت ہوئیں۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اس فیصلہ کے لیے استغاثہ کے لیے تاب تھے کہ بیانات کی تکمیل کے بعد جب بہاول پور سے جانے لگے تو مولانا محمد صادق مرحوم سے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو فیصلہ خود سُن لوں گا۔ اور اگر فوت ہو جاؤں تو میری قبر پر آکر فیصلہ سُنا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد صادق نے آپ کی وصیت کو پورا کیا۔

یہ مقدمہ حق و باطل کا عظیم معرکہ تھا۔ جب ۱۳۲۵ھ کو فیصلہ صادر ہوا تو مرزائیت کے صحیح خط و خال آشکارا ہو گئے۔ بلاشبہ پوری امت جناب محمد اکبر خان بیچ مرحوم کی مرہون منت ہے کہ انہوں نے کمال عدل و انصاف محنت و عرق ریزی سے ایسا فیصلہ لکھا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں کھل کی طرح بیہوش ہوتا گیا۔ یہ فیصلہ قادیانیت پر برق آسانی دبا لے ناگہانی مہابت ہوا۔ مرزائوں نے اپنے

نام نہاد خلیفہ مرزا اشیر کی سربراہی میں سر فخر اللہ مرتد سیت جمع ہو کر اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے کی سوجھ بچا کر لیکن آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ فیصلہ انہی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر صادر ہو کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جانے لگی۔ اور رب العزت کی قدرت کے قربان جا میں کفر بارگیا۔ اسلام حیت گیا۔ ایک دفعہ پھر جہاد الحق و ذہق المباح کی علی تفسیر اس فیصلہ کی شکل میں اُمت کے سامنے آئی۔ اور مرزائی بیعت اللہ کی کفر کا مصلح ہو گئے اس تاریخ ساز فیصلہ نے چاروں ملک عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ مرزائیوں کی ساکھ روز بروز گرنا شروع ہو گئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

ہندوستان تقسیم ہوا۔ خدا داد مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی۔ پڑھیں سے اسلامی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ جو دہریہ فخر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا

اس نے مرزائیت کے جنازہ کو اپنی وزارت کے کندھوں پر لا کر اندرون و بیرون ملک اسے ستارے کرانے کی کوشش تیز سے تیز کر دی ان حالات میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میر کا رد ان احرا کی رگ حیت اور حسینی خون نے جوش مارا۔ پوری اُمت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ مجاہد اسلام مولانا غلام عث ہزار دیؒ آپ کا پیغام ہے کہ ملک عزیز کی نامور دینی شخصیت اور امت زعالم دین مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ کے دردازے پر گئے اور اس تحریک کی قیادت کا فریضہ اہل نے ادا کیا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا خاجہ قمر الدین سیالویؒ، مولانا پیر غلام علی الدین گلوڑویؒ، مولانا عبدالحمید بدایونیؒ، علامہ احمد سعید کاظمیؒ، مولانا پیر سربید شریفؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، مولانا مظہر علی ظہرؒ، سید مظفر علی شمسؒ، آغا شورش کشاشیرؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، شیخ حام الدینؒ، مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، مولانا اختر علی خان عزیز کھک کراچی سے لیکر ڈھاکہ تک کے تمام مسلمانوں نے اپنی مشترکہ آئینی جدوجہد کا آغاز کیا۔ بلاشبہ برصغیر کی یہ عظیم ترین تحریک تھی جس میں دس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ایک لاکھ مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ دس لاکھ مسلمان اس تحریک سے متاثر ہوئے ہر چند کہ اس تحریک کو مرزائی اور مرزائی نواز اباشوں نے سنگینوں کی سختی سے دبانے کی کوشش کی مگر مسلمانوں نے اپنے ایمانی جذبہ سے ختم نبوت کے اس معرکہ کو اس طرح سر کیا کہ مرزائیت کا کھر کھر کر کر دینا کے سلسلے آگیا۔ تحریک کے جن میں انکوائری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کی عرض سے علماء و کلام کی تیاری مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا اتنا بڑا کٹھن مرحلہ تھا اور دوسرے حکومت نے اتنا خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے رہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رولٹس تک دینے کے لیے تیار نہ تھا۔ جناب حکیم عبد المجید احمد سیفی نقشبندی مجددیؒ فیضہ مجاز خانقاہ سر اجیہ نے اپنی عمارت، بیٹن روڈ لاہور کو تحریک کے رہنماؤں کے لیے وقف کر دیا۔ تمام ترمیمیوں سے بالائے طاق ہو کر ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لیے ان کے ایشیا کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عبدالرحیم اشعر

اور دہلی کے بعد مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دوسرے رہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکوائری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیاری کی۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے گرامی قدر فقہاء مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر رحمہ مولانا محمد علی جالندھری رحمہ، مولانا محمد حیات فاتح قادیانؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحمن میاویؒ، مولانا محمد شریف بہاولپورؒ، سائیں محمد حیات اور مرزا غلام بنی جالندھریؒ کا یہ ایک عظیم کارنامہ تھا کہ انہوں نے ایک نئی سیاست سے کنارہ کش ہو کر خالص دینی دندہ ہی بنیاد پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بنیاد رکھی اس سے قبل مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، چودھری افضل حقؒ اور خود حضرت امیر شریعت اور ان کے گرامی قدر فقہاء نے مجلس احرار اسلام کے پیٹ فارم سے قادیانیت کو جو جر کے لگائے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں قادیان میں کانفرنس کر کے چور کا اس کے گھر تک تعاقب کیا۔ نیز مولانا خضر علی خانؒ اور علامہ محمد اقبالؒ نے تحریک و تقریر کے ذریعہ رد مرزائیت میں غیر فانی کردار ادا کیا مجلس احرار اسلام کی کامیاب گزشتہ سے مرزائیت کو کھلا اٹھی۔ مجلس احرار اسلام پر مسجد شہید گنج کا طبلہ گرا کر اسے دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، صدر مجلس احرار نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلے میں پورے ملک سے دو اکابر اولیاء اللہ ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسدا احمد خانؒ اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ہماری راہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوالسدا احمد خانؒ بانی خانقاہ سراچینے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکھنے نہ پائے، اسے جاری رکھا جانے اس لیے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجد میں باقی رہیں گی اگر اسلام باقی نہ رہے گا تو مسجدوں کو کوئلے کے ڈھیر بن دے گا۔

مسجد شہید گنج کے ملبے کے نیچے مجلس احرار کو دفن کرنے والے انگریز اور قادیانی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اس لیے کہ انگریز کو کھل چھوڑنا پڑا جبکہ مرزائیت کی تردید کے لیے مستقل ایک جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام سے تشکیل پائی قادیانیت کو ناکوں پہنے چہوڑ رہی ہے۔ ان حضرات نے سیاست سے علیحدگی کا محض اس لیے اعلان کیا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کی تردید کے سلسلے میں ان کے کوئی سیاسی اغراض ہیں۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے مرزائیت کے خلاف ایسا اشتعالیہ شبکہ تیار کیا کہ مرزائیت مناظرہ، مباہلہ، تحریر و تقریر اور عوامی جلسوں میں شکست کھا گئی۔ جگہ جگہ ختم نبوت کے دفاتر قائم ہونے لگے مولانا لال حسین اخترؒ نے برطانیہ سے آسٹریلیا تک قادیانیت کا تعاقب کیا۔ مرزائیت نے عوامی محاذ ترک کر کے حکومتی عہدوں اور سرکاری دفاتر میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش و کاوش کی اور وہ انقلاب کے ذریعہ اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۴ء کے الیکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہو گئے۔ اقتدار کے نشہ اور ایک سیاسی جماعت سے سیاسی وابستگی نے انہیں دیوانہ کر دیا۔ وہ حالات کو اپنے لیے سازگار پا کر انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کی سکیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اس نشہ میں دھت ہو کر انہوں نے ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ریلوے اسٹیشن پر جناب ایکسپریس کے ذریعہ سفر کرنے والے ملتان نیشنل میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے نتیجے میں شریک چل مولانا سید یوسف بنوریؒ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر تھے ان کی دعوت پر امت کے تمام طبقات جمع ہوئے۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان تشکیل پائی جس کے سربراہ سرت شیخ بنوریؒ قرار پائے۔ امت محمدیہ کی خوش نصیبی کہ اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن متحد تھی پانچ اپوزیشن پوری کی پوری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک ہو گئی۔

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک ہی لہر لگا کر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں منظر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، مولانا عبدالحقؒ، پروفیسر غفور احمدؒ، مولانا عبدالمصطفیٰ اذہریؒ، مولانا عبدالحکیم اور ان کے رفقاء نے ختم نبوت کی وکالت کی۔ منفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اور سپیکر پارٹی برسر اقتدار طبقہ یعنی حکومت کی طرف سے دوسری قرارداد جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جو ان دنوں دفنائی دیر قاذون تھے قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہو گئی۔ پورے ملک میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، نوابزادہ نصر اللہ خانؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، علامہ احسان الہی ظہیرؒ، مولانا عبدالقادر روپڑیؒ مفتی زین العابدینؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالستار خاں نیازیؒ، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدرؒ، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسنؒ، سید مظفر علی شمسؒ، مولانا علی غضنفر کراچیؒ، مولانا عبدالحکیم صاحب پیر شریفؒ، حضرت مولانا محمد شاہ امر دہلیؒ، غرضیکہ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے تحریک کے لاد کو ایندھن مہیا کیا۔ اخبارات و رسائل نے تحریک کی آواز کو ملک گیر بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ ادھر قومی اسمبلی میں قادیانی دلاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ ان کا جواب اور امت مسلمہ کا موقف مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد تقی عثمانیؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا سمیع الحقؒ اور مولانا سید انور حسین نعیمیؒ رقم نے مرتب کیا۔ اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے نجمہ دھری ظہور الہی کی تجویز اور دیگر تمام حضرات کی تائید پر قومی مولانا مفتی محمودؒ

کے نام نکلا جس وقت انہوں نے یہ محضر نامہ پڑھا تو دایانیت کی حقیقت کھل کر ابلی کے ارکان کے سامنے آ گئی مرزائیت پر اس بڑا گئی۔ نوے دن کی شب دردمسل محنت و کادش کے بعد جناب ذوالفقار علی جتو کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۱۹۸۲ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ قرارداد کو منظور کیا اور مرزائی آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۲ء | ۱۶ فروری ۱۹۸۳ء کو مولانا محمد اسلم قریشی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو مرزائی سربراہ مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے اغوا کیا جس کے رد عمل میں

پھر تحریک منظم ہوئی شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کی ریت کے بعد سے اس وقت تک مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ہے اس لیے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کی امارت بھی حقیقہ میں آئی۔ اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ فضل ہے جس نے جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں اُمت محمدیہ کے تمام طبقات کو اتفاق و اتحاد نصیب کر کے ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور یوں ۱۶ اپریل ۱۹۸۳ء کو اتناس قادیانیت آرڈیننس صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیا داکت صاحب کے مقرر جاری ہوا۔ قادیانیت کے خلاف آئینی طور پر جتنا ہونا چاہیے تھا اتنا تو نہیں ہوا لیکن جتنا ہوا اتنا آج تک کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج اللہ رب العزت کا فضل کرم ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلجیج ہے اور چار عالمی عالم میں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کے پھریرے کو بلند کرنے کی سعاد توں سے بہرہ ور ہو رہی ہے دنیا کے تمام بر اعظموں میں ختم نبوت کا کام وسیلے وسیع تر ہو رہا ہے۔

ایک بدیہی حقیقت | لیکن یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ان تمام ترکامیوں و کامرائیوں میں مقدم بہاول پور کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ختم نبوت کے محاذ پر مضبوط بنیاد اور قازانی

و اخلاقی بالادستی قادیانیت کے خلاف اسی مقدمہ نے مہیا کی ہے۔ بقصد مقدمہ کئی بار شائع ہوا علماء کرام کے عدالتی بیانات بھی متعدد بار شائع ہوئے لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اس مقدمہ کی تمام تر کارروائی حضرت علماء کرام کی شہادتیں بیانات دلائل اور حقائق مرزائی و سیکولر کے جواب میں بطور جواب الجواب بیانات جو عدالت کے ریکارڈ پر نقش اور جرح و بحث کی تمام تر تبدیلیاں سامنے آئیں تاکہ علوم و حقائق کے بے بہا مقررین نے اسلام فیض یاب ہوتی یہ سب کچھ عدالت کے ریکارڈ میں غنی خزانہ کی طرح پوشیدہ تھا حالانکہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کی ابتدائی اشاعت کے وقت ہی مولانا محمد صادق مرحوم نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ تمام ترکارروائی کو شائع کیا جائے گا لیکن کل اچھ مہوون یا و فائیدہ یہ کام آج تک پورے طور پر نہ ہو سکا۔ اللہ رب العزت نے غیب سے اہتمام فرمایا اسلامی ورد اور جزیہ

رکھنے والے حضرات کو اللہ رب العزت نے اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ میں بہمکتا ہوں کہ انہوں نے یہ کام
 خود شروع نہیں کیا بلکہ قدرتِ اہلی نے اُن سے یہ شروع کرایا ہے۔ انہوں نے اسلامک فاؤنڈیشن کی بنیاد
 رکھ کر ساٹھ برس کی طویل مدت گزرنے کے بعد روٹنڈا مقدمہ حاصل کرنا اور اہل علم حضرات کے لیے مرتب
 کر کے پیش کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ قدرتِ اہلی نے دستِ گیری فرمائی ان حضرات نے محنت کی کارواں
 اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا منزل قریب ہوئی رہی مقدمہ کی تمام کاروائی حاصل ہو گئی۔ اس کی ترتیب کا
 کام شروع ہو گیا۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے غائبوں نے بارے طویل تہنہ تکالیف دہ سفر برداشت کر کے
 طمانِ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے دفتر مرکزیہ میں اصل مرزائی کتب سے حالات کو بار بار پڑھا
 فوٹو سیٹ حاصل کئے۔ شبِ درو زحمت و عرقِ ریزی کے بعد اسے کتابت کے لیے دے دیا گیا تا نکاح اس
 وقت دو ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل یہ مجموعہ تیار ہو کر منصفِ شہود پر آنے والا ہے۔ ان شاء اللہ
 العزیز اسلامک فاؤنڈیشن کے حضرات کی روشن دماغی اور اپنے من سے اخلاص کی بدولت ملک عزیز
 کے نامور عالم دین شیخ السعدیہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مد اللہ تعالیٰ نے ان حضرت کی سرپرستی
 فرمائی۔ ان جیسے متبحر عالم حق کی سرپرستی ہی اس تاریخی دستاویز کی صحت و توثیق کے لیے سہارا دے رہے ہیں
 اس تاریخی دینیہ اور علم و معرفت کے عظیم خزانہ کو مرتب کر کے پیش کرنا بلاشبہ اسلامک فاؤنڈیشن
 کا ایک تاریخی انفرادہ کارنامہ ہے جس پر پوری امت کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انہوں نے پوری امت کی
 طرف سے فرض کھایا ادا کر دیا ہے۔ قادیانیت جس طرح آج پوری دنیا میں رسوائی کا شکار ہے اس کی
 بنیاد بھی اسی مقدمہ نے مہیا کی تھی اور اب قادیانیت کا اختتام بھی اسی مقدمہ کی اشاعت سے ہی ہو گا۔
آخری گزارش ختمِ نبوت سے وحدتِ امت کا رازِ اہلبے ہے۔ فقہ انکار ختمِ نبوت قلمی وحدت کو پارہ
 پارہ کرنے کی ناپاک استعماری سازش تھی۔ آج امت کے تمام طبقات و مکاتب فکر مل کر
 بھابھی اتحاد و اعتماد سے اس فقہ کو ختم کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہے کہ عالمی مجلس تحفظ
 ختمِ نبوت نے اپنے اکابر کی اس مسنت کو زندہ رکھنے کی حکمت عملی کو اپنایا ہوا ہے کہ مسئلہ ختمِ نبوت
 کسی ایک فرقہ کا مسئلہ نہیں پوری امت کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس میں کوشش و کاوش اور اجتماعی طور
 پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تمام مسلمانوں کے لیے انتہائی ضروری ہے اور رحمتِ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی شفاعت کا باعث ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، پیر مہر علی
 گولڑیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ حضرت اقدس مولانا ابوالسعود
 خاں بانی خاندانہ سراجیہ، حضرت مولانا محمد عبداللہ خانقاہ سراجیہ، مولانا تاج محمد احمد مدنیؒ، مولانا غلام محمد

دین پوری، مولانا رسول خان صاحب، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، پیر صبیح اللہ شاہ شہید، پیر آف پگالہ شریف، حضرت حافظ پیر جماعت علی شاہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی، رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کرنی طور پر اس محاذ کے انچارج تھے۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت مرزائیت کے تعاقب کے لئے تشکیل دی تھی جس میں حضرت مولانا محمد بدر عالم، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاری دی جیسے حضرات شامل تھے جو قادیانیت سے تحریری و تقریری مقابلہ کرتے تھے اور دلائل باقی حضرات کے ذمہ تھے۔ اور مولانا غلام غوث ہزاری نثر چھوڑ کر آئے تھے۔ اللہ رب العزت سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین اللہ رب العزت کا فضل و احسان کہے ۱۹۷۷ء میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا سید محمد یوسف بنوری نے قیادت و سیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔ جبکہ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد تقی عثمانی آپ کے ساتھ تھے۔ آج مولانا محمد انور شاہ کشمیری ہی کے شاگرد مولانا، محمد ادریس کاندھلوی کے صاحبزادے مولانا محمد مالک کاندھلوی کی سرپرستی میں یہ عظیم موکر سر کیا جا رہا ہے۔

کرور رحمتیں ہوں ان تمام مقدس حضرات پر جن کی شب و روز کی اخلاص بھری محنت و لگائی کہ آج قادیانی پوری دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا ایک کشف ہے کہ ایک دقت آئے گا کہ پوری دنیا میں مرزائیت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملے گی۔ اسی طرح قطب دوران حضرت مولانا محمد عبداللہ نے اپنے ایک خاص ارادہ مند حاجی محمد عبدالرشید کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ ایک دقت آئے گا کہ قادیانیت حرف غلط کی طرح پوری دنیا سے مٹا دی جائے گی۔ وہ دقت قریب آنی پہنچا ہے کہ مرزائیت کا فتنہ دنیا سے نیست و نابود ہونے والا ہے۔

اسلامی عالم ہمت کوئی آگے بڑھیں منزل قریب ہے۔ رحمت حق انتظار کر رہی ہے اور حضور علیہ السلام کی شفاعت کا مژدہ جانفرمانے والا ہے اللہ رب العزت ہماری ان حیرت خستوں کو اخلاص کی دولت سے لالال فرما کر اپنی رضا کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ الہی الکریم و علی آلہ و صحبہ و اتباعہ اجمعین۔ بوجہ تمک یا ارحم الراحمین۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔

فیقر البواغیل خان محمد نقشبندی، مجددی، سجادہ نشین۔

خاتما شریف سراجی نقشبندیہ مجددیہ ضلع میانوالی و امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔

۵۔ شوال ۱۴۳۸ھ

اعتذار و تشکر

اہل علم و دانش جو گذشتہ پانچ برس سے ادارہ ہذا سے تعاون فرما رہے تھے کے مضطربانہ انتظار کا اقتضاء یہ تھا کہ علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز جو رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ کے اواخر میں زیر طبعیت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصفہ شہود پر آنے والی تھی کی اشاعت میں تاخیر نہ کی جاتی لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ کے لیے اشاعت میں مزید تاخیر ہو گئی جس کے لیے ہم اپنے کرم فرمائوں سے معذرت خواہ ہیں۔

اداکار ہذا ابتدا سے اس جستجو میں رہا کہ دختر اسلام مسماۃ غلام عائشہ کے ۱۹۳۵ء کے بعد کے حالات زندگی اگر دستیاب ہو جائیں تو وہ اس علمی خزینہ کے ہمراہ شائع کر دیئے جائیں تاکہ وہ بھی تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے رہبری فرمائی۔ ادارہ کے ایک محسن جناب محمد منشا صاحب مقیم بہاولنگر بہاولنگر سے نہایت خاموشی اور لگن کے ساتھ ادارہ ہذا کے لیے گران قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مرحومہ کے خاندان کا پتہ چلانے میں کامیاب ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ :-

الف : عدالت عالیہ کا فیصلہ صادر ہونے کے بعد مرد مجاہد جناب مولوی الہی بخش مرحوم و مغفور نے اپنی دختر نیک اختر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح جلال پور پیر والہ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے ایک نہایت معزز اور سربرآوردہ شخصیت حضرت مولانا سلطان محمود سے کر دیا جو بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں مولانا موصوف نہ صرف ایک جید عالم دین بلکہ علم و دست اور اشاعت علم و فنون کے بہت بڑے مرتبی اور اور سرپرست ہیں۔ گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والہ ضلع ملتان میں علم و فضل کے دریا بہا رہے ہیں۔ نہ صرف ملتان کے قرب و جوار سے بلکہ وطن عزیز کے دور دراز علاقوں کے علاوہ ممالک غیر سے بھی تشنگان علم اس سرچشمہ علم سے سیراب ہونے کے لیے یہاں حاضری دیتے ہیں۔ بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ حضرت مولانا کو عمر خضر عطا ہو اور یہ سرچشمہ علم و عرفان تا ابد جاری رہے۔ آمین! آمین!

ب : دختر اسلام کے لہن سے دو صاحبزادے محمد یحییٰ اور عبدالمجید پیدا ہوئے۔ عبدالمجید کا صغیر سنی میں

انتقال ہو گیا۔ جناب محمد یحییٰ صاحب ایم۔ اے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ کئی برس ممالک غیر کی بلند پایہ یونیورسٹیوں میں بطور پروفیسر اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔ اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تصنیف و تالیف میں مصروف ہیں۔

مذکورہ بالا معلومات حاصل ہوتے ہی اراکین ادارہ ہذا نے ان حضرات سے رابطہ قائم کر کے مددعا بیان کیا اور بفضل تعالیٰ حصول مقصد میں کامیاب ہوئے۔

سر پاجہ عرفان و فضلی و کمائی حضرت مولانا سلطان محمود صاحب نے نہ صرف مطلوبہ کوائف مہیا فرمائے بلکہ ان کی اشاعت کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز آپ کے فرزند ارجمند جناب محمد یحییٰ نے بھی اپنے تاثرات سے ادارہ ہذا کو نوازا۔ اراکین ادارہ اپنے دل کی گراہیوں سے ان واجب الاحترام والد و ولد کی خدمت میں ہدیہ تحنیں پیش کرتے ہیں۔

وَاللَّهُ أَحْمَدُ أَدْوَاهُ وَالْآخِرَةُ وَظَاهِرُهُ وَبَاطِنُهُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ

ناشر

٨ - تمسك ١٩٨٨ ع

مرحومہ کا خاندان

ان حضرات مولانا سلطان محمود صاحب منڈخلہ العالی شفیخ الحدیث، دارالحدیث محمدیہ، جلالپور پیر والہ، ضلع ملتان

مرحوم کے والد مولانا اہلی بخش صاحب قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو ایک معروف کاشت کار قوم ہے۔ آپ کے اصل وطن کا نام کوٹلہ منگلا ہے۔ یہ ڈیرہ غازی خاں کی سابقہ تحصیل جام پور سے تقریباً چھ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

آپ جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور شادی ہو چکی تھی جب تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس راہ میں آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل خانہ ان کے لیے حصول معاش اور حصول علم بیک وقت کرنا آسان نہ تھا۔ آپ فصل لکڑی کے موقع پر سخت محنت کر کے اہل خانہ ان کے لیے سال بھر کی ضرورت کی گندم کا انتظام کرتے اور پھر حصول علم میں ہنہمک ہو جاتے۔ اسی عالم میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ تو آپ کی دختر بہت چھوٹی عمر کی تھیں۔ اس کی پرورش کی ذمہ داریاں بھی پوری کیں اور کسی نہ کسی طرح آخری عرصہ تعلیم دیوبند میں گزار کر دہلی سے فراغت بھی حاصل کی۔ اس کے بعد سابقہ ریاست بہاولپور کے ایک گاؤں حنہ تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی ایک قدیم اسلامی درس گاہ میں استاد کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اور زندگی کے آخری لمحوں تک تشنگانِ علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ ان دوران میں ایک خلقِ کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا ان میں سے چند بطور مثال یہ ہیں۔ مولانا الشیخ ابو محمد عبدالحی الحدیث نزہیہ مکہ۔ آپ تمام علوم اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کے بہت بڑے ماہر تھے۔ یہاں سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور آخری دم تک دارحضرت ارقمؓ میں قائم شدہ دارالحدیث کے شیخ الحدیث رہے۔ یہاں دُینا بھر کے تشنگانِ علم نے ان سے کسب علم کیا ان کے شاگردوں میں عالم اسلام کی بڑی بڑی شخصیتیں شامل ہیں۔ آپ ایک بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کی عظیم تصانیف اب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہیں۔ ان کی کئی بیوٹی بخاری کی تین شرح میں سے شرحِ اوسط چھپ چکی ہے اور اہل علم سے خراجِ عقیدت وصول کر رہی ہے۔

حضرت مولانا اہلی بخش کے دوسرے شاگردوں میں مولانا الشیخ خیر محمد صاحب نزہیہ مکہ مکرمہ اور مولانا حبیب اللہ بھی شامل ہیں۔ مولانا حبیب اللہ بہاولپور کے علاقے کی ایک بہت معروف درس گاہ مدرسہ عربیہ انوریہ واقع گمانی کے

بانی تھے۔ ان حضرات کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں اہل علم نے مولانا الہی بخش رحمۃ اللہ علیہ سے کسب علم کیا۔

مقدمہ اور اس کے اسباب میری اہلیہ مرحومہ مولانا الہی بخش صاحبہ کی پہلی بیوی سے تھیں جو ان کے اپنے قبیلے بلکہ رشتہ داروں میں سے تھیں۔ ان کی وفات کے بعد مولانا نے دوسری شادی

لودھیوں کے ایک علی خانوادے میں کی اور اس سلسلے میں اپنی چھوٹی سہیلی کا نکاح اپنی دوسری بیوی کے بھائی عبدالرزاق سے کر دیا جو اس وقت بحیثیت طالب علم آپ کے ہاں ابستی مہند میں پڑھا کرتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد عبدالرزاق خفیہ طور پر مردانہ ہو گیا۔ اور شادی کے بارے میں اصرار کرنے لگا۔ مولانا نے لڑکی کے عدم بلوغ کی وجہ سے فوری شادی سے معذرت کی اور یقین دلایا کہ جو بھی لڑکی شادی کی عمر کو پہنچے گی وہ فوراً شادی کر دیں گے۔ لیکن عبدالرزاق شادی کے لیے لبذ رہا۔ اس کا اصرار آہستہ آہستہ اتنی شدت اختیار کر گیا کہ لڑکی جھگڑے کا خطرہ بھی پیدا ہو گیا۔ مولانا اس کے غیر معقول موقف پر پریشان تھے۔ انہیں حیرت ہوئی تھی کہ یہ آدمی قبل از وقت شادی پر اصرار کیوں کر رہا ہے اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اسی اثنا اس کی تبدیلی مذہب کے راز سے پردہ اٹ گیا۔ مولانا کو جب واضح طور پر پتہ چل گیا تو مولانا نے شادی سے یکسر انکار کر دیا اور کہا کہ تو کا فر ہو چکا ہے اس لیے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح باقی نہیں رہا۔ یہ وہ دور تھا جب میں تقریباً سترہ برس کی عمر میں حضرت مولانا صاحبہ صاحبہ کے مدرسہ انوریہ میں علم صرف پڑھ رہا تھا۔ یہ ۱۳۴۷ھ کے آخری ماہ تھے۔

دو سال بعد جب لڑکی جوان ہو گئی تو مولانا الہی بخش صاحب نے عدالت میں تیغ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ یہ دعویٰ کئی مراحل پر خارج ہوا اور اپیلیں ہوئیں۔ بالآخر بڑی تنگ و دوک کے بعد اس مقدمہ کی اپیل نواب سر صادق محمد خان صاحب کے پاس جو جوڈیشل کمیشن کے صدر تھے، دائر کی گئی کیٹی کے حکم سے اس مقدمے کی از سر نو سماعت ہوئی اور انحضرت اللہ تعالیٰ میں پہلی بار عدالت کی طرف سے یہ فیصلہ صادر ہو گیا کہ مرزائی کا فر نہیں اور مرزائی سے مسلمان لڑکی کا نکاح باقی نہیں رہتا۔

میرے ساتھ شادی جب اس مقدمہ کا فیصلہ مرحومہ کے حق میں ہو گیا تو مولانا نے بلاتا خیر اپنی دختر کی

شادی کرنا چاہا۔ حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت نہ

کی تھی اور وہ مولانا الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ کے عظیم اور عزیز بڑاگر دونوں میں تھے۔ آپ نے انہی سے مشورہ

طلب کیا۔ مولانا عبدالحق نے اپنے استاد کو میرے بارے میں مشورہ دیا۔ اور مولانا الہی بخش نے یہ مشورہ قبول

کر لیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مولانا الہی بخش صاحب کو اپنے اس شاگرد پر بہت اعتماد تھا۔ اور مولانا عبدالحق

مجھے اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا سمجھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مولانا الہی بخش سے مجھے براہ راست بھی تلمذ حاصل

تھا۔ میں نے مولانا عبدالحق صاحب کے فرمان پر علم نحو کی مشہور کتاب شرح جامی اور حدیث کی مشہور کتاب ترمذی

شریف کا نصف مولانا الہی بخش سے پڑھا تھا۔ وہ مجھ سے اچھی طرح متعارف تھے اور مجھ پر مدد و رہنمائی فرماتے۔

تھے۔ اور اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی تھا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

میری اس شادی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ | مولانا الہی بخش صاحب مرحوم کے خاندان کے ساتھ میرے کسی قسم کے خاندانی تعلقات

نہیں تھے نہ ہم سب لگی کے نہ رشتہ داری کے اور نہ واقفیت کے نہ پیشہ ورانہ چونکہ میرا خاندان کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا اور مولانا کی رہائش گاہ سے بہت دور تھے ان سے کوئی واقفیت نہ تھی اور مجھے اس قابل ہونے کے لیے کہ میں ان کی دامادی کا شرف حاصل کر سکوں ساہا سال چاہئیں تھے۔ اور اتنے سال مولانا مرحوم اپنی دختر کو ان کے گھر میں نہ بٹھا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرحوم کا نکاح اس کے بچپن ہی میں ایک جگہ کر دیا اور پھر اس نکاح کو اس منزل پر پہنچایا کہ وہ شادی کے قابل نہ رہا۔ اس کا نکاح اس وقت تک سدرہ بنا رہا جب تک کہ میں اس قابل نہ ہوا کہ مولانا مرحوم کی دامادی کا شرف حاصل کر سکوں۔ اس وقت تک یہ رکاوٹ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی۔ جب میں اس قابل ہوا تو اس وقت وہ رکاوٹ اس مقدمہ میرزاہیت کے ذریعے دور ہو گئی مگر میری شادی کے لیے پھر بھی ایک رکاوٹ موجود ہو سکتی تھی وہ یہ کہ ضلع ملتان کی عدالت سے عبدالرزاق اپنے حق میں فیصلہ یکطرفہ کر چکا تھا اور میری رہائش جلالپور پیر والہ میں تھی جو ضلع ملتان کا ایک حصہ تھا اب اس حالت میں شادی کر کے آنا تو وہ میرے خلاف کیس کر سکتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت توڑ دیا۔ رکھا جب تک میں شادی کے قابل نہ ہو سکا جب میں شادی کے قابل ہوا تو دوسری رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر موت نازل کر دی جب مجھے مولانا الہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا اس وقت میری طلب علم سے رسمی فراغت پر دو سال ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک سال میں نے بحیثیت استاد اپنی پہلی مادر علمی یعنی مدرسہ انور یگانہ میں گزارا تھا اور دوسرے سال کے آغاز سے جلال پور پیر والہ میں آکر دارالحدیث محمدیہ میں تدریس کا ذمہ داریاں سنبھال چکا تھا۔ جہاں آج تک اپنی بساط بھر خدمت علوم اسلامیہ میں مصروف ہوں۔

شادی کی شرط اور مرحوم کی وفاداری | میری شادی جمادی الثانیہ ۱۳۵۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۳۵ء میں سہوٹی شادی کے موقع پر مولانا الہی بخش نے صرف ایک شرط لگائی

تھی وہ یہ تھی کہ ان کی دختر ان کے ہاں بستی جہنم میں ہی رہائش پذیر رہے گی۔ میں نے ان کی یہ شرط قبول کر لی اور یہ طریق اپنا لیا کہ دو باتیں ہفتے جلا پور گزرتا اور پھر چند دنوں کے جہنم آجاتا۔ تین چار ماہ تک یہ دستور قائم رہا اس کے بعد مرحوم نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ جلا پور پیر والہ میرے ساتھ قیام کریں گی۔ میں نے ان سے کہا یہ میری عین خواہش ہے بشرطیکہ آپ کے والد اس کی اجازت عطا کریں۔ میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ناجائز سمجھتا ہوں۔ انہوں نے خود ہی اپنے والد کو راضی کیا اور ہمیشہ کے لیے جلا پور پیر والہ

ایک غیر رسمی لیکن بڑا مدرسہ علم جلاپور میں پورے مدرسہ کا تعلیمی کام میرے ذمہ تھا۔ علم صرف بلکہ فارسی سے تھی۔ اور میرے اوقات کا بیشتر حصہ اسی ذمہ داری کو نبھانے میں صرف ہوتا تھا۔ مرحوم نے جلاپور کا غیر رسمی طور پر ایک انتہائی موثر مدرسہ کی بنیاد ڈال دی۔ انہوں نے بھی گھر میں چھوٹی بچوں سے لیکر نوجوان لڑکوں تک کی تعلیم کے کام کا آغاز کر دیا۔ ان کے مدرسہ کا نصاب ناظرہ قرآن مجید، ترجمہ قرآن اور مولانا رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ اسلامیات کی پہلی دس جلدوں پر مشتمل تھا۔

طابات میں فرقہ یا مسلک کی قید نہ تھی۔ اہل حدیث، دہلوی، بریلوی حتیٰ کہ شیعہ خاندانوں کی بچیاں قرآن مجید اور ترجمہ ان کے پاس پڑھتی تھیں۔ پھر طابات کی حاجی اکثر بیٹے سلسلہ اسلامیات کی کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔ یہ مرحوم کی نیک نفسی، مغربی شفقت، رحم دلی اور حرج امتیازی کی کشش تھی جس کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے خاندان اپنی بچیاں پڑھنے کے لیے ان کے پاس بھیجتے تھے۔ یہ مدرسہ صرف جنتہ بند جاری تھا۔ وہ اپنی گھر بوزم داریاں بھی لوری لیتیں۔ لیکن زیادہ اوقات صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کی کتاب اور اس کے دین کی تعلیم میں تھیں۔ محتاط اس قدر تھیں کہ پوری زندگی کسی سے کوئی مطالبہ نہ کیا۔ کس سے کوئی محاذ نہ قبول نہ کیا اور ہر طالبہ پر اپنی شفقت و محبت بھرا کرتی رہیں۔ لوگ ان کے اس انداز پر حیرت کا اظہار کرتے تھے، تعلیم دینے میں ان کے بے غرضی اور حد درجہ شفقت جو طابات کو ان کی شخصیت کا اسیر کر لیتی تھیں سب کے لیے حیرت ناک بات تھی۔ جلاپور میں حیات کے آخری دنوں تک انہوں نے اسی انداز میں زندگی گزاری۔

اولاد | ہمارا پہلا بچہ ۱۳ شعبان ۱۳۵۹ھ میں پیدا ہوا اس کا نام ہم نے محمد یحییٰ رکھا۔ وہ ان کی ایک جذباتی پیشین گوئی کے مطابق میرے سانے ایک بڑے کنبے کا مالک بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید برکت عطا فرمائے ہمارا دوسرا بچہ عبدالماجد شوال ۱۳۶۱ھ کے آخر میں پیدا ہوا۔

وفات اور پیشین گوئی | عبدالماجد کی پیدائش سے تقریباً ایک ماہ بعد مرحوم بیمار ہوئے ۹ ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ میں بین سو گرا جوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئے۔

میں نے چند سطور پہلے ایک جذباتی پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے وہ یہ تھی کہ جب وہ بیمار بنیں اور ہم ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے تو میری ہمیشہ نے بڑے پنے عزیز یحییٰ محمد یحییٰ کو جس کی عمر اس وقت کم دہائیس ڈھائی برس تھی ان کے قریب کیا اور کہا یہ آپ کا بیٹا در رہا ہے اسے تسلی دیں تو لمحہ کو جھٹک دیا اور کہا یہ میرا بیٹا ہے ابھی کا ہے ایس کے پاس نہ گئے۔ پھر چھوٹے پنے عبدالماجد کو نظر بھر کے دیکھا اور کہا یہ میرا بیٹا ہے میرے پاس رہے گا۔ ان کی بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ عبدالماجد تقریباً تین ماہ بعد ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے اپنی والدہ کے پاس چلا گیا۔

سات سالہ رفاقت

میرے لیے مرحومہ کی سات سالہ رفاقت کا زمانہ صحیح معنی میں سعادت اور برکت کا زمانہ تھا۔ وہ بہترین رفیقہ زندگی تھیں۔ میں جذباتیت سے الگ ہو کر محض حقیقت بیان کرتا ہوں کہ ان سات سالوں میں انہیں میں نے کسی دقت غصے کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ ہمسایوں کے ساتھ ان کے تعلقات مثالی تھے۔ کبھی کسی ہمسایہ عورت سے ان کا الجھاؤ نہیں ہوا۔ ان کے پاس بچوں کی ایک بڑی تعداد پر محض حق، ان میں کسی سے غصے سے پیش نہ آئی، یہ بچیاں اپنی ماؤں کے ساتھ بھی اتنی محبت نہ کرتی تھیں جتنی ان سے کرتی تھیں۔ ان میں سے جو زندہ ہیں وہ آج بھی انہیں یاد کرتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے دعائیں نکلتی ہیں۔

میں نے نماز و روزے اور دیگر فرائض کے سلسلے میں انہیں حد درجہ مستعد پایا۔ ان کا اللہ سے تعلق بہت مضبوط تھا۔ ان کے منہ سے کسی کے بارے میں کبھی غیبت کا کوئی لفظ نہ نکلا۔ پردے کی اتنی شدت سے پابند تھیں کہ انہیں منہ کھولے ہوئے یا تو میں نے دیکھا ہے یا ان کے والد مرحوم نے ان کے والد کے سرا ان کا کوئی محرم نہ تھا۔ تمام غیر محرموں سے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں یا میرے وہ مکمل پردہ کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور تمام نیک اعمال کو قبول فرمائے۔ آمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

میری اماں جی

از محمد یحییٰ ایم۔ اے

میں اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں کھیل رہا ہوں کہ والد گرامی اور چچو بھی مجھے بلاستے ہیں اندر چلو، اپنی اماں جی سے کہو وہ دوائی پی لیں، دوائی پیئیں گی تو ٹھیک ہوں گی۔ اندر کمرے کے ایک کونے میں بستر کے پاس کچھ عورتیں بھی ہیں میں جا کر آواز دیتا ہوں اماں جی! اماں جی آپ دوائی پی لیں تاکہ آپ ٹھیک ہو جائیں، میں یہ بات شاید کئی دفعہ دہراتا ہوں وہاں بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک کہتی ہیں: اُٹھیے! محمد یحییٰ آپ سے کہہ رہا ہے آپ دوائی پی لیں؟ اور شاید وہ دوائی پی لیتی ہیں۔

میری عمر مشکل ڈھائی سال تھی۔ میری ذات کوئی اہمیت رکھتی ہے، میری بات کا ایک وزن ہے، میرے شعور میں یہ احساس اماں جی کے حوالے سے بیدار ہوا۔

یہ منظر شاید ایک سے زیادہ دفعہ دہرایا گیا۔ اس سے اماں جی کی تکلیف اور بیماری کا احساس بھی جاگا۔ ان کے بارے میں ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوئی جس میں اپنائیت، محبت، ہشفقت اور ایک بے نام سا حزن موجود تھا۔ مجھے یاد ہے، رسول بد تک میرے بچپن میں جب ان کا ذکر آتا تھا تو ایسی ہی کیفیت دل میں جاتی تھی اور ان کا ذکر بہت آتا تھا۔ گھر میں میری چھوٹی رہا کرتی تھیں۔ وہ میری پرورش میں آج بھی کاکا تھ بٹاتی تھیں۔ اگرچہ میرے کام زیادہ تر باہی اپنے ہاتھ سے خود ہی کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ میری وابستگی اتنی شدید تھی کہ نہانے، کپڑے بدلنے جیسے کام بھی انہیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ میں کسی اور کے ہاتھوں ان کا محل کے لیے راضی نہیں ہوتا تھا۔ کھانا بھی صرف انہی کے ساتھ کھانا تھا۔ وہ سفر میں جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے تھے، مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں رات کو نیند سے جاگا، شاید پیاس لگی تھی، اور دیکھا تو باجی اپنے بستر پر موجود نہیں تھے۔ میں نے رونا شروع کر دیا۔ سارے گھر کو سر ہلا اٹھایا۔ پھر چچی نے بہت بہلایا، ہزار کوشش کی لیکن میری ایک ہی رٹ تھی، ”باجی کہاں ہیں؟ مجھے باجی کے پاس لے چلو۔“ وہ اس وقت تقریباً ڈیڑھ میل دور ایک قریبی گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ ہمارے

ہم سائے میاں اللہ بخشش نے جنہیں میں چچا کہا کرتا تھا مجھے اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں لے کر اس گاؤں کی طرف چل پڑے، وہاں پہنچے تو والد گرامی واپس ہو رہے تھے، ساتھ روشنی کے لیے پیرڈیکس لیمپ تھے جنہیں میرے بچپن میں مقامی طور پر لگیں کہا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ واپس ہوا۔ چچا اللہ بخشش نے واپسی کے راستے میں مجھے حوڑا سا چڑوایا بھی۔ کوئی بچہ ایسی ضد نہیں کرتا۔ صرف تم اتنے ضدی ہو۔ رزاق بخش (ان کا اکلوتا بیٹا) آرام سے اپنے گھر میں ہے۔ اس نے میرے ساتھ آنے کی کوئی ضد نہیں کی۔

ان کی بات درست تھی لیکن مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب سوچتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ والد گرامی سے یہ شدید وابستگی اور ہر وقت ان کے ساتھ رہنے کی ضد اس لیے تھی کہ میں دہائی سال کی عمر میں اپنی عزیز ترین ہستی کو گم کر چکا تھا۔ اُس وقت شاید میں سورہم تھا نہیں غالباً میں اپنے کھل میں گم تھا۔ میرے پاس میری پھوپھی آئیں۔ مجھ سے کہا۔ بھئی اٹھو، چچا اللہ بخشش کے ساتھ باہر جاؤ وہ تمہیں کیسے لے کر دیں گے۔ شاید میں چلا گیا۔ پھر اتنا یاد ہے کہ میں اپنی اماں جی کو ڈھونڈتا تھا اور مجھے یہ جواب ملتا تھا کہ وہ جج پگنی ہوئی ہیں کچھ عرصے میں واپس آجائیں گی۔ وہ کبھی واپس نہ آئیں۔ ان کا جج مستقل ہو گیا۔ لیکن اب میں اپنی عزیز ترین ہستیوں کے بارے میں کوئی دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا اُس وقت عزیز ترین ہستی صرف ایک تھی، اماں جی۔ ہر وقت اماں جی ایسی کہ۔ مجھے پھوپھی اور دوسرے اکثر چڑاتے تھے۔ میں کبھی پردا نہیں کرتا تھا۔ یہ لفظ اس طرح میری زبان پر جاری رہتا۔

میں نے اُس نو عمری میں اپنی پھوپھی کو اکشر اُداس دیکھا تھا۔ انہیں اس طرح کے اور بھی صدے دیکھنے پڑے تھے۔ وہ چھوٹی سی تھیں کہ میرے دادا، دادی فوت ہو گئے تھے۔ میرے ”چچا فوت ہو گئے تھے لیکن یہ آبائی وطن بیٹ احمد زوگانی تحصیل احمد پور شرقیہ کی بات تھی جہاں پھوپھی پہلے رہا کرتی تھیں دادا، دادی کی وفات کے بعد اماں جی جلال پور آ گئے تھے۔ پھوپھی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہاں ان کی بہیلیاں اُن کے پچھلے صدوں سے زیادہ واقف نہ تھیں۔ واقف تو ہوں گی لیکن ان میں شریک نہ تھیں۔ اماں جی کی وفات کے صدے میں وہ خود بھی شریک تھیں۔ یہ سب ان کی شاگرد تھیں۔ ان کے بچپن کا سہانا زمانہ اماں جی کے ساتھ گذرا تھا دن کا اکثر وقت وہ ہمارے گھر پر ہوتی۔ بڑی رونق ہوتی تھی۔

تذکرہ اکثر اماں جی کا ہوتا تھا گاہے بگاہے بڑی عمر کی خواتین بھی آتیں۔ آتے ہی مجھے ہلاک گھلے لگاتیں۔ میں ان سے بھیجتا بھی بہت تھا کیونکہ ان سب سے زیادہ مانوس نہ تھا۔ وہ میرا نام بھی پورا لیتیں محمد بھٹی اور اکثر نام لیتے کے بعد خاموش ہو جاتیں۔ گھر والے صرف یہی کہتے۔ یہ پورا نام مجھے عجیب سا لگتا اور یہ ساری خواتین محمد بھٹی آئیں بھر بھر کر اماں جی کا تذکرہ شروع کر دیتیں۔

ان خواتین کی اکثریت بھی اماں جی کی شاگرد تھی میری پیدائش سے پہلے ان سے پڑھتی تھیں۔ یہ راز اب تک

نہ کھلا کہ وہ میرا پورا نام کیوں لیتی ہیں۔ وہ اس لیے کہ وہ اپنی مرحوم اُستانی کے احترام میں ایسا کرتی تھیں یا اس لیے کہ انہوں نے اماں جی نے ہمیشہ میرا پورا نام ہی سنا تھا؟ اماں جی کے بعد گھر میں میری پھر بھی تھیں وہ صرف سہیلی کہا کرتی تھیں، البتہ میری خالہ جی کی وفات سے پہلے بڑا عرصہ ہمارے ہاں رہی تھیں اور بعد میں زیادہ آنا جانا نہ تھا کیونکہ ان کا گھر درہنہ ہمیشہ استقام سے پورا نام محمد سہیلی لیتیں۔

حالہ سے کبھی کبھار ملنا ہوتا تھا۔ بڑی پھر بھی جواپنے آبائی گھریں ہی مقیم تھیں کبھی آتیں۔ لیکن جب بھی ملاقات ہوتی باتوں کا سب سے اہم موضوع اماں جی ہوتیں۔ ان کا پیار، ان کی شفقت، ان کی ہمان نوازی ان کے مزاج کی سادگی، ان کی نیکی غرض کتنے پہلو تھے جن کی یاد تازہ کی جاتی۔

یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۷۱ء میں پاکستان بنا۔ فسادات ہوئے ساری آبادی اُلٹ پلٹ گئی اور گھٹو کے لیے ایک کے بعد دوسرا اہم موضوع سامنے آتا گیا۔ پہلے موضوع کی پہلی دالی اہمیت باقی نہ رہی۔ پھر بھی کی شادی ہو گئی اور وہ اپنے آبائی وطن چلی گئیں۔ میں سکول ہانے لگا گھر کے ماحول میں بہت تبدیلیاں آ گئیں لیکن ایسا اب بھی ہوتا کہ کوئی غلطی گھڑاتی مجھے بلایا جاتا، میرا پورا نام بیکر بلا تیں، محبت اور پیار کا اظہار کرتیں۔ یہ بھی کہا جاتا۔ بی بی ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر کتنی خوش ہوتیں، اور اس کے بعد انگلیوں سے آنکھیں پونچھتی ہوئی داپس ہو جاتیں۔ یہ سلسلہ میرے کالج کے زمانے تک چلتا رہا۔

دماغ پر زور دینے کے باوجود بھی پیاری سی صورت ذہن میں پوری طرح نمایاں نہ ہوتی۔ لیکن ان کا وجود یعنی تھا زندگی میں ان کی تربیت نے بہت سی شخصیتوں کو کھٹا کھٹا سونورا تھا۔ موت کے بعد بھی میرے شخص میں ان کا کردار موجود رہا۔ دل کا گداز، خوبصورت اور سچے جذبے اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ یہ سب ان غونوں کے مطابق پردان چڑھتے رہے جن کا تذکرہ اماں جی کے حوالے سے ہمارے گھر میں ہر وقت ہوتا رہتا تھا اور مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ خود صبر کرنا، اپنی تکالیف کو معمولی سمجھنا اور دوسروں کے کام آنا ان کی بنیاد خصوصیات تھیں۔ اب ان کی وجہ سے وہ ان سب لوگوں کو محبوب تھیں جن سے ان کا واسطہ تھا۔

اب خالہ سے مل کر اماں جی کی باتیں کر دیاں تو انہوں نے بتایا کہ اُدی کو اپنے والد کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان پر جان دیتی تھیں۔ اکثر کہا کرتیں میرے لیے ابا نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں اتنا سہرا پ نہیں کر سکتے۔ خالہ کے بقول وہ مصیبتیں تھیں جی بہت مقام میں جب مقدمے کا کیڑہ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے براہمدگی کے لیے چھاپے مارے۔ ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے کبھی دوسرے میں پھر بہادر پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف گئے تھے۔ اس دوران میں بھی یہی حال تھا۔ بہت مہنہ میں کسی گھر میں کوئی ایسا کہہ نہیں تھا جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں اُدی تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میال سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابا تار نہیں بھگتتے کے لیے اکثر پیدل پیلوں سفر کرتے۔ ہر طرح کی

لاچ دی گئی لاکھوں روپے ایس مرزائی جماعت نے پیش کیے اڈی کر ڈرانے دھکانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن باپ بیٹی پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب مقدمے کا فیصلہ ہوا اور اطمینان کا دور آیا تو اڈی بے حد خوش تھی اور اپنے ابا پر فدا تھی۔ شادی ہو گئی۔ جلاپور سے جب بھی آتی خاص طور پر تبا کے لیے سفید کرتے اور میسلی تہند پر مشتمل جوڑے ساتھ لے کر آتیں۔ ابا کو بھی لباس پسند تھا۔ وہ بڑے اہتمام سے سفید کرتوں پر کرٹھالی بھی کر کے لایا کرتا۔

خالد نے اپنی بعض خانگی مشکلات کے دوران ایک مباحثہ ہائے ہاں جلاپور میں قیام بھی کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میری امی اور ابا جی میں تعلق کیسا تھا تو وہ کہنے لگیں تمہارے ابا جی جس وقت اسباق سے ناراض ہو کر گھر آتے تھے تو پھر اڈی، بیس بھول جایا کرتی تھیں میں نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار تھا۔ ابا کہنے لگیں۔ تم شہ سے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ میرا بیٹا عبدالستار تم سے تقریباً دو سال بڑا تھا اڈی جس طرح تم پر بالہ چھڑکتی تھیں میں بھی اس پر حیران ہوتی تھی۔ بچے کسی نہ کسی وجہ سے روتے ہیں لیکن تم جب بھی روتے تھے اڈی بس یہی سمجھتی تھیں کہ تمہیں نہیں نہ کہیں درد ہو رہا ہے تمہارا رونا عام رونا ہوتا تھا لیکن اڈی کا دل بڑی طرح تڑپتا جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے مال بن کر پالا تھا۔ لیکن جب تمہارے پالنے کا وقت آیا تو وہ کوئی اور چیز بن گئی تھیں۔

میرا چھوٹا بھائی عبداللہ جب پیدا ہوا تو مال بھی کی حیاتِ مستحار میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی تھا۔ اس دوران ہی وہ بیمار ہو گئے۔ عبداللہ کو تو ٹھیک طرح مال کا دودھ بھی نصیب نہ ہو سکا۔ مال کی ملتا میں اس کا حصہ بہت زیادہ تھا مجھے انہوں نے میرے ابا جی کے پروردگار سے اپنے ساتھ لے گئے۔ انہوں نے سب کے حقوق ادا کیے چھوٹی بہن کو مال بن کر پالا اور ساری عمر اس پر شفقتیں پھنسا دیں چھوٹی سہنہ کو پالا پوسا اور مال کی طرح اس کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ خاندان سے محبت کی اور ان کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ محلے کے تمام گھراڑوں کی خدمت کی، مصیبت میں ان کے کام آئیں۔ ان کی فوجوان بچہوں کو پڑھایا اور ان کی تربیت کی اپنے بیٹے کو اپنی محبت و شفقت کے بحرِ ذخار میں غرق کر دیا اور چھوٹے بیٹے پر اپنی جان بچھا کر رکھی۔ یہ سب حقوق انہوں نے ابھی طرح ادا کیے اور کسی سے کوئی بدلہ نہ چاہا۔ بیٹا جران ہوتا تو شاید ان کی خدمت کرتا، انہوں نے خدمت کو کجا یہ بھی گوارا نہ کیا کہ ذرا ہوشیار ہو کر ان کا دل ہی بہلا دے، خاندان کی گواہی یہ ہے کہ سات سالہ رفاقت میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا، کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور وہ سارے حقوق بھی معاف کر دیئے جو شادی کے وقت فریقین کی رضا سے ملے ہوئے تھے۔ یہی کو اپنے گھر کا کیا اور خود شادی کے بعد دورِ حلی آئیں اس سے رفاقت کا حق بھی دیا۔ البتہ اپنی محبتیں بچھا کر کرتی رہیں۔ سہنہ کو پالا پوسا، مال کا پیار دیا خدمت لینے کا وقت آیا تو اپنے رب کے حضور چل گئیں

ان کی زندگی ان کے رب کی تھی اس پر سب سے زیادہ حق بھی اسی کا اور اس کے رسول کا تھا۔ تنہائی میں دعائیں پڑھنا چاہتے تھے ان کا اور ان کے اللہ کا معاملہ ہے انہوں نے زندگی کے وہ سارے اوقات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیئے تھے جو انتہائی بنیادی ضرورتوں سے بچتے تھے۔ غلامی نہیں میں مسلمان اور کونساں کی ماہر تھی، اڈی کو یہ کام کبھی کرنا نہ آیا۔ میں ان پر ہنستی تھی، ان کا مذاق بناتی تھی وہ صرف مسکرا دیتی تھیں ان کا دل کتابوں میں لگتا تھا یا تلاوت میں نہیں پوری طرح پتا تھا کہ یہ زندگی ان کی اپنی نہیں اللہ کی امانت ہے۔ وہ اس امانت میں خیانت برداشت نہیں کر سکتی تھی، جس زندگی کو اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بسر کرنا تھا وہ جھڑنے بنی کی جھوٹی امت کی تدریس کی جا سکتی تھی اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔ مرزا یوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت لوگوں کو خرید کر لیا لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران انہوں نے ایک لمحہ کے لیے بھی کمزوری نہ دکھائی۔ ساہا سال فقر و تنگدستی میں زندگی گزار لی لیکن لاکھوں روپے، زر و بات اور زمینوں کی پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ مسلسل خوف دہراس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف سہلی لیکن زندگی بھر کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔ عین اس وقت جب وہ دقت کے تانوں کے شکنجے میں کسی ہولی تھیں اور فیصلے کے بعد فیصلے ان کے خلاف ہو رہے تھے فرنگی سرکار کے کارندے مرزا یوں کی حرام کی دولت کی لالچ میں کتوں کی طرح ان کی تلاش میں سرگرداں تھے وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جھوٹے بنی سے نفرت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہیں۔ آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا ہی نہ تھا بلکہ سفر طویل نو سالوں پر محیط تھا۔ اگر ان کے پائے استقلال میں لغزش آجاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی ظفر مندی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ کا سرنگوں ہو جاتا۔ علماء نے اپنا زور لگایا۔ ناموس و رسالت کے پروانے مرزا یوں کے خلاف ڈٹے رہے لیکن یہ فیصلہ کن عدالتی اقدانوں کی جنگ تھی۔ ایک غریب باپ اور ایک صابر و شاکر بیٹی نے پوری قوت سے لڑی اور پوری امت محمدی علی الصلوٰۃ والسلام کا سرخسر سے بند کر دیا۔ وہ اس شاندار فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرف اختلاف بھی زبان پر نہ لائے نہ کسی صلے کی تمنا کی نہ ہی کسی سے اعتراف و احسان مندی کا تقاضا کیا۔

میں نے اباجی سے پوچھا کیا کبھی اس مقدمے اور اس میں شاندار کامیابی کا تذکرہ گھر میں ہوا؟ انہوں نے فرمایا زندگی کے آخری لمحے تک تمہاری اماں نے کبھی کوئی اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا۔ انہیں اطمینان قلب کی دولت نصیب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے پوری طرح مطمئن تھیں ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے جو چاہا تھا انہیں مل گیا۔ یہ اطمینان ان کے ہر عمل سے ظاہر تھا۔ ان کی زندگی کے اسلوب سے جھکتا تھا لیکن زبان پر کوئی کلمہ نخس و مباہات کبھی نہ آیا تھا اور آج بھی وہ رونہ اول کی طرح صلی اور ستائش سے بے پرواہ جلال پر پیر والہ کی خاک میں ایک کچی قبر میں

آسودہ ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی قبر اور بھی ہے ان کے بیٹے عبدالماجد کی گواہی دے رہی ہے کہ اپنے ورژن بچوں کے بارے میں ان کی زبان سے جو نکل گیا تھا اللہ نے اسے پورا کر دیا۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَأَرْحَمْهُمْ وَأَعِزَّهُمْ وَأَعِزَّ مِنْهُمْ اللَّهُمَّ نُورِ
مَرْقَدِهِمْ هَاهُ اللَّهُمَّ أَكْرَمِ نَزْلِهِمْ وَجِزَّاهُمْ عَنِّي وَعَنْ جَمِيعِ
الْمُسْلِمِينَ خَيْرِ جِزَاءٍ

ہدیہ تبریک

بزرگان کا قول ہے :

من لم يشكر الناس لم يشكر الله

لہذا ادارہ ہذا کا فرض ہے کہ وہ ان حضرات گرامی کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرے جنہوں نے علم و عرفان کی اس دستاویز کی طباعت کے سلسلہ میں معاونت فرمائی۔

ناظرین گرامی جانتے ہیں کہ اجتماعی معرکہ سر ہونے کی صورت میں بعض اوقات انسان یہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ کس مجاہد کے سر پر دستاویزیت رکھی جائے بعینہ ہی صورت ادارہ ہذا کو درپیش ہے کیونکہ ہر فرد جس نے حق و باطل کی اس دستاویز کی اشاعت میں حصہ لیا کی خدمات اتنی عظیم ہیں کہ اپنی جگہ ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔

لہذا ادارہ ہذا ان تمام حضرات کا ٹھکانہ اور درج ذیل حضرات کا خصوصاً مشکور ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں تعاون فرمایا :

۱۔ جناب حافظ حاجی فرید الدین احمد صاحب الوجیبہ صدر سنٹرل جج پبلک مزیلنگ آف پاکستان کراچی۔ ایسا شاہ ذونادر ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے دنیوی دولت سے نوازے اسے اپنے دین اور اپنی مخلوق کی خدمت کے لیے بھی منتخب فرمائے۔ اس قحط الرجال دور میں حُسن اتفاق سے اگر کسی کو یہ دونوں نعمتیں میسر آجائیں تو اس کا شمار قدردنِ اولیٰ کے مسلمانوں میں ہوگا۔ بفضلِ تعالیٰ جناب حافظ صاحب محترم کا شمار ایسے ہی اصحاب میں ہوتا ہے۔ اپنے والد گرامی خان بہادر حضرت حاجی وجیبہ الدین صاحب قدس سرہ مہاجر مدنی کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے گزشتہ پچاس برس سے حجاج حضرات کی خدمت، مساجد و دینی مدارس کی مالی معاونت اور اسلامی لٹریچر کی بلامعاوضہ اشاعت میں روز و شب مصروف ہیں۔ آپ نے اور آپ کے متوسلین نے گراں قدر عطیہ دے کر ادارہ ہذا کو مالی لحاظ سے اس درجہ مستحکم بنایا کہ مزید کسی امداد کی حاجت نہ رہی۔

۲۔ جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب مرکزی جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی جہتی جاگتی تصویر اور ان کے اوصاف و محامد کے صحیح وارث ہیں۔ آپ نے اپنے والد مرحوم کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی تمام زندگی تبلیغ و اقامتِ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ آپ نے ادارہ ہذا پر جو احسان فرمایا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ادارہ ہذا کے لیے مرزائی مبلغین کے عدالت میں دیے گئے بیانات جو ۱۹۳۲ء میں قادیان (ہندوستان) سے شائع ہوئے نیز مرزا قادیان اور ان کے متبعین کی تصانیف کا حصول ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ بفضلِ تعالیٰ

مولانا مدظلہ العالی کے توسط سے مکمل آسان ہو جائے اس سلسلہ میں ادارہ ہذا کے نمائندگان کو بار بار مرکزی دفتر تحفظ ختم نبوت ملتان جانا پڑا۔ حضرت محمود نے نہ صرف ہر بار ان کے قیام و طعام کا انتظام فرمایا بلکہ بسا اوقات تمام دن بذات خود کتب خانہ میں بیٹھ کر مطلوبہ اقتباسات کی تلاش میں امداد فرما کر ان کی فلوں کا پیاں مہیا فرمائیں۔

۳۔ جناب ملک رب نواز صاحب مینیجر غلام علی ایڈیٹرز پرنٹر اینڈ پبلشرز سرکھ روڈ لاہور نے خالصتاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر ادارہ ہذا کے ساتھ جو تعاون فرمایا دورِ حاضر میں اس کی نظیر ملنا آسان نہیں۔ ملک صاحب محترم جو نشر و اشاعت کا پچاس سالہ تجربہ رکھتے ہیں نے گزشتہ تین برسوں میں نہ صرف ادارہ ہذا کی مسلسل رہبری فرمائی بلکہ کتابت، تصحیح اور اشاعت کا تمام کام بغیر کسی مالی منفعت کے اپنی زیر نگرانی کرایا اور یہ کہنا خلافِ حقیقت نہ ہوگا کہ ملک صاحب محترم کی بے لوث خدمت اور لگن کے بغیر ادارہ ہذا کے لیے شاید یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ اس عظیم و ضخیم دستاویز کو تاریں گرامی تک پہنچاتا۔

۴۔ قارئین گرامی پر علم و عرفان کی اس عظیم دستاویز کی اہمیت و افادیت بہتر طریق پر اجاگر کرنے اور اس کے متعلق شک و شبہ سے بالا ایک واضح پختہ رائے قائم کرنے میں معاونت کی غرض کے پیش نظر ضروری سمجھا گیا کہ وطن عزیز کے مقتدر علماء و مشائخ کے گراں قدر تبصرے حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کی طرف رجوع کیا گیا جن تک اندرین حالات رسائی ممکن ہو سکی۔

رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ ہر مکتبہ فکر کے واجب الاحترام اکابرین نے اس مادہ پرستی کے دور میں اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس عظیم دستاویز کے مطالعے میں اپنا قیمتی وقت صرف فرمایا اور گراں قدر تبصرات سے نوازا جو آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جلد اہل غیر حضرات کو اپنے بہترین نعمات سے نوازے اور ان کی اس خدمت کو توشہ آخرت کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین

وَاجْرِدْهُم مِّنَ الْعِزَّةِ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

میکرمی جنرل سید افتخار احمد

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

لاہور

عرض مزید

حضرت مولانا منظور احمد صاحب چلینوٹی

مسلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے اتباع و اذنب پر کفر کا فتویٰ تو مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں علماء اسلام نے لگا دیا تھا۔ لیکن اس میدان میں اولیت کا شرف علماء لدھیانہ کو حاصل ہے علماء اسلام میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے ابتدائی دور میں ہی کفر کا فتویٰ حضرات علماء لدھیانہ میں سے مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد لدھیانوی نے لگایا۔ دوسرے علماء نے شدید احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے بعد میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اور دیگر کفریات بالکل واضح اور اہل نشر و حواہج کے بعد اس فتویٰ کی تائید و حمایت فرمائی حتیٰ کہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے بالاتفاق مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ لیکن قانونی طور پر اس فتویٰ کی تائید و حمایت ابھی کسی عدالت سے حاصل نہ ہوئی تھی اس وقت متحدہ ہندوستان پر انگریز حکمران تھا۔ جو اس جھوٹی نبوت کا مو جہ اور بانی تھا۔ اُس دور میں علماء لدھیانہ کی طرح سب سے پہلے جس عدالت عالیہ ہے جس کا سپریم کورٹ فاضل حبش محمد اکبر مرحوم کے سر ہے، جنہوں نے حاصل کی وہ بادلوں کی عدالت عالیہ ہے جس کا سپریم کورٹ فاضل حبش محمد اکبر مرحوم کے سر ہے، جنہوں نے مسلسل تین سال کی بحث و تحقیق اور تحقیق و تفتیش کے بعد فریقین کے باہرین مذہب کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں قادیانیوں کے کفر و ارتداد کا فیصلہ صادر فرمایا۔ جس کی رو سے مسلمان عورت (مدعیہ) کا نکاح قادیانی مرتد (مدعی علیہ) سے فسخ ہوا۔ جسٹس محمد اکبر مرحوم کا یہ تاریخی ساز فیصلہ جسے اولیت کا شرف حاصل ہے۔ انتہائی اہم اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہ اس وقت فریقین کے جو علماء عدالت میں بطور رگراہ پیش ہوئے اُن سے بڑے مستند اور جید علماء فریقین کے ہوں نہ اُس وقت تھے۔ اور نہ ہی بعد میں اُن کا کوئی نظیر و مثیل پیدا ہوا۔ قادیانیوں کے ہاں جلال الدین شمس جیسا عالم اور منظر پروری جماعت میں پیدا نہیں ہوا۔ اور اس پچھلے صدی میں علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابھہ روزگار سستی علماء اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوئی۔ ہر دو فریق نے اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، اپنا پورا پورا زور لگا دیا۔ اور ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا بیان اور اُس پر قادیانی دلائل کی جرح جب ختم ہوئی۔ تو حضرت شاہ صاحب نے جلال الدین شمس قادیانی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ

”جلال الدین اگر اب بھی تمہیں قادیانی کے کفر میں شک ہو تو آؤ میں تمہیں اُسے جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں“ جلال الدین قادیانی نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا اور کہا کہ اگر آپ اُسے جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو میں کہوں گا کہ یہ کرنی (استدراج) (شعبہ) ہے۔ میں پھر بھی نہیں مانوں گا۔ ہمارے استاد فرمایا کرتے کہ جلال الدین قادیانی بد نصیب تھا۔ اگر وہ مل کر دنیا تو حضرت شاہ صاحبؒ پر اس وقت ایسی کیفیت طاری تھی کہ وہ اُسے حالت کشف میں جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیتے۔ موضوع کے مناسب حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک اور بات جو حضراتِ اساتذہ سے سُنی ہے۔ وہ بھی اس موقع پر ذکر کر دوں تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ جب اپنی گواہی سے فارغ ہو کر واپس دیوبند جانے لگے تو علماء سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر اس مقدمہ کا فیصلہ میری زندگی میں ہو گیا تو میں خود کُئی لوں گا۔ اور اگر میرے مرنے کے بعد ہوا تو پھر میری قبر پر آکر سُنا یا جائے حضرت کو یقین تھا کہ یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگا۔ چنانچہ فیصلہ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد ہوا۔ اور حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ بہاولپوریؒ حضرت شاہ صاحبؒ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مستقل سفر کر کے دیوبند گئے اور شاہ صاحبؒ کی قبر پر حاضر ہو کر یہ فیصلہ سُنا یا کہ حضرت مبارک ہوا الحمد للہ آپ کی خواہش کے مطابق یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو گیا ہے۔

مقدمہ بہاولپور کا یہ تاریخی فیصلہ تو عرصہ ہوا چھپ چکا ہے۔ اس کے بعد علماء ربانی کے بیانات بھی چھپ گئے تھے۔ لیکن مرزا نے وکلاء کی جرح میں علماء اسلام نے عمل و حقائق کے جو موقیٰ کھجے ہیں اور دلائل کے جو انبار لگائے ہیں وہ ایک مخفی خزانہ تھا۔ جو عدالت کے ریکارڈ میں مستور تھا۔ اس کی تھوڑی سی جھلک میں نے کچھ سال ۱۹۸۷ء میں جب کہ ہم کپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین شہرہ مقدمہ کی پیروی کے لیے گئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد انورؒ فیصل آباد کی جمع کردہ شاہ صاحبؒ کی یادداشتیں ”نظائر“ کے نام سے دیکھی تھی جس کا ایک انعام فلوئڈ کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔ انہما کی خوشی بڑی مسرت کی بات ہے کہ اسلامک فاؤنڈیشن دالے بڑی جدوجہد اور مسلسل کئی برس کی محنت کے بعد یہ تمام عدالتی ریکارڈ حاصل کر کے کتابی شکل میں تین جلدوں پر مشتمل یہ بیش بہا قیمتی ذخیرہ جو دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے پیش کر رہے ہیں۔

اس تاریخی و فینڈا و علم و معرفت کے عظیم خزانہ کو مرتب کر کے اہل علم کے لیے پیش کرنا بلاشبہ ”اسلامی فاؤنڈیشن“ کا اگر انقدر اور شاندار تاریخی کارنامہ ہے جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ اُمتِ مسلمہ پر یہ احسانِ عظیم ہے۔ اور تاریخ کے صفحات میں اس یادگار فیصلہ کی طرح یہ ”علمی کارنامہ“ بھی ایک یادگار رہے گا۔

بسمہ ناچیز ”اسلامک فاؤنڈیشن“ کے کارپردازوں اور ان کے سرپرست حضرت مولانا محمد مالک

کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کو دل کی گہرائیوں سے اس عظیم تاریخی کارنامہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمادیں اور دین میں اس کا بہترین اجر نصیب فرمادیں۔ اور بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کے لیے اسے ذریعہ ہدایت و نجات بنائیں، آمین

”اسلامک فاؤنڈیشن“ کے کارپردازوں کی خدمت میں اس کارنامہ پر ہدیہ تبریک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عرض مزید پیش کرنے کی بھی جسارت کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے اس مخفی تاریخی دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ کر کے ایک تاریخی یادگار قائم کر دی ہے۔ بلاشبہ آپ کا یہ کارنامہ آپ کے فاؤنڈیشن کو زندہ جاوید بنادے گا۔ اسی طرح اور بھی کئی تاریخی اہمیت کے حامل عدالتی فیصلے موجود ہیں۔ اگر انہیں بھی حاصل کر کے اسی طرح شائع کر دیا جائے تو یہ اس موضوع پر ایک عظیم تاریخی کارنامہ سمجھا جائے گا۔ جو ربی دنیائیک یادگار رہے گا اور ختم نبوت کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک عظیم علمی ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہوگا۔

وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٍ
فقط والسلام

(مولانا منظور احمد حنیوی)
ادارہ مرکزیہ دعوتہ و ارشاد حمیدین،
پاکستان

۳ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق
۲۰ اپریل ۱۹۸۸ء

محبت الاز فیصلہ مقدمہ مرزا یحیٰ بجا دیو ۱۴۳۵ء جس میں جناب محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے مرزائیت کو اہل تشیع قرار دے کر مسلمہ کاتکاح مرزائی سے نسخ فرمایا کی روایت ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء۔ بلاشبہ علم و عرفان کی ایک عظیم دستاویز ہے جس کے مطالعہ سے ہر قاری علی وجہ البصیرت بطلان مرزائیت کا کامل یقین حاصل کر سکتا ہے اس کی اشاعت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کا نہایت متحسن اقدام ہے۔

التقائما تمنا امت کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق
(حضرت مولانا) محمد علی القادر آزاد
خطیب بادشاہی مسجد لاہور
درتیں مجلس علماء پاکستان

مقدمہ مرزا تیبہ بہاولپور جس کا فیصلہ ۱۹۳۵ء میں جناب محمد اکبر خاں صاحب

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کے قلم سے صادر ہوا

تاریخ محاسبہ قادیانیت میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تاریخی فیصلہ اپنی اہمیت و افادیت کے اعتبار سے آئندہ بے شمار مقدمات میں جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان رہے، میں معاون ثابت ہوا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مقدمہ کی مکمل روئداد جس میں فریقین کی جرح، تحریری بحث، جواب اور جواب و الجواب وغیرہ شامل ہوں، شائع ہوں۔ مقام شکر ہے کہ اس کی سعادت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے حصہ میں آئی ہے اور انہوں نے اسے تین ضخیم جلدوں میں شائع کر کے نتم نبوت کے لٹریچر میں ایک عظیم سنہری باب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ روئداد قادیانیت کے محلات پر ایک میزائل بن کر گرے گی اور اسے ہمیشہ کے لیے علمی اور عالمی سطح پر نیست و نابود کر دے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ! پوری ملت اسلامیہ کو فاؤنڈیشن کی اس جانگسل کاوش پر مشکور ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں حکومت کو چاہیے کہ اگر وہ واقعی نفاذ اسلام میں مخلص ہے تو ایک سرکلر کے ذریعے اس روئداد کو پاکستان کی ہر سرکاری و نیم سرکاری لائبریری میں رکھنے کی ہدایت کرے اور اسے ایم۔ اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کرے۔

علامہ متین خالد ایم۔ اے
صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
نسیم منزل ریلوے روڈ ننکانہ صاحب
ضلع شیخوپورہ

۲۲ مئی ۱۹۸۸ء

محترم اور واجب الاحترام جنرل سیکرٹری صاحب، اسلامک فاؤنڈیشن
سلام منون!

آپ کا گرامی نامہ باعث مسرت ہوا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے (آمین)، ”مقدمہ مرزا سیہ بہادر“ واقعاً ایک نہایت اہم اور بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ردّ مرزائیت اور ختم نبوت کی افادیت و اہمیت سمجھنے کے لیے بہت ہی مفید اور دلائل سے بھرپور مواد ہے۔ ہم سب آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے اس مقدمہ مذکورہ کو دو ہزار صفحات پر مشتمل جلد بندی فرما کر عالم اسلام پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش اور کاوش کو قبول فرمائے (آمین)، ہمارا پورا تعاون اور ہمدردیاں آپ کے اور آپ کے ادارہ کے ساتھ ہیں۔ نبی محترم آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے باوجود بھی ان کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں پکا کھرا محمدی مسلمان بنائے۔ جلد شائع ہونے پر ضرور بھجوا دیجئے گا۔ بندہ کرا حضرت اب ہریرہؓ۔

دالسلام مع الاکرام
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
درس تاج العلوم شیر نواز دروازہ لاہور

۲۵۔ مئی ۱۹۸۸ء

مکرمی و محترمی سید صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! مراسلہ نمبر ۱۰۳ مرقومہ ۸ مئی ۱۹۸۸ء محترم ڈاکٹر اسرار صاحب کے نام موصول ہوا موصوف کی اس معاملہ میں بغیر کسی تکلف اور افسار کے یہی رائے ہے کہ اشاعت ثانی فیصلہ مذکور یہ جو تبصرے اکابرین ملت نے ۱۹۷۳ء میں فرمائے ہیں۔ ان کے بعد کچھ مزید کلام کرنا ڈاکٹر صاحب کا مقام نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور دیگر متعلقین دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کے تمام مراحل آپ کے لئے آسان فرمائیں اور یہ تصنیف امت مسلمہ کے لئے باعث رشد و ہدایت ہو اور آپ لوگوں کے لئے بلند سی درجات۔

برائے

۲۹۔ مئی ۱۹۸۸ء

قرآن اکیڈمی۔ ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن

لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

برصغیر میں قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ خاصی طویل ہے۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے نبوت کا دعویٰ اور بہت سے کفریہ عقائد اہل نشر و اشاعت ہو گئے تو علماء اسلام نے تو متفقہ طور پر یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ وہ اور اس کے متبعین دائرہ اسلام سے خارج ہیں، لیکن سرکاری اور عدالتی سطح پر اس حقیقت کو منوانے میں خاصا وقت لگا۔

اس جدوجہد میں بہادر پور کا مقدمہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے، جس میں ایک نکاح کے مسئلے میں یہ سوال عدالت کے سامنے آ گیا تھا کہ قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے اس عدالت کے سامنے اپنے وقت کے مشہور مناظر بطور گواہ پیش کئے۔ اس موقع پر امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور علماء دیر بند کی ایک جماعت مسلمانوں کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئی، جس میں حضرت شاہ صاحب کے علاوہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ اور احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا نجم الدین صاحب وغیرہ شامل تھے، اس مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا، جو ”فیصلہ مقدمہ بہادر پور“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، مقدمہ میں علماء کرام نے جو بیان دیئے وہ بھی ”بیانات علماء ربانی“ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، لیکن یہ دونوں چیزیں اس وسیع علمی خزانے کا بہت مختصر حصہ ہیں، جو اس مقدمہ کے دوران تیار ہوا تھا، مقدمہ میں مسلمانوں کی طرف سے قادیانی گواہوں پر جو جرح کی گئی، اور قادیانیوں کی طرف سے مسلمانوں پر جو جرح ہوئی، نیز دلائل کے مرحلے پر دونوں طرف سے جو دلائل پیش ہوئے، وہ اس طویل مدت میں شائع نہیں ہو سکے تھے، حالانکہ ان کے بھی شائع کرنے کا ارادہ شروع سے تھا، چونکہ یہ سب چیزیں سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھیں، اس لیے ان کا حصول ان کی ترتیب و تدوین، اور پھر ان کی اشاعت وقت، محنت، مالی وسائل تینوں کی محتاج تھی، اس لیے اب تک یہ سب چیزیں زاویہ غمول میں پڑی رہیں، اور اب یہ تصور بھی محسوس رہ گیا تھا کہ کوئی بندہ خدا اس ذخیرے کو منظر عام پر لانے کے لیے کوشش کرے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اراکین اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کو اس اہم کام کا بیڑہ اٹھانے کی توفیق دی، انہوں نے بڑے جذبے اور عرق ریزی کے ساتھ یہ سالانہ ذخیرہ نہ صرف جمع کیا بلکہ اس کی مصدقہ نقول حاصل کیں اور اب وہ

انہیں مرتب و مدون کر کے شائع کر رہے ہیں۔

یہ ذخیرہ کئی حیثیتوں سے عظیم الشان اہمیت کا حامل ہے، اول تو اس زیر بحث موضوع سے متعلق اہلین علمار کی کاوشوں کا نتیجہ ایک طالب علم کے لیے نعت غیر مترقبہ سے کم نہیں، دوسرے مقدمہ بہاولپور اور اس کے بیانات اور کارروائی کے بلے میں یہ ایک مستند تاریخی دستاویز ہے، اور اس سلسلے میں قادیانیوں کی طرف سے جو لٹریچر شائع کیا گیا ہے، اس مستند دستاویز کے تقابل سے اس کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ عدالت میں دیئے گئے بیان سے وہ کس قدر مختلف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس معتمد بالشان ذخیرہ کی طباعت و اشاعت اسلامک فاؤنڈیشن کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر اس کے ارکان تمام امت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور امت کے لیے نافع اور مفید بنائے، امید ہے کہ مسلمان بالخصوص علماء و طلباء اس پیش کش کی مکمل حقہ قدر دانی کریں گے، و ما توفیقی الا باللہ۔

(جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی)

نائب صدر دارالعلوم، کراچی علاقہ اور کن شریعت
ایبیلٹ بیج سپریم کورٹ آف پاکستان

۲۶۔ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۱۰۔ اگست ۱۹۸۸ء

گزشتہ نصف صدی کے دوران اندرون و بیرون ملک متعدد عدالتی فیصلہ جات منظر عام پر آچکے ہیں جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کو خارج از اسلام قرار دیا جا چکا ہے لیکن اس سلسلے میں مقدمہ بہاولپور ۱۹۳۵ء کی نوعیت کا منفرد فیصلہ ہے فیصلہ مذکورہ اگرچہ دوبار کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ مقدمہ مذکورہ کی مکمل رویت و ادراک علم و دانش کی سیرہ اندوزی کی خاطر اولین فرصت میں طبع کرادی جاتی۔
مقام سمرت ہے کہ اسلامک فاؤنڈیشن لاہور نے یہ کارنامہ سرانجام دے کر دین اسلام کی قابل ستائش خدمت انجام دی ہے میں جہاں اراکین اسلامی فاؤنڈیشن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں وہاں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ ترمید مرزا انیت پر بہت سی دیگر مستند دستاویزات جیسے قومی اسمبلی پاکستان کی رویت و ادراک ۱۹۷۲ء، مختلف مناظرے و مباحثے سے متعلق ضروری ریکارڈ جو عرصہ دراز سے غیر مطبوعہ چلا رہا ہے اور گراں قدر موتیوں کی مانند بکھرا ہوا ہے کی وسیع اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم.

(حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی)

ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ۔ لاہور

۱۱۔ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

مطابق ۲۵۔ اگست ۱۹۸۸ء

اشاعت ثانی ۱۹۷۳ء کے موقعہ پر

علماء اور اکابرین ملت

کی جانب سے

اس فیصلے کا خیر مقدم

پچھو صدی کے آغاز میں جب مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مشرق اور مغرب کے علماء نے اس کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں تیس بیس سال قبل یہ مسئلہ بہاولپور کی عدالت میں پیش ہوا جس پر حضرت مولانا نور شاہ صاحب سابق صدر المدارس دارالعلوم دیوبند اور دیگر اکابرین علماء ہند نے اس سلسلہ میں اپنے بیانات عدالت میں پیش کر کے جس میں مرزائے قادیان کے وجوہ کفر کو بیان کیا جن کا حاصل یہ تھا کہ مرزائے قادیان اگر بالفرض والتقدیر نبوت کا دعویٰ نہ بھی کرتا تب بھی قطعاً وہ دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

فاضل محترم جسٹس محمد اکبر صاحب (بہاولپور) نور اللہ مرقدہ نے نہایت عاقلانہ، عادلانہ اور دانشمندانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعی نبوت اور اس کے پیروکار قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ مسلمانوں میں شرعی طور پر کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ بحمدہ تعالیٰ فاضل جج کا یہ فیصلہ قانون شریعت کے بھی مطابق تھا اور قانون حکومت کے بھی مطابق تھا جو شرعی اور قانونی حیثیت سے اس درجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ آئندہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس محکم فیصلہ پر کوئی تنقید اور تبصرہ کر سکے یا کسی بالائی عدالت میں اس کی اپیل کر سکے اس لئے کہ وہ فیصلہ اس درجہ محکم اور قول فیصل اور اٹل تھا کہ اس میں انگلی رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

محمد ادریس کاندھلوی

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی ہے کہ جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے ایل ایل بی
ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کا مشہور و معروف فیصلہ جس میں قادیانیوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار
دیا گیا تھا دوبارہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یہ ایک دانشگاہ حقیقت ہے جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم کے بعد منصب نبوت پر فائز ہونے کا مدعی ہو۔ اور جو اس دعوے کو تسلیم کرے۔ وہ
دونوں بلا شک و شبہ اذعانے اسلام کے باوجود کافر و مرتد ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ
اس مسئلے کے دینی و علمی پہلوؤں کو برابر واضح کیا جاتا رہے۔ عدالت بہاولپور کا یہ فیصلہ
اس لحاظ سے بڑی اہمیت و افادیت کا حامل ہے یہ ارتداد و زوج کی بنا پر نسخ نکاح کے
ایک استغاثے کا تصفیہ تھا جو تقریباً تین سال زیر سماعت رہا۔ اس میں مسلمانوں اور
قادیانوں کی جانب سے اپنے اپنے موقف کو پورے دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ان
کے مشاہیر علماء و فضلاء بطور گواہ پیش ہونے اور فاضل جج نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد یہ
فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں نہایت
طبع ہونے کے بعد ایک عرصہ دراز سے نایاب تھی میری دعا ہے کہ یہ سعی مسلمان اور قادیانی
سب کے لئے باعث رشد و ہدایت ثابت ہو۔ آمین

ابوالاعلیٰ مودودی

۱۵۔ اے ذیلدار پارک۔ اچھرہ

اس فیصلہ نے مسلمانوں کو قادیانیت کے عزائم و عقائد سے نہ صرف آگاہ کیا ہے۔ بلکہ
مرزاہیت اپنے حقیقی خط و خال سمیت آشکار ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ بر عظیم کے مسلمانوں کی ذہنی
سمرگندشت میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور جب کبھی پاکستان کے قوانین کی شکل اسلامی ہوگی
اس فیصلہ کا بہت زیادہ احترام کیا جائے گا بلکہ یہ فیصلہ مشعل راہ ہوگا۔ ملت اسلامیہ جسٹس محمد اکبر
خان مرحوم بہاولپور کے اس فیصلہ کی شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت کریں
اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔

شویش کاشمیری

یہ معرکہ آرا فیصلہ محمد اکبر خاں کا تحریک کردہ ہے۔ اس فیصلہ میں حج صاحب مرحوم نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ مرزا نیت کے خارج از اسلام ہونے کے دلائل درج کئے ہیں اور مرزائی لٹریچر سے ان کے کفر و ارتداد کا ثبوت بہم پہنچایا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مرزا نیت کے موضوع پر لکھی گئی کئی ایک کتب پر بھاری ہے۔

احسان الہی ظہیر

تکمیل دین اور ختم نبوت مترادف حقائق ہیں اور اسلام کی اہدیت اور تکمیل کا مدار انہی دو اصولوں پر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کے تحفظ کے لئے مختلف ذرائع سے حسبِ مقدور خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں جناب محمد اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ وطر کٹ حج بہا و لہود کا تاریخی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے مرحوم و معذور اپنی جرأتِ ایمانی سے اپنی نجات کا سامان کر گئے اور تانا بدمنتِ مسلمہ کے لئے ایسی شمعِ فروزاں چھوڑ گئے جو انشاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک حق و صداقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی ضرورت ہے کہ اس تاریخی فیصلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔

سید فیض الحسن

ختم نبوت کا مسئلہ ضروریاتِ دین سے بے انوس ہے کہ ایسے مسئلہ کو لوگوں نے اخلاقی مسئلہ قرار دے کر اس میں بحث و تحقیق شروع کر دی جس سے گمراہی کا دروازہ کھل گیا اور فقہانہ استدلال و رویہ بکڑ گیا۔ اس ماحول میں اہل علم کی خدمات یقیناً قابلِ قدر ہیں۔ لیکن محترم حج اکبر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ اس سلسلہ میں بے حد قابلِ تائید ہے اور اسلامی تاریخ میں آپ زندہ سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

سید احمد سعید کاظمی

فیصلہ مقدمہ بہا و لہود مسلمانوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی تصور ہے اور بے شک جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا

دعویٰ کرے وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ ملتِ اسلامیہ کو اس نکتہ عظیم سے بچانا اسلام کی عظیم خدمت ہے۔

سید محمود احمد رضوی

فیصلہ مقدمہ بہادپور عہد صادق کا اہم ترین واقعہ ہے اس مقدمہ کی پیروی سید النور شاہ صاحب حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جیسے نامور علمائے نے کی۔ ان کی فقید المثال توجہ اور تاریخ ساز کوششوں نے قادیانیت کے سو منات کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہ فیصلہ جس محمد اکبر کے مثالی اسناک غیر معمولی استدعا و از قابلِ تحسین استقامت کا نتیجہ ہے۔ اسی فیصلہ سے قادیانیت کی گمراہ کن حیثیت ہمیشہ کے لئے آشکار ہو گئی ہے۔

بریکٹڈ ٹرنڈیر علی شاہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده حج محمد اکبر
نور اللہ مرقدہ کی عدالت میں فیسخ نکاح کا مقدمہ دائر ہوا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ قادیانی کا نکاح مسلمان عورت سے بوجہ ارتداد قادیانیوں کے واجب الفسخ ہے یا نہیں۔ اس ضمن قادیانیوں کے مرتد ہونے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ فریقین کے ماہرین مذہب جمع ہوئے مفصل دلائل نقلیہ و عقلیہ کے قلمبند ہونے کے بعد قادیانیوں کے ارتداد کا حکم جناب حج صاحب موصوف نے صادر فرمایا اور فیسخ کا فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کا کچھ تعلق انکار ختم نبوت سے تھا جس پر قرآن پاک کی متعدد آیات اور ہمیشہ راہِ احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے اس قدر دلائل موجود ہیں کہ توجید باری تعالیٰ کے علاوہ کسی مسئلہ پر اس قدر دلائل نہیں۔ اسلام میں سیکڑوں گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے لیکن مسئلہ ختم نبوت پر سب کا اتفاق رہا اور اس لئے دشمنانِ اسلام اسلام کی اس بنیادی عمارت میں شکاوت ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکے حضور علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک جو ۳۹۳ھ رجب الاول اور ۱۹۴۳ھ اپریل ہے یورپی امت مسلمہ تقریباً چودہ سو سال سے اس عقیدہ پر متفق اور قائم ہے جس کی وجہ سے اسلام کے اصلی عقائد زندہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا عہدہ دیا جانا بند ہے اور مدعی نبوت اور اس کے ماننے

والے مرتد اور خارج از اسلام ہیں چاہے وہ اسلام کا دعویٰ بھی کریں۔ جیسے صرف دعویٰ سے کوئی شخص کشر ڈپٹی کشر تحصیلدار تھانیدار حتیٰ کہ سرکاری چیپٹر اسی اگر ان عہدوں کا دعویٰ کرے اور حکومت کی نسبت میں نام نہ ہو اور حکومت ان دعویٰ داروں کو جھوٹا قرار دیتی ہو تو پھر اسلام کے دعویٰ سے ایک آدمی بغیر حقیقت اسلام کے محقق ہونے کے کیسے مسلم ہو سکتا ہے جبکہ حقیقت اسلام کا بنیادی عقیدہ اس میں موجود نہ ہو اور ظاہری اسلام کی کچھ نشانیاں بھی اس میں موجود ہوں۔ جیسے گھوڑے کی تصویر یا فوٹو حقیقی گھوڑا نہیں ہو سکتا اور نہ لگی کھینچ سکتا ہے کیونکہ یہ حقیقی گھوڑے کا کام ہے۔ ملت کے عمل اتحاد کے لئے فکری اتحاد ضروری ہے اور مستحکم فکر کی بنیاد عقیدہ ہے۔ جب یہ بنیاد ہل جائے تو مسلم قوم و ملت کی سمارت و صراط سے گر جائے گی۔ اس لئے وحدت ملت ختم نبوت سے وابستہ ہے اقبال مرحوم نے صحیح فرمایا ہے

لَا نَبِيَّ بَعْدِي زَا حَسَانَ خَدَا سَت پَر دَہِ نَا مَوْسِ دِیْنِ مِصْطَفٰی اَسْت

تَا نَہْ اَبِیْ وَحْدَتِ زَرْدَسْت مَارُود ہَسْتِ مَابَا اَبَدِ ہِمْدَمِ سَتُود

اس سے واضح ہوا کہ استحکام پاکستان کی نظریاتی وحدت اسلام اور ختم نبوت ہے جو ۹۵ کروڑ مسلمانوں کے عقیدہ سے الگ دین قائم کریں جس میں قرآن حدیث خدا اور رسول کی تکذیب اور توہین ہودہ اسلامی قلعے میں نقب لگانے والے ہیں اور خارج از اسلام ہیں اس سلسلہ میں مقدمہ بہاولپور تاریخی کارنامہ ہے۔

شمس الحق افغانی عفی عنہ

فیصلہ مقدمہ بہاولپور امت محمدیہ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متفقہ کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے مولانا سید الزماں شاہ صاحب مولانا غلام محمد صاحب گھوٹو کی مولانا محمد صادق صاحب بہاولپور اور جناب جسٹس محمد اکبر صاحب کی ارجا و اح مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ اعلیٰ علیین میں مقام علیا سے نوازا ہوگا۔ انہوں نے امت مرحومہ پر جو احسان کیا وہ رہتی دنیا کے مسلمانوں پر یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتم الانبیاء کے خصوصی مقام اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محمد عبدالقادر آزاد

خطیب بادشاہی مسجد مفتی پنجاب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاولپور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری علیہ الرحمۃ اور دوسرے بزرگوں اور علمائے اس مقدمہ کی پیروی کر کے دین اسلام کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد احمد عفی عنہ
میر واعظ کشمیر

انشاء اللہ جب یہ فیصلہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں انشراح قلب اور باعث رشد و ہدایت ثابت ہوگا۔

فیقر محبوب الرحمن عفی اللہ عنہ
عید گاہ۔ راولپنڈی

تمام علمائے اسلام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا ایسا دعویٰ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے پاک و ہند میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے مسلمانوں سے علیحدہ جماعت ہیں اس کی پوری روئید و جثس محمد اکبر خان صاحب سابق ریاست بہاولپور کے مفصل و مدلل فیصلہ میں موجود ہے یہ فیصلہ عوام و خواص مسلمین کے لئے مشعل ہدایت ہے۔

مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم
جامعہ نعیمیہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ختم نبوت کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک ظاہری یعنی عقلی فکری و نظری پہلو ہے اور دوسرا روحانی یعنی عقلی عالم سے بالاتر

میرے خیال میں ظاہری پہلو کی بنیاد ہمارے دین میں روحانی پہلو پر ہے ورنہ کسی نبی یا پیغمبر کی شاید ضرورت نہ ہوتی۔ ظاہری پہلو کی حیثیت اسباب سفر کی سی ہے اور روحانی کی حیثیت ایک منزل کی۔ یعنی اسباب سفر کا تعین منزل یا مقصد کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقلی استدلال میں شکوک و ادوہام کا اثر تو ملتا ہے لیکن دوسرے پہلو میں کوئی ایک بھی استثناء موجود نہیں ہے۔ میں نے اس میں جتنا غور کیا ہے میں بلا استثناء ہمیشہ اسی ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا آخری نبی یعنی آپ کے اس ارشاد کو کہ ”لانی بعدی“ کو دل و جان سے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ عقلی فتویٰ کچھ ہو لیکن حقیقی بات یہی ہے۔

کتاب زبر نظر میں بھی ایک صاحب عقیدہ مسلمان نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی عقل و فکر کی رائے کو بھی دریافت کر کے صحیح فیصلہ دیا۔ مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالقیوم
صدر آزاد کشمیر۔ ایوان صدر مظفر آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله واحد والصلوة على من لانی بعدی

آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل و فریب انگریز کے محسوس سایہ میں پروان چڑھ رہا تھا۔ فقہ قادیانیت سے انگریزی پڑھا لکھا طبقہ نہ صرف یہ کہ ناواقف تھا بلکہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف و تائید کرتا تھا۔ اس کے علاوہ تاج برطانیہ اور وائسرائے ہند کے زیر تمام طاقتوں کی سرپرستی اس فقہ ارتداد کو حاصل تھی۔ ایسے وقت میں جسٹس محمد اکبر صاحب جج مرحوم مغفور (بہاولپور) نے برصغیر کے چوٹی کے علماء خصوصاً محدث اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری کے دلائل سننے کے بعد جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کاذب اور اس کے ملنے والوں کو خارج از اسلام قرار دے کر فیصلہ بہاولپور کے نام سے وہ تاریخی فیصلہ کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا اور جس کی پیروی کرتے ہوئے انیس کے ہم نام

دوسرے محمد اکبر صاحب اور اب سندھ کے کسی بچے نے بھی یہی فیصلے کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرحوم محمد اکبر صاحب بہاولپور والے اس تاریخ کے سنہرے باب کے حوت اول اور آخر سمجھے جاتے ہیں گئے۔ اس فیصلے کی دوبارہ اشاعت نہایت مستحسن اقدام ہے۔ تاؤن دان اور نئی نسل اس سے روشنی حاصل کریں گے۔ خدا مرحوم کو تاجدارِ مدینہ کے قدموں میں مجھے سمیت جگہ نصیب فرمائے
 رآمین

خادم عبدالحکیم عفی اللہ عنہ رمبر قومی اسمبلی پاکستان
 مدرسہ فرقانیہ مدینہ راولپنڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلا شک و شبہ خاتم النبیین ہیں اور تمام امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی برداری اور کسی بھی قسم کا نبی نہیں آ سکتا اور تا قیامت ذرا ذرہ نبوت آپ پر بند کر دیا گیا ہے۔ اس نازک دور میں جب طرح طرح کے فتنے اسلام کے خلاف سر اٹھا رہے ہیں فتنہ مرزائیت کیلئے اور اس کے سد باب کے لئے اپنا وقت پیسہ اور سمیت کا صرف کرنا باعثِ اجر ہے۔
 حقیر مفتی محمد مختار احمد خطیب یالکوٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ العالی امین مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف - لاہور

حضور سرور عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التبیۃ والثناء کا خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونا قطعی اجتماعی اذعان مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے جس قدر انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے وہ اللہ کے رسول اور نبی تو ہیں مگر خاتم النبیین یعنی آخری رسول نہیں ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اللہ بھی ہیں اور خاتم النبیین بھی۔

سورہ احزاب کی آیت میں آپ کے ان دونوں وصفوں کا ذکر ہے۔ لہذا دائرۃ اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہ بنیادی شرط ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول اللہ اور خاتم النبیین (یعنی آخری رسول) مانا جائے اور جو شخص حضور علیہ السلام کو آخری رسول نہ تسلیم کرے یا آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کو مسلمان جانے وہ قطعاً حتماً اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے۔

یوں تو جب انگریزی دور میں اس فتنہ کا ظہور ہوا تو علمائے اسلام نے ابتداء ہی سے اس شجر خبیثہ کی بیج کٹی، اور اس فتنہ عظیمہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے پر خلوص کوشش شروع کر دی تھی۔ تحریر و تقریر اور مناظر کی صورت میں دلائل و براہین سے مزین کر کے اس مسئلہ کی وضاحت کی بیسیوں کتابیں لکھیں اور مناظرے کئے۔ مثلاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائیتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں صاحب بریلویؒ، شیخ الحدیث قطب وقت حضرت پیر سید مر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف، امام اہلسنت شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث اور بانی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ، شیخ الحدیث حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب علیہم الرحمہ اور دیگر علماء اہلسنت نے مرزائیت کی تردید میں متعدد کتابیں تالیف کیں اور ان کے سرخونوں سے مناظرے کئے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے تمام مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم ہوئی جس کے سربراہ حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان مرحوم و مغفور مقرر ہوئے۔ لاہور میں اس تحریک کو دبانے کے لیے مارشل لا لگا اور علماء حق نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پچاسی تک کی سمتائیں دی گئیں۔ راقم الحروف نے بھی ۱۹۵۳ء کی

تحریک میں حصہ لیا۔ قلعہ لاہور اور سنٹرل جیل لاہور میں رکھا گیا اور پورے ملک کے علماء و مشائخ و عوام اہلسنت نے اس فتنہ کے استیصال کے لیے قربانیاں دیں۔ پھر سپریم کورٹ نے اس کے دور میں ۱۹۷۲ء میں انگریزوں تمام مکتب فکر کے علماء پر مشتمل مجلس عمل قائم ہوئی۔ اس مجلس عمل کا جنرل سیکرٹری راقم الحروف تھا بہر حال پورے ملک کے عوام و خواص نے اس تحریک میں حصہ لیا اور بھٹو حکومت کو مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا۔ اور مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں احمدی اور لاہوری کو قانونی طور پر بھی غیر مسلم قرار دیا گیا۔ انگریزی دور میں ستن و باطل کے اس عظیم معرکہ میں مقدمہ بہاول پور بھی ہے جو ایک ایسی دستاویز ہے جو انگریزوں کے دور میں انگریزی کی مقرر کردہ عدالت میں دائر ہوا اور جناب محترم مجاہد اسلام محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج نے احمدیوں کو کافر و مرتد قرار دے کر مسلم عورت کا نکاح مرزائی سے، کو باطل محض قرار دیا۔ اب حال ہی میں نہایت ہی محنت اور سلیقہ کے ساتھ مقدمہ بہاول پور کی مکمل روداد کو شائع کرنے کی سعادت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے حصہ میں آئی ہے۔ مقدمہ بہاول پور اس اعتبار سے بڑی اہمیت و افادیت رکھتا ہے کہ اس میں جو دلائل اور براہین پیش کئے گئے اور مرزائی لٹریچر سے جو حوالے دیئے گئے ہیں ایک فاضل و جج نے ان کو صحیح و درست قرار دے کر مرزائیوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ اسلامک فاؤنڈیشن قابلِ صبر مبارک باد ہے کہ وہ اس اہم تاریخی دستاویز کو شائع کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دستاویز روشنی کا مینار ثابت ہوگی اور مخلوقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کا سبب۔

۱۲ ستمبر ۱۹۸۸ء مطابق

۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف - لاہور

معرکہ بہاولپور

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمہ اللہ

جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو جہاں اپنے اقتدار سے محروم ہونا پڑا وہاں ان پر معاشی اور اقتصادی بد حالی کے طوفان ٹوٹ پڑے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو من حیث القوم مفلوج بنادینے کا پروگرام بنایا جس پر اس کی ساری سیاسی قوت کا فرما رہی۔ ان معاشی اور اقتصادی ادبار کچھتاہ ساتھ عیسائی مبلغین نے برصغیر پہنچ کر مسلمانوں کی نظریاتی اور اعتقادی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ ان عیسائی مشنریوں کی یہ خواہش تھی کہ یہاں کے مسلمانوں کی دین اسلام سے وابستگی کو مشکوک بنادیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے انگریزی اقتدار کے بل بوتے پر ایک طرف اسلام اور عیسائیت میں الجھاؤ پیدا کر دیا۔ دوسری طرف بے پناہ دینی فتنوں کو ہوا دے کر مسلمانوں کے اعتقاد و نظریات کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسلام کے نام پر جو بھی نیا نظریہ کر اٹھتا اس کی پیٹھ ٹھونکی جاتی۔ چنانچہ برصغیر کی آج سے صد سال قبل نظریاتی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو برصغیر میں کئی ایسے دینی فتنے اُبھرتے دکھائی دیتے ہیں جن کی پشت پر صرف اور صرف انگریزی اقتدار تھا۔

انہی دنوں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اُبھرا جس نے دوسرے دینی فتنوں سے بڑھ چڑھ کر اسلام کا نام لے کر ایک زبردست فتنے کی بنیاد رکھی جو آگے جا کر مرزائیت یا قادیانیت کے بدنام ناموں سے مشہور ہوا۔ مرزا قادیانی پیدائشی طور پر صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ اس نے ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا پھر مشائخ ہندوستان کے نام ”انجام آتھم“ میں بھی اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا۔ اس عقیدے کے باوجود وہ اپنے آپ کو ”محمد اسلام اور مہدی وقت“ قرار دیتا تھا۔ اگرچہ اس کی دعوت اہل علم کو کھٹکتے رہے مگر مسلمانوں میں سے اکثر نیم خواندہ جذباتی لوگ مجد دیا مہدی ہونے کو گوارا جان کر اس کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے رہے۔ انہی دنوں مرزا موصوف نے اپنے آپ کو مثیل مسیح اور مسیح موعود کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ اس نے اپنی تصنیفات ”ازالہ اوہام، حیات مسیح اور توضیح المرام میں اس نظریہ کی وضاحت کی۔ اس کے یہ دعوے علمائے اسلام کو حیرت زدہ کرنے کو کافی تھے۔ انہوں نے اس کی منظرانہ خدمات کے باوجود ان نظریات

کاسختی سے نوٹس لیا۔

مرزا قادیان نے اپنی کتاب ”انجام آختم“ مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں لکھا: ”میں خدا کا پیغمبر، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کا فرستادہ ہوں مجھ پر ایمان لاؤ۔ ۱۹۷۱ء میں اس نے نبوت کا دعوے کر دیا۔ یہ اعلان تمام اہل ایمان اور اہل اسلام کے لیے ایک زبردست چیلنج تھا۔ وہ چیخ کر رہ گئے۔ انگریز حکومت ”آزادی مذہب“ کے نام پر مرزا قادیانی کی حفاظت پر موجود تھی۔

علماء کرام نے اس جھوٹی نبوت کے خلاف ثابت قدمی سے کام کیا۔ لدھیانہ کے مولانا سید محمد، قصور کے مولانا دستگیر ہاشمی، قصوری، گولڑے سے حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی، امرتسر سے مولوی شہار الدین امرتسری، بریلی سے امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ میرٹھ سے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، اور سے حضرت مولانا دیدار علی شاہ صاحب حلیم الرحمن جیسے ہزاروں جید علماء کرام نے مرزا کی نبوت اور اس کے باطل نظریات کو لٹکا مارا۔ اس دور کے دینی لٹریچر کو سنسنے رکھا جائے تو علمائے کرام نے جس پامردی سے مرزا کی نبوت کا ذبح کے خلاف جوہاد کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی کی پیشگوئیاں، امام، فیصلے، آسمانی بردہائیں سب ایک ایک کر کے جھوٹی اور بے اثر ثابت ہوئیں۔ حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی نے اپنی تصنیف سیفِ چشتیائی میں مرزا قادیانی کے تمام الہامات کا تجزیہ کر کے ایک ایک امام کو جھوٹا ثابت کیا اگرچہ ان دنوں مرزا کی نبوت کے جھوٹے دعوے ہندوستان کے وسطی اور مشرقی علاقوں میں اتنے مشہور نہیں ہوئے۔ پھر بھی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی کے علاوہ علمائے دیوبند نے اس جھوٹی نبوت کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۲۰ جولائی ۱۹۷۱ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دعوت پر اس وقت کے بیس مشہور قادیانی عالموں نے اپنی اپنی شہادت نصب کی تھی۔ پھر اس دعوتِ مناظرہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت کے چھپائی علماء اسلام کے نام لکھے تاکہ وہ بھی مجلسِ مناظرہ میں موجود رہیں۔ حضرت پیر مرہ علی شاہ صاحب گولڑوی نے فوراً اس دعوتِ مناظرہ کو قبول کر لیا اور ۲۵ جولائی ۱۹۷۱ء کو تحریراً اطلاع دی کہ وہ تاریخ مقرر کر کے لاہور آئیں ہم مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ پنجاب بھر کے مسلمانوں کے لیے یہ مناظرہ ایک تاریخی موقع

لے اس مناظرہ کی مکمل روداد مع اسمائے شرکار علمائے مجلسِ مناظرہ کتاب ”مہرِ منیر“ مرتبہ مولانا فیض احمد فیض گولڑہ شریف ص: ۲۱۰ سے ۲۸۸ تک دیکھی جاسکتی ہے۔

تھا۔ بے پناہ سامعین لاہور پہنچے۔ اُن میں سستی، شیعہ، دیوبندی، اہلحدیث اور دوسرے فرقوں کے لوگ شامل تھے۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، سہارن پور، دیوبند، لدھیانہ اور پشاور سے حقوق و رجوع لوگ لاہور پہنچے۔ اور شاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع منعقد ہوا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی لاہور نہ پہنچ سکا۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ اپنے کا زبانہ دعویٰ کی بنا پر اس عظیم معرکہ صداقت میں شکست زدہ ہو کر اپنے مستقبل کو تا ابد تاریک کر بیٹھے گا۔ بنا براین اس نے فساد کا بہانہ بنا کر میدان کو صرف اور صرف مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ تاہم شاہی مسجد کے اس عظیم اجتماع میں سربراہ آوردہ علماء کرام نے اپنی تقاریر میں مرزائیت عقائد کی تردید میں اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار کیا۔

مرزائیت ہمیشہ اپنی جھوٹی نبوت کی کا زبانہ آن برقرار رکھنے کے لیے مناظرہ، مباہلہ، مسالہ اور مکالمہ کا اعلان تو کر دیتی تھی مگر میدان میں آ کر علماء اسلام کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

علماء دین کے فیصلوں کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے دلوں میں بھی عقیدہ ختم النبوت کی اہمیت نقش کا الجھ بن چکی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مرزائیت کے ارتداد کا طلسم توڑنے کے لیے ایک پاک باز اور نیک سیرت بنی بی کو ریاست بہاول پور کے ایک دُور دراز گاؤں سے کھڑا کیا تاکہ وہ مرزائیت کے ارتداد کی حقیقت کو عدالتی فیصلوں سے واضح کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہ عورت مسماۃ عائشہ بیگم بنت مولوی الہی بخش تھی جس کا خاوند مرزائی ہو گیا تھا۔ عائشہ بیگم نے خاوند کے ارتداد پر فسخ نکاح کے لیے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ مقامی عدالت نے اس بے سرو سامان عورت کے دعویٰ کو چند سماعتوں کے بعد خارج کر دیا مگر جب اس دعویٰ کی اپیل بہاولپور کی عدالت عظمیٰ میں دائر کی گئی تو یہ مقدمہ مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان ایک معرکہ بن گیا۔

ان دنوں بہاولپور کے جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ حضرت مولانا علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ علیہ تھے۔ آپ عالم دین بھی تھے اور منطق کے امام بھی مانے جلتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گورکھ پوری رحمہ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ آپ کو عدالت عظمیٰ نے دینی اور قانونی راہنمائی کے لیے طلب کیا۔ آپ نے فاضل حج کے سامنے مدعا علیہ کے مرتد ہونے اور مومنہ کے نکاح کے فسخ ہونے پر دس گھنٹے تک دلائل دیئے۔ دلائل سے متاثر ہو کر فاضل عدالت نے مقدمہ دوبارہ سماعت کے لیے واپس بھیجا۔ دس گھنٹے جج نے مقدمہ کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے شیخ الجامعہ کو اجازت دی کہ اپنی طرف سے دوسرے علماء اسلام کو عدالت میں پیش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الجامعہ کی دعوت اور گوششوں نے برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام عدالت میں شہادت اور ابحاث و جرح کے لیے

پہنچنا شروع ہوئے۔ ان علماء کرام میں دارالعلوم دیوبند سے علامہ سید انور شاہ کاشمیری، مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ احسن درہنگوی اور رئیس المناظرین مولانا ابوالوفا، مولانا نجم الدین لاہوری اور خود شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد علیم الرحمہ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مرزائیوں کی طرف سے بھی ان کے نامور مناظر جلال الدین شمس، ۱۔ غلام احمد مناظر مرزائیت کے علاوہ بڑے بڑے دکناری پیش ہوئے۔ یہ مقدمہ ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک زیر سماعت رہا۔ فاضل عدالت نے فریقین کے نامور علماء کے دلائل سننے کے بعد ایک مفصل فیصلہ قلمبند کیا جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس فیصلہ میں ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج جناب محمد اکبر نور اللہ مرقدہ نے برصغیر میں پہلی بار عدالتی مسلم مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر مدعیہ کے فریضہ نکاح کا اعلان کر دیا۔

اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کا جذبہ ایمانی اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قلبی وابستگی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو اس طویل مقدمہ کی روداد حاصل کر کے کتبانی صورت میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس تاریخی اور نہایت اہم قانونی دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ کر کے ملت اسلامیہ پر بڑا احسان کیا ہے اگرچہ آج مرزائیت قانونی طور پر پاکستان میں دم توڑ چکی ہے مگر ان کے عقائد باطلہ پر تحقیق سے واقفیت حاصل کرنے والوں کے لیے یہ مفصل اور مدلل کتاب مشعل راہ بنے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کو اپنی نعمتوں سے نوازے اور ان کے قلوب کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے نور سے منور فرمائے اور ترقی درجہ فی الدارین سے مالا مال رکھے۔ انہوں نے مرزائیت کے رد میں ایک اہم دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ فرما کر اہل تحقیق کے لیے روشن راہیں کھول دی ہیں۔

ہمیں امید واثق ہے کہ قارئینِ کرامی اس ضخیم کتاب کو اس موضوع پر چھپنے والی جملہ کتب میں سے اہم اور مفید پائیں گے۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے

۱۶ ستمبر ۱۹۸۰ء

ترتیب

صفحہ	عنوان
۱	فیصلہ مصدرہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء
۱۰۵	عرضی دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ
۱۰۹	جواب دعویٰ مستمی عبد الرزاق مرزائی
۱۱۳	مختصر بیانات فریقین و تنقیہات وضع کردہ عدالت
۱۱۵	بیان عبد الرزاق مدعا علیہ
۱۱۷	درمیان حکم عدالت
۱۲۱	درخواست عبد الرزاق مرزائی
۱۲۵	حکم چیف کورٹ بابت مفتقی مقدمہ
۱۲۷	درخواست عبد الرزاق مرزائی
۱۳۱	بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۵	جوابی بیان عبد الرزاق مرزائی
۱۴۷	حکم ڈسٹرکٹ جج صاحب جس کے مطابق مقدمہ خارج کیا گیا۔
۱۵۱	فیصلہ عدالت چیف کورٹ بعنوان مسماۃ چند وڈی بنام کریم بخش
۱۵۷	فیصلہ عدالت ابتدائی بعنوان مسماۃ چند وڈی بنام کریم بخش
۱۶۳	اقتباسات کتب مرزائی حضرات
۲۷۹	درخواست جلال الدین شمس بابت فوتیدگی عبد الرزاق مدعا علیہ
۲۸۱	درخواست غلام عائشہ مدعیہ
۲۸۷	حکم جوڈیشل کونسل بہاول پور
۲۹۳	بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۰۵	بیان حضرت علامہ محمد حسین صاحب کوٹاٹور رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ	عنوان
۳۱۷	بیان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۹	جرح بر بیان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۳۹	بیان حضرت مرتضیٰ احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۸۱	جرح بر بیان حضرت مرتضیٰ احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۹۹	بیان امام العصر حضرت سید انور شاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ
۴۲۷	جرح بر بیان امام العصر حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۵۱	بیان و جرح حضرت نجم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۴۷۵	بیان جلال الدین شمس مرزائی
۵۸۵	جرح بر بیان جلال الدین شمس مرزائی
۶۳۷	بیان غلام احمد قادیانی
۷۰۱	جرح بر بیان غلام احمد قادیانی

فیصلہ

مقدمہ مرزائیہ بہاول پور مصدرہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء
جسے میں

جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
صن

مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

مسماة غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش ذات ملانہ عمر $\frac{15}{19}$ سال سکنا احمد پور شرقیہ
بمختاری الہی بخش ولد محمود ذات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ معلم مدرسہ عربیہ۔

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجوہ عمر ۳۲ سال ساکن موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ
حال مقیم میس مشرکچ ریڈ سب ڈویژن انہار میس ضلع ملتان۔

دعوی دلاپانے ڈگری استقرایہ مشرکچ نکاح
فریقین بوجہ ارتداد شوہر ہم مدعا علیہ

تجزیہ اخیر یا جلاس عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بہادر بی تلسے ایل ایل - بی

ڈسٹرکٹ جج بہادر سنگھ

بمقدمہ سماعت غلام عائشہ مدعیہ - بنام - عبدالرزاق مدعا علیہ

دعویٰ تنفیخ نکاح

یہ ایک خاص نوعیت اور اہمیت کا مقدمہ ہے۔ جو سال ۱۹۲۶ء میں دائر ہو کر ایک دفعہ انتہائی مراحل اپیل طے کر چکا ہے۔ اور سال ۱۹۳۲ء سے پھر ایک نئی شان اور نئے اسلوب سے ابتدائی حیثیت میں عدالت انڈیا میں زیر سماعت چلا آیا ہے۔ واقعات مختصراً یہ ہیں کہ مولوی الہی بخش والدہ مدعیہ اور مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ باہمی رشتہ داریں۔ اور ابتداءً یہ دونوں علاقہ ڈیرہ غازی خاں میں رہتے تھے۔ عبدالرزاق کی ہمشیرہ مولوی الہی بخش سے بیاہی ہوئی تھی۔ اور مولوی الہی بخش نے اپنی لڑکی مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کا نکاح اس کے ایام نابالغی میں عبدالرزاق مدعا علیہ سے کر دیا تھا۔

یہ لڑکی اس کی ایک سابقہ بیوی کے بطن سے تھی۔ اور اس کا نکاح وہیں فریقین کے ابتدائی مسکن پر ہوا تھا۔ اس کے بعد مولوی الہی بخش وہاں سے ترک سکونت کر کے علاقہ ریاست ہند میں چلا آیا اور سال ۱۹۱۷ء میں اس نے موضع منڈھیل احمدپور شرقیہ میں ایک زمیندار کے ہاں عربی تعلیم دینے پر ملازمت اختیار کر لی۔ مدعیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایک سال کے بعد مدعا علیہ بھی بعد اپنی والدہ اور دو ہمشیرگان کے وہاں سے ترک سکونت کر کے مولوی الہی بخش کے پاس موضع منڈھیل آ گیا۔ اور اپنے کنبہ کو وہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کے لیے مختلف مقامات پر پھرتا رہا۔ دوران قیام موضع منڈھیل میں اس نے اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کر کے مرزائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور وہاں اپنے قادیانی۔ مرزائی ہونے کا اعلان بھی کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے مولوی الہی بخش سے مدعیہ کے رخصتانہ کے متعلق استدعا کی۔ تو اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک وہ مرزائی مذہب ترک نہ کرے گا مدعیہ کا بازو اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ مدعا علیہ کچھ عرصہ مدعیہ کے رخصتانہ کے درپے رہا لیکن اسے یہی جواب دیا جاتا رہا کہ اس کے مرزائی مذہب پر قائم رہنے کی صورت میں مدعیہ اس کے حوالے نہیں کی جا سکتی۔ جب اسے کامیابی کی امید نظر نہ آئی۔ تو وہ پھر ریاست ہند سے ترک سکونت کر کے علاقہ برٹش انڈیا میں چلا گیا اور حد درجہ ریاست ہند کے قریب علاقہ تحصیل بودھراں میں سکونت اختیار کر لی۔

ان سوالات پر کہ مدعا علیہ نے حد درجہ ریاست سے سکونت کب ترک کی۔ اور اس نے مرزائی یا احمدی مذہب کسلی اور کب اختیار کیا؟ آگے بحث کی جائے گی۔ یہاں اب صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ مدعیہ کے اس رخصتانہ کے سوال پر والد

مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی اور والد مدعیہ نے مدعیہ کی طرف سے بحیثیت اس کے مختار کے ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء کو مدعا علیہ کے خلاف یہ دعویٰ دیس بیان دائر کیا کہ مدعیہ اب تک نابالغ رہی ہے۔ اب عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔ مدعا علیہ ناکج مدعیہ نے مذہب اہلسنت والجماعت ترک کر کے قادیانی۔ مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے اور اس وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اس کے مرتد ہوجانے کے باعث مدعیہ اب اس کی منکوحہ نہیں رہی کیونکہ وہ شرعاً کافر ہو گیا ہے۔ اور بموجب احکام شرع شریف بوجہ ارتداد مدعا علیہ مدعیہ مستحق انفریق زوجیت ہے۔ اس لیے ڈگری تلمیخ نکاح بحق مدعیہ صادر کی جاوے اور یہ قرار دیا جاوے کہ مدعیہ بوجہ مرزائی ہو جانے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح محض مدعیہ بوجہ ارتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔ مدعا علیہ نے اس کے جواب میں یہ کہا۔ ہے کہ اس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ وہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ نہ وہ مرزائی ہے۔ نہ قادیانی نکاح برصورت میں جائز اور قابل تکمیل ہے۔ عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں وہ مرتد نہیں ہوجاتا عدالت عالیہ چیف جج کوٹ ہواپور نے اس اور دیگر قادیانیوں کو اس سے یہ امر نفید پاچا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان اصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں۔ مرتد یا کافر نہیں ہیں۔ دعویٰ ناجائز اور قابل اخراج ہے۔ اور کہ بناء دعویٰ بتمام مندر ریاست ہواپور قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ نہ فریقین کی وہاں سکونت رہی ہے۔ اور نہ مدعا علیہ نے وہاں سر میل کی کوئی تحریک کی علاوہ اگر کسی مقام پر سر میل کی تحریک کئے جانے سے وہ تمام قانوناً بنائے دعویٰ کے تصور نہیں کیا جاسکتا۔ دعویٰ وہاں سماعت ہونا چاہیے جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو یا بناء دعویٰ پیدا ہوئی ہو۔ مقدمہ حال میں مدعا علیہ کی مستقل سکونت چونکہ علاقہ ملتان میں ہے اور نکاح ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوا تھا۔ اس لیے دعویٰ محدود ریاست ہذا میں سماعت نہیں ہو سکتا۔ یہ دعویٰ ابتداء مضغی احمد پور شرقیہ میں دائر ہوا تھا۔ مضاف صاحب احمد پور شرقیہ نے فریقین کے مختصر سے بیانات قلمبند کرنے کے بعد ۲۴ نومبر ۱۹۲۶ء کو حسب ذیل امور تفریق طلب قرار دیئے۔ ۱۱۳

۱۔ کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس لیے ارتداد لازم آتا ہے۔

۲۔ اگر تفریق بالا بحق مدعیہ ثابت ہو۔ تو کیا نکاح فیما بین فریقین قابل انفساخ ہے ؟ ان تفریقات کے ثبوت میں مدعیہ نے مدعا علیہ کو عدالت مذکور میں بحیثیت گواہ خود پیش کیا تو مدعا علیہ نے ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو یہ بیان کیا کہ یہ درست ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی انہیں نبی بھی مانتا ہے۔ اس معنی میں کہ مرزا صاحب نبی کریم صلم (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابعدار ہیں۔ اور آپ کی شریعت کے پیرو ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی وجہ سے آپ نبوت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اور اس وقت تک اس کا یہی اعتقاد ہے۔ گویا وہ سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہے۔ وہ مرزا صاحب کو ان معنوں میں نبی مانتا ہے۔ جن معنوں میں کہ قرآن کریم نبوت کو پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں کہ ان پر وحی اور الہام دار چمکتے ہیں۔ چونکہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس لیے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ ان پر وحی و دیگر انبیاء علیہم السلام

کے نزول ملائکہ وجبرئیل علیہ السلام ہوتا تھا۔

اس بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے ۲۰ جنوری ۱۹۲۷ء کو یہ امر مزید تہیج طلب قرار دیا کہ کیا اس اعتقاد کی صورت میں جو مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بمثل دیگر انبیاء علیہم السلام مرزا صاحب پر وحی اور انعام وارد ہوتے تھے۔ کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے؟ اور اس کا بار ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء کو ایک درخواست پیش کی کہ سابقہ تاریخ پر اس نے بیان دیا تھا۔ اس میں اس نے اپنے اعتقاد مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا لیکن عدالت نے اس سے جو خلاصہ اخذ کیا ہے۔ وہ اس کے اصلی اعتقاد مذہبی کے مغاثر ہے۔ چونکہ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے۔ اس لیے اپنے اعتقاد مذہبی کو کون مدعا علیہ ذیل میں بیان کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

میں خداوند تعالیٰ کو واحد لا شریک ماننا ہوں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہوں قرآن کو کامل الہامی کتاب ماننا ہوں۔ مکہ طیبہ میر پر ایمان ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے توسط سے اور آپ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو نبی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور اشاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام بہرکت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوتے تھے۔

اس درخواست میں یہ استدعا کی گئی کہ جو امر تہیج سابقہ تاریخ پر وضع کیا گیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ تیغ بالفاظ ذیل وضع ہونا چاہیے کہ آیا مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو جو کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مرتد ہے اور مسلمان نہیں ہے؟ اور اس کا ثبوت بذمہ مدعیہ عائد کیا جاوے۔ مگر عدالت نے اس درخواست پر کوئی التفات نہ کی اور اسے شامل مسل کر دیا۔ اس کے بعد محکم ۷ مئی ۱۹۲۷ء عدالت عالیہ چیف کورٹ یہ مقدمہ عدالت ہذا میں منتقل ہوا۔ اور عدالت ہذا میں ۱۲ ستمبر ۱۹۲۷ء کو مدعا علیہ نے اپنے عقائد کی پھر ایک فہرست پیش کی۔ جن کا ذکر مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

یہ مقدمہ عدالت ہذا سے محکم ۲۱ نومبر ۱۹۲۷ء اس بناء پر خارج کیا گیا کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے اسی قسم کے ایک مقدمہ بعنوان مسماۃ جندوڑی بنام کریم بخش میں باتباع فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ مدراس۔ پٹنہ و پنجاب کے یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں نہ کہ اسلام سے باہر۔ اور یہ کہ مرزائی مذہب اختیار کرنے سے کسی سنی عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ جو اس مذہب کو قبول کر لے منع نہیں ہو جاتا اور کہ مدعیہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کے خلاف کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔

عدالت ہذا کا یہ حکم بطریق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ سے بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی پر عدالت مطاعہ اجلاس خاص سے یہ قرار دیا گیا کہ عدالت ہذا سے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کے بغیر دعویٰ خارج کر دیا گیا ہے۔ اور فاضل جہان چیت کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں

حاوی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ مندرجہ ۷۱۔ انڈین کیس نمبر ۶۶ میں سوال زیر بحث ہنسپٹی تھا کہ آیا احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہ لیکن ہم نے اس فیصلہ کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل جج چیف کورٹ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ بالا مکمل چھان بین سے طے پایا تھا۔ کیونکہ فاضل جج مدراس ہائی کورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اور ان سے اس حد یا اس درجہ تک اختلاف

کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا کہ اسلامی عقائد کی پیروی یا کہ عقائد کے نہ ماننے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ اس فیصلہ میں پھر فاضل جج ان یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہ علمائے اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہماری رائے میں فاضل جج ہائی کورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے۔ اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قرار داد کے ساتھ یہ مقدمہ اس ہدایت کے ساتھ واپس ہوا کہ گو مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ۔ جامعہ عباسیہ بہادر پور کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ الزام ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آیا اور اس پر وہی نازل ہوئی ہے۔ تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے اور ختم نبوت اسلام کے ضروریات میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن ہم اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لیے شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جب تک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء دین بھی اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں اس لیے مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ اور مدعا علیہ کو بھی موقع دینا چاہیے الجامعہ صاحب کے بمقابل اپنے دلائل پیش کر

واپسی پر اس مقدمہ میں فریقین کے ہم مذہب اور ہم خیال اشخاص کی فرقہ بندی شروع ہو گئی اور تقریباً تمام ہندوستان میں اس کے متعلق ایک ہرجان پیدا ہو گیا۔ اور طرفین سے ان کی جماعت کے بڑے بڑے علماء بطور مختار فریقین و بطور گواہان پیش ہونے لگے۔ ان کے اس طرح میدان میں آنے سے قدرۃً یہ سوال عوام کے لیے جاذب توجہ بن گیا۔ اور پبلک کو اس میں ایک خاص دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اور ہر تاریخ سماعت پر لوگ جوق در جوق کمرہ عدالت میں آنے لگے۔ چنانچہ عوام کی اس دلچسپی اور مذہبی جوش کو مد نظر رکھتے ہوئے حقیقتاً امن قائم رکھنے کی خاطر پولیس کی امداد کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اور عدالت ہذا کی تحریک پر صاحب بہادر کشر پولیس کی طرف سے ہر تاریخ پیشی پر پولیس کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا رہا۔ امرابہ الزامات و حرمت سے تعلق رکھنے کے علاوہ منہا چونکہ مدعا علیہ کے ہم خیال جماعت کی تکثیر پر بھی مشتمل ہے۔ اس لیے طرفین کو اس مقدمہ میں کھلے دل سے اپنے دلائل و سندات اور بحث ہائے تحریری و تقریری پیش کرنے کا کافی موقع دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ مدعا علیہ کی طرف سے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض دفعہ مسلسل ایک ایک مینہ بھی صرف ہوا ہے۔ اور اس کی طرف سے جو بحث تحریری پیش ہوئی ہے۔ وہ کئی سو ورق پر مشتمل ہے۔ اور فیصلہ میں تعویق زیادہ تر مسل کے اس قدر ضخیم بن جانے کی وجہ سے بھی ہوئی ہے۔ دوران سماعت

مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ نے مدعیہ اور اس کے والد مولوی الہی بخش کے خلاف ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء کو عدالت سب نج صاحب درجہ دوم نٹان میں دعوے کا عادیہ حقوق بین و کشونی دائر کر کے عدالت موصوف سے ان ہر دو کے خلاف ۱۶ جون ۱۹۳۳ء کو ڈگری یکطرفہ حاصل کر لی اور اس مقدمہ میں جبکہ شہادت فریقین ختم ہو کر مدعیہ کی طرف سے بحث بھی سماعت ہو چکی تھی۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ غدر برپا کیا گیا کہ عدالت ہذا کو اختیار سماعت مقدمہ ہذا حاصل نہیں کیونکہ بناء دعوے حدود ریاست ہذا میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی مدعا علیہ کی رہائش عارضی یا مستقل ریاست ہذا کے اندر ہوئی دوسرا عدالت سرکار برطانیہ سے مدعا علیہ کے حق میں ڈگری استقراری حق زوجیت برخلاف مدعیہ والہی بخش دلالت کے صادر ہو چکی ہے۔ اس لیے بروئے دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی عدالت ہذا کو اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے اور کہ بموجب دفعات ۱۳-۱۴ ضابطہ دیوانی ڈگری مذکور قطعی ہو چکی ہے۔ اور اس کے صادر ہونے کے بعد مقدمہ زیر سماعت عدالت ہذا نہیں چل سکتا۔

مدعا علیہ کے ان عذرات کو جو پر اس کے کہ وہ عدالت ہذا کے اختیار سماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اہم سمجھا جا کر اس مقدمہ میں ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو حسب ذیل مزید تنقیحات ایذا دی گئیں۔

- ۱۔ کیا مدعا علیہ کی سکونت بوقت دائری دعوے ہذا حدود ضلع ہذا میں تھی۔ یا یہ کہ بناء دعوے حدود ضلع ہذا میں پیدا ہوئی اس لیے دعوے قابل سماعت عدالت ہذا ہے۔
- ۲۔ اگر تنقیح بالا بخلاف مدعیہ طے ہو تو کیا عدالت ہذا کے اختیار سماعت کا سوال اس مرحلہ پر جبکہ مقدمہ پہلے عدالتائے اعلیٰ تک پہنچ چکا ہے اور مدعا علیہ برابر پیر دی کرتا رہا ہے نہیں اٹھایا جاسکتا۔
- ۳۔ کیا ڈگری ملک غیر کی بنا پر جو بحق مدعا علیہ برخلاف مدعیہ صادر ہوئی ہے۔ سماعت مقدمہ ہذا میں دفعات ۱۳-۱۴ ضابطہ دیوانی عارض نہیں ہیں۔ ان تنقیحات کے وضع کرنے سے قبل مدعا علیہ کی طرف سے محکمہ معطل وزارت وزارت عدلیہ میں پیش گاہ حضور سرکار عالی دام اقبالہ و ملک میں پیش کئے جانے کے لیے ایک درخواست مشتمل پر عذرات مذکورہ بالا موصول ہوئی جو برآمد غور عدالت ہذا میں سمجھا دی گئی۔ اس درخواست کے مطالعہ سے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ مدعا علیہ کی طرف سے بحث پیش ہونے سے قبل ان قانونی عذرات مذکورہ بالا کو طے کر لیا جاسے اس لیے ۳ نومبر ۱۹۳۳ء کو فریقین کے نام نوٹس بایں اطلاع جاری کئے جانے کا حکم دیا گیا کہ وہ تاریخ مقررہ پر اپنے علماء کو ہمراہ نہ لادیں بلکہ خود حاضر ہوں تاکہ ان قانونی سوالات پر غور کی جا کر انہیں طے کر لیا جاسے۔ مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا کے اس حکم کی ناراضی سے محکمہ معطل اجلاس خاص میں درخواست نگرانی کی گئی ہے اور محکمہ معطل نے حکم ۴ نومبر ۱۹۳۳ء یہ قرار دیا کہ فریق مدعیہ پر تعین نوٹس درست نہیں ہوئی۔ لہذا یہ ہدایت کی گئی کہ سلسلہ بحث اور جدید امور کی دریافت کو ساتھ ساتھ جاری رکھا جاسے۔ اور اگر کسی فریق کے حق میں التواء مقدمہ ضروری خیال کیا جاسے۔ تو دوسرے فریق کو اس فریق سے مناسب ہرجانہ دلایا جاسے۔ بات باع

اس حکم کے فریقین کو جدید تنقیحات کے متعلق اپنا اپنا ثبوت پیش کرنے کی ہدایت کی گئی اور مختاران مدعا علیہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے سلسلہ بحث کو بھی جاری رکھیں اس کے بعد جب جدید تنقیحات مذکورہ بالا کے متعلق طرفین کی شہادت ہو چکی۔ تو مدعا علیہ نے پھر ۲ جنوری ۱۹۳۴ء کو ایک درخواست کے ذریعہ یہ عذر برپا کیا کہ امرو ذیل کو بھی زیر تفتیح لایا جاوے۔

کہ کیا مدعا علیہ کی وطنیت ریاست بہاولپور میں واقع ہے؟

اگر تفتیح بالامدعیہ کے خلاف ثابت ہو تو پھر بھی عدالت ہذا کو اختیار سماعت حاصل ہے۔ اس درخواست کو اس بنا پر مسترد کیا گیا کہ مدعا علیہ کی طرف سے اس قسم کا پہلے کوئی مذر نہیں اٹھایا گیا۔ حالانکہ وہ پہلے قانونی مشورہ حاصل کر کے پیروی کرتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک اس جدید عذر کا قانونی پہلو ہے۔ اس کے متعلق وہ اپنی بحث کے وقت قانون پیش کر سکتا ہے واقعات کے لحاظ سے فریقین کی طرف سے مثل پر جو مواد لایا جا چکا ہے۔ وہ اس سوال پر بھی بحث کرنے کے لئے کافی ہے۔ لہذا کسی مزید تفتیح کے وضع کرنے کی ضرورت خیال نہیں کی جاتی۔

اس سے قبل دوران شہادت میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک حجت یہ بھی پیدا کی گئی تھی کہ مدعیہ بوقت ارجاع نالش نابالغ تھی۔ اس لیے اب اس سے خود دریافت ہونا چاہیے کہ وہ مقدمہ چلانا چاہتی ہے یا نہ۔ لہذا اس سوال کے متعلق بھی یکم مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک تفتیح میں الفاظ وضع کیا گیا تھا کہ کیا مدعیہ بوقت ارجاع نالش نابالغ تھی۔ اور اس کا بار ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا گیا۔ کیونکہ مدعیہ کی طرف سے اسے بالغ ظاہر کیا جا کر بختاری والدش دعوے دائر کیا گیا تھا لیکن بعد میں اس تفتیح کو بحکم ۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء خارج کیا گیا۔ کیونکہ قانوناً مدعا علیہ کا یہ عذر ناقابل پذیرائی تھا۔ ملاحظہ ہو ۷۴ انڈین کیسز صفحہ ۳۰۹ اب ذیل میں دیگر قانونی سوالات پر بحث کی جاتی۔

مدعا علیہ کا اہم عذر یہ ہے کہ اس نے کبھی حدود ریاست ہذا میں سکونت اختیار نہیں کی۔ اور نہ ہی اس نے یہاں احمدی مذہب قبول کیا ہے بلکہ وہ ۵-۶ سال تک شیخو ۵ میں رہا ہے۔ وہاں سے اس نے سال ۱۹۲۲ء میں ایک خط کے ذریعہ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کے ساتھ بیعت کی تھی اور بیعت کرنے کے ۵-۶ ماہ بعد اس نے اپنے موجودہ مسکن واقعہ علاقہ لودھراں میں آکر سکونت اختیار کی۔ یہاں اس نے آکر ایک مکان تعمیر کرایا۔ اور اس وقت سے یہاں مقیم ہے۔

مدعیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مدعا علیہ ضلع ڈیرہ غازی خاں سے ترک سکونت کرنے کے بعد سیدھا مولوی الہی بخش والد مدعیہ کے پاس حدود ریاست ہذا میں آیا۔ اور یہاں بود و باش شروع کی۔ مرزائی مذہب اس نے ایک شخص مولوی نظام الدین کی ترغیب پر قبول کیا۔ جو موضع ہند مسکن والد مدعیہ کے قریب رہتا ہے۔ اور دعوے ہذا دائر ہونے کے بعد وہ حدود ریاست ہذا کے باہر چلا گیا ہے ان امور کے متعلق فریقین کی طرف سے جو شہادت پیش

ہوئی ہے۔ اس سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

مدعا علیہ کی یہ حجت درست نہیں پائی جاتی کہ وہ کبھی ریاست ہذا میں نہیں آیا بلکہ مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے جس کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے کوئی خاطر خواہ تردید نہیں کی گئی یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ مولوی الہی بخش کے یہاں آنے کے بعد اپنے ممکن واقعہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے سیدھا حدود ریاست ہذا میں مولوی الہی بخش والد مدعیہ کے پاس آیا۔ اور اپنی والدہ اور بہنیں گان کو اس کے ہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کے لیے حدود ریاست ہذا کے اندر مختلف مقامات پر پھرتا رہا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پھر مولوی الہی بخش کے پاس آکر ٹھہرتا رہا، اس کے بعد جب مدعیہ کے رخصتانہ کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ ترک سکونت کر کے یہاں سے چلا گیا۔ اور غالباً صحیح یہی ہے کہ وہ مقدمہ منہذا دائرہ ہونے سے قبل ہی چلا گیا۔ کیونکہ خود مدعیہ نے عرضی دعوے میں اس کی سکونت بمقام میلی درج کرائی ہے۔ چنانچہ اس پتہ پر جب سمن جاری کیا گیا تو مختار مدعیہ نے پھر ۱۴ اگست ۱۹۲۶ء کو منصفی احمد پور شرقیہ میں ایک درخواست پیش کی کہ مدعا علیہ کی سکونت گودھوے میں بمقام میلی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن اب مدعا علیہ یہاں احمد پور شرقیہ میں موجود ہے۔ پھر تعمیل نہیں ہو سکے گی۔ اب اس پتہ پر سمن جاری کیا جا کر تعمیل کرائی جاوے۔ چنانچہ اسی روز عدالت سے سمن جاری کیا جا کر مدعا علیہ کی اطلاع یابی کرائی گئی۔ مدعا علیہ کتا ہے کہ اسے وہاں دھوکہ سے بلوایا گیا۔ لیکن یہ سوال چندان اہم نہیں۔ وہ چاہے جس طرح احمد پور شرقیہ میں آیا یہ امر واقعہ ہے کہ سمن پر اس کی اطلاع یابی وہاں کرائی گئی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دائری دعویٰ کے وقت اس کی رہائش حدود ریاست ہذا کے اندر نہ تھی۔ لہذا اس بنا پر مدعا علیہ کی یہ حجت درست ہے کہ دائری دعویٰ کے وقت چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی عارضی یا مستقل سکونت نہ تھی۔ اس لیے یہاں اس کے خلاف دعویٰ دائر نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مدعیہ کی پھر یہ حجت ہے کہ مدعا علیہ نے اپنا مذہب چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر تبدیل کیا ہے۔ اس لیے اسے مدعا علیہ کے تبدیل مذہب سے بناء دعویٰ پیدا ہوتی ہے۔ اور اس لحاظ سے مدعا علیہ کے خلاف یہاں دعویٰ درست طور پر دائر کیا گیا ہے۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب شیخ واہ ضلع ملتان میں قبول کیا تھا اور کہ ابتداءً وہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے شیخ واہ میں ہی گیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا ایک خط پیش کیا گیا ہے۔ جو ڈاک خانہ دنیا پور سے ۲۱ جنوری ۱۹۲۲ء کو خلیفہ صاحب ثانی کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اور جس پر بغیر کسی دلیریت۔ قومیت کے صرف عبدالرزاق احمدی لکھا ہوا ہے اس سے یقینی طور پر یہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے کہ یہ خط اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا تحریر شدہ ہے۔ شناخت خط کے بارہ میں مدعا علیہ کی طرف سے دو گواہان پیش ہوئے ہیں۔ جن میں ایک اللہ بخش بالکل نو عمر لڑکا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں مدعا علیہ کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت وہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھا کرتا تھا۔ شناخت خط کے بارہ میں پہلے تو اس نے یہ کہا کہ شاید وہ نہ پہچان سکے۔ لیکن پھر بیان کیا کہ وہ شناخت کرتا ہے۔ کہ خط مشمولہ مسل مدعا علیہ کا تحریر کردہ ہے۔ لیکن اول تو جس وقت یہ گواہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھنا بیان کرتا ہے۔ اس وقت خود اس کی اپنی عمر کوئی ۱۳-۱۴ سال کے

قریب ہوگی۔ عیناً غلب ہے کہ اس عمر میں اس نے مدعا علیہ کی طرز، تحریر کو بخوبی ذہن نشین کر لیا ہو۔ دوسرا وہ اس خط کی شناخت کے متعلق کوئی خاص وجوہات بیان نہیں کر سکا۔ علاوہ ازیں جب اس کی تذبذب بیانی کو مد نظر رکھا جائے۔ تو اس کی شہادت بالکل ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے گواہ کی شہادت بھی سرسری قسم کی ہے اور اس پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں ۵-۶ سال رہا۔ لیکن وہاں کی سکونت ثابت کرنے کے لیے بھی اس کی طرف سے یہی اللہ بخش گواہ پیش ہوا ہے۔ دیگر گواہان صرف سماعی طور پر بیان کرتے ہیں کہ وہ لودھراں میں وہاں سے آیا تھا۔ لہذا اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے مسل پر جو مواد لایا گیا ہے۔ اس سے یہ قرار دینا مشکل ہے کہ مدعا علیہ اپنے موجودہ مسکن پر سکونت پذیر ہونے سے قبل شیخ واہ میں رہتا تھا۔ اور کہ اس نے احمدی مذہب بھی وہیں اختیار کیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا جو خط پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق قابل اطمینان طریق پر یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ وہ اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کہے ان تمام واقعات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدعا علیہ نے علاقہ لودھراں میں سکونت اختیار کرنے سے قبل جہاں پہلے سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ احمدی مذہب اس نے وہاں قبول کیا۔ مدعا علیہ حسب ادعا خود یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا کہ اس کی یہ سابقہ سکونت شیخ واہ میں تھی۔ برعکس اس کے مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ اپنی موجودہ سکونت اختیار کرنے سے قبل حدود ریاست ہند میں سکونت پذیر تھا۔ اس لیے مدعا علیہ کے اپنے بیان سے ہی یہ ثابت قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب حدود ریاست ہند میں اختیار کیا۔ اور اس کی تائید مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے بھی ہوتی ہے۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ کا مذہب تبدیل کرنا چونکہ حدود ریاست ہند کے اندر اس کی جائے سکونت موضع مندین وقوع میں آیا ہے۔ اس لیے اس بنا پر مدعیہ کو ضلع ہذا کے اندر بنائے دعوے پیدا ہوئی ہے۔ لہذا عدالت ہذا کو اس مقدمہ کی سماعت کا مکمل اختیار حاصل ہے۔

مدعا علیہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ اس کی چونکہ حدود ریاست ہند کے اندر سکونت نہیں رہی۔ اس لیے عدالت ہذا کو اس کے خلاف سماعت مقدمہ ہذا کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعا علیہ نے گواہ بتداء یہ فدا ٹھایا تھا۔ لیکن بعد میں عدالت نے اپیل میں جا کر اس نے اسے ترک کر دیا۔ اور شروع سے لے کر آخر تک وہ برابر اس کی پیروی کرتا رہا۔ اس لیے سمجھا جائے گا کہ اس نے عدالت ہذا کے اختیار سماعت کو قبول کر لیا تھا اس لیے اب وہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس بارہ میں فیصد ۲۹-۲۰ اینڈین کیسز صفحہ ۴۵۶ بطور سند پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپیلیں چونکہ مدعیہ کی طرف سے ہوتی رہیں تھیں۔ اس لیے اسے اعتراض کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں مقدمہ چونکہ دوبارہ ابتدائی حیثیت میں عدالت ہذا کے زیر سماعت آ گیا ہے۔ اس لیے وہ اس سوال پر عدالت کو متوجہ کر سکتا ہے۔ مگر مدعا علیہ کی یہ محبت درست معلوم نہیں ہوتی کہ اسے اپیل میں یہ فدا ٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ فیصلہ اس کے خلاف ہونا ممکن تھا۔ اس لیے اسے ہر پہلو سے اپنی جوابدہی کرنی چاہیے

تھی۔ اور گوکہ مقدمہ اب پھر ابتدائی حیثیت میں سماعت کیا گیا ہے۔ تاہم اس مقدمہ کے سابقہ مراحل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر اس حجت کو درست بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو چونکہ اوپر یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ مدعا علیہ کے تبدیل ہونے سے بناء دعوئے حدود ریاست ہذا میں پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے اس سوال پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور عدالت ہذا سے مدعا علیہ کے خلاف یہ دعوئے درست طور سماعت کیا گیا ہے۔

اس قرار داد سے ان نتیجعات میں سے پہلے دو کا جو ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو وضع کی گئی تھیں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ باقی تیسری تنقیح کے متعلق جو ڈگری ملک غیر کی بابت ہے صرف یہ درج کر دینا کافی ہے کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری کے روبرو یہ سوال کہ مدعا علیہ تبدیل مذہب کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ اور اس لیے مدعیہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ زیر بحث نہیں آیا اور نہ ہی پایا جاتا ہے۔ کہ اس عدالت کو یہ قبلا یا گیا کہ اس نکاح کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا میں بھی مقدمہ دائر ہے۔ اس لیے سمجھا جائے گا کہ وہ فیصلہ صحیح واقعات پر صادر نہیں ہوا۔ اور ڈگری دھوکے سے حاصل کی گئی۔ لہذا وہ ڈگری بروئے ضمن (ب) و (د) دفعہ ۱۳ ضابطہ دیوانی قطعی قرار نہیں دی جاسکتی اسی طرح دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی کا اطلاق واقعات مقدمہ ہذا پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر قرار دیا گیا ایک تو وہ ڈگری قطعی نہیں دوسرا وہ کسی عدالت واقع اندرون حدود ریاست ہذا کی صادر شدہ نہیں۔ اس لیے یہ تیسری تنقیح بھی بحق مدعیہ و بر خلاف مدعا علیہ طے کی جاتی ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ فریقین چونکہ درحقیقت اپنی شہریت اور وطنیت کے لحاظ سے برٹش انڈیا سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور والد مدعیہ نے خود یا اس کے کسی گواہ نے یہ دعوئے نہیں کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے برٹش شہریت اور وطنیت چھوڑ چکا ہے۔ کیونکہ شہریت اور وطنیت کو ترک کرنے کے لیے لازمی ہے کہ یہ فعل علانیہ طور پر اور سبک اظہار کے بعد قانونی حیثیت سے کیا جاوے۔ اس لیے تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو۔ اس لیے نکاح تنازعہ کے متعلق قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ وہ نکاح جو اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جائز ہے۔ جہاں سے وہ منعقد ہوا۔ وہ ساری دنیا میں جائز اور درست ہے۔ اور کوئی دوسرے ملک کی عدالت اسے ناجائز قرار نہیں دے سکتی۔ اور پھر ایسے نکاح کی تیغ کے متعلق بھی قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ جس ملک میں ہر دوز و عین کو وطنیت حاصل ہو۔ صرف وہیں کی عدالت تیغ کا مقدمہ سن سکتی ہے۔ اور اس قانون کی رو سے بیوی کی وطنیت وہی جگہ تصور ہوگی جہاں خاوند کی وطنیت ہو۔

فریقین کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ فریقین اپنی ابتدائی برطانوی شہریت وطنیت پر قائم ہیں۔

گو حصول معاش کے لیے ایک فریق نے اپنی رہائش بہاولپور میں رکھی ہوئی ہے۔ مگر محض دوسری جگہ رہائش رکھنے سے اصل وطنیت کا ترک ہونا لازم نہیں آتا۔ مدعیہ کا نکاح علاقہ انگریزی میں ہوا۔ جہاں کہ مدعیہ کی بیان کردہ

وجہ ازمداد کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس وجہ سے علاقہ انگریزی کے قانون کی رو سے یہ نکاح صحیح اور جائز ہے۔

لیکن مدعا علیہ کی یہ حجت اس لیے وزن دار نہیں۔ کہ اول تو یہ ثابت ہے کہ مولوی الہی بخش بہت مدت اپنے سابقہ مسکن سے ترک سکونت کر کے حدود ریاست ہذا میں رہائش پذیر ہے۔ اس کے کافی مدت کے بود و باش اور دیگر افعال سے یہ بخوبی اخذ ہوتا ہے کہ وہ حدود ریاست ہذا میں مستقل سکونت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس کا اپنے سابقہ مسکن پر واپس جانے کا ارادہ نہیں کیونکہ اس بارہ میں جو شہادت پیش ہوئی ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں اب اس کا اپنا کوئی گھر موجود نہیں۔ مدعی چونکہ اس وقت نابالغ تھی اور بطور زوجہ مدعا علیہ کے حوالہ نہ کی گئی تھی۔ اس لیے اس کا اپنے والد کے ہمراہ یہاں چلے آئے اور اس کے ساتھ بود و باش رکھنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے بھی اب بمثل اپنے والد کے یہاں کی وطنیت اختیار کر لی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پایا جاتا ہے کہ جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے مدعا علیہ کی زوجیت سے انکار کر دیا۔ اور یہ حجت کی کہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں اس کا ہونا نکاح مدعا علیہ سے ہوا تھا۔ وہ بوجہ ازمداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔ اس لیے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ مدعی کی وطنیت بھی اب وہی شمار ہوگی۔ جو کہ مدعا علیہ نے اختیار کی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ وہاں نہ بطور زوجہ اس کے ساتھ آباد رہی۔ اور نہ اب حقوق زوجیت کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ وہاں آباد ہونے کو آمادہ ہے۔ اس لیے لامحالہ یہ قرار دینا پڑے گا کہ مدعی نے بھی اب یہیں وطنیت اختیار رکھی ہوئی ہے اور اگر بضر محال مدعا علیہ کی اس حجت کو درست بھی مان لیا جاوے تو بھی مدعا علیہ کامیاب نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس مقدمہ کی کاروائی یہاں بھی اس ضابطہ دیوانی کے تحت کی گئی ہے جو علاقہ انگریزی میں جاری ہے۔ اور نکاح زیر بحث کا تصفیہ اسی شخصی قانون کے تحت کیا جا رہا ہے کہ جس کی رو سے قانون مروجہ علاقہ انگریزی کی رو سے تصفیہ کئے جانے کی ہدایت ہے یعنی بروئے شرع محمدی۔ اس لیے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ ریاست ہذا کا قانون جس کے تحت مقدمہ ہذا میں کاروائی کی جا رہی ہے۔ وہ برٹش انڈیا کے قانون سے مختلف ہے۔ ہاں قانون کی تعبیر کا سوال دوسرا ہے کسی قانون کی تعبیر اس قانون کا جزو شمار نہیں ہو سکتی اس لیے کسی عدالت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ کسی خاص قانون کی تعبیر وہی کرے جو دوسری عدالت نے کی ہے۔ تاوقتیکہ وہ اس کی ماتحت عدالت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر مختلف ہائی کورٹوں کی مختلف قرار دواؤں پائی جاتی ہیں۔ مقدمہ حال میں عدالت معلیٰ اجلاس خاص نے مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ کو معاملہ زیر بحث کے متعلق قطعی نہ سمجھتے ہوئے قابل پیروی خیال نہیں کیا۔ اور عدالت معلیٰ کی یہ قرار دواؤں بالکل درست ہے۔ اس لیے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ قانون بین الاقوامی کی اگر یہ سمجھا بھی جاوے کہ ریاست ہذا اور برٹش انڈیا کے مابین حاوی ہے۔ کوئی خلاف ورزی کی گئی ہے کیونکہ یہاں اسی قانون پر عمل کیا جا رہا ہے جو برٹش انڈیا میں مروج ہے۔ اور اگر وطنیت کو ہی معیار سماعت و عملے قرار دیا جاوے تو چونکہ مدعی کی وطنیت حدود ریاست ہذا کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس لحاظ سے بھی ریاست ہذا کی عدالتوں کو اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ لہذا یہ مقدمہ عدالت ہذا میں درست طور پر رجوع ہو کر زیر سماعت لایا گیا ہے۔

ان قانونی امور کو طے کرنے کے بعد اب اصل معاملہ بابہ النزاع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ اس سوال پر فریقین کی پیش کردہ شہادت اور دلائل پر بحث کی جاوے یہ سمجھنے کے لیے کہ قادیانی یا مرزائی یا احمدی مذہب کیا ہے اور مذہب اسلام کے ساتھ اس کا کیا لگاؤ ہے۔ اور اس مذہب کو قبول کرنے والے کو کیوں مرتد سمجھا گیا ہے کچھ مختصر تمہید کی ضرورت ہے۔

یہ بات کچھ خلاف واقع نہ ہوگی۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہر مذہب و ملت کے نزدیک ابتدائے آفرینش اور وجود باری تعالیٰ کا علم کتب سماوی سے ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ تمام مذاہب کے متعلق یہ رائے صحیح نہ ہو۔ تو کم از کم یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے متعلق بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے مذاہب کی رو سے نہ صرف امور مذکورہ بالا کا علم کتب سماوی سے ہوا ہے بلکہ ابتدائے آفرینش کے بارے میں ان کی کتب سماوی کا قریباً قریباً باہمی اتفاق بھی ہے! اس بحث سے کچھ یہ دکھانا بھی مقصود ہے کہ صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم نہیں۔ جو کہ اپنی مذہبی کتاب قرآن مجید کو منزل من اللہ کہنے والی ہے۔ بلکہ اس قسم کا عقیدہ دیگر اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور وہ بھی اپنے مذاہب کی بنیادی کتابوں کے منزل من اللہ ہونے کے قائل ہیں۔ مسئلہ زیر بحث کا چونکہ صرف مسلمانوں سے تعلق ہے۔ اس لیے یہاں صرف ان کی آسمانی کتاب قرآن مجید کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو انہیں ایک خاص درخت کے پھل کھانے سے منع فرمایا گیا۔ اس کے بعد جب آدم علیہ السلام نے غلطی سے اس پھل کو کھا لیا۔ تو ان کو باغ جنت سے بیدخل کر دیا گیا۔ اور شیطان کو بھی جس کی ترغیب پر انہوں نے وہ پھل کھا یا تھا۔ وہاں سے نکالا گیا۔ اور یہ ارشاد ہوا کہ:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبَعَ هَذَا فَخَلَ
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

نیچے جاؤ یہاں سے تم سب۔ پھر اگر پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت۔ تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا
ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (سورہ بقرہ رکوع نمبر ۳)

باری تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت پھر اس کے رسولوں کے ذریعہ سے جو کہ انسانوں میں سے منتخب کیے جاتے ہیں پہنچی رہی۔ حتیٰ کہ رسولوں کا یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم تک جاری رہا۔ موسیٰ کے بعد آئندہ سلسلہ رسالت جاری رہنے میں لوگوں میں اختلاف ہونے لگا۔ اور عیسیٰ کے مبعوث ہونے پر جن لوگوں نے انہیں نہ مانا اور جو موسیٰ کی ہدایت پر قائم رہے۔ وہ یہود کہلائے۔ اور جنہوں نے عیسیٰ کو نبی تسلیم کر لیا اور نصاریٰ کہلائے اور ان کے بعد جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تو انہیں جن لوگوں نے نبی تسلیم کر کے ان کی تعلیم پر چلنا شروع کیا وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ اب مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم آخری نبی ہیں۔

اور ان کے بعد اور کوئی نیابتی نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر زندہ ہیں۔ آسمان سے نزول فرمادیں گے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی شریعت پر چل کر لوگوں کو راہ ہدایت دکھلائیں گے اور رسول اللہ صلعم کی شریعت پر چلنے کی وجہ سے امتی نبی کہلائیں گے۔

اب انیسویں صدی کے آخر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو مدعا علیہ کے پیشوا ہیں۔ ان روایات کی جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں میں مشہور چلی آتی تھیں یہ تعبیر کی ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام جو مسیح نامہری تھے فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے واپس نہیں آنا۔ اور نہ ان کا واپس آنا بروئے آیات قرآنی ممکن ہے۔ اور نہ وہ نبی ہو کر امتی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ امتی نبی سے یہ مراد ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے کمال اتباع اور فیض سے ان کے کسی امتی کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔ اور اس تعبیر کے ساتھ انہوں نے اس درجہ کا اپنے لیے مختص ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید میں فریق ثانی کی طرف سے جو دلائل اور سندات و حیزہ پیش کی گئی ہیں۔ ان پر آگے بحث کی جائے گی۔ اب صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو صحیح تسلیم کر کے ان کی تعلیم پر چلنا شروع کر دیا ہے۔ انہیں لوگ مرزا صاحب کے ساتھ اور ان کے مسکن قادیان کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات مرزائی کہتے ہیں۔ اور بعض اوقات قادیانی۔ اور قادیانی مرزائی کہنے سے ایک اور تعبیر بھی لی جاتی ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب کے متبعین کے دو فرقے ہیں۔ ایک لاہوری اور دوسرے قادیانی۔ لاہوری انہیں نبی نہیں مانتے۔ قادیانی انہیں نبی مانتے ہیں۔ اس لیے قادیانی مرزائی کہنے سے یہ مراد لی جاتی ہے۔ کہ وہ شخص جس کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے ان متبعین میں سے ہے۔ جو انہیں نبی مانتے ہیں مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ پر اسی مفہوم کے تحت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

اس فرقہ کا تیسرا نام احمدی ہے۔ جس کے متعلق فریق ثانی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس جماعت کے امیر نے اپنی جماعت کے لیے تجویز کر کے گورنمنٹ سے اس جماعت کو موسوم کئے جانے کی منظوری حاصل کی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سند اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے۔ جو حضرت رسول کریم صلعم کے اقوال کا مجموعہ ہیں۔ اب مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم قائم النبیین ہیں۔ ان کے بعد اور نیابتی نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کے اعتقادات شرعاً درست نہیں ہیں۔ بلکہ کفر کی حد تک پہنچتے ہیں۔ اس لیے ان کو نبی تسلیم کرنے والا اور ان کی تعلیم پر چلنے والا بھی کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔ اور کسی شئی عورت کا نکاح جو قبل از ارتداد اس کے ساتھ ہوا ہو۔ شرعاً قائم نہیں رہتا۔ اور اس اصول کے تحت مدعیہ کا نکاح مدعا علیہ کے قادیانی۔ مرزائی جو جانے کی صورت میں اس کے ساتھ قائم نہیں رہا۔ لہذا دگری انفرافق زوجیت دی جاوے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ قادیانی مذہب۔ مذہب اسلام سے کوئی مغائر مذہب نہیں ہے

بلکہ اس مذہب کے صحیح اصولوں کی صحیح تعبیر ہے۔ اس تعبیر کے مطابق عمل پیرا ہونے سے وہ خارج از اسلام نہیں ہوا۔ اس کا نکاح قائم ہے۔ اور دعویٰ مدعیہ قابل اخراج ہے۔

چنانچہ فریقین نے اپنے اپنے اس ادعا کے مطابق شہادت پیش کی ہے جس پر آگے بحث کی جائے گی۔ مقدمہ میں ابتدائی تنقیحات جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ چاہے جس شکل یا جن الفاظ میں وضع شدہ ہیں۔ ان کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کا مفہوم بھی ہے۔ کہ کیا مدعا علیہ نے قادیانی یا مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور کیا اس مذہب میں داخل ہونے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ اور کیا اس صورت میں مدعیہ کا نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ اس لیے ان تنقیحات کی ترسیم کے متعلق مدعا علیہ کے عذرات کو وزن دار خیال نہیں کیا گیا۔ اس لیے ان تنقیحات کے الفاظ میں کسی رد و بدل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور خصوصاً ان میں ترسیم کی ضرورت اس لیے بھی نہیں رہی کہ اگر مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق یہی صورت تنقیحات قائم کی جاوے۔ تو میل پر اس قدر مواد آچکا ہے۔ کہ اس کی رو سے اس صورت میں بھی بحث کی جاسکتی ہے۔ اس سوال پر اب چنداں بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ کہ آیا مدعا علیہ قادیانی مرزائی ہے۔ یا نہ کیونکہ اس نے اپنے اعتقادات کی جو فہرست پیش کی ہے۔ اس میں اس نے صاف طور پر درج کیا ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو امتیازی تسلیم کرتا ہے۔ اور ان پر وحی اور الہام بہرکت حضرت نبی کریم صلعم وارد ہوتے تھے۔ اس لیے اس سے یہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کے قادیانی قبیعین میں سے ہے۔ اب بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا یہ عقیدہ لغوی ہے اور اس عقیدہ کے رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے پلڑ گواہان ذیل مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور مولوی محمد حسین صاحب سکڑ گوجرانوالہ۔ مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری۔ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری۔ مولوی نجم الدین صاحب پروفیسر انڈین لالچ لاہور پیش ہوئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے دو گواہان مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد پیش ہوئے ہیں۔ ہر دو گواہان قادیانی مبلغین میں سے ہیں۔ ان جملہ گواہان کی شہادتیں کئی معاملات شرعی پر مشتمل ہیں۔ اور بہت طویل ہیں۔ ان کا اگر معمولی اختصار بھی یہاں درج کیا جاوے تو اس سے نہ صرف فیصلہ کا حجم بڑھ جائے گا بلکہ اصل معاملہ کے سمجھنے میں بھی الجھن پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے ان شہادتوں سے جو اصول اور دلائل اخذ ہوتے ہیں۔ وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں اور زیادہ تر بار معلنی کی ہدایت کے مطابق ان شہادتوں کی رو سے یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے یا نہ ماننے سے ایک شخص مرتد سمجھا جاسکتا ہے اور کہ کیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا نہ؟

مدعیہ کی طرف سے مذہب اسلام کے جواہر اور بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ وہ سید انور شاہ صاحب

گواہ مدعیہ کے بیان میں مفصل درج ہیں۔ یہاں ان کا مختصراً عائد کیا جاتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایمان کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول کو اس کے اعتماد پر باور کر لیا جاوے۔ اور کہ غیب کی خبروں کو ایمان کے اعتماد پر باور کر لینے کو ایمان کہتے ہیں۔ اور حق شناسی۔ یا منکر ہو جانے یا مکر جانے کو کفر کہتے ہیں۔ ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے یا تو اتر سے یا خبر واحد سے تو اتر سے کہتے ہیں کہ کوئی چیز نبی کریم سے ایسی ثابت ہوئی ہو۔ اور ہم تک علی الاتصال پہنچی ہو کہ اس میں خطا کا احتمال نہ ہو۔ یہ تو اتر چار قسم کا ہے۔ تو اتر اسادی۔ تو اتر طبقہ۔ تو اتر قدر مشترک اور تو اتر توارث۔ تو اتر اسادی اسے کہا جاتا ہے۔ کہ جو صحابہ سے بمذہب صحیح مذکور ہو۔

تو اتر طبقہ اسے کہتے ہیں۔ کہ جب یہ معلوم نہ ہو۔ کہ کس نے کس سے لیا۔ بلکہ یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی سے سیکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا تو اتر۔

تو اتر قدر مشترک یہ ہے کہ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں۔ اس میں قدر مشترک متفق علیہ حصہ وہ حاصل ہوا جو تو اتر کو پہنچ گیا۔ مثلاً نبی کریم معلوم کے معجزات۔ جو کچھ تو اتر ہیں۔ اور کچھ خبر واحد ہیں۔ ان اخبار انہاد میں اگر کوئی مضمون مشترک ملتا ہے۔ تو وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کی مزید تشریح مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کی ہے کہ بعض ایسی احادیث جو باعتبار معنی اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں۔ اگر ان معنوں کو اتنی سندوں سے اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو۔ کہ جن کا بھوت پر متبع ہونا محال ہو۔

تو اتر توارث اسے کہتے ہیں۔ کہ نسل نے نسل سے لیا ہو۔ اور یہ تو اتر اس طرح سے ہے۔ کہ بیٹے نے باپ سے لیا۔ اور باپ نے اپنے باپ سے۔ ان جملہ اقسام کے تو اتر کا انکار کفر ہے۔ اگر تو اتر کے انکار کو کفر نہ کہا جاوے۔ تو اسلام کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ ان متواترات میں تاویل کرنا۔ طلب بگاڑنا۔ کفر صریح ہے۔ اور متواترات کو تاویل سے پلٹنا بھی کفر ہے۔ کفر بھی قوی ہوتا ہے۔ اور کبھی فعلی مثلاً کوئی شخص ساری عمر نماز پڑھتا رہے اور ۳۰ سال کے بعد ایک بت کے آگے سجدہ کر دے۔ تو کفر فعلی ہے۔ کفر قوی یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ خدا کے ساتھ صفوں میں یا فعل میں کوئی شریک ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کفر قوی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت محمد مصطفیٰ) کے بعد کوئی اور نبی پیغمبر آئے گا۔ کیونکہ تو اتر توارث کی ذیل میں ساری امت اس علم میں شریک رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اسی طرح کوئی شخص اگر اپنے مسادی سے کہہ دے۔ کہ کلمہ بکا۔ تو وہ کوئی چیز نہیں۔ استاد اور باپ سے کہے۔ تو اسے عاق کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کفر صریح ہے۔

نبوت کے ختم ہونے کے بارہ میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں۔ قرآن مجید اور اجماع بالفعل ہے۔ اور ہر نسل اگلی نے پچھلی سے اس کو لیا ہے۔ اور کوئی مسلمان جو اسلام سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس عقیدہ سے غافل نہیں رہا۔ اس عقیدہ کی تحریف کرنا۔ اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اسلام ہے شناخت

مسلمانوں کی۔ اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت ہیں۔ اسلام کی اگر اجماع کو درمیان میں سے اٹھا دیا جاوے۔ تو دین سے وہ گیا۔

جو دین محمدی کا اقرار نہ کرے۔ اسے کافر کہتے ہیں۔ جیسے اندر سے اعتقاد نہ ہو۔ زبان سے کہتا ہو اسے منافق کہتے ہیں۔ جو زبان سے اقرار کرتا ہو۔ لیکن دین کی حقیقت بدلتا ہو اسے زندیق کہتے ہیں اور وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ شدید کافر ہے نہ۔

ارتداد کے معنی یہ ہیں۔ کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جائے گا اور ایمان یہ ہے کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں۔ اور اس کا ثبوت بدیہات اسلام سے ہے۔ اور ہر مسلمان خالصہ عام اسے جانتے ہیں اس کی تصدیق کرنا۔

ضروریات دین وہ چیز ہیں۔ کہ جن کو خواص و عوام پہچانیں۔ کہ یہ دین سے ہیں جیسے اعتقاد تو حید کا۔ رسالت کا۔ اور پانچ نازوں کا اور مثل ان کے اور چیزیں۔

شریعت کے اگر کسی لفظ کو بحال رکھا جائے اس کی حقیقت کو بدل دیا جاوے۔ اور وہ معاملہ متواترات سے ہو تو وہ کفر صریح ہے۔ کفر و ایمان کی اس شرعی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ایک مسلمان بعض قسم کے افعال یا اقوال کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔

ختم نبوت کا عقیدہ بایں معنی کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے ان اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے عہد سے لے کر آج تک نسل بعد نسل ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔

اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سے آیات سے اور احادیث متواتر المعنی سے اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ اور اس کا منکر قطعاً کفر مانا گیا ہے۔ اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔ اس میں اگر کوئی تاویل یا تخصیص نکالی جاوے۔ تو وہ شخص ضروریات دین میں تمول کر کے کفر سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔

یہ اصول ہیں۔ جن کے تحت میں اور بھی ایسے بہت سے فروع موجود ہیں۔ جو مستقل موجبات کفر ہو سکتے ہیں۔

فریق ثانی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور بعد الموت پر اور تقدیر پر یقین رکھا جاوے۔ اور اسلام گواہی دیتا ہے۔ اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اس کے رسول ہیں۔ اور نماز کا ادا کرنا۔ اور زکوٰۃ کا دینا۔ اور

رمضان کے روزے رکھنا۔ اور بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا اگر استطاعت ہو۔ اور جو شخص زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے۔ تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے۔ اگرچہ وہ فرائض اور محرمات سے بے خبر ہو۔ اور اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض اور محرمات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں۔ ان پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندہ کا اظہار کیا جو اسے اور جو شخص ان اعمال صالحہ کا پابند ہو۔ کہ جو قرآن مجید میں ایک مومن کا طہرانے امتیاز قرار دیئے گئے ہیں تو وہ شخص مومن اور مسلمان ہے۔

یہ باتیں ایسی ہیں کہ جو ارکان اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جن کے جزو ایمان ہونے میں فریق مدعیہ کو بھی کوئی کلام نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان باتوں پر فریق ثنائی کا عقیدہ ان اصولوں کے تحت جو فریق مدعیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ دیگر عام مسلمانوں کا۔ یا کہ اس سے مختلف۔ کیونکہ مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعوے بھی کرے لیکن ان کی ایسی تاویل اور تخریف کر دے کہ جس سے ان کے حقائق بدل جائیں۔ تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔

مدعیہ کی طرف سے دین اسلام کے ثبوت کے متعلق جو بنیادی اصول اور قواعد بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا گیا۔ حالانکہ تو اترا اور اجماع کے اصولوں کو خود ان کے پیشوا۔ مزارع اعلام احمد نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب ایام الصلح میں لکھتے ہیں کہ وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ ایک دوسری کتاب انجام آتم میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کے زیادتی کرے۔ یا اس میں سے کمی کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ یہ میرا اعتقاد ہے۔ اور کتاب ازالۃ اللہ الام صبحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ تو اترا کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ اور تو اترا اگر عین قیوموں کا بھی ہوتا وہ بھی قبول کیا جائے گا۔ مدعیہ کے گواہان کے بیان کردہ اصول اور قواعد کے مقابلہ میں مدعا علیہ کے گواہان نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء اور ائمہ کی امدھی تعلید نہایت شرمناک ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں۔ ہم آنکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے فتاویٰ اور اقوال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہوا اسے اختیار کریں اور مخالفت کو چھوڑیں کہ جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید کے واقعی طور پر خلاف ثابت کر دے۔ تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ اور کہ اگر کوئی شخص کسی فن کا امام ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی بات کسی دلیل کے ساتھ ثابت کر دے۔ تو وہ مان لی جائے گی۔ صحابہ بھی تفسیر میں غلطی کرتے تھے یہ بیان مولوی جلال الدین صاحب شمس گواہ مدعا علیہ کا ہے۔ اس کا دوسرا گواہ بیان کرتا ہے کہ کوئی شخص جو کلام کرتا ہے اس کلام کے معنی وہی بہتر

سمجھتا ہے۔ اور اس کلام کے معنی جو وہ بیان کرے گا یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگی۔ اور کہ گواہ مذکور کے نزدیک آن مجید کے سوا اور کوئی چیز مسلم نہیں۔ سوائے اس کے کہ جو قرآن مجید سے تطابق رکھتی ہو۔ اور جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے وہ خود تطابق کر سکتا ہے۔ اور میرے لئے قرآن شریف کی مطابقت دیکھنے کے لیے میرے واجب الطاعت اماموں کی بیان فرمودہ مطابقت یا میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔ اور کہ ہر وہ بات جس کی تائید قرآن شریف سے نہیں ہوتی۔ اور قرآن شریف کی تصدیق یا فترہ احادیث نبویہ سے بھی جس کلام کی تصدیق نہیں ہوتی۔ یا اماموں کے ایسے اقوال کہ جن اقوال کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اور مصنفین کی کتابیں جن کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ وہ مجھ پر حجت نہیں ہیں اور کہ قرآن کی تفسیر کے لیے کسی خاص شخص کی تعیین نہیں کہ وہ جو معنی کرے گا۔ خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ اس کو مانا جاوے۔ اور اس کے خلاف معنی کو رد کیا جاوے۔ اگر صحابہ سے کوئی صحیح تفسیر ثابت ہو جائے جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہو۔ اور صحیح مرفوع متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔ زبان عربی کی بھی کوئی تصریح ان معنوں کے خلاف نہ ہو۔ وہ بہر حال مقدم ہوگی۔ اور اس کے خلاف معنی کرنے والے کو محض اس لیے کہ وہ ان معنوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خاطی نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کہ قرآنی تصریح کے خلاف معنی نہ کئے جادیں۔ صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کہ انہوں نے کی ہے یا کہی ہے۔ یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کو ثابت شدہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ ان تک روایت پہنچتی ہے۔ تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کی صحیح نصوص کے مطابق ہو۔ عربی زبان کی سند ساتھ رکھتی ہو۔ دیگر احادیث میں بھی تائید رکھتی ہو۔ تو صحابی کی تحقیق سے مقدم ہے۔ ان شرائط کے بغیر اگر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے۔ اگر وہ پیش کرنے والا خدا کی طرف سے مہم اور مامور نہیں ہے۔ کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق قرآن پاک کی تصریحات سے ہو چکی ہو۔ بلکہ عام شخص ہے۔ تو اس کی ذاتی رائے اوپر کی شرائط سے علیحدہ کر کے صحابی کی بیان کردہ تصریح سے سننے والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہوگی کہ اسے راجح سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مطابقت میں صحیح قرار دینے والا خود مختار ہے کہ وہ اپنے استدلال کی رُو سے اُسے مطابق قرار دے۔ یا تصریح کے لحاظ سے مطابق قرار دے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہر دو فریق کے بیان کردہ اصولوں میں سے معقولیت کس میں ہے۔ ایک تو اپنے دین کی بنیاد چند منظم اصولوں پر کہ جن کو قدامت کی قوت حاصل ہے۔ قائم کر کے اسے بطور ایک ضابطہ اور قانون کے پیش کرتا ہے۔ دوسرا اسے ایک کھلونا بنا کر ہر کس و نا کس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ دین کو ایک مستقل لائحہ عمل سمجھا جاوے۔ اسے ہر لمحہ و ہر آن تغیر تبدیل کا متحمل قرار دیتے ہوئے ایک بازیچہ اطفال بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک ہر شخص اس بات کا اہل اور مجاز ہو سکتا ہے کہ وہ جب چاہے ہمارے ٹوک اپنے اجتہاد کی بناء پر ایک نیا رستہ نکال کر اس پر چلنا شروع کر دے۔ اور نہ کسی صحابی۔ نہ کسی امام۔ نہ کسی بزرگ۔ نہ کسی دوسرے

ماہرین کی کوئی پروا کرے۔ بلکہ شارع کے جس قول کو وہ درست سمجھے۔ اور اس کا معنی جو وہ قرار دے۔ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اسے کوئی گرفت کرے تو فوراً اپنے قول کی کوئی تاویل گھڑ کر پیش کر دے۔ اور چونکہ وہ تاویل مقدم سمجھی جائے گی۔ اس لیے کوئی بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور بیچارہ گرفت کرنے والا منہ کی کھا کر چپ ہو جائے گا۔ اس اصول کے تحت نہ صرف کسی دین کی بلکہ کسی قانون کی کوئی تحقیقت نہیں رہتی کیونکہ اس قسم کی وسعت ہر اس ضابطہ میں کہ جس کا اجراء بطور قانون مقصود ہو مستصواب ہو سکتی ہے۔ اور اس صورت میں اس پر کبھی بھی عملدرآمد نہیں ہو سکتا اور وہ محض لفظ ہی لفظ رہ جاتا ہے۔

اگر ان اصولوں کو جو فریق ثانی کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں بروئے کار لایا جاوے۔ تو دین نہ صرف دین کہلائے گا جانے کا ہی مستحق نہیں رہتا۔ بلکہ ایک مضحکہ انگیز چیز بن جاتا ہے۔ اور سبائے اس کے کہ اس میں کوئی یکسانیت پیدا کی جا سکے ہر شخص انفرادی حیثیت سے اپنی منشاء کے مطابق اپنے لیے ایک علیحدہ دین بنا سکے گا۔ مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے دعوئے سے قبل دین اسلام جن باتوں پر قائم تھا۔ اب کوئی ان کی اصلیت اور بنا نہیں رہی۔ اور اب بناءً صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے اقوال و عقائد پر ہی ہے کیونکہ فریق ثانی کے نزدیک اب ان اصحاب کے سوا نہ کسی پہلے صحابی کی۔ نہ امام کی۔ نہ بزرگ کی کوئی بات مقدم اور صحیح ہے۔ بلکہ جو کچھ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء نے کہا ہے۔ اور لکھا ہے۔ وہی درست ہے۔ اور ان کی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب حجت نہیں ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا دین اس دین اسلام سے مختلف ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعوئے سے قبل مسلمان سمجھتے آئے ہیں۔ اس لئے مدعیہ کی طرف سے بجا طور پر کہا گیا ہے کہ مذہب کے لحاظ سے ہر دو فریق میں قانون کا اختلاف ہے۔ اور مدعیہ کی طرف سے بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان اصولی اختلاف بھی ہے۔ اور فروعی بھی۔ اور سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ بیان کرتے ہیں کہ احمدی مذہب ولے نے مہمات دین کے بہت سے اصولوں کو تبدیل کر دیا ہے۔ اور بہت سے اسماء کا مستثنیٰ بدل دیا ہے۔ آگے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

اب وہ عقائد بیان کئے جاتے ہیں کہ جن کی بناءً پر فریق ثانی کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مرتد اور کافر ہے۔ اس ضمن میں اہم وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہے۔ اس لیے یہ دکھانا پڑے گا کہ مرزا صاحب کے اعتقادات کیسے ہیں۔ اور کیا وہ نبی ہو سکتے ہیں یا نہ۔ اور ان کو نبی ماننے سے کیا قباحت لازم آتی ہے۔ اور کیا ان کے اقوال ایسے ہیں کہ ان کی بناءً پر انہیں مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے ان کے اتباع سے مدعا علیہ کو بھی مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے ان اصولوں کے تحت جو ان کے بیان کے حوالہ سے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں چھ وجوہات ایسی بیان ہیں کہ جن کی بناءً پر ان کے نزدیک مرزا صاحب باجماع امت کا فاجر اور مرتد قرار دیئے جاسکتے ہیں

اور جن کی وجہ سے ان کی رائے میں ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجود سخت اختلاف خیال اور اختلاف مشرب کے ان کے کفر و ارتداد اور ان کے متبعین کے کفر و ارتداد پر متفق ہیں۔

۱۔ ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوت منقطع ہو۔ اس کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

۲۔ دعوئے نبوت مطلقہ و تشریحیہ۔

۳۔ دعوئے وحی اور اپنی وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

۵۔ آنحضرت صلیع کی توہین۔

۶۔ ساری امت کو بجز اپنے متبعین کے کافر کہنا۔

تقریباً یہی وجوہات دیگر گواہان مدعیہ نے بھی بیان کی ہیں۔ اب ذیل میں حسب بیانات گواہان مذکور ان وجوہات کی تشریح درج کی جاتی ہے۔

امور نمبر ۱ تا ۳ ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ لہذا ان پر جو بحث کی گئی ہے وہ یکجا درج کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال پر جو ان کی مطبوعہ کتب میں موجود ہیں اعتراض کیا گیا ہے۔

۱۔ اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا حقیقت الوحی صفحہ نمبر ۱۴۹، ۱۵۰۔

۲۔ الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا کہ یہ خدا کا فرستادہ۔ خدا کا مامور۔ خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جنتی ہے۔ (انجام اتھم صفحہ ۶۲)

۳۔ مجھے اپنی وحی پر ویسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توراۃ۔ انجیل اور قرآن مجید پر۔ اور کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں گا۔

۴۔ میں اس پاک وحی پر ویسا ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی دہیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰)

۵۔ ہاں یہ نبوت تشریحی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوئے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ صمیمہ حقیقت النبوت صفحہ ۲۷۲۔

۶۔ اگر کوئی صاحب شریعت افسر کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ کہ ہر مغتری۔ تو اول تو یہ دعوئے بلا دلیل ہے۔ خدا نے

افترا کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ مایا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر وہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہوگا۔ پس اس تعریف کی رُوس سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی۔

اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں۔ تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الَّذِي الْفَضَحُ الْاَكُوْلِي الْفَضَحُ اَبْرَٰهِيْمَ وَمُوسٰی یعنی قرآنی تعلیم توراۃ میں بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ کہ شریعت وہ ہے۔ جس میں باستیفاء امر وہی کا ذکر ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر تورات اور قرآن مجید میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ عرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔ (اربعین نمبر ص ۶)۔

۷۔ اس کتاب کے حاشیہ صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں۔ کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہیں۔ اور نہی بھی۔ اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے۔ فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ ایک لہام کی یہ عبارت ہے۔

(اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے۔ جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔)

اب دیکھو خدا نے میری وحی۔ میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا ہے۔ اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔ جس کے کان ہوں سنے۔)

۸۔ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کیا گیا۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے ہدایہ وحی خیر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں۔ اور نہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا تبع ہو۔ بلکہ خدا اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس اُمت کو آنحضرت کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جاوے۔ وہ دین۔ دین نہیں۔ نہ وہ نبی۔ نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے۔ جو یہ سکھاتا ہے۔ کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے۔ اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔ اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے۔ یا شیطان کی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ (منہجہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۳۸)

۹۔ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

۱۰۔ اور مجھے بتلایا گیا تھا۔ کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔

هو الذی ارسل رسولہ بالہدای۔ الخ اعجاز احمدی صفحہ ۷۔

۱۱۔ میں صرف پنجاب کے لیے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کی واسطے مامور ہوں۔ (حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۲)

۱۲۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے سوا جس قدر علم۔ محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الہی میں شان اعلیٰ رکھتے ہوں۔ اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ حاشیہ (ترویج القلوب صفحہ ۱۳۰)

۱۳۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۳ پر عبارت ذیل جادنی آئیل و اشار کے تحت ایک نوٹ ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لیے بار بار رجوع کرتا ہے۔

۱۴۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور موغنیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غنیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔

۱۵۔ حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں کہ جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ (ازالۃ الالہام صفحہ ۲۲۱)

۱۶۔ حقیقت الوحی میں ایک وحی بالفاظ ذیل درج ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس وحی میں میرا نام مُحَمَّدٌ رکھا گیا۔ اور رسول بھی۔

۱۷۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ مگر غلطی نبوتہ جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔

۱۸۔ کتاب حق الیقین صفحہ ۱۰۲ پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علماء کو نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف۔ لام پڑے ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی نبوتہ اب بند ہو چکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوگا۔ وہ کافر ہے۔

ان حوالہ جات سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ وہ بالفاظ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب اور ان کے تمام متبعین کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت تشرعی کا دروازہ بند ہے۔ آپ کے بعد جو نبوت تشرعی کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ قول میں مرزا صاحب نے اپنی تشرعی نبوت کا کھلے الفاظ میں دعوے کیا ہے۔ اور اس میں

چند باتوں کی تشریح مرزا صاحب نے خود فرمائی۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس کی وحی میں امر با نہی ہو۔ جس نے اپنی امت کے لیے کوئی قانون مقرر کیا ہو۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا صاحب اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کا فر ہو گئے۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف فرما دیا ہے کہ وحی میں جو حکم ہو یا نہی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم نیا ہو۔ بلکہ اگر پہلی شریعت کا بھی حکم اس کے پاس پہنچے وحی کے آئے تو بھی یہ صاحب شریعت ہونے کے لیے کافی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بہت سی وحی وہ بیان کی ہے جو کہ آیات قرآنی ہیں۔ اس لیے وہ بھی مرزا صاحب کی شریعت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے اس شبہ کا بھی جواب دیدیا کہ صاحب شریعت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شریعت میں نئے احکام ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی۔ اب اگر شریعت جدید کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب نئے احکام ہوں۔ تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلع بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اور رسول اللہ صلع صاحب شریعت نبی ہیں۔ ویسے ہی مرزا صاحب بھی صاحب شریعت نبی ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف کر دیا۔ کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شریعت کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام ادا و مروا ابی ان شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام نورات و قرآن مجید یہی مذکور نہیں مگر تمام احکام قرآن مجید میں مذکور ہوتے۔ تو پھر اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مدعی نبوت ایک امر و نہی کا بھی دعو کرے اگرچہ وہ امر و نہی پرانی ہو۔ تو وہ نبی صاحب شریعت کہلایا جائے گا۔ اور اس میں اور رسول اللہ صلع میں بائیں معنی کچھ فرق نہیں کہ یہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔

یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ اگر کسی نبی کو خدا کا بھی حکم آوے۔ کہ تجھ کو ہم نے نبی کر کے بھیجا ہے۔ اور تو لوگوں پر اس حکم کی تبلیغ کر اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانے گا۔ وہ کا فر ہے۔ تو وہ نبی بھی صاحب شریعت اور نبی تشریفی ہو گیا اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو نبی حقیقی ہے۔ اور جو نبی شرعی ہے۔ اس کے لیے نبی تشریفی ہونا ضروری ہے۔ اس لیے مرزا صاحب اپنی تحریر اور اس اقرار کے مطابق کا فر ہوئے اس کے علاوہ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ میری کشتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے۔ جو اس میں ہوگا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور جو ایسا نہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کی شریعت کا نیا حکم ہے۔ جس نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا۔ مرزا صاحب نے ایک نیا حکم یہ بھی دیا ہے کہ ان کی عورتوں کا نکاح غیر احمدیوں سے جائز نہیں۔ یہ بھی حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔

(یہ نتیجہ بحوالہ کتاب انوار الخلافۃ مرتبہ مرزا محمود صاحب صفحہ ۹۳-۹۴ اخذ کیا گیا ہے۔)

مرزا صاحب کی شریعت میں ایک نیا حکم اور یہ بھی ہے۔ جو تمام اسلام کے خلاف ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرما کر یہ حکم فرمایا ہے کہ جو کوئی چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے گا۔ وہ میری بیعت

سے خارج ہے۔ اور بیعت سے خارج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور کافر ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ کے لیے بھی خدا نے یہ حکم نہیں دیا۔ کہ اگر تین ماہ تک کوئی زکوٰۃ نہ دے۔ تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ یہ حوالہ مرزا صاحب کے ایک فرمان سے جو لوح ہدیٰ میں قادیان سے ۵ مارچ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی دیا گیا ہے اس فرمان کے چیدہ چیدہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔

مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میری انہی سے پیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں..... ہر ایک شخص جو مرید ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ مہوار مقرر کر دے..... جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا..... وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا..... اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔

اس کے آگے گواہ مذکور آیت ما کان محمداً اباً احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ آیت اہل امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب کوئی نبی آپ کے بعد نہیں۔ تو کوئی رسول بھی آپ کے بعد بطریق اولیٰ نہیں۔ کیونکہ رسول نبی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو نبی ہو وہ رسول بھی ہو۔ اور اس کی تائید میں احادیث متواترہ ہیں۔ جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ایسی احادیث کا انکار کرنے والا ویسا ہی کافر ہے۔ جیسا کہ قرآن کا انکار کرنے والا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہے۔ وہ قرآن کا منکر ہو کر بھی کافر ہوا۔ اس کی تائید میں انہوں نے چند ائمہ دین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اور ان سے یہ دکھانا چاہا ہے۔ کہ احادیث متواترہ میں یہ خبر درج ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوئے والا نہیں ہے اور کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوت کا دعوے کرے وہ جھوٹا اور فاجر و ابردار ہے۔ دجال اور گمراہ کرنے والا ہے اگرچہ شیعہ بانی کرے۔ قہر قہر کے جادو اور طلسم اور نیکیاں دکھلائے اور کہ جو شخص دعوے نبوت کرے وہ کافر ہے۔ اور پھر ان حوالہ جات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یقینی ہے۔ اور اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ کتاب اور سنت سے ثابت ہے اور آپ کے بعد کوئی کسی قہر میں نبی نہ بنے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس کا منافی نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں۔ خاتم الانبیاء کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ اپنے عہد سے کسی نبی کو نبوت آپ کے بعد نہیں مل سکتی۔ اس کی تائید میں چند دیگر آیات قرآنی اور احادیث بھی پیش کی گئی ہیں جن کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اور ان کا حوالہ دیا جا کر نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ انکار ختم نبوت۔ کفر اور ادعا نبوت بھی کفر اور ادعا وحی بھی کفر ہے۔ البتہ ایک سخت کا یہاں حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جس پر آگے مدعا علیہ کے جواب کے وقت بحث کی جاوے گی۔ وہ حدیث بایں مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری مثال اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے۔ اس شخص کی سی ہے کہ جس نے ایک مکان تعمیر کیا۔ اور بہت اچھا اور بہت خوب صورت

اس کو بنایا۔ مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہی۔ لوگ اس مکان کو دیکھتے ہیں۔ اور تعجب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ اس کو کیوں پُرنہ کر دیا گیا۔ سو میں ہوں وہ اینٹ اور میں ہوں۔ خاتم النبیین۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ تعمیر بیت نبوت جو ابتدائے آفرینش سے ہوئی تھی۔ وہ بدول سرور عالم صلعم کے ناقص تھی۔ سرور عالم کے وجود و باوجود سے وہ مکمل ہو گئی۔ اور بیت النبوة سے کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ اب اگر کوئی اینٹ ہوگی تو وہ بیت النبوة سے نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہوگا۔ تو خدا نے جو نبوت کا گھر تعمیر کیا ہے۔ وہ اس کا جزو نہیں ہو سکتی۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۵ اسے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ رسول اس کو کہتے ہیں۔ جس نے احکام و قواعد دین جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ اگر مرزا صاحب نے احکام و قواعد اس ذریعہ سے حاصل نہیں کئے۔ تو دعویٰ نبوت جھوٹ ہوا۔ اور جھوٹا مدعی نبوت باتفاق کافر و کاف ہے۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۱۳ اسے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعی نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے پر جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے۔ مدعی ہیں۔ اور صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنی شان نبوت و رسالت کا سکہ ہمالے کے لیے تمام خصوصیات نبوة و لوازمات رسالت کو نہایت جزم اور وثوق کے ساتھ اپنی ذات کے لیے ثابت کرنے میں کسر نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت دوسرے مقربان بارگاہ الہی سے ممتاز ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر بھی نزول جبرئیل ہوا کرتا ہے۔ اور ان کے وحی والہام قطعی و یقینی ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب بھی اپنے وحی کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی طرح قطعی کہتے ہیں۔ یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں جو سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اصحاب شریعت کے اور کسی دوسرے مقرب بارگاہ الہی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی تھے۔ اور اپنے آپ کو اس معنی میں نبی اور رسول ظاہر کرتے تھے۔ جس معنی میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔ گواہان مدعی نے خود مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے بھی یہ دکھلایا ہے کہ وہ خود قبل از دعویٰ نبوت یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اور کہ آپ آخری نبی ہونے کے معنوں میں خاتم النبیین ہیں (چنانچہ ازالۃ الادہام کے صفحہ ۲۱۶ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ نبی کیونکر آ سکتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی دیواروں کی اس کو آنے سے روکتی ہے آگے اس کتاب کے صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں۔ لیکن وحی نبوة پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی اور کتاب حما مۃ البشریٰ میں آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ خَاتَمَ النَّبِيِّینَ۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ہیں بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی صلعم نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور ہمارے نبی صلعم کے بعد اگر کوئی نبی کے ظہور کے عجز و عجز کی گے تو نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کو کھولنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے ہمارے نبی صلعم کے بعد کس طرح کوئی نبی

آسکتا مالا نکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اور نبی آپ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہزار ہا سال کے گزرنے کے بعد کسی ایسی حالت کا انتظا کرنا جاسکتا ہے۔ جس میں دین کی تکمیل ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو دین کی تکمیل اور اس کے کمال سے فراغت کا سلسلہ بالکل غلط ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ جھوٹی خبر ہو گئی۔ اور خلاف واقع ہوگی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۹۶ کے حوالہ سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب بھی پہلے دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کافرین کے ساتھ مل جاؤں۔ اِنَّ اللہَ الْوہَامُ صفحہ ۲۲۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون قرآن مجید سے توار در لکھتی ہو پیدا ہو جائے جو امر مستلزم محال ہے۔ وہ محال ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ تحریر فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا۔ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا۔ اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا۔ اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی توفوت ہو چکا۔ اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۵۵)

ایک اور جگہ کتاب حقیقت النبوة صفحات نمبر ۲۶۵، ۲۶۶ پر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو حقیقت خاتم النبیین تھی۔ مجھے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس سے نہر ختمیت ٹوٹی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بوجب آیت وَ اٰخِرِیْنَ مِنْہُمْ لَمَّا یَلْحَقُوا بِہُمْ۔ بروزی طور پر وہی خاتم النبیین ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تر لزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا آگے لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔ اور یہ بروز خدا کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا۔ پھر لکھتے ہیں کہ چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا۔ وہ میں ہوں۔ اس لیے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی ہے۔ اور اس نبوہ کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست پا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے

ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے۔ اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظنی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ہیں پہلے تمام انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظن میں اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ظن اور بروز کے الفاظ بعض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ مراد ان سے حقیقت کا ملکہ نبوت ہے۔

ان تصریحات سے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ کا یہ استدلال ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبوی سے اپنی نبوت کے لیے جو دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ محض لا طائل اور بے معنی سعی ہے کیونکہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے لکھے وقت اور اس سے صدیوں پہلے اپنی قرآن دانی اور حکم فہمی کے مدعی تھے۔ اگر ان کو اس سے پہلے قرآن کی رو سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا۔ تو بعد میں قرآن کی کوئی آیت اتری یا نبی کریم صلعم کی کوئی حدیث پیدا ہوئی جس کی بناء پر مرزا صاحب نے نبوت کا اعادہ کیا۔ خاتم النبیین کی آیت اور الیوم اکملت لکھم کی آیت اس وقت بھی قرآن میں موجود تھیں یہ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہیں۔ اور اومرو منی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادعا ئے نسخ سے پناہ لے کر کوئی تاویل کی جاوے تو اومرو نو اہی میں جاری ہو سکتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ اور متفق علیہ ہے۔ پھر کیونکر از روئے قرآن با حدیث اپنے کو ادعا نبوت میں صادق کہہ سکتے ہیں۔

ختم نبوت کے معنی کو تبصیر عام عقیدہ ہے۔ مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ اور اپنے کلام میں اس طرح اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن صرف اپنی خوش خیالی کو باقی رکھنے کے لیے بے عمل اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی کوشش کی ہے۔

آگے وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے بعد بروزی طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خود انہی کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی تریاق القلوب کے صفحہ ۲۹۹ حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ ”مگر مہدی مہمود بروزات کے لحاظ سے بھی دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔“ اس کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں۔ اور اگر احادیث انبویہ کو بغور دیکھا جاوے۔ تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے لیکن یہ قول اس حالت میں صحیح پڑتا ہے۔ جب مہدی مہمود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جاوے۔ اس حوالہ سے مرزا صاحب کا بروزی اور ظنی نبی ہونے کا دعوے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد جو شخص اپنے لیے ادعا نبوت کرے۔ یا کسی دوسرے کو نبی مانے تو وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کافر۔ مرتد۔ اور خارج از اسلام ہے۔ اس کی تاہید کہ ظنی اور بروزی الفاظ محض الفاظ ہی ہیں اور کہ دراصل مرزا صاحب کی مراد حقیقی نبوت سے

ہے۔ مرزا صاحب کے صاحبزادے بشیر محمود صاحب کی ایک تحریر سے ہوتی ہے۔ جو اخبار الفضل مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء کے حوالہ سے مدعیہ کے گواہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے نقل کی ہے۔ اور جو بالفاظ ذیل ہے ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری وجہوں میں حضرت اسماعیل۔ حضرت ادریس علیہم السلام کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی خدا کے آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے۔ کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگ جائیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت ہم دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ پھر لکھا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا۔ اور کہیں بروزی اور ظلی نبی نہیں کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔ اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے۔ اور جو نبیوں کی شان ہے۔ اس کو ان الہامات کے تحت کریں گے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ الفاظ انکساری اور تواضع کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔ ورنہ ان کے معنی مراد نہیں ہیں۔ مرزا صاحب جہاں اپنے آپ کو بروزی یا ظلی یا مجازی نبی کہتے ہیں اس کا مطلب صرف حقیقی نبی سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح خلیفہ دوم اخبار الفضل مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء ہینڈ بل صفحہ ۳ کی سطر (۱) میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کو نبی اللہ تسلیم نہ کرنا۔ اور آپ کو امتی قرار دینا۔ یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت کو جو سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا ہے۔ اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔

ختم نبوت اور انقطاع وحی پر مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک اور دلیل پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جس کی توجیہ یہ ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ یہ ابتداء وحی اور آغاز وحی ہے۔ اس کے بعد ہم نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آیا سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یا نہ جواب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ **وَاقْضِ اَدْبَانَا نُوْحًا وَاِبْرٰهٖمَ وَوَهْبْنَا فِیْ ذٰلِکَ نَبِیْہِہَا النَّبُوۃَ وَالْکِتٰبَ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور ذریت ابراہیم میں بھی بھی ابھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔ دوسری بات اس سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ نبوت کا صرف اور نسل آل ابراہیم ہی ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے۔ کہ اللہ عز اسمہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں دو شعبہ قرار دیئے ہیں۔ ایک ”بنی اسحاق“ جن میں پہلے نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت انبیاء ان میں آئے۔ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ دوسرے ”بنی اسماعیل“ جن میں آنحضرت صلعم تک کوئی نبی نہ آیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت

جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ولقد اتینا موسیٰ الكتاب وقفینا من بعدہ بالرسول اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور کئی ایک رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ لفظ "الرسال" سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے۔ تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ آیا بعثت انبیاء ابھی آئیں گے؟ یا کیا ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذْ قَالَ عِيسٰی ابْنُ مَرْیَمَ الخ خداوند سبحان تعالیٰ نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ "اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول تمہاری طرف ہو کر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات جو خدا کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خوشخبری دیتا ہوں۔ ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آئے گا۔ نام اس کا احمد ہوگا۔ قرآن کریم نے اس سے پہلے رسل کے لفظ سے عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی۔ اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اس کے نام سے مشخص۔ اور معین فرمایا۔ یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ احمد صلعم پر نبوت کو ختم کر رہا ہے۔ اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا۔ اس کو بدل کر ایک خاص معین شخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم کا زمانہ آتا ہے۔ تو ہم قرآن سے پوچھتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یا بند ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کریم فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی۔ اور آنحضرت صلعم پر اگر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت مثیل سابق ایسی اطلاع دی جانی ضروری تھی۔ جیسا کہ پہلے دی گئی۔ ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔

اس ضمن میں دو احادیث کا حوالہ جو گواہ مذکور نے دیا ہے۔ اور دیگر گواہان مدعیہ کے بیانات میں بھی موجود ہے۔ دیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فریق ثانی کے جواب میں یہ حدیثیں بحث طلب ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ جب تک نبی فوت ہو جاتا۔ تو دوسرا نبی آ جاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفہ ہوں گے۔ پس بہت ہوں گے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جنگ ٔ تبوک پر جاتے ہوئے۔ آپ نے جب حضرت علی کو اہل بیت کی نگرانی کے لیے چھوڑا تو حضرت علی نے عرض کیا کہ آپ غم کو دور توں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر نبوت آنحضرت کے بعد تشریعی یا غیر تشریعی جاری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانی بعدی کہ کہ اس وصف سے محروم نہ کرتے۔ گواہ مذکور نے قرآن مجید سے ختم نبوت کی ایک اور یہ دلیل بھی پیش کی ہے۔ کہ سورہ آل عمران پارہ تیسر کی آیت اٰمنا باللہ وما انزل الیک الہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی وہ زمانہ ماضی میں ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ جو آخرت سے پہلے ہو چکے ہیں اور کسی ایسے نبی کے لیے ایمان لانے کی تاکید نہیں کی جو آپ کے بعد ہو۔ اگر فی نبی آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا ہوتا۔ تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ سورہ بقرہ کی ایک اور آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک... میں بھی خداوند تعالیٰ نے انہیں کو ہدایت پر قائم رہنے والا اور ”مفلحون“ فرمایا ہے۔ جو آخرت کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ ہر جگہ وحی کے ساتھ لفظ قبل کو طایا ہے تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے سورہ سبا پارہ نمبر ۲۲ کی آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس... الخ سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ متقی بننے کے لیے صرف ان چار چیزوں کی ضرورت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی ہے جو آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کی گئی۔ دوسری وہ جو آپ سے پہلے لوگوں پر نازل کی گئی۔ اگر آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور ارتقاء کی مدار ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بھی یہاں ذکر فرمادیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور نئی بات کی یا نئی وحی کی متقی بننے کے لیے حاجت نہیں۔ اور نہ ہی اس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر انسانوں کی نجات کا دار و مدار ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مرزا صاحب کی ایک اور تحریر بہت واضح ہے۔ جس کا ذکر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب ”ازالہ ابہام“ کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ یا قبول کرنا پڑے گا کہ خدا نے تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لازم نبوت سے الگ کر کے۔ اور محض ایک امتی بنا کر بھیج دیا اور یہ دونوں صورتیں متنع ہیں۔ اسی طرح صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آیا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے۔ جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے۔ کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے۔ اور عزت جبرئیل علیہ السلام سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ انہیں تمام اسلامی عقائد اور رسوم۔ صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھائے گئے۔ تو پھر ہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ صرف اتنا کہا جائے گا۔ کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العرک متنع ہو جائے گی۔ اور کبھی جبرئیل نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ وہ مہلوب

النبوت ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیں گے۔ تو یہ غلطانہ خیال منہسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں۔ اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم النبوت کا منافی ہے۔ کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی۔ تو پھر تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر خداوند تعالیٰ صادق الوعد ہے اور حوائت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جو حدیثوں میں تصریح بیان کیا گیا ہے۔ کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔ اس سے مدعیہ کی طرف سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کہ کوئی نئی مطیع یعنی امتی نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب مرزا صاحب نبی ہوئے تو انہوں نے اس وحی کی اتباع کی۔ جو ان پر نازل ہوئی۔ یا قرآن کی۔ اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی مرزا صاحب کافر کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع کرنی چاہیے تھی۔ اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی۔ تب بھی کافر کیونکہ قرآن کو چھوڑا۔ کتاب ازالۃ الادہام مرزا صاحب کے دعویٰ کے کچھ عرصہ بعد تحریر ہوئی۔ اور اس وقت تک وہ خاتم النبیین کے ہی معنی سمجھتے رہے۔ جو ساری دنیا نے سمجھے۔ اور ایک نبی کا آنا اور ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام کا اترنا اور ایک فقرہ کہنا۔ کہ تم قرآن کا اتباع کرو۔ یہ سب چیزیں مرزا صاحب کے نزدیک ختم النبوت کے مخالف تھیں۔ اور اس سے مہر نبوت ٹوٹی تھی۔

ہر صدی میں کم از کم ایک مجدد آتا ہے۔ ان کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں جو لوگوں سے غلطی ہو گئی ہے اس پر لوگوں کو متنبہ کریں۔ اور بالخصوص ایسے امود اور عقائد کی نسبت کہ جن سے انسان کافر ہو جائے۔ علاوہ ازیں اُمت میں بے شمار اولیاء۔ ابدال و اقطاب گزرے اور تمام صحابہ کرام ان میں سے کسی نے خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کئے جو مرزا صاحب نے اب بیان کئے ہیں۔ اس لیے جو معنی ختم النبوت کے اب تجویز کئے ہیں جس کی بناء پر نبوت کا جاری رہنا اور وحی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے۔ اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو۔ وہ مذہب مرزا صاحب کے نزدیک لعنتی اور شیطانی مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔

اس بناء پر اگر یہ معنی صحیح ہیں تو جب تک مرزا صاحب کا مذکورہ بالا عقیدہ رہا۔ مرزا صاحب بھی کافر ہوئے۔ اور ان سے پہلے جتنے مسلمان اس عقیدہ پر گزرے وہ سب کے سب کافر ہوئے۔ اور اگر مسلمانوں کا اور مرزا صاحب کا عقیدہ سابقہ صحیح تھا۔ تو پہلے لوگ تو مسلمان اور مرزا صاحب اس عقیدہ کے بدلنے کے بعد کافر ہو گئے۔ یہ نتائج مولوی مرتضیٰ صاحب کے بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ آگے وہ یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ ہمارا مستلزم محال ہے۔ وہ محال ہوتا ہے۔ اس سے اگر مراد محال عقلی ہے۔ تو اس کا انفرادی جائز

ہے۔ بالخصوص تیرہ سو برس تک جبکہ صحابہ تابعین۔ ائمہ مجتہدین اور ائمہ فقہائے۔ کہ جنہوں نے عقلی امور کی بال کی کھال نکال دی ہے۔ اور اگر محال سے مراد شرعی ہے۔ تو وہ بھی محض نہیں رہ سکتا۔ بالخصوص اتنے زمانہ تک اور اتنے علمائے متبحرین پر۔ اور مجددین پر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا اس کلام کے بکھنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں۔ کہ کوئی جدید یا قدیم نبی آہی نہیں آسکتا۔ علمائے اُمت نے جو مسئلہ ختم النبوت پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور جس آیت کے معنے لکھے ہیں اور وہ معنے مرزا صاحب کے مسلمات میں سے ہیں۔ وہی حق ہیں۔ اور اب جو اس معنے سے انکار کرے وہ کافر اور بے شک کا قرب ہے ایک اور کتاب حماۃ البشری کے صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں۔ کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے۔ ظاہری پر حمل کرے۔ اس واسطے کہ یہ آیت ماکان محمد ابا احد۔۔۔ الخ خاتم النبیین کے مخالف ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعہ کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کی استثنا نہیں کی۔ اور پھر اس خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفصیل فرمائی لا نبی بعدی سے جو سمجھنے والوں کے لیے بیان واضح ہے۔ اور اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا بعد بند ہونے کے کھل جائے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے۔ حالانکہ وحی منقطع ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اس کا اعتقاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ اور خاتم الانبیاء وہ بنے نہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ خاتم الانبیاء کی تفسیر بغیر کسی استثنا کے رسول اللہ صلعہ نے اس کلام میں فرمائی کہ لا نبی بعدی۔ اور معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی ہے۔ اور خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں کسی نبی بروزی ظلی و حیزہ کی قید نہیں۔ اور اب لا نبی بعدی کا یہ معنے لینے کہ اس سے مراد خاص وہ نبی ہے جو مستقل نبی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کہ اس نے نبوت حاصل کی ہو۔ کیونکہ یہ معنے مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلط ہیں اور اب یہ معنی کرنے ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ مرزا صاحب خاتم کے یہ معنے اکر تے ہیں۔ کہ رسول کریم مہربن۔ اور آپ کے منظور کرنے سے نبی بنتے ہیں۔ کتاب حقیقت النبوة صفحہ ۲۶۶ حصہ اول منہجہ منبرا لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں لوٹی۔ کیونکہ محمد صلعہ کی نبوت محمد صلعہ تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہر حال محمد صلعہ ہی نبی رہا۔ نہ کوئی اور۔ سیدانور شاہ صاحب گواہ مدعی اس سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ میں آئینہ بن گیا ہوں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اور مجھ میں تصویر اتر آئی ہے۔ رسول کریم صلعہ کی اس سے مہر

نبوت نہ ٹوٹی۔ یہ منہج ہے خدا اور خدا کے رسول صلعم کے ساتھ۔

اب باقیماندہ وجوہات تکفیر میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین کے بارہ میں گواہان مدعیہ کے بیانات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مرزا غلام احمد صاحب کی حسب ذیل تحریروں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب دافع البلاد کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں۔

لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی بنی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا۔ یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کو چھوٹا تھا۔ یا کوئی بے تعلقی جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں کبھی علیہ السلام کا نام ”مصور“ رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

حاشیہ منہجہ انجام اتم صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں کہ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشینگوئی نام کیوں رکھا، کہ آگے حاشیہ صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں کہ آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ اس صفحہ پر آگے کہتے ہیں کہ ”میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جلتے انفوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے۔ اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے“ آگے ہے کہ ”یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی“ منہجہ انجام اتم صفحہ ۷ کے حاشیہ پر ہے کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زنا کار اور کبھی تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آگے لکھتے ہیں کہ ”آپ کا کبجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کبجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے“ آگے ہے کہ ”سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس حلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

یہ گالیاں یسوع کا نام لے کر منہجہ انجام اتم میں درج کی گئی ہیں۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک تھے۔ کیونکہ مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح المرام صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے تھے۔ اسی طرح اپنی کتاب حاشیہ کشتی نوح صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب سے نقصان پہنچا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے۔ اے مسلمانوں! تمہارے نبی صلعم تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔“

حاشیہ منہجہ انجام اتم صفحہ ۵ پر ہے۔ جن جن پیشینگوئیاں کا اپنی ذات کی نسبت توراۃ میں پایا جاتا آپ نے بیان فرمایا۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔

حاشیہ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں ”اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب ”طامود“ سے چُر کر لکھا ہے۔ اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے۔ کہ گویا میری تعلیم ہے“ آگے ہے کہ آپ کے حقیقی بھائی آپ کی ان حرکات سے آپ سے سخت ناراض رہتے تھے۔ اور ان کو یقین تھا۔ کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے۔“

کتاب ست پنچ صفحہ ۱۵۹ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ کہ ”یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے۔ کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔“

ضمیمہ انجام اتم حاشیہ صفحہ ۶ پر ہے کہ ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷ پر ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیرہ کو اچھا کیا ہو۔ یا کسی ایسی بیماریوں کا علاج کیا۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے۔ اور اس تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو۔ تو وہ معجزہ آپ کا نہیں ہے۔ بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھوں میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا اسی کتاب ضمیمہ انجام اتم کے حاشیہ صفحہ ۹ پر آگے مسلمانوں کو غیظ کر کے لکھتے ہیں کہ ”خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی۔ کہ یسوع کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص تھا کہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا۔ اور آنے والے نبی کے مقدس وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متنبکر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلے مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

اور کتاب ست پنچ صفحہ نمبر ۱۵۵ پر لکھتے ہیں۔ اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بڑے کام کئے۔ ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب سے قتل کرایا۔ اور دلالہ خورتوں کو بھیج کر اس کی جورو کو منگوا۔ اور اس کو شراب پلائی۔ اور اس سے زنا کیا۔ اور بہت سا مال حرام کاری میں ضائع کیا۔ اعجاز احمدی صفحہ ۴۲ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشینگوئیوں کو غلط قرار دیا گیا ہے ازالہ الادب صفحہ ۱۲ کے حاشیہ پر درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال تک غلاری کا کام کرتے رہے ہیں۔ کشتی نوح صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کئے ہیں کہ برخلاف تعلیم تورات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور

تعدا داندواج کی کیوں بناؤ ڈالی گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریات تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۱ پر مرزا صاحب مولویوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ”اس سے زیادہ تر قابل انفسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشینگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں“

دافع البلاء صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ ”جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کے کارناموں کی وجہ سے فضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ دوسوہ شیطان ہے۔ کہ کہا جائے کہ کیوں تم اپنے تئیں مسیح ابن مریمؑ سے افضل قرار دیتے ہو“

مولوی اور شاہ صاحب نے لفظ یسوع کی اصل یہ بتائی ہے کہ یہ دراصل عبرانی لفظ ہے۔ اور عبرانی میں ایشوع بمعنی نجات دہندہ تھا۔ ایشوع سے یسوع بنا اور زبانی عربی میں آکر لفظ عیسیٰ بنا۔ اور یہ تعریب قرآن سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

ازالہ الاوہام صفحہ ۱۲۸ پر لکھتے ہیں۔ ”اسو اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل ترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور ہولہب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ عمل ترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان عجوبہ نمایوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔“

ان عبارات سے یہ نتائج نکالے گئے ہیں کہ مرزا صاحب یہ بخوبی جانتے تھے۔ یسوع مسیح ایک ہی شخص ہے جیسا کہ ان کی اپنی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے یسوع کے نام سے جو کچھ کہا ہے۔ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے بعض فقرات عیسیٰؑ یا دیگر کے جوابات میں الزامی صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ تو یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان فقرات میں اس قسم کے الفاظ کہ ”حق بات یہ ہے“ وغیرہ وغیرہ الزامی جوابات نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب کی اپنی تحقیق کا نتیجہ شمار ہوں گے نیز دافع البلاء کے حوالہ سے جو عبارات نقل کی گئی ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام کو ”محصور“ نہ کہنے کے لیے مذکورہ بالا قصے مانع تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی جو عالم الغیب ہے۔ یہ بات متحقق تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیوب موجود ہیں۔ اس لیے اس کا نام ”محصور“ نہ رکھا۔ اور جو گالیاں مرزا صاحب نے پہلے ”انجام تہم“

میں عیسیٰ علیہ السلام کو دسی تھیں وہی یہاں مذکور ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی اور راست گوئی کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے۔ اور قرآن نے ان کی شان میں کہا ہے کہ **وَجِئَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ** رسولوں کو دنیا میں صرف اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی شانِ امامت کریں۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کے معجزات کو سمریہ م کہا ہے۔ حالانکہ سمریہ م اقسامِ سحر اور توجہ نضانی کا ایک شعبہ ہے۔ کہ جس کا کسی پاکباز نیک آدمی کے ساتھ اختصاص نہیں کیا جاسکتا۔ بزرگِ خلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے۔ اور پھر ایسے معجزات کو جس کو قرآن کریم نے نہایت شان اور عظمت سے ذکر فرمایا ہے۔ عملِ ترب یا سمریہ م کہنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو معجزات ثابت کئے گئے ہیں ان کو آج تک تمام علمائے اہل سنت اور عامۃ المسلمین قبول کرتے رہے۔ مرزا صاحب نے ان کو سمریہ م وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک رخنہ اندازی فرمائی۔ ان کا عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح توہین کرنی ایک وجہ کفر ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب ضمیمہ ”چشمہ معرفت“ صفحہ ۸ پر جو عبارت بالفاظِ ذیل ۱۔ ”شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے..... تا موجب نزول غضب الہی درج کی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور کسی نبی کا اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی“

اس کی تائید میں مخنجان گواہان مدعیہ چند سندات۔ قرآن احادیث اور اقوال بزرگانِ پیش کئے گئے ہیں۔ جن کی یہاں تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف مختصر ایہ درج کیا جاتا ہے۔ کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ سب اور ناسزا کہنا۔ پیغمبروں کو اور طعن کہنا۔ سرچشمہ ہے۔ جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ گمراہیوں کا۔ اور ہر کفر اس کی شاخ ہے اور کسی نبی کی ادنیٰ توہین کرنا بھی کفر ہے۔ اور کہ امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ جس نے ناسزا کہنا نبی کریم کو یا تنقیص کی۔ مسلمان ہو یہ شخص یا کافر۔ سزا اس کی قتل ہے اور علماء نے کہا ہے۔ کہ تعریف کرنا خدا کی سب کا یا رسول کی سب کا ارتداد ہے۔ اور موجب قتل ہے۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ علماء نے جب توراۃ اور انجیل محرف سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے۔ اُن سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں۔ مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام مالا لاق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کفر اور اسلام کا فرق ہے۔

مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام سے بھی فضل کہا ہے اور کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲ پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے“ اور یہ کہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ کتاب ازالۃ الایہام جلد اول صفحہ ۶۹

ظلّ عکس اور بروز کا ہے۔ مگر مراد ہے۔ حقیقت کاملہ نبوت۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں۔ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت میں ظلّ تھے۔ اور باوجود اس ایک صفت میں ظلّ ہونے کے وہ مستقل نبی صاحب شریعت تھے اور حقیقی نبی تھے۔ اور مرزا صاحب تمام صفات میں ظلّ ہیں۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب تمام نبیوں سے بڑے تھے۔ اور یہ ایک بہت بڑا کفر ہے۔ مرزا صاحب بار بار تحریر کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی نبوت براہ راست اور میری نبوت فیض محمدی کا اثر ہے۔ ان کا یہ قول بھی غلط ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ جب ہر ایک نبوت ان کے نزدیک آپ کا فیض تھا۔ اس طرح مرزا صاحب کی نبوت بھی آپ کا فیض ہے۔ لہذا یہ فرق کرنا بھی باطل ہوا۔

مرزا صاحب کے ایک اور قول سے جو تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۳۲۹ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور جو بالفاظ ذیل ہے۔

غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسی طرح ابراہیم نے اپنی خواہش طبعیت اور دلی مشاہدات کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا۔ اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ: (الف) اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ سرور عالم صلعم کوئی چیز نہیں رہتے اور آپ کا تشریف لانا بعدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہ دور ہیں۔ گویا اصل ابراہیم علیہ السلام رہے اور آئینہ رسول اللہ صلعم ہوئے۔ اور چونکہ ظلّ اور صاحب ظلّ میں مرزا صاحب کے نزدیک اعینیت ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمد کہتے ہیں۔ تو جب محمد صلعم بروز ابراہیم علیہ السلام ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ اس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں۔ اور نہ ان کی نبوت کوئی مستقل شے ہے۔

(ب) رسول اللہ صلعم ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے۔ اور خاتم النبیین آپ ہوئے۔ کہ خاتم بروز اور ظلّ ہوتا ہے۔ صاحب ظلّ اور اصل نہیں ہوتا۔ اس طرح مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بروز ہوئے۔ تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آنحضرت صلعم۔

(ج) جب رسول اللہ صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ہوں گے نہ کہ آنحضرت میں۔ یہ باطل اور بے مانی ہے۔

اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ آنحضرت صلعم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضول ہے اسلام میں جنم کا عقیدہ کفر ہے۔ اور یہ بے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک مجازی اور ظلی اور بروزی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بین

کے سلسلہ میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعی نے حسب ذیل مزید واقعات بیان کئے ہیں۔
 کسی کے توہین کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یا تو اس میں کوئی عیب جسمانی ظاہر کیا جائے یا کسی بد اخلاقی کے
 ساتھ اس کو متهم کیا جائے۔ یا کسی کے لقب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے
 لئے دعوے کیا جائے۔ یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کی جائے۔ جس سے اس کی دل آزاری
 ہو۔ چنانچہ چند آیات قرآنی جن میں اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی پاک محمد صلعم کو چند مراتب اور مقامات عالیہ سے
 مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اوپر چسپاں کرے تو لامحالہ رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی
 سمجھی جائے گی چنانچہ آیات ذیل۔

آیت سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اسْرِي بِعَبْدِي ۝ ۱۰۰۰۰ الخ

جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا۔

دوسری آیت تَعَدَّ لِي فَتَدَلِّي ۱۰۰۰۰ الخ

جس میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جو قرب الہی جناب رب العزۃ سے حاصل ہوا تھا۔ یا بقول دیگر
 جبرئیل علیہ السلام سے ہوا ذکر ہوا ہے۔

وآیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۱۰۰۰۰۰ الخ

وآیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ۱۰۰۰۰۰ الخ

وآیت اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَرُ ۱۰۰۰۰۰ الخ

مرزا صاحب نے اپنے اوپر نازل ہونی بیان کی ہیں۔ اور مقام محمود کو بھی اپنے حق میں تجویز کیا ہے۔ اور
 ان اشعار میں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔ کسی نبی کی استثناء نہیں کی گئی۔ ہمارے نبی کریم بھی انبیاء کی جماعت
 میں داخل ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے ساتھ مختص نہیں۔ بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ دوسرے شعر
 کے مصرع ثانی میں اپنی فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں "اسماں سے کئی
 تخت اتارے پر تیسرا تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔ اس میں بھی رسول اللہ صلعم کی توہین ہے۔

مرزا صاحب کتاب تحفہ گوڑوہ کے صفحہ ۷۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ مثلاً کوئی شریر انفس ان تین ہزار معجزات کا
 کبھی ذکر نہ کرے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ سے ظہور میں آئے۔ اور برابر انھیں میں لکھتے ہیں کہ ان چند سطروں میں
 جو پیشینگوئیاں ہیں۔ وہ اس قدر شانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہوں گے۔ اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے
 ہیں۔ جو اول درجہ پر خرق عادت ہیں۔ ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے معجزات کو
 تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات دس لاکھ۔ کیونکہ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم
 پر اپنی کتنی بڑی فضیلت بیان کی۔ اس قسم کی توہین کو توہین لزومی کہا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ عبارت

اس لیے نہیں لائی گئی کہ تنقیص کرے۔ مگر وہ عبارت صادق نہیں آتی۔ جب تک تنقیص موجود نہ ہو۔ مذکورہ بالا عبارات میں اس قسم کی تنقیص پائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں مرزا صاحب کا ایک قول حقیقت الٰہی صفحہ ۱۳۶ سے نقل کیا گیا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ ہاں اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا۔ کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھلائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلائے ہوں کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ پر مرزا صاحب کا ایک شعر ہے۔ جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتا ہے ”لہ شفق القمر المیزان لی“ جس کا یہ مطلب ہے کہ اس لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لیے چاند اور سورج کا۔ اس میں شق القمر کے معجزہ کو چاند گرہن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور شق القمر کا انکار ہے۔ زیادہ تر توہین لفظ لہ کے استعمال اور طرز خطاب سے اخذ کی جاتی ہے۔ جس سے صاف طور پر تقابل دکھا کر اپنی فضیلت دکھانی گئی ہے۔

اس طرح خطبہ الہامیہ (ت) حاسبہ سطر نمبر ۲ کے ایک منقولہ سے ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام کی توہین کی گئی ہے۔ اور اس میں جو یہ الفاظ درج ہیں کہ یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح موعود شیطان کو شکست دے گا یہ بالکل خلاف واقع جھوٹ ہے۔ قرآن شریف میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔ اشعار محولہ بیان مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ حسب ذیل ہیں۔

آنکہ داد است ہر نبی را جام	داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بے	من بر عرفان نہ کمترم ز کے
کم نیم زان ہمہ بروے یقین	ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

اور جو مضمون ان اشعار میں ادا کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ کی طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرق مراتب کا ہے۔ اور جو پیغمبر افضل ہے۔ وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جائے گا۔ کہ وہ کسی دوسرے سے افضل ہے۔ اور بنی کریم صلعم نے اپنی اُمت کو یہ پہنچایا ہے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ اور ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو۔ کفر صریح ہے۔

چھٹی وجہ تکفیر میں مدعیہ اکی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب ازالتہ الادہام کے صفحہ ۲۳۰ پر لکھتے ہیں کہ ”تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ اور تواتر اگر غیر قوموں کا ہو۔ تو وہ بھی قبول کیا جائیگا۔ پھر اس کے ساتھ اگلے صفحہ پر جو کچھ لکھتے ہیں اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف

لانے کی پیشینگوئی ایسی متواتر پیشینگوئیوں سے ہے جو خیر القرون میں تمام ممالک اسلام میں پائی گئی تھی۔ اور مسلمات میں سے سمجھی گئی۔ اور یہ اول درجہ کی پیشینگوئی ہے۔ جس کو سب نے قبول کر لیا تھا۔ اور جس قدر صحاح میں پیشینگوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ مگر اس کے بعد جب مرزا صاحب کو اس پیشینگوئی کا انکار مطلوب ہوا۔ تو انہوں نے یہ کہا کہ یہ بہت بے ادبی کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ یہ نہیں ہے۔ مگر شرک عظیم۔ یہ عقیدہ حیات کا مسلمانوں میں نصرانیوں سے آیا ہے۔ پھر اس عقیدہ کو نصاریٰ نے بہت مال خرچ کر کے مسلمانوں میں شائع کیا۔ شرروں میں اور گاؤں میں اس وجہ سے کہ ان میں کوئی شخص عقلمند نہ تھا۔ اور پہلے مسلمانوں سے یہ قول نہیں صادر ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ معذور ہیں۔ اللہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ لوگ گنہگار تھے۔ مگر قصداً نہ تھے اور خلا کی وجہ یہ تھی کہ وہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطا کر دے تو اللہ اس کی غلطی کو معاف بھی کرتا ہے۔ ہاں جن کے پاس امام آیا۔ حکم بنیات کے ساتھ اور جس نے رشد کو گمراہی سے ظاہر کر دیا۔ اور پھر بھی انہوں نے اعتراض کیا۔ وہ لوگ ماخوذ ہوں گے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شرک نہیں بلکہ شرک عظیم فرماتے ہیں۔ اور وعدہ الہی کے مطابق بمشاء آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک الخ..... الخ شرک کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول کی بنا پر ساری امت گمراہ تھی۔ اور ساری امت مشرک و کافر تھی۔ اور جو شخص تمام امت کو گمراہ اور کافر کہے۔ وہ خود کافر ہوتا ہے مرزا صاحب کے اس قول سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا ہے۔ کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر وقعت نہیں رہ سکتی۔ جبکہ یہ ثابت بھی ہو گیا۔ کہ یہ عقیدہ بطریق توازنہ تمام ممالک اسلام میں پھیل گیا تھا۔ اور سب نے قبول بھی کر لیا۔ اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی برائی کی اطلاع نہ ہوئی۔ اگر مرزا صاحب تشریف نہ لاتے۔ تو جیسے پہلی ساری امت معاذ اللہ شرک عظیم میں مبتلا تھی۔ آگے اسی طرح۔ شرک عظیم میں مبتلا رہتی اور ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اور شخص مجدد یا رسول اللہ صلعم کا بروز بن کر ۲۰۔ ۲۵ اور شرک ثابت کر دے۔ تو جب قرآن اور حدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے۔ کہ شرک عظیم کا اس میں تیرہ سو برس تک پتہ نہ لگا۔ تو پھر اس مذہب کا کیا اعتبار رہے گا۔

چنانچہ مرزا صاحب ایک اور استفادہ ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ ”جو شخص بالقصد اس کا خلاف کرے۔ اور یہ کہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہے۔ پس ان لوگوں میں سے ہے۔ کہ جو قرآن کے کافر ہیں۔ ہاں جو لوگ مجھ سے پہلے گذر گئے وہ اپنے اللہ کے نزدیک معذور ہیں“

دوسری کتاب دافع البلاء میں صفحہ ۵۵ پر لکھتے ہیں کہ ”ہم نے سنا ہے۔ کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مُشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں کہتا کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں۔ اور دوبارہ آنا کہ

خاتم الانبیاءؑ سے بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔ الفضل جلد ۳ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۷ پر درج ہے۔ پس ان معنوں میں مسیح موعودؑ جو آنحضرتؐ صلعم کی بعثت ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرتؐ کی بعثت ثانی اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔

اس ضمن میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک وجہ کفریہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانان عالم کو جو ان کی جماعت میں داخل نہیں خواہ وہ ان کو کافر کہیں یا نہ کہیں۔ اور بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ۔ خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کرتا ہے۔ وہ کس طرح خود کفر کی زد سے بچ سکے گا۔

ان وجوہ تکفیر کے علاوہ مرزا صاحب کے حسب ذیل اعتقادات بھی عامۃ المسلمین کے اعتقادات کے خلاف بیان کئے گئے ہیں۔

مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے معنی جو مسلمان اب تک سمجھتے تھے۔ اس معنی پر قیامت نہیں ہونے کی۔ قرآن میں جو نفع صور آیا ہے نہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی کوئی نفع صور ہے۔ اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ بلکہ اس سے مراد مرزا صاحب کا تشریف لانا ہے۔ قیامت کے متعلق جتنی آیات قرآن مجید میں ہیں اور حجتی احادیث میں ہیں ان تمام امور کا انکار ہے۔ صرف لفظوں کا انکار نہیں۔ مگر جن معنوں سے قرآن اور حدیث قیامت کو بیان کرتے ہیں۔ ان چیزوں کا انکار ہے مردوں کا قبروں سے اٹھنا۔ جو بہت سی آیات میں مذکور ہے اس کا بھی انکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ گواہ مدعیہ نے مرزا صاحب کے چند دیگر اقوال بھی خلاف شریعت بیان کئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

مثلاً مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۶۲، ۶۳ پر لکھتے ہیں کہ ”میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا۔ اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔ اور خدائی والو بہت میرے رگ و ریشہ میں گھس گئی۔ اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین۔ نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے اُن کو مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا۔ کہ میں ان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا پھر میں نے کہا کہ اِن اَزِیْنَا السَّمَاوَاتِ دُنْیَا بِمَصَاحِجٍ پھر میں نے کہا کہ ہمارا انسان کو کچھ میں سے پیدا کر بس گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اور اپنے آپ کو خالقِ جانا اور کوئی شخص جب خدائی دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو خالقِ جانے تو وہ اسلام سے مردت ہو جاتا ہے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ تو مجھ سے مبزلہ میرے فرزند کے ہے۔ اسی کتاب حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔ کبھی خطا کروں گا۔ کبھی ثواب کو پہنچوں گا۔ اس سے خدا کو غلطی کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے زمین و آسمان ہمارے ساتھ اسی طرح تمہارے ساتھ بھی ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی طرح اپنے آپ کو حاضر ناظر جانا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۵ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو نانا چاہے۔ پس کن کہہ دے۔ وہ ہو جائے گی۔ البشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ جس طرح میں ازلی ہوں۔ اسی طرح تیرے لیے بھی میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں۔ اور تو بھی ازلی ہے۔

توضیح المرام کے صفحہ ۶۸ پر لکھتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود عظیم ہے کہ جس کے بشمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض و طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود عظیم کی تائیں بھی ہیں۔ جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خداوند تعالیٰ کو تیندوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کتاب فیمہ تریاق صفحہ ۳۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ نئی زندگی برگزہ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیالیقین پیدا ہو کبھی نیالیقین پیدا نہیں ہو سکتا تک مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھلائے جائیں نئی زندگی انہی کو ملتی ہے۔ جن کا خدا نیا ہو۔

اس سے مرزا صاحب نے خدا کو حادث بتلایا۔ اور یہ عقائد وہ ہیں۔ جو مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے متعلق رکھے ہیں۔ اور ان سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

حقیقت الوحی صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ ان دلائل کے علاوہ مدعی کی طرف سے چند نظائر مثل مسیہ کذاب وغیرہ کے بھی پیش کی گئی ہیں۔ کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اور اس بناد پر انہیں قتل کیا گیا۔ ان کی زیادہ تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس تمام بحث سے جو اوپر بیان ہوئی۔ حسب ذیل نتائج برآمد کئے گئے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت شرعیہ تشریع کیا۔ جو اتفاق امت اور اتفاق مرزا صاحب کفر ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے کلام میں شریعت کی تشریح بھی کر دی ہے۔

- ۲۔ مرزا صاحب نے اقرار فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے۔ اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا اس لیے کافر ہوئے۔
- ۳۔ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آسکتا۔ اور اس کو قرآن کا انکار کرنا بتلایا ہے۔ لیکن پھر خود دعویٰ نبوت کیا۔
- ۴۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا آپ کا خاتم الانبیاء ہونا۔ خاتم النبیین اور لانا نبی بعدی“ سے ثابت ہے۔ اور پھر اس کے بعد یہ کہا۔ کہ جو ایسا کہے کہ آپ کے بعد نبوت نہیں آسکتی۔ وہ خود کافر ہے اس لیے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔
- ۵۔ مرزا صاحب نے جواز نبوت کو رسول اللہ صلعم کے بعد کفر قرار دیا ہے۔ اب مرزا صاحب اس نبوت کو فرض قرار دیتے ہیں۔ یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے۔
- ۶۔ مرزا صاحب دروازہ نبوت کو کھول کر اپنے ہی ہنگ محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی کافر ہوئے۔
- ۷۔ مرزا صاحب یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہزار بار محمد رسول اللہ صلعم ہی خود بروز فرمائیں گویا رسول اللہ صلعم جیسے ہزاروں لوگ ہزاروں نبی اب واقع ہو سکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں۔ بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر مرزا صاحب نے یہ کہا کہ شریعہ کا کی ایک بعثت پہلے تھی۔ ایک بعثت ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل تناسخ ہے۔ جو تناسخ کا قائل ہے وہ کافر ہے۔
- ۸۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں عین محمد ہوں۔ اس میں سرورِ عالم کی توہین ہے۔ اگر واقعی عین ہیں تو کھلا ہوا کفر۔ اگر عین محمد نہیں ہیں تو ان کے بعد دوسرے نبی ہوئے اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ گئی۔ یہ اور وجہ کفر کی ہوئی۔
- ۹۔ مرزا صاحب نے دعویٰ وحی کیا۔ اور ساتھ ہی دعویٰ نبوت کیا جو کفر ہے۔
- ۱۰۔ مرزا صاحب نے اس وحی کو قرآن۔ توہیات اور انجیل کے برابر کہا۔ اس بناء پر قرآن آخر الکتب باقی نہیں رہتا۔ یہ بھی وجہ کفر ہے۔
- ۱۱۔ مرزا صاحب نے اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کی کہ جو شخص کسی نبی کو گالی دے۔ توہین کرے۔ وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی کئی وجوہ سے توہین کی۔ ہر توہین موجب کفر ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے آدم علیہ السلام کی سرورِ عالم کی توہین کی۔ اس لیے بھی کافر ہوئے۔
- ۱۲۔ مرزا صاحب نے احکام شریعت کو بدلا لیا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب پر کفر لازم آتا ہے۔ مرزا صاحب

نے فرمایا کہ کسی احمدی عورت کا غیر احمدی سے نکاح جائز نہیں۔ نیز یہ کہ کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ نیز فرمایا کہ پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مفسر مکتب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ حاشیہ تحفہ گوٹرویہ صفحہ ۱۸- (۱۲) مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ جو مجھے نہ مانے وہ کافر ہے۔

۱۳۔ مرزا صاحب نے نسخہ صورت کا انکار کیا۔ مردوں کو قبروں سے اٹھنے سے انکار ہے جس طریق سے قیامت کی خبر قرآن اور حدیث میں ہوئی۔ اُن سے بالکل انکار ہے صرف ظاہری الفاظ ہی رکھے۔ مگر معنی الٹ بیان کئے۔ یہ وجوہ بھی مرزا صاحب کی تکفیر کے ہیں۔ لہذا ان وجوہ پر کسی مسلمان مرد و عورت کا کسی احمدی مرد و عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو گیا۔ اور نکاح کے بعد کوئی اس مذہب میں داخل ہو جائے۔ تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا۔

اور اپنے اس ادعا کی تائید میں چند دیگر علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے گئے ہیں۔ جو مسلسل کے ساتھ شامل ہیں۔ اور سید انور شاہ صاحب گواہ نے مصر اور شام کے دو مطبوعہ فتووں کا حوالہ بھی اپنے بیان میں دیا ہے۔

تشریری فتوے جو مسلسل پر لائے گئے ہیں۔ حسب ذیل مقامات کے علماء ہیں۔ مکہ معظمہ۔ ریاست بام پور دارالافتاء ریاست بھوپال۔ بہاول (سندھ) بریلی۔ ڈابھیل۔ دہلی۔ سہارن پور۔ تھانہ بھون۔ تھان۔ علماء کی فہرست میں شیخ عبداللہ صاحب رئیس القضاۃ مکہ معظمہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علماء ہند اور مولوی اشرف غنی صاحب کے اسماء بھی ہیں۔

فریق ثانی کی طرف سے ان دلائل کا جو مرزا صاحب کی تکفیر کے متعلق مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ تین طریق پر جواب دیا گیا ہے ۱۔

اول یہ کہ مرزا صاحب کی جن عبارات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان سے ان کے عقائد کفریہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان عبارات کے مابین اور مابعد کی عبارات کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ اور نہ ہی سیاق سابق عبارت کو زیر غور لیا گیا ہے۔ اگر ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے ان عبارات پر غور کیا جاوے۔ تو ان سے وہ نتائج اخذ نہیں ہوتے جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

دوسرا یہ کہ مرزا صاحب نے خود دیگر مقامات پر ان عبارات کی تشریح کر دی ہے۔ اس لئے۔ ان عبارات سے وہی معنوم لیا جائے گا۔ جو انہوں نے خود بیان کیا۔ اور کہ دیگر مقامات پر ایسی عبارات بھی موجود ہیں کہ جن کو مد نظر رکھتے ہوئے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ان عبارات زیر اعتراض سے مرزا صاحب کا وہی مدعا تھا جو گواہان مدعیہ نے اخذ کیا۔

تیسرا یہ کہ مرزا صاحب کے اقوال زیر بحث میں سے بعض اقوال ایسے ہیں۔ جو دیگر بزرگان دین سے بھی مرزد ہوئے۔ لیکن فریق مدعیہ کے نزدیک وہ بزرگان مسلمان تھے اس لیے ان اقوال کی بناء پر مرزا صاحب کے خلاف کیونکر فتوے تکفیر لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تمام امور تشریح طلب ہیں۔ اور اپنے اپنے موقع پر ان کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ اور وہاں ان کا پورا جواب بھی دیا جائے گا۔ یہاں ان کے متعلق مختصر آیه درج کیا جاتا ہے۔ کہ عبارات زیر بحث میں سے بعض ایسی ہیں۔ کہ جو اپنے اندر ایک مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ اور ان میں کوئی ایسا ابہام نہیں ہے کہ جو کسی تشریح یا توجیہ کا محتاج ہو۔ اس لیے ایسی عبارات کے نہ ماسبق اور مابعد دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ سیاق سابق معلوم کرنے کی۔ لہذا ان فقرات کی اپنی ترتیب سے ہی جو مفہوم اخذ ہوگا وہی مراد لیا جائے گا۔

امردوم کے متعلق اول تو مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے بہت سے اقوال میں تعارض ہے۔ اور اس تعارض کو کسی صاف تشریح یا وضاحت سے رفع نہیں کیا گیا۔ دوسرا حدیث کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ بعض عبارات فی نفسہ ایسے مستقل جملے ہیں کہ جو اپنے مفہوم کی خود وضاحت کر رہے ہیں۔ اس لیے تا وقتیکہ یہ نہ دکھلایا جاوے۔ کہ یہ کلمات واپس لئے گئے۔ دیگر کلمات نہ ان کے قائم مقام تصور ہو سکتے ہیں۔ اور ان کی تشریح نہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے۔ کہ ان اقوال کو ان اقوال کے تحت سمجھا جاوے جو مرزا صاحب نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔ کیونکہ وہ اقوال اقوال زیر بحث کو مسترد نہیں کرتے۔ بلکہ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ سید انور شاہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ روش مرزا نے عمدتاً اختیار کی۔ تاکہ نتیجہ گڑ بڑ رہے۔ اور ان کو بوقت ضرورت مخلص اور مفر باقی رہے۔

امردوم کے متعلق اول تو ان بزرگان کے اقوال بعینہ ان الفاظ میں نہیں۔ جو مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں دوسرا مقدمہ ہذا میں ان بزرگان کے مسلمان یا نہ مسلمان ہونے کا سوال زیر بحث نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے دیگر حالات پیش نظر ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے مقابلہ میں ان کے الفاظ پیش کرنا ایک سعی لاحاصل ہے۔

علاوہ ازیں سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ صوفیاء کے ہاں ایک باب ہے جس کو شطیبات کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گزرتے ہیں اور ان حالات میں کوئی کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔ جو ظاہری قواعد پر چپاں نہیں ہوتے۔ اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء کی تصریح ہے۔ کہ ان پر کوئی حمل پیرا نہ ہو۔ اور تصریحیں کرتے ہیں۔ کہ جس پر یہ احوال نہ گذرے ہوں۔ وہ ہماری کتاب کے مطالعہ نہ کرے۔ مجملہ ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہو جاتا ہے۔ دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے اُلجھ جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی۔ کسی کے صوفیاء میں سے بھی کوئی قائل نہیں۔ اور ایسے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔ فریق ثانی کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں سے ان کے چند عقائد بیان کئے جا کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی رو سے جن باتوں کو ایک شخص کے مومن اور مسلمان ہونے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

وہ سب مرزا صاحب میں اور ان کی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ ان سب پر خلوص دل اور صمیم قلب سے یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ سب بجالاتے ہیں۔ اور ان کا دین ہی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لائے۔ اور وہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی شخص کوئی اور دین اختیار کرے۔ تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں گواہان مدعی نے انہیں کافر۔ مرتد۔ ضال اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریات دین کا منکر ٹھہرایا ہے۔ لیکن جن امور کی بنیاد پر انہوں نے کافر اور مرتد کہا ہے ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے فتوے تکفیر کی بناء بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے۔ اور اس ضمن میں ان علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کرتے ہوئے چند کتب فقہ کے حوالوں سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ اگر ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ مد نظر رکھا جاوے۔ تو اس سے بڑے بڑے بزرگ اور تمام شیعہ اور وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو یہ کہتے سنے جاتے ہیں۔ کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے بھی جانا ہے۔ تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہیے۔ اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو یا عیسائی افسران کو متخائف دیتے ہیں کافر ہیں۔ اور ان عورتوں کے لیے جو اپنے خاوندوں کی بدسلوکی سے تنگ ہیں اور ان کے عقد نکاح سے نکلتا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب بتلائی گئی ہے۔ کہ اگر ان میں سے کوئی عورت یہ کہ دے کہ میں کافر ہوئی تو معاہدہ کافر ہو جائے گی۔ اور اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور اس طرح وہ مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں اور اس طرح سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں۔ اور اس طرح ہزار ہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر چہ نہیں یہ لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں ہنستے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور اس طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جاسکتا ہے تو مذکورہ بالا امور کے تحت تمام ایسے مسلمان جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ کافر ہیں۔ اور ان کا نکاح فسخ ہونا چاہیے۔ لیکن اصول مذکورہ بالا پر علماء کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے۔ اور ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ ضروریات دین میں سے سمجھا گیا ہے۔ اور ان کے منکر کو کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ گواہان مدعی نے اپنے بیانات کی تائید میں چند مفسرین کے اقوال کو نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سچے سمجھے من وعن تسلیم کر لیا جاوے۔ اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق لکھ گئے۔ اسے حرف بحرف مان لیا جاوے اس لیے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا۔ کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں حوزہ تدبر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اس کو اختیار کریں پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا صحیح

منیں ہے۔ علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہوں آنکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان فتوؤں اور اقوال کو کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں۔ اور مخالف کو چھوڑ دیں اور امت کے ان علماء کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں موافق اور مخالف پائیں۔ یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچا دیں۔ جس کے لیے وہ تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں اس کے آگے پھر جو بات تکثیر کا جواب شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے عقائد کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ مدحیہ نے نہایت عمدہ جواب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب چونکہ اور زاد کا فرزند تھے۔ اور ابتداءً ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشو و نما ہوئی۔ اس لیے انہی کے وہ پابند تھے۔ اور وہی کہے چھزند ریجا ان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہو گئے دوسرا یہ کہ انہوں نے باطل اور جھوٹ دعویٰ کو رواج دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ اور عام و خاص مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا۔ جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہو گیا۔ اس لیے مرزا صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں اہلسنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال و افعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس کی تصریح نہ ہو۔ کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے۔ جو جمہور امت نے سمجھی۔ اور پھر اس کی تصریح نہ ہو۔ کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کئے تھے۔ ان سے توبہ کر چکے ہیں۔ اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو۔ چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کفر سے ہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندگی اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ جو عقائد اسلام ظاہر کرے۔ اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعوے کرے لیکن اس کی ایسی تاویل اور تحریف کر دے جن سے اس کے حقائق بدل جائیں۔ اس لیے جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جادے کہ مرزا صاحب ختم نبوت اور انقطاع وحی کے ان معنی کے لحاظ سے قائل ہیں۔ جس معنی سے کہ صحابہ۔ تابعین۔ اور تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا قرار کیا۔ اسی طرح نزول مسیح و حیزہ عقائد کے الفاظ کا کسی جگہ اقرار کر لینا یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہے خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔

یہ بات ثابت ہو چکی کہ مرزا صاحب اپنی اخیر عمر تک دعوے نبوت پر قائم رہے اور اپنے کفریہ عقائد سے کوئی توبہ نہیں کی۔ علاوہ ازیں اگر یہ ثابت بھی نہ ہو۔ تو کمالات کفریہ اور عقائد کفریہ کہنے اور لکھنے کے بعد اس وقت تک ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک ان کی طرف سے ان عقائد سے توبہ کرنے کا اعلان نہ پایا جاوے۔ اور

یہ اعلان اُن کی کسی کتاب یا تحریر سے ثابت نہیں پایا گیا۔

عدالت ہذا کی رائے میں مرزا صاحب کے عقائد کی بابت یہ جواب بہت جامع اور مدلل ہے اور گو کہ مختار مدعیہ نے اپنی بحث میں ان کے ہر عقیدہ پر تفصیلی بحث بھی کی ہے۔ لیکن اس کی موجودگی میں ان عقائد پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ مختار مدعیہ نے بحث کی ہے کہ مرزا صاحب کا خود کلمہ طیبہ پر بھی پورا ایمان نہ تھا۔ کیونکہ اس کلمہ پر اس صورت میں ہی مکمل ایمان تصور ہو سکتا ہے۔ جبکہ خداوند تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات پر پورا ایمان ہو۔ مرزا صاحب کے بعض اقوال سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر الوہیت کو موجزن پایا۔ اور اپنے آپ میں خدائی طاقتیں اور صفاتیں موجود دیکھیں اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور مدارج میں شریک بتلاتے ہیں۔ اور انہیں خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کلمہ طیبہ پر انہیں لازم کے تحت ایمان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ دیگر مسلمان۔ اس لیے بھی انہیں مسلمان تصور نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن عدالت ہذا کی رائے میں ایسی تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی تکفیر کا سوال مقدمہ ہذا میں اصل سوال مابا لنزاع نہیں بلکہ ایک ضمنی سوال ہے۔ اصل سوال مدعا علیہ کے ارتداد اور تکفیر کا ہے اس لیے مرزا صاحب کے اعتقادات کے متعلق صرف اس حد تک بحث کی ضرورت ہے جس حد تک کہ مدعا علیہ کے خلاف امور مذکورہ بالا کے تصفیہ کے لیے روشنی پڑ سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس بحث کو بضرعی محال صحیح بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر یہ دکھانا پڑے گا کہ مدعا علیہ کا کلمہ طیبہ پر بھی ویسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کا۔ اور اس کا حل مشکلات سے خالی نہیں ہوگا۔ کیونکہ مدعا علیہ کی نیت کا اندازہ پورے طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جن امور کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو ضروریات دین کا منکر قرار دیا جا کر کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید یا احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کی طرف سے یا تو مدعیہ کی پیش کردہ شہادت اور بحث کو بغور ذہن نشین نہیں رکھا گیا۔ یا دیدہ وانتہ مغالط پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ گویا ان مدعیہ نے بہت تکرار اور شہ و مد کے ساتھ اور خود مرزا صاحب کے اپنے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ بائیں معنے کے آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا نص قرآن سے اور احادیث متواترہ سے اور اجماع اُمت سے ضروریات دین سے ہے۔ اور اس کا انکار کفر ہے۔ اور اس کی تائید میں انہوں نے بہت سی آیات قرآن اور احادیث پیش کی ہیں کہ جن میں سے بعض کی صحت کے متعلق جیسا کہ آگے دکھلایا جائے گا۔ خود مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کیونکر یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن یا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ البتہ

اگر یہ کہا جاتا کہ وہ ثبوت قوی نہیں۔ تو کچھ بات بھی تھی۔ لیکن یہ کہنا بالکل خلاف واقع ہے کہ ان کی طرف سے قرآن اور احادیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ مدعیہ کی طرف سے بیان کردہ وجوہات تکفیر اور درج کی جا چکی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے متعلق (گو کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ آگے دکھلایا جائے گا) یہ کہا جاسکتا کہ وہ ضروریات دین سے نہیں ہیں۔ مگر مسئلہ ختم نبوت کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ ضروریات دین سے نہیں ضروریات دین کی اگرچہ ایک وسیع اصطلاح ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض علماء نے اس کے تحت میں اپنی دانست کے مطابق بہت سے ایسے امور بھی داخل کر دیئے ہوں۔ کہ جو بحث طلب ہوں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل سے ہے۔ ضروریات دین کا مفہوم گواہانِ نبیہ نے اپنے بیانات میں ظاہر کر دیا ہے۔ جو اور پر گزر چکا ہے۔ اگر اس اصطلاح کے لفظی معنی بھی مراد لیے جاویں تو ان الفاظ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے۔ کہ وہ امور جو کسی دین میں داخل رہنے کے لئے ضروری ہوں۔ اور جن کے نہ ماننے سے وہ شخص اس دین کا پیرو نہ سمجھا جاسکے۔ ضروریات دین سے ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام لہجہ ماننا یا اس معنی کہ آپ آخری نبی ہیں۔ مذہب اسلام میں داخل رہنے کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی مانا جائے۔ تو مدعیہ اور اس کے گواہان کے نزدیک نہ صرف نص قرآن اور احادیث متواترہ کا انکار ہوگا۔ بلکہ معمول بہ اس نئے نبی کی وحی ہو جائے گی نہ کہ قرآن اور اس سے وہ شخص مذہب اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ماننا نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک ان کے مذہب کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ بلکہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں بھی ملتی ہے مثلاً یہود اور نصاریٰ۔ جن کے مذاہب کی تفریق محض اس بناء پر ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے پیشواؤں کے بعد اور کسی نبی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس طرح مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی نبی نہیں اب اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ مذہب اسلام کا پیرو نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لیے ختم نبوت سے بڑھ کر اور کوئی مسئلہ ضروریات دین میں سے ہو سکتا ہے۔ یہ آگے دکھلایا جائے گا۔ کہ اس بارہ میں جو اسناد پیش کی گئی ہیں وہ کس فریق کی معتبر اور زیادہ وزن دار ہیں۔

یہاں میں یہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ میں بہت سے مسلمان نبی کی حقیقت سے بھی نا آشنا ہیں۔ اس لیے بھی ان کے دلوں میں یہ مسئلہ گھر نہیں کر سکتا۔ کہ مرزا صاحب کو نبی ماننے میں کیا قباحت ہوتی ہے کہ جس پر اس قدر چیخ و پکار کی جا رہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس کی کچھ تھوڑی سی حقیقت بیان کر دی جاوے۔

مدعیہ کی طرف سے نبی کی کوئی تعریف بیان نہیں کی گئی۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ نبوت ایک عہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے برگزیدہ بندوں کو عطا کیا جاتا رہا ہے۔ اور نبی اور رسول میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ ہر

رسول نبی ہوتا ہے۔ اور نبی کے لیے لازمی نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ فریق ثانی نے بحوالہ نبراس صفحہ ۸۹۔ بیان کیا ہے کہ رسول ایک انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ احکام شریعت کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے۔ کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کے لیے کتاب لازماً شرط ہے اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے کہ جو صاحب کتاب ہو۔ یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔

یہ تعریفیں چونکہ اس حقیقت کے اظہار کے لیے کافی نہ تھیں۔ اس لیے میں اس جستجو میں رہا۔ کہ نبی یا رسول کی کوئی ایسی تعریف مل جائے جو تصریحاً قرآن کی رو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو۔ اس سلسلے میں مجھے مولانا محمود علی صاحب پروفیسر رندھیر کالج کی کتاب دین و آئین دیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے معتزین کے خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے نبوت کی حقیقت یہ بیان کی۔ کہ جس شخص کے دل میں کوئی نیک تجویز بغیر ظاہری وسائل اور غور کے پیدا ہوں۔ ایسا شخص پیغمبر کہلاتا ہے۔ اور اس کے خیالات کو وحی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ تعریف بھی مجھے دلچسپ معلوم نہ ہوئی آخر کار ایک رسالہ میں ایک مضمون بعنوان میکائیلی اسلام از جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز میری نظر سے گزرا اس میں انہوں نے مذہب اسلام کے متعلق آج کل کے روشن ضمیر طبقہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ اور پھر خود ہی اس کے حقائق بیان کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے۔ میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جاسکتی۔ اور میرے خیال میں فریقین میں سے کسی کو اس پر انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں ان کے الفاظ میں ہی اس حقیقت کو بیان کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ آج کل کے معقولیت پسندوں کی جماعت کے نزدیک رسول کا تصور یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی لیڈر اور ایک مصلح قوم ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کی نمکبت اور زبوں حالی سے متاثر ہو کر انہیں فلاح و بہبود کی طرف بلاتا ہے۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کے اندر انضباط و ایثار کی روح پھونک کر زمین کے بہترین خطوں کا ان کو مالک بنا دیتا ہے۔ اس کی حقیقت قوم کے ایک امیر کے قسم کی ہوتی ہے۔ جن کے ہر حکم کا اتباع اس لیے لازمی ہوتا ہے کہ انحراف سے قوم کی اجتماعی قوت میں انتشار پیدا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور وہ دنیاوی نعمتیں جو اس کے حسن تدبیر سے حاصل ہوتی تھیں۔ ان کے چھن جانے کا احتمال ہوتا ہے۔

اس کا حسن تدبیر عقل حکمت ذہنی انسان کے ارتقاء کی بہترین کڑی ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے ماحول کا بہترین مفکر شمار کیا جاتا ہے۔ کثرت ریاضت سے برائی کی قوتیں اس سے سلب ہو جاتی ہیں۔ اور نیکی کی قوتیں نمایاں طور پر ابھر آتی ہیں۔ انہیں قوتوں کا نام ان کے نزدیک اہلس اور ملائکہ ہے۔ اس کا جواب پھر انہوں نے بحوالہ آیات قرآنی یہ دیا ہے۔

کہ رسول بلاشبہ مصلح اور مدبر ملت ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت دنیاوی مصلحین اور مدبرین سے بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔ دنیاوی مفکرین و مدبرین اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ اور ان کا فلسفہ اصلاح و بہبود

ان کی اپنی پرواز فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتا ہے۔ برعکس اس کے انبیاء کرام مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ اس دنیا میں خاص مشیت باری تعالیٰ کے ماتحت چلتا ہے۔ وہ نہ اپنے ماحول سے متاثر اور نہ احوال و ظروف کی پیداوار ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کا انتخاب مملکت ایزدی سے ہوتا ہے۔ اور ان کا سرچشمہ و علوم و ہدایت علم باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جس میں کسی ہو دخل کی گنجائش نہیں۔ ان کا سینہ علم لدنی سے معمور اور ان کا قلب تجلیات نورانی سے منور ہوتا ہے۔

دنیاوی سیاست و فکر صفت ہے۔ جو اکتساباً حاصل ہوتی ہے۔ اور مشق و مہارت سے یہ بلکہ بڑھتا ہے۔ لیکن نبوت ایک موہبت ربانی اور عطائے یزدانی ہے جس میں کسب و مشق کو کچھ دخل نہیں۔ قوم و امت کی ترقی ان کے بھی پیش نظر ہوتی ہے لیکن سب سے مقدم اخلاق انسانی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ اس کا پیغام زمان و مکان کی قیود سے بالا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام انسانوں کو راستہ دکھانے والا اور ان کا مطاع ہوتا ہے اس کی اطاعت میں خدا کی اطاعت اور اس کی محصیت خدا کی محصیت ہے۔ اور جو لامحدود نجات اس کی وساطت سے دنیا کو ملتا ہے۔ اس میں کوئی دنیاوی طاقت رد و بدل نہیں کر سکتی۔ بلکہ دنیا بھر کی عقلوں میں جہاں کہیں اختلاف ہو اس کا فیصلہ بھی اس کی مشعل ہدایت سے ہو سکتا ہے۔ ان کو خدائی پیغام ملانے کی وساطت سے ملے ہیں۔ جو اگرچہ عالم امر سے متعلق ہونے کی وجہ سے سرحد ادراک انسانی سے بالاتر ہیں لیکن ان کا وجود محض انسان کی ملکوتی قوتیں نہیں ہیں۔ اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی دوسرے نبی کو تسلیم کرنے سے کیا قباحت لازم آئے گی۔ تصریحات قرآنی کی رو سے نیانی مطاع ہو جائے گا۔ اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکے گا۔ اس کی ہر بات کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ وہ جو حکم دے گا۔ اس کی تعمیل لازمی ہوگی ورنہ اعمال کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اس کی شان میں ذرا بھر گستاخی نہیں کی جاسکے گی۔ بلکہ اس کے سامنے اونچا بولنا بھی گناہ ہوگا۔ اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہوگی۔ اور اس سے وگرنہ ایمان سے خارج ہونے کا باعث اور موجب عذاب الہی ہوگی۔

اس لیے مدعیہ کی طرف سے بحوالہ آیت قرآنی و احادیث یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد اور کوئی نیانی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی اور شخص کو نبی مانے تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہ سکتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کتب فقہ سے جن عبارات کا حوالہ دیا جا کر علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق ایک تو خود مدعا علیہ کے گواہان کا بیان ہے۔ کہ فی زمانہ ان پر علماء کا عمل نہیں۔ دوسرا مدعیہ کی طرف سے ان حوالہ جات کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کلمات کفر ہیں۔ نہ کہ فتاویٰ تکفیر۔ کلمہ کفر اور چیز ہے اور فتویٰ کفر اور چیز کسی شخص پر ان کلمات کی بناء پر محض ان الفاظ کے استعمال سے ہی فتوے نہیں لگا دیا جائے گا۔ بلکہ فتوے ان اصولوں کے تحت لگایا جائے گا جو اس عرض کے لئے مجوز ہیں۔

عدالت ہذا کی رائے میں مدعیہ کا یہ جواب درزن رکھنا ہے۔ علاوہ ازیں علماء کے اقوال سند کے لحاظ سے وہ حیثیت نہیں رکھتے جو متواترات کی بیان کی گئی ہے۔ کلمات زیر بحث کو ریکارڈ پر لانے اور اپنے خیال کے مطابق ان کی تشریح کرنے سے گواہان مدعا علیہ کا منشاء سوائے اس کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا کہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت اور اہمیت کو خفیف کر کے دکھلایا جاوے۔ حالانکہ مسئلہ نبوت کا ان مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ جن پر اعتراض کیا گیا ہے۔

اور غالباً وہ یہ چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے دلوں میں علماء کے متعلق ایک حقارت پیدا کی جا کر ان کے طرزِ افتاء کی مذمت ظاہر کی جاوے۔ اور ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے جذبات ان کے خلاف ابھارے جاویں اور موجودہ زمانہ کے روشن خیال طبقہ کی جو اپنے آپ کو ہر اصلاح کا علمبردار سمجھتا ہے۔ ہمدردی حاصل کی جائے۔ مذہب کے متعلق فی زمانہ جو بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن مجید کے نزول کے زمانہ میں جو لوگ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔ وہ اسے اصغاثِ احلام اور اساطیر الاولین کہا کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ کہ مذہب کا جو اپنی گردن سے نہیں نکال چھیننا چاہتے گو وہ ان الفاظ کو اپنا منہ سے نکالنے کی توجہات نہیں کرتے لیکن حقائق و معارف قرآنی پر اپنے دل میں پورا یقین نہیں رکھتے۔ اور بقول مولانا محمود علی صاحب یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ کہ اسلام میں زمانہ کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور انقلاب حالات سے جو جدید ضروریں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے اقوامِ عالم کو اپنی طرز و روش میں تغیر و تبدل کرنا پڑتا ہے۔ اسلام ایسے انقلابوں کے اندر اپنی روش کو بدل کر دوسری روش پر چلنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اور اس کے ماننے والے اپنے حالات کے اندر کوئی اصلاح یا ترمیم نہیں کر سکتے۔ اور کسی مذہب جدید کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

ان کے اس اعتراض کا جواب تو مولانا صاحب موصوف نے اپنی کتاب دین و آئین میں دیدیا ہے۔ مجھے اس سب کوئی سروکار نہیں۔ یہاں صرف یہ دکھانا مقصود تھا۔ کہ اس قسم کے خیالات۔ آج کل عام ہیں اور چونکہ فریقِ مدعا علیہ کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق اس طبقہ کے خیالات کی رو سے اسلام میں اصلاح کرنے کی کافی وسعت ہے۔ اس لیے مدعا علیہ کی طرف سے علماء کے خلاف بدظنی پیدا کی جا کر اس طبقہ کے دل میں ان کے خلاف حقارت اور نفرت پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں مدعیہ کی طرف سے جو علماء پیش ہوئے ہیں انہیں دقیقاً نوسی خیالات کا پیروار و مرضِ تکفیر میں مبتلا دکھلایا جا کر ان کی بیان کردہ وجوہاتِ تکفیر کو تسخیر میں اڑا دیا جاوے۔ اور یہ دکھلایا جاوے کہ ان کی بیان کردہ وجوہاتِ تکفیر کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اور انہوں نے محض اس وجہ سے کہ جماعت احمدیہ کے اصول صلاحیتِ مذہبی کی طرف رجوع دلا ہیں۔ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر براہِ بغض اور کینہ انہیں کا فر کہا ہے۔ ورنہ دراصل ان کا کوئی عقیدہ یا عمل

کفر کی حد تک نہیں پہنچتا۔ حالانکہ مسئلہ زیر بحث ایسا نہیں کہ اسے اس طرح مذاق میں اڑا دیا جاوے میں یہ نہیں کہتا۔ کہ علماء غلطی نہیں کرتے۔ یا یہ کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی کسی رائے کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاوے۔ اور ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا جاوے۔ بلکہ چاہیے کہ ان کے اقوال پر ٹھنڈے دل سے غور کی جاوے۔ اور یہ دیکھا جاوے۔ کہ کہاں تک راستی پر ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت کے بارہ میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صداقت سے خالی نہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے کتب تفاسیر کے حوالوں پر جو اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق صرف یہ لکھ دینا کافی ہے کہ ان حوالوں کو نہ یہاں درج کیا گیا ہے اور نہ ہی اس فیصلہ کا انحصار ان حوالوں پر رکھا گیا ہے اور سند کے اعتبار سے صرف قرآن مجید اور احادیث کو ہی معیار تصفیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ عمل اس لیے اختیار کرنا پڑا ہے کہ فریقین کی طرف سے اپنے اپنے ادعا کی تائید میں بے شمار کتابیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ پیش کی گئیں ہیں۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کی پیش کردہ کتب میں سے کسی کو بھی اپنے اوپر حجت تسلیم نہیں کیا۔ سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں کے اور اسے اپنے اعتقاد کے مطابق ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ جب وہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے۔ تو اس کے لیے معمول بہ مرزا صاحب کی وحی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے اس کا دوسری کتابوں کو بطور حجت تسلیم نہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ باقی قرآن اور احادیث کے متعلق اس نے یہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے۔ کہ آیات قرآنی کا جو مفہوم مدعیہ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اس نے یا تو یہ بیان کیا ہے کہ وہ درست نہیں ہے۔ یا اس کی کوئی اور تاویل کر دی ہے۔ اور احادیث کے بارہ میں بھی جو حدیث اس کے مفید مطلب تھی وہ تو لے لی اور جو اس کے خلاف تھی اس کی صحت کے متعلق یا تو اس نے انکار کر دیا ہے۔ یا اس کی بھی کوئی تاویل کر دی۔ اور اس کا یہ عمل بھی مرزا صاحب کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری وحی کے معارض ہے وہ ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ مدعا علیہ نے جن دیگر مصنفین کی کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اس کا یہ ادعا ہے۔ کہ وہ چونکہ مدعیہ کے ہم مذہب اشخاص کی تصنیف شدہ ہیں۔ اس نے انہیں مدعیہ کے خلاف بھی بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس کے لیے وہ کوئی حجت نہیں۔ اس لیے ان حوالوں پر بحث کرنی نہ صرف غیر ضروری خیال کی گئی ہے۔ بلکہ اسے مشکلات سے بھی خالی نہیں پایا گیا۔ کیونکہ فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف خیالات کے بھی الزام لگائے ہیں۔ اور یہ بھی اعتراض کئے ہیں کہ بعض مصنفین کی کتابیں انہیں مسلم نہیں ہیں۔ اس لئے یہ طے کر لے کے کہ کہاں تک خیانت ہوئی۔ اور کس کس مصنف کی کتاب فریقین کے عقائد کے مطابق ہے اور یا وہ فریقین کے مسلمات میں سے بھی ہیں۔ یا نہ اور کہ ان سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ درست ہیں یا نہ۔ اور کہ فریقین کو ان کی رائے کا پابند قرار دیا

دیا جاسکتا ہے۔ یا نہ بہت وقت وسیع مطالعہ اور کافی محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر اس سے نتیجہ کے بھی پورے طور واضح اور عام فہم ہونے کی توقع نہیں۔ اس لیے ایک طرف قرآن مجید اور احادیث پر اور دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں پر حصر رکھا جا کر دیگر تمام حوالہ جات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ ادعا وحی کفر ہے۔ اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے۔ خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو۔ تب بھی وہ کافر ہے اور کہ نبی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مختص ہے۔ اور غیر کے لئے کشف۔ الہام یا وحی معنوی ہو سکتی ہے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیت وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ أَنْ یَكْفُرَ الخ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طرق مندرجہ آیت مذکور سے کلام کرتا ہے۔ اور غیر پیغمبروں سے نہیں کرتا۔ بلکہ اس آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے۔ جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

سورہ قصص رکوع ۷۷ آیت ۱۰۰ وَحِیْنَا اِلٰی اِمْرَاٰئِنَا... الخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوئی۔ تو ام موسیٰ پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔ اس طرح سورہ مریم کی آیت فَارْکَنَّا اِلَیْهَا رُحْنًا الخ سے آیت رَاٰ قُلُوبُ الْمَلٰٓئِکَۃُ مَعَ الرَّاٰکِیْنِ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ مُقَرَّبٰۤیْنِ اور سورہ کہف رکوع نمبر ۱ کی آیت قُلْنَا یٰۤاٰ الْقُرْءٰیْنِ حَسَنًا کے حوالہ جات پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ

- ۱۔ وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہوتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔
- ۲۔ جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہر کلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۱ سے ظاہر ہوتا ہے۔
- ۳۔ فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں۔ بعض اوقات غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہونے لگتی ہے جس میں امر دینی ہوتے ہیں۔ اور کہ غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس کے آگے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ بیان ہے کہ مدعیہ کے گواہان نے جو یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی۔ جو اس کا دعویٰ کرے۔ وہ کافر۔ اس کی انہوں نے قرآن مجید یا احادیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں صرف ایک گواہ نے بحوالہ آیت وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ مِنْ قَبْلِکَ پیش کر کے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوئی ہوتی۔ تو اس آیت میں ضرور اس کا ذکر کر دیا جانا چونکہ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لیے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہو سکتی اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں تشریعی وحی کا ذکر ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جو آپ کی شریعت کی ناسخ ہو۔ منقطع تھی۔ اس

یہ اس کا ذکر کیا گیا۔ اس کی تائید میں پھر چند علماء کے اقوال نقل کئے جا کر یہ کہا گیا ہے۔ کہ علماء کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر نہیں آئی۔ جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد وحی تشریفی ہوگی۔ بلکہ وحی الہام ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ اکابر علماء کچھ چکے ہیں۔ کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی اور حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسیح موعود آئے گا تو ان پر وحی ہوگی۔ تو اسے خدا کی طرف سے یقین کرے گا۔ پس اس لحاظ سے یہ آیت تشریفی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے۔ غیر تشریفی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی۔ اس امر کی دلیل میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہے آیات ذیل الْحَیْرُ وَآئِةٌ سَبِّحْ لِلَّهِ مَا رَوٰہ ۹۔ رکوع ۸ اور اَفْلَکَیْنِ وَآیَہ ۱۰۔ قَسْوٰہ ۱۶۔ رکوع ۱۳ کے حوالے دیا جا کر یہ کہا گیا ہے کہ ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بندوں سے خدا کا کلام کرنا ضروری ہے پس کیونکر مان لیا جاوے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کے اتارنے والا خدا جو پچھلے کی عبودیت اور الوہیت کا ابطال اس کے عدم تکلم کی وجہ سے کرتا ہے۔ خود اپنے پیارے بندوں سے ویسا سلوک کرے نیز آیت وَ مَنۢ مِّنۡ اٰصْحٰبِ مِثۡنَ غَافِلُوْنَ سورۃ احقافہ رکوع نمبر ۱ سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار سنتا اور ان کو جواب دیتا ہے۔ اور آیت قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ الخ آل عمران رکوع نمبر ۱ سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور یہ بدیہی بات ہے۔ کہ محبت اپنے محبوب سے محکوم ہو۔ اور اس کی باتیں سُنے۔ اور اپنی کہے۔ ورنہ عدم کلام ناقص محبت پر دلیل ہوگا کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھ کر مہربان ہے ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں۔ کہ جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا۔ تو اب نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے۔ وہ اس کا منکلم ہونا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اب قیامت تک اس صفت کا تعطیل مان لیا جاوے اور کہا جاوے کہ اس کی صفت تکلم زائل ہو چکی۔ یعنی کہ وہ اب کسی سے کلام نہ کرے گا۔ تو اس کا سیمع ہونا کیونکر معلوم ہوگا۔ کہنے والے پھر بھی کہہ دیں گے کہ وہ پہلے سیمع تھا۔ اور اب نہیں۔ اس کی تائید میں پھر یہ ایک دنیاوی مثال دی گئی ہے۔ اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ و بکا اور گریہ و زاری کرتے ہوئے بے قراری کی حالت میں جائے۔ مگر محبوب نہ دروازہ کھولے۔ اور نہ اندر سے کوئی آواز آوے تو یقیناً وہ عاشق ناامید ہو کر لوٹے گا۔ اور خیال کسے گا۔ کہ یا تو میرا محبوب مر چکا۔ یا مجھے دھوکا دیا گیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ جن کا دیدار بوجہ اس کے دروازہ اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے۔ اگر وہ گفتار سے بھی اپنے عشاق کو تسلی نہیں دے سکتا۔ تو آخر وہ ایک دن ناامید ہو کر اسے چھوڑ دیں گے۔ تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور وہ

ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے محروم سمجھے۔ اسے کبھی اپنے عشق کا مکمل نہیں ٹھہرایا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کے لیے اپنے دل میں از حد تڑپ رکھتا ہے۔ اور اس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آب حیات سمجھتا ہے۔ پس وہ عظیم خمیر ہستی جو انسانوں کے اندر احساسات جذبات کا پیدا کرنے والا ہے کس طرح اپنے عشاق کو اپنی ہمکلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اور اس کی تائید میں آیات ذیل: **وَإِذْ يَسْأَلُكَ عَبْدُكَ غَيِّيًا فَنُرِيْبٌ . . .** الخ اور **إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا لَنَنْزِلَ إِلَيْنَا لَقَاءُ رَبِّنَا كَذِبٌ عَظِيمٌ**۔ سورہ مؤمن رکوع نمبر ۴ میں اس کے بعد پھر آیات **وَنَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ . . .** **يَوْمَ التَّلَاقِ**۔ سورہ مؤمن رکوع نمبر ۴ اور **نَزَلَ إِلَيْنَا الْكِتَابُ بِالْوَحْيِ . . .** **فَأَنْتَقُونَ** سے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو از منہ سالقہ میں اپنے وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ آئندہ بھی کرے گا کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات و ذوالعرش ہونا ہے۔ اور ضرورت انداز قرار دیا گیا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہے۔ اس میں تغیر نہیں آیا۔ اور لوگ بھی بمجاہز روحانیت مردہ ہو گئے۔ تو پھر وحی کا انقطاع کیونکر مان لیا جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **كَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَ الْوَيْلِ** الخ یعنی اُمت محمدیہ تمام اُمتوں سے بہتر ہے۔ اول نعمت بھی اس پر پوری ہو چکی۔ اور دعا بھی خدائے ہمیں یہ سکھلائی کہ **جَاءَ أَطَاةَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْهِمْ كَرَامَةً** خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنی انبیاء صدیقین اور شہدائے اور صالحین کے راستہ پر چلاوے۔ تو عقل سلیم کو یوں کر تسلیم کر سکتی ہے، کہ اُمت محمدیہ جو سب اُمتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات اللہ سے محروم ہو پہلی اُمتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا۔ اور ان پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن اُمت محمدیہ کے بڑے سے بڑے درجہ کے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملے۔ پس یہ کہنا کہ اُمت مرحومہ پر وحی الہی کا دروازہ بند ہے۔ اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا۔ تو پھر یہ خیر الالم کیسے ہوئی۔ اور یہ کہنا غلطی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کے لیے رحمت ہو کر آئے تھے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے۔ اور اُمت میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنے ہمکلام ہونے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا پاک رسول اور اولیاء اُمت یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ فیضان الہی اس اُمت پر بند نہیں ہیں۔ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ تم میں سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ میری اُمت میں ایسے لوگوں میں اگر کوئی ہے۔ تو عمر ہے۔ دوسری روایت میں محدث کا لفظ آیا ہے صحابہ نے حضور سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ محدث سے کیا مراد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت شیخ ابن عربی - حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور مولانا روم کی کتابوں کے حوالوں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ پایا جاتا ہے کہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں - خدا کے بندوں اولیاء اللہ سب میں پائی جاتی ہیں اور وحی جو نبی میں ہے - وہ خاص ہے - اور شریعت والی وحی ہے - اور کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے - اور اس اُمت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے - اور جیسا کہ مولانا روم نے کہا ہے - ہوتی تو وہ وحی حق ہے - لیکن صوفیائے عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل بھی کہہ دیتے ہیں اور کہ جن طرق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی الہام ہوتا ہے انہیں طرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے - اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے - اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے - اور اصطلاح فرق مراتب کے لحاظ سے قرار پایا گئی ہے - کہ انبیاء کی وحی کو وحی اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں - اور کہ ولی پر بھی وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے - اور مدعیہ کے اعتقاد کے مطابق عیسیٰ کے نزول پر ان پر وحی نازل ہوگی - اور اس کے متعلق علماء کا قول ہے کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبان پر ہوگی اس کے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی کتب سے جو یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ بھی آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانتے ہیں - تو وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے - نہ کہ دوسری وحی سے - جسے وہ جاری سمجھتے ہیں - ان تصریحات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے - کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی کہ جس میں نئے اوامر و نواہی نہ ہوں جاری ہے اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد وحی اور الہام کا سلسلہ بند ہے - تو اس سے مراد ایسی وحی ہے - جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اوامر و نواہی پر مشتمل ہو - نہ مطلق وحی جس کا اُمت محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید حدیث و تزرگان - ہیں کے اقوال سے ثابت ہے اس کے آگے پھر دوسرا ہیڈنگ شروع ہو جاتا ہے اس کے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے -

مدعیہ کی طرف سے جس وحی کے متعلق یہ کہا گیا ہے - کہ اس کا ادعا کفر ہے اس سے مراد وحی نبوت سے ہی ہے - فریق مدعیہ کے نزدیک وحی کا لفظ صرف انبیاء کے لیے ہی مختص ہے - اور وہ اس امر کے قائل نہیں کہ جو وحی نبی کو ہوتی ہے وہ غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے - اس لیے اب مدعا علیہ کے بحث سے ہی یہ طے کرنا ہے کہ آیا اس قسم کی وحی جو انبیاء کو ہوتی ہے - غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے یا نہ - اس کے متعلق جن آیات قرآنی کا حوالہ مدعا علیہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے ان کے ظاہری الفاظ سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ام موسیٰ پر وحی ہوئی حضرت مریم پر فرشتے اترے اور ذوالقرنین سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا - لیکن اگر یہ نتیجہ محض ان الفاظ اَوْسَيْنَا قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ اُورِ قُلْنَا کے استعمال سے اخذ کیا جاتا ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ وحی کا لفظ قرآن مجید میں نہ صرف ذوی العقول کی بابت استعمال فرمایا گیا ہے - بلکہ غیر ذوی العقول کی بابت بھی جیسا کہ سورہ نحل میں ہے کہ شہد کی مکھی کو وحی کی گئی - یہاں میرے خیال میں مدعا علیہ کے نزدیک بھی وحی سے مراد وہ وحی نہیں ہو سکتی جو انبیاء کو ہوتی ہے - یہاں یقیناً اس کے کوئی اور معنی مثل فطرت میں داخل کرنا یا اسے سوچنا کئے جائیں گے

اس طرح قرآن مجید میں وحی کا لفظ اور بھی کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ جس کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ کہ وہاں اس لفظ سے مراد اس قسم کی وحی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور غالباً اس شبر کو زائل کرنے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن مجید میں بقرچہ یہ فرمایا گیا۔ کہ ہم نے تیری طرف اس قسم کی وحی بھیجی ہے۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد کی طرف بھیجی گئی۔ سورہ نساء پارہ ۶ رکوع نمبر ۳ آیت ۱۸۱
 اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ... فَذُلَّ اَسْلَمَ لِيْلَے ان مواقعات پر جہاں کہ لفظ وحی کے استعمال سے وحی نبوت کے معنی اخذ نہیں ہو سکتے۔ اس لفظ سے مراد جیسا کہ علماء نے لی ہے القاء کرنا یا دل میں ڈالنا ہی لی جائے گی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے اِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوْخُوْنَ اِلَى زُكْرٰىۤا۟ وَّهٖ تَوَكَّلٰۤا۟ بِهَا۟نَ اَلْفِظِ وَحِی کے استعمال سے وحی انبیاء کی جاسکے گی۔

قرآن مجید میں اس قسم کے اور بھی کئی الفاظ ہیں کہ جن کے ظاہری معنے مراد نہیں لئے گئے۔ مثلاً فقرہ کا لفظ جس کے معنے عام طور پر آزمائش کے لئے گئے ہیں۔ اسی طرح اس کی سند بیان نہیں کی گئی۔ کہ فرشتے ہر حال میں ذات باری کی طرف سے ہی بحیثیت رسول اترتے اور کلام کرتے رہے ممکن ہے کہ نیک آدمیوں پر ان کا اترنا عام انتظام کائنات کے سلسلہ میں ہو بلکہ وحانی ترقی کے مدارج میں داخل ہو۔ اس لیے حضرت مریمؑ پر فرشتوں کے اترنے سے یہ نتیجہ لازمی طور پر برآمد نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ غیر انبیاء سے اس طریق پر کلام کرتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء کے ساتھ۔ باقی رہی۔ وہ آیت جو ذوالقرنین کے متعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے۔ اگر نبی تھے تو انہیں وحی نبوت ہوتی ہوگی۔ اور اگر نبی نہ تھے تو ان کے متعلق محض لفظ قال کا استعمال عمومیت کے طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کہ غیر انبیاء کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ہم کلام ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت ام موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو ایسی ہی وحی ہوئی جیسا کہ انبیاء کو ہوتی ہے۔ تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ ایسی وحی ہر غیر انبیاء کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ سیدیاں پیغمبروں کی مائیں تھیں۔ اور ان پر دو پیغمبروں کے متعلق یہ خطرہ تھا کہ انہیں پیدا ہونے کے بعد ہلاک نہ کر دیا جاوے۔ اس لیے ان کی ماؤں کو تسکین دینے کے لئے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرما دیا ہو۔ تو کوئی عجب نہیں اس کے ساتھ ہی پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے۔ کہ یہ واقعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل کے ہیں۔ ممکن ہے کہ خاص حالات کے تحت خاص خاص اشخاص کے ساتھ ہم کلام ہونا مشیتِ ایزدی سے منور ہی سمجھا گیا ہو۔ اور اس کی تائید خود مدعا علیہ کی اپنی بحث سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ کتاب ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ چنانچہ ذوالقرنین بھی اسی ذیل میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں تو پھر

کہ نہ کر کہا جاسکتا ہے کہ عین انبیاء کو بھی وحی ہوتی ہے۔ جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ اس حدیث کو فریق مدعا علیہ نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ یہ عام اشخاص کے متعلق ہے۔ خواص کے لیے نہیں۔ اگر خواص اس سے مستثنیٰ تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصریح نہ فرمادیتے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

باقی رہے صوفیائے کرام کے اقوال اور تحریریں۔ ان کے متعلق ایک جواب تو اوپر سید انور شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے دیا جا چکا ہے۔ کہ انہوں نے ان اشخاص کو جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں۔ اپنی کتابوں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کا دوسرا جواب بھی شاہ صاحب مذکور کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا۔ اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا۔ دوسرے کو اطلاع دینا کی۔ اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا۔ اور نبوت کو دو قسم کر دیا۔ نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی نبوت شرعی کے نیچے وحی اور رسل دونوں درج کر دیئے۔ اور اب ان کے لیے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف اور الہام کے لیے نکھر گیا۔ اور مخصوص ہو گیا۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرارِ معارف۔ مکاشف اس کا دائرہ ہیں۔ اور تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر محبت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لئے ہے گواہ مذکور نے کشف الہام اور وحی کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ کشف اسے کہتے ہیں۔ کہ کوئی پیرا یہ آنکھوں سے دکھلایا۔ جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ دل میں کچھ مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جاوے۔ یہ الہام ہے۔

خدا نے پیغام بھیجا۔ اپنے ضابطہ کا وہ وحی ہے۔ وحی قطعی ہے۔ اور کشف والہام ظنی ہیں۔ بنی نوع آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کے لئے کشف یا الہام ہے۔ یا معنوی وحی ہو سکتی ہے۔ شرعی نہیں۔

وحی کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کی جو تفریق مدعا علیہ کی طرف سے کی گئی ہے۔ اس کی تائید میں اس نے سوائے اقوال بزرگان کے اور کوئی سند پیش نہیں کی۔ اور ان اقوال کی گودِ عیبیہ کی طرف سے توجہ اور تشریح کی گئی ہے۔ اور یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان بزرگان کی ان اقوال سے کیا مراد ہے۔ اور ان کے دیگر صریح اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ کہ جن میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپ کے بعد کسی اور نبی کا نام ممکن نہیں سمجھتے۔ لیکن ان پر اس لئے بحث کی ضرورت نہیں کہ وہ قرآن مجید اور احادیث کے مقابلہ میں کوئی محبت نہیں ہو سکتے اور مدعا علیہ کی طرف سے جو اعتراض مدعیہ پر عائد کیا گیا تھا۔ کہ اس نے وجوہات تکفیر کے ضروریات دین ہونے کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ وہ بدرجہ اولیٰ خود

مدعا علیہ پر وارد ہوتا ہے کہ اس نے شرعی اور غیر شرعی وحی کی جو تقسیم کی ہے۔ اس کے متعلق کوئی ثبوت قرآن و احادیث سے پیش نہیں کیا۔ محض قیاسات سے ہی یہ کہا گیا۔ کہ جس آیت کا حوالہ مدعیہ کی طرف سے دیا گیا ہے کہ اس میں آئندہ وحی کا ذکر نہیں وہ شریعت والی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے۔

مدعیہ کی طرف سے درست طور پر کہا گیا ہے کہ صوفیائے کرام نے نبوت کی جو قسمیں بیان کی ہیں وہ ان کی اپنی قائم کردہ اصطلاحات کے مطابق ہیں۔ اس لئے ان کی قائم کردہ اصطلاحات کو عام اُمت کے مقابلہ میں حجت قرار دینا درست نہیں ہے۔ مسیح موعود پر وحی کا ہونا مثبت ثبوت سے ہے۔ جس کی استثناء خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر دی۔ اس سے وحی نبوت کے اجراء کا عمومیت کے ساتھ نتیجہ نکالنا ایک غلطی ہے۔ آیت وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ الخ میں بشر کے لفظ کے متعلق یہی کی طرف سے کہا گیا ہے کہ

مراد انبیاء علیہم السلام سے ہے، لیکن اگر عام بشر بھی مراد لئے جائیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خدا بالعموم آدمیوں سے کلام کرتا رہتا ہے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ ہر کلام ہونے کے طریق بتلائے ہیں۔ باقی کلام کا کرنا یا نہ کرنا اس کی اپنی مشیت پر منحصر ہے لہذا گواہان مدعیہ نے یہ درست کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وحی نبوت جاری ہوئی تو قرآن مجید میں ضرور اس کی صراحت فرمادی جاتی۔ کیونکہ اس پر اُمت کی فلاح کا دار و مدار تھا۔ باقی مولانا روم کی کتاب ثنوی کے حوالے سے جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اولیاء کو جو وحی ہوتی ہے۔ وہ دراصل وحی حق ہوتی ہے۔ اور اولیاء عام لوگوں سے پرہیز کرنے کی خاطر اسے وحی دل کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کے شاعرانہ خیالات، اور شاعر کی نیت میں جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔ اور پھر جہاں انمول نے وحی حق کے الفاظ لکھے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی واللہ اعلم بالصواب کا جملہ بھی موجود ہے۔ اس سے ان کے مفہوم کا خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پارہ نمبر ۹ رکوع ۷ اور پارہ ۱۶ رکوع ۳۱ کی آیات محمولہ بالا سے بھی یہ استدلال درست نہیں کیا گیا۔ کہ آنحضرت صلیع کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اول تو آیات اس زمانہ اور ان حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ اور ان میں ان لوگوں کو خطاب ہے۔ جو عبادت الہی سے نا آشنا اور غافل ہوں۔ اور اب رسول اللہ صلیع کی تعلیم کے بعد کسی آدمی سے مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ خداوند تعالیٰ سیمع بصیر اور علیم نہیں۔ باقی رہا اس کا آدمیوں سے کلام کرنا وہ اس کی مشیت پر منحصر ہے اسے کسی کی آہ و بکا۔ فریاد فغاں سے کلام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ دنیاوی عاشق و مشوق کی مثال عشق الہی پر نہایت ہی نازیبا طریق پر عائد کی گئی۔ تاہم اس مثال کو بھی اگر مد نظر رکھا جاوے۔ تو رسول اللہ صلیع کی تعلیم ایسی ناقص نہیں کہ عاشقان الہی اگر فی الحقیقت وہ پورے معنوں میں عاشقان الہی بن چکے ہیں خداوند تعالیٰ کے دروازہ سے نا امید ہو کر لوٹیں یا نعوذ باللہ یہ تصور کریں کہ ان کا محبوب مرچکا یا انہیں دھوکا

دیا گیا دنیاوی معشوق بھی اگر اپنے عاشق کی آہ و بیکار سن کر اندر سے اُسے کوئی تحفہ بھیج دے۔ یا اس کی بات کو سُن کر اُس کا کوئی کام سر انجام کر دے۔ تو باوجود اُس کے کہ وہ اس کے ہکلام نہ ہو یا اپنا دیدار نہ کرائے۔ اس کا عاشق ضرور سمجھ لے گا کہ اس کا معشوق زندہ ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ دُنیا میں عاشقانِ الہی کی تعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آج تک کوئی تھوڑی نہیں سمجھی جاسکتی۔ اور ویسے تو ایسے عاشق نہ صرف مذہب اسلام میں بلکہ ہر مذہب میں سینکڑوں کی تعداد میں پائے جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہکلام ہونے کا ذریعہ اس کے عاشق کے دل کی تڑپ ہی قرار دی جاوے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں ہر ایک عاشق سے نہ سہی۔ سو دین ہزاروں سے سہی۔ دس پندرہ بیس سال کے بعد نہ سہی۔ سو ہزار سال کے بعد سہی۔ کسی نہ کسی ایک سے تو ہکلامی فرمائی ہوتی تیرہ کہ تیرہ سو سال تک یکدم خاموشی اختیار کئے رکھنے کے بعد صرف ایک شخص سے ہکلام ہونا منظور فرمایا گیا۔ اور وہ بھی زیادہ تر پرانی تیرہ سو سال دلی زبان میں گویا اب اس کے پاس الفاظ اور معانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اگر نعوذ باللہ خدا کے پاس ہکلامی کے لئے نہ کوئی اور نیا مواد ہے۔ اور نہ نئے الفاظ۔ تو پھر پچار سے مولویوں کا کیا قصور ہے۔ کہ انہیں پرانی بیکار فقیہ قرار دیا جا کر کوسا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے اس پرانے کلام کی تفسیر ہی کرنی ہے جو پہلے سے ہوئی آئی ہے۔

اگر عاشق کی تسلی محض گفتگو سے ہوتی۔ اور وجودِ باری تعالیٰ کے علم کا ذریعہ بھی یہی ہوتا کہ جب کبھی اس کا کوئی عاشق بیکاری کی حالت میں آہ و بیکار کرتا ہو اس کے دروازہ پر پہنچے۔ تو اُس کے لئے فوراً دروازہ کھل جائے۔ تو اسلام صغیر ہستی سے کبھی کا نا بود ہو چکا ہوتا۔ کیونکہ تیرہ سو سال کا زمانہ ایسا نہیں کہ عاشق نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر اس کے دروازہ پر پڑے رہتے۔ بلکہ بقول گواہ مدعا علیہ عرصہ سے ناامید ہو کر لوٹ چکے ہوتے۔ اور پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان عاشق سے ہی گفتگو کرتا ہے۔ کہ جو مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دوسرے سے نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں عاشق کی تسلی محض گفتگو سے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ مبیا کہ مدعا علیہ کے گواہ نے بھی ظاہر کیا ہے۔ دیدارِ یاران کا مطلع نظر ہوتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ گفتگوئے بار سے بہرہ اندوز ہوں۔ تو پھر کبھی اپنے عشق کی مستی میں قوم موسیٰ کی طرح اَرِنَا اللہ جَعْلُکَ کی رُت لگانی شروع کر دیں۔ اور بجائے اس کے کہ دیدارِ بار سے لذت اندوز ہوں۔ اپنا بیڑہ بھی غرق کر بیٹھیں۔ شک نہیں کہ حقیقی عاشق کے دلوں میں مزدور اپنے محبوب کے متعلق ایک تڑپ ہوتی ہے۔ اس تڑپ کے فرد کرنے کا علاج یہ نہیں۔ کہ محبوب سے ہکلامی ہو۔

بَارِئِ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنے عاشق کی تڑپ فرد کرنے کا علاج خود ہی اپنے زندہ کلام قرآن پاک میں فرمایا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ یعنی خدا کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اور زیادہ اضطراب پیدا ہونے کی صورت میں فرمایا: وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔

گواہ مدعا علیہ نے اس آیت کو بقا و جی پر دلیل پکڑا ہے۔ لیکن وحی سے مراد اگر اس قسم کی استجابات
یہاں سے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ تو پھر خداوند تعالیٰ کا ہر فرد بشر کے ساتھ کلام کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ اور
ہر شخص محل وحی بھی بن سکتا ہے۔ اس قسم کے استدلال اختیار کرنے سے مذہب کی کوئی عظمت و وقوت ظاہر
نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی کوئی حقیقت منکشف کی جاسکتی ہے۔ گواہ مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ خدا کا
کلام نہ کرنا مقرب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ تو کیا اس سے سمجھا جائے گا کہ جن لوگوں سے پہلے
خداوند تعالیٰ نے کلام نہیں کیا ان سب پر خداوند تعالیٰ ناراض رہا ہے اور وہ مورد عتاب الہی ہیں۔
استغفر اللہ۔

بقا و جی کے سلسلہ میں باقی ماندہ جن دو آیات سورہ مومن اور پارہ ۴۱۔ رکوع ۷ کا حوالہ دیا گیا ہے
ان سے بھی وحی کا جاری رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آیات مدعا علیہ کی اپنی تقسیم کے مطابق وحی تشریعی
ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیوں کہ ان میں یہ مذکور ہے کہ جس شخص کو وحی کی جاتی ہے۔ اس کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ
وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائے۔ اس لئے اس قسم کی وحی کو مدعا علیہ کی اپنی تعریف کے مطابق وحی
تشریعی ہی سمجھا جائے گا اور یہ سلسلہ مدعیہ کے ادعا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم کر دیا۔
اور مدعا علیہ کے نزدیک بھی اب تشریعی نہیں آ سکتا۔ اس لئے ان آیات سے وحی مطلق کے اجراء کا استدلال
نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہی مدعا علیہ کی یہ حجت کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ اللہ ہمیں راہ
مستقیم پر چلا۔ اور ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے اپنے انعام کئے ہیں۔ اور پھر دوسری سورت میں اس
کی تشریح فرمائی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن پر خدا کا انعام ہوا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ وہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور
صالح ہیں۔ اس سے یہ یقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے یہ چاروں مراتب تم
کو حسب حیثیت مل سکتے ہیں۔ لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ اُمت محمد پر تین مراتب کا تو انعام پائے اور چوتھے مرتبہ یعنی
نبوت کا حصول اس کے لئے ناممکن ہو۔ حالانکہ اس سے پہلی امتوں نے اس انعام کو بار بار حاصل کیا۔ پھر یہ
غیر الائم کس طرح ہوئی۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ اُمت مرحومہ پر وحی الہی کا دروازہ بند ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہو کر آئے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا گیا۔

اس کا جواب مدعیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ آیت مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ . . . وَالصَّالِحِينَ
میں احاطہ مع الصَّالِحِينَ سے مراد رفاقت سے ہے۔ نہ کہ عطائے درجہ سے۔ مدعا علیہ کے اعتراض کا مطلب یہ ہے
کہ جب نبی کے علاوہ دیگر مدارج جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مل سکتے ہیں تو کیا وجہ
ہے کہ نبوت کا درجہ نہ مل سکے۔ اگر اس بحث کو بغرض محال قلعح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا۔

کہ نبوت ایک کبھی چہرہ ہے جو اتباع سنت اور یا مذمت سے حاصل ہو سکتی ہے مالا نکر قرآن شریف کی نص سے
یثابت ہے کہ نبوت کسی نہیں۔ اور مرزا صاحب نے بھی اُسے مانا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ضمیمۃ النبوة فی الاسلام
صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں کہ نبوت ایک صفت اصلی قائم ہے۔ نبی کی ذات کے ساتھ نہ وہ کسب سے حاصل ہو۔ اور
نہ کبھی سلب ہو۔ اگر نبوت حضور علیہ السلام کے اتباع سے حاصل ہو سکتی تھی۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔
کہ آج تک جس قدر اولیاء۔ ابدال۔ اقطاب گذرے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا۔ علاوہ
ازیں اگر یہ سمجھا جاوے کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور حضور بھی اسے
جائز سمجھتے تھے۔ تو ضرور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں کئی دیگر مراتب اور مدارج کے حصول کے
لئے اپنی امت کو اذیعہ۔ اور اراد کی تلقین فرمائی ہے۔ اور وہاں اس مرتبہ کے لئے بھی کوئی وعدہ وغیرہ بھی
تلقین فرمائے۔ تاکہ امت کے افراد کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی آسانی پیش آتی۔ کیونکہ حضور کی شفقت
سے یہ بعید تھا۔ کہ وہ امت کو اس قدر پریشانی اور محنت شاقہ میں ڈالتے۔ کہ مدت مدید کی انتظار اور عبادات
کے بعد صرف ایک ہی فرد کو جا کر یہ نعمت عطا فرمائی۔ اگر کوئی وعدہ وغیرہ تلقین کرنا آپ کے نزدیک مناسب
نہ تھا۔ تو کم از کم اس کی صراحت تو فرمادیتے کہ تم کو یہ درجہ مل سکتا ہے۔ تمہیں اس کے حصول کے متعلق کوشاں
رہنا چاہیے۔ آپ نے نہ اس قسم کی کوئی صراحت فرمائی۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی راستہ بتلایا۔ بلکہ یہی فرماتے
رہے کہ لا نبی بعدی وانا اخذ الانبیاء وغیرہ گویا کہ امت کو نعوذ باللہ۔ از دست دھوکے
میں رکھتے رہے۔ تاکہ وہ کہیں یہ درجہ حاصل کر کے آپ کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہو جاویں۔

بلکہ آپ کا رحمتہ للعالمین ہونا اس بات کا متقاضی تھا۔ کہ آپ سابقہ انبیاء کے مقابلہ میں اپنی امت
میں سے زیادہ انبیاء پیدا کر کے اپنے افضل الانبیاء ہونے کا ایک اعلیٰ اور بین ثبوت بہم پہنچاتے۔ لہذا
قرآن شریف کی دیگر تصریحات کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت محلہ بالا کا مفہوم یہی لیا جائے گا۔ کہ وہ لوگ انبیاء کی
رفاقت میں ہوں گے۔ اور چونکہ مدعا علیہ کو دنیاوی امثال کا بہت شوق ہے۔ اس لئے اس کی مثال یہ ہو
سکتی ہے۔ کہ جیسے حکومت کسی شخص کو اس کی ذاتی وجاہت اور مرتبہ کے لحاظ سے اپنے دربار میں اپنے کسی
ممتاز عمدہ دار کا ساتھ جگہ دیدے۔ تو نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اس شخص نے اس عمدہ دار کا رتبہ حاصل کر لیا ہے یا
یہ کہ وہ اس کا رتبہ حاصل کرنے کا اہل بنا دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگ جن کی آیات
ما سبق میں فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انبیاء شہداء صدیقین اور صلحاء کے ہمراہ ہوں گے۔ اس لئے مدعا علیہ
کا یہ استدلال کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ کہ اگر امت محمدیہ کو نبوت کا درجہ نہ ملے تو وہ خیر الامم نہیں رہتی اس
کے خیر الامم ہونے کے لئے خدا نے اسے اور کئی مدارج عطا فرمائے ہیں۔ قرآن مجید نے اسے اس بات

کا محتاج نہیں رہنے دیا کہ وہ نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پر ترجیح دے۔ بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء آپ کی اُمت میں داخل ہونے کے مستحق رہے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تعلیم کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا گیا۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کیا جاتا۔

قرآن حکیم میں حیاتِ انسانی کی پوری انتہا واضح نہیں فرمائی گئی۔ اور جیسا کہ چودھری غلام احمد صاحب پٹنہ مضمون محلہ بالا میں لکھتے ہیں۔ جنت بھی جو بالعموم منزل مقصود سمجھی جاتی ہے۔ درحقیقت اصل منزل مقصود نہیں بلکہ راستہ کا ایک خوشگام منظر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جنتیوں کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقولون ربنا اتمعننا نورنا اس فشتی کو ایک راز رکھا گیا۔ نہ معلوم کہ حضور کے فیض سے اُمت کو کیا کچھ عطا فرمایا جائے گا۔ لہذا مدعا علیہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا۔ کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ اس وقت تک جاری ہے۔ بلکہ صرف الہام اور کشف وغیرہ باقی ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کا ادعا ہے۔ اور ان کو لغوی طور وحی کہا جاسکتا ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ کا دار و مدار زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ماننے کے عقیدہ پر ہی ہے۔ مدعیہ کی طرف سے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا۔ بحوالہ آیات قرآنی و احادیث و اجماع اُمت یہ دکھلایا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ اس کی استثناء حضور نے خود کر دی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کہ مرزا صاحب کے دعوے سے قبل اور اب بھی سوائے مرزا صاحب کے پیروں کے دیگر حملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء کی تعداد اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے۔ تو وہ کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت کا مرتبہ عطا ہو سکتا ہے۔ اور وہ خاتم النبیین کے معنی عام مسلمانوں کے اعتقاد کے خلاف یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو اضافہ کمال کے لئے مہر عطا کی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور قرآن مجید کی جس آیت میں یہ الفاظ درج ہیں۔ اس کے معنی مدعا علیہ کی طرف سے یہ کئے گئے ہیں۔ کہ اس آیت میں رسول اللہ کے بعد الفاظ خاتم النبیین اس لئے لائے گئے کہ ہر نبی اپنی اُمت کا روحانی باپ ہوتا تھا۔ صرف اتنا کہ دینے سے کہ آپ بحیثیت رسول اپنی اُمت کے باپ ہیں۔ آپ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین فرما کر آپ کو دوسرے رسولوں سے ممتاز فرما دیا۔ کہ اور نبی تو اپنی اُمت کے صرف مومنوں کے باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں۔ کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنی آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشی ہے۔ اور اگر اس کے معنی آخر

کے لئے جاویں۔ تو اس میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اس تصریح سے اس حدیث کو مدعا علیہ کی یہ توجیہ درست ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ دیگر انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افضل دیکھنا مقصود تھا۔ اس لئے الفاظ خاتم النبیین استعمال فرمائے گئے۔ لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ محض لفظ خاتم کے استعمال سے آپ کا نبی تراش ہونا کس طرح مفہوم لے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر خاتم کے معنی مہر بھی کئے جاویں تو اس کے یہ معنی کرنے سے بھی آپ انبیاء سابقہ پر مہر ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت نمایاں ہو سکتی ہے۔ اور محض یہ توجیہ بھی کہ آپ انبیاء کے باپ ہیں آپ کی فضیلت ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ پھر معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے اس تفصیلی علاقہ الوت سے آئندہ تو الٰہ انبیاء کا سلسلہ جاری ہونا کس طرح اخذ کیا گیا۔ اور پھر تولد بھی صرف ایک نبی کا۔ اس میں شک نہیں کہ خاتم کے معنی مہر دیگر علما نے بھی کئے ہیں۔ اور حال ہی میں قرآن مجید کا جو ترجمہ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کا شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی خاتم کے معنی درج ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنی انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ مہر ہیں تمام نبیوں پر اور میری رائے میں سیاق سابق عبارت سے یہی معنی درست معلوم ہوتے ہیں۔ اس پر مدعا علیہ کا یہ اعتراض ہوگا۔ کہ پھر رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ہونا کہاں سے اخذ کیا جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو رسول اللہ صلعم کا آخری نبی ہونا احادیث سے اور اُمت کے اجماعی عقیدہ سے اخذ کیا جائے گا۔ اُمت آج تک آپ کو آخری نبی سمجھتی آئی۔ اور جیسا کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے۔ آج تک جس قدر اولیاء بدال۔ اقطاب۔ مجتہدین مجدد ہوتے رہے ہیں۔ کسی نے اس عقیدہ تقلید نہیں کی۔ دوسرے مدعا علیہ کو بھی اس سے انکار نہیں۔ کہ خاتم کے معنی آخری بھی ہیں۔ اور اس معنی پر اُمت کا اجماع چلا آیا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس اجماع کی حقیقت کو توڑنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ مرزا صاحب کے دعوے سے قبل جمہور اُمت کا عقیدہ اس طرح چلا آیا ہے۔ اس لئے ایک امر واقع کو غلط کہنا ایک بیجا حجت ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے لغت اور عربی زبان کے محاورات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ لفظ خاتم جب ت کی زبر سے پڑھا جاوے تو انگوٹھی یا مہر کے معنوں میں استعمال یا مہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر زیر سے پڑھا جاوے تو اس کے معنی ختم کرنے والا۔ دوسرا مہر لگانے والا ہوتا ہے۔ اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

اور کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں ہیں۔ اگر آخر کا معنی بھی لئے جاویں تو پھر لازم معنی کہلائیں گے۔ نہ اصل معنی۔ اور حسب اصل معنی لئے جا سکتے ہیں تو لازم معنی کیوں لئے جاویں۔ خاتم اگر کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو لازم معنی لے کر کیا جاتا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں۔

جو لازم معنی لینے پر ہی دلالت کرے۔ تو اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے معنی میں لینا۔ کسی طرح صحیح نہیں لیکن مقدمہ لہذا میں سوال زیر بحث عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ الفاظ کے معنی یا مراد سے تعلق نہیں رکھتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ عقیدہ کس معنی پر قائم ہوا۔ جب مدعا علیہ کے نزدیک خاتم کے معنی آخر کے ہو سکتے ہیں۔ اور عقیدہ بھی تیرہ سو سال تک اس پر قائم رہا ہے۔ تو اب ان الفاظ پر بحث کرنا کہ ان کے معنی آخر کے نہیں بلکہ مہر کے ہیں سوائے ایک علمی دسپی کے۔ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں جو علماء اس کے معنی قبل ازیں آخر کے کرتے آئے ہیں۔ ان کی نسبت نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ اس کی لغت یا اصل سے واقف نہ تھے۔ اس لئے اس لفظ کے معنی پر بحث لا حاصل ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب بھی اپنے دعوے سے قبل خاتم النبیین کے معنی آخری کرتے آئے ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہان کے بیانات میں دکھلایا جا چکا ہے۔ بعد کے معنی محض تاویلی ہیں۔ اور اپنے دعوے کو رنگ دینے کی خاطر کئے گئے ہیں اور اب مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے۔ مذکور دوسری وحی سے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں انہوں نے وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اور سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر قسم کی وحی کے انقطاع کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ ان کے یہ اقوال اس قسم کے ہیں جن کے متعلق کہ مدعا علیہ کی بحث کے شروع میں فقرہ نمبر ۲ میں تشریح کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے اندر ایک مستقل مضمون لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے دیگر اقوال ان کی توضیح یا تشریح نہیں بن سکتے اس قسم کے اقوال جن سے مرزا صاحب انقطاع وحی کے قائل پائے جاتے ہیں۔ گواہان مدعیہ کے بیانات میں مفصل درج ہیں۔ جو اوپر درج کئے جا چکے ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پھر یہ کہا گیا ہے۔ کہ احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو ہلکی مسدود نہیں سمجھا۔ جیسا کہ حدیث نوح عاش (ابراہیم لسان صدیق) انتبیا سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین کے نزول سے پانچ سال کے بعد حضور نے یہ فرمایا ہے۔ لیکن اول تو اس حدیث کے صحیح ہونے میں شبہ ہے۔ جس کا اظہار خود گواہ مدعا علیہ نے کر دیا ہے۔ دوسرا اس میں لوکا ایک شرطیہ لفظ موجود ہے۔ اور قواعد عربی کی روش سے مدعا علیہ کی طرف سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جہاں لوداخل ہو وہاں وقوع نہیں ہوتا۔ تیسرا اس میں نبوت کی کوئی تفصیل نہیں۔ کہ کیسی نبوت ہوگی۔ چوتھا نبوت کا امکان حضرت ابراہیم کی زندگی پر تھا۔ جب وہ وفات پا گئے۔ نبوت کا امکان بھی چلا گیا۔ اس سے کسی طرح بھی آئندہ نبوت جاری رہنے کا نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے حضرت عائشہ کا ایک قول قولوا لاخاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ کا نقل کیا جا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لا نبی بعدہ سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ غلطی پر ہیں۔ اس ضمن میں پھر یہ کہا گیا ہے کہ دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کے صاحبزادے استاد کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے

اتفاقاً حضرت علی وہاں سے گذرے۔ اور فرمایا کہ ان دونوں کو خاتم النبیین کا لفظت کی زبرد سے پڑھاؤ۔ دوسری قرات میں خاتم کی زیر سے بھی آیا ہے پس اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ت کی زیر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے بنتے تھے تو آپ نے زیر کے پڑھانے سے منع کیوں کیا کیونکہ زیر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے اور زیر پڑھانے سے آپ کو اس کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔

حضرت علی کے متعلق جو حدیث لابنی بعدی والی بیان کی گئی ہے۔ اور جو مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے۔ اسے مدعا علیہ کی طرف سے صحیح مانا گیا ہے۔ مگر اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ بعدی سے مراد یہاں موت کے بعد نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ بعدی سے مراد جنگ تبوک کا عرصہ ہے۔ یعنی اس عرصہ میں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں ایک اور حدیث کا حوالہ دیا جا کر یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اے علی تم اس بات پر راضی نہیں۔ کہ میرے خلیفہ بنو۔ جیسے ہارون مونسے کے خلیفہ تھے۔ مگر ہاں تم نبی نہیں ہو گے۔ اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی کہ جب حضرت علی کو ہارون سے مشابہت دی گئی نہ پڑ سکتا تھا کہ آپ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہوں گے۔ اس لیے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمادی۔ کہ تم میرے بعد خلیفہ ہو گے۔ نبی نہیں ہو گے۔

یہ تمام دلائل محض قیاسی ہیں۔ اور کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کا جواب بھی قیاس ہو سکتا ہے۔ حضرت علی کے صاحبزادوں کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے ممکن ہے کہ حضرت علی نے ت کی زیر سے اس لئے پڑھانا منع کیا ہو کہ زیر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فیصلت کا پہلو پوری طرح سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور زبرد سے پڑھانے سے دونوں پہلو یوں طرح نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ اس وقت حضرت علی کے ذہن میں یہ بات تھی کہ زیر سے پڑھانے سے نبوت کے منقطع ہونے کا مغالطہ پڑتا ہے۔ اور کہ ان کے نزدیک حضور کے بعد نبوت جاری رہے گی۔ تو جنگ تبوک کے موقع پر جب حضور نے انہیں ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دے کر یہ فرمایا تھا۔ کہ لابنی بعدی۔ تو وہ عرض کر سکتے تھے۔ کہ حضور جب آپ مثل مونسے ٹھہرے اہل میں مثل ہارون علیہ السلام تو میں بھی آپ کا چچا زاد بھائی ہوں اس لئے آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح کیوں میرے حق میں دعا نہیں فرمادیتے کہ خدا مجھے بھی نبی بنا دے۔ اور باہمی مماثلت کی بنا پر کوئی عجب نہ تھا۔ کہ حضور کی دعا سے خدا انہیں بھی نبوت کا مرتبہ عطا فرمادیتا۔

یہ محض ایسے قیاسات ہیں کہ جو ظنیات کی حد تک بھی نہیں پہنچتے۔ اور مذہب میں جیسا کہ خود مدعا علیہ کی طرف سے تسلیم کیا گیا ہے۔ قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ ظنیات یا قیاسات کا۔ باقی رہا حضرت عائشہ کا قول اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے تین جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ لابنی بعدی کے کہنے سے چونکہ یہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں کوئی جو شخص حضرت عیسیٰ کے نزول سے انکار نہ کر دے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ خاتم النبیین کہو۔ لابنی بعدی نہ کہو۔ دوسرا یہ کہ خاتم النبیین کے کہنے سے چونکہ دونوں مدعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری اور افضل ہونا ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے

آپ نے فرمایا کہ لابی بعدی نہ کہو بلکہ خاتم النبیین کہو۔

تیسرا یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ حدیث خود روایت کی ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نوحہ ختم ہو چکی ہے۔ سوائے اس کے اب بشرات ہوں گے۔ اور مبشرات کی تشریح آپ نے یہ فرمائی کہ اچھی خواہیں اس لئے مدحیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عائشہ کو خود اس حدیث کا علم تھا۔ تو کس طرح کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے لابی بعدیہ کہنے سے اس لئے منع کیا کہ وہ آپ کے بعد نبوت کو جاری سمجھتی تھیں۔ یہ ایک بہت مقبول جواب ہے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کو آپ نے منع کیا ہوگا۔ کہ وہ لابی بعدیہ نہ کہیں۔ تو انہوں نے آخر کوئی دھڑ تو دریافت کی ہوگی کیونکہ اس سے شبہ پڑ سکتا تھا کہ کیا آپ کے بعد نبوت جاری ہے جو وہ ایسا کرتے سے منع کرتے ہیں۔ ایسی کوئی تفصیل بیان نہیں کی جاتی اس لئے ان کے اس قول سے یہ کوئی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کہ وہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری سمجھتی تھیں۔

اس سلسلہ میں پھر مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے۔ کہ یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں الفاظ خاتم النبیین ہیں آخر النبیین نہیں۔ آخر کچھ تو بھید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخر النبیین نہیں کہا۔ بلکہ خاتم النبیین کہا۔ اس میں اول تو کوئی بھید نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ آخر النبیین کا لفظ خاتم النبیین کے مقابلہ میں زیادہ فصیح معلوم نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں ہوا جو غیر فصیح ہو۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں فضیلتیں یعنی آپ کا آخر ہونا اور فضل ہونا دکھانا مقصود تھیں اس لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرمایا گیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی بھید رکھنا منظور تھا۔ تو پھر اس بھید کا کیا حل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسب قرآن مجید کو نور ہدایت اور فرقان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے میں تمہاری فلاح ہے۔ اور گزشتہ بہت سے انبیاء کی تفصیل بھی بیان فرمادی لیکن آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق نہ کوئی حرا فرمائی اور نہ یہ فرمایا کہ ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ تو پھر قرآن کیونکہ نور اور ہدایت ٹھہرا۔

مدعا علیہ کے ایک گواہ کا بیان ہے۔ کہ جس حدیث میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے۔ وہ خبر واحد ہے جو ظن کا مرتبہ رکھتی ہے۔ اور عقائد میں ظنیات کام نہیں دیتے۔ لیکن افسوس کہ یہ کہتے وقت اسے شاید اپنے طریق استدلال پر نظر نہیں رہی۔ کہ وہ کہاں تک قطعیات کی رُو سے بحث کر رہا ہے۔

اسی طرح اس نے ان احادیث کی بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ جن میں حضور کے متعلق آخر کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اور عربی۔ فارسی۔ اردو شعراء اور مصنفین کے اقوال کے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے۔ کہ لفظ آخر اکثر بمعنی کمال استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حبیب کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ یہ تمام بحث ایک علمی دلچسپی کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہاں بحث عقائد سے ہے نہ کہ الفاظ کے معنے سے۔ اور چونکہ الفاظ زیر بحث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس معنے پر ہی آج تک امت کا عقیدہ چلا آیا ہے۔ اور یہ عقیدہ حبیب کہ اوپر

دکھلایا گیا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔ اس لئے اس عقیدہ کو تبدیل کرنا۔ کسی ادیب۔ عالم مفتی یا قاضی کا کام نہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ سوائے اس شخص کے جو امور من اللہ ہو۔ اور کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اس پر پچھے کافی بحث ہو چکی ہے۔ کہ آیا مرزا صاحب نبی اور امور من اللہ ہیں یا نہ اور آخر نتیجہ میں بھی اس پر بحث کی جائیگی۔ مدعا علیہ کی طرف سے شیخ محی الدین ابن عربی اور دیگر بزرگان کے اقوال نقل کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک بھی نبوت مرتفع ہونے سے یہ مراد ہے۔ کہ شریعت والی نبوت مرتفع ہو گئی۔ نہ کہ مقام نبوت۔ اور کہ وہ حضور کے قول لابی بعدی کا یہ مطلب سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا۔ جو آپ کی شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا۔ آپ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

مدعیہ کی طرف سے ان اقوال کی توجہیں بیان کی گئی ہیں۔ اور ان بزرگان کے دیگر اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کے قائل تھے۔ لیکن قطع نظر اس کے یہ ممکن ہے کہ یہ اقوال سمجھتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ان لوگوں کے ذہن میں ہو۔ اور اس لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ کے بعد جب بھی کوئی نبی ہوگا وہ آپ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اس کا فیصلہ تو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پوری طرح کیا جاسکتا ہے۔ ان حوالوں کو چونکہ اس فصلہ میں بحث سے نظر انداز کر دیا گیا ہے اس لئے ان پر زیادہ رائے زنی کی ضرورت نہیں اور اگر ان تحریروں کا مطلب مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق بھی صحیح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے۔ کہ آیا یہ ان کی ذاتی رائے ہے یا امت کا عقیدہ۔ اگر ان تحریروں کے بعد امت نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا۔ اور ان کا عقیدہ جو ان کا تو رہا ہے۔ اور اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ تو پھر یہ تحریریں ان کی ذاتی اور شخصی رائے کے سوا اور کوئی وقت نہیں رکھتیں۔ اور اگر ان کے یہ اقوال ان کا کشف بھی سمجھے جاویں تو بھی جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ دین کے معاملہ میں وہ دوسروں پر کوئی حجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سوائے نبی کی وحی کے اور کوئی بات قطعی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلعم کی دوسری حدیث پر جس میں آپ نے نبی اسرائیل کے نبیوں کے متعلق کہا ہے کہ جب ان میں ایک نبی فوت ہو جائے گا تو فوراً اس کا خلیفہ نبی ہوتا تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ یہاں حضور کی مراد بعدیت متصلہ ہے۔ یعنی آپ کے فوراً بعد ایسا نہیں ہوگا۔ اور امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اول تو اس حدیث کے یہ معنی تاویل ہیں۔ دوسرا نہیں کہا جاسکتا کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں ایسا کوئی زمانہ نہیں آیا۔ کہ جس میں نبی کی ضرورت محسوس نہ کی گئی ہو۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کے لئے مدعا علیہ جس قسم کی نبوت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کی اس معنی سے تاہید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے نزدیک مرزا صاحب کو جو نبوت ملی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال اتباع اور فیض سے ملی ہے اور یہ پایا جاتا ہے۔ کہ حضور کے زمانہ میں ہی حضرت عمر حضور کے ایسے متبعین میں سے تھے۔ کہ جن کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے۔ اور ان کی بابت

حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو حضرت عمرؓ ہوتے اور یہ بھی کہا کہ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو حضرت عمر مبعوث ہوتے۔ تو کیا حضرت عمر سے بڑھ کر اس وقت حضور کے اتباع کے لحاظ سے کوئی شخص نبوت کا مستحق ہو سکتا تھا۔ لیکن مدعا علیہ کی مذکورہ بالا صراحت کے مطابق وہ حضور کے بعد اس لئے نبی نہ بنے کہ اس وقت نبی کی ضرورت نہ تھی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور کے اتباع سے نبوت ملنے کے ساتھ مشیت میں یہ بھی مقرر ہے۔ کہ اس قسم کی نبوت اس وقت دی جاوے۔ جس وقت کہ اس کی ضرورت ہو۔ اور اس سے مدعا علیہ کے اس اصول کی نفی ہو جاتی ہے کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت مل سکتی ہے۔ کیونکہ ایسا ہوتا تو ضرور ہے کہ حضرت عمر کو نبوت عطا ہو جاتی۔ کیونکہ وہ نہ صرف کامل تبعین میں سے تھے۔ بلکہ حضور کے خاص مورد اللطاف تھے۔ اور جیسا کہ حضور کے الفاظ سے اخذ ہوتا ہے حضور یہ چاہتے تھے۔ کہ وہ نبی ہوں۔ لیکن چونکہ آپ کے بعد نبوت منقطع ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر نبی نہیں ہو سکتے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس حدیث کو کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا۔ تو عمر ہوتے۔ ضعیف کہا گیا ہے۔ اور پھر اس ضمن میں لفظ کے بعد بہت سے تاویلی معنی کئے گئے ہیں اور شاید اس لئے کہ یہ حدیث مدعا علیہ کے منشاء کے بالکل مخالف تھی۔ حدیث کے الفاظ ایسے مبہم نہیں کہ ان کے مفہوم کے لئے کسی تاویل کی ضرورت ہو۔ ان سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہاں بعد سے کیا مراد ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے جو حدیث بیت النبوت والی پیش کی گئی ہے اس کے متعلق مدعا کی طرف سے یہ کہا گیا ہے اس میں من قبل کے الفاظ ہیں۔ اور ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے۔ جو حضور سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کا اس میں ذکر نہیں۔ لیکن یہ محبت اس لئے درست نہیں۔ کہ اس حدیث میں نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور اس کی تکمیل کے سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ آپ کے وجود باوجود سے قبل عین مکمل تھا۔ آپ کے تشریف لانے پر مکمل ہو گیا۔ اگر آئندہ انبیاء کا سلسلہ جاری رہنا تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس گھر کی تکمیل لازم نہیں آتی۔ یہ سمجھانے کے لئے کہ اب سلسلہ انبیاء میں سے اور کوئی باقی نہیں۔ نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دی گئی۔ اور جیسا کہ گھر کی چٹائی اینٹوں سے کی جاتی ہے۔ اس بیت نبوت کی چٹائی انبیاء سے ہوئی۔ اور جو ایک اینٹ اس گھر کی تکمیل کو ناقص بنائے ہوئے تھی۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لائے پر پوری ہو گئی۔ اس مثال سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مشیت ایندی میں جو تعداد انبیاء مقرر تھی۔ وہ آپ کے تشریف لانے سے پوری ہو چکی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ انبیاء کی تعداد میں اب کوئی عدد باقی نہیں رہا۔ اس لئے سابقہ اعداد میں سے ایک کو واپس لانا پڑا ہے۔ اس پر مدعا علیہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا آنا تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مکان کی تعمیر ادھوری رہ گئی۔

لیکن یہ حجت اس لئے قائم نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مکان کی تعمیر میں پہلے شامل ہو کر اسے مکمل کر چکے ہیں۔ اور نئے نبی اگر ابھی اور آنے باقی ہوں۔ تو پھر اس عمارت کی تعمیر مکمل نہیں سمجھی جاسکتی اس کی تکمیل اس وقت تک ہو جائے گی جب تمام انبیاء ختم ہو چکیں۔ اس لئے اسے اس وقت میں مکمل سمجھا جائے گا۔ جبکہ تمام انبیاء کا سلسلہ ختم نہ ہوئے۔ حضور کا اس عمارت کو اپنی تشریف آدہی سے مکمل فرما دینا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ آپ کے بعد تعداد انبیاء میں سے اور کچھ باقی نہیں۔ حضرت عیسیٰ کا آنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے تکمیل شدہ مکان میں سے کچھ بیٹیش اکھاڑ کر بشرط ضرورت دوسری جگہ لگا دے۔ اس پر یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنے مکان کو اکھیڑا۔ یہ نہ کہا جائے گا۔ کہ اس نے مکان کو مکمل نہیں کہا۔ کیونکہ اس کی تکمیل پہلے ہو چکی تھی۔

مدا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا نبی ہونا اس مکان کی تعمیر کا منافی نہیں کیونکہ انہیں حضور کے فیض سے نبوت ملی ہے۔ اس لئے یہ نبوت اس مکان بیت النبوت کی تکمیل کا سلسلہ شمار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ایک مکمل چیز پر اگر کوئی اور زائد چیز بطور اضافہ شامل کی جاوے۔ تو اس سے دوہی صورتیں پیدا ہوں گی۔ یا تو وہ زائد چیز اس کی زینت کو بڑھا دے گی یا اسے بدزیم کر دے گی۔ اب اگر مرزا صاحب کو بیت النبوة پر چسپاں کیا جاوے۔ تو وہ یا تو اس کی زینت کو بڑھا میں گے۔ یا اسے بدزیم کریں گے۔ اگر سمجھا جاوے کہ ان سے اس کی زینت بڑھے گی۔ تو اس سے وہ افضل الانبیاء ہو جائیں گے۔ نہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یہ بات ان کے اپنے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اب صاف ہے۔ کہ ان کے اس بیت النبوة پر چسپاں ہونے سے دوسری ہی صورت پیدا ہو گی۔ اور اس گھر کی تکمیل میں وہ زائد ضرورت ہی رہیں گے۔ اس لئے اس حدیث سے جس کی صحت مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ مدعیہ کی طرف سے ایک اور حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے بیثبات نہیں ہوتا کہ آپ کے بعد قیامت تک جو بھی دعوئے نبوت کرے وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں آنے والے مسیح موعود کو خود حضور نے بھی نبی اللہ کے لقب سے ملحق فرمایا ہے دوسرا تیس کی تعیین بھی بتلا رہی ہے کہ کوئی سچا بھی آسکتا ہے۔ تیسرا اس حدیث کا مضمون آج سے قریباً پانچ سو برس پہلے پورا ہو چکا ہے۔ کیونکہ ۳۰ دجال و کذاب گذر چکے ہیں۔ اس کا جواب ایک تو خود گواہ مدعا علیہ نے ہی دیدیا ہے۔ کہ اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں کہ جس میں کذابوں کی تعداد کم و بیش ۷۰ تک بیان کی گئی ہے۔ اس لئے سمجھا جائے گا۔ کہ حضور نے ۳۰ کی کوئی متعین تعداد بیان نہیں فرمائی۔ بلکہ اس قسم کے اعداد بیان کرنے سے حضور کی مراد کذابوں کی کثرت بیان کرنے سے تھی کیونکہ اگر مدعا علیہ کی بحث کی رو سے یہ قرار دیا جاوے کہ ایسے کذابوں کی صحیح تعداد ۷۰ ثابت ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو تیس کذاب اس سے قبل گذرنے بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے تین

ضرور سمجھے ہوں گے۔ لیکن ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ اور ان باقی ماندہ تین کو بھی دنیا نے جھوٹا ہی سمجھا۔ اور انہیں بھی کذابوں کی ذیل میں داخل کیا گیا۔ دوسرا مسیح موعود کے آنے کی استثناء خود حضور نے فرمادی اور ساتھ ہی اس کا نام عیسیٰ ابن مریم بتلا کر اسے نام سے ہی مشخص فرمادیا۔ علاوہ ازیں اگر سمجھ نہ ہو سکتے تھے۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ جہاں حضور نے جھوٹے نبیوں کی آمد اور ان کی تعداد کی اطلاع دی تھی۔ وہاں اس کی تصریح کیوں نہ فرمائی۔ کہ اس کے بعد سپجے نبی بھی آئیں گے اور اس قدر آئیں گے۔ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ امت کو ایک گمراہی سے بچا کر دوسری گمراہی میں ڈال دیا جاتا۔ اور انہیں جھوٹے اور سپجے نبی میں تیز کرنے کے لئے کوئی معیار نہ بتلایا جاتا۔ اس لئے یہ حدیث بھی مشیت ادعا مدعیہ اور مدعا علیہ کی حجت کے منافی ہے۔

لہذا اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مسیہ کذاب وغیرہ کا ذب مدعیان نبوت کے جو حوالے مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ کہا گیا ہے۔ کہ انہیں اس بناء پر قتل کیا گیا کہ انہوں نے دعوئے نبوت کیا تھا۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ صلیب کا جنگ کرنا محض اس وجہ سے تھا۔ کہ انہوں نے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کا مقابلہ کر کے خود بادشاہ بننا چاہا تھا۔ اور نبوت کے دعوئے کو اس کے حصول کے لئے انہوں نے صرف ایک ذریعہ بنایا تھا۔ اگر مدعا علیہ کا یہ ادعا درست بھی سمجھا لیا جاوے۔

تو چونکہ اس کے ساتھ ہی وہ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے دعوئے نبوت کو حصول حکومت کے لئے ایک ذریعہ بنایا تھا۔ تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے۔ کہ جس بناء پر وہ اپنے آپ کو حکومت کا حقدار سمجھتے تھے۔ صحابہ نے اسے بھی نادرست سمجھا تھا۔ اگر صلیب کے ذہن میں یہ ہوتا کہ حضور کے بعد نبوت ہو سکتی ہے۔ تو وہ ان کی نبوت کے متعلق پورا اطمینان کرتے۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کرتے۔ خلافت ارضی جلیل القدر انبیاء کی نبوت کا ایک جزو لا ینفک رہی ہے۔ اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مدعیان نبوت خلافت ارضی کو لوازمات نبوت میں سے سمجھتے ہوئے دعوئے نبوت کے بعد اس کے لئے کوشاں ہوئے ہوں۔ تو اس صورت میں صحابہ کا ان کے ساتھ جنگ کرنا دعوئے نبوت کی بناء پر متصور ہو گا۔ نہ کہ بغاوت کی بناء پر کیونکہ انہیں باغی مرتد اور کافر قرار دیا جا کر سمجھا گیا۔

اس سلسلہ میں مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ مدعا علیہ نے اپنی بحث میں آگے یہ دکھلایا ہے کہ مرزا صاحب نے ظلی اور بروزی کی اصطلاحات یہ دکھانے کے لئے قائم کی ہیں کہ جس قسم کی نبوت کے وہ مدعی ہیں۔ وہ شریعت والی نبوت نہیں اور نہ اس سے قرآن مجید کا مسخ ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ آپ کا مطلب ان سے صرف یہ تھا کہ ان کو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی۔ بلکہ آنحضرت صلیع کے اتباع اور آپ میں خفا ہو کر اور آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ

نبوت ملا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے آپ کو ظلی نبی لکھا تاکہ آئندہ لوگ نبی کا لفظ سن کر چونک نہ پڑیں۔ اور اس ظلی بروزی کے لفظ سے سمجھ لیں کہ آپ ویسے نبی نہیں جو معروف اصطلاح میں لئے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہر ایک کمال آپ کو آنحضرت صلعم کے اتباع اور ذریعہ سے ملا ہے۔ آپ نے صرف اپنی نبوت کی حقیقت سمجھانے کے لئے ظلی بروزی اور اتنی نبی کی اصطلاحیں مقرر کیں تاکہ لوگ نبی کے لفظ سے دھوکا نہ کھا جائیں اور اصطلاحوں کا قائم کرنا۔ ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ بروزی وغیرہ کے الفاظ صوفیاء نے بھی قائم کئے ہیں۔ مرزا صاحب تنازع کے اس معنی میں جس معنی میں کہ اہل ہنود سمجھتے ہیں قائل نہ تھے۔ ان کے اس قول سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خود طبیعت اور مشابہت کے لحاظ سے عبد اللہ پر عبد المطلب کے گھر جنم لیا۔ سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت کی پیدائش حضرت ابراہیم ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ انہوں نے تریاق القلوب صفحہ ۴۹ پر وجود درویش کی تفسیر خود ہی بیان کی ہے۔ اور تنازع کے مسئلہ کا درمزا صاحب نے اپنی بہت سی کتابوں میں کیا ہے۔ ممدی موعود کی بروزی نبوت کے متعلق مولوی نجم الدین صاحب نے جو اعتراض کیا ہے۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے اس حوالہ کے آگے کی عبارت نہیں پڑھی۔ اس میں خاتم الاولاد کا مطلب یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کوئی کامل فرد پیدا نہیں کرے گا۔ باستثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں۔

سوائے ظلی اور بروزی اصطلاحات کے باقی تمام بحث فرعی امور کے متعلق ہے۔ جن کا امرابہ النزاع پر چنداں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس سے جواب میں اگر مدعیہ کی بحث کو جو اوپر بیان کی جا چکی ہے دیکھا جاوے تو اس سے یہ نتیجہ درست طور پر آمد ہوتا ہے۔ کہ ظلی اور بروزی اور اتنی وغیرہ کی اصطلاحات محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ دراصل مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی نبوت کے متعلق ہی تھا۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی کی تحریر میں جس کا حوالہ اوپر گذر چکا۔ کی گئی ہے۔ خلیفہ صاحب کی اس تحریر کے متعلق مدعا علیہ نے ان کی ایک اور تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے مثال کے طور پر لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے یہ معنی کئے جائیں کہ وہ بناؤ فی نقلی نبی نہ ہو۔ تو ان معنوں کی ٹو سے حضرت مسیح موعود کو میں حقیقی نبی مانتا ہوں یعنی صادق اور بجانب اللہ اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں۔ لیکن اس سے ان کی وہ تحریر جس کا حوالہ مدعیہ کی طرف سے دیا گیا ہے رد نہیں ہوئی وہ تحریر بڑا تہ۔ ایسی ہے کہ جس سے خود ایک مستقل مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے مرزا صاحب کے حقیقی نبی ہونے کا ثبوت دینے کی بھی آمادگی ظاہر کی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ کہا کہ انہوں نے ظلی بروزی کے الفاظ محض بطور انکسار کے استعمال فرمائے ہیں۔ اور کہ اس قسم کی فروتنی نبیوں کی شان میں داخل ہے۔ ان کے ان الفاظ کی مدعا علیہ کی طرف سے کوئی تردید نہیں کی گئی۔ اور نہ ان کی کوئی تردید ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے ایک اعلان میں یہ لکھا ہے کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلعم کا وجود ہی قرار دیا۔ اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروزات کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے جن اقوال کا حوالہ گواہان مدعیہ کے بیانات میں دیا گیا ہے۔ اور ان سے جو نتائج انہوں

نے برآمد کئے ہیں۔ اور جو ان کی بحث میں اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ ان سے واقعی یہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے ان اقوال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قسم کا جھم مراد لیتے ہیں کہ جو بطریق تنازع سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خوبصورت اور دیگر خصائل کے ودیعت ہونے سے۔ ان سوالات پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی تکفیر سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اس مقدمہ میں ایک ضمنی سوال ہے۔ اس لئے ان کے ایسے عقائد پر کہ جن پر مقدمہ ہذا کے تصفیہ کا زیادہ دارومدار نہیں ہے۔ تفصیلی بحث بلا ضرورت ہے۔

ذیل میں مدعا علیہ کی طرف سے مدعیہ کے ان اعتراضات کا جواب درج کیا جاتا ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعوے نبوت تشریع کے متعلق عائد کئے گئے ہیں۔

اس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں اپنے لئے رسول کا لفظ لکھا ہے وہاں انہوں نے اس لفظ کے ساتھ کسی جگہ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے صاف لکھا ہے کہ آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید اور کوئی کتاب نہیں دعوے نبوت کے متعلق انہوں نے صاف کہا ہے۔ کہ میں ان معنوں سے نبی ہوں۔ کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اور جہاں انہوں نے یہ کہا ہے کہ مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ وہاں آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

جہاں مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی وحی پر اس طرح ایمان لاتے ہیں۔ جس طرح کہ قرآن اور دوسری وحیوں پر۔ اس سے ان کا صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوے اخذ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے اقوال سے یہ مراد ہے کہ آپ اپنی وحی کو مغنیاب اللہ اور اس کے دخل شیطانی اور خطا سے پاک ومنزہ ہونے پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اس کا وہ اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ مرزا صاحب کا اپنی وحی کو مدارِ نجات ٹھہرانا بھی ان کا مدعی نبوت تشریع ہونا ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کی جو وحی اور تعلیم ہے۔ وہ وہی تعلیم ہے۔ جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اب قرآن مجید کی اس تعلیم پر کاربند ہو کر وہی نجات پاسکتا ہے۔ جو آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو دوسرا نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ بلکہ فرمایا کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔ قرآن مجید کی بیسویں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئیں۔ اسی طرح مرزا صاحب پر قرآن مجید کے بہت سے ادا مرواوا ہی نازل ہوئے اور انہی کے متعلق مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۶ مذکورہ بالا کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اولیاء امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے ادا مرواوا ہی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہو جانا جائز ہے۔ صرف ایسے ادا مرواوا ہی

ہا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں۔ اور آنحضرت صلعم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔ اتنا ممنوع ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے۔ اور فرضی طور پر معترضین کو ملزم کرنے کے لئے فرماتے ہیں۔ کہ یہ عذر بھی مخالفین کا باطل ہے۔ کیونکہ شریعت اوامر و نواہی کا نام ہے اور میرے الہامات میں امر اور نہی دونو موجود ہیں۔

قول نمبر ۱۲ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس سے جو مرزا صاحب کے صاحب شریعت نبی ہونے کا استدلال کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ اس جگہ انہوں نے صرف صاحب شریعت نبی محدث اور ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لائے۔ ان کا حکم اس عبارت میں مذکور نہیں۔ اس سے گواہان مدعیہ نے جو نتیجہ نکالا ہے۔ وہ مرزا صاحب کی دوسری تحریروں کے مخالف ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالت و مخاطبت الہیہ ہے۔ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذّب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا تو اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔

مرزا صاحب کے مدعی صاحب شریعت ہونے کی بابت مدعیہ کی طرف سے جو ان کے ماہواری چندہ بیٹے جانے کے حکم کا حوالہ دیا جا کر بحث کی گئی ہے اس کے متعلق مدعا علیہ کا یہ جواب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں اور نہ اس میں تعمیل نہ کرنے والے کے متعلق کافر۔ مرتد یا ملعون وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں بلکہ یہ حکم قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ مرزا صاحب نے اس قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا۔ کہ ایسا شخص جو راہِ خدا پر خرچ نہیں کرتا۔ اور باوجود قدرت ۳۰۰۰۰ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے۔ اور کچھ پرواہ نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اور گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق ایسا حکم نہیں ہے درست نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم کہ اگر انہوں نے ایک معمولی رسی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے اور جسے وہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں لو کر تھے وہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کھاداد کرے پختی سخت سزا عتر کی گئی۔ ان دلائل کے زیادہ تفصیلی جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کو اگر گواہان مدعیہ کی پیش کردہ دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو ان کا ابطال خود بخود ہی ثابت ہو جائے گا۔ تاہم ان کے مختصر جوابات درج کئے جاتے ہیں رسول کی تعریف خود گواہ مدعا علیہ نے یہ کی ہے کہ جو صاحب کتاب ہو۔ اور بنی عام ہوتا ہے۔ چاہے کتاب لائے یا

نہ لائے۔ اب مرزا صاحب کے اپنے آپ کو رسول کہنے سے یہی مراد لی جائے گی کہ وہ صاحب کتاب نبی میں علاوہ انہیں جو وحی کہ دخل شیطانی سے منزہ قرار دیا دے تو وہ منجانب اللہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح قطعی ہوگی۔ جیسا کہ دیگر انبیاء کی وحی۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بھی فرماتے ہیں کہ اگر ان کی وحی کو جمع کیا جاوے تو وہ کئی جزیں بن جائے۔ اب اس قسم کی وحی اگر کتابی صورت میں نہ بھی لائی جائے تو بھی کتاب اللہ کہلائے گی۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل و نواہی بیان کئے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی ایسی وحی جس میں شریعت محمدیہ کے ادا و نواہی کی تجدید ہے بہت تھوڑی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی جو دیگر وحی ہے۔ اس کی قطعیت کے لحاظ سے اس پر بھی اسی طرح ایمان لانا فرضی ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید پر اور وہ بھی شریعت کا جز و تصور ہوگی۔ اس لئے مرزا صاحب نے رسول کے لفظ کے ساتھ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا تو بھی ان کی تصریحات سے یہی سمجھا جائے گا۔ کہ وہ صاحب شریعت رسول ہیں چاہے وہ صاف الفاظ میں یہ کہیں یا نہ کہیں۔ ان کے دیگر اقوال جن میں انہوں نے اپنی نبوت کی تشریح کی ہے یا یہ کہا ہے کہ جدید شریعت نہیں لائے۔ ان اقوال کا کہ جن سے مذکورہ بالاتنازع اخذ ہوتے ہیں۔ رد نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جیسا کہ شروع بحث میں دکھلایا گیا۔ جو اقوال کہ اپنے اندر مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالب وہی سمجھے جائیں گے جو ان اقوال کی اپنی طرز بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ اور تا وقتیکہ اس بات کی صراحت نہ ہو کہ وہ اقوال واپس لئے جا چکے ہیں۔ دیگر اقوال نہ ان کے قائم مقام بن سکتے ہیں اور نہ ان کی تشریح۔

مرزا صاحب چاہے یہ کہیں یا نہ کہیں کہ ان کی وحی شرعی اور قرآن کی شکل ہے۔ وہ جب اُسے دخل شیطانی سے پاک سمجھتے ہیں اور دوسروں پر محبت قرار دے کر اسے ملائحتات ٹھہراتے ہیں۔ اور اپنے نہ ماننے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ اور بقول گواہ مدعا علیہ اب آئندہ کے لئے مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا بھی ضروری ہے۔ تو پھر کیونکر کہا سکتا ہے کہ ان کی وحی شرعی نہیں خصوصاً جبکہ صاحب شریعت کی تعریف بھی خود مرزا صاحب یہ کرتے ہیں کہ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ اور پھر آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ امر و نواہی نئے ہوں۔ ان کی اس تعریف کی رُو سے صاف قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی وحی کو شرعی وحی سمجھتے ہیں اور جب وہ شرعی وحی ہوئی تو اس پر ایمان لانا اسی طرح واجب ہوا جیسا کہ قرآن مجید پر۔ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا نزول دیگر اولیاء اللہ پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے ان کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا۔ اور نہ ان کو دوسروں پر بطور محبت پیش کیا ہے۔ اس لئے دیگر اولیاء اللہ کی مثال مرزا صاحب کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

قول نمبر ۶ میں صاحب شریعت کے الفاظ مرزا صاحب کی طرف سے فرضی طور پر استعمال نہیں کئے گئے۔ جیسا کہ مدعا علیہ کا ادعا ہے۔ بلکہ بڑی شد و مد سے صاحب شریعت کی تعریف کی جا کر اپنا صاحب شریعت ہونا دکھلایا گیا ہے اس قول کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہاں صاحب شریعت کے الفاظ فرضی ہیں یا اصلی اس

قول کی مزید تائید پھر قول نمبر ۱۲ اسے ہوتی ہے۔ اس قول کے مرزا صاحب کے دیگر اقوال متناقض ہونے کو خود گواہ مدعا علیہ نے بھی مانا ہے۔ اور مرزا صاحب کے دیگر اقوال سے اس نقیض کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ قول بذاتہ کسی شرح کا محتاج نہیں۔ اور اپنا مفہوم آپ ہی بیان کر رہا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے اپنی عظمت اور شان دکھلا کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور اپنے دعوے کے انکار کر نیوالوں کو وہ اس بنا پر کافر کہتے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے ایک دوسری توجہ یہ ہے کہ وہ اس شخص کو جو انہیں نہیں مانتا اس بنا پر کافر کہتے ہیں کہ وہ انہیں مفتری سمجھتا ہے۔

اور چونکہ وہ مفتری نہیں ہیں اس لئے وہ کفر اس پر ٹوٹتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو جو ماہواری چندہ دینے کا حکم دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ان کی طرف سے جو فرمان شائع ہوا ہے۔ اور جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے اس کے ملاحظہ سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ حکم اللہ تعالیٰ سے مطلع ہو کر دیا ہے۔ گویا یہ حکم دراصل ان کا حکم نہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چنانچہ گواہ مدعا علیہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ ایک ربانی حکم ہے۔ اور اس ربانی حکم کی تعمیل نہ کرنے والے کو مرزا صاحب نے منافق کہا ہے۔ اب اگر مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ وہ مرتد اور ملعون ہے تو اس سے ان کے اس حکم کے نتیجہ پر کہ وہ منافق ہے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ منافق کو خداوند تعالیٰ نے کافروں کی ذیل میں شامل کیا ہے۔ بلکہ بہت بڑا کافر کہا ہے۔ اس لئے قاصر کو سوائے اس کے کہ اسے مرتد اور ملعون سمجھا جائے۔ اور کیا کہا جائے گا۔ کیونکہ اس کا بیعت سے خارج ہو جانا بھی مثل ارتداد ہے۔

اگر مرزا صاحب کے باوجود اسے منافق کہنے اور بیعت سے خارج کرنے کے گواہ مدعا علیہ کے نزدیک پھر بھی وہ مسلمان رہتا ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ مرزا صاحب کو نبی اللہ نہیں مانتا۔ کیونکہ نبی کے حکم کی تعمیل عین خدا کی تعمیل ہوتی ہے۔ اور اس کی ناراضگی موجب غضب الہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دیتے وقت مرزا صاحب نے بھی اپنے مرتبہ کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا۔ اور اپنی طاقت کے ساتھ خدا کی طاقت کو بھی شامل کرنے کے باوجود قاصر کو صرف یہی سزا دے سکتے ہیں۔ کہ اسے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ حالانکہ خدا نے نبی کی وہ شان بنائی ہے کہ اس کے حکم کی عدم تعمیل تو بجائے ماند اس کے آگے اونچا بولنے سے بھی تمام اعمال کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور عدم تعمیل احکام تو دین و دنیا میں کمیں کا نہیں چھوڑتی۔ اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے متعلق بھی اس قسم کا کوئی شرعی حکم نہیں۔ جس حکم کا حوالہ گواہ مدعا علیہ نے دیا ہے۔ وہ رسول اللہ صلیم کے خلیفہ اول کا ہے نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا۔ گواہ مدعا علیہ کا اس بارہ میں مرزا صاحب کا حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ مقابلہ کرنا مرزا صاحب کے مرتبہ کی ایک اور تفتیش ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ انہیں نبی مانتا ہے۔ اور پھر ان کے احکام کے مقابلہ میں ایک غیر نبی کے احکام پیش کرتا ہے۔ یہ معہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان

لوگوں نے مرزا صاحب کو باوجود بنی ماننے کے ان کی کیا شان سمجھ رکھی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کا یہ حکم ذکوۃ پر مستزاد ہونے کی وجہ سے ایک نیا حکم ہے۔ اور اس بنا پر مرزا صاحب اپنی بیان کردہ تعریف کی رو سے بھی شرعی بنی ہوئے ہر حکم انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نافذ ہونا بیان کیا گیا ہے اور خود مدعا علیہ کی طرف سے اسے ایک ربانی حکم ہونا مانا گیا ہے۔ اور پھر اس کی سزا بھی محض دنیاوی مقرر نہیں بلکہ قاصر کو منافق قرار دیا جا کر اور مرتد بنایا جا کر اسے عذاب آخرت کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ تو ان حالت میں کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ کوئی شرعی حکم نہیں۔ بلکہ محض انفاق فی سبیل اللہ میں ایک ترغیب ہے۔ اگر نبیوں کے احکام کی اس طرح تعبیر کی جانی گئے۔ تو پھر نبی اور رسولوں کے احکام تو بجائے مانا احکام خداوندی کی بھی کوئی حقیقت نہیں رہتی اور نبوت کا تمام سلسلہ ہی ایک بے معنی سی چیز دکھائی دینے لگتا ہے۔ لہذا مرزا صاحب کی ان تحریروں سے جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ نتیجہ درست طور پر اخذ کیا گیا ہے۔ کہ وہ صاحب شریعت نبی ہونے کے بھی دعویٰ دار ہیں۔ گو بعد میں انہوں نے اپنے اس دعوے میں کامیاب نہ ہونے کی صورت دیکھ کر اس پر زیادہ زور نہیں دیا۔ اور اپنے ان اقوال کی جن سے ان کے صاحب شریعت بنی ہونے کے نتائج اخذ ہوتے مختلف توجہیں شروع کر دیں۔

اس کے بعد مدعا علیہ کی طرف سے مرزا صاحب کے قیامت۔ نفع صور۔ اور حشر اہما د وغیرہ اعتقادات کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ گواہان مدعیہ کی طرف سے ان عقائد کی نسبت جو اعتراضات وارد کئے گئے ہیں۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان عقائد کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے درست ہے۔ ان عقائد کے متعلق زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں صرف یہ لکھ دینا کافی ہے کہ اگر مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کیا جائے تو پھر تو ان عقائد کے متعلق ان کی رائے ایک ذاتی رائے تصور ہوگی۔ اور اس سے اختلاف کیا جانا ممکن ہوگا۔ اور اگر انہیں نبی تسلیم کر لیا جاوے تو پھر ان کی رائے تعلیم وحی کا نتیجہ شمار ہو کر قابل پابندی ہوگا۔ اور اس صورت میں اس سے ذرا بھر اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ اختلاف کرنے والا عاصی سمجھا جاوے گا ان کے بنی نہ ہونے کی صورت میں ان کے یہ عقائد اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے تحقیق طلب ہوں گے۔ اور ممکن ہے کہ اس صورت میں ان کے خلاف فتوے کی صورت بھی بدل جائے۔ مگر ان کے مدعی نبوت ہونے کی حالت میں ان کے یہ عقائد جمہور اُمت کے عقائد کے خلاف ہونے کے باعث وجوہات تکفیر میں مزید اضافہ کا سبب بن سکیں گے۔ اب ذیل میں توہین انبیاء کے سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا جو جواب مدعا علیہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ وہ درج کیا جاتا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو جن لوگوں سے مشابہت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں بھی اس پاک گروہ کا ایک فرد ہوں۔ پھر کیونکر ان کی توہین

کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ توہین اس کی اپنی توہین ہوگی۔

اصول کے لحاظ سے تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ مرزا صاحب کے اقوال سے ہوتا ہے۔ گواہان مدعیہ کے بیانات میں اس کی مفصل بحث پائی جاتی ہے اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے جن اشعار کو باعث توہین قرار دیا گیا ہے۔ اس سے کوئی توہین پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ مرزا صاحب کی ان اشعار سے مراد یہ ہے کہ جام عرفان الہی اور ایقان بہر نبی کو دیا گیا تھا۔ اور خداوند تعالیٰ نے وہ پورے کپور مجھے بھی دیا ہے۔ اور کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں۔ اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا ہے وہ آنحضرت صلیع کے اتباع سے بطریق وراثت ملا ہے۔ مرزا صاحب پر یہ غلط انتہام لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلیع کی بھی توہین کی ہے۔ بلکہ آپ کی کتب آنحضرت صلیع کی تعریف سے پُر ہیں۔ جن آیات قرآنیہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اوپر چپاں کی ہیں ان کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس طائفہ اچھڑیش نے یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ دعوے نہیں کیا کہ ان آیات کا مورد نزول و مخاطب وہ ہیں۔ بلکہ ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے۔ کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مراد وہی انبیاء ہیں جن کی طرف ان میں خطاب ہے۔ اور ان کمالات کے محل وہی حضرات ہیں۔ جن کو خداوند تعالیٰ نے ان کمال کا محل ٹھہرایا ہے۔

لیکن یہ جواب اس وقت کے متعلق ہے۔ جب تک کہ مرزا صاحب نے دعوے نبوت نہیں کیا تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ الزام بھی غلط لگایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے عین محمد ہونے کا دعوے کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صاف کہا ہے۔ کہ میں ان کا خادم ہوں۔ اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ میں ان کا نفل ہوں۔ اور وہ اصل ہیں۔ میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اندام آپ کے اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بظاہر و معانیٰ علیحدہ نہیں ہے۔ اور بزرگان دین نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہیں میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں۔ کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اول آخر ہونے کے مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں عین محمد ہوں بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلیع کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا۔ کہ جو خلق بہمت۔ ہمدردی۔ خلائق میں اس کے مشابہ تھا۔ اور ظاہری طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جاوے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلیع کا ظہور تھا۔ لیکن صوفیاء نے اس مقام کو ضیبت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس پر بھی مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس استدلال کو مدعیہ کے پیش کردہ استدلال کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے اس شعر سے کہ: خف القمر المنیر وان لی سے آنحضرت کی توہین نہیں نکلتی کیونکہ اگر مرزا صاحب کے لئے چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا۔ تو وہ اس لئے کہ احادیث کی کتب

میں سے مہدی کی علامات میں سے یہ قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلیعہ کی طرف منسوب ہوگا۔ مگر مدعیہ کا استدلال اس پر نہیں کہ مرزا صاحب نے چاند گرہن کے نشان کو اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ اس کی طرف سے توہین کے موجب یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس شعر میں رسول اللہ صلیعہ کے معجزہ شق القمر کا استخفاف کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلیعہ کے معجزات کے متعلق مدعیہ کی طرف سے مرزا صاحب کے جن اقوال پر اعتراض کیا گیا ہے اس کا مدعیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے دوسری کتاب میں جہاں آنحضرت صلیعہ کے تین ہزار معجزات بتلائے ہیں۔ وہاں اپنی بیچین گونیاں سور کے قریب لکھی ہیں اور آپ نے اپنے دس لاکھ نشانات بتلائے ہیں کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت صلیعہ کے شمار کئے جائیں تو دس ارب سے بھی زیادہ ہوں۔

مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنے نشانات کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ اول درجہ کے خرق عادت ہیں۔ اس لیے ان نشانات کو بھی معجزات ہی شمار کیا جائے گا ہر دو فریق کے دلائل اس بارہ میں مسل پر موجود ہیں۔ ان سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے۔ کہ صداقت کس میں ہے۔ میں ان سوالات پر اس لیے بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی ذات کے متعلق ہیں۔ اور امر ماہ النزاع سے ان کا بہت تھوڑا تعلق پایا جاتا ہے۔ اس طرح مدعیہ کا یہ ادعا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت یوسف اور حضرت آدم علیہ السلام کی بھی کوئی توہین نہیں کی۔ اس کے بعد پھر اس کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے سلسلہ میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے۔ وہ آنحضرت صلیعہ کے متبع اور امتی ہونے کی وجہ سے کی ہے اور علماء خود ماننے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بھی یہ خواہش کی تھی۔ کہ وہ رسول اللہ صلیعہ کی امت میں سے ہوں اور دوسرے شعراء اور صوفیاء کے اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ وہ بھی رسول اللہ صلیعہ کے متبع ہونے کے باعث حضرت عیسیٰ پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے آئے ہیں۔ مگر اسے توہین نہیں سمجھا گیا، اور اس ضمن میں شیخ محمود الحسن صاحب کے چند اشعار جو انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھے ہیں درج کئے جا کر یہ بحث کی گئی ہے کہ ان اشعار سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی۔ تو پھر مرزا صاحب کے اشعار سے کیونکر توہین اخذ کی جاتی ہے۔

اس کا جواب سپہ سالار شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے دیا ہے کہ جو مدعیہ اشعار ہوں وہ تحقیقی نہیں ہوتے۔ بلکہ بشری کلام میں اٹکل کے ہوتے ہیں۔ اور شاعرانہ محاورہ نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی۔ تو وہ عقیدہ ہوگا۔ اور تحقیق ہوگی اور وہ کسی طرح اٹکل نہ ہوگی حقیقت حال ہوگی نہ کم نہ بیش بشریتانہ حقیقت کو نہیں پہنچتا تحقیقی لفظ کہتا ہے۔ اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ شاعرانہ نوع تغیر عام اطلاق الفاظ نہیں اور وہ تہنیت پر عبارت کہہ دیتے ہیں۔ جو آس پاس ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی نیت میں اور

میر میں مونا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔

جھوٹے اور شاعر میں یہ فرق ہے کہ جھوٹا کوشش کرتا ہے۔ کہ میری کلام کو لوگ سچ مان لیں۔ اور شاعر کی اصلاہ کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ حاضرین بھی میرے اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو دوسرے وقت وہ اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے۔ اور ایسے وقت دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں مبالغہ شاعر کے ہاں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک قسم ہے۔ کلام کی جو فنون علمیہ میں درج ہے۔ اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے کہ جھوٹی چیز کو بڑا اور کرنا اور بڑی چیز کو چھوٹا۔ بشہ طیکہ نہ اعتقاد ہو اور نہ مخلوق کو مونا ہوا۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے کہ جس سے منالطہ پڑتا ہے۔ نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے۔ تو وہ اور جہاں کا ہے اور حضرت شاعر اور جہاں میں۔

چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب دائع البلاء کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ بانی شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں علاوہ ازیں سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب نے شاعری کا شیوہ کس طرح اختیار فرمایا۔ اور کیوں انہیں اس معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات علیہ سے بطور ظل کے حصہ نہ ملا کیونکہ حضور کے متعلق قرآن مجید کی سورہ یسین میں فرمایا گیا ہے کہ **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ مَا يَنْبَغِي لَهُ** اور سورہ شعراء میں شعراء کی مذمت کیجا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ **المرء انہم۔۔۔۔۔ يفعلون** اس علم کے تحت میں تو مرزا صاحب کے نہ صرف وہ اقوال جو اشعار میں درج ہیں۔ بلکہ کوئی قول بھی مقبر نہیں رہتا۔

مدوید کے اس اعتراض کے جواب میں کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے کہا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی خلق کو ماننا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں ماننا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے یا پرندے پیدا کرنے کو تسلیم کیا جاوے۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا اختیار مشتبہ ہو جائے گا۔ اور عمل ترب کے متعلق وہ اپنے ایک الہام کے حوالہ سے یہ لکھتے ہیں کہ یہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ آپ نے اس عمل کو اپنے لیے۔ اس لیے پسند نہ کیا کہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھلانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور حضرت مسیح کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس عمل جمائی کو یہودیوں کے جمائی اور پست خیالات کیوجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے۔ باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ انہیں بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔

اس جواب کے متعلق بھی مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہر دو فریق کی طرف سے اس بارہ میں جو مواد پیش

کیا گیا ہے، وہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ اس سے ہر دو کے دلائل کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق مرزا صاحب کے جو دیگر اقوال ان کی کتب دافع البلاء اور ضمیمہ انجام اتہم وغیرہ سے پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان میں بہت ہی سبب شتم درج ہے۔ ان کی بابت مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ ان میں عیسائی مخالف ہیں۔ اور ان اقوال میں ان لوگوں کے اعتقادات کے مطابق جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ انہیں الزامی جواب دیئے گئے ہیں اور فن مناظرہ میں اس قسم کی روش عام طور پر اختیار کر جاتی ہے۔ اور اس کی تائید میں مدعا علیہ کی طرف سے دیگر علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں مرزا صاحب کے ان اقوال کو اگرستیاق سابق عبارت سے ملا کر دیکھا جاوے تو مدعا علیہ کا یہ جواب حقیقت سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ علاوہ ان ان دشنام آمیز الفاظ کو سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی نے اپنی شہادت میں بسلسلہ توہین عیسیٰ علیہ السلام بیان نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں موجب ارتداد مرزا صاحب میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے۔ بلکہ میں نے اس چیز کو لیا ہے۔ جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے۔ اور اُسے حق کہا ہے۔ اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیئے ہیں اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا۔

میں نے مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کی زبان پر کی ہے۔ اور نہ ہی وجہ ارتداد میں تعریض کو لیا ہے بلکہ جس جھوٹ کو انہوں نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اُسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا۔ اور جس جھوٹ کو اپنی جانب سے حق کہا۔ وہ اُسے وجہ ارتداد سمجھتے ہیں۔ اور اس ضمن میں انہوں نے مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال داخل کئے ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسز نکال لیا کرتے تھے۔ اور کہا ہے کہ اس سے تعریض اور تصریح دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے معجزہ نہیں ہوا۔ اس سے صریح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ٹپکتی ہے۔ کیونکہ حق بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں شاہ صاحب کی یہ رائے عین حق شناسی پر مبنی ہے۔ اور جن اقوال سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا نتیجہ نکالا ہے۔ ان سے واقعی ان کی توہین اخذ ہوتی ہے۔ باقی رہا کسی بنی کا دوسرے نبی سے افضل ہونے کا سوال اس کے متعلق شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے اور جواب دیا جا چکا ہے۔

چھٹی وجہ تکفیر بیان کر دو گواہان مدعیہ کا مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ تمام ائمہ محمدیہ مشترک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا حوالہ گواہان مدعیہ کی طرف سے دیا جا کر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا ہے۔ اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں کیونکہ انہوں نے عمداً غلطی نہیں کی۔ اور انہوں نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کو مبداً شرک یا منجرائی الشرک قرار دیا ہے۔ اور اس کو شرکِ عظیم کہنا با اعتبارِ بائبل الیہ کے ہے۔ اور اس امر کو حقِ بلاغت میں مجازِ مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ حیاتِ عیسیٰ کے مسئلہ پر یقین کو بحث کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی جس قسم کی حیات کے تمام مسلمان قائل ہیں۔ وہ ادراکِ انسانی سے باہر ہے۔ اس لیے اسے امرِ دفع کے طور پر ثابت کرنا ایک لا حاصل سعی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اس ظاہرِ زندگی کے علاوہ ایک اور قسم کی زندگی بھی ہے جس کو انسانی فہم اور عقل احاطہ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شہداء کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور اس کے ہاں انہیں رزق ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ آیت لَاشْفَعُ بَنُ الْاَدَمِ قَوْلًا..... من فضلہ پارہ ۴۔ رکوع سورہ آل عمران مدعیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ مرزا صاحب نے ایک لفظ ذریتہ البغایا استعمال کر کے تمام مسلمانوں کو دلدلِ الزنا قرار دیا ہے۔ اس کا جواب مدعا علیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے۔ کہ ذریتہ البغایا کے معنی وہ نہیں جو فریقِ مخالف نے لئے ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں۔ ظاہر میں اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور اور ناشائستہ آدمی۔ جن کی حالت یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ہریں ہیں وہ انہیں قبول نہ کریں گے۔ یہاں یہ کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں۔ یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لے کر شہر بشارت پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ بغایا کے معنی ہر اول کے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بغایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ فاجرہ ہوں۔ یا انہوں۔ لیکن اس پر بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لفظ کے استعمال اور طرزِ خطاب سے سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ وہاں اس لفظ سے کیا مراد ہے۔

مرزا صاحب اپنے مذبذب اور منکرین کو کافر کہنے سے مدعیہ کی طرف سے جو انہیں کافر کہا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے زمانے والوں کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ جو شخص نہیں ہیں ماننا وہ انہیں منقری قرار دے کر نہیں مانتا۔ اس لیے ان کی تکفیر کو جو جسے وہ خود کافر بتاتا ہے۔ لیکن یہ کوئی معقول جواب نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اگر دافع میں کافر ہو تو اسے کیوں کافر نہ کہا جاوے۔ اس طرح تو کسی پر بھی کفر کا فتوے نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کے سچے یا جھوٹے نبی ہونے کے متعلق اوپر بحث کی جا چکی ہے۔ لہذا ان دلائل کی رو سے اگر کوئی شخص ان کو کافر کہتا ہے۔ تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود پھر کیونکر کافر ہو جائے گا۔ اور اگر بالفرض محال یہ رائے درست بھی ہو تو پھر صرف ان لوگوں کو کافر نہ چاہیے جو مرزا

صاحب کو کاذب یا کافر کہیں جو ان کی نہ تکذیب کرتے ہیں اور نہ تکفیر انہیں کیوں کافر کہا جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انہیں کافر کہنے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب کو مفسری جان کر کافر کہتے ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۷ پر یہ بیان کی ہے کہ کسی کا کوئی عمل میرے دعوے اور دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آگے اس کتاب کے صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں کہ بہر حال حکم خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص کو جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ ان عبارات سے صاف اخذ ہوتا ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا خواہ ان کو کافر کہے یا نہ کہے وہ مسلمان نہیں۔ اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الہی میں قبول نہیں ہے۔ مدعا علیہ کے گواہان نے ریاست ہند کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے اور یہ دکھلانے کے لیے کہ گواہان مدعیہ نے مرزا صاحب اور ان کے متبیین کے خلاف فتوے تلخیص محض اپنے بغض اور بغاوت کی بناء پر اور اپنے بزرگان کے اقتدار کا ٹوکر ہونے کی وجہ سے دیا ہے۔ ورنہ دراصل مرزا صاحب ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمۃ کہ جن کا نہ صرف ریاست بہاولپور کا ایک حصہ معتقد اور مرید ہے بلکہ جن کے سنیہ۔ بلوچستان۔ اور پنجاب میں بھی بکثرت مرید پائے جاتے ہیں۔ کی ایک کتاب اشارات فریدی سے یہ دکھلایا ہے کہ ان کے نزدیک مرزا صاحب کسی عقیدہ اہلسنت والجماعت اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ان کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنے تمام اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں۔ اور حمایت دین پر کمر بستہ ہیں۔ اور کہ علمائے وقت تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ اس نیک آدمی کے پیچھے بڑ گئے ہیں جو اہلسنت والجماعت میں سے ہے۔ اور صراط مستقیم پر قائم ہے۔

اور خواجہ صاحب کی اس تحریر پر بڑی شرح اور بسط سے بحث کی جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے اپنے ہی ہیں۔ اور انہوں نے مرزا صاحب کی کتاب میں دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔ مدعیہ کی طرف سے بھی اس کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی جو کتابیں خواجہ صاحب نے اس وقت تک دیکھیں تھیں۔ ان میں مرزا صاحب کا دعوے نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی ایک تحریر سے جو آپ کی کتاب انجام اتہم صفحہ ۲۹ پر درج ہے۔ پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب بھی بعد میں مرزا صاحب کے میکلف اور مکتب ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ اب ہم ان مولوی صاحبان کے نام ذیل میں لکھتے ہیں کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں۔ اور مفسری بھی۔ اور بعض کافر کہتے ہیں۔ تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفسری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اور ان

کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں۔ جو مکہ اور مکدّہ ہیں۔ اور اُس کے ساتھ مرزا صاحب نے ہر دو گروہوں کی بہت سی دی ہیں۔ اس فہرست میں میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچراں علاقہ بہاولپور کا نام بھی درج ہے۔

فریقین کی ان بحث ہائے کو مد نظر رکھتے ہوئے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں مسلمانوں کے ایک مقدس اور نیک لوگوں کے گروہ کا نام صوفیائے ہے۔ ان صوفیائے کرام کو ذکر الہی عبادت اور ریاضت سے جو ذوق اور حظ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں ان پر تجلیات الہی وارد ہوتی ہیں اور ان کے قلب کی کچھ اس قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے وہ کچھ غیب کی خبروں پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ اس کو وہ الہام یا کشف کہتے ہیں۔ اور بعض صوفیائے کرام نے اُسے مجازی طور پر وحی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم کے تحت عمل پیرا ہوتے ہیں۔ نبی مامور من اللہ ہوتا ہے۔ اور اُسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے براہ راست غیب کی خبروں کی اطلاع دی جاتی رہتی ہے۔ اور اُسے علم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو لوگوں تک پہنچائے۔ انہیں قیامت کے دن سے ڈرائے اور اُسہ زندگي کے حالات سے مطلع کرے۔ اور جس ذریعہ سے انہیں یہ اطلاع ہوتی ہے۔ اُسے وحی کہا جاتا ہے۔ اور وحی کی یہ اصطلاح انبیاء کے لیے ہی مختص ہے۔ دوسری جگہ اگر یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اس سے مجازی یا لغوی معنی لیے جاتے ہیں انبیاء کو یہ وحی تین طریق پر ہوتی ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ کوئی بات کسی نبی کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ یا فرشتوں میں سے کوئی قاصد بھیج کر اس کے ذریعہ سے مطلع فرماتا ہے۔ یا پس پردہ خود کلام فرماتا ہے۔ یہ وحی چونکہ دخل شیطانی سے منزہ ہوتی ہے۔ اس لیے اُسے قطعی سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کا نہ ماننا کفر ہے۔ اولیاء کا الہام یا کشف گو دخل شیطانی سے پاک بھی ہوتا ہم نہ وہ قطعی ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دوسروں پر کوئی حجت ہوتا ہے۔ بلکہ الہام اور کشف کے ذریعہ قرآن مجید کے معارف اور اسرار سمجھائے جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں بعض اکابر صوفیائے کرام پر آیات قرآنی کا نزول بھی ہوتا ہے۔ ان آیات کو وہ اپنے اوپر چسپاں نہیں کرتے بلکہ جیسے کسی سیاح کو دوران سیاحت میں اعلیٰ مقامات دکھلائے جاویں۔ اس طرح ان کو اعلیٰ مراتب روحانی کی سیر کرائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جب اس میدان میں گامزن ہوئے۔ اور اُن پر ہکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا۔ تو وہ اپنے آپ کو نہ سمجھا سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود یا گراہتوں نے سابقہ اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھانے کی خاطر اپنے لیے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی جب لوگ یہ لفظ سن کر جو ہنسنے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا۔ کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں اُس کی کثرت کا نام بوجہ حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔ سو ہر شخص کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ کو

برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور پر کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حاوی کیا۔ اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چونکے اس پر انہوں نے پھر یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں بلکہ اس معنی میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت صلیم کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ غلطی اور بزوری بنی ہوں۔ اور اس کے بعد انہوں نے ان آیات قرآنی کو جو شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔ اور شدہ شدہ تشریحی نبوت کے دعوے کا اظہار کر دیا لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی۔ تو انہوں نے اس دعوے کو ترک کر کے اپنا مفسر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جاتلاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھلایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔ نہ یہ کہ حضرت مسیح نامری واپس آئیں گے۔ مدعا علیہ کے ایک گواہ کے بیان سے یہ اخذ ہوتا ہے۔ اور نامعلوم اس نے بطور خود یا مرزا صاحب کی کسی تحریر کی رو سے یہ بیان دیا ہے کہ احادیث میں جو عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی خبر آئی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلیم سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے۔ اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقق وقوع کے لحاظ سے ہر نبی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلیم سے بھی۔ اس کی مثال اُس نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دے کر یہ دی ہے کہ رسول اللہ صلیم نے ایک روایا کی بنا پر یہ سمجھا کہ وہ حجر بیامہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے لیکن آپ جس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ پر اس پیش گوئی کی حقیقت کھلی کہ اس سے مراد مدینہ تھا۔ اور کہ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوتی تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پیش گوئی کی منکشف ہو جائے گی۔ اور کہ اُمتی کو پیش گوئی کے تحقق وقوع کا علم ہو جاتا ہے غرض مرزا صاحب نے سابقہ مراحل سے گزرنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے کا اظہار شروع کر دیا۔ اور نبوة کو پھر ایک ایسا گورکھ دھندہ بنا دیا کہ جو نہ تو لوگوں کی سمجھ میں آسکا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اپنے متبعین جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ ان کے مرتبہ کو بخوبی سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ خود خدا کو بھی نعوذ باللہ ان کے نبی بنانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے یہ محسوس فرمایا کہ نعوذ باللہ اس کے حبیب سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ اب ان کی آن رکھنے کے لیے اور مرزا صاحب کو نبوت کا مرتبہ عطا فرمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بقول مرزا صاحب پہلے تو ان تمام پیش گوئیوں کو جو قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھیں۔ مرزا صاحب کی طرف پھیر دیا۔ اور پھر انہیں کبھی مریمؑ بتایا اور کبھی عیسیٰؑ اور اس کے بعد بارش کی طرح دجی کر کے یہ بتلایا کہ عیسیٰؑ اس مریم فوت ہو چکے ہیں اب تم بلا خوف و خطر نبی ہونے کا دعوے کر دو۔ اور جہاں پہلے وہ فاسق لما یوحی اور یا ایہا الذہن

فاندر کی تحکمانہ وحی کے ذریعہ سے نبیوں کو چونکا کر کے اپنی طرف سے مامور فرمایا کرتا تھا۔ وہاں مرزا صاحب کے لیے اسے نعوذ باللہ مختلف جیل اختیار کرنے پڑے۔ مرزا صاحب کے اس طرز عمل سے نبی بننے سے یہ بات خود واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبوت کے عہد سے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ اس نے پہلے تو مرزا صاحب کے لیے نبوت کی اصطلاح تجویز فرمائی پھر وہ جب اس سے خوش نہ ہوئے تو ان کو نبی کا خطاب عطا فرمادیا۔ جیسا کہ نواب اور راجہ کے خطابات کو رمنٹ سے ان لوگوں کو بھی عطا فرمائے جاتے ہیں۔ جو صاحب ریاست نہ ہوں۔ لیکن جب مرزا صاحب کی اس سے بھی تشفی نہ ہوئی باوجودیکہ اللہ تعالیٰ انہیں یا ولدی بھی فرمایا چکا تھا۔ اور اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قائم البنین کہ چکا تھا۔ وہ بھی کسی دوسرے نبی کے بننے سے خفا نہوں۔ مرزا صاحب کو آپ کا ظل بنادیا گیا۔ اور آخر کار جب ان کی خوشی نبی بننے میں ہی دکھی اور یہ بھی خیال آیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخر زمانہ میں بھیجوانے کا وعدہ ہو چکا ہے۔ تو انہیں مار کر مرزا صاحب کو نبی بنادیا گیا۔ استغفر اللہ۔

گواہ مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے۔ کہ مرزا صاحب سے یہ غلطی نہ ہوئی ہوگی۔ خصوصاً جب کہ مرزا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل بھی ہیں۔ غیر اعلیٰ ہے۔ کہ اصل کی فطرت ظل کی فطرت پر اثر انداز نہ ہوئی ہو۔ اور علاوہ ازیں مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ذکی بھی نہیں پائے جاتے کیونکہ خداوند تعالیٰ کی کئی سال کے متواتر وحی کے بعد انہوں نے یہ جا کر سمجھا کہ وہ نبی ہو چکے اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے وحی الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر دعوے نبوت کر دیا ہو۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ انہیں اُمتی ہونے کے وقت نزول مسیح کے متعلق وقوع کا علم نہیں ہوا۔ بلکہ جب ان کو نبوت کا خطاب مل چکا۔ اس کے بعد انہیں یہ جتلیا گیا۔ کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔ اس لیے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ کہنا کہ امتی کو وقوع کے وقت تحقق وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔ گواہ مذکور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے۔ آپ سے اجتہادی غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے ہجرت کے وقت کوئی غلطی فرمائی۔ گواہ مذکور کی یہ حجت اس وقت صحیح ہوتی کہ جب آپ بجائے مدینہ کے حرم ماحد کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے مدینہ عالیہ کی طرف لوٹتے۔ وہاں جانے کے متعلق آپ کا صرف ایک خیال تھا جو وقوع میں نہ آیا۔ اور اس روایہ پر عمل اس طرح ہوا جس طرح مشیت ایزدی میں مقدر تھا۔ خود اس مثال سے یہ اخذ ہوتا ہے۔ کہ اگر نبی کو کس طرح غلط فہمی ہو بھی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے فوراً رفع کر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدیوں تک وہ غلطی چلی جائے اور نہ خود نبی پر اور نہ اس کے کامل متبعین پر اس کا انشاء ہو۔ اس لیے یہ کہنا بڑی دیدہ دلیری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی بیان کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی

ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے پھر اخیر عمر میں جا کر اپنے دعوے کی غلطی کو محسوس کیا اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا جس سے انہوں نے اپنے دعوے کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے اس خط سے جو انہوں نے دفت سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں درج ہے کہ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں ہی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیش گوئی کرنے والا ان تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور پر کہا ہے کہ مرزا صاحب کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہوجاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دوسرے ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے۔ اور پھر سب اقوال میں اس قدر تغاوت اور تضاد پاتا ہوتا ہے۔ اور خود مرزا صاحب کی ایسی پریشان خیالی ہے۔ اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے کہ جس سے نتیجہ کو بڑھتے ہوئے اور ان کو بوقت ضرورت مخلصی اور مفر باقی رہے۔ چنانچہ کہیں وہ لاقیم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشور اور جماعتی معنی کے ساتھ قطعی اور جماعتی عقیدہ کہتے ہیں۔ اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں۔ اور کہیں اس عقیدہ کو مشرک کا نہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔ اور خاتم النبیین کے جو معنی مدعا علیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔ مدعا علیہ کی طرف سے اس ضمن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے کہ قرآن شریف کی ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں۔ اور باوجود قوی نہ ہونے کے اس کی مراد میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا وہ سب مشکشف نہیں ہے۔ جملہ ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کی مراد وہ ہے کہ قوا عداقت اور عداوت سے اور اولہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں۔ اور اس کے تحت میں شیعیں ہیں اور بطن سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کر دے۔ اور بیتوں سے وہ خفی رہ جائیں لیکن ایسا کوئی بطن جو مخالف ظاہر کے ہو۔ اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں مقبول نہ ہوگا۔ اور رد کیا جائے گا۔ اور بعض اوقات باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا۔ حاصل یہ ہے کہ ہم مکلف فرمانبردار بندے اپنے مفرد کے موافق ظاہر کی خدمت کریں۔ اور بطن کو سپرد کریں خدا کے تادیل کے متعلق ان کا یہ جواب ہے کہ اخبار اعدائی تاویل اگر کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے۔ تو اس کے فائل کو بدعتی نہیں کہیں

گئے۔ اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں تو وہ خاطی ہے۔ آیات قرآنی متواتر ہیں۔ اور قرآن وحدیث جو نبی کریم سے ہمہ یک پہنچا اس کی دو جانبیں ہیں۔ ایک ثبوت کی۔ دوسری دلالت کی ثبوت قرآن کا متواتر ہے۔ اس تو اتر کا اگر کوئی انکار کرے تو پھر قرآن کے ثبوت کی۔ اس کے پاس کوئی صورت نہیں۔ اور ایسا ہی جو شخص نواتر کی صحت کا انکار کرے۔ اس نے دین ڈھا دیا۔ دوسری جانب دلالت ہے جس کا معنی یہ ہے۔ کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوتی ہے۔ اور کبھی ظنی اگر اجماع ہو جائے صحابہ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جائے کہ مدلول یہی ہے۔ تو پھر وہ دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا اسم اللہ سے لے کر والناس تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کہیں غلیظت ہے اور کہیں قطعیت لیکن قرآن کے معنی سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔ علاوہ از بن تاویل او امر ولوا ہی میں ہو سکتی ہے اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مدیہ کے گواہ مولوی نجم الدین صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس بحث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے۔ اور اس کے بطن کے معنی ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی سمجھنے کے متافی ہوں۔ اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا معنی سے انکار کفر ہے مدعا علیہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اور جن مسائل کی بناء پر اس نے ایسا کہا ہے۔ وہ اس قبیل کے نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنی مدیہ کی طرف سے گئے۔ ہیں۔ اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عقیدہ سے انحراف وارد آمد کی حد تک پہنچا ہے۔ اور کہ آنحضرت کے بعد عہدہ نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے اور ان کے نبی نہ ہونے کی تائید میں ایک یہ امر بھی ہے۔ کہ ان کے متبعین میں سے ایک گروہ جو لاہوری کہلاتے ہیں انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا ان کے مخالف جملہ فرقوں کے نزدیک اور ان کے ایک موافق فرقہ کی رائے میں رسول اللہ صلعم کا خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔ اس لیے مرزا صاحب کی نبوت کا دعویٰ کسی حالت میں بھی درست نہیں ظنی اور بردوزی بنی اگر آنحضرت صلعم کے کمال اتباع سے ہونے ممکن ہوتے تو اس قسم کے نبی مرزا صاحب کے آئینے قبل کئی آچکے ہوتے۔ علاوہ از بن مرزا صاحب کو درجہ کمال بھی اس وقت حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ اس قسم کے اور کئی نبی پیدا ہو چکے ہوتے کیونکہ ہر جنس کا کمال اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کے اور ناقص افراد موجود ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم بھی اسی لیے افضل الانبیاء ہیں کہ سلسلہ رسالت اور نبوت میں دیگر انبیاء منسلک ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء ظاہر کر کے یہ بیان کیا ہے کہ وہ ولایت ختم کر چکے لیکن اس سے وہ دلی ہی شمار ہوں گے۔ نبی نہیں سمجھے جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افاضہ روحانی سے اگر نبوت مل سکتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ ان سے قبل ایسے نبی آتے کہ جن کے بعد انہیں درجہ کمال حاصل ہوتا۔ مدیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے کہ ظنی اور بردوزی کی اصطلاح میں دراصل الفاظ ہیں در نہ دراصل مرزا صاحب کی مراد اس سے اصل نبوت سے ہے۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی نے

کی کچھ شک نہیں کہ یہ الفاظ مناظرہ پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی شرع میں اس قسم کے الفاظ پر کسی عقیدہ کا حصر ہے۔ مرزا صاحب نے یہ بیان کر کے کہ اس قسم کی نبوت قیامت تک جاری ہے اسلام میں ایک فتنہ کی بناء ڈالی ہے۔ اور ناممکن نہیں کہ ان کے بعد کوئی اور شخص دعویٰ نبوت کرے۔ ان کی کارگزاری کو بھی میا میٹ کر دے۔ اس طرح مذہب سے امان اٹھ جائے گی۔ اور سوائے اس کے کہ وہ ایک کھیل اور تمسخر بن جائے اس کی کوئی حقیقت بحیثیت دین کے قائم نہ رہے گی۔ اس لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ماننا علاوہ عقائد صیح میں سے ہونے کے الّا بس ضروری ہے۔ مرزا صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ اس لیے ان کا اسلام کے اس بنیادی مسئلہ سے انکار کفر کی حد تک پہنچا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر عقائد بھی ان عقائد کے مطابق نہیں پائے جاتے جس کی آج تک امت مرحومہ باندی چلی آئی ہے۔ خدا کا تصور اس نے تین دے سے تشبیہ دے کر ایسا پیش کیا ہے کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اور اس طرح یہ بیان کر کے کہ خدا خطا بھی کرتا ہے۔ اور صواب بھی۔ اور روزے رکھتا ہے۔ اور نماز پڑھتا ہے۔ انہوں نے ایک ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ہوالذی ارسل رسولہ۔۔۔۔۔ الخ کے متعلق انہوں نے یہ کہا کہ اس میں میرا ذکر ہے۔ اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ اور رسول بھی۔ اس طرح اور کئی ایسی تصریحیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے۔ اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا نتیجہ درست اخذ کیا گیا۔ اس طرح ان کے بعض اقوال سے حضرت علی علیہ السلام کی بھی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اور حضرت مریم کی شان میں مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے۔ اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا صاحب کو کہ فرقر دینے کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے مرزا صاحب کی بعض کتب کے حوالے دیئے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خوب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور شائع و خانی بھی کی ہو۔ تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاید ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گزار کرے۔ اور مدح و ثنا کرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے۔ تو کوئی انسان اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے دیگر حقائق کرام کے بعض ایسے اقوال جو مرزا صاحب کے بعض اقوال کے مشابہ ہیں۔ بیان کیے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ ان اقوال کی بناء پر پھر ان بزرگان کو کوئی مکر مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب بالفاظ

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولیاء اللہ کو ان کی طہارت، تقویٰ اور تقدس کی خبر ہی سن کر اور ان کے شواہد افعال و اعمال اور اخلاق سے تائید پاکر ولی مقبول تسلیم کر لیا ہے۔ اور نرائی اور نشانیوں سے جو خارج مبعوث عند سے ہوں لیکن انہی شیطانات سے ان کی ولایت ثابت نہ کرنی ہو۔ بلکہ ولایت ان کی خارج سے پار ثبوت کو پہنچی ہو۔ جو طریقہ ثبوت کا ہے۔ اس کے بعد کہ ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی۔ اور ہم اس تسلیم میں صواب پر تھے۔ تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مفاد یا موم ہمارے سامنے پڑتا ہے۔ تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں۔ اور عمل نکالیں اور یہ کہ اس کا ٹھکانہ کیا ہے۔ شیطانات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جھگڑا جمانا فہم اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جدا گانہ تجارب سے اور جو طریقہ راست بازی ثابت کرنے کا ہے ثابت ہوتی ہو تو پھر اگر کوئی کلمہ موم اور مخالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آگیا۔ تو منصف لمبعتوں کے ذہن اس کی توجیہ کریں گے۔ اور عمل نکالیں گے۔ یہ قائل کا کام نہیں ہے۔ کہ راست بازی کسی کی ثابت ہونے سے پیشتر وہی کلمات مخالطہ پیش کر کے مسئلہ الثبوت مقبول پر قیاس کرے۔ اور کہے کہ فلاں نے ایسا کیا۔ فلاں نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہوگا کہ فلاں کی راست بازی جدا گانہ اگر ہمیں کسی طریقہ اور دلیل سے معلوم ہے۔ تو ہم محتاج توجیہ ہوں گے۔ اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے ہی نہیں تو ہم یہ لکھوٹی پوچھی اس کے متبرہاں کریں گے۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور کہ جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اس کو بھی کافر کہنا درست نہیں وغیرہ وغیرہ ان شبہات کا جواب بھی شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خود دیا ہے۔ جو انہیں کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں۔ کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے۔ وہ مسلمان ہے۔ چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار ہی کرے۔ قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ ہی کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہ اتفاق کیا ضروریات دین پر۔ اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا۔ جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔ دوسرا شبہ یہ کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز روزہ۔ حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنے والے ہیں۔ چہر ان کو کیسے کافر کہا جائے۔

اس کے جواب میں انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ تو موم جس کے متعلق آنحضرت مسلم فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی۔ اور ان کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ بلکہ ظاہری خشوع اور خضوع کی کیفیات بھی ایسی ہوتی گی کہ ان کے نماز

روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے روزے کو بھی بیچ سبھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا۔ تو ان کی نماز روزہ وغیرہ ان کو حکم کفر سے رہا نہ کر سکی۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فقہائے نے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا ہے۔ جس کی کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہو۔ اور صرف ایک وجہ اسلام کی اس کا جواب یہ ہے۔

کہ اس کا اعتناء بھی یہی ہے کہ حضرف فقہاء کے الفاظ دیکھ لے گئے اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی۔ اور ان کے وہ اقوال دیکھے جن میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ یہ حکم اپنے عوم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے۔ جب کہ قائل کا صرف ایک کلام میں مفتی کے سامنے آوے۔ اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو۔ اور نہ اس کے کلام میں کوئی ایسی تصریح ہو جس سے معنی کفر متعین ہو جائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے۔ اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال ایسا نکل سکے جس کی بناء پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے۔ تو اس احتمال کو اختیار کر لے۔ اور اس شخص کو کافر نہ کہے لیکن اگر ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات و الفاظ مختلف موجود ہو۔ جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہی معنی۔ معنی کفری مراد لیتا ہے۔ یا خود اسے کلام میں معنی کفری کی تصریح کر دے۔ تو باجماع فقہاء اس کو ہرگز مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ اگر کوئی کلمہ کفر کسی تادیل کے ساتھ کہا جاوے۔ تو کفر کا حکم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تصریحات فقہاء سے اوافقیات کا رکن ہے۔ حضرات فقہائے اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ تادیل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے جو ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تادیل کرے اور اجتماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نیا معنی تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید نے الحاد اور حدیث نے اس کا نام زندہ بھٹی رکھا ہے۔ زندیق اسے کہتے ہیں جو مذہبی لہر و بحر بدلے لینے الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ مرزا صاحب نے جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ بہت سے اسلامی عقائد کے حقائق بدل دیئے ہیں۔ گوان کے الفاظ دی رہنے دیئے ہیں۔ اس لیے ان کو حسب تصریحات مذکورہ بالا کافر ہی قرار دینا چاہیے گا۔ اور ان عقائد کے تحت ان کا اتباع کرنے والا بھی اس طرح ہی کافر سمجھا جائے گا۔

مدعا علیہ کی طرف سے گواہان مدیبتہ پر ایک یہ اعتراض بھی وارد کیا گیا ہے۔ کہ وہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھنے والے ہیں اور عثمانی دیوبند کے خلاف فتوے تکفیر شائع ہو چکا ہے۔ اس لیے ایک شخص جو خود کافر ہو وہ کس طرح دوسرے کے متعلق کفر کا فتوے دے سکتا ہے۔ اس کا جواب مدیبتہ کی طرف سے ایک تو یہ دیا گیا ہے کہ اس کے تمام گواہان دیوبندی صاحبان نہیں ہیں۔ مثلاً شیخ الجامعہ صاحب مولو محمد حسین صاحب اور مولوی نجم الدین صاحب۔ دوسرا دیوبندی صاحبان کے خلاف فتویٰ تکفیر ایک غلط فہمی کی بناء پر دیا گیا تھا۔ جو بعد میں واپس لیا جا چکا ہے۔ اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو بھی مدعا علیہ

کی محنت اس بنا پر صحیح نہیں۔ کہ ان کی رائے کو بطور فتوے قبول نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کی پیش کردہ دلائل پر مدعا علیہ کے پیش کردہ دلائل کے مقابلہ میں تنقید کی جائز رائے قائم کی گئی ہے۔ اس لیے چاہیے کہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں ان کی ذاتی رائے پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کی رو سے کس فرقہ کے دلائل صحیح ہیں اور کس کے غلط۔ اس لیے ان کے خلاف اگر کوئی فتوے تکفیر ہو بھی تو اس معاملہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مدراس ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا تھا کہ اس سوال کو عقائد قادیانی سے ازدواجی ہونا ہے۔ یا نہ علماء السلام ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لہذا علمائے اسلام کی تحقیق کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اس مقدمہ میں شہادتیں دی ہیں۔ اور اس پر فتوے کفر لگائے۔ وہ خود بھی مسلمان ہیں یا نہ۔ اور اس طرح فیصلہ کرنے والے کا مسلمان ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر دو فریق کا ادعا ہے کہ وہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں لیکن چند اہم اور بنیادی مسائل کے متعلق ہر دو کا اختلاف ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ لہذا اس بارہ میں عام دنیادی اصول کے مطابق رائے اس فرقہ کی غالب سمجھی جائے گی۔ جس میں اکثریت ہو۔ یہ اکثریت بھی مدعیہ پانی جاتی ہے۔ اس لیے فریق مدعیہ کی رائے ہی غالب رہے گی۔ اور اُسے مسلمان اور اقلیت کو کافر سمجھا جائے گا۔ لہذا اس قرار داد کے تحت مدعیہ کے کسی گواہ کے خارجی طور پر مسلمان ثابت کیے جانے کی ضرورت نہیں اور فیصلہ کنندہ بھی اس ذیل میں مسلمان شمار ہوگا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ نے اپنی بحث میں جب مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو شرعاً درست تسلیم کر کے اپنے اوپر محنت مان لیا ہے۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ شرعاً عدالت ہذا کا فیصلہ اس پر محنت نہ ہو سکے۔

گواہان مدعیہ پر مدعا علیہ کی طرف سے کتا بیت اور بھی کئی ذاتی حملے کئے گئے ہیں مثلاً انہیں علماء سوء کہا گیا۔ اور یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود ہی ایسے مولویوں کو جو ذریعہ البغایا میں مخاطب ہیں۔ بندہ اور سور کا لقب دیا ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے۔ لیکن ملاحظہ مثل سے ہر عقلمند آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ طریقین کے علماء میں سے ان احادیث کا صحیح مصداق کون ہیں۔

مرزا صاحب کے دعوے نبوت کے سلسلہ میں ایک اور مسئلہ پر بھی مختصر بحث کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اس لیے بھی نبی سمجھتے ہیں کہ انہیں مسیح موعود ہونے کا بھی دعوے ہے۔ اور مسیح موعود کو چونکہ احادیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس لیے مرزا صاحب نبی اللہ ہوئے۔ اس کے متعلق جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں۔ اور آخر زمانہ میں وہی آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور وہ چونکہ پہلے سے نبی اللہ ہیں اس لیے پھر بھی نبی اللہ ہوں گے۔ مگر وہ عل شریعت محمدیہ پر کریں گے۔ اپنی شریعت پر نہیں چلیں گے۔ اس کی مثال مدعیہ کی طرف سے یہ دے گئی ہے۔ کہ جیسے کسی دوسرے علاقہ کا گورنر کسی دوسرے گورنر

کے علاقہ میں چلا جائے۔ نو دہاں اپنے عہدہ کے لحاظ سے گودہ گورنر شمار ہوگا۔ لیکن دوسرے گورنر کے علاقہ میں وہ اس گورنر کی حکومت کے تابع ہو کر رہے گا۔ اپنے علاقہ کے قوانین یا آئین پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ قیامت تک کے لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لیے قیامت تک آپ کی شریعت ہی نافذ رہے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شریعت کے تحت عمل پیرا ہوں گے۔

اس مثال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی بنی ہونا تو واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کو نزول مسیح کا عقیدہ بہت عجب معلوم ہوتا ہے۔ اور ان کے ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ کہ کس طرح ایک شخص کئی ہزار سال کے بعد دنیا میں واپس آسکتا ہے۔ شک نہیں کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں یہ مسئلہ بہت کچھ قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ مولانا محمود علی صاحب اپنی کتاب دین و آئین میں لکھتے ہیں، اس قسم کے اعتراضات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جواب دینے والے بالعموم یہ روش اختیار کرتے ہیں کہ جن قباحتوں کے چہرہ پر موجودہ مسلمان کاروخن قاذل دیا جاتا ہے ان کو قباحت سمجھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں دیکھتے اور جس جملہ کے ساتھ فلسفہ اور سائنس کا نفار و بجا ہوا سن پاتے ہیں اپنے ہوش و حواس کو اس کے مقابلہ پر قائم رکھنے کی جرات نہیں کرتے اور ایک مجرم کی طرح اپنی پیرت کی یہی صورت دیکھتے ہیں۔ کہ اپنے فعل کو دلیری کے ساتھ حق بجانب ثابت کرنے کی بجائے ہاتھ جوڑ کر اس کے ارتکاب سے انکار کریں اور مذہب کی حمایت میں صرف یہ کہہ کر دامن پھڑپھڑائیں۔ کہ جس مسئلہ پر اعتراض ہے۔ وہ اسلامی اصول میں داخل نہیں۔ مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں۔ ایسے اعتراضوں کے ایسے جواب آج کل فیشن میں داخل ہیں۔ اور جواب دینے والے گویا یقین کر لیتے ہیں کہ مہذیب جدید جس امر پر تنبیہ ہونے کا فتوے صادر کرتی ہے۔ اس میں کوئی لحسن باقی نہ رہا ہوگا۔ ان کا بس چلتا ہے تو قرآن و حدیث پر۔ ان دونوں سے جس طرح بن چڑتا ہے۔ رہائی پانے کی سبیل نکال لیتے ہیں۔ اپنے ذاتی خیالات کو اسلام اور ایسے السلام کو سب اعتراضوں سے پاک تصور کر لیتے ہیں۔

مسئلہ نزول مسیح اسی قسم کا ہے۔ کہ جس پر اس قسم کے اعتراض وارد کیے جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اسے اس پر یقین رکھنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید میں ایک شخص کو سو سال کے بعد زندہ کرنا کا وقوع موجود ہے اسی طرح اصحاب کرام میں سرسالی سے زائد عرصہ تک غار میں بحالت خواب چرے رہے۔ اس لیے وہ امور اگر ذات باری کے لیے ناممکنات میں سے تھے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں بھیجا جی اس کے آگے کوئی مشکل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس طرح غیر معمولی طریق پر ہوئی۔ اس طرح ان کے نزول کو بھی غیر معمولی طریق پر وقوع میں آنا تصور کیا جاسکتا ہے۔ باقی رہا اس پیش گوئی کی صداقت کا سوال سو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ پیش گوئی صحیح نہ ہوتی تو مرزا صاحب نے جہاں کئی دیگر متواترات کا انکار کیا تھا۔ وہاں اس کا بھی انکار فرما دیتے۔ لیکن وہ بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکے اور اس کی ممکن سے ممکن جو بھی تاویل ہو سکتی تھی۔ وہ بیان کرنے میں

انہوں نے کوئی دریغ نہیں کیا لیکن اوپر کی بحث سے پایا جاتا ہے کہ قرآن و احادیث کی رو سے وہ تاویل درست ثابت نہیں ہوئی اور سوائے اس کے کہ یہی عقیدہ رکھا جائے کہ اس پیشگوئی کی رو سے حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ اس کا اور کوئی حل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے سوا آنحضرت صلیم کے بعد اور کوئی نبی نبی نہیں ہو سکتا اس لیے اس عقیدہ کو اگر قائم رکھا جاوے۔ تو جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زندہ ہونگے۔ انہیں خود اس پیش گوئی کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور جو اس سے قبل فوت ہوں گے۔ خداوند تعالیٰ ان کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا۔ کہ جو ان سے قبل اس عقیدہ پر وفات پاتے رہے۔ البتہ اس عقیدہ کو چھوڑنے والا ضرور گنہگار ہو گا۔ کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا مذبہ سمجھا جائے گا۔

باقی رہا یہ سوال کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا بھی ہے۔ یا نہ کیونکہ انکی طبیعتیں یہ کہہ سکتی ہیں کہ احادیث کی تدوین چونکہ بہت مدت کے بعد ہوئی اس لیے کیونکہ پورے اطمینان سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ راویوں کو احادیث کے پورے الفاظ یاد رہے ہیں۔ یا یہ کہ ان الفاظ سے رسول اللہ صلیم کی مراد وہی تھی جو کہ ان راویوں نے سمجھی۔ اس کا جواب تو علماء ہی بہتر دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کا مؤاب جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ حدیث ہو صحیح۔ اور ہم نے اس کا عقیدہ دیا چھوڑ تو قیامت کے دن ہم جواب دہ ہوں گے۔ اور اگر یہ حدیث صحیح نہ بھی ہو تو اس پر محض ایک عقیدہ رکھنے سے جو قرآن کے کسی صورت میں بھی مخالف نہیں پایا جاتا۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ لہذا بہر حال ہمیں اس پر عقیدہ رکھنا لازمی ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے ایک یہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مانا جاوے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ صلیم کی امت میں سے ایسا کوئی شخص اہلیت نہ رکھتا تھا کہ اسے لوگوں کی اصلاح کے لیے مامور فرمایا جاتا اور اس سے امت کی توہین لازم آئے گی۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کا مامور ہونا اس کے کسی استحقاق کی بناء پر نہیں ہوتا۔ دوسرا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت امت کی حالت بہت اتر ہو گئی۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس وقت تک کوئی بھی اس فرض کے سر انجام دینے کا اہل نہ پایا جاوے۔ اس لئے مخلوق کی اصلاح کے لئے سابقہ انبیاء میں سے ہی ایک کو واپس لایا جانا ضروری سمجھا گیا ہو۔ یہ باتیں مشیت ایزدی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے ان میں کوئی رالے زنی نہیں کی جا سکتی۔

ہمارے دلوں میں شکوک و راصل اس لیے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ہم ہدایت قرآنی پر پوری طرح پابند نہیں ہیں۔ اگر ہم تمام احکام ربانی پر عمل کریں تو اس حالت کے نتائج ہی اعتراض کرنے والوں کو خاموش کر دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ مولانا محمود علی صاحب نے اپنے ایک اور مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔ جب تک مسلمان لفظ کانکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ پر عمل عامل رہے۔ انہیں نہ خود کوئی تکلیف پیش آئی۔ اور نہ دوسروں پر اثر ڈالنے کے لیے کسی دشواری کا سامنا ہوا۔ اور جب قوم کی قوم ہی ایک

رنگ میں رنگین ہو۔ نواہیاً منظر شکوک کو غبار بنا کر اڑا دیتا ہے۔ اور اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑتا مگر انہوں جیسا کہ مولانا اپنی کتاب محمولہ ہائے تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی ضرورت بلکہ زندگی کا واحد مقصد آج کل یہ قرار پایا ہے کہ انسانی زندگی کی ہر ساعت اور ہر ثانیہ کے اندر تمام تر توجہ اس مادی سامان کے مہتیا کرنے۔ اس کو کام میں لانے اور اس کے نتائج سے لطف اٹھانے پر مبذول رہے۔ اور موجودہ زندگی کے بعد کوئی خیال اور اس کے لیے کسی عمل اور کسب کا کوئی ارادہ اور اس دنیا سے باہر کی ہستی کے ساتھ تعلق رکھنے کا کوئی دُغم بھی دل میں نہ آئے پاوے اور اپنی تمام کوششوں کا محور اس دنیا کو اور یہاں کی چند روزہ زندگی کو سمجھنا صحیح اصول کا رہے۔ یہ حالت کیوں پیش آئی۔

اس کا جواب بھی مولانا محمود علی صاحب کی ایک تحریر سے دیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قرآن کے پیش کرنے والے جو زبان سے کہتے ہیں۔ وہ کہہ نہیں دکھلاتے اور وعظ و نصیحت میں فصاحت و قرآن پر انسانی طرز کلام کو ترجیح دے کر منطقی موثکامیوں اور شاعرانہ مبالغوں سے کام لیتے ہیں۔ اور رہنمائی سے زیادہ اپنے فضل و کمال کی نمائش چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل ایمان پر نہ بحث نہ مناظرہ فرض ہے۔ نہ منطقیانہ موثکامیوں اور فلسفیانہ معرکہ آرائیوں کی ضرورت وہی روشنی ہدایت جو کلام الہی نے پیش کی ہے۔ اسی طرز اداسے جو اس ہادی برحق نے اختیار کی ہے۔ ہر عالم و جاہل تک پہنچا دینے کی ضرورت ہے۔ سب کا ہدایت پانا اور تمام مخلوق کا ایک راہ اختیار کرنا ممکن نہیں۔ ورنہ کلام الہی میں اب بھی وہی کشش ہے۔ اور قرآن کریم کے اندر جذب قلوب کا وہی اثر ماضی انسانوں کو خواب غفلت سے جگانے والا اور نشہ نگاہ ہدایت کو شراب معرفت سے سیراب کرنے والا اگر ہے۔ تو صرف قرآن کریم۔

اولاس کلام مبارک کا ایک ایک لفظ چشم بینا کو محو حیرت کرنے اور دل دانا کا دامن کھینچنے میں وہ ناشر دکھاتا ہے جو آئینہ پر جمال بار اور پر کاہ پر گہرا۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ علماء و ائمہ کی اندھی تقلید درست نہیں۔ یہ تشکیک ہے۔ قرآن مجید میں ہر شخص کو خود بھی تدبیر کرنا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قواعد و دیگر لوازمات کو جو معنی اخذ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ پس پشت ڈال کر اپنی سمجھ پر چلنا شروع کر دیا جاوے۔ جیسا کہ خود مدعا علیہ کے اپنے گواہان کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک تو آیت و بالائخوة ہم یوقنون کے یہ معنی کرتا ہے۔ کہ یوم آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آخرت کے معنی زمانہ آخر کی وحی بتلاتا ہے۔ ذرا احمدی صاحبان خود بھی تو سوچیں کہ انہوں نے دین کو کیا مذاق بنا رکھا ہے اس بحث کے بعد اب اصل معاملہ متنازعہ کو طے کرنے کے لئے یہ بتلانا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے سے ایک شخص مرتد سمجھا جاسکتا ہے۔ اور کہ عقائد قدانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ۔

ادھر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔

اور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بائیں معنیٰ نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ اور کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی ماننا ہے۔ اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یعنی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبیائی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں۔ ان کی تفصیل اور بیان کی جا چکی ہے۔ اس لیے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدہ امت سے مخوف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا۔ اور اگر ارتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے کبھی انحراف کے لیے جا رہے تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لیے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی۔ نہ کہ احادیث و اقوال فقہاء جن پر کہ اس دفت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے۔ اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ جو شرع محمدی پر مستند ہیں، اور بعض اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً چند ماہواری کا دنیا جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے۔ اس طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی توجہ نہیں بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے۔ اور کیوں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے لیکن یہ توجہیں اس لئے کار آمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اس لیے وہ ان کے نقطہ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے۔ جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں۔ تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسلمہ وغیرہ کا ذب مدعیان نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعویٰ نبوت کا ذب ارتداد ہے۔ اور کا ذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کا ذب مدعی نبوت ہیں۔ اس لیے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہذا ابتدائی متفیحات جو ۴۴ نومبر ۱۹۲۷ء عیسوی کو عدالت منصفی احمد پور شریف سے دفع کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دے جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار

کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ازداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اُمّی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ گوام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں۔ لیکن ان عقائد پر وہ اپنی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔ جو معنی مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اور یہ معنی اچونکہ ان معنوں کے متناظر ہیں۔ جو جمہور اُمت آج تک لیتی آئی۔ اس لیے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ اور ہر دوسروں میں وہ مرتد ہی ہے۔ اور مرتد کا نکاح چونکہ ازداد سے فسخ ہو جاتا ہے۔ لہذا ڈگری دین معنوں بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے۔ کہ وہ تاریخ ازداد مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازالا مدعا علیہ لینے کی حقدار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں۔ اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے۔ اس لیے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہیئے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد سمجھتے ہیں۔ تو ان کو اپنے اپنے عقائد کی رو سے بھی اُن کا یا بھی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ نہ کہ مردوں سے بھی۔ مدعیہ کے دعوے کے رو سے چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس لیے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہذا اس بناء پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہے مدعا علیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائر ثقلونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔ ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ہذا پر حادی نہیں سمجھا۔ اور مدارس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو عدالت عظمیٰ اجلاس خاص نے قابل پیروی قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور کا فیصلہ بمقدمہ سماعت جندوڑی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ یہ فیصلہ جناب ہمت اودھو اس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا۔ اور اس مقدمہ کا صاحب موصوف نے مدارس ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا۔ اور خود اُن اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے۔ کوئی حاکم نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصہ سے دائر تھا۔ اس لیے صاحب موصوف نے اسے زیادہ عرصہ معرض تعلیق میں رکھنا پسند نہ فرمایا کہ باجماع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار عظمیٰ نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل پابندی قرار نہیں دیا۔ جس فیصلہ کی بناء پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا اس لیے فیصلہ زیر بحث بھی قابل پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اسے حکم سنایا گیا۔ مدعا علیہ کا رووائی مقدمہ ہذا ختم ہونے کے بعد جب کہ مقدمہ زیر غور تھا۔ فوت ہو گیا ہے۔

اس کے خلاف بی حکم زیر آرڈر ۲۲۔ رول ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہوگا۔ پرچہ دگری مرتب کیا جاوے
اور مل داخل دفتر ہو۔

۷۔ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳۔ ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ
بمقام بہاولپور

دستخط

محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج
ضلع بہاولنگر
ریاست بہاول پور
(بحروف انگریزی)

عرضی دعویٰ مسماة غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش

مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء

بعدالت دیوانی منصفی احمد پور شرقیہ

سمات غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش ذات ملا نہ عمر ۱۱ سال سکنا احمد پور شرقیہ
برختساری الہی بخش ولد محمود ذات ملا نہ سکنا حال احمد پور شرقیہ، معلم مدرسہ عربیہ

بنام

عبدالرزاق ولد لموی جان محمد ذات باجوہ عمر ۲۳ سال سکنا موضع منند علاقہ تحصیل احمد پور شرقیہ
حال مقیم میلسی ہنر گج ریڈر سب ڈویژن انار میلسی
دعوی دلاپلنے دگری استقرا یہ مشعر تیغ نکاح فریقین بوجہ ارتداد شوہر مدعا علیہ

جناب عالی !

مدعیہ حسب ذیل عرض پر وارنہ ہے :

- ۱۔ یہ کہ مدعیہ کی ایام صغیر سنی نابالغی میں والدہ نے مقام ڈیرہ غازی خان ہمراہ مدعا علیہ نکاح بوجہ احکام شریعت پر دھ دیا جس کو ۱۱ سال ہوئے ہوں گے بحق المہر شرعی تھا۔
- ۲۔ یہ کہ مدعیہ اب تک نابالغہ رہی۔ اب عرصہ دو سال سے بلوغ شرعی برآمداری ایام حیض ہوا ہے لہذا مدعا علیہ تاج مدعیہ مذہب اہل سنت والجماعت نے بصحبت مرزائی قادیانی رہنما کی بتبدیل مذہب قادیانی مرزائی ہو گیا ہے۔ اگرچہ فریقین بالغ اور محل زفاف ہیں لہذا بوجہ مرتد ہو جانے مدعا علیہ کی مدعیہ منکوحہ مدعا علیہ نہیں رہی۔ مدعا علیہ شرعاً کافر ہو گیا ہے اور بوجہ احکام شرع شریف بابت ارتداد مدعا علیہ حتی انفراف زوجیت ہے۔
- ۳۔ یہ کہ مدعا علیہ اب تک مسکن مدعیہ پر متہارک سر میل و شادی محل زفاف مدعیہ رہا۔ لہذا مدعیہ کو بباعث ارتداد مدعا علیہ انکار ہے ہر چند بطور خود مدعا علیہ کہا گیا ہے کہ اس کے مرتد ہونے پر مدعیہ زوجہ بن کر مدعا علیہ نہیں رہی لیکن وہ اس بات پر اتفات نہیں کرتا۔

۴۔ بتلئے دعویٰ بمقام متنبہاں مدعا علیہ اور مدعیہ کی سکونت رہی ہے اور جہاں سرسبز کی تحریک مدعا علیہ کرتا رہا پیدا ہوئی ہے۔ اختیار سماعت نمائش عدالت ہذا کو حاصل ہے چنانچہ دعویٰ عرصہ پانچ ماہ سے آخری اصرار و مزندی پر قائم ہوئی ہے۔

۵۔ مالیت ناش بذالغرض اختیار سماعت مبلغ ال۱۰۰ اور بغرض ادائیگی کورٹ فیس مبلغ ۲۰۰ ہے اس لئے ۲۲-۸-۵۰ کا اسٹام شامل کیا جاتا ہے۔

۶۔ اللہ امن مدعی مستدعی ہے کہ دگری تنسیخ نکاح انفراق زوجیت بر خلاف مدعا علیہ بوجہ مزند ہو جانے مدعا علیہ کی اور مذہب مزارائی کا پیروکار ہونے سے بموجب احکام شرع شریف مدعیہ سہ تحقیق کا بنا بر ارتداد مدعا علیہ بحق مدعیہ علاوہ ہر ہر خرچہ بر خلاف مدعا علیہ صادر فرمائی جا کر وادری من مدعیہ فرمائی جائے۔ اور قرار دیا جائے کہ مدعیہ بوجہ مزارائی ہو جانے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بیاعتس ارتداد مدعا علیہ نہیں رہا۔ اگر کسی دوسری یا متبادل دادری کا عدالت من مدعی کو مستحق قرار دیوے تو عطا ہوئے۔ تحریر ۲۲ جولائی ۱۹۲۶ء ۱۳ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

واقعات مندرجہ بالا تا حد علم و یقین میرے فقرہ نمبر ۲۱ صحیح در ہیں۔ فقرہ نمبر ۲ کی نسبت رسوم عدالت کہنے تصدیق کرتا ہوں بمقام احمد پور شرقیہ ۲۲ جولائی ۱۹۲۶ء و تخط بحروف اردو الہی بخش مختار مدعیہ

مسماة غلام عائشہ مختاری الہی بخش مدعیہ مختار خاص و تخط بحروف اردو الہی بخش بقلم خود

جواب دعویٰ مُستَمیٰ عبدالرزاق

مورخہ ۲۱- اکتوبر ۱۹۲۶ء

بعد االت منصفی احمد پور شہر قیہ
سمات عائشہ بنت مولوی الی بخش صاحب مدعیہ

بنام

عبد الرزاق ولد مولوی جان محمد مدعا علیہ
دعوئے استقرار یہ تین سو کچاں فریقین بوجہ ارتداد مدعا علیہ

جناب عالی !

کترین حسب ذیل جواب دعویٰ عرض کرتا ہے :

۱۔ یہ کہ فقرہ نمبر آخر صحتی دعویٰ درست ہے۔
۲۔ یہ کہ مدعیہ مکمل بلوغ کو پہنچ چکی ہے اور اس کی عمر اس وقت ۱۸ سال ہے۔ یہ غلط ہے کہ مدعا علیہ نے
مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ یاد اترہ اسلام سے خارج ہے۔ مدعا علیہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا
پورا پابند ہے۔ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ نہ میں مرزائی نہ قادیانی ہوں۔ یہ محض غلط ہے کہ اگر
حقانہ احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہب کی طرف رجوع دلاتے ہیں تو مدعا علیہ مرتد ہو گیا ہے
یہ ایک ناجائز حلقہ مدعیہ کی طرف سے ہے جو کہ والد مدعیہ نے کرایا ہے۔

۳۔ یہ درست ہے کہ مدعا علیہ سرسریل کا تقاضا کرتا رہا اور مدعیہ کا والد انکار کرتا رہا ہے اس کا انکار
مطلقاً قانون اور شرع کے خلاف ہے۔ نکاح ہر صورت میں جائز اور قابل تکمیل ہے۔ شرعاً والد کی
طرف سے دفتر کا نکاح کسی طریق سے قابل انفساخ نہیں اور نہ ہی وجہ مندرجہ مدعیہ انکار سرسریل کے لئے
کوئی کافی وجہ ہے۔ محض بہانہ اور بدعتی والد کا ثبوت ہے۔

۴۔ غلط ہے۔ بنائے دعویٰ کا مقام مندرجہ بالاست بہاول پور ہرگز قائم نہیں ہو سکتی نہ کبھی فریقین کی وہاں
سکونت رہی نہ مدعا علیہ نے وہاں سرسریل کی تحریک کی۔ قانوناً سرسریل کی تحریک کسی جگہ کیا جانا۔ بنائے
دعویٰ کا مقام تصور نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حسب دفعہ نمبر ۵ اضابطہ دیوانی جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو بنا
دعویٰ پیدا ہوتی ہے اس علاقہ عدالت حدود کے اندر دعویٰ سماعت ہو سکتا ہے۔ مدعا علیہ کی سکونت موضع

جنگل شیخوہ علاقہ ضلع ملتان میں اور نکاح بمقام برائی علاقہ ڈیرہ غازی خان میں ہوا تھا۔ اس لئے دعویٰ ریاست عالیہ میں نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضلع ملتان میں ہونا چاہیئے۔

۵۔ غلط ہے۔

۶۔ مدعیہ کسی دائرہ کی منتحق نہیں دعویٰ مدعیہ قابل اخراج ہے۔

عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے بافتیہ کار کا مل بمقدمہ کریئم بخش بنام مسماۃ جندوڑی اور ہائی کورٹ مددس اور دیگر ہائی کورٹوں سے یہ امر صریحاً فیصلہ پایچکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان اصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں۔ مرتد یا کافر نہیں کہے جاسکتے۔ بنا برآں دعویٰ خارج فرمایا جا کر ہرجہ دلایا جائے۔ والد مدعیہ نے شخص سرسبیل سے بچنے کی خاطر یہ ناجائز دعویٰ مدعیہ سے دائر کر لیا ہے تاکہ مدعا علیہ دباؤ میں آکر دستبردار ہو جائے۔

ورنہ مدعا علیہ کی سخت تفصیل کی گئی ہے۔ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ بمطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء

عمر

دستخط: محروف اردو

عبدالرزاق مدعا علیہ

تاحد علم یہ میرا بیان صحیح اور درست ہے۔

دستخط: محروف اردو

عبدالرزاق تعلیم خود

مختصر بیانات فریقین تنقیحات وضع کردہ عدالت

مورخہ ۴ نومبر ۱۹۲۶ء

بیان مولوی الہی بخش ولد محمد ذوات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ - مختار مدعیہ

باقرار صالح

سمات غلام عائشہ میری دختر ہے، ایام نابالغی میں اس کا نکاح میں تے مدعا علیہ سے بتمام ڈیرہ غازی خان کیا تھا۔ اب لڑکی عرصہ دو سال سے بالغ ہو چکی ہے۔ لیکن مدعا علیہ مذہب قادیانی اختیار کر چکا ہے۔ اور مرزائی ہو گیا ہے۔ اور شرعاً مرتد اور کافر ہو چکا ہے۔ بموجب احکام شرع شریعت یوجہ ارتداد مدعا علیہ نکاح قابل فسخ ہے۔ لہذا دگری انفساخ نکاح صادر فرمائی جائے۔

دستخط منصف صاحب

۴ نومبر ۱۹۲۶ء

بیان عبدالرزاق ولد مولوی جانی محمد ذوات باجر عمر ۲۳ ساکن موضع ہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

مدعا علیہ

باقرار صالح

نکاح سمات عائشہ مسلمہ ہے۔ اسے فقہاء مدعیہ کو انکار جمیں۔ میں نے مذہب قادیانی اختیار نہیں کیا۔ نہ ہی میں مرزائی ہوں۔ اگر مختار مدعیہ پر ثبوت بھی کر دے کہ میں فرقہ قادیانی یعنی مرزائی سے تعلق رکھتا ہوں۔ تو بھی اس حالت میں نکاح قابل تیسخ نہیں ہے۔ کوئی مرزائی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔

عبدالرزاق سکر تسلیم کیا۔ دستخط منصف صاحب

از عدالت

(۱) کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ اور اس لئے ارتداد لازم آتا ہے۔

(۲) اگر تصدیق بالا سچی مدعیہ پر ثبوت ہو۔ تو کیا نکاح باہین فریقین قابل انفساخ ہے۔

مدعا علیہ تردید پیش کریگا۔ مسل بذامور ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو پیش ہوں۔

۴ نومبر ۱۹۲۶ء

دستخط منصف صاحب

بیان عبد الرزاق مدعا علیہ

۵ دسمبر ۱۹۲۶ء

باقرار صالح

مولوی عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ سکھ ضلع ڈیرہ غازی خان

عمر ۲۲ سال

یہ درست ہے۔ کہ میں مرزا غلام احمد کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی نبی بھی مانتا ہوں۔ یعنی اس معنی میں کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع دار ہیں۔ اور آپ کے شریعت پیرو ہیں۔ اور آپ علی نبی کی وجہ سے آپ نبوت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اور اس دقت تک میرا یہ اعتقاد ہے۔ گویا میں سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہوں میں مرزا صاحب کو اس معنی میں نبی کہتا ہوں۔ جس معنی میں قرآن کریم نبوت کو پیش فرماتا ہے۔ جیسا دیگر انبیاء علیہ السلام ہیں۔ کہ ان پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہوں۔ اس لیے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر بمثل دیگر انبیاء علیہ السلام نزول ملا کہ جبریل علیہ السلام ہوتا تھا۔

شکر و دست تسلیم کیا

دستخط صاحب جلیس

۵ دسمبر ۱۹۲۶

درمیانی حکم عدالت

۲۰ جنوری ۱۹۲۷ء

از عدالت۔

آج مثل رو برو فریقین پیش ہوئی مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ کا بیان بغور ملاحظہ ہوا اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو وہ نبی تسلیم کرتا ہے اس سنی میں کہ یہ مثل دیگر انبیاء علیہ السلام مرزا صاحب پروری اور الہام وارد ہوتے تھے پس یہ ایک سوال ہے کہ کیا اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل نہ سکتا ہے جس کا ثبوت مدعا علیہ کو پیش کرنا چاہا ہے۔

مدعیہ تردید کرنے گی۔ مدعا علیہ نے آج فیصلہ جات کے نقول پیش کئے ہیں وہ شامل مثل رہی مثل بذالقرار ۱۲۰/فروری ۱۳۲۶ء پیش ہوئے۔ ۲۰/۱/۲۶

دستخط منصف صاحب

.....

درخواست عبدالرزاق مدعا علیه

مورخه ۱۹ فروری ۱۹۲۷ء

بعدالت دیوانی

مسماة عائشہ زوجہ عبدالرزاق مدعیہ بینام عبدالرزاق مدعا علیہ

دعویٰ تنسیخ نکاح

جناب عالی!

بمقدمہ صدر تاریخ پیشی گزشتہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء کو مدعا علیہ کے بیانات نسبت اعتقاد دینی کے لئے جا کر ایک تنفیخ ذیل وضع فرمایا گیا اور جس کا ثبوت بذمہ مدعا علیہ رکھا گیا۔

”آج مثل رد برو فریقین پیش ہوئی۔ مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ کا بیان بغور ملاحظہ ہوا۔ اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو وہ نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بمثل دیگر انبیاء علیہ السلام مرزا صاحب پر وحی اور الہام وارد ہوتے سمجھتے۔ پس یہ ایک سوال ہے کہ کیا اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے جس کا ثبوت مدعا علیہ کو پیش کرنا چاہیئے۔ مدعیہ تردید کرے گی یہ“

جو بیان کہ مدعا علیہ نے تاریخ پیشی مذکورہ بالا پر دیا اس میں مدعا علیہ نے اپنے اعتقاد مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا مگر عدالت موصوف نے میرے اعتقاد مذہبی کا جو خلاصہ اخذ فرمایا ہے وہ میرے اصلی اعتقاد مذہبی سے مفاتیح ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مذہبی مسئلہ ہے۔ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے اس لئے اپنے اعتقاد مذہبی کو مدعا علیہ ذیل میں پیش کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

”میں خدا تعالیٰ کو وحدہ لا شریک لہ مانتا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو کامل الہامی کتاب مانتا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و آپ کے توسط سے اور آپ کی شریعت مقدمہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور

اشاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام بابرکت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
وارد ہوتے تھے۔“

نیز مدعا علیہ عرض کرتا ہے کہ تنفیخ مذکورۃ الصدر غلط وضع فرمایا گیا ہے۔ دعویٰ مدعیہ
کا ہے اور اسی بنا پر ہے کہ مدعا علیہ بوجہ ہونے احمدی کے مرتد ہو گیا ہے اور اس لئے اس کا
نکاح ہمراہ مدعا علیہ قابل تنفیخ ہے۔ اپنے دعویٰ کی تائید مدعیہ پر فرض ہے اور اس کی
تردید مدعا علیہ پر۔ اس لئے سبائے تنفیخ مذکورۃ الصدر کے تنفیخ ذیل وضع فرمایا جاوے۔ آیا
مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو جو کہ مدعا علیہ نے اوپر بیان کیا ہے مرتد ہے اور مسلمان نہیں
ثبوت بذمہ مدعیہ اور تردید بذمہ مدعا علیہ۔ براہ مہربانی تنفیخ موضوعہ کو تبدیل فرمایا جائے۔

۱۶ شعبان ۱۴۴۳ھ

۱۹ فروری ۱۹۲۴ء

فدوی عبد الرزاق مدعا علیہ

حکم چیف کورٹ بہاول پور

مورخہ ۷ مئی ۱۹۳۷ء

بابت منتقلی مقدمہ از عدالت منصفی احمد پور

تجویز آخر بلا جلاس عالی جناب مہرۂ اودھو داس صاحب جج چیف رٹ
 بہاولپور
 مسماۃ غلام عائشہ بنت الہی بخش قوم ملائہ سکھ تحصیل احمد پور شرقیہ
 بنام
 عبدالرزاق ولد مولوی حبان محمد ذات باجہ سکھ لودھراں ضلع ملتان
 دعویٰ تخیخ نکاح

درخواست انتقال

خل کو دیکھا گیا ہے۔ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے شرعی سوالات کے لئے
 در مولوی صاحبان کو لکشن مقرر کیا ہوا ہے اُدھر مثل پر کئی فیصلہ جات اور
 سرٹیفکیٹ پیش کیے گئے ہیں۔ بلحاظ ذمیت مقدم میں مناسب سمجھتا ہوں
 کہ یہ مقدم صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت سے تجویز جادئے۔ چنانچہ
 دہاں منتقل کرتا ہوں۔ عبدالرزاق سائل حاضر ہے۔ ۴ ذیقعد ۱۳۲۵ھ مطابق
 ۷ مئی ۱۹۲۷ء

دستخط
 اودھو داس

درخواست عبدالرزاق مدعا علیه

موضوعه ۱۷ دسمبر ۱۹۲۷ء

الذلمین الصادقین۔ وسمی ما فہمت من عریضات القرآن اذ الہمت من اللہ الرحمن فتبائنہ
 علی شریطۃ النصحۃ والصحۃ والسراب والسمت۔ وقد کشف علی انہ صبیح خالص
 یوافق الشریعۃ لا یریب فیہ۔ ولا لبس ولا شک ولا شبہۃ۔ وان کان الامر خلاف ذلک
 علی فرض الحال۔ فتبد نامۃ من ایدینا کالمتاع الودقی ومادۃ الشعال۔ وامتنا بمعانی
 ارادھا اللہ ویمولہ السکرۃ۔ وان لم نعلمھا ولم یکشف علینا حقیقتا من اللہ العلیم
 (لاحظہ جو کتاب آئینہ کمالات اسلام مؤلف حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
 ہی میرے عقائد ہیں جن پر اب تک علی وجہ البصیرت بفضلہ تعالیٰ قائم ہوں۔ کفی باللہ شہیداً بیتی
 ربینکم وامن عندہ علو الکتاب۔

وقد

عبد الرزاق احمدی سکندر لودھراں

۱۶ دسمبر ۱۹۱۶ء

۲۱ جولائی ۱۹۱۷ء

بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹویؒ

۱۸ جنوری ۱۹۲۷ء

علامۃ العصر پیکرِ علم و فضل حضرت غلام محمد صاحب گھوٹو شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کا چشمہ فیض ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ممالک غیر سے بھی اکثر تشنگانِ علم اس چشمہ سے سیراب ہونے کے لیے شمالی پنجاب کی اس عظیم درسگاہ جامعہ العباسیہ بہاولپور حاضر ہوتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں جب مسات غلام عائشہ کی جانب سے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر ہوا تو جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاولپور نے شرعی امور پر عدالت کی رہبری کے لیے حضرت شیخ الجامعہ کو بطور عدالتی گواہ طلب فرمایا۔ حضرت مدروح کا یہ بیان ۸ جنوری ۱۹۲۷ء کو قلمبند ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک احادیث متواترہ اور اجماع اُمت سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص ظلی یا بروری نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اور اس کے متبعین کافر اور خارج از اسلام ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والے شخص کا سنیہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔

ادارہ

۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء

۲۴ رجب ۱۳۴۷ھ

بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور۔ باقر احوال

میں نے عقائد احمدی مدخلہ مدعا علیہ مشمولہ مسل ہذا کو دیکھا ہے۔ یہ عقائد عام مسلمانوں کے ہیں۔ احمدیہ جماعت کے یہ اعتقادات مخصوص نہیں ہیں۔ میں نے اس کا بیان مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء سنایا ہے۔ ان بیانات میں جو یہ الفاظ ہیں کہ میں مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہوں اور اس لئے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر نبیل دیگر انبیاء علیہ السلام نزول ملائکہ و جبرئیل علیہ السلام ہوتا تھا۔

یہ خاص اعتقاد جماعت احمدیہ کا ہے اور اسی اعتقاد کی وجہ سے وہ غیر مسلم ہیں۔ اس واسطے کہ تمام فتنے اسلام کا اتفاق ہے کہ جو شخص آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک شنیہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ اس کے متعلق کل علماء ہندوستان کا فتویٰ ہے۔ مسل کے ساتھ جو فتویٰ مولوی عبداللہ صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اور مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے شامل ہیں وہ مستند ہیں۔ مولوی شہداء اللہ امرتسری ایک مستند اہل حدیث عالم ہے۔ مرد کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح شرعاً فسخ ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ تحریر کیا ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں، یعنی نئی شریعت لایا ہوں۔ ان کی کتاب اربعین ۱۶ میں یہ عقیدہ موجود ہے جو شخص ایسے شخص کو نبی اور رسول مانے وہ میرے عقیدہ میں مرتد ہے اور چونکہ مولوی عبدالرزاق مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اور ان پر نزول جبرئیل کا قائل ہے لہذا بوجہ ارتداد اس کا نکاح مدعیہ کے ساتھ فسخ ہو چکا ہے اور یہی مذہب یعنی عقیدہ عام علماء ہندوستان کا ہے۔ چونکہ یہ مذہب قادیان ہندوستان میں ہی رائج ہے اس لئے دیگر مذاہب کے علماء کی آراء اور خیالات یہاں تک نہیں پہنچے مگر اب جہاں جہاں یہ مذہب

ہندوستان سے باہر پھیل رہا ہے وہاں کے علماء ان کے ارتداد کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ چنانچہ کابل میں امیر صاحب نے علماء کابل کے حکم سے ایک احمدی کو سنگسار کیا۔ اسی طرح دمشق میں ایک احمدی حال ہی میں قتل کیا گیا ہے۔

سن کر تسلیم کیا

محمد اکبر

مرتد کے لفظ کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ کسی بنیادی مسئلہ اسلام سے انکار کیا جائے مثلاً توحید نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ختم نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مرزائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے قائل نہیں اس لئے وہ مرتد ہیں ختم نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مذہب اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

سن کر تسلیم کیا

محمد اکبر

درخواست عبدالرزاق مدعا علیہ بحوان بیان
جناب حضرت شیخ الجامعہ صاحب بہاولپور

۲۹ مارچ ۱۹۲۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
ترید بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ جامع عباسیہ باولپور از عبدالرزاق احمدی ساکن لودھل

سند ملتان

غلام عائشہ بنت الہی بخش بنام عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد مدعیہ

دعویٰ استقرار حق

جناب عالی! مدعا علیہ کجواب بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ جو اس نے برنمودہ، مدعا علیہ و یہ ہے کہ ترمذیہ ذیل عرض کرتا ہے،

(۱) گواہ اپنے بیان میں تسلیم کرتا ہے کہ یہ عقائد جو مدعا علیہ نے شامل کر لئے ہیں عام مسلمانوں کے یہ صرف احمدیوں کے مخصوص نہیں۔ جیسا کہ ان عقائد سے ایک مسلمان مسلمان کہلاتا ہے اور کوئی مسلمان ہو سکتا ہے تو کسی خصوصیت کی طرف گواہ کا الجھنا ہے سو رہے۔ اسلام کے اندر بڑھتے فرقے کے مخصوص عقائد الگ الگ ہیں۔ کسی کے مسلمان ہونے کیلئے صرف وہی عقائد زیر غور آئے ہیں جو اسلام کی تعریف کے اندر داخل ہوں گواہ نے میرے عقائد مشمولہ مسلم پر جو میں نے اپنے رہنما کی شائع شدہ کتاب کے حوالے سے لکھے ہیں جمع کرنے کی نہ جرات کی اور نہ کر سکتا ہے بلکہ اس نے تسلیم کیا ہے کہ یہ عقائد عام مسلمانوں کے ہیں۔ کسی خصوصیت کی وجہ سے کوئی فرقہ جو اسلام کے اندر آچکا ہے ہرگز ہرگز خارج نہیں ہو سکتا گواہ نے کوئی دلیل کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں دی اور نہ وہ دے سکتا تھا جو میری مسلم ہونے کی بین ثبوت ہے۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ گواہ نے میرے عقائد پر جرح کرنے سے عاجز ہو کر ادھر ادھر شکنجے کی سعی کی ہے ۱۱۶ ھ کے بیان کا جو حوالہ گواہ نے دیا ہے۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ جو لفظ مجسٹریٹ کی قلم سے نکلے تھے وہ میرے منہ کے نہ تھے۔ اس لئے بیان پڑھنے کے بعد میں نے تحریری تشریح ۱۱۶۷ شامل مسل کر دی۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے متعلق منسوبہ مشتبہ امر کو مشرح کرے۔ اسی اصول پر میں نے تشریح کر دی تھی۔ اب بھی میں ایک کتاب موسومہ ”عقائد احمدیہ“ پیش کرتا ہوں۔ جس میں تمام ”عقائد احمدیہ“ بحوالہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام درج ہیں۔ یہی میرے عقائد ہیں اور ان عقائد پر کوئی مجرح دیا نہ نہیں ہو سکتی مگر کوئی بات زیر بحث ہو تو وہ فروعی اختلاف ہو گا نہ اصولی چ جائیکہ موجب خروج انا اسلام ہو۔

۲۔ گواہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ ”اہل اسلام“

سے خارج ہے۔ خود گواہ کی تقریر سے ثابت ہے کہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل پر نہیں کیا گیا۔ تمام اسلامی قرون کا اتفاق ظاہر کرنا اور عدلین کی کوئی دلیل بیان نہ کرنا کافی ثبوت ہے کہ گواہ کا بیان غلط ہے۔ قرآن کریم پہلے سورہ عم السجدہ رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّا السَّادِينَ قَالُوا رَبِّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَكْفَخُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَالْبَشَرُ ابْتَهِتُوا بِالْحُبَّةِ الْخَبَرِ كُنْتُمْ تُوعَدُونَ**۔ ترجمہ: تحقیق ان لوگوں نے یہ کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے۔ پھر ثابت رہے کہ اوپر اسی کے اترتے ہیں اور پران کے فرشتے یہ کہ مت ڈرو اور مت غم کھاؤ اور خوشخبری پاؤ اس حیثیت کی جو تھے تم وعدہ دیئے جاتے۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ)

اسی طرح پارہ ۲ سورہ القدر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **تَتَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ مُكَلَّتٍ أَمْ يُلَاحِظُونَ إِلَهُكَ أَمْ يُبْصِرُونَ**۔ اترتے ہیں فرشتے اور روح پاک بیچ اس کے ساتھ حکم پروردگار اپنے کے واسطے ہر کام کے سلامتی۔ الخ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ)

ان ہر دو آیات بالا اللہ تعالیٰ نے نزول ملائکہ کو مذکور فرمایا ہے۔ اور اسے بطور رحمت مسلم مریم کے لئے فرمادی بصراحت "فسر اذ فرمایا ہے۔ اور صفات ثابت ہے کہ نزول ملائکہ میں اسلام کی عظمت ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں نزول جبرئیل تسلیم فرمایا ہے۔ جب قرآن کریم پکار پکار کر فرماتا ہے کہ ملائکہ اترتے ہیں اور مذکورہ بالا آیت میں نزول ملائکہ اور روح امین جبرئیل صاف صاف لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ تو کیا غور بالہ اللہ تعالیٰ نے بقول گواہ مسئلہ خروج از اسلام کو جزو اسلام قرار دیا ہے۔ قرآن کریم ایک رحمت ہے اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ اور ایک ایک شوشہ سرسبز برکت ہے اور بموجب عظمت الہی اور ہدایت عامۃ الناس ہے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس میں ایسے مسئلہ کا ذکر غیر معمولی زور دار بلاغت اور پر مصارف الفاظ میں بطور صداقت کیا جائے جو بزرگ گواہ موجب خروج از اسلام ہو۔ حاشا وکلا۔ پس گواہ کا نزول ملائکہ کو موجب خروج از اسلام بنانا اسلامی عظمت کو مثلنے کے مترادف ہے۔ اور برکات ذات مصطفویٰ پر حملہ منہا علیہ لایران ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نزول ملائکہ میں اسلام کی عظمت درجہ ہے۔ پچھلے ماہ میں فضائل رضوان شریف پر صادق الاخبار نمبر ۶۲ مورخہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ مطابق ۸ ص ۸۱۳ کا ماحول میں ایک مضمون شائع ہوا ہے بغیر ملاحظہ فرمایا جائے:

"اترے ہیں زمین پر جبرئیل اور ان کے ساتھ فرشتے ہزار ہر جسدۃ المقتدی کے رہنے و سہنے ہوتے ہیں۔

ان کے ساتھ لوری جھنڈے ہوتے ہیں، گارٹنے میں اپنے جھنڈوں کو چار مقام پر کعبہ شریف کے نزدیک

قریب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسجد بیت المقدس کے نزدیک طور سیدنا کی مسجد کے نزدیک
تا پھر کوئی مکان اور حجرہ اور کوئی گھر اور کوئی کشتی ایسی باقی نہیں رہتی جس میں مومن مرد ہو یا عورت
مومن ہو مگر فرشتے اس میں جاتے ہیں۔ تا۔ شب قدر میں جاگتے ہیں اس کے پاس آتے ہیں فرشتے اور صحافہ
کرتے ہیں۔ اور وقت دعا کے آئیں کہتے ہیں۔“

پر اخبار مذکور بالا شامل ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ جس کی گواہی نے آج تک تردید نہیں کی اور نہ کر سکتا ہے۔ یہ ایک
زبردست شہادت ہے۔ مسلمانوں کی ریاست کے مسلمان اخبار میں ایسے مضمون کا شائع ہونا اور بلا تردید قبول کیا جانا
اس بات کی بین دلیل ہے کہ گواہ کا بیان غلط ہے کیونکہ گواہ نے باوجود علم کے اس کی تردید کے لئے قلم نہ اٹھایا۔
گواہ کا یقینیت شیخ الحجامہ ہونے کے فرض تھا کہ وہ جس مسئلہ کو موجب اشد ادعائے الاسلام گمان کرتا ہے اور پھر وہی
مسئلہ ایک مسلمان کے قلم سے نکل کر بذریعہ مسلم اخبار مسلم ریاست میں شائع ہوتا ہے۔ اور پھر بغیر تامل کے مقبول مسلمان
ہوتا ہے۔ اور بقول گواہ ”نزول جبرئیل بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور ان
کا نکل فوج ہوتا ہے۔“ تو ایسے مسئلہ کے برخلاف اسی اخبار بالائیں اعلان کرتا۔ اور ”اتحادی رو“ کو روکنا غلط شیخ الحجامہ
نے ایسا نہیں کیا اور مضمون بلا تردید مسلم اخبار میں نکل کر اس امر کا یقین ثبوت ہوا کہ یہ مسئلہ شیخ الحجامہ کے نزدیک
درست اور صحیح ہے۔ نہ بہر جب خروج از اسلام و نہ شیخ الحجامہ نے اپنا فرض کیوں نبھادیا؟ باقی رہا اتفاق کا مسئلہ
جو طویل الجھٹ ہے۔ اگر عدالت موقعہ دے تو میں اس کا بطلان ثابت کر سکتا ہوں۔ اہل اسلام کے اکثر فرقوں کا خیال
ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اشد کا سچا رسول اور نبی تھا اور ازیں وجہ آپ کی نبوت کا منصب سلب نہیں ہوا۔ آخر
زمانہ میں اصلاح امت کے واسطے نزول کریں گے۔ اور یہی عقیدہ گواہ کا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایسے فرقوں کا اعتقاد
ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ نبوت بند ہے نہ نزول جبرئیل و نہ ہزاروں برس کے بعد بغیر نبوت و وحی اور
نزول جبرئیل کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لے آنا عبت ہو گا جو منافی شان نبوت ہے۔

۴۔ گواہ کا بیان کرنا کہ ایسے اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک سنیہ عورت کے ساتھ نکاح نہیں رہتا۔ بالکل
غلط اور ہیوودہ بات ہے۔ فتویٰ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا چاہیے نہ کسی کی
شخصی و ذاتی رائے پر اور شخص بھی ایسا جو فتویٰ دینے میں حدیث کے بجائے اپنی رائے اور خیال کو مستند و
تمسک کرے۔ کوئی شخص جو حسب منہوم میرے عقائد مانو وہ از قرآن کریم و سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے توحید اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کر کے مسلمان ہو چکا ہے وہ بغیر انکار ان ہر دو اصولوں کے
غیر مسلم نہیں ہو سکتا۔ یہ گواہ کا بیدلیل حکم ہے۔

۵۔ علمائے ہندوستان کے دامن میں گواہ کا ہاتھ ڈالنا اور عدلیں کا معلق نام نہ لینا ثابت کرتا ہے کہ گواہ کے پاس
اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل نہیں جو میرے خلاف ہو۔ علماء کے ایک فرقہ کے

دوسرے فرقہ پر قادی کفر شائع شدہ دائرہ سائر ہیں۔ کتابیں بھی ہوئی ہیں۔ اگر ان فتوؤں پر اعتماد کیا جائے یا ان کی کوئی وقعت ہو تو ہندوستان میں کوئی نکاح نادر ہو گا جو بحال رہا ہو۔ شیعوں کے سنیوں کے خلاف سنیوں کے شیعوں کے برخلاف فتویٰ کفر شائع شدہ ہیں۔ مگر نکاح بدستور بحال ہیں اور باہم ہو رہے ہیں۔ بریلویوں کے دیوبندیوں کے برخلاف دیوبندیوں کے بریلویوں کے برخلاف فتویٰ کفر صادر ہیں اور مطبوعہ موجود ہیں مگر ان فتوؤں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور نکاح بھی کسی کے فصیح نہیں ہوئے۔ علماء کا ایک دوسرے کو کافر کہنا معمولی بات ہے۔ ایسی باتوں پر اعتماد کرنا بعید از دانشمندی ہے۔ مولوی عزیز الرحمن صاحب اور مولوی غلیل احمد صاحب کے بجائے اگر سارا دیوبند اور سہارنپور جو امکان کذب باری تعالیٰ جیسے اسلام مسئلہ کے قانون کے مرکز ہیں۔ اکٹھے ہو کر کسی مسلم پر فتویٰ ارتداد یا نکاح توحید الہی اور رسالت عظمیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صادر کریں تو اس کی قدر و قیمت وہی ہوگی جو ان کے عقیدہ کتب باری تعالیٰ کی اور دیگر فتوؤں کی ہے۔ یہ درست ہے کہ ارتداد سے شرعی نکاح نہیں رہتا مگر مردود ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن مجید کے کلام ہونے اور نماز روزہ حج زکوٰۃ کی فرضیت کے اقرار کے بعد منکر ہو جاوے۔ میرا عقیدہ اس کے برخلاف شامل مسئلہ ہے جس پر گواہ کو کلام کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کو اسلامی صحیح عقیدہ تسلیم کیا ہے۔ میرے مریخ شائع شدہ و پیش کردہ عدالت عقیدہ کے برخلاف گواہ کا مجھے مرتد قرار دینا خلاف واقع اور غلط ہے۔ تعصب نے اس کو ایسے غلط بیان دینے پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا نبی مانتے ہیں کہ آپ کی امت مرحومہ کو آپ کے اتباع اور آپ کے طفیل ایسی شان مل سکتی ہے جو کمالہ مخاطبہ الہیہ کی وجہ سے نبیوں کی شان ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم ہونے والے کمالات نبوت کا اظہار ہے۔ اور آپ کی عظمت کا اقرار۔

۷۔ گواہ کا بیان کرنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ درج کیا ہے کہ میں تشریف لے گیا ہوں۔ بالکل غلط ہے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”ہاں یہ نبوت تشریف نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں“ بدرجلد ۹ ص ۲۵۹ علاوہ بریں کتاب غفاً احمدیہ مطبوعہ بار دوم ۲۰۲۵ء ص ۲۴۵ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گواہ کے بیان کے برخلاف مریخ اور صفات الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ آپ تشریف لے گئے ہیں بلکہ آپ کی مراد ”ختم نبوت سے یہ ہے کہ تمام کمالات نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہیں۔ جو کہ تمام رسولوں سے افضل ہیں اور تمام نبیوں سے اکمل اور ہمارا اعتقاد ہے کہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں لیکن وہی شخص جو آپ کا امتی ہو۔ اور آپ کی روح سے فیض یافتہ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں“ عقائد احمدیہ ص ۶۷-۶۸ میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو اس کتاب میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمایا جاوے۔ کسی احمدی کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق تشریف لے جانے کا عقیدہ نہ

نہیں ہے۔ یہ گواہ کا غلط انتخاب ہے۔ خود حضرت یسح موعود علیہ السلام اور آپ کے جانشین اور تمام احمدی جماعت اور منہد عالمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی شریعت لانے کا عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے۔ بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے کو اور شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔ حضرت یسح موعود علیہ السلام کی نبوت سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلیم کے طفیل شرع محمدی کے اتباع کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ سے ہمکلام ہوا۔ اور انہما ربی الغیب کا حربہ عطا فرمایا۔ اور یہ سب کچھ بانہج شرع محمدی کے طفیل اور بتوسط ارتباط آنحضرت صلیم حاصل ہوا تو ایسے عقیدہ سے آنحضرت صلیم نبوت کا ملکہ نام کی عظمت و برتری ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ منقست شان مصطفوی علیہ الصلوٰۃ العلی۔

۸۔ گواہ کا علماء کی رائے کو بار بار ظاہر کرنا جن کے ایک دوسرے کے برخلاف فتویٰ کفر کے لگ چکے ہیں۔ اور شائع شدہ ہیں سراسر تحکم ہے۔ اور صداقت پر مبنی نہیں قرار دئے جاسکتے۔

۹۔ گواہ کا کابل میں احمدی کی سنگساری کو اپنے بیان میں سند گردانا بھی ایسا ہی بے وقعت ہے جیسا بعض ہندوستان کے علماء کے فتویٰ کو سند بنانا۔ کابل کے علماء کے متعلق تنویر امیر صاحب کابل کی تقریر بمقام کراچی ان کی قدرو قیمت کو ظاہر کرنے کے واسطے کافی ہے ملاحظہ ہوا اخبار الفضل ۵۱ جلد ۳۳ کا نمبر ۱۲۳ ۲۳ مد اگر کوئی برائے مانے تو میں ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں جس کی نسبت میں نے کابل اور قندھار میں بھی لوگوں کو سمجھا یا تھا۔ اور وہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں نادان اور ناتجربہ ملاؤں نے ایک نہایت افسوسناک حالت پیدا کر دی ہے۔ ان ملاؤں نے لوگوں کو کسی قسم کا فائدہ پہنچائے بغیر ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ نیز فرمایا۔ کہ میں اس قسم کی ملائیت سے بیزار رہوں۔ ان لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اپنی ملک اور قوم کی ترقی کے لئے کوشاں ہوں اور جو ملاصرت اپنی اغراض پوری کرنے کا آرزو مند ہو وہ کبھی اپنے ملک کی اصل خدمت انجام نہیں دے سکتا۔

۱۰۔ گواہ کا بیان کرنا کہ دمشق میں ایک احمدی حال میں قتل کیا گیا ہے۔ سراسر افرا ہے۔ کوئی احمدی دمشق میں قتل نہیں کیا گیا۔ ہمارا احمدی مبلغ بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ برٹش قنصل مقیم دمشق عدالت کے دریافت کرنے پر گواہ کے بیان کے خلاف اطلاع دے سکتا ہے۔ گواہ نے ہماری دل آزاری کی کی غرض سے بغیر تحقیق ایک خلاف واقع امر کا بیان کیا ہے۔

۱۱۔ گواہ کا بیان کرنا کہ منہد عالمیہ ختم نبوت آنحضرت صلیم کا منکر ہے۔ سراسر غلط ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صریح الفاظ میں ناقم النبیین کر کے پکارا ہے۔ احادیث نبویہ صلیم میں خود حضور انور کی زبان مبارک سے آپ نے اپنے متعلق یہ لفظ لطلاق فرمایا ہے۔ صحابہ کرام علیہ السلام نے سلف آپ کو ناقم النبیین کے لفظ مبارک یاد فرماتے تھے۔ تو پھر اتنے دلائل کے ہوتے ہوئے گواہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت

مداہق ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وہ نیا بیعتی ہوا کہ آپ مستقبہ میں نہ مانع کیونکہ مہر کی غرض تصدیق ہوتی ہے نہ منع۔
 علاوہ ازیں آپ نبیوں کی سر میں یعنی آپ نے انبیاء کی تصدیق فرمائی نہ منع۔ یعنی آپ نے نبیوں کو آنے سے
 منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کی نبوت کی تصدیق فرمائی ہے وصدق المرسلین صفت نہ منع۔ انبیاء کا کام تصدیق
 کرنا ہوتا ہے نہ منع بموجب آیت **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْقُرْبَانِ إِلَى التَّوْحِيدِ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ** الا یہ پل
 اخیر ختم نبوت کے متعلق قائلین منع نبوت غلطی خوردہ ہیں۔ ازیں وجہ گواہ نے غلط بیان دیا ہے۔ قرآن مجید میں
 لفظ خاتم النبیین بفتح ناہ آیا ہے۔ جو معنی مہر ہے۔ یعنی آپ مصدق ہیں۔ نبیوں کی تصدیق کی نہ منع۔ اور النبیین
 سے مراد کل یا بعض نبی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنی ہونے کے آپ نے تصدیق کی۔ کل یا بعض
 نبیوں کی یا مصدق ہیں گذشتہ بعض نبیوں کی نہ سب کے یا مصدق ہیں اتنے تو معہر نبیوں کے یا مصدق ہیں سب کے سب نبیوں کے اولین
 و آخرین کے اور یہی معنی مقصود بالذات ہیں اور سب کے راجح ہیں۔ کیونکہ آپ کی صفت تصدیقیہ سے علی وجہ الاقم
 مطابقت کاملہ رکھتی ہیں۔ اگر وہ معنی لئے جاویں جو گواہ نے لئے ہیں۔ تو یہ معنی خاتم کے ہوں گے۔ (۱) منع کیا آپ نے
 سب کے سب نبیوں کو۔ یہ صدق المرسلین صفت کے برخلاف ہے۔ (۲) منع کیا آپ نے بعض نبیوں کو یہ یا نبی ادر
 یا تابعکم رسل منکم الا یہ پل اعراف رکوع ۴ ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اگر آویں تمہارے پاس پیغمبر
 تمہیں سے ان کے مخالف ہے تو اگر ہم مصدق سے رد گردانی کر کے مانع والے معنی مراد لیویں تو آپ کی صفت تصدیقیہ
 سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ جو موجب ضلالت ہے۔ قرآن کریم پر ادنیٰ تا مل سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ مصدق
 ہیں۔ مانع نہیں ہیں ملاحظہ ہو (۱) مصدق لہما معکم پل اخیر (۲) مصداقاً بین ید ید یہ (پ ۲۶ اخاف) اور
 یہ صفت قرآن کریم میں کمیزت وارد ہے۔ مگر صفت مانع یا صراحتاً یا دلالتاً یا درایتاً یا اشارتاً یا کنایتاً کہیں بھی مذکور نہیں
 کیونکہ یہ آپ کی صفت تصدیقیہ کے برخلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی منع انبیاء لینا قرآن کریم اور
 خاتم النبیین کی صفت تصدیقیہ کے برخلاف ہے اور آپ کی تکذیب کرنا ہے۔ جو غلط ہے۔ اور گواہ کا منع انبیاء کے
 معنی نیا جو عین مذکور فی القرآن ہیں اور مہد علیہ پر حملہ کرنا اور فتوے ارتداد لگانا نہ صرف غلط بلکہ قرآن کریم اور
 خاتم النبیین کے سخت مخالفت ہے۔ اور اسلام سوز ہے۔ گواہ نے جو معنی خاتم النبیین کے لئے کر مہد علیہ پر فتویٰ ارتداد
 لگانا چاہا ہے اس کا ثبوت قرآن کریم میں ہرگز نہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے گواہ نے کوئی آیت پیش کرنے کی بجائے
 صرف اپنی رائے کو پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے اختراعی اور خلاف قرآن کریم معنی غلط اور بودے
 ہیں کتاب اللہ میں یہ معنی ہرگز نہیں ملتی۔ برخلاف معنی منع انبیاء کے وہ معنی جو صفت تصدیقیہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں اور اس کے مطابق۔ قرآن کریم میں کئی مقام پر مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم مرسل اور منذر قرآن کریم
 میں مذکور ہے۔ اور صفت ارسال رسل بھی موجود ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صادقہ کی تصدیق
 و اثبات کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی انہیں اسماء و صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ جن سے ثبوت کو انعام الہی یقین کیا

لندہ رسول ہے۔ اور خاتم النبیین ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔
 ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام
 کلمات نبوتہ ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں
 اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ کہ جو ان کی امت سے باہر ہو بلکہ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی
 چشمہ معرفت ص ۹۔

گواہ نے جو حوالہ اربعین نمبر ۲ کا حوالہ دیا ہے وہ غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور کسی احمدی
 کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی تشریفی نبی آسکتا ہے۔ بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ بعد آنحضرت
 صلعم نہ کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو شریعت لائے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو شریعت محمدیہ میں ایذا کرے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے
 جو اس میں کمی کرے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع اور امتی نہ ہو۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو
 آنحضرت صلعم کے دسلے اور فیض کے سوا وحی کا درجہ پایا ہو۔ پس بایں معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 ایسی نبوت کا دروازہ جو ہمارے عقیدہ کے برخلاف ہو۔ بند ہے اور انہیں معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
 ہیں اور سید الانبیاء ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شاکر، عبدالرزاق احمدی مدظلہ سکنہ لودھیانہ ضلع ملتان

۲۹ مارچ ۱۹۲۸ء

فیصلہ جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور

مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء

جس کی رُو سے باتِبا فیصلہ چیف کورٹ بہاول پور مورخہ
۷ مارچ ۱۹۲۳ء بعنوان مقدمہ جندو ڈی بنام کریم بخش
مقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت الہی بخش خارج کیا گیا۔

تجویراً آخر با جلاس جناب منشی محمد کیرخان صاحب بی۔ اسے ایل ایل بی

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

بمقدمہ سمات غلام عائشہ

بنام

عبدالرزاق

تینسغ نکاح

دعویٰ۔

فیصلہ۔

یہ مقدمہ بنجانب سمات غلام عائشہ اپنے خاوند عبدالرزاق کے خلاف برائے تینسغ نکاح بدین بیان دائر کیا ہے کہ مدعیہ کے ایام صفر سن ۱۳۸۱ء میں اس کے والد نے اس کا نکاح مدعا علیہ کے ساتھ بموجب احکام شرع شریعت کرایا جس کو عرصہ چودہ۔ پندرہ سال کا ہو گیا ہوگا۔

مدعیہ اب تک نابالغ رہی عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔ لیکن اس کے خاوند نے مذہب اہل سنت والجماعت ترک کر کے قادیانی مذہب اختیار کر لیا ہے اس مذہب اختیار کرنے سے وہ مرتد ہو گیا ہے اور بوجہ ارتداد مدعا علیہ مدعیہ کا نکاح فسخ ہو چکا ہے۔ اس لیے متحقی انفریق زوجیت ہے۔ اس لیے یہ قرار دیا جائے کہ مدعیہ بوجہ مدعا علیہ کہ مرزائی ہو جانے کے وہ اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی۔ اور مدعا علیہ کے ساتھ اس کا نکاح بوجہ ارتداد مدعا علیہ نہیں رہا۔

مدعا علیہ نے اول تو اپنے مرزائی ہونے سے انکار کیا۔ دوسرا یہ کہا اگر مدعیہ یہ ثابت کر بھی دے کہ وہ یعنی مدعا علیہ فرقہ قادیانی سے تعلق رکھتا ہے۔ تو بھی اس حالت میں نکاح قابل تینسغ نہیں ہے۔

یہ مقدمہ پہلے عدالت منصفی احمد پور شرقیہ میں دائر تھا۔ بحکم ۷/۱۲۶۱۹۲ عدالت عالیہ چیف کورٹ عدالت ہذا میں منتقل ہو کر آیا۔ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے حسب ذیل امور نتیجہ طلب قرار دیئے۔
۱۔ کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کر چکا ہے۔ اور اس لیے ارتداد لازم آتا ہے۔
۲۔ اگر نتیجہ بالا مدعیہ ثابت ہو تو کیا نکاح فی مابین فریقین قابل انفساخ ہے۔

نتیجہ اول کے ثبوت میں مدعیہ کی طرف سے مدعا علیہ کی شہادت بطور گواہ قلم بند کی گئی۔ اس میں مدعا علیہ نے تسلیم کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے اور ساتھ ہی نبی بھی مانتا ہے۔ اور بیان کیا کہ وہ سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہے۔ اور مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اسی معنی میں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہ السلام ہیں کہ ان پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے۔ گو یا اس بیان سے اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ وہ مذہب قادیانی یا

مرزائیت اختیار کر چکا ہے۔ مدعا علیہ کی اس تسلیم کے بعد باقی در سوال قابل بحث رہ جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ کیا مذہب مرزائیت اختیار کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے دوسرا کہ اگر یہ پایا جائے کہ اس مذہب کے قبول کرنے سے اس کا پیرو مرتد ہو جاتا ہے تو کیا اس صورت میں اس کا نکاح اہل سنت والجماعت ثورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے۔

یہ ہر دو سوالات پہلے ریاست ہذا میں بمقدمہ سماجی جند و دوشی بنام کریم بخش زبیر بحث آکر عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور سے آخری طور پر طے ہو چکے ہیں۔ ملا علی فیصلہ ۷ مارچ ۱۹۲۳ء عدالت عالیہ چیف کورٹ بمقدمہ اپیل سماج جند و دوشی بنام کریم بخش زبیر اراضی حکم ۲۲/ اگست ۱۹۲۳ء عدالت ہذا۔ اس فیصلہ میں ہر دو سوالات پر مکمل بحث کی جا کر یہ قرار دیا گیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے نہ کہ اسلام سے باہر اور کہ مرزائی مذہب اختیار کرنے سے سنی عورت کا نکاح فسخ نہیں ہو جاتا۔ اس قرار داد کی تائید میں عدالت عالیہ نے مدراس۔ پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات کے حوالے دیئے ہیں۔

مدعیہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کی کوئی تردید پیش نہیں کی گئی۔ اس کا زیادہ تر اخبار علماء ہند کے فتوایر ہے۔ جن میں مرزائی مذہب کے پیرو مرتد اور کافر قرار دئے گئے ہیں اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس مذہب کے اختیار کرنے سے سنی عورت کا نکاح خاوند کے ساتھ نہیں رہتا۔ فسخ ہو جاتا ہے۔

ان فیصلہ جات کے موجودگی میں تو یہ مقدمہ دروازہ اول ڈمس بجے جانے کے قابل تھا لیکن میں نے اس خیال سے کہ شاید ان فیصلہ جات کی تردید میں کوئی نیا فیصلہ صادر ہوا ہو۔ مدعیہ کو کافی عرصہ ہدلت دی کہ وہ ان فیصلہ جات کے خلاف کوئی سند پیش کرے۔ لیکن اُس نے بجز فتویٰ پراسرار کرنے کے کوئی تردیدی فیصلہ پیش نہیں کیا۔ عدالت ہذا سے بھی ہندوستان کے مستند دارالعلوم سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ اس مذہب مرزائیت کے متعلق علماء بیرون ہند کی کیا رائے ہے اور کہ ان کے نزدیک اس مذہب کے اختیار کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔ اور اس ارتداد کی وجہ سے اس کا نکاح سنی عورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا فتویٰ کہیں سے دستیاب نہیں ہوا ذاتی طور پر تو میری رائے یہ ہے کہ یہ ریاست جو نکل ایک اسلامی ریاست ہے اور سوال زبیر بحث ایک صل اور مرست کا سوال ہے اس لیے اس کا تصفیہ بہ پابندی باحکام شرعی ہونا چاہیئے نہ کہ اتباع انگلو اینڈین محمدن لا کے جس پر کہ فیصلہ جات محمولاً بالامنی ہیں۔

لیکن میری یہ رائے بقیہ فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ کوئی وقعت نہیں رکھتی اور میں مجبور ہوں کہ اس بار سے میں میں عدالت عالیہ چیف کورٹ پنجاب و عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاولپور کی تقلید کروں اس لیے باتباع فیصلہ جات محمولاً بالا مدعیہ کی حجت پر کوئی انتفات نہیں کر سکتا۔ اور اس سوال کہ عدالت ہائے اعلیٰ کے لیے کھلا چھوڑتے ہوئے مدعی مدعیہ ڈمس کرتا ہوں۔ نوعیت مقدمہ کے لحاظ سے ہیں

مناسب سمجھنا ہوں کہ فریقین اپنا اپنا خرچہ برداشت کریں۔ مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اسے مکمل سنایا گیا۔

مسئل داخل دفتر نمبر ۱۱/ نومبر ۱۹۲۸ء ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ

دستخط محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور۔

فیصلہ مسماۃ جندوڑی بنام کریم بخش

مصدرہ ۷ مارچ ۱۹۲۳ء

چیف کورٹ بہاول پور

تجوید اخیراً مجلس عالی جناب مہتمم اود ہوا صاحب ہمارے چیف کورٹ ہارپور
 مشنری - ۲۰ تاریخ مرجعہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۳ء تاریخ فیصلہ ۱۵ مارچ ۱۹۲۳ء
 سماء جندوئی زوجہ کریم بخش و دوست محمد ولد محمد بخش اقوام بونگر سکنائے اوج مہترکہ دنا علیہم۔
 اپیلانٹ

کریم بخش ولد حیات ذات بونگر سکنائے اوج مہترکہ مدعی۔ رسپانڈنٹ

(۱) اپیل بنا راضی حکم ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء صاحب ڈسٹرکٹ جج ہارپور
 (جس کی رو سے منظوری اپیل دعوے بعد غریبہ و گری کیا گیا بمراء منسوخی اوسکے)

فیصلہ۔

مشقی محمد اکبر خان صاحب منصب درجہ اول ہارپور نے بحکم ۱۰ مارچ ۱۹۱۷ء دعوے خارج کیا صاحب
 ڈسٹرکٹ جج ہارپور نے بحکم ۲۲ اگست ۱۹۱۷ء دعوے ڈگری کی عدالت ہذا میں اپیل ہوئی۔ جو ستمبر
 ۱۹۱۷ء سے دائر ہے۔ مفصل واقعات عدالت ابتدائی کے فیصلہ میں درج ہیں اہم سوال یہ تھا کہ مدعی
 احمدی ہو جانے سے مسلمان نہیں رہا۔ اور اس لیے اس کا نکاح سماء جندوئی مدعا علیہ سے جو بموجب
 شرع شریعت ہوا۔ فسخ ہو گیا ہے۔ عدالت ابتدائی نے قرار دیا کہ تقریباً تمام ہندوستان کے اکثر علماء
 متفق الراء ہیں کہ مرزا یون۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروں کو کہیں احمدی کہیں مرزائی کہا جاتا ہے)
 کہ بعض اعتقادات ایسے ہیں جو کفر اور الہاد کی حد تک پہنچتے ہیں۔ ان علماء میں سے اکثر مدرستہ عربیہ
 دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور آج کل ہندوستان میں دیوبند علم فقہ کا مستند دارالعلوم خیال کیا جاتا ہے
 اس لیے احمدی کو مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج نے قرار دیا کہ پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ
 کے فیصلہ جات کی رو سے احمدیوں کو مسلمان سمجھا گیا ہے۔ اپیل میں اصرار کیا گیا ہے کہ علمائے دین
 ملک ہند عرب۔ عجم کی رو سے احمدی مسلمان سمجھے گئے ہیں۔

عدالت ہذا میں اپیل کی مثل باقاعدہ پیش نہیں ہوتی رہی۔ ۱۵ اگست ۱۹۱۷ء کو پیش ہوتی تھی۔ اوس کے
 بجائے ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو پیش ہوتی۔ تاریخ مذکور پر جناب میر صاحب ہارپور کے اجلاس سے ایک
 حکم لکھا گیا۔ کہ ہر دو فریق کے مستند علماء کو طلب کیا جاوے۔ ایک فریق سے پوچھا جاوے کہ مرزا
 صاحب کے کون سے ایسے اعتقادات ہیں جو ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں دوسرے فریق سے
 پوچھا جاوے۔ کہ وہ ان اعتقادات کو مرزا صاحب سے منسوب کرتے ہیں یا نہ۔ تین ایک تنقیح اس
 بارہ میں قائم ہو کہ گو مدعی مرزا صاحب کے ان مقدمات کا جو اصلی متغی مذہب کے متاثر ہیں۔ قابل ہیں

تاہم چونکہ وہ اپنے آپکو مرزا صاحب کا لفظاً مرید کہتا ہے آیا وہ داری قدوسیہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا۔ ریڈ اور عجباب کے فیصلہ جات ہائی کورٹ کا جو ازالہ صاحب و سرکار کے فیصلے کے خلاف ہے وہ کافی نہیں فریقین کو اس تاریخ پیش کا نام نہ تھا وہ بلائے گئے۔

کریم بخش مدعی رسپانڈنٹ نے ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء کو عدالت ہذا میں یہ بیان دیا کہ میں مرزا صاحب کی بیعت ہوں جو نہیں چھوڑوں گا جس کو تو بکرائی جاوے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۲۰ء کو یہ بیان دیا کہ میں مرزا صاحب کی بیعت ہوں جو نہیں چھوڑوں گا جس کو اس کے عقیدہ کی خبر نہیں انہوں نے کوئی بات خلاف شریعت مجھ کو نہیں سکھائی۔ اس کے عقیدہ کی ایک کتاب پیش کرتا ہوں۔ وہ دیکھی جائے (کتاب قسم الوکیل مولفہ مولوی فضل الدین پلیدرا احمدی دسمبر ۱۹۱۹ء) مثلاً تاریخ ملتوی ہوئی۔ اور ۹ جنوری ۱۹۲۱ء کو پیش ہوئی۔ اس تاریخ فریقین کو طلب کیا گیا اور مثل وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہی۔ آخر ۹ مئی ۱۹۲۱ء کو اجلاس جناب میر صاحب ساد سے حکم ہوا کہ مولوی عبد القیوم صاحب اور مولوی سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا جاوے اس کے بعد مثل ایک دفعہ ۱۸ جون ۱۹۲۱ء کو پیش ہوئی۔ جس پر دیکھا گیا کہ مولوی سلطان احمد صاحب واپس نہیں آئے۔ ۱۶ جولائی ۱۹۲۱ء کو پیش ہوا۔

اس کے بعد مثل عرصہ دراز تک پیش نہ ہوئی۔ نہ کوئی قوتی مولوی صاحبان کا شامل ہوا ۱۱ فروری ۱۹۲۳ء کو الشہ نے اس مثل کو میرے پاس پیش کیا۔ اور کہا کہ مثل جناب میر صاحب ساد کی خاص غرض میں رہی ہے۔ جواب رخصت پر تشریف لے گئے ہیں۔ اس لیے پیش کی جاتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ مثل عرصہ دراز سے دائر ہے۔ اور بلاوجہ معرض تعریق میں آرہی ہے۔ فریقین نے اس مقدمہ میں بہت مستند علماء کے فتاوے پیش کیے ہیں جو مطبوعہ کتب یا رسالہ کی صورت میں ہے اگر اس کے ساتھ ان مولوی صاحبان کا فتوے جکا ذکر حکم ۹ جولائی ۱۹۲۱ء میں زائد ہو جاوے۔ اس سے بھی کسی بڑی روشنی پڑنے کا احتمال نہیں بالخصوص حکم ۹ مئی ۱۹۲۱ء کی اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں ہوئی۔ برعکس اس کے مدر اس ہائی کورٹ کا ایک نازہ فیصلہ نکلا ہے جو معاملہ ہذا کے بالکل مطابق ہے۔

اور اگر مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں بہت مدد دیتا ہے اس میں ایک مسلمان شوہر احمدی ہوا تھا۔ اس کی بیوی نے نکاح ثانی کر لیا۔ جبرم دفعہ ۴۹۲ تعذیرات ہند چلا کر اس کو سزا دی گئی۔ سوال یہ اڑھایا گیا تھا کہ شوہر کے احمدی ہو جانے سے وہ کافر ہو گیا۔ اور اس لیے اس کا نکاح اپنی بیوی سے ٹوٹ گیا۔

مقدمہ مذکور میں پہلا سوال یہ تھا کہ آیا کسی مذہب کے عقائد معلوم کرنے کے لیے اس مذہب کے کسی خاص پیرو کی رائے پر حصر کرنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ مجموعی طور پر اس مذہب کے لوگ بالعموم کیا مانتے ہیں اس پر عدالت ہائی کورٹ کی رائے یہ تھی کہ مسئلہ اجماع (جس کے رو سے کثرت رائی سے کسی مسئلہ کو ثابت قرار دیا جاتا ہے) مسلمانوں میں پورے طور نہیں مانا جاتا۔ لیکن اگر ہم مسئلہ اجماع کو

تسلیم بھی کریں۔ تاہم ابھی تک مسلمانوں میں احمدیوں کی نسبت کوئی متحدہ رائے قائم نہیں ہوئی۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمانوں میں عام طور پر ہندوستان میں کوئی ایسا فیصلہ احمدیوں کے مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کی نسبت ہوا ہے۔ جن کو قطعی کہا جاسکے۔ یہ ادن حالات میں جہاں کوئی ایسا سوال پیدا ہو۔ تو عدالتوں کو خود اپنی رائے سے اس کو طے کرنا چاہیئے۔

اس اصول کو سامنے رکھ کر صاحبان حج ہائی کورٹ نے اپنے طور اس امر کو دیکھا کہ احمدیوں کے اعتقاد کیا ہیں۔ اور کہ ان سے احمدیوں کو مسلمان کہنا چاہیئے یا نہ احمدیوں کے اعتقاد اس کی اپنی تصانیف سے معلوم کرنے چاہیئے۔ نہ کہ ان لوگوں کی تالیف اور تحریروں سے جو اس کو مسلمان نہیں مانتے۔ یہ امر تسلیم کیا جائے۔ کہ احمدیوں کے عقائد صحیح طور ایک رسالہ مولف مسٹر فیض علی بی۔ اے میں درج ہیں جس کو صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں درج ہے۔ ہم (احمدی) خدا کے فضل سے مسلمان ہیں حضرت مصطفیٰ (پیغمبر اسلام) ہمارا پیشوا اور رہنما ہے۔ ہمارے دھرم علم کا شراب خدا کی کتاب سے ہے جس کو قرآن شریف کہتے ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ احمدی کلمہ کے قائل ہیں جس کے دوسرے صرت ایک خدا واحد لا شریک ہے۔ اور حضرت محمد صاحب معلم اس کے پیغمبر ہیں اور وہ ان کی پیغمبری اور قرآن شریف کی سند کو بالکل تسلیم کرتے ہیں۔ وہ متقدمین مسلمانوں سے صرت چند امور میں اختلاف کرتے ہیں جس کا ذکر اس رسالہ میں ہے۔ وہ چند امور ذیل ہیں۔

نہرا مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب معلم آخری پیغمبر تھے۔ جن سے خدا نے گفتگو کی۔ اور کہ اس کے بعد وہ کسی سے گفتگو نہ کرے گا۔ احمدی کہتے ہیں کہ خدا بموجب گذشتہ کے اب بھی اپنے پاک خادموں سے گفتگو کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

بڑا دونوں فریق مانتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب معلم خاتم النبیین تھے۔ اور کہ اس کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ احمدی کہتے ہیں کہ نیا پیغمبر ہو سکتا ہے۔ مگر وہ حضرت محمد صاحب معلم کا پیرو ہو گا۔ اور اس کے پاس حضرت خدا کی مہر ہوگی۔

نہرا احمدی کہتے ہیں کہ سرزا غلام احمدی بھی پیغمبر تھے مگر اس کو پیغمبری حضرت محمد صاحب معلم سے ملی۔ جن کو خدا نے پیغمبر بنانے والے مقرر کی تھا۔ احمدی مانتے ہیں کہ زطلت بعدہ کمرش رام چند پیغمبران تھے اور یہ بات قرآن شریف کے مطابق ہے۔

مذہب مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موعود جسم کے ملب پر چڑھنے سے پہلے خدا نے جنت میں بھیج دیا۔ احمدی کہتے ہیں کہ حضرت موعود ملب پر چڑھاٹے گئے۔ لیکن وہ ملب پر نہ چڑھے۔ وہ زندہ رہے کبھی

میں اگر مرے اور وہاں دفنائے گئے۔ احمدی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کی جو پیشگوئی ہے وہ اس طرح پوری ہو گئی۔ کہ حضرت محمد روح بذاتہ نہ آدین گے بلکہ ادنیٰ روح دوسرے میں داخل ہو گئی۔ ادکہ ادنیٰ روح مرزا صاحب میں داخل ہو گئی ہے اور اس طرح پیشگوئی پوری ہو چکی ہے

بڑا مسلمان کہتے ہیں کہ مدی معبود جہاد کے اسلام کو تلوار نے پھیلانے کا احمدی اس مسئلہ کو نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہیں اور کہ وہ اسلام کو بحث مباحثہ اور آسمانی علامات سے نہ کہ سختی سے پھیلانے کا۔

نبرا احمدی سلطان ترکی کو خلیفہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان اس کو عزت کا وفاق دے جس کے تحت وہ رہتا ہے اور جو اس کی حفاظت کرتی ہے۔ ہائی کورٹ مدراس نے ان چند کا ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ اختلاف ایسے نہیں جس کی بنا پر احمدی یوں کو مسلمان نہ کہا جاوے۔ بلکہ مرتد خیال کیا جاوے۔ وہ کلمہ کو مانتے ہیں۔ حضرت محمد صاحب معلم کی پیغمبری اور قرآن کے حکم کو مانتے ہیں۔ بلاشبہ مسلمان سونے کے لیے یہی ضروری شرائط ہیں۔ جیسا کہ جس امیر علی اور عبدالرحیم نے اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے جو چند امور اختلاف کے ہیں وہ بنیادی امور نہیں اختلاف امور ۶۱۵۔ ایسی باتوں پر ہیں۔ جس کو کسی صورت میں بنیادی نہیں کہا جاسکتا۔ حالات زمانہ کے مطابق اسلام کی اشاعت کے مختلف طریق یا مختلف حکومتوں کے ماتحت رہنے کی ضرورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اختلاف سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے اسلام کی کسی بنیادی بات سے انکار ہو جاتا ہے اختلاف سے کے متعلق جہاں یہ کہا گیا ہے کہ کرش اور راجندر پیغمبر ہے۔ وہاں دوسری جگہ اس کو اس طرح نرم کیا گیا ہے کہ خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ کرش اور رام بھی خدا کے نیک خادم تھے اس طرح جہاں یہ کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ وہاں دوسری جگہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ خدا کے نام کو ماننے والہ پورا پیغمبر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ کہنا حضرت محمد صاحب معلم کی بے ادبی ہے۔ اور کہ حضرت محمد صاحب معلم کے بعد کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ جو کہ شرع کے دینے والا ہو۔ اس کے واسطے دروازہ مکمل طور بند ہو چکا ہے۔ صرف اس امر کا ماننا کہ مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔ قرآن شریف کے کسی بنیادی مسئلہ سے انکار یا متعقدین کے اعتقاد کے برخلاف نہیں خیال کیا جاسکتا۔ تاہنیکہ قرآن شریف کی کسی متذکرہ پیشگوئی کی بابت کسی قسم کا حاکم کرنا بھی ناجائز نہ خیال کیا جاوے اختلاف ۱۷۱ میں مرزا صاحب اسلام کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور خدا کو وحدانیت۔ اور حضرت محمد صاحب معلم کی برتری کو قائم رکھتے ہیں۔ اس طرح ہائی کورٹ مدراس نے قرار دیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے نہ کہ اسلام سے باہر ہے پنجاب اور پٹنہ ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات پہلے اس کے مطابق ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں اس مقدمہ کو اب معرض تعویق میں رکھنا غیر ضروری خیال کر کے میں صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور سے اتفاق کرتا ہوں۔ اور جو ڈگری صاحب موصوف نے عطا کی ہے

اوس کو بحال رکھنا ہوں۔ اپیل منظور کی جاتی ہے نظر بحالات مقدمہ خرچہ فریقین بذمہ فریقین ہو گا۔
 فریقین مدت سے غیر حاضر ہو رہے ہیں۔ حکم سراجلا صادر کیا گیا۔ فریقین کو فیصلہ کی اطلاع بذریعہ
 ڈاک دی جاوے۔ اختیار باجلاس کامل۔ ۱۷ مارچ ۱۹۲۱ء

(دستخط) اودھو داس بحرف اردو

فیصلہ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۷ء عدالت ابتدائی
باعتوان مسماة چندو ڈمی بنام کریم بخش

تجویز آخری باجلاس منشی محمد اکبر صاحب منصف درجہ اول بہاول پور

۱	مقدمہ نمبر	۲	نام مدعی	۳	نام مدعا علیہ	۴	دعوے	۵	نتیجہ مقدمہ	۶	تاریخ فیصلہ	۷	نام ہائیکم فیصلہ
۵۶۹		کریم بخش ولد سیات	۱- سمات جندوڑی			دوئے حقوق زناشوئی مدعا علیہا		دوئے مدعی خارج ہوا			۱۰/۱۱/۱۳۸۵		منشی محمد اکبر صاحب منصف درجہ اول
		ذات پونگر	۲- زوجہ کریم بخش و سمات										
		(سکنہ)	۳- شرم خاتون بیوہ بی بخش										
		اوپر متبرکہ	۴- دوست محمد ولد محمد بخش										
			سکنہ احمد پور شرقیہ										

فیصلہ

دعوے یہ ہے کہ عرصہ ۲۵ سال سے مدعا علیہا سماء جندوڑی مدعی کی منکوحہ ہے بعد نکاح مدعی باقرار خانہ دامادی اپنے خسر کے مقیم ہوا۔ مدعا علیہ (۳) جو مدعی کا بہتر لفظ ہے ۸۰/۱۰۰ پر ذیل مسئلہ کو مدعی کے گھر آیا۔ اور مدعا علیہ (۱) زوجہ مدعی و مدعا علیہا (۲) ساس مدعی کو درغلا کر مدعی کو اس گھر سے نکال دیا۔ مدعا علیہا (۱) اب مدعی کے پاس ہے۔ بہر من اعادہ حقوق زناشوئی رہنے سے انکار ہی ہے اور مدعا علیہ (۲) و مدعا علیہ (۳) اس کو مدعی کے ساتھ آباد ہونے سے روکتے ہیں برآن مدعی مستعدی ہے کہ ڈگری باز و سمات چندوڑی بحق مدعی دی جاوے ۱۱

مدعا علیہم کو جواب دعوے میں نکاح سے اقبال ہے مگر وہ اپنے ذمہ نفس میں دو باتیں پیش کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ مدعی مدعا علیہ (۱) کو زبانی طلاق دے چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ مدعی مرزائی مذہب رکھتا ہے۔ اور مرزائیوں پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اس لحاظ سے بھی مدعا علیہا (۱) کا نکاح اس کے ساتھ جائز نہ رہا۔ کیونکہ بروئے شرع شریعت مسلمان عورت کا فرمودے کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

امرا دل چونکہ زیادہ تر تصفیہ طلب تھا۔ اس لیے ابتدا میں تین تنصیح وضع کی گئی کہ کیا مدعی نے سماعت چند ویدی کو زبانی طلاق دی۔ اس تنصیح کا ثبوت گذر رہا تھا کہ دوران شہادت ایک دوسری تنصیح کہ آیا مرزائی مذہب کے اختیار کرنے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے وضع کی گئی ان ہر دو امور پر مختلف اوقات اور مختلف حکام کے رد و رجوع ہوئی رہی آخر کار ۶ مارچ ۱۹۲۷ کو مولوی فیض محمد صاحب کے نام کی پیش جاری کیا گیا۔ اور انہوں نے موقع پر جا کر تحقیقات کی۔ اپنی رپورٹ اختیار میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر دو تنصیحات مدعا علیہم کے برخلاف ثابت ہوئی ہیں مذہب اسلام میں نکاح اور طلاق کے مسئلوں کو نہایت ہی نازک اور اہم سائل خیال کرتا ہوں۔ اور میری یہ رائے ہے کہ ان امور کے تصفیہ کے واسطے پورے ثبوت کا ہم پہنچنا نہایت مشکل ہے طلاق کی صورت میں چونکہ اس کا لگاؤ زیادہ تر درخصوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے جب تک وہ خود کہیں کہ ہم میں کوئی ایسی بات واقع ہوئی جس سے طلاق عاید ہو سکتی ہو۔ تو یہی وہی شہادت کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے میں دشواری لاحق ہوتی ہے۔ طلاق میں رجوع جائز رکھا گیا ہے اور رجوع کا علم سوائے خیرین کے اور کسی کو پوری طرح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا اس امر کا ثبوت بھی پورے طور نہیں مل سکتا کہ آیا طلاق طہر کے دنوں میں دی گئی یا ایام حیض میں موجود صورت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی نے اپنی عورت کے ساتھ عرصہ دو سال سے جھگڑا شروع کیا جو اتھا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت اختیار کر دینے میں تجھے طلاق دے دوں گا وہ متواتر انکار کرتی رہی۔ آخر مدعی نے ایک دن اس سے کہا کہ تو میرے نفس پر حرام ہے۔ کیونکہ تو نے میری نافرمانی کی ہے یہ کہہ کر مدعی وہاں سے بھاگ گیا۔ اور عرصہ سال ڈیڑھ سال کا ہوا ہے کہ پھر اپنی بیوی کے نزدیک نہیں گیا اس پر ان کی تائید میں غلام حسین جم جمہ جمہ۔ محمود ملان۔ انند بار بار پورے شیر محمد اور غلام نبی دونوں بھائی ہیں الٹی بخش داماد مدعی اور عظیم خاتون دختر مدعی شہادت دیتے ہیں شیر محمد اور غلام نبی۔ دونوں بھائی ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدعی کے مکان کے ساتھ دیوار بہ دیوار رہتے ہیں اور ہم نے ایک دن سنا تھا کہ مدعی اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور اس کو کہہ رہا تھا کہ تو میرے نفس پر حرام کیونکہ تو میرا مذہب نہیں اختیار کرتی علاوہ ان دو۔۔۔ ہمایوں کے اور کوئی۔ حملہ دار یا ہمایہ بیان نہیں کرتا کہ اس نے سنا ہو کہ مدعی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے علاوہ ان دو شخصوں کے اور بھی آدمی مدعی کے ساتھ دیوار بہ دیوار رہنے والے ہیں مگر علاوہ ان دو کے اور کوئی ہمایہ ان کے بیان کی تائید نہیں کرتا۔ رپورٹ کیشن سے یہ بات واضح ہے۔ نہ دار حملہ بھی جس کو حملے کی نسبت تمام حالات کی واقفیت ہوئی چاہئے

بیان نہیں کرتا کہ اس نے سنا ہو کہ مدعی نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے۔ اس لیے ان دونوں کی شہادت قابل اعتبار نہیں و ختم دی اور الیاد کے بیان میں اختلاف ہے الیاد کہتا ہے کہ جس وقت مدعی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اس وقت میں۔ دختر مدعی۔ زوجہ مدعی اور صماۃ شرم خاتون۔ موجود تھے دختر مدعی کہتی ہے کہ اس وقت سوائے میرے اور کوئی مرد یا عورت وہاں موجود نہیں تھا اس لیے ان دونوں کا بیان قابل پذیرائی نہیں۔ الہی بخش داماد مدعی کی شہادت دو دفعہ قلم بند کی گئی ہے ایک دفعہ عدالت میں اور ایک دفعہ صاحب کمیشن کے روبرو عدالت میں جو شہادت قلم بند کی گئی تھی۔ اس میں اس نے طلاق کے متعلق کچھ نہیں کہا اور صاحب کمیشن نے جب اسے طلب کیا تو اس نے طلاق کے متعلق شہادت دی اور کہا کہ پہلے طلاق کے متعلق کچھ نہیں پوچھا گیا۔ اس لیے میں نے کچھ نہ بتلایا مگر جب پہلی دفعہ اس کی شہادت تبلیغ کی گئی۔ ہے۔ اس سے پہلے ہر دو تنقیحات دوبارہ وضع کی گئیں تھیں۔ اور فریقین کو ثبوت اور تردید پیش کرنے کا ایک اور موقع دیا گیا تھا۔ اس وقت اس گواہ نے طلاق کے متعلق کچھ نہیں کہا اس سے پایا جاتا ہے کہ دوسری دفعہ جو اس نے شہادت دی ہے وہ بناوٹی ہے۔ علاوہ اس کے مدعی کے ساتھ اس کا تنازعہ بھی بیان کیا جاتا ہے غلام حسین اور جمعہ معمولی عنایت کے آدمی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی ایک دن بازار میں سے ہماری دکان کے آگے سے گزرا ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے گھر میں کیسا جھگڑا برپا کیا ہوا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میری بیوی میرے مرشد کو نہیں مانتی اس لیے میں نے اُس کو اپنے نفس پر حرام کر دیا ہے علاوہ کم عنایت ہونے کے یہ دونوں شخص باپ بیٹا ہیں اس لیے ان کی شہادت میں میں تسخیر خیال کرتا ہوں۔ باقی تنقیح اول میں صرف محمود لان کی شہادت ہے مگر وہ بیان کرتا ہے کہ میں دوست محمد مدعا علیہ کی طرف سے مدعی کے پاس پیغام لایا تھا اور اس پیغام کے جواب میں مدعی نے کہا تھا کہ میں اپنی عورت کو ترک کر چکا ہوں اس سے پایا جاتا ہے کہ دوست محمد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ اور اس لیے میں اس کی شہادت کو بالواسطہ قرار دیتا ہوں۔ لہذا تنقیح اول کے ثبوت میں جو شہادت گزری ہے وہ بالواسطہ اور غیر معتبر معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے میں اس کا فیصلہ مدعا علیہم کے برخلاف کرتا ہوں۔

تنقیح دوم

کی نسبت مدعی کا خود اقبال ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا مرید ہے اور اس امر کی شہادت ہی کافی طور پر ہم پہنچائی گئی ہے کہ مدعی مرزائی مذہب کا پابند ہے۔ مدعی کا اعتراف یہ ہے کہ وہ ان عقائد کا جو مرزائی مذہب والے رکھتے ہیں۔ اور جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان پر ایمان لانے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پابند نہیں بچتا چنانچہ ان اعتقادات کی نسبت تنقیحات وضع کی گئی۔ اور فریقین سے اپنا اپنا ثبوت طلب کیا گیا میری رائے میں ان تنقیحات کے وضع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جب ایک شخص جس نے مذہب اختیار

کر لیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ اس مذہب کے تمام اصولوں کا پابند ہے۔ چاہے وہ ان کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں سمجھ سکتا۔ اعتقادات کا کسی بیرونی شہادت سے ثابت ہونا میری رائے میں سخت مشکل ہے۔ علاوہ اس کے شرح ظاہر کو دیکھتی ہے نہ باطن کو اگر ایک شخص ظاہر و ہندو ہوا اور اس کے اعتقادات مسلمانوں جیسے ہوں تو نہیں کہا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے ماسی طرح اگر ایک مسلمان عیسائی مذہب اختیار کر لے اور یہ کہے کہ میرے اعتقادات میں فرق نہیں ہیں باطن میں مسلمان ہوں تو کوئی شخص اس پر یقین لانے کے لیے تیار نہیں ہو گا جب تک وہ ظاہر ایسا عیسیت کو ترک نہ کرے۔

موجودہ صورت میں مشکل یہ ہے کہ مدعی نے ظاہر مسلمان سے کوئی مختلف مذہب تو اختیار نہیں کیا۔ مگر اس نے اسی مذہب کے ایک ایسے فرقہ میں شمولیت حاصل کی ہے کہ وہ چند ایک ایسے خیالات کا پابند ہے جو کفر و الحاد کی حد تک پہنچتے ہیں مدعا علیہم نے علماء کے فتوے بہم پہنچائے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ تقریباً تمام ہندوستان کے اکثر علماء متفقہ رائے ہیں کہ مرزا یوں کے بعض اعتقادات ایسے ہیں جو کفر و الحاد کی حد تک پہنچتے ہیں اور انہوں نے اس بات کا فتوے دیدیا ہے کہ مرزائی مذہب والے کے ساتھ سنیہ عورت کا نکاح جائز نہیں ان علماء میں سے اکثر مدرسہ عربیہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور چونکہ آج کل ہندوستان میں دیوبند علم فقہ کا مستند دارالعلوم خیال کیا جاتا ہے اس لیے میں ان کی رائے کو نہایت وقت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی فتوے دیدیا ہے کہ اگر ایک سنی عورت کا خاوند مرزائی ہو جائے تو اس عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ موجودہ صورت میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی عرصہ چار سال سے مرزائی ہو گیا۔ اور اس کی بیوی مذہب اہل سنت والجماعت کی پابند ہے، لہذا میں بروئے فتوے علماء مشمولہ مدعی کی بیوی کا نکاح فسخ قرار دیتا ہوں۔

اور اگر مدعی کی طرف سے یہ کہا جائے کہ وہ ان اعتقادات کا پابند نہیں جن کی وجہ سے مرزا یوں پر کفر کا فتوے لگایا گیا ہے اور اس کا نکاح اس وقت فسخ سمجھا جائے جب وہ ان اعتقادات پر ایمان لا دے۔ تو میں اس کے ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں نہ کہ چاہے وہ درحقیقت ان پر ایمان لایا ہو اسے یا نہ جب وہ دوسرے مذہب میں داخل ہو گیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ ان تمام اصولوں کا پابند ہے جو وہ مذہب سکھاتا ہے اور اس امر کا ثبوت طلب کرنا کہ وہ ان اصولوں کا کب اور کس طرح پابند ہوا۔ میں مناسب خیال نہیں کرتا۔ جو جو بات بالا میں دعویٰ مدعی خارج کرتا ہوں۔ فریقین حاضرین ان کو حکم سنایا گیا۔ غرضچہ مذمہ مدعی ۱۸ مارچ ۱۹۱۶ء۔

دستخط

محمد اکبر منصف درجہ اولیٰ

اقتباسات تصانیف مرزا قادیال

تفصیل کتب

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
۱	انجام اہم	۱۲	حماتہ البشریٰ
۲	الذاتہ الادھام	۱۳	توضیح المرام
۳	حقیقت الوحی	۱۴	کشتی نوح
۴	ضمیمہ حقیقت النبوة	۱۵	ست پہن
۵	اربعین ۴۰	۱۶	چشمہ معرفت
۶	براین احمدیہ	۱۷	تحفہ نگار طویہ
۷	دافع البلاء	۱۸	خطبہ الہامیہ
۸	اعجاز احمدی	۱۹	آئینہ کمالات
۹	تزیات القلوب	۲۰	البریہ
۱۰	انوار اختلاف	۲۱	البشریٰ
۱۱	لوح حدی	۲۲	فتاویٰ احمدیہ

نوٹ :- مندرجہ بالا کتب کے صفحات نمبر اصل کتاب کے مطابق ہر صفحہ کے نیچے درج کر دیئے گئے ہیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا
بِفَضْلِهِ

یہ رسائل اربعین کے نام تفصیل فیل ہیں

انجامِ احکم

خدا کا فیصلہ دعوتِ قوم

مکتوبِ عمر بنی بنی نام علماء

مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہو کر عام فائدہ
بلقہ کیلئے شائع کیئے گئے یہ بیان

ہونے سے پوری ہوگئی کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ عیسائیوں اور اہل اسلام میں آخری زمانہ میں ایک جھگڑا ہوا گا۔ عیسائی کہیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور مسلمان کہیں گے کہ حق ہم میں ظاہر ہوا۔ اس وقت عیسائیوں کے لیے شیطان آواز دینا کہ حق آل عیسیٰ کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کے لیے آسمان سے آواز آئی گی کہ حق آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آیتوں کے قصہ کے متعلق ہے۔ کیونکہ زمین کے شیطانوں نے آیتوں کے مقدمہ میں عیسائیوں کا ساتھ کیا اور یہ کہا کہ عیسائی فتح پاگئے۔ چنانچہ پیلیدول مولوی اور بعض اخبار والے انھیں شیطانوں میں سے تھے جنہوں نے حق اور سچائی اور دین کا پاس کیا۔ اور آسمان کی آواز جو خدا تعالیٰ کا پاک الہام تھا جو اس عاجز پر نازل ہوا اس الہام نے بار بار گواہی دی کہ اسلام فتح ہے آخر زمین کے شیطان نے شکست کھائی اور آسمان کی آواز کی سچائی ثابت ہوئی۔ یہ ایسی کھلی سچائی ہے جو کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا یہ کیسی نابینائی تھی کہ پیلیدول لوگوں نے شرطی پیشگوئی کو ایسا سمجھ لیا گویا اس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں

ہونے کے بارے میں بہت کچھ شہرت رسالہ انوار اسلام اور رسالہ ضیاء الحق (اور رسالہ انجم آیتہم میں دے چکے ادب بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس پیشگوئی کی بنیاد نہ آج سے بلکہ پندرہ برس پہلے سے ڈہلی گئی تھی جس کا مفصل ذکر براہیں احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں موجود ہے۔ سو ایسے انتظام کے ساتھ پیشگوئی کو پورا کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔

یسوع کی تمام پیشگوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیشگوئی بھی اس پیشگوئی کے ہم پلہ اور ہموار ثابت ہو جائے تو ہم ہر ایک تادان دینے کو طیار ہیں۔ اس دعوامندہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑے گی لڑائیاں ہوں گی۔ پس ان دونوں خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنا لیا۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے۔ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔ محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے۔ اور جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ حرام کار اور بدکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں انکو کوئی معجزہ دکھایا نہیں

یہ کیسی خباثت تھی کہ آتم کی موت کو جو عین الہام کے موافق میاکی کے بعد بلا توقف ظہور میں آئی کسی نے اس کو نشان الہی قرار نہ دیا۔ وہ گندے اخبار نویس جو آتم کے مہینے پیٹنگوئی کی حقیقت کھلنے کے بعد ایسے تجاہل سے چپ ہوئے کہ گویا مر گئے۔ اب انکھیں کھولو اور اٹھو اور جاگو اور تلاش کرو کہ آتم کہاں ہے کیا خدا کے حکم نے اس کو قبر میں نہ پہنچا دیا۔ ہر ایک منصف اس پیٹنگوئی کو تسلیم کریگا

جانیگا۔ دیکھو یسوع کو کیسی سوچھی اور کیسی پیش بندی کی۔ اب کوئی حرام کار اور بدکار بنے تو اس سے معجزہ مانگے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی مدح تھیں لکھی ہیں یہ مشہور کیا کہ میں ایک ایسا درد بتلا سکتا ہوں جس کے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آجائے گا۔ بشرطیکہ پڑھنے والا حرام کی اولاد نہ ہو۔ اب بھلا کون حرام کی اولاد بنے اور کہے کہ مجھے وظیفہ پڑھنے سے خدا نظر نہیں آیا آخر ہر ایک وظیفہ کو یہی کہنا پڑتا تھا کہ ہاں صاحب نظر آگیا۔ سو یسوع کی بند شعل اور تیرپڑا پر قربان ہی جائیں اپنا پچھا چھوڑا ان کے لیے کیسا داؤ کھیلا۔ یہی آپ کا طرقتی تھا۔ ایک مرتبہ کسی یہودی نے آپ کی قوت شجاعت آزمانے کے لیے سوال کیا کہ اے استاد قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں۔ آپ کو یہ سوال سننے ہی اپنی جان کی نگر پڑ گئی کہ کہیں باطنی کہلا کر پکڑا نہ جاؤں۔ سو جیسا کہ معجزہ مانگنے والوں کو ایک لطیفہ سنا کر معجزہ مانگنے سے روک دیا تھا اس جگہ بھی وہی کارروائی کی اور کہا کہ قیصر کا قیصر کو اور خدا کا خدا کو۔ مالا نکہ حضرت کا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ یہودیوں کے لیے یہودی بادشاہ چاہیے نہ کہ مجوسی۔ اسی بنا پر ہتھیار بھی خریدے۔ شہزادہ بھی کہلایا مگر تقدیر نے یاہو کی نہ کی۔

متی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابکی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ باہلی عورتوں اور عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن کا آسیب خیال کرتے تھے۔

ہاں آپ کو گالیاں دینی اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائزے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر بھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ جن جن پیٹنگوئوں کا اپنی ذات کی نسبت تو ریت میں پایا جاتا آپ نے فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا

مگر شاید بعض بہذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں مگر دل اقرار کر گئے ہیں۔

پھر ایک اور بیگونی نشان الہی ہے جس کا ذکر براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
 رَأَى أَحْمَدًا فَأَضَتْ لَهُ حِمْلَةً عَلَى شَفْتَيْهِ كَأَنَّ أَحْمَدًا فَاحَتْ بِلَاعَتِ كَيْ حَشَى تَبْرِي لَبُونِ بِجَارِي كَيْ
 حُكْمٌ سَوَاكِ تَعْدِلُ كُنَى سَالٍ سَوْرِهِ بِي كُنَى كِتَابِ عَرَبِيٍّ بِلَيْغِ نَصِيحٍ فِي تَأْلِيفِ كَرَكِي،

حق میں تعین جو آپ کے تولد سے پہلے یوہی ہو گئیں اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مفر کلافی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چور کر لکھا ہے۔ اور پھر ایسا ظاہرہ کیا ہے کہ گویا یہ مہری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔ آپ نے یہ حرکت شاید اس لیے کی ہوگی کہ کسی عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر سوخ حاصل کریں۔ لیکن آپ کی اس بیجا حرکت سے عیسائیوں کی سخت رد سیاہی ہوئی۔ اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں۔ عقل ادا کا شمس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں۔ آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے تورات کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اتوند رت نے آپ کو کی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شمرا ت ہے کہ اس نے آپ کو عرض سادہ لوح رکھا بہر حال آپ علمی اور علمی تو ملی ہیں بہت کچھ تھے۔ اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنی تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی الہام سے خدا سے منکر ہونیکے لیے بھی طیار ہو گئے تھے۔

آپ کی انہیں حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفا خانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو۔
شاید خدا تعالیٰ شفا بخشے۔

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ ملنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرا دی۔ اسی روز سے شرابغوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام

ہزار ہا دوپیر کے انعام کے ساتھ علماء اسلام اور عیسائیوں کے سامنے پیش کی گئیں۔ مگر کسی نے سر نہ اٹھایا اور کوئی مقابل پر نہ آیا کیونکہ خدا کا نشان ہے یا انسان کا بڑیاں ہے پھر ایک اور پیشگوئی نشان الہی ہے جو براہین کے صفحہ ۲۳۸ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔

الروح من علم القرآن۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم قرآن کا وعدہ دیا ہے سو اس وعدہ کو ایسے طور سے

کی اولاد بنیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیروں پر رکھا میں گئے اور انکو کچھ اثر نہیں ہوگا۔ یہ بالکل جھوٹ نکلا کیونکہ آج کل زہر کے درلید سے یورپ میں بہت خوف کشی ہو رہی ہے ہزار ہا مرتے ہیں۔ ایک پادری گو کیسا ہی موٹا ہو تب رقی اسٹرکٹیا کھانے سے دو گھنٹے تک آسان مر سکتا ہے پھر یہ معجزہ کہاں گیا ایسا ہی آپ فرماتے ہیں کہ میرے پیروں پر رکھا میں گئے کہ یہاں سے اٹھ اور وہ اٹھ جائیگا۔ یہ کس قدر جھوٹ ہے جیسا ایک پادری صرت بات سے ایک الٹی جوتی کو سیدھا کر کے تو دکھلائے۔

ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہونگے اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا کر اور قریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مہر ہے نبی وادیاں اور دنیاوی آپ کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنبہ لوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کر جدی مناسبت درمیان ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کجبری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے۔ اور زنا کاری کی کمانی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کو پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

پورا کیا کہ اب کسی کو معاف قرآن میں مقابلہ کی طاقت نہیں ہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی اس ملک کے تمام مولویوں میں سے معاف قرآنی میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہے اور کسی سورۃ کی ایک تفسیر

آپ وہی حضرت ہیں جنہوں نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہونگے کہ میں پھر واپس آجاؤں گا حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انہیں نسلیں ان کے بعد بھی زمین صدیوں میں مرجھیں مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے۔ خود تو دنات پانچ گھنٹے مگر اس بھولی پیشگوئی کا کلنک اب تک پادریوں کی پیشانی پر باقی ہے۔

سو عیسائیوں کی یہ طاقت ہے کہ ایسی پیشگوئیوں پر تو ایمان لادیں مگر آتم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی اب تک انہیں شک ہو سوجھنا چاہیے کہ یہ وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی پندرہ سال پہلے خبر دی گئی ہے۔ اور جو اپنی شرط کے موافق اور اپنے آخری الہام منہ کے موافق پوری ہو گئی اس سے انکار کرنا کیا صریح خیانت ہے یا نہیں۔ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ ایک عظمیٰ امر کی پندرہ سال پہلے خبر دے۔ اور پھر شرط کے موافق نہ نکلتا شرط پیشگوئی کو انجام تک پہنچا دے۔

یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور غیث طہنت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آتم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے۔ اب یہ کالک کا ٹیکا جیسا یونہی پیشانی سے کسی طرح اتر نہیں سکتا۔ اگر وہ قسم کھا لیتا اور پھر ایک برس تک نہ مرتا تو عیسائیوں کو اس کی زندگی مفید ہوتی۔ مگر اسے نہ قسم کھائی نہ نالاش کی نہ اپنے بھوتے تین الزاموں کا ثبوت دیا۔ پس اس نے اپنی ملی کا ردائیوں سے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور ڈرتا رہا۔ پھر جب بیباکی کی طرے رخ کیا تو حسب مشاعر الہام الہی آخری اشتہار سے سات جہتیں تک داخل جہنم ہو گیا۔ اور جیسا کہ خدا کے پاک الہام نے خبر دی تھی ویسا ہی ہوا پس کیا ایسی پیشگوئی جو ایسی صراحت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی جس کا تمام نقشہ خدا نے عالم الغیب نے پندرہ برس پہلے اپنے پاک الہام کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا تھا وہ جھوٹ ٹھہر سکتی ہے۔ بلکہ وہی لعنتی فرقہ جھوٹا ہے جو ایسے کھلے کھلے نشان کی تکذیب کرتا ہے۔

بالآخر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے سیوہ اور اس کے چال چلنی سے کچھ عرض نہ تھی ماضیوں نے حق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے سیوہ کا کچھ تھوڑا سا حال انہیں ظاہر کریں چنانچہ اسی بلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے اسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

اگر پادری اب بھی اپنی پالسی بدل دیں اور عہد کریں کہ آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں لگا دیں گے تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی ورنہ جو کچھ کہیں گے اس کا جواب سیکھیں گے۔

میں مکمل اور ایک کوئی اور مخالفت لکھے تو وہ نہایت ذلیل ہوگا اور مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اصرار کے مولویوں نے اس طرف رخ نہیں کیا۔ پس یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے مگر ان کے لیے جو انصاف اور ایمان رکھتے ہیں۔

اور ایک نشان خدا کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ میرے دعویٰ سے تمہیں برس پہلے ایک بندہ صالح نے میری نسبت پیشگوئی کی۔ اور اس پیشگوئی میں میرا نام اور میرے گاؤں کا نام لیکر کہا کہ وہ شخص مسیح موعود ہوگا۔ دعویٰ کریگا اور وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوگا۔ اور مولوی لوگ جہالت اور حماقت سے اس کا انکار کریں گے۔ چنانچہ اس نے اس تمام پیشگوئی سے کریم بخش نامی ایک نیک بخت مسلمان کو جو لودیانہ کے قریب ایک گاؤں میں رہتے والا تھا اطلاع دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود لدھیانہ میں آئیگا۔ اور نصیحت کی کہ مولویوں کے شور کی کچھ پروا نہ کرنا کہ مولوی اس مخالفت میں جھوٹے ہوں گے۔ چنانچہ جب میں اس دعویٰ کے بعد لدھیانہ میں گیا تو کریم بخش میرے پاس آیا اور صد لوگوں کے رد و بار بار یہ گواہی دی چنانچہ اس کی طرف سے ایک رسالہ بھی شائع ہو چکا۔ سو یہ بھی ایک نشان الہی ہے۔

اور منجملہ نشانوں کے ایک نشان حنوت و سکون رمضان میں ہے۔ کیونکہ فاروقی میں صاف لکھا ہے کہ مہدی موعود کی تصدیق کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نشانی ہوگا کہ رمضان میں چلتا۔

کوزانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فتنہ نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔ اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور باری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جسے خدا کی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور استبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ نادان پادریوں کو چاہیے کہ بد زبانوں اور گالیوں کا طریق چھوڑ دیں۔ ورنہ نہ معلوم خدا کی غیرت کیا کیا ان کو دکھائیگی۔ اور ہم اس حکم فتح مسیح کی سفارش کرتے ہیں کہ بزرگ باری

یفرح المؤمنون - ثلثہ من الاولین وثلثہ من الآخرین - وھذا تذکرۃ فمن شاعر ان تخذ
مگر وہ پہلوں میں سے اور ایک پچھلوں میں سے - اور یہ تذکرہ ہے پس جو چاہے خدا کی راہ
الی وہ سبیلا - ان النصاری حولوا الامر - مسرودھا علی النصاری - لینبذن
بکوا اختیار کرے - نصاریٰ نے حقیقت کو بدلا دیا ہے - سو ہم ذلت اور شکست کو نصاریٰ پر واپس پھینک
فی الحطمة - انا نبشرك بغلام حلیم - مظهر الحق والعلاء کان اللہ نزل من
دیں گے - اور آقہم نابود کرنیوالی آگ میں ڈال دیا جاوگا - ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں - جو حق اور مہنسی کا
السماع - اسمہ عافیل - یولد لك الولد - ویمن فی منک الفضل - ان فوزی
مظہر ہو گا گویا خدا آسمان سے اترانام اس کا عافیل ہے - جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ ہے - تجھے لڑکا دیا جائے گا - اور خدا
قتیب - قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق - عجل جسد له خوار - فله
کا فضل تجھ سے نزدیک ہو گا میرا فوزیب ہے - کہہ میں تیری مخلوق سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں یہ بیان گویا یہودیہ کو یعنی میکہ (پشاور)
نصیب و عذاب -

(فارسی وارود الہام)

سوا کو دکھ کی مار اور عذاب ہو گا یعنی اسی دنیا میں

بجرام کہ وقت تو نزدیک پہنچے ہو جائے محمدؐ یاں برمنار بلند تر حکم اقتاد - خدا تیرے سب کام درست کر دے گا - اور تیری ساری
مراہیں تجھے دیگا - میں اپنی چکار دکھلاؤنگا - اپنی قدرت نانی سے تجھے اٹھاؤں گا - اور تیری برکتیں پھیلادوں گا - یہاں
تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت و محو نہیں گے - دنیا میں ایک نذیر آیا - پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا - لیکن خدا اسے
قبول کرے گا - اور جسے زوردار حملوں سے اس کی سپاہی ظاہر کر دے -

آمین

یہ کسی قدر منور ان الہامات کا ہے - جو وقتاً فوقتاً مجھے خدا تعالیٰ کی طرف ہوئے ہیں - اور ان کے سوا اور بھی بہت سے
الہامات ہیں - مگر میں خیال کرتا ہوں - کہ جس قدر میں نے لکھا ہے - وہ کافی ہے -

اب ظاہر ہے - کہ ان الہامات میں میری نسبت برابر بیان کیا گیا ہے - کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا امر خدا کا این
اور خدا کی طرف سے آیا ہے - جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ - اور اس کا دشمن چھوٹی ہے - اور نیز ان تمام الہامات میں اس
عاجز کی اس قدر تعریف اور توصیف ہے کہ اگر یہ تعریفیں درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ
تمام اور نحوست اور شیخی سے الگ ہو کہ ایسے

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذاب اور وہال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا یکذب ہیں اور درحقیقت ہر ایک شخص جو با خدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذبین میں داخل ہے کیونکہ اگر مکذیب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا سلام پہونچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ۔ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاحب باطن

فقر کے لئے یہ موقع ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہر ایک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور اہتال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے اس راز سر بستہ کا ایسے کشف ادا الہام سے انکشاف پائیں اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ اس کی اتقا کی شان کے لائق ہے۔ محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں۔ اور سچائی کی گواہی کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں کیونکہ ان کے اندر کوئی سادی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں۔ اگرچہ بہت محوڑے ہیں جو ایسی ہیں مگر یہ امت مرحومہ ان سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کیلئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں

شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنہ

مولوی رشید احمد گنگوہی

مولوی نذیر حسین دہلوی

مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری

مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی

مولوی محمد لدھیانوی

سعد اللہ نو مسلم مدرس لدھیانہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مولوی عبدالجبار غزنوی

مولوی عبدالحق غزنوی

مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور

مولوی اصغر علی لاہور

مولوی محمد بشیر بھوبالی

مولوی محمد ابراہیم آره

مولوی احتشام الدین مراد آباد

مولوی مین القضاۃ صاحب لکھنؤ رنگی محل

مولوی عبد الوہاب کانپور

مولوی حافظ محمد رمضان پشوری

مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبر آباد

مولوی ابوالموید مذہبی مالک سالہ منظر الاسلام اجمیر

مولوی عبدالعزیز لدھیانوی

مولوی محمد حسین رئیس لودیانہ

مولوی احمد اللہ امرتسری

مولوی غلام رسول عرف دسل بابا امرتسری

مولوی عبدالواحد غزنوی

محمد علی بہو پری داعظ

مولوی عبداللہ ٹوٹکی

حافظ عبدالمنان وزیر آباد

شیخ حسین عرف یمانی

مولوی محمد حسن مولف تفسیر

مولوی محمد اسحاق احمد اداری

مولوی محمد فاروق کانپور

مولوی سعید الدین کانپور رام پوری

مولوی دلدار علی الود مسجد دائرہ

مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علیان چشتی

مولوی محمد حسین کوٹلہ والہ دہلی

مولوی نذیر حسین لد امیر علی انبویہ ضلع سہارنپور

مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شہنہ ہند میرٹھ

مولوی عبدالعزیز دینا نگر ضلع گورداسپور

مولوی احمد علی صاحب سہارنپور

مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلہ محل

قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی

مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نضرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور

مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور

مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور

مولوی محمد امین صاحب بنگلور

مولوی محمد ابراہیم صاحب دیوری حال مقیم بنگلور

مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور

مولوی محمد عباس صاحب ساکن انباری علاقہ بنگلور

مولوی عبدالقدوس صاحب پیام پٹی سکن پیام پیت علاقہ بنگلور

مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر

مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ

مولوی محمد عمر صاحب دہلی قراشیخانہ

مولوی احمد حسن صاحب کنجیوی حال دہلی خاص جامع مسجد

مولوی حفیظ الدین صاحب دو جانہ ضلع ریتک

مولوی متھان شاہ صاحب ساہنہ علاقہ جی پور

مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند

مولوی فضل کریم صاحب ہمازی غازی پور زینا

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

میاں اللہ بخش صاحب سجادہ نشین سلیمان صاحب انیسویں سنگھری

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی

میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچران علاقہ بہاولپور

سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب بہار نوالہ

متھان شاہ صاحب کابلی

النفات احمد شاہ صاحب سجادہ نشین ردوے

محمد حسین صاحب گدگنی نشین شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی

محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش جیادکن

گدی نشین و پرتشاه جلال الدین صاحب بخاری	ظہور الحین صاحب گدی نشین ثانیہ ضلع گورداسپور
صادق علی شاہ صاحب گدی نشین تریچر ضلع گورداسپور	سید صوفی جان صاحب مراد آبادی صابری حشتی
مہر شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی	مولوی قاضی سلطان محمد صاحب آئی اعوان والہ پنجاب
حیدر شاہ صاحب جلال پور کنگیان والہ	توکل شاہ صاحب انبالہ
مولوی عبداللہ صاحب تلونڈی والہ	محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب
مولوی عبدالغنی صاحب جانشین قاضی امیل صاحب مرحوم بکلو	مولوی دلی ابنی شاہ صاحب نقشبند رامپور والہ ریاست
ماجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع مکھنو	میرزا علی شاہ صاحب سجادہ نشین شاہ ابوالعلا نقشبند
سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی	عبد اللطیف شاہ صاحب صاحب نجم الدین صاحب چشتی جوہر پور
قطب علی شاہ صاحب دیوگڑہ	علاقہ اوڈیپور میواڑ
میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی	مولوی عبدالوہاب صاحب جانشین عبدالرزاق صاحب مکھنو رنگی محل
علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیر آباد	شیخ غلام علی الدین فی دیکل انجمن حمایت اسلام لاہور
حافظ صابر علی صاحب رامپور ضلع سہارنپور	امیر حسن صاحب خلیفہ پیر عبداللہ صاحب دہلی
منور شاہ صاحب فاضل پور ضلع گولڑہ کاٹوہ تریپ دہلی	محمد معصوم شاہ صاحب سبیزہ شاہ ابو سعید صاحب
یدر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین پہلوئے ضلع پٹنہ	شاہ اشرف صاحب سجادہ نشین پہلواری ضلع پٹنہ
منہ علی شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا ضلع پٹنہ	لطافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا

نذر علی شاہ صاحب الورد دار الریاست

مولوی سلام الدین شاہ صاحب مہم ضلع رہنمائی

بید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبر آباد

بید احمد شاہ صاحب ہر دوی ضلع لکھنؤ

مولوی نظام الدین چشتی صابری جہجہر

وزیر الدین شاہ صاحب سجاد نشین مخدوم صاحب الورد

غلام حسین خان شاہ صاحب ٹھانوی ضلع حصار

ولید علی شاہ صاحب فیروز آباد ضلع اکبر آباد

مقصود علی شاہ صاحب شاہجہان پور

مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڑھ ضلع خاص

محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پکیٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہونچا ہو تو وہ اطلاع دیں تاکہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے

راقم میر غلام احمد از قادیان

نقل مطابق اصل طبع اول ۱۳۰۹ھ

حصہ اول

دنیا میں ایک نذیر آیا پڑینا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا نے قبول کرے گا اور
بڑے زور اور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دیگا

إِزَالَةُ وَهَام

فیہ یاسی شدید و منافع للناس

الحمد للہ المنشہ کہ بہاہ مبارک فی الحجۃ ۱۳۰۹ھ کتاب جامع معارف قرآنی و
شارح اسرار کلام ربانی از تالیفات مرسل یزدانی و مامور رحمانی

جناب حضرت میرزا غلام احمد صاحب

قادیانے

باہتمام لالہ کاشفی رام کاشفی رام پریس لاہور مطبوع گردید

الزالہ اول

تم اس دنیا کے ظاہرین قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو۔ مگر اس روحانی قانون فطرت سے جو اسی کا ہم شکل ہے۔ بجلی بے خبر ہو۔

اسے نفسانی مولو لو! اور خشک ناہدو! تم پر امنوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ چاہتے ہو ہمیشہ بند ہی رہیں۔ اور تم پیر مغاں بنے رہو۔ اور اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو مٹھو لو۔ کیا تمہاری زندگی دنیا پرستی سے متروک ہے۔ کیا تمہارے دلوں پر وزنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو۔ کیا تم ان خفیہوں اور فریبیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے۔ پھر کیا یہ سچ نہیں کہ تم مثیل مسیح کے لیے مسیحی مشابہت کا ایک گونہ سامان اپنے ہاتھ ہی سے پیش کر رہے ہو۔ تا خدا کے تعالیٰ کی حجت ہر یک طور سے تم پر وارد ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر مومن ہو جائے گا۔ ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔ بہت سے لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے۔ اور اس خوانِ نعمت سے حصہ لیں گے لیکن تم اس زندگی کی حالت میں مرو گے۔ کاش تم نے کچھ سوچا ہوتا۔

اور مشابہت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز کیا ہے۔ اور اس کا ظہور ہو گا۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبروں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قفسہ مسیحی معجزات کی رونق دُور نہیں کرتا؟ اور پیش گوئیں کا حال اس سے بھی زیادہ تر اتر رہے۔ کیا یہ بھی کچھ پیش گوئیاں ہیں۔ کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی۔ بڑائیاں ہوں گی غلط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابلِ امنوس یہ امر ہے۔ کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر مسیح نکل نہیں سکیں۔ انھوں نے یہود اور اسکولوی کو بہشت کے بارگاہِ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا۔ جس سے آخر وہ محروم رہ گیا۔ اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے دی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھی تھے مگر پطرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے رد پر اس پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی۔

جانیکه از مسیح و نزولش سخن رود

کاند^{۱۵۷} دلم دمید خداوند کردگار

موعودم و بحلیه ماثور آدم

زغم چون گندم است و بوفرق بین ست

ایں مقدم^{۱۵۸} نه جائے شکوکت والتباس

از کلمه مناره شرقی عجب مدار

اینک منم که حسب بشارات آدم

آز^{۱۵۹} که حق بخت خلدش مقام داد

چون کافراز ستم پیر مسیح را

رذیک نظر بجانب فراق ز غور کن

و دیکھو انجیل متی

گویم سخن اگر چه ندارند باورم

کال برگزیده راز ره صدق مظهرم^{۱۶۰}

حیف است که بیده نه بینند منظم

زالساں که آمد است در اخبار سرورم

سید جد اکند ز میحائ^{۱۶۱} احمدم

چون خود ز مشرق است تجلی نیرم

عیسی کجاست تا به نه پاب منبرم

چون برخلاف وعده بروں آرد از ادم^{۱۶۲}

عیسوی خدا برش کرد هم سرم

تا بر تو منکشف شود ایں راز مضمزم

ثم اعنت قلت للناس الخ

تبع تابعین کا اجماع ہو۔ اکثر صحابہؓ مسیح کا ذیت ہو جانا مانتے رہے۔ دجال معبود کا فوت ہو جانا مانتے رہے۔ پھر مخالفانہ اجماع کہاں سے ثابت ہوا۔ قرآن شریف میں عیسیٰ کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت تین کر رہی ہیں۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر پڑھ گیا۔ اور اسی جسم کے ساتھ اترے۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگرچہ تو کم سے کم تین یا چار تک صحابہ

اب جاننا چاہیے کہ لفظ ہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جکے ہوئے تھے۔ کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بیسود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا دیکھلا دیتے تھے۔ اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے اس کو زندہ جانور کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے مکوں میں پھیل گئے تھے۔ اور یہودیوں نے ان سے بہت سے ساجزاد کام سیکھ لئے تھے جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چٹا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کموں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔ اور جیسے انسان میں قرآن موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے۔ جیسے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی قوت کے جو دقائق اور معارف تک پہنچنے نہایت تیز و قوی تھے۔ سو انہیں کے موافق قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا۔ جو جامع جمیع دقائق و معارف الہیہ ہے۔ پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح نے اپنے داماد سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صنائع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں۔ کہ وہ بولتے بھی ہیں۔ اور ملتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ یہی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔ اور یورپ اور امریکہ میں بکثرت ہیں اور ہر سال نئے نکلتے آتے ہیں۔ اور چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی کر سکتے

کا ہم لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں۔ ورنہ ایک یادِ آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔ ۱۲۵
ماسوا اس کے یہ بھی ان حضرات کی سرسراہٹ ہے۔ کہ قرآن کریم کے معانی کو بزمِ مذہب و عقید سمجھتے ہیں۔ اگر
اس خیال کو تسلیم کر لیا جاوے تو پھر قرآن شریف معجزہ نہیں رہ سکتا اور اگر ہو بھی تو شاید ان عربیوں کے لیے جو بلاغت
شناسی کا مذاق رکھتے ہیں۔

حائنا چاہیے کہ کھلا کھلا اعجازِ قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے۔ ۱۲۵

ہیں کہ مٹی کی چیزیں سے مراد وہ اُمی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا گویا اپنے محبت میں
لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح ان میں بھونک دی۔ جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔
ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے۔ کہ ایسے ایسے اعجازِ طریقِ عمل **التوب** یعنی مسمریزمی طریق سے بطور ۱۲۵
ہو و لعباد بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ محل الترب میں جس کو زمانہ حال مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے
عجائبات ہیں کہ اس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر ان
چیزوں کو زندہ کئے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی
گرمی ایک جاد پر جو بالکل بے جان ہے، ڈال سکتی ہے تب جاد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتی ہیں جو
زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں۔ راقم رسالہ ہذا نے اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا ہے۔ جو
انہوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنا حیوانی روح سے اسے گرم کیا کہ اس نے چار پالیوں کی طرح ۱۲۵
حرکت کرنا شروع کر دیا اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اس پر سوار ہوئے اور اس کی تیزی اور اس کی حرکت میں
کچھ کمی نہ ہوئی۔ یہ یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے والا مٹی کا ایک
پرند بنا کر اس کو پرواز کرا پڑا بھی دکھا دے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کے کمال
کی کہاں تک انتہا ہے۔ اور جبکہ ہم پیشِ خود دیکھتے ہیں کہ فن کے ذریعہ سے ایک جاد میں حرکت پیدا ہو جاتی
ہے۔ اور وہ جانداروں کی طرح چلنے لگتا ہے۔ تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو بعید کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا
چاہئے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی سے بنایا جاوے اور عمل **التوب** سے اپنی روح کی گرمی اس کو پہنچائی
جاوے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بدستور بے جان اور جاد ہوتا ہے۔ صرف عامل کے روح کی گرمی ۱۲۵
بارود کی طرح اس کو جنبش میں لاتی ہے۔ اور یہی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف
سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی

جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا دسی یورپیئن یا امریکن یا کسی اور ملک کا جو ملزم وساکت
لا جواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر عمد و معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ میں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے رہتے
ہاتے ہیں۔ اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف نہ ملے
حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک عمد و چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ نہ بنیں ٹھہر سکتا تھا فقط بلاغت و فصاحت و
ایسا امر نہیں ہے۔ جس کی اعجازی کیفیت ہر ایک

پایہ ثبوت نہیں پہنچتا اور نہ درحقیقت ان کا زندہ ہو جاننا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیئے
کہ سلب امر امن کرنا یا اپنی مدوح کی گرمی جہاد میں ڈال دینا درحقیقت یہ سب عل الترب کی شاخیں ہیں
ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب
امر امن کرتے رہے ہیں۔ اور مغلوں کے مبروص مدقوق وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں۔ جن
لوگوں کے معلومات و وسیع ہیں۔ وہ میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقراء نقشبندی
وسہروردی نے بھی ان مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی اور بعض ان میں یہاں تک مشاقی گزرے ہیں
کہ صدماتِ بماروں کو اپنے سینے و لیسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے۔ اور محی الدین ابن عربی
صاحب کوحجی اس میں خاص درجہ کی مشق تھی۔ اولیاء اور اہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پر نظر ڈالنے
سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کالمین ایسے غلوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں۔ مگر بعض لوگ اپنی ولایت کا
ایک ثبوت بنانے کی غرض سے یا کسی اور نیت سے ان مشغلوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور اب یہ بات قطعی
اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الہی الیسع نبی کی طرح اس عل الترب
میں کمال رکھتے تھے۔ گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی وہ معجزہ
دکھلایا۔ کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ
لگنے سے ہرگز زندہ نہ ہو سکیں۔ یعنی وہ دو چور جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے ہر حال مسیح کی یہ تری
کاروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ عمل الیہا قدر کے
لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اسے خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت
نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجزہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم
سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔ جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا
ہے۔ حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جہانی اور لہت خیالات کی وجہ سے جو ان کی
فطرت میں مرکوز

صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اور درپردہ اس انکار کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی غلط ہے۔

لیکن واضح ہو کہ یہ تمام اوبام باطل ہیں قرآن کریم اور احادیث میں بغرض آزمائش خلق اللہ ایسے ایسے استعارات کا مستعمل ہونا کوئی انوکھی اور بے اصل بات نہیں اور پہلی کتابوں میں ایسے استعارات کی نظیر موجود رہے۔ فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ط ایلیا کے فقہ کو دیکھو جس کو یوحنا کہا گیا ہے۔ جبکہ قرآن شریف نے قطعی اور یقینی طور پر ظاہر کر دیا کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں۔ تو اب اس سے بڑھ کر ضرورت تائید کے لئے اور کیا قرینہ ہو گا۔ مثلاً فرض کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ ایک مستند خط کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کلکتہ میں رہتے والا عبدالرحمن نام جس کی شہادت کسی مقدمہ کے لئے مؤثر تھی فوت ہو گیا ہے۔ پھر بعد اس کے ہم نے ایک ایسا کاغذ تمسک دیکھا جس پر ایک شخص عبدالرحمن نام کلکتہ کے رہنے والے کی گواہی تاریخ وفات کے بعد میں درج تھی تو کیا ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہی عبدالرحمن جو فوت ہو چکا تھا۔ زندہ ہو کر اپنی گواہی لکھ گیا ہے۔ پس چونکہ اس عبدالرحمن کے زندہ ہوجانے کا ہمارے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں تو کیا صرف خدا نے تعالیٰ کی قدرت کے حوالہ سے ہم کسی ایسی صورت کے مقدمہ میں جو عدالت میں پیش ہے۔ بغیر اس بات کے ثبوت دینے کے کہ درحقیقت وہی عبدالرحمن زندہ ہو کر اپنی گواہی لکھ گیا ہے۔ ڈگری کے پانے کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں ہرگز نہیں؟

اور یہ وغذہ کہ کیوں مسیح ابن مریم کے لفظ کو اختیار کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ اسی طرز کا محاورہ ہے۔ جیسے یحییٰ ابن زکریا کیلئے ایلیا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ آخری زمانہ میں کوئی شخص مسیح کی قوت اور طبع میں پیدا ہو اور وہ اس گروہ کذاب کا مقابلہ کرے جن کی طبیعت اس کی طبیعت کے مخالف واقع ہے۔ سو گروہ کذاب کا نام اس نے مسیح دجال رکھا اور حامی کا نام مسیح ابن مریم قرار دیا اور اس کو بھی ایک گروہ بنایا جو مسیح ابن مریم کے نام سے سچائی کی فوج کے لئے ملا۔ دنیا کے اخیر تک کوشش کرتا رہے گا سو یہ ضرور تھا۔ کہ یہ آنے والا مسیح ابن مریم کے نام سے ہی آتا کیونکہ جس تاثرات اہلکار کو مسیح دجال نے پھیلانا چاہا ہے۔ اس تاثر کے مخالف مسیح ابن مریم کو تاثر دی گئی ہے جو روح القدس کے ذریعہ سے اس کو ملی ہے۔ سو جو شخص مسیح کے قدم پر وہ تاثر لے کر آیا۔ اور نہ ہرناک کے مقابل پر جو ہلاک کرتی ہے یا ہلاکت تک پہنچاتی ہے ایک تریاقی نفس اس کو عطا ہوا۔ اس وجہ سے وہ مسیح ابن مریم کہلایا۔ کیونکہ وہ روحانی طور پر مسیح کے رنگ میں ہو کر آیا۔ مسیح کیونکہ آسکتا وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے۔ سو اس کا ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے اور مثل ہے۔

کے موافق صرف قال اللہ وقال الرسول کا پیرو ہوگا۔ اور حل مغلفات، ومعضلات دین نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا۔ اور نماز دوسرے کے پیچھے پڑھے گا۔ اب ان تمام اشارات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقضہ اس میں پائی جائے گی جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ دونوں شانیں اُقیّت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ حدیث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ عرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جب اسرائیلی نبی مسیح ابن مریم فوت ہو چکا اور پھر اس کے زندہ ہو جانے کا کہیں قرآن شریف میں ذکر نہیں تو مجرّاس کے اور کیا سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ یہ آئے والا ابن مریم اور ہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قادر نہیں کہ مسیح ابن مریم کو زندہ کر کے بھیج دے میں کہتا ہوں کہ اگر صرف قدرت کو دیکھنا ہے۔ اور لصوص قرآنہ سے کچھ عرض نہیں تو ظاہر ہے۔ کہ قدرت خدا تعالیٰ کی دونوں طرف سے متعلق ہے۔ چاہے تو زندہ کر کے بھیج دے اور چاہے تو ہرگز زندہ نہ کرے اور نہ دنیا میں بھیجے اور دیکھنا تو یہ چاہیے کہ ان دونوں طرف کی قدرتوں میں سے اس کے فساد کے موافق کون سی قدرت ہے۔ سوا اولیٰ سوچ سے ظاہر ہوگا کہ یہ قدرت کہ جس کو ایک دفعہ مار دیا۔ پھر خواہ مخواہ دو موتوں کا عذاب اس پر نازل کرے۔ ہرگز اس کے فساد کے موافق نہیں۔ جیسا کہ وہ خود اس بارہ میں فرماتا ہے۔ فیمسک التي قضیٰ علیہا الموت۔ یعنی جس کو ایک دفعہ مار دیا۔ پھر اس کو دنیا میں نہیں بھیجے گا۔ اور جیسا کہ صرف ایک موت کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ لا ینذ وقون فیہا الموت الا موتۃ الاولیٰ۔ سو یہ بات اس کے سچے وعدے کے برخلاف ہے۔ کہ مردوں کو پھر دنیا میں بھیجنا شروع کر دیوے اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا کہ یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جروجی اور نزول جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیے کیونکہ حسب تفسیر قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے اس کام و فعا یہ دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کیے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جاوے گی۔ اور اگر کہو کہ مسیح ابن مریم نبوت تامہ سے معزول کر کے بھیجا جائے گا۔ تو اس سے ۵۲ سزا کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بے استحقاق معبود

اگر مسیح ابن مریم کے محل دفات میں دوسرے معنی مراد لیں تو ان کا حاصل یہ ہو گا کہ مسیح کچھ مدت تک سویا رہا اور پھر جاگ اٹھا۔ پس اس سے قونبات نہ ہو سکا کہ جسم آسمان پر چلا گیا۔ کیا جو لوگ رات کو یا دن کو سوتے ہیں تو ان کا جسم آسمان پر چلا گیا کرتا ہے۔ سونے کی حالت میں جیسا کہ ابھی میں بیان کر چکا ہوں صرف تھوڑی مدت تک روح قبض کر لی جاتی ہے۔ جسم کے اٹھانے جانے سے اس کو علقہ ہی کیا جاتا ہے۔ ابھی میں بیان کر چکا ہوں ^{۵۴۴} کہ نصوص ظاہرہ متواترہ صریحہ قرآن کریم نے قوتی کے لفظ کو صرف روح تک محدود رکھا ہے۔ یعنی روح کو اپنے قبضہ میں کر لینا اور جسم کو بے کار چھوڑ دینا۔ اور جب کہ یہ حال ہے۔ تو پھر قوتی کے لفظ سے نکالنا کہ گویا خدا تعالیٰ نے نہ صرف مسیح ابن مریم کی روح کو اپنی طرف اٹھایا۔ بلکہ اس کے جسم عنفری کو بھی ساتھ ہی اٹھالیا۔ یہ کیسا سخت جہالت سے بھرا ہوا خیال ہے۔ جو صریح اور بدیہی طور پر نصوص بینہ قرآن کریم کے مخالف ہے۔ قرآن کریم نے نہ ایک بار نہ دو بار بلکہ پچیس بار فرمایا کہ قوتی کے لفظ سے صرف قبض روح مراد ہے۔ جسم سے کچھ غرض نہیں پھر اگر اب بھی کوئی نہ مانے تو اس کو قرآن کریم سے کیا غرض۔ اس کو تو صاف یہ کہنا چاہیے کہ میں اپنے چند بزرگوں کی موسمی بیکر کی کسی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔

پھر قرآن کریم کے بعد حدیثوں کا مرتبہ ہے۔ سو تقریباً تمام حدیثیں تشریح کے ساتھ قرآن کریم کے بیان کے موافق ہیں۔ اور ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ وہی مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی محمدؐ کو قرآن شریف ^{۵۴۵} مار چکا ہے۔ جس پر انجیل نازل ہوئی تھی پھر دنیا میں آئے گا ہاں بار بار لکھا ہے۔ کہ ان اسرائیلی نبیوں کے ہم نام آئیں گے سچ ہے کہ حدیثوں میں درج ہے۔ کہ ابن مریم آئے گا لیکن انہیں حدیثوں نے علیہ میں اختلاف ڈال کر اور آنے والے ابن مریم کو امتی ٹھہرا کر صاف بتلا دیا ہے۔ کہ یہ ابن مریم اور ہے۔ اور پھر اگر اس قسم کی حدیثوں کی تشریح کے لیے جو ممتاز عرفیہ ہیں۔ دوسری حدیثوں سے مدد لینا چاہیں۔ تو پھر کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ گذشتہ نبیوں میں سے کبھی کوئی نبی بھی دنیا میں آئے گا۔ ہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان کے مثیل آئیں گے اور انہیں کے اسم سے موسوم ہوں گے۔

اور یہ بات کمی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ اور یا یہ قتل کرنا پڑے گا کہ خدائے تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں متعین ہیں۔ اس جگہ یہ بیان کرنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ جس حالت میں تقریباً کل حدیثیں ^{۵۴۶} قرآن شریف کے مطابق اور ہمارے ^{۵۴۷} بیان کی موید ہیں۔ پھر اگر بطور شاذ و نادر کوئی ایسی حدیث بھی ہو جو اس مجموعہ یقینیہ کے مخالف ہو تو ہم ایسی

جیسا کہ نفرت الہی ایک خاص رنگ میں حضرت موسیٰ کے شامل حال ہو گئی۔ ایسا ہی نفرت الہی ایک دوسرے رنگ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل ہو گئی اور درحقیقت وہی نفرت ہے جو اپنے محل پر رنگارنگ کے معجون کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ سو میں خوب جانتا ہوں کہ جیسا کہ نفرت الہی حضرت مسیح کے شامل حال ہوئی تھی۔

میں بھی اس نفرت سے بے نصیب نہیں رہوں گا۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ نفرت جہانی بیماروں کے اچھا کرنے کے ذریعہ سے ظاہر ہو بلکہ خدا کے تعالیٰ نے الہام میں میرے پر ظاہر فرمایا کہ خلق اللہ کی روحانی بیماریوں اور شکوک و شبہات کو وہ نفرت دور کرے گی۔ جیسا کہ میں پہلے اس سے لکھ چکا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ متعدد دلوں پر اثر پڑتا جاتا ہے اور پرانی بیماریاں دور ہوتی جاتی ہیں۔ اور نفرت الہی اندر ہی اندر کام کر رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے خاص کلام سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ نبی ناصر کے مندر پر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ روحانی بیماریوں کو بہت صاف کر رہا ہے۔ اس سے زیادہ کہ کبھی جہانی بیماریوں کو صاف کیا گیا ہو:

حال کے نچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ وقال الرسول کی باقی نہیں رہی۔ یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں۔ کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں۔ یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں۔ مثلاً یہ ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے۔ کہ تا اس عاجز کے اس دعوے کی تحقیر کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ کہ تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواتر کے روستے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوں رام چند اور کرشن وغیرہ کا وجود تواتر کے ذریعہ سے ہی ہم نے قبول کیا ہے۔ گو تحقیق تفتیش تاریخی واقعات میں ہندو لوگ بہت کچھ ہیں مگر باوجود اس قدر تواتر کے جو ان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے۔ ہرگز یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ راجہ رام چند راجہ کرشن یہ سب فرضی نام ہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ گوا جمالی طور پر قرآن شریف اکل دائم کتاب ہے۔ مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہی ہم نے لیا ہے۔ اور اگر احادیث کو ہم بکلی ساقط الاعتبار سمجھ لیں تو پھر اس قدر بھی ثبوت دینا ہمیں مشکل ہوگا کہ درحقیقت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما و عثمان و ذوالنورین اور جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اثنی عشرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور امیر المومنین تھے اور وجہ درکھتے تھے صرف فرضی نام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ان میں کسی کا نام نہیں۔ اس اگر کوئی حدیث قرآن شریف کی کسی آیت سے صریح مخالف و مغائر پڑے مثلاً قرآن شریف

نے وہاں تھی کہ خداوند اچھے نبی آخر الزمان کی امت میں داخل کر اس لیے خدا تعالیٰ نے انہیں باوجود نبوت کے امتی بھی بنا دیا۔ اور پھر صفحہ ۲۷۷ میں لکھتے ہیں کہ وہ دقت کے مجرہ ہونگے اور اس امت کے مجدد دل میں سے شمار کے جائیں گے لیکن وہ امیر المؤمنین نہیں ہونگے کیونکہ خلیفہ توفیق میں سے ہونا چاہیے۔ مسیح ابن مریم کیونکر ان کا حق لے سکتا ہے اس لیے وہ خلافت کا کوئی بھی کام نہیں کریگا۔ نہ جدال نہ قتال نہ سیاست بلکہ خلیفہ وقت کا تابع اور محکوموں کی طرح آئے گا۔

اس جگہ بڑے شبہات یہ پیش آتے ہیں کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا۔ تو پھر باوجود امتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم تمایں ہے اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے کہنے سے مانع ہے ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے فوراً حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تجدید سے باہر ہے کیونکہ وہ باعث اتباع اور خدائی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسی جز کل میں داخل ہوتی ہے لیکن مسیح ابن مریم جبرائیل نازل ہوئی جس کے ساتھ جبرئیل کا بھی نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح امتی نہیں بن سکتا کیونکہ اس پر اس وحی کا اتباع فرض ہوگا۔ جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہوگی جیسا کہ رسول کی شان کے لائق سے اور جب وہ اپنی ہی وحی کا تابع ہو اور ہونٹی کتاب اس پر نازل ہوگی اسی کی اس نے پیروی کی تو پھر وہ امتی کیونکہ کلام الہی اور اگر یہ کہو کہ جو احکام اس پر نازل ہونگے وہ احکام قرآنیہ کے مخالف نہیں ہونگے تو میں کہتا ہوں کہ محض اس نوادر کی وجہ سے وہ امتی نہیں ٹھہر سکتا۔ صاف ظاہر ہے کہ بہت سا حصہ تورات کا قرآن کریم سے بالکل مطابق ہے۔ تو کیا نفوذ باللہ اس نوادر کی وجہ سے ہمارے سید مومنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کی امت میں سے شمار کیے جائیں گے۔ تو اور اور چیز ہے اور محکوم بن کر تالبع اور ہو جانا اور چیز ہے ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرت اپنی اس وحی کا تابع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل لگاتار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقاید اور رسوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمیع مسائل فقر کے سکھلا گئے تو پھر ہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلا سکتا اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرت اتنا کہا جائیگا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العہد تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل ان پر نازل نہیں ہونگے بلکہ وہ بالکل مسلوب النبوت ہو کر امتی کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق

اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ چالیس سال تک جو مدت توقف حضرت مسیح کی دنیا میں دوبارہ آنے کے لیے قرار دی گئی ہے حضرت جبرائیل دہی الہی لے کر نازل ہوتے رہیں گے اب ہر ایک دانشمند اور مذہب کو سکھتا ہے کہ جس حالت میں تین برس میں تیس جزو قرآن شریف کی نازل ہو گئی تھیں تو بہت ضروری ہے کہ اس چالیس برس میں کم سے کم پچاس جزو کی کتاب اللہ حضرت مسیح پر نازل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات متلوم حال ہے کہ قائم الدین کے بعد پھر جبرائیل علیہ السلام کی دہی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون میں قرآن شریف سے تو اس قدر کھتی ہو پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم حال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ فتنہ برہ

اور اس انقلاب عظیم پر خوب غور سے نظر دوڑانی چاہیے کہ چونکہ حضرت مسیح داگر انکا نزول فرض کیا جائے ایسی حالت میں آئیں گے کہ ان کو شریعت محمدیہ سے جو غیر زبان میں ہے کچھ بھی خبر نہیں ہوگی اور وہ اس بات کے محتاج ہونگے کہ قرآنی تعلیم پر ان کو اطلاع ہو اور ان تفصیلات احکام دین پر بھی مطلع ہو جائیں جو احادیث کی رو سے معلوم ہوتے ہیں عرض شریعت محمدیہ کے تمام اجزاء پر خواہ وہ از قبیل عقائد ہیں یا از قسم عبادت یا از نوع معاملات یا از قبیل قوانین قضا و فضل و تقاضا یا ان کے لیے ضروری ہو گا۔ اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ معرہ ہونکی حالت میں ایک عمر خرچ کر کے دوسری شاگردی کریں۔ لہذا ان کے لیے لادہی اور ضروری ہے کہ جمیع اجزاء شریعت کے نئے سرے اپنی نازل ہوں کیونکہ بجز اس طریق کے استغناء جمولات کے لیے اور کوئی ان کے لیے راہ نہیں اور رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لیے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے جو وہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے اور بذریعہ نزول آیات رہانی اور کلام رحمانی کے سکھائی جاتی ہیں اور جبکہ تمام قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ نئے سرے معرفت جبرائیل علیہ السلام کے حضرت مسیح کی زبان میں ہی اپنی نازل ہو جائیگی اور جیسا کہ احادیث میں آیا ہے جزیہ وغیرہ کے متعلق بعض احکام قرآن شریف کے منسوخ بھی ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ اس نئی کتاب کے اترنے سے قرآن شریف تو بہت واضح و انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا اور مسیح کا نیا قرآن جو قرآن کریم سے کسی قدر مختلف بھی ہو گا اجرا اور نفاذ پائے گا اور حضرت مسیح نماز میں اپنا قرآن ہی پڑھیں گے اور وہی قرآن جبراً قہراً دوسرے کو بھی سکھایا جائیگا اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ کلمہ بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے لائق ٹھہرے گا کیونکہ جبکہ کل شریعت محمدیہ کی نعوذ باللہ (نقل کفر بناشد) بیگنی ہوگی۔ اور ایک ہی قرآن کو وہ ہمارے قرآن کریم سے کسی قدر مطابق ہی سہی ۲۰ سال سے نازل ہو گیا تو پھر کلمہ بھی ضرور واجب التبدیل ہو گا۔ بعض سبب منفصل ہو کر جواب دیتے ہیں کہ اگرچہ درحقیقت یہ مرید خرابیاں ہیں جسے انکار نہیں ہو سکتا مگر کیا کردہ حقیقت

وَأَقْبَلْتُكُمْ وَأَمْسَكْتُمْ كَفَّيْكُمْ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ
 (سورة صافات)
 وَكَفَانِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْوَحْيُ الْمُبَشِّرُ

قال ربك الله نازل من السماء ما يؤيدك وما ننزل إلا بأمرك ما أرسلنا
 إلا خزي به الله قوما لا يؤمنون إن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون
 وبشر الذين آمنوا بآيات الله وهم الصالحون والله متقن نور ولولم يكن الكافرون كتب الله
 لا ظلمنا إنا ورسلي لا تخف إني لا يخاف لدي المرسلون

حقيقة الوحي

ترتیب منیف حضرت میرزا غلام احمد رضا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جسکو

بکڑ پوتا لیف و اشاعت قادیان نے شائع کیا

دسمبر ۱۹۳۲ء

اور اس کی امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا نہ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ بل اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لیے یہ چاہا کہ کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانادہ قیامت تک باقی رہے گی انسان کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تاہر نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آیا والا ہے جو امتی نہیں یعنی آپ کی پیروی سے فیضیاب نہیں اور اسی جگہ

اس جگہ یہ سوال طبعاً ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بہت سے نبی گذرے ہیں پس اس حالت میں موسیٰ کا افضل ہونا لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس قدر نبی گذرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست جن لیا تھا حضرت موسیٰ کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں تھا لیکن اس امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہزار بادیا ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظر نہیں مل سکتی۔ اسرائیلی نبیوں کو الگ کر کے باقی تمام لوگ اکثر امت میں ناقص پائے جاتے ہیں۔ رہے انبیاء ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت موسیٰ کچھ نہیں پایا۔

۴ بلکہ وہ براہ راست نبی کے گئے مگر امت محمدیہ میں ہزار ہا لوگ محض پیروی کی وجہ سے ولی کے گئے :

الاستفتاء

رجعتُ الى الدنيا الى يوم البعث والنشور: فلذلك لا اعلم ما صنعوا بعد من الشرك
والفجور ولست من المومنين: فلو كان رجوعه الى الدنيا امرًا حَقًّا قبل يوم القيامة
فيلزم منه انه يكذب كذباً شنيعاً عند سؤال حضرة العزة - وهذا باطل بالبداهة
فالنزول باطل من غير الشك والشبهة - فاستيقظوا يا فتيان - اين انتم من تعليم
القرآن - بل مات عيسى كما مات اخوانه من النبتين - ولحق بهم كما
تقرؤون في اخبار خير المرسلين: اقرءتم في حديث سيد الكائنات - انه في
السمام في حجرة عليحدة من الاموات - كلاب هو ميت ولا يعود الى الدنيا
الي يوم يبعثون: ومن قال متعمداً خلاف ذلك فهو من الذين هم بالقرآن
يكفرون الا الذين خلوا من قبل فهم عند ربهم معذرون:

کہ جو شخص بالقصد اس کا خلاف کرے اور یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہے پس ان لوگوں
میں سے ہے کہ جو قرآن کے کافر ہیں۔ ہاں جو لوگ مجھ سے پہلے گزر گئے وہ اپنے اللہ کے نزدیک
معذور ہیں۔

منقذہ

وما ادرالك ما اصحاب الصفه. ترى اعيينهم

اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ کے رہنے والے تو دیکھے گا کہ انکی آنکھوں سے

تفيض من الدمع. يصلون عليك ربنا اننا سمعنا

آنسو جاری ہوں گے وہ تیرے پروردگار بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا

مناديا بنا دى للايمان وداعيا الى الله وسراجا منيرا

ہمیں ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی ہے جو ایمان کی طرف بلاتا ہے اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور ایک چمکتا ہوا چراغ ہے

يا احمد فاضت الرحمة على شفيتك انك باعيننا

اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی تو میری آنکھوں کے سامنے ہو

سميتك المنوكل. يرفع الله ذكرك و يتم نعمته

میں نے تیرا نام منوکل رکھا خدا تیرا ذکر بلند کرے گا اور اپنی نعمت دینا

عليك في الدنيا والاخرة بوركنت يا احمد

اور آخرت میں تیرے پر پوری کرے گا اے احمد تو برکت دیا گیا

وكان ما بارك الله فيك حقافيك شانك عجب

اور جو کچھ تجھے برکت دی گئی وہ تیرا ہی حق تھا تیری شان عجیب ہے

واجرك قريب الارض والسماء معك كما هو معي

اور تیرا اجر قریب ہے آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ ہر ساتھ ہیں

انت وجيه في حضرتي اخترتك لنفسه

تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔

سبحان الله تبارك وتعالى سراد مجدك

خدا کے پاک بڑا برکتوں والا اور بڑا بزرگ ہے وہ تیری بزرگی کو زیادہ کریگا

اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ ربُّ الافواج اس طرف توجہ کر گیا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں

یا علیؑ انی متوفیک و ما افعک الیٰ ط و جاعل الذین اتبعوک
 اے علیؑ میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور میں تیرے تابعین کو تیرے
 فوق الذین کفرو الیٰ یوم القیامۃ
 منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

پاک ہوں اور جہانِ امراض کی نسبت میں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ اکثر خطرناک امراض والے میری دعا دعا اور توجہ سے شفا یاب ہوئے ہیں۔ میرا لڑکا مبارک احمد قریباً دو برس کی عمر میں ایسا بیمار ہوا کہ حالت یاس ظاہر ہو گئی۔ اور اب میں دعا کر رہا تھا کہ کسی نے کہا کہ لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ یعنی اب بس کرو دعا کا وقت نہیں۔ مگر میں نے دعا کرنا بس نہ کیا۔ اور جب میں نے اسی حالت توجہ الی اللہ میں لڑکے کے جسم پر ہاتھ رکھا تو معاً مجھے اس کا دم آنا محسوس ہوا۔ اور ابھی میں نے ہاتھ اس سے علیحدہ نہیں کیا تھا کہ صریح طور پر لڑکے میں جان محسوس ہوئی اور چند منٹ کے بعد ہوش میں آکر بیٹھ گیا۔

اور پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا۔ میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا اور ایک سخت تپ محرقہ کے رنگ میں چڑھا جس سے لڑکا بالکل بیہوش ہو گیا۔ اور بے ہوشی میں دونوں ہاتھ مارتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگرچہ ان کو موت سے گریز نہیں ہے۔ مگر اگر لڑکا ان دنوں میں جو طاعون کا زور ہی فوت ہو گیا تو تمام دشمن اس تپ کو طاعون ٹھہرائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس پاک وحی کی تکذیب کریں گے۔ کہ جو اس نے فرمایا ہے۔ انی احافظ کل من فی الدار یعنی میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا۔ اس خیال سے میرے دل پر وہ صدمہ وار دہوا کہ میرے بیان نہیں کر سکتا۔ قریباً رات کے بارہ بجے کا وقت تھا کہ جب لڑکے کی حالت ابتر ہو گئی اور دل میں خوف پیدا ہوا۔ کہ یہ معمولی تپ نہیں یہ اور ہی بلا ہے۔ تب میں کیا بیان کروں کہ میرے دل

سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ انت منی بمنزلۃ توحیدے وتفردی۔
 توحید سے ایسے جیسا کہ میری توحید اور تفرد

فَنَحْنُ اِنْ تُعَانِ وَتَعْرِفَ بَيْنَ النَّاسِ ط انت منی بمنزلۃ عرشى۔

پس وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا۔ اور دنیا میں مشہور کیا جائیگا۔ توحید سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔

انت منی بمنزلۃ ولدی ۞ انت منی بمنزلۃ لا یعلمها الخلق ط نحن

تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی ہم تمہارے

اولیاءکم

مستولی اور

تو میں شفاعت کرتا ہوں کہ میرے لیے اس کو اچھا کر دے یہ لفظ میرے منہ سے نکل گئے۔ مگر بعد میں میں بہت نادم

ہوا کہ ایسا میں نے کیوں کہا۔ اور ساتھ ہی مجھے خدا تعالیٰ کی طرف وحی ہوئی۔ من ذا الذی لیشفع عندک الا

باذنہ یعنی کس کو مجال ہے کہ بغیر اذن الہی شفاعت کرے۔ میں اس وحی کو سن کر چپ ہو گیا۔ اور ابھی ایک منٹ

نہیں گزر اسی گھبراہٹ میں کہ پھر وحی الہی نازل ہوئی کہ انک انت المعجاذ یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت کر دیجیے۔

بعد میں پھر میں نے دعا پر زور دیا۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ اب یہ دعا خالی نہیں رہے گی۔ چنانچہ اسی دن بلکہ اسی وقت

لڑکے کی حالت رو بہ صحت ہو گئی گو یا وہ قبر میں سے نکلا۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ معجزات احوالے موتی حضرت علیؑ

اس سے زیادہ نہ تھے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس قسم کے احوالے موتی بہت سے میرے ہاتھ سے ظہور میں

آ چکے ہیں۔ اور ایک دفعہ بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے بیمار ہو گیا اور مدت تک علاج ہوتا

رہا کچھ فائدہ نہ ہوا تب اس کی اضطرابی حالت دیکھ کر میں نے جناب الہی یہ دعا کی تو یہ الہام ہوا بَرَقَ

طفلی بشیر یعنی میرے بیٹے بشیر نے آنکھیں کھول دیں تب اسی دن خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اس کی آنکھیں

اچھی ہو گئیں۔ اور ایک مرتبہ میں خود بیمار ہو گیا یہاں تک کہ قرب اجل سمجھ کر تین مرتبہ مجھے سورة یس (س)

بہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور کلمہ بطور استعارہ کے ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت

عیسیٰ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے۔ اس لیے معلمت الہی نے چاہا کہ اس سے بڑھ کر الفاظ اس عاجز کے لیے استعمال کرے تا عیسائیوں

کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے وہ مسیح کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں اس امت میں بھی ایک ہے جس کی نسبت اس

سے بڑھ کر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ منہ

ابن مریم ط لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون ط اشرک اللہ
ابن مریم بنایا ہے۔ وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھ جاتے ہیں خدا نے تجھے
علیٰ کل شئی غ ط آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر
ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر
بچھایا گیا۔ یریدون ان یطفؤا نور اللہ الا ازحزب اللہ ہم
بچھایا گیا۔ ارادہ کریں گے کہ خدا کے نور کو بجھا دیں۔ خبردار ہو۔ کہ انجام کار خدا کی جماعت
الغالبون۔ لا تخف ط انک انت الاعلیٰ ط لا تخف ط انی
ہی غالب ہوگی کچھ خوف مت کر تو ہی غالب ہوگا۔ کچھ خوف مت کر
لا یخاف لدی المرسلون ط یریدون ان یطفؤا نور اللہ
میرے رسول میرے قرب میں کسی سے نہیں ڈرتے دشمن ارادہ کریں گے۔ کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے خدا
بافواہم ط واللہ متم نورہ ولو کفرہ الکافرون ط نُنزلُ علیک
کے نور کو بجھا دیں۔ اور خدا اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ کافر کراہت ہی کریں۔ ہم آسمان سے تیرے
اسرار امن السماء ط ولمزق الا عداء کل ممزق ط ونری
پرکٹی پوشیدہ باتیں نازل کریں گے اور دشمنوں کے منصوبوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ اور
فرعون وھامان وحنودھاماکانوا یحذرون ط فلا تحزن
فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو وہ اٹھ دکھائیں گے جن سے وہ ڈرتے ہیں۔ پس ان کی
علیٰ الذی قالوا ان ربک لبالمزاد ط
اتوں سے کچھ غم مت کر کہ تیرا خدا ان کی تاک میں ہے۔

دخلے نیست - رب علمنی ما هو خیر عندک - یعصمک اللہ من

دخلے نہیں اے میرے خدا مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے تجھے خدا دشمنوں سے
العدا ویسطوا بکل من سطا - برزما عند ہم من الراح -

بجائے گا اور حملہ کر نیوالوں پر حملہ کر دے گا - انہوں نے جو کچھ ان کے پاس ہتھیار تھے سب ظاہر
انی سا خبرہ فی الآخر الوقت ط انک لست علی الحق ط ان اللہ

کر دیتے مولوی محمد حسین جالوی کو آخر وقت میں خبر دے دوں گا کہ تو حق پر نہیں ہے - خدا
رؤف رحیم ط انا الناک الحدید - انی مع الافواج اتیک بعتہ -

حق پر رحیم ہے - ہم نے تیرے لیے لوہے کو نرم کر دیا - میں فوجوں کے ساتھ ناگہانی طور پر پہنچوں گا

انی مع الرسول أجیب ط اخط وأصیث ط قالوا انی لك هذا ط قل

میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ کبھی دوں گا اور کبھی ارادہ پورا کروں گا اور کہیں گے

هو الله عجیب - جاء فی الیل ط واختار ط وادار اصبعه و اشار ط

کہ تجھے یہ رتبہ کہاں سے حاصل ہوا کہ خدا ذو العجاہب ہی میرے آئیں آیا اور اس نے مجھے چن لیا - اور اپنی انگلی کو گردش دی اور اشارہ کیا

ان وعد الله اتی - فطوبی لمن وجد ورائی - الا مراض نشاء

کہ خدا کا وعدہ آگیا پس مبارک وہ جو اس کو پاوے اور دیکھے طرح طرح کی بیماریاں

والنفوس تضاع - انی مع الرسول اقوم ط

جاؤں گی اور کئی آفتوں سے جانوں کا نقصان ہوگا - میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا

اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا - اور صواب بھی یعنی جو میں چاہوں گا

کے کبھی کروں گا اور کبھی نہیں میرا ارادہ پورا ہوگا اور کبھی نہیں - ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی کلام میں آجاتے ہیں -

جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ میں مومن کی قبض روح کے وقت تردد میں پڑتا ہوں - حالانکہ خدا تردد سے

پاک ہے - اسی طرح یہ وحی الہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے - اور کبھی پورا ہو جاتا ہے - اس کے معنی یہ

ہیں کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے - منہ

﴿*﴾ اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبریل کا نام رکھا ہے - اس لیے کہ بار بار رجوع کرتا ہے -

انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لکن فیکون۔ تو در منزل ما چو بار بار آئی
 توجس بات کا ارادہ کرتا ہو وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے لے میرے بندے چو نکہ تو میری فرد گاہ میں
 خدا بر رحمت باریدیا نے۔ انا امتنا اربعة عشر دوا باط
 بار بار اتنے اسلوب تو خود دیکھ لے کہ تیرے پر رحمت کی بارش ہوئی یا نہ ہر معنی جو وہ چار پاؤں کو ہلاک کر دیا۔

ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ سرانجام جاہل جہنم بود
 کیونکہ نافرمانی میں حد سے گذر گئے تھے۔ جاہل کا انجام جہنم ہے

کہ جاہل نکو عاقبت کم بود۔ میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہوا
 جاہل کا خاتمہ بالآخر کم ہوتا ہے میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہوا

انی امرت من الرحمن فاتونی۔ انی حمی الرحمن۔ انی لاجد
 میں خلک طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری طرف آ جاؤ میں خدا کا چراگاہ ہوں اور مجھ کو گشتہ سون
 ریح یوسف لولا ان تفندون۔ الم ترکیف فعل

کنو شبولائی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ شخص بہک رہا ہو کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے
 ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدهم فی تضلیل

اصحاب فیل کے ساتھ کیا کیا کیا اُس نے اُن کے مکر کو الٹا کر اہل میں پر نہیں مارا
 وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا
 وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا

ناعفونا عنک۔ لقد نصرکم الله بیدرو انتم اذ لکم

ہم نے تجھ کو معاف کیا خدا نے بدر میں یعنی اس چودھویں صدی میں تمہیں فلت میں پاکر تمہاری مدد کی

وقالوا ان هذا الاختلاق۔ قل لو کان من عند غیر الله
 کہیں گے کہ یہ تو ایک بناوٹ ہے۔ انکو کہہ کہ اگر یہ کار و بدیجہ خدا کے کسی اور کلام سے نہ

غلطی سے جو ان کی کسی پیشگوئی میں ہموشاہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سچائی کے انوار اور برکات اور معجزات اور الٰہی تائیدات اس قدر ہوتی ہیں جو ان کی سچائی کی تیز دھار مخالف کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور ان کے ہزار ہا نشان ایک پُر زور دریا کی طرح موجزن ہوتے ہیں۔

ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آتے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کر دی ہے اب کوئی چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔

یہ تو وہ اعتراض مخالف لوگوں کے ہیں جن کو بالوالہی بخش صاحب نے بار بار اپنی کتاب عصلۃ موسیٰ میں لکھ کر اپنی دانت میں بڑا ثواب حاصل کر لیا ہے جس کی حقیقت مرنے کے بعد ان پر کھل گئی ہوگی۔ لیکن عام فائدہ کے لئے میں اس جگہ بیان کرتا ہوں کہ ان مخالفوں کے اعتراض میرے نشانوں کے بارے میں تین قسم سے باہر نہیں ہیں۔

(۱) اول شخص افتراء اور ہمتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے قہر سے بے خوف ہو کر میرے پر کی ہیں، اور نہایت درجہ کی شرارت اور بیباکی سے شہرت دے دی ہے کہ فلاں پیشگوئی، جو فلاں شخص کی نسبت تھی پوری نہیں ہوتی۔ حالانکہ جس پیشگوئی کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ہرگز اس کی نسبت وہ پیشگوئی نہیں کی گئی تھی جیسا کہ پیشگوئی کلب یموت علیٰ کلب، جو مولوی محمد حسین صاحب کی طرف خود بخود منسوب کر دیتے ہیں۔ پس اس کا جواب بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنة الله علی الکاذبین۔

میں نے لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہو گا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرما با کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اعتقاد پر جا بوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوئے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور لایعنی اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شامل کیا لیکن بعد میں اس کے بارہ میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو یہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدمات نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اور خدا کے چکے ہوئے نشان میرے چہرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا اور پھر میں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی اُمت میں سے آئے گا اور جیسا کہ جب دن چڑھ جاتا ہے۔ تو تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح صدمات نشان اول اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور خصوص صریحہ حدیث نے مجھے اس بات کے لیے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لیے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پرخوش ہوئے مجھے اس بات کی ہرگز متنازعہ تھی۔ میں پوشیدگی کے تجربہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا۔ اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے اس نے گوشہ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دوں گا پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا

مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے میں خدا تعالیٰ کی تئیں برس کی متواتر وحی کو کیونکہ رو کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوئی ہیں۔ اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ

موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس بنی کا ہوں جو خیر المرسل ہے اس لیے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے میں خوب جانتا ہوں کہ یہ الفاظ میرے ان لوگوں کو گوارا نہ ہوں گے جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہنچ گئی ہے مگر میں ان کی پروا نہیں کرتا میں کیا کروں کس طرح خدا کے حکیم کو چھوڑ سکتا ہوں اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھے دی گئی تاریکی میں آسکتا ہوں خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کرتا رہا جو اوایل میں میں نے کیا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالفت کیا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ میں نہیں جانتا کہ خدا نے ایسا کیوں کیا ہاں میں اس قدر جانتا ہوں کہ آسمان پر خدا تعالیٰ کی غیرت عیسائیوں کے مقابل پر بڑا جوش مار رہی ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مخالف وہ تو ہیں کہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ قریب ہے کہ ان سے آسمان پھٹ جائیں پس خدا دکھلاتا ہے کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں جس شخص کو اس فقرہ سے غیظ و غضب ہو اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے غیظ سے مر جائے مگر خدا نے جو چاہا ہے کیا اور خدا تو چاہتا ہے کہ جتنا ہے کیا انسان کا مقدور ہے کہ وہ اعتراض کرے کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔

حاشیہ: یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ہی ہے لیکن وہ اس میں غلطی پر ہیں میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ حانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت ہے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا اس لیے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل سے نہ کہ اصل نبوت اسی وجہ سے حدیث اور میرے امام ہیں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ولیعہد سے ملا ہے

جلال اور نوری نشانوں کے لحاظ سے پہلے مسیح یا پہلی آمد سے افضل ہے اور اسلام سے بھی آخری مسیح کا نام حکم رکھا ہے اور تمام دنیا کے مذاہب کا فیصلہ کر نیوالا اور محض اپنے دم سے کفار کو ماریوالا قرار دیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اس کے ساتھ ہو گا اور اس کی توبہ اور دعا بجلی کا کام کرے گی اور وہ ایسی اتمام حجت کریگا کہ گویا ہلاک کر دیگا عرض نہ اہل کتاب نہ اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ پہلا مسیح آئیوالا مسیح سے افضل ہے یہود تو دوسرے مسیح قرار دیکر آخری مسیح کو نہایت افضل سمجھتے ہیں اور جو لوگ اپنی غلط فہمی سے صرت ایک ہی مسیح مانتے ہیں وہ بھی دوسری آمد کو نہایت جلالی آمد قرار دیتے ہیں اور پہلی آمد کو اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے۔ پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی دوسرے ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تمہیں افضل قرار دیتے ہو عزیزو! جبکہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آئیوالا مسیح میں ہوں تو اس صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیے کہ آئیوالا مسیح کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے۔ خدا نے اپنے وعدہ کے موافق تجھے بھیج دیا اب خدا سے لڑ۔ ہاں میں صرت نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور کمال فیضان ثابت ہو۔

سوال (۲)

حضور عالی نے سیکڑوں بلکہ ہزاروں جگہ لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے لیے تلوار نہیں اٹھائی مگر عبدالحکیم کو جو خط تحریر فرماتا ہے اس میں یہ نقرہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی دعوت کے لیے زمین میں خون کی نہریں چلا دیں اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کو جبراً نہیں پھیلایا اور جو تلوار اٹھائی تھی وہ اس لیے نہیں تھی کہ دھکی دیکر اسلام قبول کرایا جائے بلکہ اس میں دوا

اں طو سے اس ملک میں نہیں آئے تھے۔ خبر دے رہے ہیں کہ خدا کا غضب زمین پر ہے اور آئے دن ایسی نئی نئی آفات نازل ہوتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے طور بدل گئے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی بڑی آفت دکھلانی چاہتا ہے اور ہر ایک آفت ظاہر ہوتی ہے۔ پہلے سے اس کی مجھے خبر دی جاتی ہے اور میں بذریعہ اخبار یا رسائل یا اشتہار کے اس کو شائع کر دیتا ہوں چنانچہ میں بار بار کہتا ہوں کہ توبہ کرو کہ زمین پر اس قدر آفات آنے والی ہیں کہ جیسا کہ ناگہانی طور پر ایک سیاہ آندھی آتی ہے اور جیسا کہ فرعون کے زمانہ میں ہوا کہ پہلے مٹوڑے نشان دکھلائے گئے اور آخر وہ نشان دکھلایا گیا جس کو دیکھ کر فرعون کو بھی کنا پڑا کہ اَمَنْتُ اَنْتَ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِیْ اَمَنْتَ بِہٖ نَبُوْا اَسْرَ اَیْلَ خُدا عناصر اربعہ میں سے ہر ایک عنصر میں نشان کے طور پر ایک طوفان پیدا کرے گا اور دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے یہاں تک کہ وہ زلزلہ آجائے گا جو قیامت کا نمونہ ہے تب ہر قوم میں ماتم پڑے گا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے وقت کو شناخت نہ کیا یہی معنی خدا کے اس الہام کے ہیں کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سہائی ظاہر کر دے گا۔ یہ پچیس برس کا الہام ہے جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا اور ان دنوں میں پورا ہو گا جس کے کان سننے کے ہیں وہ سُنئے۔

یہ قوم نے وہ دو تین پیشگوئیاں لکھی ہیں جن پر ہمارے مخالف مولوی اور انہیں کا نیا چیلہ عبدالحکیم خان بار بار اعتراض کرتے ہیں اب ہم ان کے مقابل یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے آسمانی نشان ہماری شہادت کے لئے کس قدر ہیں۔ لیکن انوس کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جائیں تو ہزار جزو کی کتاب میں بھی ان کی گنجائش نہیں ہو سکتی اس لئے ہم محض بطور نمونہ کے ایک سو چالیس نشان ان میں سے لکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں جو میرے حق میں پوری ہوئیں اور بعض اس امت کے اکابر کی پیشگوئیاں ہیں جو بعض نشان

”خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں پس میں سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے نباہ سوچے ہیں یہی گھڑی کسی دن یورپ کے لئے درپیش ہے اور پھر یروشلم اور پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کے لئے مقدمہ ہے جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا۔“

اشعار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آئینچہ داد است ہر نبی را جام	۱۰۹۹:۱	داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بے	نزل ایچ ص ۱۰۹۹	من بعد فال نہ کمتر م زکے
کم نیم زالی ہمہ زدے یقین		ہر کہ گوید دروغ ہست بعین

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کتاب

حقیقۃ النبوة

۶۱۹۱۵

مارچ

حصہ اول

از افادات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فضل و عریفۃ المسیح و المہدی
 خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جس میں اصولی طور پر حضرت جوی اللہ فی حلل الانبیاء
 مسیح موعود و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت برائین قاطعہ کے
 ساتھ ثابت کی گئی ہے اور ہر پہلو سے اس پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ بیس روز کے اندر
 تصنیف اور طبع ہو کر انجمن ترقی اسلام کی طرف سے شائع ہوئی۔ مطبعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان
 ۱۰۹۹:۱ مارچ ۱۹۱۵ء

رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نہیں رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نوحہ کے معنی اظہار امر غیب سے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اس لفظ کو تابی کہتے ہیں اور یہ لفظ تابی سے مشتق ہے جس کے یہ معنی ہیں خدا سے خبر یا پیش گوئی کرنا اور ہی کے لیے شارع ہونا شرط نہیں ہے یہ صرف موسیٰ کے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں پس میں جبکہ ایک مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بخشم خود دیکھ چکا ہوں کہ وہ بات طور پر پوری ہو ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر ارازا کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر وہ کہ دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جبرائیلؑ اور میکائیلؑ کا نام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیہتہ اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا رہا ہوں کہ وہ پاک و حق جو میرے پر نازل ہوئی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لیے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی اس طرح پر میرے لیے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔ اس لیے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری ۱۳ سید کر دیا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں اور جس جس جگہ میں نے نمود یا رسالت سے انکال کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں منتقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں منتقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول ادنیٰ ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سب اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے

انکار نہیں کرتا۔ اور میرا یہ قبول کہ درمیں نعت رسول و نبی اور وہ ام کتاب، اس کے معنی سرت اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا رد مافی الافاضہ میرے شامل مال ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں لاکھوں اور اس کے نام محمد اور احمد سے مشغلی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں جانے والا بھی ہوں۔ اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاس اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے۔ ایسا ہی میرے معنی حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لیے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہو گا جو مجھ پر کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیت ٹوٹ جائے گی مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت **داخرین** **منہم** **لما یلقوا یسلّموا برؤی** طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے مجھ پر احمد یہ عین میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود تکرار دیا ہے پس

یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیشگوئی کی مہر ٹوٹی۔ اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت **لا یظہر علی غیبہ** کے مطابق ہے محروم رہے مگر حضرت عیسیٰ کو دوبارہ آنے سے جن کی نبوت اسلام سے چھ سو برس پہلے قرار پائی ہے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اور آیت خاتم النبیین کی صریح تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کے مقابل پر ہم سرت مخالفوں کی گالیاں سنیں گے۔ سو گالیاں دیں۔

و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون مند

اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں

میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظلِ مہینے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزِ یثرب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزِ یثرب رنگ میں تمام کمالاتِ محمدی مع نبوتِ محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خلق اور خلق میں ہمرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ اور اس کا اسم آسجنا ہے اس سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمدؐ اور احمدؐ ہوگا اور اس کے اہلبیت میں سے ہوگا۔ اور بعض حدیثوں میں ہے کہ محمدؐ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے درجے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا۔ اور اسی کی روح کا روپ ہوگا۔ اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان کیا۔ یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے۔ ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا بیشو عابدِ روز تھا اور بروز کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزِ یثرب ان صاحبِ بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص موردِ بروز صاحبِ بروز۔

یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندانِ سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سلمان منا اهل البیت علیٰ صفتہ اب الحسن۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سلم اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں یعنی مقدم ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوگی۔ ایک اندرونِ کجواندرونِ بغض اور شخاکو درد کرے گی۔ دوسری بیرونِ کجواندرونِ عداوت کے وجہ کو پا مال کر کے اور اسلام کی عظمت دکھا کر غیرتِ مہربانوں کو اسلام کی طرف جھکا دیگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس لئے بھی میں مراد ہوں۔ درنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیشگوئی صادق نہیں آتی اور میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فاطمہ میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فاطمہ بھی بنی اسرائیل اور اہلبیت میں سے ہیں۔ اور حضرت فاطمہؑ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ چنانچہ یہ کشف براہینِ امیر

ضمیمہ نمبر ۳

”امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیے“

۵ مارچ ۱۹۷۷ء کے پرچہ اخبار بدر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری کے ذیل میں مذکور ہے کہ ایک احمدی سے ایک نواب ریاست نے سوال کیا کہ کیا حضرت مرزا صاحب ریاست کے مدعی ہیں جس کے جواب میں اس احمدی دوست نے کہا کہ ان کا ایک شتر ہے ۔

من نینتم رسول دنیا ورده ام کتاب لاں ملیم استم وز خداوند مندرم
اس سوال و جواب کا ذکر اس احمدی دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کیا جس پر حضور نے فرمایا کہ

”اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرامؓ کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا۔ وہ صاف صاف کہہ دیا اور حتیٰ کہ سننے سے ڈرا نہیں جھجکے جھجکی تو لاینا فہون دوصۃ لائتم کے مصداق ہوئے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں اُن یہ نبوت تشریف نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی مشوکت و صداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے علموں سے ممتاز کرے۔ دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات پیسے خواب آ جاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے۔ یہ اس لئے تا ان پر حجت

پوری ہوا اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہیں دیئے گئے پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔

آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں موتا اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں کہ یہ تو چوڑے چماروں کو بھی آجاتے ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الہیہ ہونا چاہیے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت و کیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایک مصرع سے تو شاعر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم بنی ہیں امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیے۔

(بدارچہ سنہ ۱۳۹۷ء جلد ۷، نمبر ۹ ص ۷)

العين^۲

تصنیف لطیف
حضرت امین میرزا غلام احمد رضا مسیح علیہ السلام

شائع کردہ

بک ڈپو تالیف و تصنیف بلوہ

اگر اور عمر ملی تو گویا عمدہ زمانہ زندگی کا یہی ہے اسی وجہ سے میں بار بار کہتا ہوں کہ صادق کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر خدا پر افترا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تثبیس برس تک حملت پانکے ضرور ہلاک ہوگا اس بارے میں میرے ایک دوست نے اپنی نیک نیتی سے یہ عذر پیش کیا تھا کہ آیت لَوْ قَوْلُ عَلَيْنَا مِیْن صِرَتْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اس سے کیونکہ سمجھا جائے کہ اگر کوئی دوسرا شخص افترا کرے تو وہ بھی ہلاک کیا جائے گا میں نے اس کا یہی جواب دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول مل استدلال پر ہے اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہلاک ہو جائے ورنہ یہ قول منکر پر کچھ حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے لیے بطور دلیل ٹھہر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تثبیس برس تک ہلاک نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ وہ صادق ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ خدا پر افترا کرنا ایسا گناہ نہیں ہے جس سے خدا اسی دنیا میں کسی کو ہلاک کرے کیونکہ اگر یہ کوئی گناہ ہوتا اور سنت اللہ اس پر جاری ہوتی کہ مفسر کو اسی دنیا میں سزا دینا چاہیے تو اس کے لیے نظیریں ہونی چاہیے تھیں، اور تم قبول کرتے ہو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں بلکہ بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ لوگوں نے تثبیس برس تک بلکہ اس سے زیادہ خدا پر افترا کئے اور ہلاک نہ ہوئے تو اب بتلاؤ کہ اس اعتراض کا کیا جواب ہوگا اور اگر کوہ صاحب الشریعہ افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفسر، تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا، پس اس تعریف کے رد سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی، مثلاً یہ الام نل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا افودجہم ذلک اذکی لمہم، یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تثبیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کوہ صاحب شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ہذا النہی الصحف الاولی صحف ابواہیم و صونی یعنی قرآن تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی، غرض یہ سب خیالات فضول اور کوترا اندیشیاں ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

حاشیہ ص: ۷ :

چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلاح یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا جیسا کہ ایک امام الہی کی یہ عبارت ہے **واصلح الفلب باعیننا ووحیتنا ان الذین یبایعوننا انعا یبایعون الله یدخلہ فوق ایدہم** یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھ کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے مدار نجات، ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے ۔

جاء الحق و البطل ان البطل كان زهو قلا
 آتاكم بدعا ماحله كنه و زراة جبل عربه بايلا كنه
 گريظ كنه درين نسخه كتاب هست اين تقين كنه عنا كنه
 باونمي كنم كه نيابند عذر خواه ديس امر ديگر است كه تركت كنه

براهين احمدية

چينج (۵)
 ملقب

بالبراهين الاحمديه على حقيقه كتاب الله القرآن والنبوة المحمديه
 از تارة تفضلات حضرت محبوب اقيات الصالحات حضرت مير غلام احمد صاحب موعود

انوار احمدية پريس قاديان ميں شيخ يعقوب علي پزير پرايتر
 كے اہتمام سے چھپكہ ۱۵ اكتوبر ۱۹۰۸ء شائع ہوئی۔

ایک زمانہ دراز پہلے لطیف معارف پیش بندی کے طور پر اپنی کتاب میں داخل کر دیتا تھا مگر گواہ ہو کہ اس وقت اور اس زمانے میں مجھے اس آیت پر اطلاع بھی نہ تھی کہ میں اس طرح پر عیسیٰ مسیح بنیاد بناؤں گا بلکہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہو گا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب انہیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرما دیا کہ تمہارے آسمان کے خضر قرآن اور حدیث میں موجود ہے مگر کچھ بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں ملنے والی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھوکھو کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لیے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے یہ میری غلط رائے جو براہین احمدیہ حصص سابقہ میں واضح ہو گئی یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان تھا اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر گواہ تھا۔ مگر اب میں اس سخت دل قوم کا کیا علاج کروں کہ قسم کو مانتے ہیں نہ نشاںوں پر ایمان لاتے ہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی ہدایتوں پر غور کرتے ہیں آسمان نے بھی نشان دکھلائے اور زمین نے بھی۔ مگر ان کی آنکھیں بند ہیں اب نہ معلوم خدا انہیں کیا دکھلائے گا۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہا تک جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے ہیں چنانچہ براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام آدم رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اددت ان استخلف فخلقت ادم دیکھو براہین احمدیہ حصص سابقہ صفحہ ۴۹۲۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ سبحان الذی اسمری بعدہ لیل خلق ادم فاکوہ۔ دیکھو براہین احمدیہ حصص سابقہ صفحہ ۵۰۵ دونوں فقرہ کے معنی یہ ہیں کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ پھر فرمایا ایک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک ہی رات میں تمام سیر کرادیا۔ پیدا کیا اس آدم کو پھر اس کو بزرگی دی ایک ہی رات میں سیر کرانے سے مقصد یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس کے سوا کو کمال تک پہنچایا اور خدا نے جو میرا نام آدم رکھا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر آدم کی روحانیت پر

پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔

مخالفت چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں۔ اور ان کا کوئی ایسا دژ پل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مرینگے اور بہترے ان میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے۔ مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا۔ اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اس کو سبھی اس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے کہ آنے والا عیسیٰ اسی امت میں سے ہو گا لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام بنی اللہ رکھا ہے پھر کیونکہ ہم مان لیں کہ وہ اسی امت میں سے ہو گا

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ بنی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی بنی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور مشرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا بنی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی بنی تبووع سے فیض پانیوالا ہو بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین۔ دین نہیں ہے اور نہ بنی۔ بنی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا ہے کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدا نے وحی و تقویم

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين

الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام

مستطاب

دافع البلاء

مصنفه

حضرت میرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ملنے
مینجرنگ پوٹو تالیف و اشاعت کی قادیان
۱۹۲۶ء

تعداد ۵۰۰

مطبوعہ در مطبع ضیاء الاسلام قادیان

بار سوم

واقعہ البلاد

الہی بخش اکونٹ جو الہام کا دعوے کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیش گوئی کر کے انجمن حاکم اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبد الجبار اور عبد الحق شہر امرتسر کی نسبت پیش گوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ دھابہ کی اصل جڑ دہلی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دہلی کی نسبت پیش گوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سکبدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں۔ چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ بھوٹے ہیں۔ اور ایک دن آنے والا ہے جو قساریاں سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک بچے کا مقام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں آیت امن بحیب المفطر لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی اُمید کی ہے۔ یہ اُمید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الہی میں لفظ مضطر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں نہ سزا کے طور پر لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تہمت مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دُعائیں اس اضطراب کے وقت میں قبول کی جاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ساتھ ان قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب ہے کہ وَمَا دَعَا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ۔

گیا ہے ہماری اس ہلک بیماری کے لئے شفاعت کر۔

تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باسثناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے۔ اے عیسائی مشرک! اب رہنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں مسیح مسیح کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کر دیا نہ ہو کہ تم اس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو زمین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلے لیا کیونکہ عیسائی مشرکوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سید و مولیٰ حقیقی شفیع کو گایاں دیں اور بد مذہبی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان سے بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں یک بعد از کمالِ رسوائی

اس جگہ مولوی احمد حسن صاحب اردو بھوی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں تاکہ کبھی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ آنا کر خاتم الانبیاء بنا دیں۔ بڑی جان کا ہی سے کوشش کر رہے ہیں اور ان کو بُرا معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ نور کی منشاء کے موافق اور صحیح بخاری کی حدیث امام مکہ منکم کے مطابق اور مسلم کی حدیث امامکہ منکم کے رد سے اسی اُمتِ مرحومہ میں سے مسیح موعود پیدا ہوتا موعود سلسلہ کے مسیح کے مقابل پر محمدی سلسلہ کا مسیح ظاہر ہو کر نبوت محمدیہ کی شان کو دنیا میں چمکا دے بلکہ یہ مولوی صاحب اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہی چاہتے ہیں کہ وہی ابن مریم جن کو خدا بنا کر قریباً پچاس کروڑ انسان گمراہی کے دل میں ڈبّا ہوا ہے دوبار فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے اور ایک نیا نظارہ خدائی کا دکھلا کر پچاس کروڑ کے ساتھ پچاس کروڑ اور ملا دے کیونکہ آسمان پر چڑھنے ہوئے کو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہی مقولہ تھا کہ پیراں نہ سے پرند مریداں سے پراندہ مگر اب تو ساری دنیا فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھے گی اور پادری لوگ آکر مولویوں کا گلا پکڑ لیں گے کہ کیا ہم کہتے تھے یا نہیں کہ یہی خدا ہے اس منحوس دن میں اسلام کا کیا حال ہو گا کیا اسلام دنیا میں ہو گا لعنت اللہ علی الکاذبین جو شخص کشمیر سری نگر جملہ خالیار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ خدا تو بیا بندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے نشتے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے یہ مولوی اسلام کے نادان دوست کیا جانتے ہیں کہ ایسے عقیدوں سے کس قدر عیسائیوں کو مدد پہنچ چکی ہے۔ اب خدا تعالیٰ کوئی نئی عظمت ابن مریم کو دنیا نہیں چاہتا بلکہ یہاں تک کہ جس قدر پہلے اس سے حضرت مسیح کی نسبت اطرا دیا گیا ہے وہ بھی خدا کو

سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیونکر اس کو نا کامل سمجھ لیں۔ خدا نے ہمیں تو یہ بتلایا ہے کہ عیسائی مذہب بالکل مرگیا ہے اور انجیل ایک مردہ اور ناممک کلام ہے پھر زندہ کو مردہ سے کیا بڑھ عیسائی مذہب سے ہماری کوئی صلح نہیں وہ سب کا سب ردی اور باطل ہے اور آج آسمان کے نیچے بجز فرغانہ مسید کے اور کوئی کتاب نہیں۔ آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت یہ السام درج ہے جو اس کے صفحہ ۲۴۱ میں پاؤ گے اور وہ یہ ہے۔

ولن توفی عنك اليه سود ولا النصارى وخذوا له بنين وبنات بغيو علم قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد. ويمكوا الله والله خبير بما كن بين الفتنة ههنا فاما صلبكم كما صلب اولوا العنم وقل دب ادخلني صد خل صدق - یعنی تیرا اور یہود اور نصاریٰ کا کبھی مصالحتہ نہیں ہوگا اور وہ کبھی تجھ سے راضی نہیں ہونگے (نصاری سے مراد پادری اور انجیلوں کے حامی ہیں) اور پھر فرمایا کہ ان لوگوں نے ناحق اپنے دل سے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں اور نہیں جانتے کہ ابن مریم ایک عاجز انسان تھا، اگر خدا چاہے تو عیسیٰ ابن مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا کر دے یا اس سے بھی بہتر جیسا کہ اس نے کیا، مگر وہ خدا تو واحد لا شریک ہے جو موت اور تولد سے پاک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کے رو سے واحد لا شریک ہے اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کر دوں گا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام

زندگی بخش جام احمد ہے	کیا پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ بول اُمیا مگر بخدا	سب سے بڑھ کر مقدم احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھلایا	میرا بستان کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو	اس سے بتر غلام احمد ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کے رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے

بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ خدا نے ایسا کیا نہ میرے لیے بلکہ اپنے بنی مظلوم کے لیے باقی ترجمہ اس الہام کا یہ ہے کہ عیسائی لوگ ایذا رسعانی کے لیے مکر کریں گے اور خدا ابھی مکر کریگا اور وہ دن آزمائش کے دن ہوں گے اور کہہ کہ خدا یا پاک زمین میں مجھے جگہ دے یہ ایک رد مافی طور کی حجت ہے اور جیسا کہ اب تک میں سمجھتا ہوں اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار زمین میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور زمین راستی اور سچائی سے چمک اٹھے گی۔ اب سوچ لو کہ ہم میں اور عیسائیوں میں کس قدر بعد المشتیقین ہے جس پاک وجود کو ہم تمام مخلوقات سے بہتر سمجھتے ہیں اس کو یہ مفتری قرار دیتے ہیں صلح تو اس حالت میں ہوتی ہے کہ جب فریقین کچھ کچھ چھوڑنا چاہیں لیکن جس حالت میں ہمارا دین اور ہماری کتاب عیسائی مذہب کو سراپا ناپاک اور بنس سمجھتا ہے اور واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ہم کس بات پر صلح کریں۔ اس قدر مذہبی مخالفت کا انجام صلح ہر گز نہیں ہے بلکہ انجام یہ ہے کہ جھوٹا مذہب بالکل فنا ہو جائے گا اور زمین کے کل نیک طینت انسان سچائی کو قبول کریں گے تب اس دنیا کا خاتمہ ہو گا۔ ہمارا عیسائیوں سے مذہبی رنگ میں کچھ بھی ملاپ نہیں بلکہ ہمارا جواب ان لوگوں کو یہی ہے۔ قل یا ایہا الکافرون لا اعبدا صا تعبدون۔ پس یہ کیسی ناپاک رسالت ہے جس کا چراغ دین نے دھوئی کیا ہے۔ جائے غیرت ہے کہ ایک شخص میرا مرید کہلا کر یہ ناپاک کہات منہ پر لاوے کہ میں مسیح ابن مریم کی طرف سے رسول ہوں تا ان دونوں مذہبوں کا مصالحہ کر دوں لعنة الله علی الکافرین۔ عیسائیت وہ مذہب ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت سے زمین پھٹ جائے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کیا اس سے صلح ؟ پھر باوجود ناتمام نقل اور ناتمام فہم اور ناتمام پائیزگی کے یہ بھی کہنا کہ میں رسول اللہ ہوں یہ کس قدر خدا کے پاک سلسلہ کی ہشک عزت ہے گو یا رسالت اور نبوت باز پچہ اطفال ہے نادانی سے یہ نہیں سمجھتا کہ گو پہلے زانوں میں بعض رسولوں کی تائید میں اور رسول بھی ان کے دامن میں ہوئے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء اس طریق سے مستثنیٰ ہے۔

الْبِسْ لِلَّهِ بِكَافٍ عَبْدُهُ

الحمد لله والمنته کہ ضمیمہ نزول المسیح جس کے ساتھ

دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے

حسب استدعا مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سہری کے محض
پانچ دن میں است ۸ نومبر ۱۹۰۲ء سے طیار ہو کر اس کا نام

اعجاز احدی

رکھا گیا

اور اس رسالہ میں پیر مہر علی شاہ صاحب مولوی اصغر علی صاحب مولوی
علی حائری صاحب شیعہ وغیرہ بھی مخاطب ہیں جبکہ نام سالہ میں مفصل درج ہے

تاریخ طبع ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء

بمقام قادیان ہاتھام حکیم فضل الدین صاحب مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہوا

رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا حالانکہ اسی براہین میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی مسیح علیہ السلام ہے کہ ہوا الذین ارسل دسولہ بالہدی ودين الحق لينظروا علی الدین کلمہ تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کلمے کلمے طور پر درج تھا خدا کی حکمت علی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا۔ اولیٰ وجہ سے باوجود یکہ میں براہین احمدیہ میں صاف اور روشن طور پر مسیح موعود ٹھہرایا گیا تاہم مگر بہرہی میں نے وجہ اس ہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کا عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ پس میری کمال سادگی اور ہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی اتنی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعود بتاتی تھی مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو بٹھا میں لکھ دیا میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعود بتاتی تھی کیونکہ اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔

پھر میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دلانہ ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بطریق شدہ دوسرے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جابرہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کو دل و سچا تب تعارض سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے

پس جب اس بارہ میں انتہائی خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ فاصلا بما تو مود یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ قبول کر لوگوں کو سنا دے اور بہت سے نشان مجھے دے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھا دیا گیا تب میں نے یہ پیغام لوگوں کو سنا دیا یہ خدا کی حکمت علی میری سچائی کی ایک دلیل تھی اور میری سادگی اور عدم بناوٹ پر ایک نشان تھا اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور انسانی منصوبہ اس کی جڑ ہوتی تو میں براہین احمدیہ کے وقت میں ہی یہ دعویٰ کرتا کہ میں مسیح موعود ہوں مگر خدا نے میری نظر کو پہرہ دیا میں براہین کی اس وحی کو نہ سمجھ سکا کہ وہ مجھے مسیح موعود بتاتی ہے یہ میری سادگی تھی جو میری سچائی پر ایک عظیم الشان دلیل تھی ورنہ میرے مخالف مجھے بتلا دیں کہ میں باوجود یکہ براہین احمدیہ میں مسیح موعود بنا گیا تھا بارہ برس تک یہ دعویٰ کیوں نہ کیا اور کیوں براہین میں خدا کی وحی کے مخالف لکھ دیا گیا

ہیں جو ہم کو کسی طرح اُن کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سبارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قبول کیا ہے اور مجھ پر اُس کے اُن کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں عیسائی تو خود اُن کی خدائی پر روتے ہیں مگر یہاں نبوت میں اُن کی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہاں کس کے آگے یہ قائم ہے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر چھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے ان لوگوں پر دوا وِیلا ہے جو میرے معاملہ میں شیخ کو چھوٹ بنا رہے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کا نہایت فضل ہے کبھی وہ شخص لوگوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوگا جو اس نبی مقبول کا سچا تابع ہے میں ان نادانوں کو کیا کہوں اور کیونکر ان کے دل میں سچائی کی محبت ڈالوں جو تقالون کی طرح پہرتے ہیں اور ٹھٹھا اور ہنسی انکا کام ہے اور مسخری انکا شیوہ ہے صد ہا نشان آفتاب کی طرح چمک رہے ہیں مگر ان کے نزدیک اب تک کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ بددعا کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لیے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے بھڑکے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے اور نیز یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ اعجاز الیسی کی مانند کتاب تیار کرے جو ایسی ہی فصیح بیغ ہو اور انہیں مقاصد پر مشتمل ہو سو اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ خواہشیں دل سے ظاہر کی ہیں لفاظی کے طور پر نہیں تو اس سے بہتر کیا ہے اور وہ اس امت پر اس تفرقہ کے زمانہ میں بہت ہی احسان کرینگے کہ مروید میدان بن کر ان دونوں سے حق و باطل کا فیصلہ کر لیں گے یہ تو انہوں نے ابھی تجویز نکالی اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے۔

اگر ایک کذاب دنیا سے کوپ کر جائے اور باقی لوگوں کو ہدایت ہو جائے تو ایسے مقابلہ والا نبی کا اجر پانچا لیکن ہم موت کے مقابلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لیے مجبور کریں خواہ وہ مولوی ثناء اللہ ہوں یا اور کوئی ایسا مولوی ہو جو مشاہیر میں سے اور اپنی جماعت میں عزت رکھتا ہو جس کی بارے میں کم سے کم پچاس معزز آدمی اس کے اشتہار پر تصدیقی شہادت ثبت کر دیں اور جو نیک مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے طیارہ بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں بلکہ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے۔ کیونکہ ان کا چیلنج ہی فیصلہ کے لیے کافی ہے مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کے رو سے دافع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعہ سے ہو مثلاً طاعون ہے یا سیفہ سے یا اور کسی ہماری سے نا ایسی کاروائی حکام کے لیے۔

غسًا القہران المشرتان اتنکرا،

میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کریگا۔

کذلک لی قول علی الکل یہوہ

اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے۔

عجبت فانی ظل بداریں نور

میں نے تعجب کیا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ظل ہوں

فما فیہ فی وجہی یلوح ویزہو،

لیں وہ روشنی جو اس میں سے وہ عجب میں چمک رہی ہے۔

ومن طینہ المعصوم طینی معطر،

اور اس کی پاک مٹی کا عجب میں خیر ہے۔

ولیس لنسب ذو صلاح معبود

ایک صالح کو اس لیے سرزنش نہیں کر سکتے کہ اس کی نسب اعلیٰ

لہم نسکینا یہیج التثفیر

ذو نسب ہوں تاکہ لوگوں کو ان کی کمی نسب کا تصور کر کے نفرت پیدا نہ

لہ حسب فہو الدانی المحقر،

اس میں ذاتی صفات کچھ نہیں وہ کمینہ اور حقیر ہے۔

جمعنا ہما حقاً فللہ نشکو،

اپنے اندر حسب و نسب دونوں کو جمع کیا ہے تو ہم خدا کا شکر کرتے ہیں

جوت من قدیم الدہو فاحشوا دابصر دا

جو قدیم زمانہ سے جاری ہے پس دُور اندر دیکھو

فلیس الذل شک من نسب فابشر دا

اس کی لیے نسب کی ضرورت نہیں پس خوشی کو

لہ خسفت القدر المیزوان لے

اس کے لیے چاند کے توت کا نشان ظاہر ہو اور

وکان کلام معجز آیۃ لہ

اور اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام ہی تھا

اذا القوم قالوا یدعی الوحی عامداً

جب قوم نے کہا کہ یہ عداوی کا دعویٰ کرتا ہے

وانی لظن ان یخالف اصلہ

اور سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے

وانی لدا ونسب کامل اطیعہ

اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ذو نسب ہوں

کفی العبد تقوی القلب عند حبیبنا

اور بندہ کو دل کا تقویٰ کافی ہے

ولکن تقوی رب السما لاممۃ

مگر خدا نے اماموں کے لیے چاہا کہ وہ

ومن کان ذانفب کما یم ولحم یکن

اور جو شخص اچھی نسب رکھتا ہے مگر

وللہ حمد ثم حمد فاننا

اور خدا کو حمد ہے اور پھر حمد ہے کہ ہم نے

کذلک سئل اللہ فی انبیاءہ

اس طرح خدا کی سنت اس کے نبیوں میں ہے

واما الذی ماجار مثل اثمۃ

مگر جو شخص اماموں میں سے نہیں ہے

انّ هذا الكتاب يدفع وساوس الخناس، وفيه شفاء
للناس وهو يهب السكينة ويجلو الكروب. وسميته۔

ترياق القلوب

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء



مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالان میں
باہتمام حکیم فضل الدین صناماںک مطبع چھپی

کل ۱۵ ار تقداد اشاعت...

مصول ڈاک ۲۰

قیمت ۱۲ ار وی پی ار

مصرف علم صرف و نحو سے ناواقف ہے بلکہ جو کچھ احادیث کے الفاظ ہیں ان سے بھی بے خبر ہے تو کیا یہ شہرت اس کی عزت کا موجب ہوئی یا اس کی ذلت کا؟ -

پھر تیسرا پہلو ۱۰ - نومبر ۱۹۸۱ء کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے ایم ڈوٹی صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم ۲۴ فروری ۱۹۸۱ء میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ مجھے دجال اور کافر اور کاذب کہے گا اور تاویان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آئندہ وہ مجھے کسی مجلس میں کافر نہیں کہے گا اور نہ میرا نام دجال رکھے گا اور لوگوں میں مجھے جھوٹا اور کاذب کر کے مشہور کرے گا۔ اب دیکھو کہ اس اقرار کے بعد وہ انتہا اس کا کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسانی کر کے طیار کیا تھا اگر وہ اس فتوے دینے میں اپنی پرہیزگاری کو حاکم کے رد برومی یہ جواب دینا چاہیے تاکہ میرے نزدیک بے شک یہ کافر ہے اس لیے میں اس کو کافر کہتا ہوں اور دجال یہی ہے اس لیے میں اس کا نام دجال رکھتا ہوں اور یہ شخص واقعی جھوٹا ہے اس لیے میں اس کو جھوٹا کہتا ہوں یا مخصوص جس حالت میں خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میں اب تک اور اخیر زندگی تک انہی عقائد پر قائم ہوں جن کو محمد حسین نے کلمات کفر قرار دیے تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے فتوے سے اپنے تمام فتوؤں کو بر باد کر لیا اور حکام کے سامنے اقرار کر دیا کہ میں آئندہ ان کو نہیں کہوں گا اور یہ ان کا نام دجال اور کاذب رکھوں گا۔ پس سوچنے کے لائق ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ذلت ۲ - گی کہ اس شخص نے اپنی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرایا اگر اس عمارت کی تقویٰ پر بنیاد ہوتی تو ممکن تھا کہ محمد حسین اپنی قدیم عادت سے باز آجاتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس نوٹس پر میں نے بھی دستخط کئے ہیں مگر اس دستخط سے خدا اور منصفوں کے نزدیک میرے پر کچھ الزام نہیں آتا اور نہ ایسے دستخط میری ذلت کا موجب ٹھہرتے ہیں کیونکہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صدق و صواب سے دور سمجھتا ہوں جو ان سچائیوں سے انکار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے میرے پر کھولی ہیں۔ میں بلاشبہ ایسے ہر ایک آدمی کو ضلالت کی آلودگی سے مبتلا سمجھتا ہوں جو حق اور راستی سے منحرف ہے لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر بنا لیں۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انھوں نے مجھ کو کافر کہا میرے لیے فتویٰ طیار کیا میں نے سبقت کر کے ان کے لیے کو فتویٰ طیار نہیں کیا اور اس بات کا وہ خود اقرار کر سکتے ہیں کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہوں۔

یہ ہی نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوئے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ییلین صاحب الشریعت کے اسوا جس قدر علم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ سے کوئی کافر نہیں بنجاتا ہاں بدعت منکر جو ان مقرران الہی کا انکار کرتا ہے وہ اپنے انکار کی شامت سے وہ بدن سخت دل

کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی کہ جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صلی اللہ سے مشابہت دی تو یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانون قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے۔ مجھے آدم کی خود اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ واقعات

تنباہ قلوب کے لحاظ سے بار بار آتا ہے جیسا کہ آیت تشابہت قلوبہم اس کی مصدق ہے اور تمام صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ مراتب وجود دوریہ ہیں مگر مہدی موعود برذرات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے اور اس کے خاتم کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باسثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں کیونکہ بعد میں بہائم سیرت لوگوں کا غلبہ ہوتا جائے گا، جہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت بالکل دلوں سے جاتی رہے گی اور نفس پرست اور شکم پرست بن جائیں گے یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث نبویہ کو بنظر غور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے، لیکن یہ قول اسی حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے جب کہ مہدی موعود ادریس موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے، یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی دو حدیں مقرر کی ہیں اور فرما دیا ہے کہ وہ امت ضلالت سے محفوظ ہے۔ جس کے اول میں میرا وجود اور آخر میں یسوع موعود ہے۔ یعنی ایک طرف وجود باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوارِ رویتین ہے اور دوسری طرف وجود بابرکت یسوع موعود کی دیوارِ شکش ہے۔ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اپنی امت میں داخل نہیں سمجھا، جو یسوع موعود کے زمانہ کے بعد ہوں گے اور یسوع موعود کا زمانہ اس حد تک ہے، جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی

دوری زمانہ کے انتہاء پر ختم ہوتی۔ سو یہ زمانہ جو آخر الزمان ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر پیدا کیا جو یہی راقم ہے اور اس کا نام بھی آدم رکھا جیسا کہ مندرجہ بالا الہامات سے ظاہر ہے اور پہلے آدم کی طرح خدا نے اس آدم کو بھی زمین کے حقیقی انسانوں سے خالی ہونے کے وقت میں اپنے دونوں ہاتھوں جلالی اور جہانی سے پیدا

بقیہ ماشیہ (شعبہ قرابت نہ تھا۔ مگر خاص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساعۃ نہ رہا۔ پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پاکہ اس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پاکہ بے شمار عنایت کی اور وہ صحابہ آپ کی رفاقت میں دیے جو نجوم الساء کی طرح نہ صرف کثیر تھے بلکہ ان کے دل توحید کی روشنی سے چمک اٹھے تھے۔ غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دوریہ ہیں اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خواہر طبعیت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پیر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے بچا را گیا صلی اللہ علیہ وسلم اور مراتب وجود کا دوریہ ہونا قدیم سے اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی سنت اللہ میں داخل ہے۔ نوع انسان میں خواہ نیک ہوں یا بد ہوں یہی عادت اللہ ہے کہ ان کا وجود خواہر طبعیت اور تشابہ قلوب کے لحاظ سے بار بار آتا ہے جیسا کہ آیت بھت قلوبہم اس کی مصدق ہے اور تمام صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ اگرچہ مراتب وجود دوریہ ہیں۔ مگر ہمدی معبود برویات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد سے اور اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گا۔ باشتاد وان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں کیونکہ بعد میں باعتم سیرت لوگوں کا عکس ہوتا جائے گا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی محبت بالکل دلوں سے باقی رہے گی اور نفس پرست اور شکم پرست بن جائیں گے۔ یہ بعض اکابر اولیاء کے ملاحظات ہیں اور اگر احادیث

کر سکتی ہو۔ ۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ ان کے مذہب میں روحانیت اور طاقت بالا ویسی ہی موجود ہے جیسا کہ تنہا میں دعویٰ کیا گیا تھا اور وہ اعلان جو جملہ سے پہلے شایع کیا جائے اس میں بتصریح یہ ہدایت ہو کہ قوموں کے سرگردہ ان دوثبتوں کے لئے تیار ہو کر جملہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں پیش کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں غرض ایسے نشان ہوں جس نے مذہب کی روحانیت ثابت ہو اور پھر ایک سال تک انتظار کر کے غالب غلبہ کے حالات شایع کر دیئے جائیں۔ میرے خیال میں ہے کہ اگر ہماری دانا گورنمنٹ اس طریق پر کار بند ہو اور مانگا کہ کس مذہب اور کس شخص میں روحانیت اور خدا کی طاقت پائی جاتی ہے تو یہ گورنمنٹ دنیا کی تمام قوموں پر احسان کرے گی اور اس طرح سے ایک سچے مذہب کو اس کے تمام روحانی زندگی کے ساتھ دنیا پر پیش کر کے تمام دنیا کو راہ راست پر لے آئیگی۔ کیونکہ وہ تمام شور و غوغا جو کسی ایسے مذہب کے لیے کیا جاتا ہے جس کے ساتھ فوق العادہ زندہ نشان نہیں اور محض روایات پر مدار ہے وہ سب بچ ہے کیونکہ کوئی مذہب بغیر نشان کے انسان کو خدا سے نزدیک نہیں کر سکتا اور نگاہ سے نفرت دلا سکتا ہے۔ مذہب پکارنے میں ہر ایک کی بلند آواز ہے لیکن کبھی ممکن نہیں کہ فی الحقیقت پاک زندگی اور پاک ولی اور خدا ترسی میرا اسکے جب تک کہ انسان مذہب کے آئینہ میں کوئی فوق العادہ نظارہ مشاہدہ نہ کرے۔ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہوا نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں کہانیوں کے جال میں گرفتار رہیں دل غافل ہیں اور زبانوں پر خدا کا نام ہے۔ میں یہ سچ یہ کہتا ہوں کہ زمین کے شور و غوغا تمام قصے اور کہانیاں ہیں اور ہر ایک شخص جو اس وقت کئی سو برس کے بعد اپنے کسی پیغمبر یا اوتار کے ہزار بار معجزات سنا ہے وہ خود اپنے دل میں جانتا ہے کہ وہ ایک قصہ بیان کر رہا ہے جس کو نہ اس نے اور نہ اس کے باپ نے دیکھا ہے اور نہ اس کے دادے کو اس کی خبر ہے وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ کہاں تک اس کا یہ بیان صحیح اور درست ہے کیونکہ یہ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ ایک تنگے کا پار بنا دیا کرتے ہیں۔ اس لیے یہ تمام قصے جو معجزات کے رنگ میں پیش کیے جاتے ہیں ان کا پیش کرنے والا خواہ کوئی مسلمان ہو یا عیسائی ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا جانتا ہے یا ہندو ہو جو اپنے اوتاروں کے کرشمے کتابیں اور لپٹک کھول کر سنانا ہے یہ سب کچھ سچ اور لاشع ہے اور ایک کوڑی ان کی قیمت نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی زندہ نمونہ ان کے ساتھ نہ ہو اور سچا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہے کیا کوئی دل اور کوئی کائنات اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ ایک مذہب تو سچا ہے مگر اس کی سچائی کی چمکیں اور سچائی کے نشان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں اور الی ہدایتوں کے بھیجنے والے کے مونہ پر ہمیشہ کے لیے مہر لگ

گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایک انسان جو سچی بھوک اور پیاس خدا تعالیٰ کی طلب میں رکھنا ہے وہ البیاضیل
 ہرگز نہیں کرے گا اس لئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو کہ زندہ خدا کے زندہ نمونے اور
 اس کے چمکتے ہوئے نور اس

وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوا وَلِلَّهِ الْوَلَايَةُ كُتُبُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ

النوارِ خلافت

یعنی

ان تقریریں کا مجموعہ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عہد خلافت کے دوسرے سالانہ
جلسہ پر ۲۴ - ۲۷ - ۲۸ - اور ۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو فرمائی ہیں

مترجم

غشی غلام نبی (بلا نوی)

اکتوبر ۱۹۱۴ء

مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

قیمت ۱۰

تعداد جلد ۱۰۰۰

میں کتاب کے صفحات ۱۳۶ تا ۱۸۰ تک بالکل روزانہ اخبار "پیشوا" میں شائع ہوئے ہیں

شرعیات کا فتوے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کہو اگر تمہارے خیال میں ہم ایک بھگتے مسیح کو مانتے ہیں۔ تو پھر تمہارے جنازہ پڑھنے سے تمہارے مردہ کو فائدہ کیا ہوگا۔ کیا جس صورت میں کہ ہم مسلمان ہی نہیں۔ ہماری دعا سے آپ کا مردہ بخشا جاسکتا ہے۔ پس اگر ان باتوں پر کوئی غور کرے تو کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہو سکتا :

اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے۔ تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھنا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا کفر نہیں۔ میں یہ سوال کر نیوالے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو مال باپ کا مذہب ہو تا ہے شرعیات وہی مذہب ان کے بچہ کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہو اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ بچہ تو گندگار نہیں ہوتا اس کو جنازہ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بچہ کا جنازہ خود ماہوتی اس کے پسماندگان کے لیے۔ اور اس کے پسماندگان ہمارے عیس بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں اس لیے بچہ کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے باقی۔ ہا کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب کو تو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا احمدیت کے متعلق خود کر رہا ہے اور اسی حالت میں مر گیا ہے اس کو ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شرعیات کا فتوے ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے اس لیے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہیئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

غیر احمدیوں کو لڑکی دینا

(ایک اور بھی سوال ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں ندو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا۔ اور جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اپنی خلافت کے چند سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے کہا تھا کہ اگر آپ نے اپنے بعد عمر کو جانشین مقرر کیا۔ تو بڑا غصہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بہت غصیلے ہیں انھوں نے فرمایا کہ ان کا غصہ اسی وقت تک گرمی دکھاتا ہے جب تک کہ میں نرم

ہوں۔ اور جب میں نہ رہوں گا تو یہ خود نرم ہو جائینگے۔ اسی طرح میرا نفس تھا جو یہ کہتا تھا اگر کوئی ذرا ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حکم کے خلاف کرے تو اسے بہت سخت سزا دی جائے نین اب تو بجا گیا ہے اور بہت نرمی کرنی پڑتی ہے۔ تاہم میں اس بات سے خوشی ہوں کہ دس ہی پکے احمدی ہوں لیکن اس بات سے سخت ناخوش ہوں کہ دس کروڑ ایسے احمدی ہوں جو حضرت مسیح موعود کا حکم نہ ماننے والے ہوں۔ پس وہ لوگ جو ایسے ہیں وہ سن لیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس بات پر بہت زور دیا ہے اس لیے اس پر ضرور عمل درآمد ہونا چاہیے۔ میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا۔ ابھی چند ماہ ہومے ایک شخص نے غیر احمدیوں میں اپنی لڑکی دی تھی۔ میں نے اسے جماعت سے الگ کر دیا۔ بعد میں اس نے توبہ کی۔ اور معافی مانگی۔ لیکن میں نے کہا کہ تمہارا یہ اخلاص بعد از جنگ یاد آیا ہے اس لیے برکات خود بامد زود کے مطابق اپنے سر پر مار دو۔ ہمیں دنیا دار لوگوں کی ضرورت ہے۔ میں اگر کسی کی بیعت لے بھی لوں تو کیا اس وقت تک وہ احمدی ہو سکتا ہے جب تک کہ خدا کی نظر میں احمدی نہ ہو۔ احمدی اصل میں وہی ہے جو خدا کی نظر میں احمدی ہے میرے احمدی کر لینے سے کوئی احمدی نہیں بن جاتا۔

حضرت مسیح موعود کا ایک نہایت ضروری فرمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اشتہار میں چندہ کی تحریک کرتے ہوئے آفریں فرماتے ہیں:-
 ”یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مُرید کہلاتے ہیں۔ یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مُرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں۔ کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے۔ کہ وہ ایک فرضِ حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مُرید ہے۔ اس کو چاہیئے۔ جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا۔ اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے۔ وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ نہیں رہ سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے لئے جواب کا انتظار کیا جائے گا۔ کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اور مشہور کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی۔ اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مفرد اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں۔ اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔ والسلام من اتبع الہدیٰ ہ مارزح ۱۹۰۲ء

المشقص:- مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان - گورداسپور

تتمہ

”..... یہ بات بھی پھر دوبارہ یاد دلادیتا ہوں۔ کہ ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت کو دیکھ کر چندہ مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے فوق الطاقیت بوجھ سمجھ کر ملول ہو جائے۔ کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گنہ گار ٹھہرے گا..... یہ بھی واضح رہے کہ صدقات اور زکوٰۃ اور اس طرح کے ہر ماہ کار و پیہ بھی یہاں آنا چاہیئے“

حَامَتَنَا ظِيْرُ بَرِيْشٍ شَوْقٌ وَفِيْ مَنْقَارِهَا تَحْفُفُ السَّلَامُ
اِلَى وَطَنِ النَّبِيِّ حَبِيْبِيْ وَسَيِّدِ رَسَلِهِ خَيْرِ الْاَنَامِ

الرَّسَالَةُ

اللطيفة المشتملة على معارف القرآن ودقائقه المسماة

حَمَامَةُ الْبِشْرِ

إِلَى
أَهْلِ مَكَّةَ وَصُلَحَاءِ أُمِّ الْقُرَى

لِحَضْرَةِ أَحْمَدَ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُودِ وَالْمَهْدِيِّ الْمَعْهُودِ

عَلَيْهِ وَعَلَى مُطَاعِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ



الطبعة الاولى في رجب سنة الهجرية ١٣١١

فی حدیث ذکر رفع المسیح حیاً بمجسده المختصری بل نجد ذکر وفاته مسیح فی البخاری والطبرانی وغیرهما من کتب الحدیث، نلیرجع الی تلك الكتب من كان من المرتابین۔

داما ذکر نزول عیسی ابن مریم فما کان لمؤمن ان یحمل هذا الاسم المذکور فی الاحادیث علی ظاهر معناہ لانه یخالف قول الله عز وجل ما کان محمد اباً احداً من دجاکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین، الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل شی نبینا صلی الله علیه وسلم خاتم النبیلہ بغیر استثناء، وفلسرہ نبینا فی قوله لا نبی بعدی بیان واضح للطالبین؟ ولوجوزنا ظهور نبی بعد نبینا صلی الله علیه وسلم لجوزنا الافتتاح باب وحی النبوة بعد تغلیطہا وهذا خلف کما لا یخفی علی المسابین۔ وكيف یحیی نبی بعد رسولنا صلی الله علیه وسلم وقد انقطع الوحی بعد وفاته وختم الله به النبیین؟ النعتقد کثیر من الجاهلیین۔

تیسری غیر السلام کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جبر احادیث میں آیا ہے ظاہری معنی میں من کرے۔ اس واسطے کہ یہ آیت ما کان محمد اباً احد.... الخ خاتم النبیین کے مخالف ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھ لیا ہے اور اس میں کسی کی استثناء نہیں کی اور پھر اس خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفصیل بیان فرمائی لانی بعدی سے جو سمجھنے والوں کے لیے بیان واضح ہے اور اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی منقطع ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔

واما الاختلافات التي توجد في هذه الاحاديث فلا یحفی علی مہرۃ المغن تفصیلہا وقد ذکرنا مشطراً منها فی رسالتنا "الازالة"، نلیرجع الطالب الیہا۔ وقد جاز فی حدیث ان المسیح والمہدی یجیدان فی زمن واحد وجاز فی حدیث آخر انه لا مہدی الا عیسی وجاز فی حدیث ان المسیح والمہدی یتلانیان ویشاد المہدی المسیح فی مہمات الخلافة ویكون زمانہما دماناً واحداً وفی حدیث آخر ان المہدی بیعت فی وسط تدون هذه الامة والمسیح یأمر فی آخرها۔ وفی حدیث من البخاری ان المسیح یحیی حکماً عدلاً نیکسراً صلیباً یعنی یحیی فی وقت غلبة عبادة الصلیب نیکسراً شوكة الصلیب ویقتل خنازیر النصارى وفی حدیث آخر انه یحیی فی وقت غلبة الدجال علی وجه الارض نیقته بحربته فاعلم ان هذا المقام مقام شہرة وتجب لنا ظہرین وتفصیلہ ان یحیی المسیح لکسر صلیب النصارى وقتل خنازیرہم یشہد بصوت عال علی ان المسیح الموعود لا یحیی الا فی وقت غلبة النصارى

حصہ دوم رسالہ فتح اسلام از تالیفات مجدد دوران
 مسیح الزمان مرزا غلام احمد صنا رٹیس تادیان
 جس کا نام نامی ہے

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے جس کی مماثلت کو خدا نے بنا دیا
 صادق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطابِ خوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا
 (الہامی)

توضیح مرام

در مطبع ریاض ہند لکھنؤ بایستہام شیخ نور احمد مالک مطبع کے طبع ہوا

اس رسالہ کے بعد ایک اور رسالہ بھی چند ذریعے طبع ہو کر طیار ہو جائیگا جس کا نام از الزاد غلام ہے اور رسالہ فتح اسلام کا تیسرا حصہ
 المعانی، - مرزا غلام احمد معنی عنہ

قیمت فی جلد ۸

پھنس جائیں آپ ہی ان کو ایسے صاف اور مدلل طور پر سمجھا دیا جائے کہ جو ایک دانہ اور منصف اور طالب حق کی تسلی کے لیے کافی ہو۔ اگر بعد میں پھر لکھنے کی ضرورت پڑیگی تو شاید ایسے لوگوں کے لیے وہ ضرورت پیش آدے کہ جو نایت و درجہ کے سادہ لوح اور عجب ہیں جن کو آسمانی کتابوں کے استعارات و اصطلاحات و اتفاقی تاویلات کی کچھ بھی خبر بالکمرسن تک نہیں۔ اور لایمحدہ کی نفی کے نیچے داخل ہیں۔

اب پہلے ہم مقلدے بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رد سے جن نبیوں کا اسی وجود غصہ کی ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو ہی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عند قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے اور اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث و نبیہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے پیدا ہونے سے ان کا آسمان سے اترنا شروع نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ یوحنا جو آنیوالا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو، سو ایک نبی کے حکم سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنا کا مقدمہ تو انفعال پا گیا اور دوبارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی۔ چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کی رد سے ہونا چاہیے یہی ہے کہ یوحنا جس کے آسمان سے اترنے کا انتظار تھا وہ حضرت مسیح کے وقت میں آسمان سے اس طرح اتر آیا کہ زکریا کے گھر میں اسی طبع اور خاصیت کا بیٹا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ لہٰذا لیسٰۃ یہودی اس کے اترنے کے اب تک منتظر ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ بیچ آسمان سے اترے گا۔ اول بیت المقدس کے مناروں پر اس کا نزول ہوگا۔ پھر وہاں سے یہودی لوگ اکٹھے ہو کر اس کو کسی تہذیب و غیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لیں گے۔ اور جب یہودی کے سامنے وہ تاویل پیش کی جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اترنے کے بارے میں کی ہے تو وہ فوراً غصہ سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت یحییٰ کے حق میں ناگفتی بائیں سناتے ہیں۔ اور اسی نبی کے فرمودہ کو ایک ملحدانہ خیال تصور کرتے ہیں بہر حال آسمان سے اترنے کا لفظ ہونا دلیل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اس کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور ان ہی کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اترنے کا جھگڑا طے ہوا اور یہ بات کھل گئی کہ آخر اترے تو کس طرح اترے مگر مسیح کے اترنے کے بارے میں اب تک بڑے جوش سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ

جلے کے جو ایک دانا اور منصف مزاج اور طالب حق کی تسلی کے لئے کافی ہو۔ اگر بعد میں پھر لکھنے کی ضرورت پڑے گی۔ تو شاید ایسے لوگوں کے لئے وہ ضرورت پیش آوے کہ جو غایت درجہ کے سادہ لوح اور غیبی ہیں جن کو آسمانی کتابوں کے استعارات مصطلحات و دقائق تاویلات کی کچھ بھی خبر بلکہ مس تک نہیں اور کلامِ مسہ کی نفی کے نیچے داخل ہیں۔

اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور سہاری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اسی وجہ عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن یوشع بن کوعلیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں میں کئی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفہ بیان کہہ رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھ گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اترینگے اور تم انکو آسمان سے اترے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں کے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت ادریس کی نسبت جو بائبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے پیدا ہونے سے انکا آسمان سے اترنا و قوعا میں آگیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح صاف صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ”یوحنا جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ سو ایک نبی کے حکم سے ایک آسمان پر جانے والے اور پھر کسی وقت اترنے والے یعنی یوحنا کا مقدمہ تو انفسال پا گیا اور دوبارہ اترنے کی حقیقت اور کیفیت معلوم ہو گئی چنانچہ تمام عیسائیوں کا متفق علیہ عقیدہ جو انجیل کے رو سے ہونا چاہیے یہی ہے کہ یوحنا جس کے آسمان سے اترنے کا انتظار تھا وہ حضرت مسیح کے وقت میں آسمان سے اس طرح پڑا کہ آسمان سے اترنے کے اب تک منتظر ہیں ان کا بیان ہے کہ کا بٹیا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ البتہ یہودی اس کے اترنے کے اب تک منتظر ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ مسیح بن یوشع آسمان سے اترے گا۔ اول بیت المقدس کے مناروں پر اس کا نزول ہوگا پھر وہاں سے یہودی لوگ اکٹھے ہو کر اس کو کسی نردبان وغیرہ کے ذریعہ سے نیچے اتار لیں گے اور جب بوٹیوں کے سامنے وہ تاویل پیش کی جائے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا کے اترنے کے بارے میں کی ہے تو وہ فی الفور غصہ سے بھر کر حضرت مسیح اور ایسے ہی حضرت یحییٰ کے حق میں ناگفتنی باتیں سناتے ہیں اور اسی نبی کے فرمودہ کو ایک عمدانہ خیال تصور کرتے ہیں۔ بہر حال آسمان سے اترنے کا لفظ جو تاویل رکھتا ہے مسیح کے بیان سے اس کی حقیقت ظاہر ہوئی اور ان ہی کے بیان سے یوحنا کے آسمان سے اترنے کا جھگڑا طے ہوا اور یہ بات

حکیم مطلق نے میرے پر یہ ماز سرستہ کھول دیا ہے کہ یہ تمام عالم معہ اپنے جمیع اجزاء کے اس علت کے کاموں اور ارادوں کی انجام دہی کے لیے بیج بیج اس کے اعضاء کی طرح واقع ہے جو خود بخود قائم نہیں بلکہ ہر وقت اس روح اعظم سے قوت پاتا ہے جیسے جسم کی تمام اعضاء جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہیں۔ اور یہ عالم جو اس وجود اعظم کے لیے قائم مقام اعضاء کا ہے بعض چیزیں اس میں ایسی ہیں کہ گویا اس کے چہرہ کا فرد ہیں جو ظاہری یا باطنی طور پر اس کے ارادوں کے موافق روشنی کا کام دیتی ہیں اور بعض ایسی چیزیں ہیں کہ گویا اس کے ہاتھ ہیں اور بعض اس کے سانس کی طرح ہیں۔ غرض یہ مجموعہ عالم خدا تعالیٰ کے لیے بطور ایک نظام کے واقع ہے اور تمام آب و تاب اس اندام کی اور ساری زندگی اس کی اسی روح اعظم سے ہے جو اس کی قیوم ہے اور جو کچھ اس قیوم کی ذات میں ارادی حرکت پیدا ہوتی ہے وہی حرکت اس اندام کے کل اعضاء یا بعض میں جیسا کہ اس قیوم کی ذات کا تقاضا ہو پیدا ہو جاتی ہے۔

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لیے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے پیشمار ہاتھ پشمار پر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور بالاتفاق عرض اور طول رکھتا ہے اور تندرے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریخ بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں یہ وہی اعضاء ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے جب قیوم عالم کوئی حرکت مجبوری یا کھلی کرے گا تو اس کی حرکت کے ساتھ اس کے اعضاء میں حرکت پیدا ہو جائے گی لازمی امر ہوگا اور وہ اپنے تمام ارادوں کو انہیں اعضاء کے ذریعہ سے ظہور میں لائے گا نہ کہ اس طرح سے پس یہی ایک عام فہم مثال اس روحانی امر کی ہے کہ ہو گا گیا ہے کہ مخلوقات کی ہر ایک چیز نہ انشاء کے ارادوں کے تابع اور اس کے مقاصد مخفیہ کو اپنے خادمانہ چہرہ میں ظاہر کر رہی ہے اور کمال و درجہ کی اطاعت سے اس کے ارادوں کی راہ میں غور رہی ہے۔ اور یہ اطاعت اس قسم کی ہرگز نہیں ہے جس کی صرف حکمت اور نیرنگی پر بنا ہو بلکہ ہر ایک چیز کو خدا تعالیٰ کی طرف ایک مقناطیس کشش پائی جاتی ہے اور ہر ایک ذرہ ایسا بالطبع اس کی طرف جھکا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک وجود کے متفرق اعضاء اس وجود کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں پس درحقیقت یہی بیج ہے اور بالکل سچ کہ یہ تمام عالم اس وجود اعظم کے لیے بطور اعضاء کے واقع ہے اور اسی وجہ سے وہ قیوم العالمین کہلاتا ہے کیونکہ جیسی جان اپنے بدن کی قیوم ہوتی ہے ایسا ہی وہ تمام مخلوقات کا قیوم ہے۔ اگر ایسا نہ تو نظام عالم کا بالکل بگڑ جاتا۔

ہر ایک ارادہ اس قیوم کا خواہ وہ ظاہری ہے یا باطنی دینی ہے یا دنیوی اسی مخلوقات کے توسط سے

سزا شہنا میں یہ العام
شائع ہو چکا ہے

یہ خدا کی دہی ہے جو فرانی
آیت میں نچ پر نازل
ہوئی

اللّٰهُمَّ اِنَّا لَذُنُوبِيَا يَعُوْنُكَ اِنْعَامًا يَعْوَالُ اللّٰهُ لَكَ الشُّوْقُ الْاَبْدِيَّةُ
رسالہ آسمانی ٹیکا جو طاعون کے
بارے میں اپنی جماعت کے لئے تیار کیا گیا

کشتی نوح

ایمان اول ازیں طاعون دہنیمست ۛ نہ ایں طاعون کہ طوفان عظیمست
بیاباب سوئے کشتی ما ۛ کہ ایں کشتی انان رب علیمست

﴿ اور دوسرا نام ﴾

دعوت الایمان تقویۃ الایمان

اور تیسرا نام

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَامَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا الْجَزَاءُ الْاَسَاءُ
ترجمہ: اگر تم ایمان بھی لاؤ اور شکر گزار بھی ہو کہ تمہاری سب بات کیسے مندانے آپ ہی ذریعہ
مقرر کر دیا تو پھر خدا کو کیا ضرورت جو تمہیں عذاب دے -

اَلْوَافِقُ هَا بَسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَهَلَا صَلَوةُ الْيَوْمِيْنَ اَمْرًا لِّلّٰهِ رَحِمَ
اس کشتی نوح پر جو ابھارو خدا نام پر اسکا چلنا اور نہ نا آج خدا کے اسل تقدیر کنی نہیں کٹائی گی تم کو نہ کرے

۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

حکیم فضل دین صاحب بھیروی کی اہتمام سے مطبع الاضیاء الاسلام میں چھپکر اپنی جماعت اور حق
کے طالبوں کی ہدایت اور تعلیم کے لئے شائع ہوا

یہ کیا دین گئے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ
 رعوں میں بیٹے کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا پس ہمارے
 مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارے نبی
 کی سنت ہے اگر عیسے زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی بیعتی تھی جو تم نہ اہلسنت ہونہ
 اہل قرآن جب تک عیسے کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں
 گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم
 کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح
 ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔
 اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہم نام ہوں اور مقصد
 اور مفری ہے وہ شخص جو مجھے کتاب ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح
 میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ
 صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمیشروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ
 یہ سب بزرگ مریم بٹول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک
 اپنے تین نکاح سے دو کا پہرہ بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ
 اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکہ نکاح کیا گیا اور نبول ہونے کے
 عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعداد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار
 کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کتابوں
 کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔

۱۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں
 یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہوذا۔ یعقوب۔ شمعون۔ یوزف
 اور دو بہنوں کے نام یہ تھے آسیا الیدیا۔ دیکھو کتاب اسٹوٹنگ ریکارڈس مصنفہ پادری جان
 ایلن کا پرنٹڈ لندن ۱۸۸۶ء ص ۵۹ - ۱۸۶

نوٹ: قرآن شریف میں ایک آیت میں صریح کشمیر کی طرف اشارہ کیا کہ مسیح اور اس کی والدہ
 صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کی طرف چلے گئے جیسا کہ فرماتا ہے وَأَرْسَلْنَاهَا إِلَىٰ رِبْعَةٍ ذَاتِ

پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے
نفس کے فائدہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پہنچا نہ نمازوں
کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا نخل ہیں۔ نمازیں اتنے والی بلاؤں
کا علاج ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضا و قدر تمہارے لئے لائے گا
پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولے کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت
کا دن چڑھے !

اے امیر اور بادشاہو! اور دولت مند! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں
جو خدا سے ڈرتے اور اس کی تمام راہوں میں راست باز ہیں اکثر ایسے ہیں کہ دنیا کے ملک اور دنیا
کے املاک سے دل لٹکائے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں۔ اور موت کو یاد نہیں رکھتے
ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے اس کے تمام نوکروں چاکروں کا گناہ اس
کی گردن پر ہے ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اس کی گردن پر ان لوگوں کا بھی گناہ ہے جو اس
کے ماتحت ہو کہ شراب میں شریک ہیں۔ اے عقلمند ویر دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں تم شخص جاؤ
تم ہر ایک نے اعتدالی کچھوڑ دیا ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان کو تباہ کرنے والی
صرف شراب ہی نہیں بلکہ افیون۔ گانجا۔ چرس۔ بھنگ۔ ٹاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کیلئے
عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے سو تم اس سے بچو ہم نہیں
سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جس کی شامت سے ہر ایک سال سزاؤں کا تہا
جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب الگ ہے
بہرینگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ
عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے حد سے زیادہ بد چلنی اور بے ہوشی اور بے ہوشی زندگی ہے۔
حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر
خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے
زیادہ پس کیا بد قسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے مومنہ بچ
لیتا ہے اور خدا کے حرام کو۔

یہ وہ ہے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام
شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے مگر اسے مسلمانوں
تمہارا نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں۔

بقیہ نوٹ

فرد و معین یعنی ہم نے عیسیٰ اور اس کی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر حکم دی جو آرام کی جگہ تھی اور باقی صاف یعنی جیشوں کا پانی دہاں تھا سو اس میں خدا تعالیٰ نے کشمیر کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور اوٹی کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسیٰ اور اس کی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس سے پناہ دی جاتی ہے متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اس کی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ
 جو شخص مظلوم ہو کے بدلہ لے اس پر کوئی الزام نہیں

ستارچین

مطبع

انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں بار
 دوم چھپ کر ۲ جون ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا

نوٹ :- چونکہ قادیان میں اپنی جماعت کا کوئی آدمی گورکھی اور سنکرت
 نویس نہیں ہے اس لئے صرف ان کے ترجمہ کی ہی تصحیح کی گئی ہے۔

۲۔ دوسری صورت اس قابل رحم بیٹے کے مصلوب ہونے کی یہ ہے کہ اس کے سولی مٹنے کی یہ علت غائی قرار دی جائے کہ اس کی سولی پر ایمان لایا تو اے ہر ایک قسم کے گناہ اور بدکاریوں سے بچ جائیں گے اور ان کے نفسانی جلاوت ظہور میں نہ آئے پائیں گے مگر افسوس کہ جیسا کہ پہلی صورت خلاف تہذیب اور بدیہی ابطلان ثابت ہوئی تھی ایسا ہی یہ صورت بھی کھلے طور پر باطل ہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ یسوع کا کفارہ ماننے میں ایک ایسی خاصیت ہے کہ اس پر سچا ایمان لایا تو الافرشتہ میرت بن جاتا ہے اور پھر بعد ازاں اس کے دل میں گناہ کا خیال ہی نہیں آتا تو تمام گزشتہ بیسویں کی نسبت کہنا پڑے گا کہ وہ یسوع کی سولی اور کفارہ پر سچا ایمان نہیں لائے تھے کیونکہ انہوں نے تو بقول عیسائیاں بدکاریوں میں حد ہی کر دی۔ کسی نے ان میں سے بت پرستی کی اور کسی نے ناحق کاغذوں کیا اور کسی نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے برے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب سے قتل کر لیا۔ اور دلالہ محمد نول کو بھیج کر اس کی جو رو کو منگوایا اور اس کو شراب پلائی۔ اور اس سے زنا کیا اور بہت سال حرام کاری میں ضائع کیا اور تمام عمر سونک بیوی رکھی اور بہرکت بھی بقول عیسائیاں زنا میں داخل تھی اور عجیب تریہ کہ روح القدس بھی ہر روز اس پر نازل ہوتا تھا اور جو بدکاری سرگرمی سے آ رہی تھی مگر افسوس کہ نہ تو روح القدس نے اور نہ یسوع کے کفارہ پر ایمان لانے نے بدکاریوں سے اس کو مدد کیا آخر انہیں بد عملیوں میں جان دی اور اس سے عجیب تریہ کہ یہ کفارہ یسوع کی دادیوں اور نانیوں کو بھی بدکاری سے بچا سکا حالانکہ ان کی بدکاریوں سے یسوع کے گوہر فطرت پر داغ لگت تھا اور یہ وادیاں نائیاں صرف ایک دو نہیں بلکہ ان میں چنانچہ یسوع کی ایک بزرگ نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی یعنی راجاب کسی یعنی کنجری تھی دیکھو یسوع ۷۲ اور دوسری نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی اس کا نام ترہے یہ خانگی بدکاریوں کی طرح حرام کاری دیکھو یہاں ترہے یہ وہی پاک دامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا تھا۔ ۱۶۔ ۳۸ سے ۱۰۳۰ اور ایک نانی یسوع صاحب کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی بنت سع کے نام سے موسوم ہے یہ وہی پاک دامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا تھا۔ ۱۷۔

نوٹ متعلق صفحہ ۱۵۴۔ عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے یسوع کو خدا بنا کر اس کی ذات کو کچھ فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ راست بازوں کے سامنے اس کو شرمندہ کیا بہتر تھا کہ اس کی روح کو تواب پہنچانے کے لیے حد قد دیتے اس کے لیے دعائیں کرتے تا اس کی عاقبت کے لیے جلائی ہوئی مشت خاک کو خدا بنانے میں کیا حاصل تھا۔

نوٹ ۱۷۔ ہمارے سید مولیٰ آمنت علی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری والدہ سے لے کر جو تک میری ماؤں کے

جرات کر سکتا ہے کہ اپنے تئیں نیک کہے یہ بات یقینی ہے کہ یسوع نے اپنے خیال سے اور بعض اور باتوں کی وجہ سے بھی اپنے تئیں نیک کہلانے سے کنارہ کشی ظاہر کی مگر انوس کہ اب عیسائیوں نے نہ مرنے نیک قرار دیدیا بلکہ خدا بنار کھاسے غرض کفارہ مسیح کی ذات کو بھی کچھ نائدہ نہ پہنچا سکا اور تکبر اور خود بینی جو تمام بیرونی کی جڑ ہے وہ تو یسوع صاحب کے ہی حصہ میں ہی آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس نے آپ خدا بن کر سب نبیوں کو زہن اور شمار اور تاپاک حالت کے آدمی قرار دیا ہے حالانکہ یہ اقرار بھی اس کلام سے نکلتا ہے کہ وہ خود بھی نیک نہیں ہے مگر انوس کہ تکبر کا سیلاب اس کی یہ تمام حالت کو برباد کر گیا ہے۔ کوئی پھلا آدمی گذشتہ ہزاروں کی خدمت نہیں کرتا لیکن اس نے پاک نبیوں کو زہن اور شماروں کے نام سے موسوم کیا ہے اس کی زبان پر ہر وقت دوسروں کے لیے ہر وقت بے ایمان حرار کار کا لفظ چڑھا ہوا ہے کسی نسبت ادب کا لفظ استعمال

بقیہ حاشیہ۔ ہمارے پاس کمی وجود ہیں بن کے مفصل لکھنے کی ابھی ضرورت نہیں اور یقین ہے کہ محقق عیسائی جو پہلے ہی ہماری اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں انکار نہیں کریں گے اور جو نادان یاوری انکار کریں تو ان کو اس بات کا ثبوت دینا چاہئے کہ یسوع کا شیطان لے ہمراہ جانا درحقیقت بیداری کا ایک واقعہ ہے۔ لہ اور صرغ وغیرہ کے بلوک کا نتیجہ نہیں۔ مگر ثبوت میں معتبر گواہ پیش کرنے چاہئیں جو روایت کی گواہی دیتے ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ کبوتر کا اثر نادریہ کہنا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے درحقیقت یہ بھی ایک مرگی کا دورہ تھا جس کے ساتھ ایسے تخیلات پیدا ہوئے بات یہ ہے کہ کبوتر کا رنگ سفید ہوتا ہے اور اقوم کارنگ بھی سفید ہوتا ہے اور مرگی کا مادہ بھی بلغم ہوتا ہے سورہ کبوتر کی شکل نظر آگئی اور یہ جو کما کو میرا بیٹا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ درحقیقت مصرع مرگی کا بیٹا ہی ہوتا ہے اسی لیے مرگی کو فن طبابت میں ام العصبی کہتے ہیں یعنی بچوں کی ماں اور ایک مرتبہ یسوع کے چاروں حقیقی بھائیوں نے اس وقت کی گورنمنٹ میں درخواست بھی دی تھی کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے اس کا کوئی بند دست کیا جاوے یعنی عدالت کے جیل خانہ میں داخل کیا جاوے تاکہ وہاں کے دستوں کے موافق اس کا علاج ہو تو یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔ منہ

نوٹ۔ سوال یہ ہے کہ شیطان کو کس کس نے یسوع کے ساتھ دیکھا۔ منہ

قَدْ غَرَّغْنَا مِنَ الرَّدِّ عَلَى قَوْمٍ لَيْسَ مَوْتُكَ أَرِيَهُ فَاسْمُكَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
إِنَّا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ

ترجمہ

ہم آریوں کا رد لکھنے سے فراغت کر چکے سو اس خدا کو سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے
ہم جب ایک قوم پر چڑھائی کرتے ہیں اور انکے صحن میں اترتے ہیں تو وہ صبح انکی بڑی صبح ہوتی ہے جتنابی کی خبر دیتی ہے



یہ کتاب آریہ صاحبوں کے اس مضمون کے جواب میں ہے جسکو انہوں نے اپنے مذہبی جلسہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء
میں بمبایہ چار سو مقرر ہماری جماعت کے مسلمانوں کے خود انکو اپنے گھر میں بلا کر سنایا تھا جو ہمارے بیڑ موٹے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دشنام دہی سے پڑ تھا جس میں دین اسلام پر جا بجا توہین اور سنی اور اٹھٹھا
کیا گیا تھا اور نہایت شوخی سے گندی گالیاں دیکر اور بیجا تہمتیں ہماری مقدس ذات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر لگا کر صد ہا مسلمانوں کو خود مدعو کر کے نہایت دکھ دیا تھا اور اس کتاب کا نام ہے

چشمہ معرفت

از مؤلفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں طبع ہوئی ،

باہتمام شیخ یعقوب علی تراب منیجر

چنے تصور داروں کو گنہ بخشا کریں کیونکہ جس حالت میں خود پر پیشتر ایک گنہ پر کر دڑا جولوہ میں ڈالتا رہتا ہے تو پہر کس منہ سے وہ لوگوں کو یہ نصیحت دے سکتا ہے کہ تم اپنے قصور داروں کے گنہ بخشہ یا کر دو۔ اور دیکھے دوسرے دوسرے بنیو کی توہین بھی کرنا شاید ثواب میں داخل ہے۔

شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے کہ مسلمان بھی مباحثہ کے وقت نامناسب الفاظ دوسری قوموں کی بزرگوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں پس یاد رہے کہ وہ قرآنی تعلیم سے باہر چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کی اس بد تربیدی کا موجب وہی لوگ ہو جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے ہیں مثلاً ظاہر ہے کہ مسلمان لوگ کس قدر حضرت عینہ اعلیہ السلام کو عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو خدا کا پیارا رسول اور برگزیدہ نقیب رکھتے ہیں لیکن جب ایک متعصب پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے باز نہیں آتا اور زبان درازی میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو انسانی طور پر ایک مسلمان جسکو اس پادری کے کلمات سے کچھ درد پہنچا ہے ایسا جواب دیتا ہے کہ اس پادری کو برا معلوم ہو مگر پہر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لینا ہے کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں۔ بہر حال جاہلوں کے مقابل پر صبر کرنا بہتر ہے کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی -

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسلام میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے تو پھر کیونکر اسلام صلہ کاری کا مذہب ٹھہر سکتا ہے پس واضح ہو کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت ہے اور یہ بات سراسر جھوٹ ہے

الحمد لله والمنة

کہ یہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ان کے مریدوں اور
ہمنخیال لوگوں پر اتمام حجت کے لیے محض نصیحتاً لکھا گیا ہے
اور بغرض اس کے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جائے اس رسالہ کے ساتھ
پچاس روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا گیا ہے جو اسی ٹائٹل پیج کے دوسرے
صفحہ پر مندرج ہے اور یہ رسالہ موسوم بہ

تحفہ گولڑویہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام
حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر یکم ستمبر ۱۹۰۲ء
کو شائع ہوا

ہم بتاتے ہیں کہ اس جھگڑے کی اصیبت کیا ہے بزرگو! خداتم پر رحم کرے - یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کو غور سے دیکھنے اور ان کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالنے سے جو تواتر کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اداخل حال میں تو بیشک یہودی ایک مسیح کے منتظر تھے تا وہ ان کو غیر قوموں کی حکومت سے نجات بخشنے اور جیسا کہ ان کی کتابوں کی پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا داؤد کے تخت کو اپنی بادشاہی سے پھر قائم کرے چنانچہ اس انتظار کے زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح میں ہوں اور میں ہی داؤد کے تخت کو دوبارہ قائم کر دوں گا سو یہودی اس کلمہ سے اداخل حال میں بہت خوش ہوئے اور صد اعوام الناس بادشاہت کی امید سے آپ کے معتقد ہو گئے اور بڑے بڑے تاجر اور رئیس بیت میں داخل ہوئے لیکن کچھ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے اور میری بادشاہت آسمان کی ہے - تب ان کی وہ سب امیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص دوبارہ تخت داؤد کو قائم نہیں کرے گا بلکہ وہ کوئی اور پس اسی دن سے بغض اور کینہ ترقی ہونا شروع ہوا اور ایک جماعت کثیر مرتد ہو گئی پس ایک تو یہی وجہ یہودیوں

ضروری ہے تو گویا اس جہان کے اغراض سے بھی جسکے لئے بھیجے گئے تھے ناکام رہے اور وہ اصلاح جو اصل مقصود تھی نہ کر سکے اور قوم ضلالت سے بھر گئی اور آسمان پر جا کر بھی کچھ لذت اور راحت نہ اٹھائی آپ آسمان پر رہے فائدہ بیٹھے ہیں نہ اس مقام پر ڈیرہ لگا نیسے اپنے نفس کو کچھ فائدہ اور نہ امت کو کچھ نفع - کیا انبیاء علیہم السلام کی طرف جو دنیا کی اصلاح کر کے پھر خدا کو جاتے ہیں ایسے امور منسوب ہو سکتے ہیں اول یہ تو سوچنا چاہیے کہ رفع الی اللہ جو جامع لذات اخروی ہے بغیر موت کے کب ممکن ہے یہ تخلف وعدہ کیسا ہوا کہ رفع الی اللہ کا وعدہ کیا گیا اور پھر بٹھایا گیا دوسرے آسمان پر - کیا خدا دوسرے آسمان پر ہے اور حضرت ابراہیم اور موسیٰ خدا سے اوپر رہتے ہیں

فصل انتہی مسلمانوں - اس میں ایک شہادت سے مراد کسوف شمس ہے اور دوسری شہادت سے مراد خسوف قمر ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا نے قدیم سے لکھ رکھا ہے یعنی مقرر کر رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے یعنی گو کسی قسم کا مقابلہ آپ سے جو لوگ خدا کی طرف سے ہیں وہ مغلوب نہیں ہوں گے اور خدا اپنے ارادوں پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو بدل دے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کسی ظلم سے اودھ نہیں کیا ان کو ہر ایک بلا سے امن ہے اور وہی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کر - وہ تو ایک غرق شدہ قوم ہے اور تجھے ان لوگوں نے ایک مہنسی کی جگہ بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہی ہے جو خدا نے مبعوث فرمایا اور تیری طرف دیکھتے ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص

اس کلام الہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اسلئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے - کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی کفر اور کذب یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اما حکم عنکم - یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بلکی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا پس تم ایسا ہی کرو - کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل جبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھیکرانا ہے اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھنا اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں

نشان آسمان پر ظاہر ہوگا پھر اسی نشان پر خدا نے بس نہیں کی بڑی بڑی فوق العاوت پیش گوئیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ بیکھرام والی پیشگوئی جس کی ساری برٹش انڈیا گواہ ہے کیسے شان اور شوکت سے ظہور میں اور باوجود ہزاروں طرح کی حفاظتوں اور ہشیاریوں کے کس طرح خدا کے ارادہ نے روز روشن میں اپنا کام کر دیا۔ ایسا ہی رسالہ انجام آتھم کی یہ پیشگوئی کہ عبدالحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک کہ اس عاجز کا پسر چہارم نہ پیدا ہوئے کس صفائی اور روشنی میں عبدالحق کی زندگی میں پوری ہوگئی اور ایسا ہی یہ پیشگوئی کہ انجم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا بعد ان لوگوں کے جو سب مر گئے اور اس لڑکے کا تمام بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا ہوگا چنانچہ ان پیشگوئیوں میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جس طور سے اور اور جس تاریخ میں بیکھرام کا قتل ہونا بیان کیا گیا تھا اسی طرح سے بیکھرام قتل ہوا۔ اور کئی سو لوگوں نے گواہی دی کہ وہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوگئی چنانچہ اب تک وہ محض نامہ میرے پاس موجود ہے جس پر سندھوں کی گواہیاں ثبت ہیں ایسا ہی پیشگوئی کے مطابق میرے گھر میں چار بڑے پیدا ہوئے اور پسر چہارم کی پیدائش تک پیشگوئی کے مطابق عبدالحق غزنوی زندہ رہا اس میں کیسی قدرت الہی پائی جاتی ہے۔ ایسا ہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کرمی انجم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ پھوڑے ایک سال سے بھی کچھ زیادہ وزنی تک اس لڑکے کے بدن پر رہے جو بڑے بڑے خطرناک اور بد نما اور موٹے اور ناقابل علاج معلوم ہوتے تھے جن کے اب تک دارغ موجود ہیں کیا یہ طاقتیں مجز خدا کے کسی اور میں بھی پائی جاتی ہیں؟ پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تزیان القلوب میں درج ہیں پھر ان سب کا ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شہر پر انفس ان تین ہزار عیالات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

لهذا هو الكتاب الذي ألهمت حصلة منه من رب العباد - في يوم عيد من الأعياد - نقرأه على الحاضرين بانطاق
 بالروح الامين . من غير مدد الترتيم والتدوين - فلا شك انه آية من الآيات . وما كان لبشر ان ينطق
 كشيء من قبله مستحضراً في مثل هذه العبارات . وكان الناس يرقبون طبعه رغبة يوم العيد لينطلقوا
 بعيون المشتاق المريد - فالحمد لله الذي اواهم مقصودهم بعد الانتظار - ووجدوا مغنواهم
 كبستان مذللة اغصانه من الثمار - وانه صنيعه احسان الحضرة - ومطية تبليغ الناس
 الى السعادة وانه غيث من الله بعد ما امحلت البلاد وهم الفساد . ولن تجد
 هؤلاء المعارف في الاثار المنتقة المأثقة من الثقات - بل هي حقائق اوحيت
 الى من رب الكائنات . وانه اظهرها تام . وهل بعد المسيح كتم .
 وهل بعد خاتم الخلق على السرختم . وليس من العجب
 ان تسمع من خاتم الاثمة . نكاتها سمعت من قبل من
 علماء السلة - بل العجب كل العجب ان ياتي المسيح
 الموعود والامام المنتظر يحكم الناس وخاتم الخلق
 ثم لا ياتي بمعرفة جديدة من مفارقة الكبرياء
 ويتكلم كتكلم العامة من العلماء ولا يفرق
 فرقا بيننا بين الظلمة والضياء .
 داني سميته هذا الرسالة

خُطْبَةُ الْهَامِيَّةِ

وَإِنِّي عُلِّمْتُهَا الْهَامَا مِنْ رَبِّي وَكَانَتْ آيَةً

وانها طبع في مطبع ضياء الاسلام قاديان باهتمام الحكيم فضل الدين

الجيروي في سنة ١٣١٩ من الهجرة المقدسة

تم في ليلة واحدة
 ع

تعداد الاثمة
 ٤١٠

الحاشیہ : ان اللہ خلق آدم وجعلہ سیداً وحاکماً و امیراً علی کل ذی روح من الانس
والجن كما یفہم من آیتہ السجدہ وایلام ثم اذله الشیطان واخرجہ من الجنة
وردة الحكومة الى هذه الشعبان ومن آدم وخصی فی هذه الحرب والاموان . و ان
الحرب سجال ولا تقیاً و مال عند الرمن فخلق الله للمسیح الموعود ولیجعل انہزیمة
علی الشیطان فی اخر الزمان . وكان وعداً مكتوباً فی القرآن . منه .

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور اس کو سید اور حاکم اور امیر بنایا ہر ذی روح پر
انسانوں اور جنوں میں سے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے اس آیت سے (سجدہ کرو آدم کو) پھر شیطان
نے آپ کو ذیل کر دیا اور آپ کو جنت سے نکال دیا اور حکومت واپس لوٹا دی گئی . ان اڑدھا کی
طرف اور آدم کو چھوڑا رسوائی نے اس لڑائی میں اور ذلت نے . اور بے شک لڑائی ڈول ہے اور
پرہیزگاروں کے لیے وہاں ہے اللہ کے نزدیک . پس پیدا کیا اللہ نے مسیح موعود کو اور تاکہ ڈائے شکست
شیطان پر آخر زمانے میں . یہ وعدہ لکھا ہوا تھا قرآن میں .

الحمد لله والمنته کہ بتائید و توفیق آں نعم المولے
و نعم النصیر و عنایات آں ذات جلیل و عظیم و کبیر حصہ اولے کتاب لاجواب موسوم بہ

ایضاح کمال اسلام

جس کا

دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے



بمابہ جولائی ۱۹۲۳ء

بار دوم — تعداد ۱۰۰۰

وزیر ہند پریس امترس میں شیخ یعقوب علی، ترازب احمدی عربی و
ناظم بکٹ پوٹا لیف اشاعت جماعت احمدیہ قادیان نے چھپوا کر شائع کیا

بہادر سنگھ پرنٹرز منیجر

ایڈیشن اول کتاب ہذا کا ریاض ہند امترس پریس قادیان میں ماہ فروری ۱۸۹۳ء میں طبع ہوا

دراستی فی المنام علی اللہ ویتقنت امنی ہو ولم یبق لی ارادة ولا خطر

لا عمل من جهة نفسی وصحت کائنات من شام بل کشتی تا بطه ثقی آخر و اخفاء و نفسحتی ما بقی منه
 اثر ولا راحت و صار کالمفقودین و اعنی بعین اللہ ساجود الظل الی صله و غلبوبة فیه کما جبرہی
 مثل هذه الحالاة فی بعض الاوقات علی الجبین و تفعل ذلک ان اللہ اذا ابد شيئاً من نظام الخیر
 جعلنی من تجلیاته الذاتیة بمنزلة مثینة و علمه و جواد جبر و توحید و تقریدہ لاتمام مراده
 تکمیل مواعیدہ کما جورت عادته بالابدال والانتطاب والصدقتین . فوايت ان درجہ احاط
 علی واستوی علی جسمی و لغنی فی ضمن وجودہ حتی ما بقی منی فدة و کنت من الغائبین . و نظرت
 الی حسدی ناداً جواد حی جواد حه و عینی اعلیة و اذ فی اذنه و لسان فی لسانہ . اخذ فی ربي
 و بی و استوفانی و اكد الاستیفاء حتی کنت من القاينين . و رجعت نذرتہ و توفته نفور فی نفسی سلطان
 الجبروت . فما بقی و ما یقی اداد فی و لامناهی . و انهدمت عمارۃ نفسی کلها و تولدت عمارات رب
 العلین . و انحت اطلال وجودی و عقت بقایا انانیتی و ما بقیة فده من هوتینی . و الاولیة
 غلبت علی غلبة شدا یبذلنا مله و جذبت الیها من شعرا سی الی ظفارا و حلی . نکنت کشتی لایبری
 او کقطرہ و رجعت الی البحر فسترہ البحر بوداء و کان تحت امواج الیم کالمستور من . نکنت فی هذه الحاله
 لا ادری ما کنت من قبل و ما کان وجودی . و کانت الاولیة فضدت فی عروقی و اذتادی و اجزاء
 اعصابی و دایت وجودی کالمتهویین . و کان اللہ استخدام جمیع جواد حی و ملکها یقوی لایمکن نیاده
 علیها نکنت من اخذ و تذلله کان لہا کئی من الکاشبین . و کنت ایتقن ان جواد حی لیست جواد حی
 بل جواد رح اللہ تعالی و کنت اتخیل انی اعدا مت بكل وجودی و انمخلت من کل هویتی . و الان
 لا منازع ولا شریک ولا تابض یذاحم . و دخل ربی علی وجودی و کان کل غضبی و حلیمی و حلوی و
 مری و حوکتی و سکونی لہ و منه و صرت من نفسی کالحالیین . و بینما انانی فی هذه الحالہ نکنت
 اقول انما نوید نظاماً جدیداً اسماء اجدیدة و اوضاعاً جدیدة تخلقت السموات و الارض و اولاد
 بصورۃ اجالیہ لا تفرق فیہا ولا توتلیب ثم فزیتها و تشبہها بوضع هو مواد الحق و کنت اجدی نفسی
 علی خلقها کالقادسین . ثم خلقت السماء الدنیا و قلت انارینا اسماء الدنیا بمصابیح ثم فزیت الکئی
 فخلق الانسان من سیلالۃ من طین ثم اتخذ رت من الکشف الی الالہام فجری علی لسان فی اذنه
 استخلف فخلقت آدم اننا خلقنا الانسان فی احسن تقویر . و کنا کذلک خالقین . و القی فی قلبی .

اردو ترجمہ کے لیے کتاب البریہ مصنف مرزا قادیان کے صفحات ۷۸ و ۷۹

ملاحظہ ہوں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سَمَدٌ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

کتاب البریہ

از تصنیف منیف

حضرت میرزا غلام احمد صاحب ^عمرحوم ^{والتسلام} علیہ الصلوٰۃ

جسے

مینجربک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور نے شائع کیا

دسمبر ۱۳۲۲ء

بار دوم تعداد ۱۰۰۰ قیمت عمر

کشف کو بھی میں براہین میں چھاپ چکا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی تمام صفات روحانی میرے اندر ہیں اور جن کمالات سے وہ موصوف ہو سکتے ہیں وہ مجھ میں بھی ہیں۔ اور پھر ایک اور کشف ہے جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۲ و ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے اس کو بعینہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ ترجمہ۔ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخدار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دیا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں ہلک اس میں محو ہو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگا شے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پس ڈالا۔ سو نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخن پانک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہ تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جلائی ڈال دی گئی پس میں اس شے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا لے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے۔ اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھو گیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگا دیے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میرے اعضاء میرے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء ہیں اور میں خیال کرتا تھا کہ میں اسے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں اب کوئی تنہیک اور منازعہ روک کرنے والا نہیں رہا خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں

میں یوں کہ رہا تھا کہ سم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چلتے ہیں۔ سو میں نے پتہ تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا اِنَّا زَيْنَا السَّمَاءَ لَدُنِيَ بِمَصَاحِمٍ۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا اَوْتِ دَانَ اسْتَخْلَفَ

یہ الہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری نسبت میرے پر ظاہر ہوئے اور اس قسم کے اور بھی بہت سے الہامات ہیں جن کو میں قریباً پچیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور بہت سے ان میں سے میری کتاب براہین احمدیہ اور دوسری کتابوں میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اب حضرات پادری صاحبان سوچیں اور غور کریں اور ان الہامات کو یسوع مسیح کے الہامات سے مقابلہ کریں اور پھر انصافاً گواہی دیں کہ کیا یسوع کے وہ الہامات جن نے وہ اس کی خدائی نکالتے ہیں ان الہامات سے بڑھ کر ہیں کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کسی کی خدائی ایسے الہامات اور کلمات سے نکل سکتی ہے تو ان میرے الہامات سے لغو واللہ میری خدائی یسوع کی نسبت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی اور سب سے بڑھ کر ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کی وحی میں صرف یہی نہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اس نے خدا سے بیعت کی اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کو اپنا لاکھ تراد دیا ہے اور آپ کے ہر ایک فعل کو اپنا فضل ٹھہرایا ہے اور یہ کہہ کر کہ دَمَا يَطْلُقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحَىٰ اَبَّابُكُمْ كَلَامُكُمْ كَلَامُكُمْ كَلَامُكُمْ كَلَامُكُمْ

مراقبہ بخداوند خویش و عظمت او
کہ ہست ایں ہمہ از وحی پاک گفتارم (ریح موعود)

البشری

جلد اول
یعنی

الہامات، مکاشفات و روایا و برکات رحمانی مصدر انوار قرآنی حضرت مسیح موعود
وامام ہدی معہود و حجتہ اللہ فی الکونین جنوی اللہ حلل الانبیاء حضرت سیدنا و مرشدنا
حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ و اصحابہ

جزء کو

حضور مغفور کے ایک ناچیز خادم ابوالفضل محمد منظور الہی احمدی جنوعمہ سوز و غم القادیانی و لدیان محمد غلام احمد موعود

فی

بعد خلیفۃ المؤمنین صدیق ثانی علامہ دوران حامی دین مبین سیدنا و مولانا حاجی الحرمین الشریفین

حضرت حکیم مولانا مولوی نور الدین صاحب بھیروی ثم الفتادیانی

ربیع الاول ۱۳۳۱ھ المقدس مطابق ماہ فروری ۱۹۱۳ء و ۲۵ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ
جمع و مرتب کر کے

باہتمام حافظ مظفر الدین صاحب منیجر
اسلامیہ ٹیم پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا

تعداد جلد: ۱۰۰۰ قیمت فی جلد: ۲/

قبول کی گئی ہیں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا۔ اور نماز پڑھوگا اور روزہ رکھوگا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی (الحکم جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۶)

۳۳ (۲۳۵) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ اَمَّا قَامُومُ اسْمِعُوا دَعْوَانَا وَاجْعَلْ لَنَا اَلْوَادَ الْقَادُومَ وَاعْطِنَا مَا يَدُومُ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (ترجمہ) میں نماز پڑھوگا اور روزہ رکھوگا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا۔ اور وہ چیز تجھے دوں گا۔ جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (الحکم جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۶ کالم)

۳۴ (۲۳۶) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ بَدَّ مَا عِنْدَ هُمْ مِنَ الْوَمَاحِ (ترجمہ) انہوں نے جو کچھ ان کے پاس ہوتا تھا سب ظاہر کر دیئے (البدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۱ کالم)

۳۵ (۲۳۷) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاَكَانُوْا يَغْتَابُوْنَ (ترجمہ) کیونکہ وہ نافرمانی میں حد سے گزر گئے تھے (الحکم جلد ۵ نمبر ۵ صفحہ ۱۶ کالم)

۳۶ (۲۳۸) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ حَوْثٌ يَّهْبِلُهُ (ترجمہ) جوش سے بھری ہوئی لڑائی (لوث) اس البام کے مطابق اسی دن شام ویا بندی آریوں کی طرف سے ایک گندی گالیوں سے بھرا ہوا اشنہا ربحو اب اشنہا رملک شائع ہوا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اس البام کو اس واقعہ پر چسپاں فرمایا (البدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۱ کالم)

۳۷ (۲۳۹) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ اِنِّيْ مَعَ الْاَسْبَابِ اَتِيْكَ بِغَنَّةٍ اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَجِيْبُ اَعْطِنِيْ مَا يَدُومُ اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ مُخِيْطٌ (ترجمہ) میں اسباب کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا۔ خطا کروں گا اور بھلائی کروں گا میں اپنے رسول کے ساتھ غلط ہوں (البدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۱ کالم)

۳۸ (۲۴۰) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَلٰكِنْ اَبُوْحَ الْاَمْرِ اِنِّيْ اَلُوْتُكَ اَلْمَعْلُوْمُ (ترجمہ) میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ اور ایک وقت مقرر تک میں اس زمین سے علیحدہ نہیں ہوں گا۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۱ کالم)

۳۹ (۲۴۱) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ اے ازلی ابدی خدا بیٹیوں کو کپڑے کے آ (مفہوم از حضرت اقدس) اے ازلی ابدی خدامیری مدد کے لیے آ (البدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۳۹ کالم)

۴۰ (۲۴۲) ضروری مسئلہ ۱۹۰۳۔ يَوْمَ الْاَشْنَيْنِ وَفُتِحَ الْحَنِيْنُ (البدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۳۹ کالم)

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے
 کشفِ وحی: میں نے دیکھا کہ ایک کتاب ہے گویا وہ میری کتاب ہے اس کا نام :-
 اس کتاب کا یہ نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتایا
 دیکھو اخبارِ بدیع اکتوبر ۱۹۰۶ء

منہج المصلیٰ

کتاب الصلوٰۃ

جلد اول

کتاب الطہارۃ

مجموعہ فتاویٰ احمدیہ

انعامِ قدسیہ امامِ تمام صاحبِ جی جلی و خفی مسیح موعود مہدی مسعود دینی ربانی و مرسلِ یزدانی حضرت
 سید میرزا غلام احمد قادیانی و ہر دو جلیل القدر خلفائے اور حضرت الہی نور الدین اعظم خلیفہ اولی و
 حضرت السید محمود احمد اول الغرم فضل عمر خلیفہ ثانی علیہم الصلوٰۃ والسلام

ہدیہ ایل قادیان منظمہ بحضور جملہ خاندانِ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام امانتِ باطن امانتِ ظاہر و نیک و خیر و فضل و جلال

اسرارِ شریعت عربی جلد اول

کتاب الطہارۃ و کتاب الصلوٰۃ

مولفہ ترابِ اقدامِ علمائے ربانی محمد فضل احمدی قادیانی وار و چیکنگٹنگیال
 مکتبہ گوجران ضلع راولپنڈی
 ۱۳۴۵ھ
 ۱۹۲۳ء

اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کر لی۔ حضرت نے اس کو تحصیل علوم کے لیے قادیان میں ٹھہرنے کا امر فرمایا اور اس کے سبب اخراجات کا ذمہ اٹھایا اور فرمایا کہ تمام علوم دینی یہاں سے حاصل کر کے اپنے وطن میں جا کر تبلیغ کرو۔ ایک دو ماہ وہ قادیان میں پڑھنا رہا اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط لکھ کر اندر بھیجا جس کا جواب حضرت اقدس نے الفاظ ذیل میں لکھ کر اس کو بھیجا۔ وہی خط جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح محمد کو لکھا تھا۔ خاکسار راقم الحروف نے نقل کر لیا تھا جو کہ یہاں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ان دونوں خاکسار راقم حروف قادیان میں موجود تھا۔ (محمد فضل بقلم خود)

السلام علیکم۔ بلغ الی مکتوبک فاکأسف کل الأسف۔ انک ما تفہم ما قصدنا لک
اذک تطلب قشر الاسلام وکنا اودنا ان توزق من لب السلام وورحد ولو کنت تحأت اقله لفکرت
قیماً بعثی اللہ بہ واعلم ان عملاً من الاعمال لا یفید لاحد من دون ان یعرثنی ولیرحمی دعوی
ودلائلی فالخیبر کل الخیر لک ان تتوب من خیال ذہابک بعد العید وتلبث عندنا بوجه من
الزمان وتتعلم علماً اننا نالہ ولا علم ائی۔

اسرار شریعت عربی جلد اول کتاب الصلوۃ
لہ یدکر اللہ تزداد الذوق
وتمشش الذات کس لها مغیب
وتمشش الذات کس لها مغیب

ان حضرت الحق تعالیٰ لہبت وخرس وشدۃ ما یطرق اہلہا من الہیۃ والتجلی قال اللہ تعالیٰ
وحشعت الاموات للرحمن فلا تسمع الا همساً۔ انما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوک
السملۃ فی بعض الاوقات ویدکر ہا فی بعض الارقات تشریعاً بضعتاً دامتہ وراقویا للہود
الافہو صلی اللہ علیہ وسلم حاضراً معہ علی الدوام لانہ ابن الحضرۃ واکو الحضرۃ وامام
الحضرۃ۔

حکمت تشریع بعض الاذکار مثلثاً

انما جاء بعض الاذکار مثلثاً فی الصلوۃ وخارجہا امی بان یقول ذلک ثلاث مرات لیمصل
بذلک الثواب المحسوس والثواب المتخیل والثواب المعنوی یتعم حساً وخیا لا وعقلاً کما من
یدکر خیا لا وعقلاً۔

تَأْتِي تِلْكَ فِي الْحُجَّةِ تَلْعِيمُ الْإِيمَانِ وَفِي أَوَّلِ أَرْبَعَةِ رُؤُوسِيَّةٍ نَأْتِيكَ فِي حَدِيثِكَ مِنَ الصَّلَاةِ
فَإِنْ شُئْتَ نَأْتِيكَ وَامْكُثْ وَإِنْ شُئْتَ نَأْذِمْ بِهَذَا الزَّادِ مَا لَيْسَ لَكَ فِي ذَهَابِ خَيْرِ بِلْ خَلِيلٍ
مَبِينٍ وَلَكِنْ كَيْفَ امْعَاثُ وَلَا تَغْنَى الْإِبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْنَى الْقُلُوبِ الَّتِي فِي الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى مَنْ أُنْعِمَ
الْوَقْتُ الْمُتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ الْوَاحِدِ أَحْمَدُ عَلَى اللَّهِ عَنده

ترجمہ :- السلام علیکم۔ تمہارا خط ہم کو ملا۔ بڑا افسوس ہے کہ تم نہیں سمجھتے ہو اس ارادہ کو جو ہم نے
تمہارے لیے کیا تھا۔ تم اسلام کا چھٹا طلب کرتے ہو اور ہم نے ارادہ کیا تھا کہ تم کو اسلام کا مغز اور اس کا
روح دیا جائے۔ اگر تم خدا تعالیٰ سے ڈرتے تو جس بارے میں خدا نے مجھے بھیجا ہے اس میں ٹکر کرنے کی جگہ
نہیں کہ کونسی عمل بغیر میری شناخت اور میرے اور میری دلائل کی واقفیت کے فائدہ نہیں دیتا۔ تمہارے لیے
بہتر ہے کہ عید کے بعد جانیکے خیال سے توبہ کرو اور کچھ مدت ہمارے پاس رہو اور وہ علم حاصل کرو جو خدا
تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمکو صحت ایمان کے بغیر حج کرنے میں کیا فائدہ ہوگا۔ میں تم کو
دیہیہ بھیجتا ہوں جو ضرورت ہو۔

اسرار شریعت عربی۔ جلد اول کتاب الصلوٰۃ

۱۔ ان الامامة وضعت لربط كلمته الاتحاد والاتفاق المسلمين على طاعة الله تعالى فمن اذنب
فعلاً قبيحاً وكان مصراً على خلاف الشريعة تخرج عن طاعة الله تعالى ولن يربط كلمة اتحاد
المسلمين على يديه لانه ناسق فلا يجوز ان يولى في الامامة بالناس من يفعل فعلاً من المنكرات
المحرمة مع إمكان قولية من هو خير منه كيف وفي الحديث من نكح رجلاً عملاً على عصاة
وهو يجحد في تلك العصاة من هو ارضى الله منه فقد خان الله وخان رسوله وخان المؤمنين
وفي حديث اخر اجعلوا ائمتكم خيادكم فافضوهم فاخبروا بدينكم ودين الله وفي حديث اخر
اذا اجم الوجال القوم وفيهم من هو خير منه لهيئنا لى سفاك.

۲۔ وفي سال ابى داؤد وغيره ان رجلاً من الانصار كان يعلى يقوم اماماً تبصق في القلب
تأمرهم النبي صلى الله عليه وسلم ان يعزلوه عن الامامة ولا يصلو اخلقه فجاء الى النبي صلى الله

جس نے مسیح موعود و مہدی مسوع علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں

(خط بنام عبدالحکیم مرتد و تشیعہ الاذعان جلد ۴ نمبر ۳ صفحہ ۱۳۵)

از حضرت مسیح موعود و مہدی مسوع علیہ السلام۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ ہزار ہا آدمی جو میرے جماعت میں شامل نہیں کیا راستبازوں سے خالی ہیں۔ تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہیے کہ وہ ہزار ہا یہود و نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے۔ کیا وہ راستبازوں سے خالی تھے۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۷۸ میں فرمایا۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کا فرمنے والے اور نہ ہی ماننے والے کو۔

اسرار شریعت عربی۔ جلد اول کتاب الصلوٰۃ

بچوں گہ در رشتہ او سفتہ شو در نہ مانند غبار آشفته شو
مرد مال و گھر بیک دیگر شوند شفتہ در یک رشتہ جو ہر شوند
محفل انجم ز جذب باہم است ہستی کو کب ز کو کب محکم است

۶۔ ان الله ربط جميع اشیاء العالم برابطة الاتحاد والوحدة وأنه انا تلك الصورة لبعالم التشويعي في الجماعة والامامة وبنائها على ذلك انه لا تنتظم امر قوم و لا تكون صورة الوحدة الا باطاعة شخصية للايقض نظام الاتفاق۔

۷۔ انظروا الى نظام وحدة لاول كيف تو ربط جميع اركانها بحبل الوحدة السلطانية من ادنى ملائم الى اعلى قائد العباكو والضابط وملازم الهام والوزير والسلطان فانهم ان لا يعملوا بعضهم تحت بعض ولو ينكبوا بسلك اطاعة بعضهم بعض لا انقضت نظام السلطنة بلمح البصر

۸۔ انظروا الى نظام الشمس ان الله تعالى جعلها اماماً لجميع سلسلة الكائنات و

درخواست جلال الدین صاحب شمس مختار مدعا علیہ

مورخہ ۴ - دسمبر ۱۹۳۲ء

جس میں تحریر کیا گیا کہ عبدالرزاق فوت ہو گیا ہے۔ لہذا
اب مقدمہ ہذا میں کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہ ہے

بعدالت طرکٹ بیج بہادر بہادر پور

بمقدمہ شلام عائشہ بنام عبدالرزاق
زیر آرڈر ۲۲ رول - ۱ ضابطہ دیوانی

جناب عالی

مقدمہ مندرجہ عنوانی میں مدعا علیہ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۲ء کو رحلت فرما گئے ہیں اور ان حالات میں مقدمہ مندرجہ عنوانی میں کسی تجویز کی ضرورت نہیں رہتی۔ مدعیہ آزاد ہے کہ جہاں چاہے شادی کرے اور چونکہ مدعا علیہ کو کبھی خلوت صحیحہ حاصل نہیں ہوئی۔ اس لیے عدت وغیرہ کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی مقدمہ ہذا کی اغراض کے لیے مدعا علیہ کا کوئی قائم مقام قانون کی نگاہ میں مقرر ہو سکتا ہے اور ان حالات میں یہ بے معنی ہو گا کہ کوئی فیصلہ بحق مدعا علیہ یا برخلاف مدعا علیہ صادر کیا جائے اور یہ قرین انصاف ہو گا کہ مثل مقدمہ داخل دفتر فرمائی جائے۔

خاکسار
جلال الدین شمس

۴ دسمبر ۱۹۳۲ء

درخواست ہائے مسماۃ غلام عائشہ

مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۲ء و ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء

جس میں قانونی حوالہ جات پیش کئے جا کر ثابت کیا گیا کہ
بروئے قانون عدالت فیصلہ منانے کی مجاز ہی نہیں بلکہ
پابند ہے۔

بعدالت عالیہ ڈسٹرکٹ جج بھاولنگر
بنام عبد الرزاق مدعا علیہ
دعویٰ تیغ نکاح الزلیم ارداد

جناب عالی۔

۱۔ منجانب مختار مدعا علیہ ایک درخواست پیش ہوئی ہے کہ مدعا علیہ فوت ہو چکا ہے جس پر عدالت نے مدعیہ کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ قانون پیش کرے کہ اس مرحلہ پر عدالت فیصلہ نہیں سناسکتی یا سناسکتی ہے۔
۲۔ مختار مدعیہ نہایت ادب سے التماس کرتا ہے کہ عدالت زیر قاعدہ ۶ آرڈر ۲۲ ضابطہ دیوانی فیصلہ سناسکتی ہے۔ خواہ بناوٹے دعویٰ رہے یا نہ رہے۔ اور استحقاقِ نالاش قائم رہے یا نہ ہو یہاں اس مقدمہ میں استحقاقِ نالاش قائم ہے۔ دفعہ سابقہ آرڈر (۲) میں قائم مقام کی ضرورت ہے لیکن اس قاعدہ ۶ میں قائم مقام کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو فیصلہ جات ۱۰۶-۱۵۱۵ء پنجاب ریکارڈ ۲۶۰ جلد ۱ مدراس صفحہ ۱۸۱۔ اہ آباد سال ۱۳۳۰ء صفحہ ۱۱۱ لاہور سال ۱۳۳۰ء صفحہ ۷۱۰ و آرڈر ۶ رول ۲۲ ضابطہ دیوانی۔

۳۔ اس مقدمہ میں فیصلہ سنانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ مقدمہ ایک دفعہ بہرہ عدالت ہائے ریاست ہذا سے مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ ہو چکا تھا لیکن انتہائی عدالت نے وہ تمام فیصلہ جات اس لیے منسوخ کر دیئے کہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے۔ ریاست ہذا میں اسلامی ضابطہ کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے تھا لہذا اب جو جب ضابطہ اسلامی مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے۔
۴۔ اگر عدالت عالیہ مدعا علیہ کو فوت تسلیم کرنے کی بنا پر فیصلہ ملتی کر دے تو اس کے سنی یہ ہوں گے کہ عدالت مدعیہ کے حقوق داد دینی عطائے خرچہ سے بھی انکار کرتی ہے۔
لہذا التماس ہے کہ بر جو بات بالا اس مقدمہ کا لازماً فیصلہ سنایا جا کر مدعیہ کی داد دینی فرمائے جاوے۔
مورثہ ۲۰/ دسمبر ۱۳۳۰ء۔

رض

سماعۃ عائشہ بذریعہ حاجی محمود مختار خاص

نقل درخواست مختار مدعیہ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء

محکمہ ڈسٹرکٹ ججی بہاولنگر

سمات عائشہ

بنام

عبدالرزاق مدعا علیہ

دعویٰ دلاپانے ڈگری استقرار یہ فسخ نکاح فریقین

بوجہ

ارتداد شوہر مدعا علیہ از یوم ارتداد

جناب عالی!

بمقدمہ صدر قانون بحث طلب یہ ہے۔ بجز من تسلیم موت مدعا علیہ فیصلہ عدالت سنا سکتی ہے یا نہ۔ مختار مدعیہ حسب ذیل عرض کرتا ہے:

۱۔ یہ مسئلہ امر ہے کہ موت احد الفریقین بعد سماعت مقدمہ قبل از اجراء فیصلہ وقوع میں آئی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ نمبر ۶ آرڈر نمبر ۲۲ ضابطہ دیوانی اس مرحلہ مقدمہ کیلئے خاص وضع کی گئی چنانچہ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی کی جو مجموعہ ضابطہ دیوانی کی ترمیمات پر غور کرنے کے لئے مقرر ہوئی تھی وہ تشریح کرتی ہے کہ واقعہ موت کو مقدمہ کے تصفیہ سے کچھ سروکار نہیں ہے اس لئے اس آرڈر ۲۲ کے متعلق جو رپورٹ کمیٹی نے کی ہے وہ درخواست میں بعینہ حرف بحرف نقل کی جاتی ہے۔

”جو دفعات کہ قانون موجود میں مقدمہ کی سماعت کی نسبت ہیں ان میں ہمارے نزدیک اہم تغیر کی ضرورت نہیں۔ مگر ہم نے اس صورت خاص کا تصریح لکھ دینا ضروری سمجھا جبکہ کوئی فریق بعد سماعت مقدمہ مگر قبل اجراء فیصلہ کے فوت ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کو مقدمہ کے نصفیہ سے کچھ سروکار نہ رکھنا چاہیے۔ پس اسی غرض سے ہم نے اس مضمون کی دفعہ داخل کر دی کہ فیصلہ باوصف وفات فریق کے بھی سنایا جاسکے“ (ملاحظہ ہو رپورٹ)

۲۔ آرڈر ۲۲ کے متعلق ضابطہ دیوانی میں صاف درج ہے کہ آرڈر ہذا تغیرات بدوران دعوے سے متعلق ہے۔

استحقاق نالش یا عدم استحقاق نالش کی شرط دوران مقدمہ میں ہے اس لیے اگر استحقاق نالش قائم ہے تو بذریعہ قائم مقام کے مقدمہ کی سماعت جاری رہے۔ اگر استحقاق نالش قائم ہی نہیں رہتا ختم ہو جاتا ہے اور قائم مقام کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ آرڈر ۲۲ میں جس قدر رول بجز رول ۷ کے ہیں۔ متعلق دوران مقدمہ کے ہیں اور قاعدہ ۷ میں صاف تحریر کیا گیا ہے یہ قاعدہ جدید ہے جیسا کہ رپورٹ کمیٹی سلیکٹ نے ظاہر کیا ہے (پس اس غرض سے ہم نے اس مضمون کی دفعہ داخل کر دی) کہ وہ دفعہ ۷ اور ۲۲ کی ہیں۔ اس رول نمبر ۶ میں استحقاق نالش کی شرط کا نہیں ہے۔ جو مقدمہ ہذا میں جبکہ موت مدعا علیہ بعد سماعت مقدمہ قبل اصدار فیصلہ وقوع میں آئی ہے استحقاق نالش کے قائم یا ناقص رہنے کا تعلق نہیں ہے۔ بوجوہات ذیل ۱۔

(الف) دعوے مدعیہ یہ ہے کہ مدعا علیہ سال ۱۲۲۱ء میں مرتد ہو چکا ہے۔ یوم ارتداد سے مدعیہ اس کی

منکوحہ نہیں رہی۔ ڈگری استقرار یہ عدالت سے بھی طلب کرتی ہے کہ باعث ارتداد مدعیہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ ملاحظہ فقرہ نمبر ۳، نمبر ۴، نمبر ۵ عرضی دعوے۔

(ب) شرعاً ارتداد طلاق فسخ نکاح و حرمت مظاہرہ و رضا وغیرہ کے متعلق مختلف نہیں۔ ارتداد کا یہ حکم ہے۔ ارتداد کے وقت نکاح بلا حکم قاضی خود بخود فسخ ہو جاتا ہے۔ اور دعوے فسخ نکاح خیال البورغ وغیرہ میں فسخ نکاح حکم قاضی کے وقت سے ہوگی ارتداد میں عدت نہیں ہوا کرتی۔ صرف ایک حیض استبراء ہوا کرتا ہے اور موت میں عدت ہے۔ مقدمہ ہذا میں اگر مدعا علیہ دوران مقدمہ میں مرتد ہوا ہے تو مدعیہ کا استحقاق نالش قائم رہتا۔ کیونکہ مدعیہ کی دائرہ سی یہ ہے کہ وہ یوم ارتداد سے

فیصلہ صادر فرمایا جاوے۔ اور اگر ان نکات پر سے تشفی نہ ہو تو مزید بحث کے لیے مطرقہ الدلیلیف نگاہ صاحب بیڑاٹ
پیش کیے جاسکتے ہیں جو آج چند مجوریوں کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے۔

تحریر ۱۶ شوال المعظم ۱۳۰۳ھ

۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء

=====

محمود مختار خاص مدعیہ

محمود بقلم خود

عدالت۔

میں نے نکات پر پیش کردہ کو دیکھا ہے انہیں سے نظیر آل انڈیا رپورٹرس ۱۹۲۴ء اودہ صفحہ ۶۱ کو مد نظر رکھتے
وئے۔ یہ قرار پایا جاسکتا ہے کہ صورت موجودہ میں واقعات پر فیصلہ صادر کیا جاسکتا ہے۔ لہذا مختار مدعیہ کو
مزید بحث کے لیے کسی قانون پیشہ در شخص کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اصل ہذا شامل فیصل ہو۔ مختار مدعیہ کو تاریخ
فیصلہ سے بعد میں مطلع کیا جائے گا۔

۱۲ جنوری ۱۹۲۵ء

دستخط جج صاحب

عدالت

مختار مدعیہ کو مطلع کیا جاوے کہ وہ بقرار ۶ فروری ۱۹۲۵ء فیصلہ مقدمہ سننے کے لئے عدالت ہذا
میں بتقام بہادر پور حاضر ہو۔

یکم فروری ۱۹۲۵ء

محمد اکبر — ڈسٹرکٹ جج

حکم جوڈیشل کونسل ریاست بہاول پور

مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء

جس کی رُو سے مقدمہ مسماة غلام عائشہ بنت
الہی بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت میں
دائیں بھیج کر از سر نو تحقیقات کا حکم ہوا۔

نقل حکم اخیر باجلاس حکام عالی مقام منسٹر صاحبان بہادر اجلاس خاص گورنمنٹ بہاولپور
مسماۃ غلام عایشہ بنت مولوی الہی بخش ذات ملانہ سکنا احمد پور شرقیہ مدعیہ اپیلانٹ

سب نام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد سکنا موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ مدعا علیہ رسپانڈنٹ
اپیل ثانی بناراضی حکم فاضل جہان چیف کورٹ مورخہ ۱۰ جون ۱۳۵۷ء جس کی
روسے اپیل مدعیہ خارج کی گئی اور فیصلہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بحال رکھا گیا

از اجلاس خاص

مقدمہ کے واقعات حسب ذیل ہیں:

مسماۃ غلام عایشہ مدعیہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ مولوی الہی بخش نے عبدالرزاق
رسپانڈنٹ سے کیا تھا۔ مسماۃ مذکورہ نے بائغ ہو کر نالش بایں بیان کی ہے کہ بوقت نکاح
فریقین کا مذہب اہل سنت الجماعت تھا لیکن بعد ازاں عبدالرزاق مدعا علیہ نے مذہب
قادیاہی اختیار کیا اس لئے وہ مرتد ہو چکا ہے۔ نکاح منسوخ فرمایا جائے۔ مدعا علیہ کا بیان
تھا کہ مرزائی دائرۃ اسلام سے خارج نہیں ہیں اس لئے نکاح منسوخ نہیں ہو سکتا۔ مدعیہ کی طرف سے
اپنے بیان کی تائید میں فتویٰ دارالعلوم دیوبند و مولوی خلیل احمد صاحب و عقائد مرزایاں و
رسالہ منسوخ نکاح پیش ہوئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے رسالہ عقائد احمدیہ و فیصلہ جات
کریم بخش بنام جندوڈی و فیصلہ جات ہائیکورٹ مدراس، پٹنہ و پنجاب پیش ہوئے۔
صاحب ڈسٹرکٹ جج نے فریقین کی اسناد پر بحث کے بغیر دعویٰ مدعیہ خارج کیا۔ اس حکم کے
خلاف مدعیہ نے چیف کورٹ میں اپیل کی۔ فاضل جہان چیف کورٹ اپنے فیصلہ میں تسلیم
کرتے ہیں کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات مقدمہ مذکور میں حاوی نہیں ہو سکتے
کیونکہ ان میں غیر متعلق سوالات زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ چونکہ ہائی کورٹ مدراس کے فیصلہ

اعلیٰ ترین کیس ۶۶ میں سوال زیر بحث بحسبہ پہلے عطا آیا احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہیں؟ اس نے زیادہ تر اسی فیصلہ پر انحصار کرتے ہوئے اپیل کو خارج فرمایا ہے مدعیہ نے اب اپیل ثانی بنا راضی حکم چیف کورٹ عدالت ہذا میں دائر کی ہے موجبات اپیل تقریباً وہی ہیں جو کہ اپیل اول میں تھے۔ ہم نے فیصلہ مدراس ہائی کورٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل جج جٹ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ بالاکمیل چھان بین سے طے پایا عطاء کیونکہ فاضل جج مدراس ہائی کورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ان سے اس حد یا اس درجہ تک اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا کن اسلامی عقائد کی پیروی یا کن عقائد کے زمانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے اسی فیصلہ میں پھر فاضل جج تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ یا نہیں علمائے اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں اس لئے ہمارے رائے میں فاضل جج مدراس ہائی کورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کو بطور گواہ عدالت طلب کیا گیا تھا تا کہ وہ سوال زیر بحث کی تشریح اور وضاحت کریں۔ ان کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے اور اس پر وحی نازل ہوئی ہے تو ایسا شخص چونکہ ختم النبوة حضرت رسول کریم کا منکر ہے اور ختم النبوة اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے بطور دلائل کئی ایک آیات قرآن شریف پیش کیں۔ جن میں اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر ہم اس مقدمہ کو فیصلہ کرنے کے لئے صرف شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے جب تک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے دین بھی اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے ہمارے خیال میں یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور مدعا علیہ کو بھی موقع دینا چاہیے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔ اس لئے ہم مزید تحقیقات کے لئے یہ مقدمہ پھر عدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں بھیجتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ یہ مقدمہ بروئے

شرعاً شریف فیصلہ کیا جائے۔

تجویز بالا بمراد منظوری بحضور والاشان سرکار عالی دامت اقبالہ و ملکہ پیش ہو۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۱ء

دستخط منظر صاحبان بہادر اجلاس خاص

انہ پیش گاہ سرکار عالی

تجویز منظور ہے - ۲۵ جنوری ۱۹۳۲ء

دستخط مبارک حضور سرکار عالی دامت اقبالہ و ملکہ

بمراد عمل درآمد حوالہ اہلمد ہو۔ اور فریقین کو ۱۳ مارچ ۱۹۳۲ء طلب کیا جائے

۱۸ فروری ۱۹۳۲ء

۱۰ ایشوال ۱۳۵۵ھ

محمد اکبر

بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی
شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور گواہ مدعیہ

علامۃ العصر حضرت غلام محمد صاحب گھوڑیؒ کا ذکر خیر اس سے قبل صفحہ نمبر ۱۳۲ پر آچکا ہے۔

ناظرین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لیے عرض ہے کہ جب مسامۃ غلام عائشہ کی اپیل ثانی عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور میں زیر سماعت تھی تو فاضل جہان نے مقدمہ کے شرعی پہلو پر راہنمائی حاصل کرنے کے لیے حضرت گھوڑیؒ کو ہی طلب فرمایا تھا۔ آپ نے قرآن پاک اور احادیث نبوی سے ثابت کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت کے بعد جو مدعی نبوت ہو وہ اور اس کے متبعین کا فرائد مرتد ہیں اور ان کے نکاح بلاقتضا قاضی فسخ ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ کے اس بصیرت افروز تاریخی بیان کو بڑ نظر رکھتے ہوئے ہی عدالتِ عظمیٰ نے جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاولپور کا فیصلہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۷۸ء کا عدم قرار دے کر مقدمہ ہذا عدالتِ ڈسٹرکٹ ججی بہاولپور میں بدیں ہدایت واپس فرمایا کہ مقدمہ مزید شرعی تحقیق و تدقیق کا محتاج ہے۔ لہذا ہندوستان کے دیگر متقدم علماء، اکابرین کی شہادت سے کہہ روئے احکام شرعی فیصلہ صادر کیا جائے۔

عدالتِ عظمیٰ سے منسلک کی واپسی پر ۲۱ جون ۱۹۷۲ء کو سب سے پہلے آپ کا بیان ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار پھر قرآن پاک، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے مرزا ایت کے کفر و التداد اور ایک سفیہ محرت کا عبدالرزاق مرزائی سے انفساخِ نکاح کو ثابت فرمایا۔ مدعا علیہ اگر احاطاً عدالت میں موجود تھا لیکن اس نے آپ کے اس بصیرت افروز بیان پر جرح کرنے سے اجتناب و احتراز کیا۔

ادارہ _____

مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی

اسلام کے بنیادی اصول بہت سے ہیں۔ لیکن ان میں اہم توحید باری عز و جل اور ایمان بالملائکہ ایمان بالانبیاء ایمان بالکتاب المنزل اور ایمان باتباع اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی یقین کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص پہلے اہل سنت والجماعت ہو اور پھر وہ مرزائی بن جائے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مرزا غلام احمد کو نبی مانے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو قرآن نے آخری نبی قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اس قرآنی حکم کو نہ مانے اور اس کا انکار کرے وہ قرآن کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

(۱) قرآن شریف میں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحی کا انزال دو قسموں پر ہے (۱) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا (۲) جو آپ سے پہلے ہوا۔ والذین یؤمنون بما انزل الیہک وما انزل من قبلک۔ (سورہ بقرہ ص ۸۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (۲) دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں جب تم لوگوں کو کتاب دوں اور حکمت اور تم نبوت کے منصب پر فائز ہو جاؤ تو اس کے بعد ایک نبی آئے گا جو تمام پہلی چیزوں کی تصدیق کرے اور لاہو کا تم لوگ اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا۔

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لہما ان یتلکھ من کتاب وحکمۃ فھما جاعلکم رسول مصدق لہما معکم لکم منن بہ ولتضمنہ۔ (پارہ تیسرا سورۃ آل عمران)

اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں ایک میثاق النبیین، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یہ خطاب ہے۔ اور دوسرا لفظ ”ثم جاعلکم“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرے اور لاہو کا تم لوگ اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا۔ اور وہ بالاتفاق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام سب نبیوں کے بعد آئے ہیں۔ پس اگر مرزا صاحب بھی نبی ہوں تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے بعد آئے اور قرآن کی تکذیب لازم آئیگی۔ چنانچہ امام ابن کثیر نے جلد اول صفحہ ۱۷۵ میں اور مولوی محمد علی مرزائی لاہوری نے ترجمہ قرآن جلد اول صفحہ ۲۵۲ میں یہی صنف بیان کئے ہیں۔

(۳) تیسری آیت۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب اکرم فرما دیجئے کہ اے لوگو میں تم تمام کا رسول ہوں آج سے قیامت تک جس قدر لوگ ہوں گے۔ سب کا میں پیغمبر ہوں۔

قل ینا ھما الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (پارہ ۹ سورہ اعراف)

اس آیت میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قیامت تک تمام لوگوں کا رسول من اللہ وہ ہے جس کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

پس جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قیامت کے درمیان کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے لہذا مرتد ہو جاتا ہے۔ اس آیت کے بھی منہ امام ابن کثیر نے جلد رابع صفحہ ۵۳ میں ذکر فرمائے ہیں اور اس طرح دوسرے مفسرین نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

(۴) حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے دین کو کالی کر دیا۔ اور تم میں اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا اور تمہارے اسلام کو میں نے پسند کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم وانتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (پارہ ۶ سورہ صافہ رکوع اول)

اس آیت میں حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کالی ہو گیا۔ پس نہ کسی دوسرے دین کی حاجت ہے نہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے۔ اب اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دین کالی نہیں ہوا۔ اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ پس قرآن کریم کی تکذیب لازم آئیگی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کو نبی ماننا ہے۔ وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔

(۵) حضرت حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہر نعمت میں چیزوں کی اطاعت کرو اللہ کی ماس کے رسول کی۔ اور اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر تمہارا ان سے جھگڑا ہو جائے کبھی تم میں اور اولی الامر میں اختلاف ہو جائے۔ تو اس وقت فقط اللہ اور رسول ہی قابل اطاعت ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئیخ فرددوا الی اللہ والرسول ان کنتمہ تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذالک خیر و احسن تاویلا (پارہ پنجم سورۃ نساء)

اس آیت نے ظاہر کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بھی ایک جماعت قابل اطاعت ہوگی۔ اور ان کی حیثیت یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ امتی اختلاف نہیں کر سکتا۔ اس واسطے ارشاد ہے کہ نبی محض مخدوم اور مطاع ہے۔ اُس کے ساتھ جھگڑا نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس آیت کی رو سے جو لوگ اولی الامر ہوں گے نبی نہیں ہوں گے۔ اور ان سے اختلاف ہو سکے گا چاہے وہ مشرک ہوں۔ شہید ہوں۔ صالح ہوں۔ امام ہوں۔ غوث ہوں۔ قطب ہوں۔ کچھ ہوں۔ اس موقع پر یہ مولوی محمد علی لاہوری کی تفسیر کے چند جملے بیان کرتا ہوں۔ مولوی محمد علی اپنی تفسیر جلد اول صفحہ

۵۲۶ پر فرماتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ کے لیے حقیقی مطاع ایک مطاع محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں گے اس لیے آپ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی رسول ہو گا تو وہ مطاع ہو گا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مطاع نہیں رہینگے۔ اور یہ خلاف قرآن ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ جب اس کو فان تآزر عتم کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں ہو سکتا۔

(۶) حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ فرما دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جن اس کتاب (قرآن) کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ قل لمن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن کایاء تو ن بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیراً۔ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل)

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ قرآن شریف تمام ہدایات سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کے بعد کسی ہدایت کی کسی نبی کی کسی کتاب کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۷) حضرت حق پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً فرمایا ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اَنَا ارسلناک شاحداً و مبشراً و نذیراً و ادع الی اللہ باذنہ و سر اجا منیراً۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب)

اور قرآن پاک نے سورج کو سراج کہا ہے اس سے ظاہر کرنا یہ مقصود ہے کہ جیسے سورج کی روشنی کے بعد کسی ستارہ یا کسی اور منیر کی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا وادی کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور رسالت ان پر ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے سورج پر روشنی ختم ہو جاتی ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب قوموں کے منذر اور ہادی ہیں۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کے لیے ہادی ہیں اور دوسرا اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔

انما انت منذر و لیکن قوم ہاد (پارہ ۱۳ سورہ رعد)

(۹) حق پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کر دی۔ اس میں ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل فرمائی گئی یہ کافی اور بس ہے اولہدیکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلّی علیہم ان فی ذلک لرحمة و ذکر لى لقوم یؤمنون

(پارہ ۲۱ سورہ عنکبوت)

(۱۰) انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون۔ (پارہ ۱۳ سورہ حجر)

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم ایک محفوظ اور غیر متغیر کتاب ہے۔ جو کبھی منسوخ نہیں ہوگی پس اگر کوئی دوسرا نبی اور دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ ہو جائے چنانچہ مرزا صاحب کے اٹھتی قرآن کے بہت سے ٹکڑے منسوخ مانتے ہیں۔ مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جہاد باسیت منسوخ ہوگئی ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔ جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ احمدیہ جلد اول مشتمل کتاب الصلوٰۃ و فتاویٰ احمدیہ جلد اول مشتمل اس آخری مولد میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی عمل کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ میرے دعوے کو نہ مانے۔ تو یہ حکم مرزا صاحب کا ماننا نہ کہیں۔ قرآن میں ہے اور نہ کہیں حدیث میں۔ بلکہ قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو نبی نہ مانا جاوے۔ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے قرآن کا یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ میں منسوخ نہیں ہوں۔

(۱۱) قرآن مجید میں ہے۔ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ دَخَا قَهْدَ الْبَنِيْنَ اِسْ آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی لاہوری نے جلد سوم مشافہ میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی لغت سے اُزپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتم یا خاتم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں سے آخری ہونا۔ پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنی نبیوں کی ہر نہیں۔ جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ بلکہ آخری نبی ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہے خاتم کے معنی آخری نبی کے تمام مفسرین اور اہل لغت نے کئے ہیں۔ تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ مثلاً میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہیں۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۸ مشافہ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے لیے ہیں۔ تفسیر کبیر جلد ۶ مشافہ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے گئے ہیں۔

تفسیر بیضاوی جلد ۴ مشافہ اور تفسیر ابو سعید حاشیہ کبیر جلد ۴ مشافہ میں بھی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کئے گئے ہیں تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ مشافہ میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی لکھے ہیں۔ لغت کی کتاب قاموس میں لکھا ہے، دَخَا قَهْدَ الْاَنْبِيَاءِ اَخْرَجَهُمْ سَاان الْعَرَبِ مِیْ هِیْ خَاتَمُهُمْ۔ اَخْرَجَهُمْ قَطْرَ الْحِطِّ مِیْ لکھا ہے کہ خاتم کے معنی آخری جیسے البحار جلد اول مشافہ میں ہے کہ خاتم کے معنی ہیں کہ لا نبی بعدہ تاج العروس شرح قاموس میں ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خاتم اس واسطے ہے کہ آپ کے آئینے نبوت ختم ہوگئی۔ کلیات البر البقاع میں ہے کہ ہمارے پیغمبر کا نام

ہو خاتم الانبیاء ہے۔ اس واسطے ہے کہ خاتم کے معنی ہیں آخری۔ ملاحظہ ہو مسئلہ کتاب مذکور صحاح میں لکھا ہے کہ خاتم النبی آخرہ، اور فقہی الارباب میں ہے خاتم چیز یا یاں آل و آخر قوم مراد میں ہے کہ خاتم شے کا آخر شے کا ہوتا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ یعنی آخری نبی۔
اب میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں۔

پہلی حدیث جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے علی تو مجھے بیشل ہارون کے ہے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲-۱۵۳-۱۱۲۔

(۲) دوسری حدیث ہے کہ میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النبیین ہوں۔

کنز العمال جلد ۶-صفحہ ۱۱۲

(۳) تیسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں پیداؤش میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر ہوں۔

(ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۳)

(۴) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب پیغمبروں کا سردار ہوں۔ اور یہ فقرہ انہیں کہہ رہا۔ اور سب نبیوں کا آخری ہوں۔ اور یہ فقرہ یہ نہیں۔

کنز العمال جلد ۶-کنز العمال جلد ۶-صفحہ ۱۱۳

(۵) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رسالت اور نبوت ختم ہو گئی ہے میرے بعد نہ کوئی رسول اور نہ نبی ہوگا۔ ملاحظہ ہو ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۵

(۶) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے نبیوں پر ۵ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ پر نبیوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔

(کنز العمال جلد ۶-صفحہ ۱۰۶)

(۷) اور حدیث ہے کہ میں آیا اور میں نے نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ اور مسلم شریف کی جلد ۲-صفحہ ۱۱۹ میں اس مضمون کی دوسری حدیث ہے۔

(۸) حضرت فرماتے ہیں کہ میری مثال نبیوں میں ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک کو ٹھاننا یا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ بس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۱۱

(۹) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ماقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شے نہ آوے۔ شامل ترمذی صفحہ ۲۱۱

اسی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں بحرف لوات بیان نہیں کیا جاتا۔

اب میں مذہب اسلام کے عقائد اور سلف صالحین کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ کہ نبی علیہ السلام آخری نبی تھے۔ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آسکتا۔

شرح عقائد میں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ پس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ آخر الانبیاء ہیں مواہب لدنیہ میں ہے کہ اختلاف ہے کہ نبی اور پیغمبر کتنے ہوئے ہیں۔ مگر اول سب نبیوں کا آدم ہے۔ اور آخر سب کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (جلد اول)

صحیح الاشیٰ جلد ۱۲ صفحہ ۲ پر ہے کہ یہ دو کلام ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے فلاسفہ کو کافر کہا گیا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا ممکن سمجھتے ہیں اور جائز سمجھتے ہیں۔ عقیدہ امام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و الجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ گمراہی اور ضلالت ہے۔ اور ہوائے نفسانی ہے۔

حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین ص ۱۸۳ پر فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن ہاشم آخری نبی ہیں۔ مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب سبھا لکھنؤ غنیۃ الطالبین کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اعتقاد کنند اہل اسلام ہمہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خداست سالہ ہمہ پیغمبران است و تمام کردہ شدہ است باو پیغمبران را

پہلی صدی کے مجدد حضرت غلیقۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہ آئیگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص ۱۵)

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا اتفاق اہل اسلام سے کہ کفر ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۲ کتاب مذکور۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ جب کسی شخص کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۲۶

اس کتاب کی شرح میں ہے کہ ضروریات دین میں جہل کوئی عذر نہیں ہے۔ کتاب الفضل ۳۶۰ ص ۲۹۹ میں ہے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغیر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کسی اور شخص کو نبی کہیگا تو اس کے کافر ہونے میں دو مسلمان بھی مختلف نہیں ہوں گے۔ اسی کتاب کی جلد ۱۸ میں ہے کہ کس طرح کوئی مسلم جائز سمجھتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد دنیا میں کوئی نبی آدے۔ مگر اس کے جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مستثنیٰ فرمایا۔ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ پر ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی کہے وہ کافر ہے۔

نیم المیاض جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ میں ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو نبی مانے چاہے حضرت کے زمانہ میں یا ان کے بعد کسی کو نبی مانے تو اس نے اللہ و رسول کی تکذیب کی۔
العارم السلول صفحہ ۱۷۵ میں ہے جس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کہا کہ وہ اللہ کا رسول ہے وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا جائز ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ حضرت کے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ لمادی نے شکل الانار جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ حضرت مدنیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کے قریب "فوجاں اور کذاب" پیدا ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ جن میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق اور بھی وجوہ کفر ہیں۔ اور چونکہ عبدالرزاق ان کو نبی مانتا ہے اس لیے وہ بھی ان کے عقائد کا پابند سمجھا جائے گا۔ مثلاً مرزا صاحب اپنی کتاب آئینہ کالات ۵۶۷ و ۵۶۸ میں فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدا فی اور اللہ ہیت میرے رگ دریشہ اور پٹھوں میں گھس گئی اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجائی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کچھ تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا پھر میں نے کہا کہ انا ذینا السموات الدنیا مصاصیج پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو کچھڑ سے پیدا کریں گے۔ اس سے مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا۔ اور کوئی شخص جب خدائی کا دعویٰ کرے یا اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے مرزا صاحب نے حقیقتہ الوحی ص ۱۷ پر فرمایا کہ اسے مرزا قوجو سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ اسی سے مرزا صاحب نے خدا کے لیے بیٹا ثابت کیا ہے۔

مرزا صاحب نے حقیقتہ الوحی ص ۱۷ پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا کبھی خطا کروں گا۔ کبھی صواب کو پہنچوں گا اس سے مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کو غلطی کرنے والا قرار دیا ہے۔

حقیقۃ الوحی مثلاً پر فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان جیسے ہمارے ساتھ ہے ویسے ہی مرزا صاحب کے ساتھ اس سے مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ظاہر کیا ہے۔

حقیقۃ الوحی مثلاً پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے۔ بس کن کہو وہ ہو جائے گی۔

البشرے جلد دوم مثلاً پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور جس طرح میں قدیم اور انزل ہوں تیرے ویسے میں نازلیت کے انوار کو دے رہا ہوں اور تو پس انزل ہے۔

توضیح المرام مثلاً پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں۔ اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض و طول رکھتا ہے اور تیندو سے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں۔ جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔ اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خدا کو تیندو سے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

کتاب منیمہ تریاق ص ۲۱ مثلاً پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو۔ اور نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا کہ جب تک موسیٰ اور مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی نہیں کو ملتی ہے۔ جن کا خدا نیا ہے۔ اس سے مرزا صاحب نے خدا کو حادث بنایا ہے۔ یہ عقائد ہیں جو مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھے ہیں اور اس سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے:-
مرزا صاحب حقیقۃ الوحی مثلاً پر فرماتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔
خلیہ الہامیہ صفحہ اول ٹائٹل پر فرماتے ہیں کہ بے شک یہ خدا کی آیت ہے اور کوئی انسان اس کی مثل نہیں لول سکتا۔ یعنی اس خلیہ کی مثل کوئی نہیں لاسکتا۔

ازالہ جلد اول ص ۱۱ پر قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں کہ پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ مبادا قرآن شریف گالیوں سے پڑے ہے۔

پیلے علیہ السلام کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے:-

ضمیمہ انجام اتھم صفحہ ۱ پر فرماتے ہیں کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین وادیوں اور تین نانیوں آپ کی زنا کار اور کج عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے

یہ ایک شرط ہوگی آپ کانچرلوں سے میلان اور محبت بھی اس وجہ سے ہو کہ ہدیٰ مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی مہربیزگار انسان ایک جوان کبیری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور اپنی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر لے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس عین کا انسان ہے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور استبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ اس سے حضرت مصی علیہ السلام کی نبوت کا صاف انکار ہے جو تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزا صاحب حسب ذیل عقیدہ رکھتے ہیں۔

تمہ حقیقت الہی مثلاً حضرت موسیٰ کی توحیدیت میں یہ پیشگوئی نہیں کہ وہ نبی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں پہنچائیں گے۔ مگر یہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لی بی مریم کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

کشتی نوح مثلاً مریم کی وہ شان ہے۔ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ عمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلافت تعلیم توحیدیت میں عمل میں کیوں نکاح کیا گیا۔ اور بتوی ہونے کے جہد کو کیوں توڑا گیا۔ اور تعداد از دواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی مگر یہ کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نا قابل اعتراض حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا کے متعلق مرزا صاحب کا یہ قول کہ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ نے میرا سراپاں ران پر رکھا۔

حضرت حسین شریفین کے متعلق ہو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے وہ حسب ذیل ہے:-
اعجاز احمدی ص ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ حسین پر تم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہو۔ ہاں میں کہتا ہوں کہ میں افضل ہوں ان سے اور عنقریب ظاہر ہو جائے گا اور آخر میں کہتے ہیں کہ میں تو عشق الہی کا مقتول ہوں۔ اور تمہارے حسین کو تمہارے دشمن نے قتل کیا۔ پس کس قدر ظاہر اور کھلا ہوا فرق ہے۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے ایک شخص مراحتہ مرتد ہو جاتا ہے۔

محمد اکبر
ڈسٹرکٹ جج بہاولپور
۲۱ جون ۱۹۳۲ء

جرح نہ کی گئی۔
دستخط جج صاحب

بیان حضرت علامہ محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ

حضرت مولانا محمد حسین صاحب کو لو تارکو جامع پنجاب کے مولوی فاضل تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی خدمت اور ترمذیہ فرقہ مرزائیت میں گزاری۔ پنجاب کے ہر علاقہ میں آپ نے مرزائی مبلغین کے ساتھ بے شمار مناظرے کئے۔ آپ کو مرزا قادیان اور اس کے متبعین کی تصانیف پر ایسا کامل عبور حاصل تھا کہ ہر مناظرہ میں انہیں کی کتب کے حوالہ جات پیش کر کے مرزائی کذب و فریب کو بے نقاب فرما دیتے تھے۔

۱۴ جولائی ۱۹۳۲ء کو آپ بھی بطور خاص گوجرانوالہ سے بہاولپور تشریف لائے اور بطور گواہ مدعیہ اپنا بیان قلمبند کرایا۔ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی بصیرت افروز شہادت دی کہ مرزائیت کے کفر و ارتداد کے ہر پردے کو چاک کر دیا۔ مدعا علیہ اگرچہ اصالت عدالت میں موجود تھا لیکن اس نے آپ پر جس طرح کرنے کی جرأت نہ کی۔

مولوی محمد حسین صاحب کو لو تارڑ وی

مرزا غلام احمد کے عقائد اور اقوال شریعت اسلامیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک دعوئے نبوت ہے۔ جو انہوں نے کیا۔ یہ دعوئے قرآن شریف و احادیث نبویہ اور اجماع امت کے سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ ان تمام دلائل شرعیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی آخر نبیین ثابت ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعوئے کرنا قرآن شریف و احادیث نبویہ اور اجماع امت کی رُود سے کافر خارج از اسلام ہے قرآن شریف نے ختم النبوة کو قطعاً اور یقیناً مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھنے والا ہو۔ دل میں اس بات کا شک و شبہ بھی نہیں لاسکتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص کا نبوت حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔

منجملہ ان دلائل قرآنیہ کے جو ختم نبوت پر قطعی ثبوت ہیں پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً (پارہ ۲۲ سورہ احزاب) اس آیت کے متعلق ضروری گذارشات یہ ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی تمام محدثین علمائے لغت نے آخر النبیین لکھے ہیں۔ اور کتب لغات میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں کہ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہو کہ اس کے معنی اور بھی ہو سکتے ہیں۔ پس لغت اور قواعد عربیہ کے لحاظ سے اُس کے معنی آخر النبیین کے ہی ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں اسی آیت کی تفسیر کو اس مضمون کے ساتھ بیان کیا گیا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّبِعُوا رِسُولَ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا =

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ -

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا -

ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جملہ نبی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اور یہ بات ختم النبوة کے لیے ایک صاف اور مزید دلائل کریمہ ہے۔ دوسری دلیل جو ختم النبوت پر صاف دلالت کرتی ہے یہ آیت ہے

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ فَتُحِبُّوا مَا وَصَّيْتُكُمْ بِهَا تَبْلُغُوا إِلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ وَمَنْ يَبْغِ الْفِتْنَةَ فَإِنَّهُ لَمَنْ يُؤْتِهَا اللَّهُ فَتَكُونُ سَوَاءً لَّهُمْ نَذِيرًا

مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتعمرنہ قال اقدروا نعمتي وخذوا ثمرة على ذالك صری

قالوا اقدرنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين -

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے ایک ایسے رسول کے متعلق عہد لیا ہے جو سب کا مصدق ہے۔ اور سب کے بعد ہی آیا ہوا ہے۔ کیونکہ لفظ ثم عربی نحو کے لحاظ سے بعدیت اور قبلیت پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول مصدق جس کی نسبت تمام انبیاء سے عہد لیا گیا ہے۔ وہ سب کے بعد آیا ہوا ہے۔

تیسری دلیل

ہر ایک نبی جو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ خدا کی طرف سے اس کو وحی ہوتی رہی۔ گویا وحی نبوت کے لیے ایک لازمی چیز ہے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ نبی بیروحی الہی کے نہیں ہو سکتا۔ اب قرآن کریم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی۔ سب آنحضرت علیہ السلام سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر حکم وحی کے ساتھ فقط نقل کو لایا ہے تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ آپ کے بعد نہ کسی کو وحی نبوت ہوگی اور نہ ہی ہوگا۔ نمونہ کے طور پر چند آیات پیش کرتا ہوں۔

قل امنا بالله وما انزل علينا وما انزل على ابراهيم واسماعيل واسحق ويعقوب والاسباط وما اوتى موسى وعيسى والنبیون من دبعهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (۳ پارہ سورہ آل عمران رکوع ۹)

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی ہے وہ زمانہ ماضی میں ہو چکی ہے۔ اور اللہ سبحانہ نے ہمیں اپنے انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور کسی نبی کے لیے ایمان کی تاکید نہیں کی جو آپ کے بعد ہو حالانکہ یہ ضروری تھا کہ اگر کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیا ہوا ہوتا اور اس سلسلہ نبوت جاری رہنے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانیکی تاکید فرماتا۔ لیکن اس کے برخلاف قرآن مجید کے تمام مقامات پر وحی انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل مخصوص کیا گیا ہے۔ اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس امر کی ہے کہ قرآن حکیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی نہ کے آنے کو جائز نہیں رکھتا۔ دوسری آیت اس مضمون کی جو ابتدا قرآن کریم سورۃ بقرہ کے شروع میں ہے

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرة هم یوقنون -

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اہل کبرایت پر قائم رہنے والے اور مغفلوں کو فرمایا ہے۔ جو آنحضرت کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن التراسخون فی العلم منهم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک

نے انہی لوگوں کو راسخ فی السلم قرار دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ابْتَغُوا سُلُوكَ رَسُولِهِ وَالْكِتَابَ الَّذِي نَزَلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابَ الَّذِي نَزَلَ مِنْ قَبْلِهِ۔

(پارہ پنجم سورۃ نساء)

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کی کیفیت کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ اس کتاب پر جو نازل ہوئی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کتب پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں راگر کوئی نبی آپ کے بعد میں آئے گا تو اس کے متعلق خداوند تعالیٰ ضرور تعلیم دیتا کہ اس پر بھی ایمان لاؤ۔

اللَّهُ تَرَالِ الَّذِينَ يُزْعِمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نَزَلَ إِلَيْكَ وَمَا نَزَلَ مِنْ قَبْلِكَ۔

(پارہ پنجم سورۃ نساء)

وَمِمَّا رَسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنَّهُمْ لِيَاكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَعْشَوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ۔

(پارہ ۱۸ سورۃ فرقان)

وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَالِیَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ (پارہ ۲۴ سورۃ زمر)

كَذَلِكَ يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَالِیَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ۔ پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ

ان تمام آیات میں اللہ سبحانہ نے وحی نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپ سے ماقبل انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ جس سے قطعاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اور باب نبوت بند ہو چکا ہے۔

قرآن شریف پر مجموعی طویلہ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ، نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ چنانچہ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام سے اپنی ذریت کے اس دُنیا پر لائے گئے۔ تو خداوند تعالیٰ نے اطلاع دی۔ سلسلہ نبوت و ہدایت جاری کیا جاوے گا۔ میں جو شخص ہماری ہدایت کی تابعداری کرے گا اس پر کئی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔ قَامَا یَا تَبَتُّکُمْ مَعِیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ ط یہ ابتدا اور آغاز وحی ہے اس کے بعد نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے پُوچھتے ہیں کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں جواب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَابْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّیَّتِهِمُ النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ ط

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ انبیاء عظام میں سے حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اُن کے زمانہ میں اگر قرآن سے پوچھا جائے کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں تو جواب ملتا ہے کہ وجعلنا فی ذریتہم الذبیحۃ والکتاب یعنی ہم نے اُس کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو یعنی وحی نبوت کو مقرر فرمادیا ہے۔ یہاں سے یہ پتہ چلا کہ ذریت ابراہیم میں ابھی سلسلہ نبوت جاری رہا ہے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ نبوت کا ظرف اور محل آل ابراہیم ہیں جس کا عملی ثبوت یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد کے دو خیشے قرار دئے۔ ایک بنی اسحاق جن میں پہلے سلسلہ نبوت جاری ہوا۔ اور بہت انبیاء علیہم السلام اُن میں آئے جن کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔ دوسرے بنی اسمعیل جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بنی نہیں آیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد اتینا موسیٰ الکتاب وحفینا من بعدہ (سورۃ بقرہ پارہ اول) بالرسل۔

تو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے اور کئی رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے جیسا کہ لفظ رسل سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے، تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ کیا اکثر انبیاء اچھے آئینے یا کیا ہر گاہ تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصداق لما بین یدی من التورۃ و مبشرًا برسول یاعزتی من بعدی اسمہ احمد (پارہ ۲۸ سورۃ صفا)

خداوند سبحان نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراة جو خدا کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے اُس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خوشخبری دیتا ہوں۔ ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا نام اُس کا احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوگا۔

قرآن کریم نے پہلے اس کے فقط عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اُس کو نام سے شخص اور متین فرما دیا۔

یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کر رہا ہے اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا اس کو بدل کر ایک خاص معین شخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ آتا ہے تو قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السلام

کے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یا بند ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ما کان محمد ابداً
 من رجا لکھ ولكن رسول الله و خاتم النبیین و کان الله بکل شیئ علیماً۔
 کہ نہیں ہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبارہ سے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ میرے رسول ہیں اور خاتم النبیین
 ہیں (یعنی آخر النبیین) آپ کے بعد جملہ بنی آدم جو آپ پر ایمان لائیں گے۔ وہ آپ کی روحانی ذریت اور اولاد کہلا سکیں گے۔
 اور دنیا میں وہ آخری روحانی باپ ہو گا۔ جس کی اولاد و کثرت ہو گی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء
 ہونے کے زمانہ میں سلسلہ نبوت کے جاری رہنے اور رسل کے آئینے اطلاق کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر اس اطلاق
 کے برخلاف جو بصورت امر انبوتہ بشی سابق ایسی اطلاق عریضی لازمی تھی۔ جیسا کہ پہلے دی گئی۔ اس کے بعد ختم نبوت کا اعلان
 کر دیا۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے اور فرداً فرداً
 آیات بھی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اب میں چند احادیث بیان کرتا ہوں۔ جو ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ
 کسی شخص نے ایک گھر بنایا۔ جس کو بہت خوبصورت بنایا۔ مگر اس کے کنارہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی
 لوگ اس کو پھر پھر کر دیکھتے ہیں۔ اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑی گئی
 پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں (بخاری کتاب الانبیاء)

ترندی کے الفاظ میں ہے کہ میرے ساتھ ہی یہ عمارت ختم کر دی گئی ہے۔ اور میرے ساتھ رسول ختم کر دئے گئے
 ہیں۔ اس تشبیہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت اور انبیاء کی نسبت ارشاد فرمائی۔ قطعی دلالت
 اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصہ نبوت کے متمم اور انبیاء کے ختم کر چکے ہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ ایک نبی فوت ہو جاتا تو
 دوسرا نبی آ جاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور فیلقہ ہوں گے پس بہت ہوں گے۔ الحدیث (بخاری
 کتاب جلد اول ص ۱۹۷) مسلم کتاب الامارت

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے مقابل پر یہاں سلسلہ خلافت قائم ہو گا۔
 جس کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادی ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا جب کہ آپ نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو اہل بیت میں نگران چھوڑا۔ حضرت علیؓ نے یہ عرض کی کہ کیا آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے
 جائے ہیں۔ تو آپ نے یہ فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جس طرح کہ ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام سے
 تھی۔ لیکن چونکہ ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک اور بھی مشترک وصف پایا جاتا تھا۔

(یعنی نبوت کا) اس لیے آنحضرت علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس مائتت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور فرما دیا۔ اگر نبوت آنحضرت علیہ السلام کے بعد تشریفی یا غیر تشریفی جاری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی بعدی بلکہ اس وصف سے محروم نہ کرتے (بخاری سلم ذکر غزوہ تبوک)

(۴) حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مکتذب و دجال ہوں گے ہر ایک اُن میں سے کہیگا کہ میں نبی ہوں پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انا خاتم النبیین (لا نبی بعدی) کہیں قائم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھڑے نبیوں کے ذکر کے بعد جو اس امت میں ہوئے نواسے تھے۔ از روئے شغقت یہ فرمادینا کہ میں قائم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ محض دعوئے نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امت محمدیہ میں قابلِ سماعت نہیں ہے۔

(۵) آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی) اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر ابن الخطاب ہوتے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی نبی تشریفی یا غیر تشریفی آنحضرت کے بعد ہونے والا ہوتا تو حضرت عمر ہوتے۔

(۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے انا آخر الانبیاء و آخر الامم (ابن ماجہ مشکوٰۃ باب فتنۃ الدجال) میں آخری نبی ہوں تم آخری امت ہو۔

ان امارت سے قطعاً اور یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں اور سلسلہ نبوت آپ کے بعد بند ہے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مدعی نبوت کذاب ہے مرزا صاحب کے عقائد کے مخالف اسلام ہونے کے اور بھی اشتباہ و نظائر ہیں۔ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ

لائکہ ستاروں کے ارواح ہیں اور ان کے لیے جان کا حکم رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو توضیح المرام ص ۱۷) جبریل کا تعلق سورج سے ہے۔ وہ بذات خود حقیقۃً زمین پر نہیں اترتا۔ (ملاحظہ ہو توضیح المرام ص ۳۲) مصنف غلام احمد صاحب اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام کا نزول جو شرع میں وارد ہے۔ اُس سے اُس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو مروت جبریل کی انبیاء و پیغمبر تھے۔ وہ جبریل کی عکسی تصویر ہوتی تھی جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مش کتاب توضیح المرام) دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے۔ روح القدس اور روح الامین۔ شدید القوی جو جبریل کے نام ہیں۔ ان کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ سب انسان کی

صفتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کی محبت اور انسان کی محبت کے ملنے سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوتی ہیں۔ اور یہی پاک
 شکیست ہے۔

مرزا صاحب کا خارج از اسلام ہونا ایک اور طریقہ سے بھی ثابت ہے۔ مرزا صاحب نے جن الہاموں کو خدا تعالیٰ
 کا کلام ظاہر کیا ہے۔ اور ان میں سے اکثر وعدہ کے رنگ میں ہیں۔ اور واقعات نے ان کو غلط ثابت کیا ہے۔ جس سے
 یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا وعدہ اور اس کا کلام نہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا وعدہ
 ہوتا تو واقعات اس کی تکذیب نہ کر سکتے۔

من جلد ان کے محمدی بیگم کی پیش گوئی ہے۔ جس کو مرزا صاحب نے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا چنانچہ
 انجام آقا قہم کے مسئلہ پر جو مرزا صاحب کی معترف ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ محمدی بیگم کی پیش گوئی
 کا معاملہ ہو گیا۔ اور آخری نتیجہ ظاہر ہو گیا۔ بلکہ بات ویسی کی ویسی قائم ہے۔ اور کوئی بھی اپنے حیلوں سے اس کو ٹال
 نہیں سکتا۔ اور تقریر مہرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وقت آوے گا۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے
 ہمارے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھیجا یہ بات سخی ہے۔ اور جلد ہی دیکھیں گے گا تو۔ اور میں اس
 پیش گوئی کو اپنے پیچ اور جھوٹ کا معیار قرار دیتا ہوں اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا مگر جو کچھ میرے رہنے
 کہا ہے۔

اسی کتاب کے ص ۱۲ پر کہتے ہیں کہ میں تم سے بار بار کہتا ہوں کہ نفیس پیش گوئی احمد بیگ کے داما کی تقدیر
 مہرم ہے اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی۔ اور میری موت آجائیگی۔
 اب یہ ظاہر ہے کہ احمد بیگ کا داماد مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں ملا۔ اور مرزا صاحب کی موت آگئی
 جس سے صاف ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق دعویٰ الہام میں جھوٹے تھے۔

مرزا صاحب کے من جلد وجہ کفر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کی سخت توہین
 کی ہے۔ اور ان کے معجزات کو مسمریزم قرار دیا ہے۔ اور مسمریزم کو خود مرزا صاحب نے قابل نفرت قرار دیا ہے
 چنانچہ از الہام ص ۳ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے عجائز طریق عمل
 الشرب یعنی مسمریزم طریق سے بطور ہول و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکتیں کیونکہ عمل الشرب میں جس کو زمانہ
 حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ پھر ص ۳ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ عاجز
 اس عمل کو کمزور اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمایوں
 میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

اب اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک کمزور اور قابل نفرت عمل کے ذریعہ

سے ہو واسب کے طریقہ پر اعجاز یہ نمایاں کیا کرتے تھے۔ اعجاز ان کو حاصل نہیں تھا۔

اب دیکھئے کہ کس قدر معجزات عیسویہ کی توہین ہے جس کو قرآن عظیم نے بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بڑی اہمیت سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کہ ان کی والدہ مقدسہ کو بطور بشارت ان معجزات کی خبر دی گئی

اذ قالت الملائكة يمسريم ان الله اصطفك وطهرك واصطفاك على نساء العالمين ليريراقتنى لربك واسجدى وارکعى مع الراکعين ط

ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك ط وما كنت لدیهم اذ يلقون اقلامهم ايهم يكفل مريم وما كنت لدیهم اذ يختصمون۔ اذ قالت الملائكة يمسريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسمہ المسيم عيسى ابن مريم ذبيها فى الدنيا والاخرة ومن المقر بين لويكلم الناس فى المهد وكهلا ومن الصالحين قالت رب انى يكون لى ولد ولم يمسسنى بشر قال كذلك الله يخلق ما يشاء اذ اقضى امرا فانما يقول له كن فيكون ط ويعلمه الكتب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولا الى بنى اسرائيل اذ قد جئتكم باية من ربكم انى اخلق لكم من الطين كهنية الطير فانفخ فيها فيكون طيرا باذن الله وابرئى الاكمه والابرص واهمى الموتى باذن الله وانبئكم بما تاكلون وما تندخون فى بيوتكم ان فى ذلك لاية لکم ان كنتم مومنين ط۔

پھر آفریت میں جہاں اولین اور آخرین جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تحدیث نعمت کے طور پر معجزات کی بابت ذکر فرماتا ہے۔ جس کا مفصل ذکر سورہ مائدہ میں ہے۔ اور اس جگہ سورہ مائدہ میں آپ کے معجزات کے منکرین پر جو فتوے ہے وہ یہ ہے۔

اذ قال الله يا عيسى ابن مريم اذ كر نعمتى عليك وعلى والدتك اذ ايدتك بروح القدس تكلم الناس فى آلهم وكهلا واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل واذ تخلق من الطين كهنية الطير باذنى قلنفس فيها فتكون طير باذن الله وابرئى الاكمه والابرص باذنى واذ تخرج الموتى باذنى واذ كففت بنى اسرائيل عنك اذ جئتكم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الاصحوبين۔ (سورہ مائدہ پارہ ۷)

یعنی جب تو ان کے پاس معجزات کے کر گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ

حضرت مصلیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار واستغفاف کرنا کافروں کا کام ہے جو کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ یہاں کہ مرزا صاحب نے کہا ہے۔

اس کے علاوہ مرزا صاحب نے حضرت مصلیٰ کے حق میں سب وشتم کا استعمال بھی کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب عقائد اسلام کے برخلاف کفر کا ارتکاب کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے تھے۔

یہ نمونہ ان عقائد کا ہے جو مرزا صاحب کی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہوا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے مگر ضروریات دین کا انکار کرنے کو اس کو مرتد قرار دیا جائے گا۔ میں مرزا صاحب کو مرتد سمجھتا ہوں جو مرتد ہے وہ کافر ہوگا اس لیے مرزا صاحب کے اصولوں کو ماننے والے بھی مرتد اور کافر ہیں۔

موبہ ۱۴ جولائی ۱۹۳۷ء

سن کر درست تسلیم کیا

دستخط محمد اکبر

ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

بحث مذہب کی گئی

دستخط جج صاحب

۱۴ جولائی ۱۹۳۷ء

بیان حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ

عداۃ العصر فاضل اجل حضرت محمد شفیع صاحب سابق مفتی دیوبند و مفتی اعظم پاکستان کی ذات گرامی کسی تعارف و توصیف کی محتاج نہیں۔ ربع صدی سے زائد عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں علم و فضل کے دریا بہائے تقسیم ملک کے بعد شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی دعوت پر ۱۹۳۸ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ آپ کے علمی شغف کا یہ حال تھا کہ آپ کی تمام عمر کا ذخیرہ ہزار ہا کتب منتخبہ کی صورت میں موجود ہے جن میں شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن اور فتنہ مرزائیت پر ختم النبوة فی القرآن، ختم النبوة فی الحدیث، ختم النبوة فی الآثار جیسی نادر تصانیف شامل ہیں۔

دیگر اکابرین کے ہمراہ آپ بھی مقدمہ ہذا میں شہادت دینے کے لیے بطور حصہ بحیثیت مفتی اعظم ہندوستان دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء کو آپ کا بصیرت افروز بیان قلمبند ہوا جو دوسرے دن صبح دس بجے تک جاری رہا۔ ازاں بعد فریقین مخالف کی جرح کے ایسے محققانہ جوابات دیے کہ فرقہ مرزائیت کا کفر و ارتداد حقیقت بن کر عدالت پر واضح ہو گیا۔

۲۰ اگست ۱۹۳۲ء

فرائین حافر ہیں

بیان گواہ مدعیہ

باقراصرارح

محمد شیعہ ولد مولانا محمد یسین ذات شیخ پیشہ مفتی دارالعلوم دیوبند سکنہ دیوبند عمر ۳۲ سال میرے نزدیک اور تمام علمائے امت کے نزدیک یہ متفقہ بات ہے۔ کہ جو شخص نبی کریم صلیم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعوئے کرے۔ یا ختم النبوة کا انکار کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اس کا نکاح کبھی مسلمان عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ اور اگر نکاح کئے بعد وہ یہ عقیدہ اختیار کرے۔ تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ بغیر حکم قاضی اور بغیر عزت کے اس کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ ایک مسلمان کو کس وقت کافر کہا جاسکتا ہے۔ یعنی کن اقوال یا افعال کی وجہ سے ایک مسلمان کو کافر کہا جاسکتا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے۔ کہ خداوند عالم کا انکار اس کے رسول کا انکار کفر ہے۔ لیکن یہ بات تو واضح طلب ہے۔ کہ رسول کے انکار کے پیش نظر اس کے متعلق قرآن کی ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔ ارشاد ہے۔ کہ فَلَاؤذِيكَ لَا يُؤْمِنُونَ (پ ۵) اس آیت میں صراحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو رسول اللہ صلیم کو اپنے تمام معاملات میں حکم نہ مانے اور آپ کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے قبول نہ کرے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت صادق فرماتے ہیں۔ لَوْ أَنَّ قَوْمًا مَّبْعُدُوا اللَّهَ تَعَالَى إِلَّا الْح (تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قوم خداوند عالم کی عبادت کرے اور نماز پوری طرح ادا کرے۔ زکوٰۃ دے۔ روزے رکھے۔ حج کرے۔ سارے کام اسلامی ادا کرے۔ لیکن رسول صلیم کے کسی فعل پر حرف گیری کرے وہ مشرک ہے اس بناء پر تمام علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح اللہ اور اس کے رسول کا انکار کفر ہے۔ اس طرح اس کے کسی ایک حکم کا نہ ماننا بھی کفر ہے۔ دنیا کے عالم میں سب سے پہلا کافر شیطان اور ابلیس مانا جاتا ہے اس کا کفر بھی اسی نوع کا ہے۔ وہ خدا کا منکر نہیں اس کی صفات کا منکر نہیں صرف ایک حکم کے نہ ماننے کی وجہ سے کافر مانا گیا۔ اس سے میں چند علماء کی عبارتیں اس کی تصریح میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شرح مقاصد بحث ہفتم فی حکم مخالف الحق فی اهل القبلة لیس بہ کافر۔ سألوی خالف۔ سألوی خالف۔ سألوی خالف۔ ضروریۃ الدین۔ اس کے بعد اس کتاب میں ہے۔ فلا نزاع فی کفر اهل القبلة المواقفة طول الاطاعة۔ الخ اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص ساری عمر اطاعت پر مداومت کرنے والا ہو۔ جب وہ قدم عالم کا قائل ہو جائے یا حشر کا

انکار کرے یا اس کے امثال کا تو وہ کافر ہے۔ یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ موجبات کفر سے اس سے صادر ہو۔ اور حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں: اعلم ان اسواد من اهل القبلة الذين اتفقوا من ما هو من ضروریات الدین كدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله تعالى بالکلیات والجبنیات وما اشبه من ذلك وغیرہ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اہل قبلہ جن کی تکفیر نہیں کی جاتی وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں۔ تو جو شخص ساری عمر اطاعت اور عبادات پر مداومت کرے۔ مگر قدم عالم یا نفی قیامت کا قائل ہو۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب تک کوئی چیز علامات کفر میں سے اس پر نہ پائی جائے۔ اس وقت تک تکفیر نہ کی جاوے علامہ شامی رد المحتار صفحہ نمبر ۷۷۷ جلد نمبر ۱ میں فرماتے ہیں: لا خلاف فی کفر المختار لفت فی ضروریات الاسلام وان كان من اهل القبلة الواظب علی علیہا جس کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ امت میں سے کسی کو اس میں خلاف نہیں۔ کہ جو شخص ضروریات اسلام کا مخالف ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ اہل قبلہ میں سے ہو اور ساری عمر عبادات پر مداومت کرتا ہو۔ یہی مضمون بجز الراجح اور شرح کنز الدقائق میں باب المرتدین اور غایۃ المحققین شرح حسامی میں اور کشف الاصول میں ہے۔ شرح عقائد نسفی کی شرح نہ اس صفحہ نمبر ۷۷۷ میں علامہ محققین کی تحقیق اس طرح نقل فرمائی ہے: اهل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین وغیرہ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ محققین اسلام کی تحقیق یہ واقع ہوئی ہے۔ کہ متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ لوگ ہیں۔ جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کریں۔ یعنی ان امور کی تصدیق کریں جس کا ثبوت شریعت میں مشہور اور معلوم ہے۔ پس جو شخص ضروریات میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔ اگرچہ اطاعت میں انتہائی کوشش کرنے والا ہو۔ ایسے ہی وہ شخص جو کسی ایسے کام کا مرتکب ہو جو تکذیب رسول کی علامت ہے۔ جیسے زہن کو شرعی کی یا کسی اور شرعی کا استہزاء کرنا۔ یہاں تک کہ یہ چند شہادات علمائے محققین کی اس بات پر پیش کی ہیں کہ جس طرح رسول صلعم کا سر سے انکار کرنا کفر ہے اسی طرح آپ کے احکام میں سے جو حکم قطعی الثبوت ہو اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ قطعی الثبوت سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ احکام جو اسلام میں اس طرح مشہور اور معروف ہیں۔ کہ امت قرون اولیٰ سے لے کر آج تک ان کو ایسا ہی سمجھتی رہی ہے۔ قطعی الثبوت اور ضروریات دین میں یہ فرق ہے کہ ضروریات دین ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا ثبوت درجہ تواتر کو پہنچ کر ایسا واضح ہو گیا ہو کہ تمام امت اس کو ہمیشہ جانتی رہی ہو اور قطعی الثبوت وہ چیز ہے کہ جس کا ثبوت نبی کریم صلعم سے علمی قواعد کی بنا پر قطعی ہو۔ خواہ امت کا کوئی فرد اس کو نہ جانتا ہو اس لئے قطعی الثبوت کے انکار کو اس وقت کفر کہا جائے گا جبکہ اس کی تبلیغ اس شخص کو کر دی جائے۔ اور ضروریات دین کا منکر مطلقاً کافر ہے۔ اس میں تبلیغ کرنے کی بھی ضرورت نہیں

اور یہ بات جو میں نے علمائے اُمت کی تحقیق سے پیش کی ہے۔ خود مرزا صاحب اور ان کے متبعین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقتہ الوحی صفحہ نمبر ۱۷۹ میں کہتے ہیں۔ کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرا یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے اور اگر عور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ اور اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۶۳ پر کہتے ہیں۔ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ نیز مسٹر محمد علی صاحب تفسیر بیان القرآن صفحہ ۷۴ میں آیت کریم (ان الذین یکفرون باللہ ورسولہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ کے تحت میں کہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق سے مراد صرف یہی نہیں کہ اللہ کو مان لیا۔ اور رسولوں کا انکار کر دیا۔ جیسے برہمن ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو مان لیا۔ اور بعض کا انکار کر دیا۔ جیسے تہا اہل کتاب کی حالت ہے۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ کے کسی رسول کا انکار گویا اللہ ہی کا انکار ہے۔ نیز انجام آتھم صفحہ ۴۲ میں فرماتے ہیں۔

کہ اشہد وانا نتمسک بکتاب اللہ وعتیدہ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ گواہ رہو کہ ہم اللہ کی کتاب قرآن کے ساتھ تسک کرتے ہیں۔ اور رسول اللہ کے اقوال کا اتباع کرتے ہیں۔ جو چشمہ حق اور عرفان کا ہے۔ اور ہم قبول کرتے ہیں۔ اس چیز کو جس پر اجماع اس زمانہ میں منعقد ہوا ہے نہ ہم اس پر زیادتی کرتے ہیں۔ اور نہ اس سے کمی کرتے ہیں۔ اس پر زندہ رہیں گے۔ اور اس پر مریں گے اور جو شخص اس شریعت پر مقدار ایک ذرہ کی زیادتی کرے یا اس میں سے کمی کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت۔ اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ یہ میرا اعتقاد ہے تسک کے معنی استدلال کے ہوں یا نہیں ان تمام عبارات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے۔ کہ علمائے اسلام کے نزدیک التفاتی طور پر اور خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی جس طرح رسول کا انکار کفر ہے۔ اس طرح اسلام کے کسی اجماعی عقیدہ کا یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے ضروریات دین میں سے بہت سی چیزوں کا انکار کیا۔ اور اس بناء پر وہ باجماع اُمت کا فرد مرتد ہیں اس وقت ان ضروریات میں سے پہلی چیز ختم النبوت کا انکار ہے اور نبوت کا دعوے اور وحی اور شریعت مستقلہ کا دعوے ہے۔ نبوت کے دعوے کا خود مدعا علیہ کو اپنے بیان میں اقرار ہے۔ اس لیے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ وحی اور شریعت مستقلہ کا دعوے۔ اس کے ثبوت میں مرزا صاحب کے اقوال ذیل پیش کرتا ہوں۔

دافع البلا صفحہ نمبر ۱۱ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا اسی طرح اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ نمبر ۹۸ میں لکھتے ہیں۔ کہ حق یہ ہے۔ کہ خدا کی وہ پاک وحی جو مجھ

پر نازل ہوئی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ یہی مضمون اور دعویٰ اربعین جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۶ میں بھی ہے۔ مضمون یہ ہے۔ اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افتراء کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی ۲۳ برس تک مہلت پاسکے۔ ضرور ہلاک ہوگا۔ کتاب ضمیمہ حقیقت النبوت میں مرزا محمود صاحب مرزا غلام احمد صاحب کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ حق یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد بار دفعہ اس کے اوپر کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ چند روز ہوئے کہ ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے۔ الخ۔ حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۲۹ و ۱۵۰ میں ہے۔ اس طرح اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح مرم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی حیثیت ظاہر ہوتا۔ تو اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا انجام اقصیٰ صفحہ ۶۲ پر فرماتے ہیں۔ الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ ہے۔ خدا کا مامور۔ خدا کا دین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کتاب ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ اور مرزا صاحب اربعین نمبر ۴ صفحہ نمبر ۱۹ میں فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر تو کیا اب مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ میں ان کی ثنایات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں گا۔ اس طرح حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ میں ہے۔ میں اس کی پاک وحی پر ایسا ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال اس بارہ میں اگر جمع کئے جاویں تو اور بھی بہت سے ہیں۔ لیکن ان سے بقدر ضرورت یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہ مرزا صاحب وحی اور رسالت کے دعوے دار ہیں اور اپنی وحی کو بالکل قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ اس کے منکر کو جہنمی کہتے ہیں۔ میں اُمت محمدیہ کا ساڑھے تیرہ سو برس کا عقیدہ اس بارہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جو شخص وحی اور نبوت کا دعویٰ کرے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا کسی کو نبوت دیا جانا تجویز کرے۔ اس کے متعلق علمائے اُمت کی مسلمہ رائے ہے۔ اور ائمہ اسلام نے کیا کچھ فرمایا ہے علامہ خفاجی شفاء قاضی عیاض کی شرح میں فرماتے ہیں۔ وكذلك قال ابن القاسم في من تنبأ أو زعم أنه يبعث إلى الله - وقاله سحنون وقتال ابن القاسم في من تنبأ أنه كالمرتد - سواء كان دعي ذلك إلى تداومت التوبة سأل - كان أو جهل - كالمسيلة وقال الأصم بن هروى هداى من

زعمرانہ نبی، یوحی الیہ کالمترتہ فی احکامہ، لانہ لتدکفر بکتاب اللہ لانہ کذبہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ انہ خاتم النبیین ولانہ بعدہ مع النبیۃ عذہ اللہ۔

ان اقوال کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے ہی ابن قاسم نے اس شخص کے متعلق کہا ہے۔ جو دعویٰ نبوت
کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ یہ بخون کا بیان ہے۔ اور ابن قاسم مدعی نبوت کے بارہ میں فرماتے
ہیں۔ کہ وہ مثل مرتد کے ہے۔ برابر ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی نبوت کے اتباع کی دعوت دے یا نہ دے۔ اور
پھر یہ دعوت خفیہ ہو یا علانیہ جیسے مسلمان کذاب لعنہ اللہ علیہ اصبح ابن فرج فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ میں
نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ وہ احکام میں مثل مرتد کے ہے۔ اس لئے کہ وہ قرآن کا منکر ہو گیا۔ اور اس نے
آنحضرت صلعم کو اس قول میں جھٹلایا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ
پر افتراء بھی باندھا کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اسی طرح شرح شفا میں ہے۔

و کذا لک نکفر من ادعی نبوة احد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ای فی زمانہ کمسیلۃ الکذاب
والاسود العنسی ادا دعی نبوة احد بعد انہ خاتم النبیین بنص النثر ان والحديث وهذا
تکذیب اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ . . .

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے ہی ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
کسی کی بھی نبوت کا دعویٰ کرے یعنی آپ کے زمانہ مبارک میں دعویٰ کرے۔ جیسے مسلمان اور اسود عسی نے
کیا۔ یا آپ کے بعد کرے۔ اس لیے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ تصریح قرآن وحدیث۔ پس دعویٰ نبوت اللہ
اور اس کے رسول کی تکذیب ہے۔ مثل عیسویہ کے الاشباہ والنظائر صفحہ نمبر ۲۹۹ کتاب السیر والراۃ میں ہے۔ کہ
جب کوئی شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلعم تمام انبیاء سے آخری نبی ہیں۔ تو وہ مسلمان نہیں اس لئے کہ آپ کا آخری
نبی ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ نیز فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب بحر الرائق صفحہ ۱۳۰ جلد ۵ میں ہے۔ کہ
اگر کوئی کلمہ شک کے ساتھ یہ کہے کہ انا نبیاء کا فرمان صحیح اور سچ ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر یہ کہے کہ میں
اللہ کا رسول ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ میں ہے۔ کہ جب کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمد صلعم آخری نبی
ہیں۔ تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اگر کہے کہ میں رسول اللہ ہوں یا فارسی میں کہے کہ میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ ہو کہ میں
پیغام پہنچاتا ہوں۔ تب بھی کافر ہو جاتا ہے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ ایسے الفاظ ہوں جو دعویٰ نبوت کے لیے موہم
ہوں وہ بھی کفر ہے۔ علامہ ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص محمد صلعم کے بعد کسی وحی کا اعتقاد
رکھے۔ باجماع مسلمین کافر ہو گیا۔ حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲ میں فرماتے ہیں۔ کہ نبوت کا دعویٰ
ہمارے نبی صلعم کے بعد باجماع کفر ہے۔ علامہ سید محمود مفتی بغداد اپنی تفسیر کے صفحہ ۶۵ جلد ۵ میں لکھتے ہیں۔ جس
کا ترجمہ یہ ہے کہ رسول صلعم کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے۔ جن پر تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں۔

اور جن کو احادیث نبویہ نے نہایت وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور جن پر اُمت نے اجماع کیا ہے اس لئے اس کے خلاف کا مدعی کا فرض سمجھا جائے گا۔ اور اگر اصرار کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ حافظ ابن خرم اندلسی اپنی کتاب الملل والنحل جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ میں فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور ایسے ہی جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی محمد صلعم کے بعد سوائے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے کو کوئی نبی ہے۔ تو کوئی شخص اس کے کافر ہونے میں اختلاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان سب امور پر صحیح اور قطعی حجت قائم ہو چکی ہے۔ حضرت عوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ اہل البین میں فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہیں۔ لعنت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق ان پر قیامت تک اور برباد کرے ان کے کھیتوں کو اور نہ چھوڑے ان میں کوئی گھر میں بسنے والا اس لئے کہ انہوں نے اپنے غلو میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اور کفر میں جمع ہو گئے۔ اور اسلام و ایمان کو چھوڑ دیا۔ اور انبیاء اور قرآن کا انکار کیا۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اس شخص سے جس نے یہ قول اختیار کیا۔ ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ اُمت محمدیہ قرن اول سے لے کر آج تک اس پر متفق ہے کہ جو شخص آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا یا دج کا دعویٰ کرے یا ختم نبوت کا انکار کرے وہ کافر و مرتد ہے۔ اس کی تائید میں میں مرزا صاحب کے بعض اقوال پیش کرتا ہوں۔ حاتمہ البشریٰ صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں نبوة کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں۔ اور قوم کافریں کے ساتھ مل جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ خود مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے۔ کہ جو تمام اُمت کا عقیدہ تھا۔ اس کے بعد چند فیصلہ جات بیان کرتا ہوں۔ جو اس بارہ میں اسلامی دہ باروں ہوتے رہے۔ یعنی مدعیان نبوة کے بارہ میں اسلامی دہ باروں نے صادر کئے ہیں سب سے پہلے مدعی نبوت اسلام میں آنحضرت کے زمانہ میں مسلمہ کذاب اور اسود غسی ہیں۔ اسود غسی کو آنحضرت کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اور کسی نے نہ پوچھا کہ تیری نبوت کے کیا دلائل ہیں۔ اور تیرے مدعی کا کیا معیار ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۴۵۵ جلد ۱ اس کے بعد مسلمہ کذاب کو نبی کریم صلعم کے بعد با جماع صحابہ قتل کیا گیا۔ اور اس پر جہاد کیا گیا۔ سب سے پہلے اجماع جو اسلام میں منعقد ہوا وہ مسلمہ کے جہاد پر تھا۔ جس میں کسی نے یہ بحث نہ ڈالی کہ مسلمہ اپنی نبوت کے کیا دلائل رکھتا ہے۔ کیا معجزات دکھاتا ہے۔ بلکہ اس بناء پر کہ آنحضرت صلعم کے بعد دعویٰ نبوت کرنے سے کذب و افتراء مان لیا گیا ہے۔ اس لیے با جماع صحابہ اس پر جہاد کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر کے عہد خلافت میں طلحہ نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور حضرت صدیق نے خالد بن ولید کو اس کے قتل کے لیے بھیجا یہ واقعہ فتوح البلدان صفحہ ۱۰۲ پر ہے۔ اس کے بعد حارث نامی ایک شخص نے خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں دعویٰ نبوت کیا۔ خلیفہ نے علمائے وقت سے جو کہ صحابہ و تابعین تھے فتوے لیا۔ متفقہ فتوے سے اس کو قتل کیا گیا۔ اور سولی پر چڑھایا گیا۔ کسی نے اس بحث کو روانہ نہ کیا کہ

اس کی صداقت کا معیار رکھیں۔ اس سے معجزات اور دلائل طلب کریں۔ قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفاء میں اس واقعہ کو نقل کر کے فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور ایسا ہی کیا ہے۔ بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے ان کے مشابہ لوگوں کے ساتھ اور اس زمانہ کے علماء نے اجماع کیا ہے کہ ان کی یہ کاروائی صحیح اور درست تھی اور جو شخص ان کے کفر کا منکر ہو۔ وہ خود کافر ہے۔ ہارون رشید کے عہد میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ خلیفہ وقت نے علماء کے متفقہ فیصلہ سے اس کو قتل کیا۔ یہ واقعہ کتاب الحی من۔ والما دی امام بیہقی کے صفحہ ۶ جلد ۱ پر ہے تمام امت محمدیہ اس پر متفق ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت یا وحی کا دعوئے کرے یا ختم النبوة کا انکار کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اور اسی فیصلہ کو فردن اولی سے لے کر ہمیشہ تمام اسلامی عدالتوں اور اسلامی درباروں نے نافذ کیا ہے۔ مدعی نبوت اور اس کو ماننے والا دونوں مرتد ہیں۔ ان تمام اقوال ائمہ کے اندر یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جو کچھ ختم النبوت کا عقیدہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ قرآنی حمید کی صریح آیت کا حکم ہے و لکن رسول اللہ خاتم النبیین اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس آیت کا مطلب سوائے اس کے نہیں ہو سکتا جو صحابہ اور تابعین نے باجماع بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعوئے جائز نہیں تفسیر ابن کثیر صفحہ ۹ جلد ۸ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت اس بات کی نص صریح ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا اور رسول بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا۔ کیونکہ مرتبہ رسالت کا یہ نسبت مرتبہ نبوت کے خاص ہے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے۔ اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ جن کو صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے نقل کیا ہے ابن کثیر کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ختم النبوة کی نسبت احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ ابن کثیر کی اس کتاب محلہ بالا کے صفحہ ۹۱ جلد ۸ میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بندوں پر بس خدا کی رحمت ہی ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف بھیجنا پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام کو ختم کر دیا۔ اور دین خلیفہ کو آپ پر کامل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی احادیث متواترہ میں خبر دی ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں۔ تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوة کا دعوئے کرے وہ بڑا جھوٹا۔ افراء پر داز۔ دجال۔ گمراہ۔ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ شعبہ بازی کرے۔ اور قسم قسم کے جادو طلسم اور نیہرنگیاں دکھلائے۔ اس لیے کہ یہ سب سب عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے اور ایسے ہی قیامت تک خداوند تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعی نبوت پر یہاں تک کہ وہ مسیح الدجال پر ختم کر دیئے جائیں گے۔ اس بارہ میں بھی احادیث متواترہ کا دعوئے علامہ ابن کثیر نے کیا ہے۔ وہ سب رسالہ ختم النبوة میں طبع شدہ ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے لوگ نہ اٹھائے جائیں۔ جن میں سے

ہر ایک یہ کہتا ہوگا وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں تو خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں (ابوداؤد اور ترمذی) دوسری حدیث میں ہے کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو۔ اور اس کو راستہ پر استہ کیا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ اور لوگ اس کے پاس چلے گئے اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی ایسی کیوں نہ رکھ دی گئی تاکہ تعمیر مکمل ہو جاتی۔ فرمایا آنحضرت صلم نے کہ پس وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری اور مسلم) بخاری اور مسلم میں اور حدیث ہے کہ مجھے تمام انبیاء پر چھو و جب سے فضیلت دی گئی ہے۔ چھٹی یہ کہ میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا ہے مسلم کتاب الفضائل اور حدیث ہے کہ میں سب انبیاء میں آخری ہوں اور تم سب امتوں کی بلا استثناء امتوں میں آخری۔ ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال۔ میرے اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت کو حقہ اور اللہ کا عینہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اسی طرح مدعی نبوت کا مرتد ہونا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ مرزا صاحب نے ان تمام ضروریات دین کا کھلے طور پر انکار کیا۔ اس لئے وہ باجماع امت کا فرد مرتد ہیں۔ اس کے بعد دوسری چیز تو ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا اور ان کو بلا استثنا تعظیم و توقیر کرنا۔ قرآن اور حدیث کا کھلا ہوا فیصلہ اور اجماعی فیصلہ ہے۔ قرآن کا ارشاد اس بارہ میں ہے کہ اِنَّ اَشَدَّ بَغْیًا یَّکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَیَسْیُرُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ وَرَسُلَهُۥ وَیَقُوْلُوْنَ نُوْمُنُ بِبَعْضٍ وَنُکْفِرُ بِبَعْضٍ۔ ویسیدون ان یتخذن ذابین ذالک سیلا اولئک هم الکافرون حقا (سورہ نساء) اس آیت سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بلا استثناء ایمان لانا ضروری ہے۔ اور مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتابوں میں متعدد موافقات پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی مخاص کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر اہانت اس کی کتابوں میں طرحتاً موجود ہے۔ کہ کوئی بھلا آدمی کسی ادنیٰ آدمی کو بھی نہیں کہہ سکتا۔ مرزا صاحب کی کتاب دافع البلاء کے آخری صفحہ میں ہے کہ لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی یہ نہیں سنا گیا۔ کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر پھونکا یا ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا یا کوئی بے تعلقی جو ان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں کبھی علیہ السلام کا نام نہ رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قہقے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ اس عبارت نے یہ بات بھی صاف کر دی۔ کہ اس میں جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے وہ مرزا صاحب کا اپنا عقیدہ ہے۔ جس کو بحوالہ قرآن بیان کرتے ہیں۔ وہ کسی عیسائی کا قول نقل نہیں کیا جاتا اسی طرح مرزا صاحب اپنی کتاب ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴ میں فرماتے ہیں کہ بس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی نام کیوں رکھا۔ اس کتاب کے حاشیہ صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں کہ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی۔ اسی کتاب اور اسی صفحہ میں فرماتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک

آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ اسی کتاب اور اسی صفحہ میں ہے۔ کہ یہ بھی یاد رہے۔ کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ ضمیمہ انعام رقم صفحہ ۷ کے حاشیہ میں ہے۔ کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور معزز ہے۔ تین وادیاں اور ننانیاں آپ کی زناکار اور کبھی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ اسی کتاب اور اسی صفحہ میں ہے کہ آپ کا کبجروں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پھر ہیز گار انسان ایک جوان کبجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اس کتاب اور اس صفحہ میں ہے۔ کہ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے مرزا صاحب نے یہ تمام گالیاں یسوع کا نام لے کر ضمیمہ انجام اٹھ میں دی ہیں۔ اور خود مرزا صاحب اپنی کتاب تو ضیح المرام صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب اپنی کتاب کشتی نوح صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں۔ کہ مفری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح۔ میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ پھر اس کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ مرزا صاحب کی ان عبارتوں سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ جس کو یسوع کہتے ہیں وہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ اس لیے اب یہ بات ناقابل التفات ہے۔ کہ مرزا صاحب نے گالیاں یسوع کو دی ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو نہیں نیز کشتی نوح صفحہ ۱۵ کے ”اشیہ پر خود مرزا صاحب بجائے یسوع کے لفظ عیسیٰ علیہ السلام لکھ کر کہتے ہیں کہ یروپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے ان عبارتوں سے مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا توہین کرنا اور مغالطات گالیاں دینا صاف ثابت ہو گیا۔ اب میں علامے اُمت کا متفقہ فتویٰ اس بارہ میں پیش کرتا ہوں۔ کہ جو شخص خدا کے کسی نبی کی ادولت توہین کرے وہ شخص باجماع اُمت کا فاجر ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ درالختار۔ باب المرتدین حاشیہ شامی صفحہ ۲۹۰ جلد ۳ مطبوعہ مصر میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہو اور قتل کیا جائے گا۔ اور اس کی توبہ قطعاً قبول نہ ہوگی۔ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہی مضمون در فضل جزیہ اور فتاویٰ بزاز میں بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر کسی نبی کو کوئی دل سے مبغوض رکھے۔ اس کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح شامی صفحہ ۲۹۰ جلد ۲ میں ہے۔ کہ ابن سمنون مانگی فرماتے ہیں۔ کہ تمام مسلمانوں نے اجماع کیا ہے۔ کہ رسول کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کا عکس قتل ہے۔ اور جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہی عبارت بعینہ شفاء قاضی عیاض میں بھی موجود ہے کتاب الخراج میں ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کی تکذیب کرے یا آپ پر کوئی عجیب لگائے وہ کافر ہو گیا اور اس کی عورت اس سے بائند ہو گئی۔ مختصر مہتاب باب المرتدین میں ہے۔ جو شخص کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے یا اس میں کوئی نقصان عائد کرے

یا کسی شخص کی نبوت کو بعد نبی صلعم کے جائز رکھے وہ بھی کافر ہے۔ یہ دوسری وجہ مرزا صاحب کے کفر و ارتداد کی اُمت کے اجماعی فیصلوں سے معلوم ہوئی۔ ان تمام وجوہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین باجماع اُمت کافر و مرتد ہیں۔ اور اس کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر کے ساتھ ہرگز کبھی کسی قرن میں جائز نہیں لکھا گیا۔ اور اگر بعد نکاح کرنے کے خاوند نے کفر اختیار کر لیا۔ تو اس کے نکاح کو ہمیشہ فسخ مانا گیا۔ قرآن کا ارشاد ہے لا حق حل لہم ولا ہر یحلون لہن جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مسلمان عورت کفار کے لیے حلال نہیں اور نہ کفار مسلمان عورتوں کے لیے حلال (سورۃ ممتحنہ) یہ عقیدہ اور حکم قرآن کا کھلا ہوا فیصلہ ہے خود مرزا صاحب اور ان کے متبعین بھی اس کے قائل ہیں۔ فتویٰ احمدیہ صفحہ ۷ جلد ۲ تا کید کی جاتی ہے۔ کہ کوئی احمدی اپنی لڑکی غیر احمدی کے نکاح میں نہ دے اس طرح انوار خلافت صفحہ ۹۳ - ۹۴ میں ہے۔ ایک اور بھی سوال کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا تھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دیدی۔ تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا۔ اور جماعت سے خارج کر دیا۔ اور اپنی خلافت کے پچھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجود کہ وہ بار بار کرتا رہا۔ اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔ کتاب انوار خلافت حضرت مرزا محمود صاحب (صفحہ ۹۳ - ۹۴) میں اپنے بیان کو اس پر ختم کرتا ہوں کہ باجماع اُمت اور بتصریح قرآن و حدیث کوئی مسلمان عورت کسی قادیانی مذہب کے نکاح میں ہرگز شرعاً نہیں رہ سکتی اور اگر بعد نکاح لے وہ یہ مذہب اختیار کرے گا۔ تو شرعاً نکاح فسخ ہو جائے گا۔ قصائے قاضی اور عدالت کی بھی حاجت نہ ہوگی۔

دستخط محمد اکبر

مدرسہ کث نج

۲۰ - اگست ۱۹۳۲ء

جرح بر بیان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب گواہ مدنیہ

مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۳۲ء

بیان حج مولوی محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ

خاتم النبیین کے معنی یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کرنے والا یا آخری نبی اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس معنی میں خاتم النبیین نہ مانے وہ کافر اور مرتد ہوگا۔ ملا علی قاری عالم مسلمان ہیں۔ ملا علی قاری نے اپنی کتاب ”موضوعات کبیر“ میں صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کتابوں اور اس کے باوجود اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اس طرح پر اگر حضرت عمر رضی نبی ہو جاتے تو وہ آپ کے پیروؤں میں رہتے۔ یہ بات ابراہیم علیہ السلام اور عمر رضی اللہ عنہ اگر زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو یہ قول خدا تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے منافی نہیں ہے۔ چونکہ معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو اور اس بات کو مضبوط کرتی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ امام محمد طاہر کے متعلق بھی میرا عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان ہے وہ اپنی کتاب تکرار جمیع البحار میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگو یہ تو کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ اس لیے کہ وہ نظر کرتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور یہ قول اس بات کے منافی نہیں ہے۔ لانسبی بعدی اس لیے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ کوئی نبی نہیں ہو۔۔۔۔۔۔

منسوخ کرے آپ کی شریعت کو مگر ایک معنف کے قول کے ماقبل و مابعد جب تک معلوم نہ ہو۔ اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کیا جاوے۔ اس وقت تک کوئی ایک جگہ کسی کتاب کا پیش کر دینا عقیدہ ثابت کر دینے کے لیے کافی نہیں۔ ملا علی قاری کے متعلق جو سوال دریافت کیا گیا اس کے متعلق ملا علی قاری نے ایک حدیث کے متعلق بحث کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر ابراہیم صاحب زادہ نبی کریم صلعم زندہ رہتے تو البتہ نبی ہوتے۔ امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے اور جرات ہے۔ غائب کی باتوں پر کلام کہنے میں اور انکل پچوے اور ایک بڑے جرم کا ارتکاب ہے۔ ملا علی قاری کا جو قول اوپر بیان کیا گیا ہے اس کی ماقبل اور مابعد کی عبارت کو پڑھنے سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف حضرت ابراہیم صاحب زادہ رسول صلعم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ چیز بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم صاحب زادہ زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو کس شان کے نبی ہوتے۔ ملا علی قاری نے اس قول کے ماقبل ایسے اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کہ اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔ اس حدیث کو گرایا ہے۔ اور امام نووی اور امام عبد اللہ کے اقوال نقل کئے۔ کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کے بعد یہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض اس حدیث کو تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے تو اس شان کے نبی ہوتے کہ شیخ شریعت نہ کرتے۔ اس بیان سے صاف معلوم ہوا کہ ملا علی قاری صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم نبی اگر ہوتے تو اس شان کے ساتھ ہوتے کہ نفع شریعت نہ کرتے۔ لیکن یہ چیز صرف ابراہیم علیہ السلام کے حال کو بیان کر رہی ہے۔ عام قاعدہ نہیں۔ ملا علی قاری نے چند اقوال حدیث مذکورہ بالا کو ضعیف ثابت کرنے کے بعد خود اس حدیث کو اس لئے صحیح تسلیم کیا ہے۔ کہ بانی دو طریق سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ تین طریقے ہیں۔ جن سے قوی ہو جاتے ہیں۔ بعض طریقے بعض سے باوجود اس کے میں کہتا ہوں۔ کہ اگر زندہ رہتے ابراہیم اور ہو جاتے نبی اور ایسے ہی اگر ہو جاتے۔ عمر نبی البتہ ہوتے وہ دونوں نبی کریم صلعم کے اتباع میں سے مثل عیسیٰ اور خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کے پس نہیں منافی ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کے خاتم النبیین اس لئے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ نہیں آئے گا کوئی نبی آپ کے بعد جو منسوخ کرے آپ کی امت کو۔ اور یہ آپ کی امت میں سے اور تقویت کرتی ہے۔ اس کی یہ حدیث کہ اگر ہوتے موسیٰ علیہ السلام زندہ رہتے نہ گنجائش ہوتی ان کو مگر میرے اتباع کی۔ یہ ترجمہ صحیح ہے۔ بسوال عدالت کہا کہ امام ابو طاہر کا جو قول اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ماقبل کی عبارت میں وہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور حلال میں زیادتی کریں گے۔ یعنی اپنے نفس کے لیے حلال ہیں اس طرح زیادتی کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کہ نہیں نکاح کیا

تھا آپ نے قبل آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے پس بعد نازل ہونے کے حلال میں زیادتی کی۔ اور اس وقت میں ایمان سے آنے کا ہر ایک اہل کتاب میں سے بوجہ اس یقین کے کہ وہ بشر ہے اور حضرت عائشہ سے ہے۔ کہ کوثر قائم الانبیاء اور نہ کوثر کو کہ لاینبی بعدی اور یہ اس لئے بنا پر نظر کرنے کے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اور یہ پس منافی نہیں ہے۔ حدیث لاینبی بعدی کے اس لئے کہ ارادہ کیا ہے کہ نہیں کوئی نبی۔ جو منسوخ کرے آپ کی شریعت کو اور یہ حدیث اس لئے نقل کی گئی کہ خاتم النبیین کی آیت اور لاینبی بعدی کی حدیث کی وجہ سے کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ کر سکے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آئندہ کو کسی نبوت کا دروازہ کھول رہے ہیں۔ امام محمد ظاہر نے لاینبی بعدی کے معنی یہ لیے ہیں۔ کہ لاینبی منسوخ شریعت یعنی ایسے کوئی نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے۔

شیخ محی الدین ابن عربی مسلمان ہیں۔ ان کی کتاب فتوحات مکیہ میں جلد دوم صفحہ ۳ پر جو عبارت مختار مدعا علیہ نے پڑھی ہے۔ اس کا ترجمہ میری رائے میں حسب ذیل ہے۔ وہ نبوت جو ختم ہوئی ہے وہ نبوت تشرعی ہے۔ نہ مقام نبوت پس کوئی شریعت نہیں ہے۔ جو ناسخ ہو آپ کی شریعت کی اور نہیں زیادہ کر سکتی ہے۔ آپ کی شریعت میں کوئی دوسرا حکم اور یہی معنی ہیں آنحضرت صلعم کے قول کے کہ رسالت اور نبوت ختم ہو گئی پس نہ کوئی رسول میرے بعد آئے کوئی نبی یعنی ایسا نبی جو اس شریعت پر ہو۔ جو میری شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب ہوگا۔ میری شریعت کے تحت ہوگا۔ یہ سوال عدالت کہا کہ اس مصنف فتوحات مکیہ نے باب ۳۵۲ میں بحوالہ کتاب البیاقیت والحواہر صفحہ ۲۳۲ میں لکھا ہے۔ کہ نہیں آئی ہمارے لئے کوئی خبر ایسی کہ بعد رسول اللہ صلعم کے وحی تشرعی ہے کبھی بلکہ اس کے سوا انہیں کہ ہمارے لئے وحی الہام ہے۔ جس سے انکار مقصود یہ ہے۔ کہ وحی تشرعی نبی پر ہوتی ہے۔ اور الہام اولیاء پر ہوتا ہے مولانا محمد تقی صاحب نافوتوی بانی مدرسہ دیوبند مسلمان ہیں۔ ان کی کتاب تحذیر الناس صفحہ ۳ پر یہ عبارت ہے۔ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں۔ تاکہ فہم جواب میں کوئی دقت نہ ہو۔ سو حوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم یا آخر زماں میں بالذات کچھ تھنیلٹ نہیں۔ پھر مقام مدح و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ فرمانا۔ اس صورت میں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاوے۔

سوال عدالت اس مصنف نے اس کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تحریر فرمایا ہے۔ کہ سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالات التزمی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی

مثل ہانت مہی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لاجہی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اس لفظ خاں میں سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہیکہ چونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع مجہی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منتقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد و رکعات فرائض و وتر وغیرہ خاتم النبیین کے لغت میں سوائے ان معنوں کے جو میں نے کئے ہیں۔ نہیں آتے۔ عربی زبان میں کوئی حقیقی معنی بھی اس کے سوا نہیں ہوتا۔

نوٹ: مختار مدعا علیہ ایک شعر میں خاتم کے لفظ کے معنی پوچھنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ بحث لغوی ہے۔ جس کا مقدمہ ہذا سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ سوال نہیں پوچھا جاتا۔ یہ ایک عربی شاعر کے قول میں خاتم الشعر کے لفظ کا معنی پوچھے گئے لیکن اس کا کوئی تعلق مقدمہ ہذا سے نہیں سمجھا گیا۔

قرآن مجید میں سورۃ اعراف میں جو یہ آیت ہے: یا بنی آدم اما یا تبتکھروا دسل منکم نقصون علیکم ایاتی الا یہ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اسے اولاد آدم کی کبھی نہیں تم پاس رسول تم میں سے سنائیں تم کو آئیں میری سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور سنوار پکڑی نہ ڈرے ان پر اور نہ غم کھاویں۔ بنی آدم سے وہ بنی آدم مراد ہیں۔ جب تک کہ سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بنی آدم سے مخاطب کل بنی آدم ہیں۔ لیکن اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں۔ جو سلسلہ نبوت کے منقطع ہونے سے قبل کے ہیں۔ اس سے قبل کی آیت میں جو بنی آدم کا لفظ ہے۔ اس سے مراد جملہ بنی آدم ہیں۔ چونکہ آگے دوسرا کوئی تعارض موجود نہیں ہے۔ دوسری آیات اللہ یمصطفیٰ من الملائکۃ دسل اللہ سورہ حج کے معنی یہ ہیں کہ اللہ چھانٹ لیتا ہے۔ فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں۔ اللہ سنتا ہے۔ دیکھتا ہے لفظ یمصطفیٰ میں آئندہ زمانہ مراد نہیں ہے۔ اس لفظ کے معنی استقبال کے بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس آیت میں سبگز استقبال کے معنی نہیں ہو سکتے۔ رسول صلعم کے بعد وحی شریعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔ وحی شریعی کسی قسم کی نہیں ہوگی کوئی الہام کا نام وحی رکھ دے وہ دوسری چیز ہے۔ الہام سے مراد یہ ہے کہ کسی کے دل میں خدا کی طرف سے کوئی بات واقع ہو جائے۔ اور امر و نہی کے متعلق نہ ہو۔ وحی بواسطہ فرشتہ وحی نہیں ہو سکتی۔ یعنی جو فرشتہ وحی لانے والا ہے۔ اس کے ذریعہ وحی نہیں ہو سکتی قرآن مجید میں آیت ذیل ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا یہم جو خداوند تعالیٰ سے کلام کرنے کے طریق بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اُمت محمدیہ پر بند ہیں۔ یہ طریق وحی جو بواسطہ ملک آئے۔ یا پس پردہ کوئی آواز آئے یا کوئی رسول پہنچے یا اور وحی کرے اللہ کے اذن سے۔ آیت میں صاف ذکر ہے۔ کہ کون وحی کرے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی پیغام لانے والا وحی کرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ ان کے احکام باقی اُمت کے احکام کے ساتھ متعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ اس وقت اُمت محمدیہ کے زمرہ میں ہو کر آئیں گے جبرئیل علیہ السلام ان پر نازل ہوں یا نہ ہوں۔ اس بحث سے تعلق نہیں ہے۔ ان پر اگر کوئی جبرئیل علیہ السلام

کے نازل ہونے کا قائل ہو۔ تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ وہ پہلے انبیاءوں سے ہیں۔ جن کی خبر سے قرآن بھرا ہوا ہے۔ مجھے کوئی حدیث یا روایت نہیں جس میں یہ ہو کہ رسول صلعم کے بعد کوئی وحی نہ آئے گی۔ میں لو اب صدیق حسن صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں ان کی کتاب حج الکرامہ ظاہر ان است کہ آئندہ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السلام باشد بلکہ یہیں تفسیر داریم و دران تردد نے کینم چہ جبرئیل سفیر خدا است و در بیان انبیاء علیہم السلام و فرشتہ دیگر برائے زمین کار معروف ہست و آنکہ بر ائمہ عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبرئیل بسوئے ارض بعد موت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشود بے اصل محض است۔ شیخ محی الدین بن عربی کی کتاب الفتوحات کثیر جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۴ پر جو عبارت میں نے اب پڑھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وحی رسول اللہ صلعم پر نازل ہوتی تھیں اور وحی کبھی نازل ہوتی ہے آپ علیہ السلام کے قلب پر تو آپ پر ایک شدت حرارت پیدا ہوتی ہے۔ جن کو حال سے تغیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ طبیعت اس کے مناسب نہیں اس لئے اس پر سخت ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے مزاج شخص غرق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس چیز کو ادا کر دیتے ہیں۔ جو آپ کی طرف وحی کی گئی۔ پھر آپ سے یہ حالت کھل جاتی ہے پھر آپ خبر دیتے ہیں اس چیز سے اس چیز کی جو آپ سے کہی گئی۔ اور یہ موجود ہے اللہ کے بندوں میں اولیاء میں سے اور جو مختص ہے۔ نبی کے ساتھ اس میں سے ذولی کے ساتھ وہ وحی بالشریع ہے۔ بس میں نہیں تشریح کر سکتا ہے۔ مگر رسول خاص کر۔ پس حلال کرے۔ حرام کرے۔ اور مباح کرے۔ جس وحی کا ذکر امام ابن عربی نے مذکورہ بالا عبارت میں کیا ہے۔ وہ وحی ہے۔ اس کتاب کے باب ۳۱۰ میں ابن عربی صاحب کہتے ہیں جو وحی شرع لائے والا ہے وہ کسی غیر نبی پر ہرگز نہ آئے گا اس کے سوا میں کہ اولیاء کے واسطے بشارات کی وحی ہے۔ یعنی نیک خواہیں یہ حوالہ کتاب الیوم اقیات و الجواہر صفحہ ۲۳۳ پر ہے منقول از فتوحات باب ۳۱۰ شیخ محی الدین بن عربی نے ملک وحی کے کسی غیر نبی پر آنے کو نہیں مانا بلکہ کتاب الیوم اقیات و الجواہر صفحہ ۹۵ پر عبارت جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے۔ والعن ان الکلام فی الفرق بینہما ان ما ہو فی کیفیۃ ما نزل اللہ الملک فی نزول الملک اس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام یہ فرق بتلانا چاہتے ہیں کہ نبی اور ولی کے امام میں فرق نزول الملک کے اعتبار سے نہیں۔ بلکہ کیفیت کے اعتبار سے ہے اس لئے جو ملک رسول اور نبی پر نازل ہوتا ہے۔ خلاف اس کے ہے جو ولی تابع پر نازل ہوتا ہے۔ اس لئے ولی تابع پر ملک نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے نبی کے اتباع کے لیے نماز ضروریات دین سے ہے۔ نماز کے عمل کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین سے نہیں ہے۔ لیکن نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ عمل کرنا عقیدہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ ضروریات دین کا تعلق عقائد سے ہے۔ اعمال سے نہیں ہے۔ اس قسم کی حدیث ہے کہ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔ اس حدیث کے معنی میں جہود اُمت یہ سمجھتی ہے۔ کہ اس شخص نے کفر کا سافل کیا۔ جس نے نماز کو عمداً چھوڑ دیا۔ بعض ائمہ نے ایسے

شخص کو کافر بھی کہا ہے۔ جن لوگوں نے ایسے اشخاص کو کافر کہا ہے۔ وہ امام حق ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی مسلمان کو کافر کہا ہو۔ ان لوگوں کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ اور جن لوگوں کو یہ ائمہ اس حدیث کی بنا پر کافر کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی رائے ان کے متعلق بھی یہی ہوگی کہ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ کسی نبی کے دل میں زنا کا خیال آیا۔ وہ کافر نہیں۔ قصد سے اگر یہ مراد لے کہ پختہ عزم کیا تو وہ شخص جو کسی نبی کے متعلق یہ کہے کہ اس نے زنا کا قصد کیا وہ بھی کافر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی مسلمان ہے مولف جلال الدین نے اپنی تفسیر جلالین میں سورہ یوسف کی آیت ولقد همت به و هههه دبها۔ کے تحت یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے جماع کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام نے اس سے اس کا قصد کیا۔ اس سے قصد سے مراد عزم نہیں ہے۔ بلکہ تیاری ہے۔ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اور فریضت کا اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اور جو شخص فریضت کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اگرچہ ساری عمر ادا کرے وہ کافر ہے۔ اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ تم زکوٰۃ دو اور وہ نہ دے تو وہ میرے نزدیک کافر نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ امام ابو حنیفہ۔ امام شافعی۔ امام حنبلی۔ شیخ محی الدین ابن عربی امام مالک پر علماء نے کفر کے فتوے لگائے ہیں یا نہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ امام ابن جوزی نے سید عبدالقادر جیلانی اور شیخ محی الدین ابن عربی پر کفر کا فتوہ لگایا ہے یا نہ۔ یہ سب ائمہ ضروریات دین کے قائل تھے۔ اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے متعلق یہ خبر معلوم ہو یا اس کی کسی عبارت سے یہ سمجھے کہ وہ بعض ضروریات دین کا انکار کر رہا ہے۔ تو اس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا۔ اور اگر وہ شخص فی الواقع ضروریات دین کا منکر نہیں تو وہ اپنی جگہ پر مسلمان رہے گا۔ جن لوگوں نے اس خبر کی بناء پر کہ وہ ضروریات دین کا منکر ہے۔ کسی کو کافر ٹھہرایا یہ لوگ مسلمان رہیں گے۔ گو یہ خبر فی نفسہ غلط ہو یا غیر تحقیقات کے کسی کی ذات پر فتوے کفر لگانا جائز نہیں۔ لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن ہے۔ بلکہ کثرت سے واقع ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی نے فرقہ حنفیہ کو جو امام ابو حنیفہ کا متبع ہے۔ اسے گمراہ فرقہ میں شمار نہیں کیا۔ احمد رضا خاں بریلوی نے دیوبندیوں پر فتوے کفر کا دیا ہے۔ اس پر بعض علماء دین کی مہر سی بھی ثبت ہیں۔ ہم احمد رضا خاں بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے۔ احمد رضا خاں کو بھی ہم کافر نہیں کہتے۔ اس کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ احمد رضا خاں نے دیوبندیوں کو کافر کہتے وقت کوئی تحقیقات کی ہو۔ ان کا فتوہ اس خبر کی بناء پر یا اس تحقیق کی بنا پر واقع ہوا کہ دیوبندیوں نے کسی ضرورت دین کا انکار کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کو کافر کہے۔ جو کسی ضرورت دین کا منکر ہو۔ اس لئے ان کا فتوہ اپنی تحقیق کی بناء پر تھا۔ گو وہ تحقیق درحقیقت غلط ہے۔ اور دیوبندیوں کے سرعزوریات دین کا انکار لگانا۔ محض جھوٹ اور افترا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ دیوبندیوں نے بھی کسی کو احمدیوں کے سوا کافر کہا ہے۔ یا نہیں۔ شیعوں کے بعض فرقے جو ضروریات دین کے منکر ہوں۔ وہ کافر سمجھے جائیں گے۔

نوٹ: جرح میں بہت طوالت کی جا رہی ہے ۸ بجے سے شروع ہوئی ہے۔ اور اب ۱۰ بج چکے ہیں۔ اس لئے مزید جرح کے لیے اب بچے تک وقت دیا جاتا ہے۔ دستخط جج صاحب بحروف انگریزی

(محمد اکبر)

مسئد زذاب کی نبوة کا دعوئے یہ تھا کہ وہ مدعی تھا کہ میں نبی کریم صلعم کے ساتھ نبوة میں شریک ہوں۔ نبوة مستقلہ کا مدعی نہیں تھا۔ اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی۔ قرآن شریف کے مقابلہ میں کوئی آیات قائم کی تھیں یا نہ مجھے علم نہیں۔ وہ شریعت قرآن شریف کا قبیح تھا یا نہ مجھے معلوم نہیں۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف قتال کیا تھا۔ ادعا نبوت کی بنا پر وہ قتال تھا۔ وہ رسول صلعم کی نبوة کا قائل تھا۔ لیکن اپنے کو بھی اس میں شریک سمجھتا تھا۔ اسود غسی مدعی نبوة تھا۔ آیا مسیلہ کی قسم کا یا دوسری قسم کا۔ اس کے متعلق کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے۔ مرزا صاحب نبوت اور رسالت دونوں کے مدعی ہیں۔ میں نے نبوت اور رسالت میں جو فرق بیان کیا ہے۔ وہ ایک امام کے قول سے نقل کیا ہے۔ اور یہ فرق درست ہے اس قول کو میں صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ بخاری کی حدیث سے جو مجھے دکھلائی گئی ہے۔ یہ مطلب نکلتا ہے کہ مسیلہ کذاب کہتا ہے کہ اگر رسول صلعم آپ کے بعد نبی قرار دیں۔ تو آپ کا اتباع کلی اختیار کرے۔ مرزا صاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ ہیں جہاں نبوة اور رسالت کا دعوئے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس دعوئے کی تردید نہیں ہے۔ صفحہ ۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ جس جس جگہ میں نے نبوة اور رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کہا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غائب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے حقیقت الوحی میں ہے۔ میں نے جو حوالہ دیا ہے اس کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ کہ میں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔ تفسیر جلالین صفحہ ۳۵۲ پارہ ۲۲ آیات ما کان لہومن کی تفسیر میں یہ عبارت ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کی ان پر (زینب) پر نظر پڑی اور آپ کے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی۔ اور زید کے نفس میں ان کی کما ہست پیدا ہو گئی۔ ان الفاظ میں کوئی توہین نہیں ہے۔ اور نہ آگے کے الفاظوں میں کوئی توہین ہے۔ منہم انجام اہم حاشیہ صفحہ ۸ پر آگے عیسائیوں کی بدگوئی کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے میں نے کتاب ایام الصلح صفحہ ۲ کی عبارت دوسری کتابوں میں دیکھی ہے۔ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر کی اور مولوی آل حسن صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اس طرز پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ جس طرز پر کہ مرزا صاحب نے کی ہے۔ اگر کسی ہر تو وہ کافر ہو گا۔ میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کے بعد مرزائی ہو جائے۔ تو اس کا نکاح بغیر حکم قاضی و عدت کے فسخ ہو جائے گا۔ یہ شرعی مسئلہ ہے۔ اگر یہ معاملہ قاضی کے سپرد کیا جاوے۔ تو شریعت کے خلاف نہیں ہو گا۔ اگر قاضی کے سپرد کرے۔

تو اور اچھا ہے۔

سوال کمند: جو عبارت ملا علی قاری کی کل پیش کی گئی تھی۔ اس سے ان کا پورا عقیدہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ صاحب مجمع البحار کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس عبارت میں جو ملا علی قاری کی کل بیان کی گئی ہے۔ کسی نئے آنے والے نبی کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی پیش گوئی نہیں ہے۔ اگر ملا علی قاری کا یہ قول قرآن۔ حدیث اور اجماع اُمت کے خلاف ہو۔ تو کوئی وقت نہیں رکھ سکتا۔ میں نے جو کل یہ بات کہی تھی۔ کہ ایک مصنف کے دواور اقوال بھی دیکھنے چاہئیں۔ اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اگر ایک مصنف کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال مذکور ہوں۔ ان میں سے ایک قول مبہم ہو تو اس مبہم قول کو مستقل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔ فتوحا مکہ کی جو عبارت فریق ثانی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ وہ قرآن۔ حدیث اور اجماع اُمت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر بالفرض وہ ان کے خلاف ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ قرآن شریف کی آیت اما یتینکم اس میں زمان مستقبل بعد نزول قرآن داخل نہیں سورۃ یوسف کی تفسیر میں جلالین میں جو لفظ جماع کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو محاورات میں جائز طور پر جائز فعل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر میں زنا کا یا زنا کے قصد کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ تحقیقات کفر میں جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ وہ انفرادی طور پر ہوتی ہیں اور اس قسم کی بھی غلطیاں کثرت سے ہیں۔ لیکن جو تمام اُمت مسئلہ کے فرقہ اور جماعتیں کسی شخص کے متعلق مکمل تحقیق کر کے کافر کہہ سکی ہو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ دیوبندیوں کی تکفیر کا مسئلہ اس بنیاد پر ہے کہ تکفیر کرنے والوں کو ان کے متعلق بعض غلط خیالات ایسے پیدا ہو گئے۔ جن سے یہ سمجھا گیا کہ دیوبندی بعض ضروریات اسلام کے منکر ہیں۔ حالانکہ دیوبندی ان چیزوں سے اپنی برائت تحریروں میں تقریروں میں پوری طرح واضح کر چکے ہیں۔ اور وہ چیزیں ایسی ہیں۔ کہ خود ہم دیوبندیوں سے پوچھا جاوے۔ کہ ان کا کہنے والا کافر ہے یا نہیں تو ہم خود اقرار کریں گے۔ بلاشبہ جو شخص ایسا خیال رکھے وہ قطعاً کافر ہے۔ میں مرزا صاحب کو اس بنا پر کافر کہتا ہوں کہ انہوں نے اِدعا نبوت کیا اور مدعا علیہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ کسی مسلمان نے مسلمان کو مسلمان نہیں کہا۔ باجماع صحابہ اسے دعوئے نبوت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے۔ بخاری کی جو حدیث مسیلمہ کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ اس میں مسیلمہ کے قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر مجھے اپنے بعد نبی کریم نبی قرار دیں۔ تو میں آپ کا اتباع کروں گا۔ میں نے جو یہ بیان کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے اتباع کرنے سے نکاح فسخ بغیر قضائے قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے۔ اور حکم قاضی کی ضرورت نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ عند اللہ نکاح فسخ ہو گیا۔ قاضی کی طرف مراءفہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کسی گورنمنٹ کے قانون میں ہمیں مراءفہ پر مجبور کیا جائے۔ تو وہ اس کے منافی بھی نہیں ملا علی قاری اور شیخ محمد طاہر کے اقوال جو کل پیش کئے گئے ان میں سے اجماع اُمت کے خلاف کوئی بات پید نہیں ہوتی

بیان حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ

حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب چاند پوری جو اپنے دور کے مشہور و مقبول مقرر ہی نہ تھے بلکہ ایک بلند پایہ عالم دین بھی تھے۔ آپ نے متعدد دینی مدارس بشمول دارالعلوم دیوبند میں عرصہ دراز تک دینی خدمات انجام دیں۔ ہندوستان کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جو آپ کے مواعظِ حسنہ سے مستفیض نہ ہوا ہو۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں ملکہ تامہ حاصل تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار آریہ سماج کے مشہور مقرر پنڈت رام چندر جی دہلوی نے آپ کو مناظرہ کی دعوت دی جسے آپ نے بغیر توقف کے منظور فرمایا۔ امد وہ (ہندوستان) میں ہزار ہا افراد جن میں ہندو، مسلمان، عیسائی شامل تھے، کی موجودگی میں یہ معرکہ الٰہی مناظرہ ہوا۔ حضرت مولانا کے محققانہ اور دانشمندانہ دلائل اور حاضر جوابی سے پنڈت جی ایسے لاجواب اور مبہوت ہوئے کہ میدان چھوڑ کر سیدھے دہلی فرار ہوئے۔

حضرت ممدوح ضلع بجنور ہندوستان سے بطور خاص برائے شہادت بہادل پور تشریف لائے۔ آپ کا یہ ایمان افروز بیان ۲۱، ۲۲، ۲۳ اگست ۱۹۳۳ء کو قلمبند کیا گیا جبکہ ۲۴ و ۲۵ اگست ۱۹۳۳ء کو فریقِ ثانی نے آپ پر جرح کی۔ آپ کا بیان اور فریقِ ثانی کی جرح پر آپ کے جوابات تردیدِ مرزائیت پر ایسی لاثانی دستاویز ہے جس نے فرقہ پرستانہ مخالف کے ہر پہلو کو ایسا اُجاگر کیا کہ پورے عالم میں مرزا قادیان کے ارتداد کی جسٹریس ہلا کر رکھ دیں

گواہ مدعیہ
مولانا مرتضیٰ احسن صاحب ولید حکیم سید شجاعت علی صاحب قوم سید سکندر کپتور - ضلع بجنور
عمر ۴۴ سال

مرزا صاحب کافر - مرتد اور قطعی کافر ہیں۔ اور ایسے کافر ہیں کہ مرزا صاحب کے عقائد معلوم ہونے کے بعد جو ان کے کفر میں اور ارتداد میں شک و شبہ کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

مرزا صاحب اور ان کے متبعین اور دوسرے جتنے مرتد ہیں۔ ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کا ان کے کسی مرد یا عورت سے نکاح ناجائز اور اگر نکاح ہو گیا ہے اور نکاح ہونے کے بعد کوئی شخص مرزائی ہو جائے تو اس کا نکاح بالفعول فوراً فسخ ہو جاتا ہے اس عورت کو اس کی بھی ضرورت نہیں کہ قاضی سے فسخ کرائے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ خود کسی شخص سے نکاح کرے یہ مسئلہ اس قسم کا ہے کہ دنیا میں جتنے لوگ کوئی مقبہ مذہب رکھنے والے ہیں۔ ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب والے کا نکاح دوسرے مذہب والے سے جائز نہیں۔ حتیٰ کہ بعض قوموں کے اندر یہ بات بھی ہے کہ باوجود یہ کہ وہ ایک مذہب کے ہیں مگر پھر بھی دوسری قوم میں نکاح جائز نہیں سمجھتے شریعت مطہرہ کا اعتبار کیا ہے اگر کوئی لڑکی بالغ ہو اور وہ اپنا نکاح غیر کفر میں کرے تو دلی کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ قاضی کے ہاں اس نکاح کو فسخ کرا سکے اگر کسی نیک بخت متقی، پرہیزگار کی لڑکی جوان ہو اور کسی بدعاش فاسق سے نکاح کرے اگرچہ وہ اس کا ہم عقیدہ ہو اور اس کا ہم قوم اور اس کی برادر کی کا ہو۔ اپنی لڑکی بیاہے مگر پھر بھی دلی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح کو فسخ کرا سکے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ انسانوں سے بڑھ کر جانوروں کو بھی اس کا احساس ہے۔ وہ جانور کہ جن کے چونے ہیں سولے سوراخ پھکے، دوسرا تر بھتی نہیں کر سکتے!

مرزا محمود اپنی کتاب انوار خلافت صفحہ ۹۳ - ۹۴ پر لکھتے ہیں کہ اہل بھی سوال کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں، حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو

کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی۔ تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے پچھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔ اس عبارت سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مرزا صاحب کی شریعت کے مطابق چونکہ تمام غیر احمدی مسلمان نہیں ہیں اور کافر ہیں اور مرتد ہیں۔ لہذا ان کے مذہب کی عورت کا کسی غیر مذہب

والے سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اور جب یہ بھی ملایا جاوے کہ جس کو یہ لوگ اپنی جماعت سے نکال دیں۔ تو وہ مسلمان بھی نہیں رہتا اور اس کی نجات بھی نہیں کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق نجات کا انحصار اس پر ہے کہ ان کی جماعت میں داخل رہے۔

جب خلیفہ اول صاحب نے اس شخص کو جس نے اپنی لڑکی غیر احمدی کو دی تھی۔ اپنی جماعت سے بھی خارج کر دیا تو معلوم ہوا کہ مرزائی مذہب میں اگر کوئی احمدی شخص کسی مسلمان سے اپنی لڑکی بیاہ دے تو یہی نہیں کہ اس کا نکاح نہیں ہوا۔ بلکہ وہ کافر بھی ہو گیا۔ جس جماعت کا یہ خیال ہو کہ ان کی عورت اگر غیر احمدیوں سے نکاح کرے تو وہ کافر ہو جائے وہی نہیں، بلکہ اس کا باپ بھی کافر ہو جائے پھر وہ ہم سے یہ امید کریں۔ کہ غیر احمدیوں کی عورتیں ان کے نکاح میں رہیں اور اس پر وہ مقدمہ دائر کریں۔

مرزا صاحب اور قادیانی جماعت اور ہم مسلمانوں میں اس وقت تک اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ جو شخص دعویٰ نبوت تشریف کرے وہ کافر ہے چنانچہ شیخ محمد عمر وکیل چیف کورٹ پنجاب نے اپنی کتاب قل فیصل صفحہ ۶۹ پر یہ لکھا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حماۃ البشری صفحہ ۹۶ طبع ثانی میں لکھتے ہیں کہ دعا کا ن لی ان ادعی النبوة و اخرہ من الاسلام والحق بقوم الکافرین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں جائز ہے میرے لیے یہ امر کہ میں دعویٰ نبوة کا کر دوں اور اسلام سے خارج ہو کر کفار میں مل جاؤں۔

اپنی کتاب کے ص ۳ پر لکھتے ہیں۔ الا تعلم ان الرب الرحیم المفضل سمی نبینا علیہ السلام خاتم الانبیاء بغير استثناء و نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للعالمین ولو جازنا ظهور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا افتتاح باب النبوة بعد تظلیقها وهذا خلف کمالا یخفی علی المسلمین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا تو نہیں جانتا اس بات کو تیرے رب رحیم نے جو مسلمان کرنے والا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بغير استثناء کے کیا اور تفسیر کی اس کی ہمارے نبی نے اپنے قول لا نبی بعدی میں ساتھ بیان واضح کے واسطے طالبین کے اور اگر جائز رکھیں ہم ظہور کسی نبی کا بعد نبی ہمارے صلی اللہ علیہ وسلم کے تو البتہ جائز رکھیں گے ہم کھانا دروازہ وحی نبوت کا۔ بعد بند ہونے اس کے اور یہ خلاف ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور یکے اسکا ہے کوئی نبی بعد ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالانکہ وحی آپ کے بعد منقطع ہو گئی کتاب حقیقت النبوة صفحہ ۲۴۳ میں مرزا بشیر احمد خلیفہ دوم مرزا صاحب کا کلام بحوالہ کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۹ سے نقل کرتے ہیں کہ ”مگر اس محضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ ان مخلوقوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کلمات نبوة ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول

نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے۔ جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی،
ضمیمہ حقیقت نبوۃ ص ۲۷ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہاں یہ نبوۃ تشریفی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ
کرسے اور نئی کتاب لائے، ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں کتاب حق الیقین ص ۱۰ مصنف حکیم عبداللہ صاحب
بسل احمدی پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علماء کو نبوۃ کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جو
خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف۔ لام پڑے ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لائے والی
نبوت بند ہو چکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہو گیا۔ وہ کافر ہے۔

ان حوالہ جات سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ جناب مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب اور ان کے تمام متبعین
ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوۃ تشریفی کا دروازہ بند ہے۔ آپ کے بعد جو نبوت
تشریفی کا دعویٰ کرے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اس کے بعد یہ عرض کیا جاتا ہے کہ جناب مرزا صاحب اپنی
تحریر اور اپنے ہی اقرار سے کافر بھی ہیں۔ مرتد بھی ہیں اور اسلام سے خارج بھی ہیں۔ ان کی جماعت کے ساتھ
کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح ناجائز ہے اور مرزا صاحب کے ہی فتویٰ کے مطابق اور خلیفہ صاحب ثانی کے مطابق
اور خلیفہ اول کے مطابق اگر ایسا نکاح ہو گیا ہو گا تو فسخ اور باطل ہو جائے گا۔

مرزا صاحب اپنی تشریفی نبوت کا دعویٰ الیقین ص ۱۰ صفحہ ۷ میں ان کھلے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔
لا اگر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہو جاتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اقل تو یہ دعویٰ بلا دلیل
ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو۔ کہ شریعت کیا چیز ہے
جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امراء کو نبی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب
شریعت ہو گا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف طرم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی
مثالیہ الہام قل للمؤمنین یغضوا ابصارہم ویحفظوا فروجہم ذلک ازکی
لہم، یہ برائین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر ۲۳ برس کی مدت بھی گزر گئی ہے
اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور کہو کہ شریعت سے مراد وہ شریعت مراد
ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں۔ تو یہ باطل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ان ہذا فی الصحف الاولی مصحف
ابراہیم و موسیٰ یعنی قرآنی تعلیم تو رات میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے۔ جس میں امر و نہی
کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر تو رات یا قرآن شریف میں باستیفاء (پورا پورا) احکام شریعت کا ذکر ہوتا۔
تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔

اس کتاب کے حاشیہ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی،

اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ میری تعلیم کو اور اس وحی کو میرے پرہیزی سے
فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا جیسا کہ ایک الہام الہی کی یہ عبارت ہے **واصنع الفلک باعیننا**
وصحیننا۔ ان الذین یبالیعونک انما یبالیعون اللہ ید اللہ فوق ابیدہم یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں
کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا، جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ
ہے جو انہوں کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو فوج کی کشتی
قرار دیا اور تمام انسانوں کے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھ اور جس کے کان
ہوں سنے۔

محمد اکبر

۲۱۔ اگست، ۱۹۳۲ء

۱۷۔ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ



۲۲ اگست، ۱۹۳۲ء

فریقین حاضر ہیں،

باقرار صالح

تمہ بیان مولانا مرتضیٰ صاحب

میں نے کل مرزا صاحب کے جوا قال الیہین سے نقل کئے تھے۔ اس میں مرزا صاحب نے چند باتوں کی تصریح
خود فرمائی ہے۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔ جس نے اپنی امت کے لیے کوئی قانون
مقرر کیا ہو۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا صاحب اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے
ہیں۔ مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کافر اور مرتد ہو گئے۔ کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بایں معنی خاتم النبیین ہونا
کہ آپ کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت نہیں آئے گا۔ اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ کافر ہے یہ ثابت ہو گیا۔ مرزا
صاحب نے یہ بھی صاف فرمادیا کہ وحی میں جو حکم یا نہی ہو یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم نیا ہو۔ بلکہ اگر پہلی شریعت کا
ہی حکم اس کے پاس بذریعہ وحی کے آئے۔ تو بھی یہ صاحب شریعت ہونے کے لیے کافی ہے۔ اب مرزا صاحب
نے جو اپنی بہت تکوچی ہے وہ بیان کی ہیں کہ جو آیات قرآنی ہیں۔ وہ بھی مرزا صاحب ہی کی شریعت ہو گئی۔ مرزا
صاحب نے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ صاحب شریعت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شریعت میں نئے احکام
ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی نسبت یہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ علی نبینا
وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں بھی ہے یہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے اب اگر شریعت جدید کے لیے یہ ضروری

ہو کہ اس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب احکام نئے ہوں۔ تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں۔ ویسے ہی مرزا صاحب بھی صاحب شریعت نبی ہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف کہہ دیا کہ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ شریعت کے لیے یہ ضروری ہے کہ تمام ادا امر اور نواہی اس شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام توریت اور قرآن مجید میں بھی مذکور نہیں۔ اگر تمام احکام قرآن مجید میں مذکور ہونے۔ تو پھر اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مدعی نبوت ایک امر اور نہی کا بھی دعویٰ کرے۔ اگرچہ وہ امر اور نہی پرانی ہو۔ تو وہ نبی صاحب شریعت کہلایا جائے گا اور اس میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیاں معنی کچھ فرق نہیں کہ یہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔

اب میں اس مسئلہ کی تشریح کرنا چاہتا ہوں جو یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تشریف لے گیا یعنی صاحب شریعت نہیں آئے گا۔ اور امتی۔ بروزی۔ ظلی آسکتے ہیں۔ بلکہ آنا چاہیئے اور ضرور آنا چاہیئے اور جس دین و مذہب میں ایسے نبی نہ آئیں۔ مرزا صاحب فرماتے کہ وہ مذہب یعنی مذہب ہے اور اس مذہب کو شیطان مذہب کہا جائے تو مناسب ہے چنانچہ جس کا حوالہ آئندہ پیش کر دوں گا۔

(برائین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۰)

تو اب یہ بات ثابت ہو گئی، اگر کسی نبی کو خدا کا یہی حکم آئے کہ تجھ کو ہم نے نبی کر کے بھیجا اور تو لوگوں پر اس حکم کی تبلیغ کر اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانے گا وہ کافر ہے تو یہ بھی نبی صاحب شریعت اور نبی تشریف لے گیا۔ تو اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ جو نبی حقیقی ہے اور جو نبی شرعی ہے۔ اس کے لیے نبی تشریف لے ہونا ضروری ہے۔ مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق یہ ناممکن ہو گا کہ کوئی نبی سچا اور حقیقی نبی ہو اور صاحب شریعت اور تشریف لے نہ ہو۔ چنانچہ خود مرزا صاحب بھی بیان فرماتے ہیں کہ جو نبی ہے، وہ امتی نہیں ہو سکتا۔ حوالہ اس کا یہ ہے۔ (ازالہ الاوہام حصہ دوم صفحہ ۵۹۹)،

(خاتم النبیین کے بارے میں) دوسری طرف سے یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ ملا علی قاری یا کسی دوسرے بزرگ نے یہ کہا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ یعنی نبی تشریف لے نہیں آئے گا۔ ان کا مطلب اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں درافرق نہیں کیونکہ جو نبی حقیقی ہو گا، وہ صاحب شریعت ضرور ہو گا۔ اس عبارت میں جناب مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری منتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے جو اس میں ہو گا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور جو اس میں نہ ہو گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہ بات یاد

رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب کی شریعت کا نیا حکم ہے جس نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا۔ علاوہ اس کے مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا بھی دعویٰ کیا۔ کہ ان کی شریعت قرآن مجید اور احکام اسلامی کی ناسخ بھی ہے۔ اگر کوئی شخص اسے قرآن کے ایک ایک حرف پر عمل کرے۔ لیکن مرزا صاحب کو نبی نہ مانے تو یوں ہی کافر ہے جیسا کہ یہود، نصاریٰ اور دیگر کفار۔

مرزا صاحب صاحب شریعت بھی ہوئے اور ان کی شریعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو منسوخ بھی کیا۔ اب یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں مرزا صاحب نے نیا حکم یہ بھی دیا۔ جس کی کل عبارت بیان کی گئی ہے۔ لہ ان کی عورتوں کا نکاح، غیر احمدیوں سے جائز نہیں۔ یہ بھی حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے مرزا صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ قیامت کے معنی جو مسلمان اب تک سمجھتے تھے اس معنی پر قیامت نہیں ہونے کی۔

قرآن پاک میں جو نفع صورت آیا ہے نہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی کوئی نفع صورت ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ بلکہ اس سے خود مرزا صاحب کا تشریف لانا منظور ہے۔ قیامت کے متعلق جتنی آیات قرآن مجید میں ہیں اور جتنی احادیث آئی ہیں۔ ان تمام امور کا انکار ہے۔ ہاں لفظوں کا انکار نہیں، مگر جن معنی سے قرآن اور حدیث قیامت کو بیان کرتے ہیں، ان چیزوں کا انکار ہے مردوں کا قبروں سے اٹھنا جو بہت سی آیات میں صاف مذکور ہے، اس کا بھی انکار ہے۔ مرزا صاحب کی شریعت جدیدہ میں ایک اور نیا حکم بھی ہے، جو تمام اسلام کے خلاف ہے، وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرما کر یہ حکم فرماتے ہیں کہ جو کوئی چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے گا۔ وہ میری بیعت سے خارج ہے اور بیعت سے خارج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام سے خارج ہے اور کافر ہے اور مرتد ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے، زکوٰۃ کے لیے بھی خدا نے یہ حکم نہیں دیا ہے۔ کہ اگر تین ماہ تک کوئی زکوٰۃ نہ دے۔ تو وہ اسلام ہی سے خارج ہو جائے گا۔ یہ فرمان لوح الہدیٰ جو ناظر بہت المال قادیان نے دسمبر ۱۸۸۲ء میں شائع کیا ہے، میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت ضروری فرمان،

یہ اشتہار۔ کوئی معمولی تحریر نہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میری انہی سے پیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں، جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ تو شخص کو چاہیے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ فرض حق کے طور پر اس قدر چندہ ماہوار بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیے کہ فضول کوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے، ہر ایک شخص جو مرید ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کرے۔ خواہ ایک پیسہ ہو۔ خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جمانی طور پر اس سلسلے کے لیے کچھ مدد دے سکتا ہے۔ وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ سلسلے میں نہیں رہ سکے گا۔ اس اشتہار

کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے لیے جواب کا انتظار کیا جانے لگا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چنڈہ اس سلسلہ کی مدد کے لیے قبول کرتا ہے، اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چنڈہ کا عہد کر کے تین ماہ چنڈہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں، اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔

المشہر مرزا غلام احمد صبح موعود از قادیان
تمہ یہ بات بھی پھر دوبارہ یاد دلاتا ہوں۔ کہ ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت کو دیکھ کر چنڈہ مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے فوق الطاعتہ بوجھ سمجھ کر ملول ہو جائے۔ کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نرنیک وہ گنہگار ٹھہرے گا۔

ضمیمہ برائیں احمدیہ صفحہ ۱۳۸ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام بد قسمتی دہوکا سے پیدا ہوئی ہو کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کیا گیا نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ دلی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کے لیے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا قبیح نہ ہو (کہنا پہلے قول کے خلاف ہے) بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین دین ہی نہیں ہے اور وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لغتی اور قابل لغت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔

اس کے چند سطور کے بعد کہتے ہیں کہ اگر کوئی آواز ہی غیب سے کسی کے کان تک پہنچی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی سو یا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رجائی کہیں شیطان کی کلامت کا زیادہ مستحق ہے۔

قیامت کے متعلق مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ ہشتی پہلے بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے، قبروں سے نکل کر نہیں آئیں گے میں نے ان کے عقیدہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ پورے الفاظ ان کی تحریر کے ازالہ الادبام صفحہ ۴۴ پر درج ہیں۔

کتاب شہادت القرآن صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ نفع صور کی خوش خبری دی گئی ہے اور نفع صور سے مراد قیامت

نہیں ہے، کیونکہ عیسائیوں کے امواج فتن کے پیدا ہونے پر تو سو برس سے زیادہ گزر گیا ہے۔ مگر کوئی قیامت برپا نہیں ہوئی۔

آگے چل کر کہتے ہیں کہ روحانی اشیاء اور امارت بھی ہمیشہ نفع و ضرر کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور جیسا قرآن میں نفع و ضرر سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے تا عیسائی مذہب کے غلبہ کو توڑے۔ ایسے ہی امواج فتن سے رجحانیت ملو ہے صفحہ ۶۱ شہادت القرآن پر مرزا صاحب نے پہلے یہ اقرار کیا کہ دعویٰ نبوت نشر لعی کفر ہے اور پھر خود دعویٰ نبوت نشر لعی کیا۔ اور بہت سے احکام میں تفسیر و تبدل بھی کیا۔ لہذا مرزا صاحب کا فرہیں۔ مرتد ہیں اور جو ان کے متبع ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ ان کا نکاح کسی مسلمان سے جائز نہیں اگر نکاح ہو جائے اور پھر خداوند مرزا ہو جائے۔ تو نکاح فواحش ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ سورہ احزاب پارہ ۲۲۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر جلد ۸ صفحہ ۷۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وهذا الاية نص ----- رضى الله عنه

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ آیت تصریح ہے کہ کوئی نبی آپ کے بعد نہیں، اور جب کوئی نبی آپ کے بعد نہیں تو کوئی رجب کا آپ کے بعد بطریق ادبی نہیں۔ اس واسطے کہ مقام رسالت خاص ہے مقام نبوت سے کیونکہ ہر عقل نبی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو نبی ہو۔ وہ رسول بھی ہو اور سب اسی کے ساتھ وارد ہوتی ہیں احادیث متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جن کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

حدیث متواترہ وہ ہوتی ہے کہ اتنے لوگوں نے اسے روایت کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو اور ایسی حدیث کا انکار کرنے والا دیسا ہی کا فر ہوتا ہے چنانچہ قرآن کا انکار کرنے والا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کا منکر ہو کر بھی کا فر ہوا اور احادیث متواترہ کا منکر ہو کر بھی کا فر ہوا۔

اب اس نبوت میں کوئی برزوی۔ غلی نبوت کی قید نہیں۔ بلکہ مطلق نبوت کا انکار ہے یہی ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں ضمن رحمۃ اللہ تعالیٰ یکذب من جاء بها اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ہے اپنے بندوں پر بھیجنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف ان کے۔ پھر خدا کی بزرگی واسطے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا اور دین حنیف کو آپ کے لیے کامل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی اہلیت متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپ کے بعد اس مقام نبوت کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا۔ افتراء پر دان۔ دجال اور گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

اگرچہ شعبدی بازی کرے اور قسم قسم کا جادو اور طلسم اور نیز نیکیاں دکھائے اس لیے یہ سب کا سب منقلب کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے۔

کتاب ختم النبوت فی القرآن مولانا محمد شفیع صاحب صفحہ ۳۸ پر مفصل ترجمہ درج ہے۔

روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۹ وكونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبیین مما نطق به الكتاب وصدعت به السنه واجتمعت الامه فيكفر مدعى خلافة و يقتل ان اص -
یعنی رسول اللہ کا خاتم النبیین ہونا اسی قبیل سے ہے کہ قرآن میں مذکور اور سنت میں مذکور یعنی احادیث میں مذکور ہے اور امت نے اس پر اجماع کر لیا۔ جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور قتل کیا جائے گا اگر اصرار کرے گا۔

شرح شفاء قاضی عیاض - ملا علی قاری (رحمہما اللہ تعالیٰ) صفحہ ۵۱۸ جلد دوم پر لکھتے ہیں۔ وكنذله من ادعى بنبوۃ احد مع نبینا علیہ السلام بتواتر المرسل۔ جس کا ترجمہ یہ ہے جیسے پچھلے لوگوں کا ہم نے بیان کیا کہ کافر ہیں اس طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو دعویٰ کرے نبوت کا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جیسا کہ میلہ اور اسود غنی نے یا آپ کے بعد جیسا کہ عیسیٰ یہود سے اور جو اس کے قائل ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عرب کے ساتھ مخصوص تھی۔ اور جیسا کہ کرامیہ ہے وہ قائل ہیں کہ رسول برابرا آتے رہیں گے۔ جب تک کہ دنیا قائم رہے گی۔ یہ سب لوگ کافر ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۹ پر ہے۔ - وكدلك - تا - بلامریۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا دعویٰ کرے کہ میں خود نبی ہوں یا بوجہ ریاضت کے یا بوجہ صفائی قلب کے، اس مرتبہ کو آدمی حاصل کر سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے یعنی وحی جلی نہ الہام یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ حوروں سے ملتا ہے۔ جنت کے چل کھاتا ہے، یہ تمام جماعتیں سب کی سب کافر ہیں۔ اس واسطے کہ یہ تکذیب کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس واسطے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا۔ اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی بنے ہیں، آپ سے پہلے اور خبر دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ خاتم النبیین ہیں اور یہ بڑی قوی دلیل ہے۔ اور آپ نے خبر دی ہے اللہ کی جانب سے اس طرح کہ تمام آدمیوں کی طرف آپ مبعوث ہوئے ہیں۔ اس واسطے کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ وما ارسلناک الا کخاتمہ للناس اور تمام امت نے اس پر اجماع کیا کہ یہ کلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (فات کے واسے میں) اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا لفظی ترجمہ ہے وہی مراد

ہے یعنی حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اس کی ظاہر میں کوئی تاویل نہیں۔ اس کے عموم میں کوئی تخصیص نہیں۔ پس جتنے طائفے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے کفر میں کوئی شک نہیں، سب کے سب کافر ہیں۔ اس واسطے کہ تھکاتے ہیں یہ لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان کا کافر ہونا قطعی اور یقینی ہے، اس میں شبہ نہیں ہے اور ان کا کافر ہونا اجماعی ہے۔ کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے اور ان کا کافر سماعی ہے، یعنی قرآن اور حدیث سے ثابت ہے (یہ ملا علی قاری کا قول ہے جو کتاب شرح شفاء قاضی عیاض میں انہوں نے لکھا ہے)۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یقینی ہے۔ اجماعی ہے کی کا اس میں اختلاف نہیں۔ کتاب اور سنت سے ثابت ہے اور قرآن پاک میں بچایا ہے۔ وکن رسول اللہ خاتم النبیین اس میں مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی قسم کی نبوت میں نبی نہ بنے گا، علی علیہ السلام کا انکا اس میں منافی نہیں کہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں۔ لہذا مرزا صاحب چونکہ مدعی نبوت ہیں اور نبوت بھی تشریفی اور نبوت بھی حقیقی اور صاحب کتاب ہونے کے بھی مدعی ہیں اور اپنی مدعی کو متوجہ قرار دیتے ہیں لہذا وہ کافر ہیں متولد ہیں ان کی جماعت کے ساتھ کسی سلطان کا نکاح جائز نہیں اگر کوئی نکاح کرے گا۔ تو زنا محض ہو گا اور اولاد ولد الزنا اور حرامی ہو گی۔ وحی کو متعلق قرار دینا مرزا صاحب کے اپنے اقوال سے سمجھا جا سکتا ہے کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۵۶۴ پر ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا۔ فی المعنی اند لا یحدث لکان نبیاً۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے علی تیرا مرتبہ میرے پاس ایسا ہے جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا موسیٰ کے ساتھ تھا لیکن ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ تم نبی نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہونے کا۔ اس پر ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی بننے کا نہیں کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا اس واسطے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور فرماتے ہیں میرے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہو گا۔ اس واسطے کہ نبی میرے پہلے گذرے ہیں یہاں سب کا ختم کرنے والا ہوں ان سب کے بعد میں آیا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہو گا۔ اس میں اشارہ ہے ان بات کا طرفہ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو علی ہوتے لیکن نبی میرے بعد کوئی نبی نہیں، اس لیے علی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوں گے۔ اور یہ حدیث نہیں منافی ہے، اس کے جو وارد ہوا ہے، حق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صریحاً۔ اس واسطے کہ یہ حکم فرضی اور تقدیری ہے۔ بس گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فرض کئے جاتے بعد میرے نبی تو میرے صحابہ کی ایک جماعت ہوتی۔ لیکن میرے بعد نبی ہی نہیں ہیں اور یہی معنی ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے تو نبی ہوتے حدیث میں یہ آیا ہے کہ لو کان بعدی نبیاً لکان عمرہ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتے، لیکن عمر نبی نہ ہوئے۔ اس واسطے کہ میرے بعد نبی ہی نہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث اند لا نبی بعدی میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتے تو علی ہوتے تو بظاہر ملا علی قاری کا حکام حدیث کے معارض ہو گیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حدیث اس اشارہ کے منافی نہیں کیونکہ وہاں بھی اور

یہاں بھی حکم تو تقدیر ہی اور فرضی ہے کہ بطریق فرضی محال اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے اور اگر بطریق فرض محال اگر نبی ہوتے میرے بعد تو علی ہوتے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے، تو میرے بعد وہ نبی ہوتے، یہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطریق فرضی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ دنیا میں اگر میرے بعد نبوت واقعی ہوتی تو میرے صحابہ کی جماعت کو نبوت ملتی لیکن چونکہ میرے بعد نبوت نہیں۔ اس واسطے میرے صحابہ کو نبوت نہ ملی۔

تفسیر ابن کثیر اس آیت ما ارسلناک الا کافۃً للناس کے تحت میں صفحہ ۴۹ جلد ۳ پر لکھتے ہیں و ہذا اکبر نعم اللہ تعالیٰ الناس والجن جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اس امت پر سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے دین کو کامل فرمادیا۔ لہذا زندہ کسی دوسرے دین کے محتاج ہیں اور نہ کسی اور نبی کے جو سوا ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی واسطے بنایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء۔ اور بھیجا آپ کو طرف انسان اور جنات کے، اس آیت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خاتم الانبیاء کے معنی یہی ہیں کہ اپنے عہد سے کسی نبی کو نبوت آپ کے بعد نہیں مل سکتی اور جو اس کا منکر ہو۔ وہ کافر مطلق ہے۔ اس کے بعد دوسری آیت پیش کی جاتی ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً۔ سورہ مائدہ رکوع ۲۔ اس آیت میں خدا نے قدوس نے دین کے کامل کرنے کا اور نعمت کے تمام کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور سب نعمتوں میں بڑی نعمت نبوت اور دین ہیں۔ جب دین بھی کامل ہو چکا اور نعمت بھی کامل ہو چکی تو اب نہ کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی شریعت آ سکتی ہے۔ اس واسطے کہ کمال کے بعد اس چیز کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ کتاب الانسان الکامل - جلد اول صفحہ ۷۹ باب ۴۴ میں لکھا ہے۔

فانہ ما ترک شئیاً..... لہ یحییٰ احداً بذلک جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز سرور عالم نے ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کو ہماری طرف پہنچا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں کی اور فرمایا کہ ہر چیز کی ہم نے تفصیل کامل بیان کی ہے اور اسی واسطے آپ کا دین تمام ادیان میں بہتر ہے اور آپ کے دین سے تمام ادیان منسوخ ہو گئے اس واسطے کہ جو اور لوگوں نے بیان کیا تھا وہ سب آپ نے بیگان کیا اور اس پر اور زیادتی بھی بیان فرمائی۔ جس کو کوئی نہیں لاسکا اسی واسطے اور دین آپ کے دین کے سامنے متوجہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ ناقص تھے اور یہ کامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔ اور نہیں نازل۔ ہوئی یہ آیت کسی نبی پر اور اگر کسی نبی پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نازل ہوتی۔ تو وہی خاتم النبیین ہوتا اور یہ چیز کسی کے لائق نہ تھی۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے۔ بس آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی واسطے آپ خاتم النبیین ہوئے۔ اس واسطے کہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت کی

بات اور کوئی مجید ایسا نہیں چھوڑا جس کو آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ اور اس کی طرف اشارہ نہ فرمایا ہو۔ جس قدر کلاس چیر کا بیان کرنا مناسب تھا۔ یا تصریحاً یا اشارۃً، یا کنایتاً، یا استعارۃً، یا مختصراً یا مفصلاً یا موزلاً یا متشابہ۔ اس کے سوا کمال بیان کی جتنی قسمیں تھیں وہ سب پوری کر دیں۔ آپ کے غیر کے لیے کوئی راستہ ہی باقی نہ رہا۔ پس آپ امر نبوت کے ساتھ مستقل ہو گئے۔ اور نبوت ختم ہو گئی۔ اسی واسطے کہ کوئی چیز آپ نے نہیں چھوڑی کہ جس کی حاجت ہو اور آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ اب آپ کے بعد اگر کوئی کامل آدمی تو کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس پر لوگوں کو خبردار کرے۔ مگر اس چیز کو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے پس طالب ہوگا وہ کامل جیسا کہ تنبیہ کی ہے اس کے چہرے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہو جائے گا وہ تابع۔ بس منقطع ہو گیا حکم نبوت تشریف کا بعد آپ کے اور ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اس واسطے کہ لائے ہیں آپ کمال کو اور نہیں لایا ہے کوئی اس عبارت میں بھی تشریف کا لفظ آیا ہے اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ کوئی ہی حقیقی طور پر کہ جو صاحب شریعت ہو، نہیں آسکتا اور صاحب شریعت وہی ہے کہ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔ تو کوئی نبی حقیقی یا نبی تشریف ایسا نہیں ہے کہ جس کی وحی میں کم از کم اتنا حکم نہ ہو کہ وہ اپنی نبوت کی دوسروں کو تبلیغ کرے اور دوسروں کو اس کا ماننا فرض نہ ہو۔ لہذا تشریف کے لفظ سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ نبی حقیقی تو ہو سکتے ہیں لیکن نبی تشریف نہیں ہو سکتے۔ اس آیت میں بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی حقیقی چاہے اس کا نام شرعی رکھا جائے یا اس کو تشریف کہا جائے یا بروزی اور غلط کہا جائے جتنی معنی سے اس کی گنجائش باقی نہیں ہے کہ کسی کو نبوت مل سکے۔

اس آیت کا بھی وہی نتیجہ نکلا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی شخص دعویٰ نبوت کر کے لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا اور اپنی اطاعت فرض کہے گا۔ وہ کافر ہے۔ مرتد ہے۔

اس کا حکم وہی مرتد کا حکم ہے۔ جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اب تیسری آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سورۃ سبا) میں خداوند کریم جل شانہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو تمام آدمیوں کی طرف بھیجا ہے۔ اب کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو آپ کی بعثت سے خالی ہو اور دوسرا نبی آ سکے۔

شنا قاضی عیاض شرح طاعلی قاری کی، جو ابھی عبارت صفحہ ۵۱۹ کی بیڑ کی جا چکی ہے۔ اس میں اس کا مطلب یہی لکھا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اس کے معنی پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق ہے بیان کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس آیت میں کوئی تاویل۔ کوئی تخصیص نہیں ہے اور جو لوگ فتم نبوت کا کسی طرح بھی انکار کرتے ہیں۔ ان کا کفر اجماعی قطعی ہے۔

سماعی ہے۔

اس کی تائید میں ایک حوالہ ابن کثیر کا اور پیش کرتا ہوں۔

ختم النبوة فی القرآن صفحہ ۱۱۹ سے شرح ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۵۳ کا پیش ہے۔

وهذا من شرفه صلى الله عليه وسلم الى الناس كلهم

مطلب یہ ہے کہ یہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شرافت میں سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔ اس بار میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ احادیث اس بار سے میں احاطہ سے باہر ہیں اور یہ بات اسلام بُدائتہ اور خروژنا معلوم ہے کہ آپ تمام انسانوں کی طرف مرسل ہیں۔ اس میں سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ اس آیت کا حاصل بھی وہی ہوا کہ آپ خاتم النبیین ہیں جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس سے یہ ثابت ہے کہ قرآن شریف نے یہ ثابت کر دیا کہ انکار ختم النبوت کفر ہے اور ادعاء نبوت بھی کفر ہے۔ ادعاء وحی بھی کفر ہے۔ یہ تینوں مضمون جدا گانہ ہیں اور مرزا صاحب میں یہ تینوں باتیں جمع ہیں لہذا مرزا صاحب کے کفر کی یہ تین نوعیں ہیں کہ جس کے نیچے بہت سی جزئیات داخل ہیں اور مرزا صاحب بہت سی وجوہ سے کافر اور مرتد ہیں۔ آیات بہت ہیں۔ لیکن ان تین پر اکتفا کر کے میں مختصر طور پر دو ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۹۱ جزو ۱۳ - میں حدیث ہے کہ قال سمعت ابا حازم قال قاعدت

خمسة سنين استوحاهم

جن کا مطلب یہ ہے کہ پہلے بنی اسرائیل کے اندر ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آتا تھا ان کو ہدایت اور تلقین کرتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں البتہ خلفاء ہوں گے۔ بہت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جس کسی خلیفہ کی بیعت پہلے کر چلے ہو۔ اس کو پورا کرو۔ تم پر جو ان کا حق ہے، اس کو ادا کرو۔ ان پر جو تمہارا حق ہے اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو اللہ سے پوچھ لے گا۔

یہ حدیث متواتر نہیں ہے۔ بعض ایسی احادیث کہ جو باعتبار لفظ کے اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں۔ اگر ان متون کو اتنی سندوں سے اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو۔ جو تو ان کی حد کو پہنچ جائے۔ جیسا تعدد رکعت نماز اور یہ حدیث ختم النبوت کی اسی قبیل سے ہے۔ اس بنا پر محدثین اور مفسرین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ختم نبوت کی احادیث متواتر ہیں۔ جن کا منکر کفر ہے۔ بعض اوقات اگر کسی حدیث کا راوی صرف ایک ہو۔ مگر وہ مضمون بالکل قرآن کا ہو۔ مثلاً کسی حدیث میں آیا ہے کہ تمہارے نماز فرض ہے یا بیع بولنا فرض ہے یا شراب پینا حرام ہے یا زنا کرنا حرام ہے تو حدیث کے مضمون کا انکار کرنا بوجہ اس کے کہ قرآن کا انکار ہے۔ کفر ہو جائے گا نہ اس وجہ سے کہ وہ خبر واحد کا انکار ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے انکار سے قرآن کا انکار لازم آتا ہے حدیث

مذکورہ بالا میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صاف بیان فرمایا دیا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔

مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۲۴۸ باب الذکوہ کو نہ علیہ السلام خاتم النبیین (جس کے حاشیہ میں نووی کی شرح ہے) میں یہ حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال قال اللہ علیہ السلام مثل الانبیاء وانا خاتم النبیین جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری مثال اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے اس شخص کی ہی ہے کہ جس نے ایک مکان تعمیر کیا اور بہت اچھا اور بہت خوبصورت اس کو بنایا۔ مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہی۔ لوگ اس مکان کو دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ اینٹ کی جگہ جو خالی رہ گئی ہے اس کو کیوں پر نہ کر دیا گیا، میں ہوں وہ اینٹ اور میں ہوں خاتم النبیین۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تعمیر بیت النبوة جو ابتداء آفرینش سے ہوئی تھی وہ بدوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقص تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود سے وہ مکمل ہو گئی اور بیت نبوت میں کوئی جگہ باقی نہ رہی اب اگر کوئی اینٹ ہوگی تو وہ بیت نبوت سے نہیں ہو سکتی۔

اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سب نبیوں کو ختم کر دیا۔ ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہو۔ تو خدا نے جو نبوت کا گھر تعمیر کیا تھا وہ اس کا جزو نہیں ہو سکتا۔

ابوداؤد شریف جلد ثانی صفحہ ۲۴۷، باب خبر ابن صیاد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

..... انہ رسول اللہ تعالیٰ جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا قیامت نہیں ہونے کی جب تک تیس دجال نہ آئیں اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ رسول اللہ ہے

اس حدیث میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپ کے بعد مدعی نبوت ہو۔ اس کو دجال فرمایا اور امت

کے لیے یہ ہدایت کی جس کسی شخص کی زبان سے سنو کہ انا رسول اللہ۔ آنکھ بند کر کے کہہ دو۔ کہ تو دجال ہے اور

تو بھولے اگر کسی قسم کی نبوت آپ کے بعد باقی رہتی۔ تو ہدایت مجسم اور ہمنمائے عالم ایسا ارشاد نہ فرماتے کہ جس

کی وجہ سے امت دھڑک دھڑک ہر مدعی نبوت کو دجال کہہ دے۔ بلکہ فرض تھا کہ آپ فرماتے کہ میرے بعد دجال

بھی آئیں گے اور نبی بھی آئیں گے۔ دیکھو نبیوں کی اطاعت کرنا، ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ آپ کا یہ ارشاد فرمانا صریح

دلیل ہے کہ اب کوئی قسم نبوت شریعہ کی باقی نہیں رہی اور اگر بغرض محال در محال واقعی کوئی نبی ہو اور

اس پروپی کی باش بھی ہوئی ہو۔ مگر اسے یہ کہا جائے گا۔ کہ وہ دجال ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہی فرمایا ہے۔

ختم النبوة فی الاحادیث صفحہ ۱۱ پر کنز العمال کی ایک حدیث بالفاظ ذیل ہے۔ عن عائشۃ عن النبی

علیہ السلام انہ قال لا ینقی بعدہ ————— لہ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت سے کچھ باقی نہیں مگر بشارات ، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بشارات سے کیا مراد ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اس کے لیے کوئی دوسرا مسلمان دیکھے اس حدیث میں آپ نے حصر کے ساتھ فرمایا کہ اب نبوت کے حصص میں سے کوئی حصہ دنیا میں باقی نہیں۔ فقط اچھے خواب ، معلوم ہو گیا کہ اگر اس کے بعد کوئی دعوے دجی کرے تو اس حدیث کے مخالف ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لابی بعدی حضرت عائشہ صدیقہ کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خاتم النبیین کی منکر تھیں یا آپ کے بعد کسی قسم کے نبوت کو جائز رکھتی تھیں۔ بلکہ لابی بعدی کا مفہوم چونکہ عام تھا اور ممکن تھا کہ کوئی اس سے یہ استدلال کرے کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد نہ کسی کو نبوت ملے گی نہ کوئی پہلانی آسکے گا۔ حالانکہ علی علیہ السلام کا تشریف لانا ، احادیث سے ثابت ہے اس واسطے یہ فرمایا کہ ایسا لفظ ہی نہ ہو کہ جس سے کوئی اہل باطل استدلال کر سکے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر حدیث حضرت عائشہ صدیقہ نہ خود روایت کرتیں جو ادھر بیان ہوئی۔ تو ممکن تھا کہ یہ کہا جاتا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نہ کو بھی حدیث کی خبر نہ ہوگی۔ مگر جب وہ خود روایت کرتی ہیں کہ نبوت میں سے کوئی وجہ باقی نہ رہی سوائے بشارات کے، تو یہ مضمون ان کی طرف کردہ آپ کے بعد نبوت شرعیہ کو جائز کرتی ہو ، منسوب کرنا ، باطل اور ناجائز ہے۔ نمونہ کے طور پر میں نے اوپر چند آیتیں اور احادیث پیش کی ہیں اور پہلے مفسرین اور محدثین ظاہر فرما چکے ہیں کہ احادیث اس باب سے میں حد تو اتار کر پہنچ گئی ہیں۔

اور مرزا صاحب بھی اس مضمون کو اسی طرح سمجھتے رہے ہیں۔

اس کے بعد چند اقوال اکابر دین کے بیان کئے جاتے ہیں۔

کتاب الاستبہاء والنظائر صفحہ ۲۶۷ میں ماقن کہتا ہے۔

اذ الیوم عرف ان محمد اصلی اللہ علیہ وسلم اخرا الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔ اس کی شرح یہ کی گئی ہے۔ قوله اذ الیوم عرف لا یکون عند سائر شاعر حموی ہے، جو کہتا ہے کہ جب کوئی شخص اس بات کو نہ جانے اور نہ پہچانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں اس واسطے کہ آپ کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں جہل غزو نہیں۔ تکفیر کے باب میں عذر نہیں ہو سکتا۔

فقہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخر الانبیاء ، جو شخص نہ جانے وہ ایسا ہی کا فر ہے جو رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کو نبی نہ جانے۔

کتاب شرح عقائد نسفی مطبع یوسنی صفحہ ۱۰۱ پر ہے کہ واذا ثبت نبوتہ انہ
آخر الانبیاء۔ یعنی جب نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوگئی اور آپ کے کلام میں اور قرآن مجید
نے اس پر دلالت کی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ آدمیوں کی طرف مبعوث ہیں بلکہ جنات اور انسانوں کی طرف،
تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ آخر الانبیاء ہیں اس کتاب کے صفحہ ۹۹ پر ہے واولی الانبیاء ادم و آخرہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کتاب شرح عقائد مسلمانوں کے عقیدہ کی کتاب ہے، اس میں یہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ اول الانبیاء
آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جو مصنف ہیں
موضوعات کبیر کے اور کتاب فقہ اکبر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، اس کے صفحہ ۱۹۱ پر درج ہے
دعوی النبوة بعد شئنا علیہ السلام کفر بالاجماع یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا،
کفر بالاجماع ہے۔

ناممکن اور محال ہے کہ عقائد اور علم کلام میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جس بات کو کفر بالاجماع کہیں، پھر
موضوعات کبیر میں اس کے خلاف کریں۔

کتاب بحر الرائق جلد ۵، صفحہ ۱۳۰ پر ہے ویکفر بقولہ ادعی رجل برسالتہ
جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ نبیوں نے جو کہا اگر یہ سچ ہو یا حق ہو۔ تو یہ شخص کافر ہو گیا کسی
نے یوں کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یا کسی شخص نے رسالت کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس سے کہا کہ اگر تو رسول
ہے۔ تو معجزہ دکھلا تو فرماتے ہیں کہ سب صورتوں میں یہ کہنے والا کافر ہو گیا۔

کتاب عالم گیری جلد ۲ - صفحہ ۱۱۴ جو فقہ حنفیہ کے فتویٰ کی کتاب ہے جو معتبر کتابوں میں سے
ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس میں کوئی روایت ضعیف نہیں ہے۔ اس میں درج ہے کہ اذا دعی عرف الرجل
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیمن بمسلمہ یعنی جب کوئی شخص اس کا اعتقاد رکھے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں۔ تو وہ شخص مسلمان نہیں ہے۔ اس سے بھی یہ بات معلوم ہوگئی کہ ختم النبوت کے
معاملہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ کتاب الملل والنحل جلد ۴ - صفحہ ۱۸۰ پر ہے۔ هذا مع سماعہ قول اللہ۔۔۔

..... آخر الزمان جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات کہ جب انہوں نے سن لیا اللہ کا کلام دکن رسول اللہ
اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لابی بعدی۔ کیونکر جائز ہے کسی مسلمان کے لیے یہ کہ ثابت کرے آپ کے بعد کسی
نبی کو زمین میں سوا اس کے کہ اشتداد کیا ہے اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آثار مستندہ ثابتہ میں عدلی علیہ السلام کے
نزول کے بارہ میں، اخیر زمانہ میں۔

اسی کتاب الملل والنحل کی جلد اول صفحہ ۷ پر ہے۔ وقد صح ذلک ابداً جس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح ہو چکی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ان جماعتوں کی نقل سے کہ جس جماعت نے آپ کی نبوت کو نقل کیا، آپ کے علم دین کو نقل کیا۔ آپ کے قرآن کو نقل کیا۔ ان کی نقلوں سے یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ خبر دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر وہ جو کہ آیا ہے اخبار صحاح میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں۔ جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے اور وہ جن کے متعلق دعویٰ کیا بہود نے، ان کے صلب کا اور قتل کا، پس واجب ہے اقرار ان تمام باتوں کا اور صحیح ہو گئی۔ یہ بات کہ وجود نبوت بعد آپ علیہ السلام، کے باطل ہے، نہیں ہو سکتا یقیناً شک کی بات نہیں ہے اور اس سے یہ قول بھی باطل ہو گیا جو کہتا ہے کہ پے در پے آنے رسولوں کے اور واجب ہونے اس کے ہمیشہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن، حدیث کو نقل کیا ہے انہوں نے بھی اس بات کو نقل کیا ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر ایک جو عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔
شامی جلد اول صفحہ ۲۲۷ - وصرح منکرہ۔

مطلب یہ ہے کہ جو چیز ضروریات دین سے ہو۔ اور وہ ہے کہ جس کو خواص اور عام جانتے ہوں کہ یہ دین سے ہے جیسا کہ وجوب اعتقاد توحید کا اور رسالت کا اور پانچوں نمازوں کا اور بھی اس کے مثل احکام ہیں۔ ان کا منکر کافر ہے۔

اس وقت تک میں نے یہ بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب کی تکفیر کی تین نوعیں ہیں۔

اول۔ انکار ختم نبوت (۲) ادعائے نبوت (۳) ادعائے وحی۔ اس کے علاوہ ایک اور چوتھی وجہ ہے جس کی بنا پر مرزا صاحب اور ان کے مرید کافر اور مرتد ہیں۔ وہ یہ کہ ضروریات دین میں سے یہ بات بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توقیر اور تعظیم کی جائے۔ کسی نبی کی شان میں ادنیٰ گستاخی اور ان کی توہین کفر، میں اس کے متعلق مرزا صاحب کا قول پیش کرتا ہوں۔

ضمیمہ ششم معرفت صفحہ ۱۸۔ پر درج ہے کہ شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے کہ مسلمان بھی مباشرت کے وقت نامناسب الفاظ دوسری قوموں کے بزرگوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ پس یاد رہے کہ وہ قرآنی تعلیم سے باہر چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کی اس بد تہذیبی کاموجب وہ لوگ ہو جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ مسلمان لوگ کس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو خدا کا پیارا رسول اور برگزیدہ یقین رکھتے ہیں۔ لیکن جب ایک متعصب پادری آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے باز نہیں آتا اور زبان درازی میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تو لازمی طور پر

ایک مسلمان جس کو اس پادری کے کلمات سے کچھ درد پہنچا ہے، ایسا جواب دیتا ہے کہ اس پادری کو برا معلوم ہو مگر پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیست دل میں رکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اور سب پر ایمان لانا فرض ہے پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں بہر حال جاہلوں کے مقابلہ میں صبر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی۔

اب میں ان کلمات کا ذکر کرتا ہوں جو مرزا صاحب نے بعض انبیاء علیہم السلام کی توہین میں کہے ہیں۔ کتاب انجام آتھم صفحہ ۴ پر عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔ پھر صفحہ پر فرماتے ہیں کہ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ، ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ اسی صفحہ پر ہے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔

اس صفحہ پر ہے کہ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آگے ہے کہ جن جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت تورات میں پایا جاتا آپ نے بیان فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ نہایت شرم کی بات یہ ہے آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کھاتا ہے۔ یہودیوں کی کتاب تالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے۔

آگے ہے کہ آپ کی انہی حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اسی مضمون کی وضاحت مرزا صاحب نے کتاب نست یجن صفحہ ۱۷۱ کے حاشیہ پر فرمائی ہے۔ جس میں درج ہے کہ یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ لبوع در حقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔

کتاب کشتی نوح صفحہ ۶۵ پر درج ہے کہ یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔

ہائے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ چسکا کہ فی الحقیقت

معصوم۔

کتاب نزول مسیح صفحہ ۳۵ کے حاشیہ پر درج ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر باعث ان

کے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلاء آیا۔ کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے تھے۔ ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے۔ بلکہ کسی پور کی طرح کسی اور راستے سے آئے

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶ پر درج ہے۔ کہ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۷ کے حاشیہ پر درج ہے کہ ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روضہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو مگر آپ کی بد قسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت مٹتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سوا مگر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا پھر انہوں نے تالاب کی عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا ہے ہیں آپ کا خدا کی بھی نہایت پاک اور مٹھر ہے تین نائیاں اور داویاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدا کی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا گنہگاروں سے میلان صحبت بھی۔ شاید اسی وجہ سے ہو۔ کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ اور زنا کاری کی کمانی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۹ پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ درج کیا ہے کہ ”اور مسلمانوں کو واضح ہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا۔ جس نے خدا کی دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں“

اب میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک ہی شخص ہیں جو نہیں ہیں توضیح مرام صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں وہ اب ہم پہلے صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود و حضری کے ساتھ آسمانوں پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دونی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور اویس بھی ہے دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔

مرزا صاحب سب صفحہ ۱۶۷ پر فرماتے ہیں کہ بالخصوص یسوع کے دادا صاحب واؤڈ نے تو سارے بڑے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لیے فریب دے کر قتل کر دیا۔ اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اسی کی جورد کو

منگوایا اور اس کو شراب پلوئی اُس سے زنایا۔ اور بہت سامان زنا کاری میں ضائع کیا، اسی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں عیسائیوں کی سمجھ پر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے یسوع کو خدا بنا کر اسی کی ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا میں نے ان فقرہ جات سے دکھانا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں درست نہیں ہے۔ جب کہ مرزا صاحب نے توضیح الحرام میں تسلیم کیا ہے۔ کہ یسوع اور مسیح اور عیسیٰ بن مریم ایک ہے اس لیے یسوع کے نام پر گالیاں دینا بعینہ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینی ہیں۔ دوسرے جواب مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاسکتا ہے کہ ہم نے جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں وہ صرف الزامی طور پر کہنا ہے۔ نہ کہ اپنی طرف سے میں کہتا ہوں یہ جواب بھی غلط ہے۔ اس واسطے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں ”اُس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیچگوئی کیوں نام رکھا“ یہ بات الزام نہیں بلکہ وہ خود فرماتے ہیں۔ نیز انجام آتھم صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں کہ ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی“ پھر فرماتے ہیں میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے یہ بھی الزامی نہیں پھر اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ جن جن پیشگوئیوں کا توہریت میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں“ پھر کہتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا“ یہ بھی الزامی جواب نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے بغرض محال مرزا صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے طریق اہل علم فرمایا ہے مگر میں تو بہن عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دو باتیں پیش کرتا ہوں جو کتاب دافع البلاء صفحہ ۴ پر درج ہے جو بالفاظ اہل ہے ”یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان بیان محض نیک فطنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راستباز اپنی راستبازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت فرمایا ہے۔ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المصدق بین جس کے معنی ہیں کہ اس زمانہ کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب مقربوں سے بڑھ کر تھے۔ بلکہ اس بات کا امکان نکلنا ہے۔ کہ بعض مقرب ان کے زمانہ کے ان سے بہتر تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لیے آئے تھے۔ اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا پس ممکن ہے کہ قرب تیا ہے کہ بعض انبیاء علم تحقیق میں داخل ہیں وہ ان سے بہتر اور افضل ہوں گے اور جیسا کہ حضرت موسیٰ کے مقابل پر ایک انسان کل آیا جس کی نسبت خدا نے علما من لدنا علما فرمایا تو پھر حضرت عیسیٰ کی نسبت جو سکتے اور اس کی شریعت کے پیرو تھے اور خود کو کمال شریعت نہ لائے تھے اور فتہ اور مسائل فتہ اور وقت اور وقت خیر وغیرہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے۔ کیونکہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بالاطلاق اپنے وقت کے تمام راستبازوں سے بڑھ کر تھے۔ جن لوگوں نے اُن کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ مخواہ خدائی صفات انہیں دی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اُدھر اٹھانے اٹھاتے آسمان پر پڑھا دیں۔

یا عرض پر ہمتا دیں۔ یا خدا کی طرح پرہیزدوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اختیار ہے۔ انسان جب حیار اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے۔ اور جو چاہے کرے۔ لیکن مسیح کی استبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستہ زوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اُس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اُس کو اپنے کائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حضور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اُس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ اُس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام کو حضور نہ کہنے کے مذکورہ بالا قصے مانع تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بات متحقق نہیں۔ جو عالم الغیب اللہ ہے اس لیے ان کو حضور فرمایا اور معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تمام خوب موجود تھے۔ اس واسطے ان کو حضور نہ کہا بلکہ خوب متحقق نہیں تھے جو گایاں مرزا صاحب نے پہلے انجامِ اتحم میں عیسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں۔ وہی گایاں یہاں مذکور ہیں۔ مرزا صاحب انزالہ ادہام جلد اول کے صفحہ ۳ پر پارہیوں کو مخاطب کرتے ہیں نہ یہودیوں کو مخاطب کرتے ہیں بلکہ مولویوں کو مخاطب کر رہے ہیں۔ اُسے نفسانی مولویوں اور شک زاہدوں پر افسوس کہ آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ چاہتے ہو کہ ہندوئیں اور تم پر مٹا دیں بنے رہو ۱۶۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔ اس کے بعد کشتی نوح صفحہ ۵ کے نوٹ کو ملا کر دیکھا جائے تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی نہیں ہیں۔

انزالہ ادہام جلد اول صفحہ ۵ پر ہے۔ ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی بھنوں کو اُن کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے۔ جو محض افراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں۔ تو کوئی اچھی نظر نہیں آتا۔ اسی صفحہ کے آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ اعجاز احمدی صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے۔ کہ ہائے کس کے آگے یہ ماتم بجا نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر بھونٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقیدہ کو حل کر سکے۔

انزالہ ادہام صفحہ ۱۲۵ سطر ۹ پر درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال بچائی کا کام کرتے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۷ کا اندراج بھی قابل ملاحظہ ہے اس تمام بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی کلام سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ کسی نبی کی توہین کرنا کفر ہے۔ اور قرآن شریف میں بھی اسی ادب اور احترام کا حکم فرمایا گیا ہے۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس طرح سے زور زور سے باتیں نہ کرو جیسے تم باہم ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارے اعمال جبط اور باطل ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔

قرآن و حدیث اور فقہ اور مرزا صاحب کے ان تمام اقوال سے ثابت ہو گیا کہ توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔ اور مرزا نے توہین انبیاء کی جس کا ایک بہت تھوڑا حصہ میں نے بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء بالخصوص سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو مرزا نے گستاخیاں کی ہیں اور توہین آمیز الفاظ لکھے ہیں۔ ان کو اس وقت بیان نہیں کر سکتا تاہم نتیجہ نکالنے کے لیے اس قدر بیان کافی ہے کہ مرزا صاحب نے توہین انبیاء کی۔ اور جو توہین انبیاء علیہم السلام کی کرے وہ کافر ہے۔ مترد ہے۔ لہذا مرزا صاحب بھی کافر اور مرتد ہوئے ان کے پیروں میں سے کسی سے کسی مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

۲۳ اگست ۱۹۳۲ء

فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں،

باقرا صالح

تمتہ بیان مولانا مرتضیٰ حسن صاحب

کل میں نے بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ لیکن انہوں نے نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی ہے۔ مرزا صاحب کتاب تحقیقت النبوة صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶ پر بحوالہ کتاب ایک غلطی کا ازالہ من جانب مرزا درج ہے مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پرکاسے جانے پر کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے ہر تہمت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں موجب آیت واخرون منہم لسماء یدلحقوا جہمہ بروزی طور بروبی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور عدلے آج سے بیس برس پہلے برہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تفریق نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اس عبارت میں جناب مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بارہا کہا ہے کہ میں یحییٰ بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس کلمہ میں جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور جس قدر اس میں کفریات ہیں وہ غور کرنے سے ظاہر ہیں۔ کیا مرزا صاحب کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ کیا ان کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ مرزا صاحب کا عین محمد ہونا اور مرزا صاحب کو نبوت ملنے سے خاتمیت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والتحمیہ میں فرق نہ کرنے

کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہوں جو عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق متنازع معاذ اللہ مرزا صاحب ہوئے تو متنازع کفر ہے اگر یہ معنی ہیں کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے۔ تو یہ ایسی ہی باطل بات ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہو سکتا۔ تو اب مرزا

صاحب کا نبی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا نہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک تھے (نوذ باللہ) تو کیا کوئی مسلمان اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا کر سکتا ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء تک معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قادیان کی گیلوں میں پھرتے رہے اور مدت تک کچری میں کام کیا اور مختاری کا بھی کام کیا اور پہلے سرور عالم جو نبوت کا ملکہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے پچاس سال کی عمر تک اسی نبوت سے معطل رہے اس کلمہ کی کوئی مسلمان جرات نہیں کر سکتا۔ اگر بفرق محال یہ مان بھی لیا جائے کہ سایہ اور ذی سایہ کی ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل اللہ ہیں اور اسی طرح سے وہ عین خدا ہیں اور مرزا صاحب عین محمد ہیں۔ تو اس سے یہ نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب عین خدا ہیں اور تو اس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر ظل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو پھر ایسی غلیت تمام دنیا کو حاصل ہے۔ بہر حال مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت و دعویٰ اتحاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین ہے۔ لہذا ہمت سے وجہ سے یہ کفر ہے اور مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت خاتم النبیین کے بالکل متضاد ہے۔ آگے مرزا صاحب نے خود ایسے الفاظ لکھے ہیں جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ عین محمد ہیں۔ لکھتے ہیں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نہ صرف ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوة کا اظہار کریں اور یہ بروز خدا کی طرف سے قرار یافتہ عہد تھا۔ جب مرزا صاحب کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہزار دفعہ آویں اور اپنی نبوت کا اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ سے قرار یافتہ عہد بھی تھا جس کے خلاف نہیں ہو سکتا تو تیرہ سو سال کے اندر کوئی شخص پید نہ ہوا جو نبی کے نام پانے کا مستحق ہوتا۔ اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہوئی کہ ۲۲ برس میں آپ ایک مرزا صاحب جیسا شخص بھی نہ بنا سکے۔ خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ اور اہل بدوہ صحابہ جو بیعت رضوان میں شامل تھے اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی تو وہ سب کے سب مرزا صاحب کے برابر نہ ہوئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دنیا میں آخر کیا کام کیا تینس ۲۳ برس کی تعلیم کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ توہین ہے اور پھر لکھتے ہیں چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لیے بروز ذی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی۔ اور اس نبوت کے مقابل اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ یہ مرزا صاحب کے پہلے قول کے مخالف ہے جس میں انہوں نے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزار بار دنیا میں آنا ممکن ہے۔ اور کہ اپنی نبوت کا اظہار کریں پھر معلوم نہیں ہوتا کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیوں دنیا بے دست و پا ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مہر نبوت فرماتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے۔ مہر اس جہم کا نام ہے جس پر کوئی عہدت کندہ ہو اور وہ کسی کا غرہ پر ابتداء میں یا آخر میں بطریق سند لگا دی جائے یا کسی

چیز میں کوئی چیز رکھ کر اس پر مہر لگا دی جائے تاکہ وہ چیز اس میں سے نکل نہ سکے تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ہونا بالکل بغویا و باطل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ اگر مجازی معنی لیے جائیں تو مہر کے یہ معنی ہیں جیسے امتحانوں میں سند دی جاتی ہے۔ کہ فلاں شخص کامیاب ہو گیا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی سند لکھ کر دیتے تھے یا نبوت کو ہند کر دیا گیا تھا۔ رسول اللہ کے اند اب نبوت آپ کے اند سے نکل نہیں سکتی۔ تو مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مہر نبوت تو باقی ہے۔ مگر نبوت نکل کر مرزا صاحب میں آ گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مہر بھی خدا کی لگائی ہوئی تھی۔ اس سے خدا تعالیٰ کی بھی توہین ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کتاب قول فیصل مرتبہ شیخ محمد عمر صاحب کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ کمالات متفرقہ تو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اب وہ سارے کمالات حضرت رسول اللہ سے ظنی طور پر ہم کو عطا کئے گئے۔ پہلے عام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خاص صفات ہیں اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔ اس عبارت نے بہت ساری باتوں کا تصفیہ کر دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بروز کی اور ظلی نبوت کوئی کم اور گھٹیا درجہ کی نبوت نہیں۔ ظل و بروز کے لفظ سے دھوکا ہو سکتا تھا کہ مرزا صاحب کی مراد یہ ہو گی۔ جیسے کہ آئینہ میں کسی شخص کی صورت کا عکس پڑتا ہے۔ اس طرح مرزا صاحب میں بھی کمالات غسٹہ یہ اور نبوت کا عکس پڑا۔ مگر مرزا صاحب نبی نہیں ہیں اس واسطے کہ کسی شخص کا عکس جو آئینہ میں ہے۔ اس میں ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں آ سکتی۔ مگر مرزا صاحب کی اس عبارت میں اس شبہ کو ایسا صاف اور ایسا حل کر دیا ہے کہ اب اس شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی مرزا صاحب کا لفظ ظل عکس اور بروز ہے مگر مراد ہے حقیقی کا ملہ نبوت کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء گزرے ہیں وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک صفت میں ظل تھے۔ اور پھر باوجودیکہ ایک صفت میں ظل تھے پھر باوجودیکہ ایک صفت میں ظل ہونے کے حقیقی نبی صاحب شریعت نبی۔ مستقل نبی ایک نبی دوسرے نبیوں کی شریعت کو منسوخ کرنے والا۔ مگر پھر بھی وہ مرزا صاحب کے نزدیک ظلی نبی تھے جو ابراہیم۔ موسیٰ علیہ السلام وغیرہ علیہم السلام اولو العزم پیغمبر ایک ایک صفت کے ظل تھے۔ اور مرزا صاحب تمام صفات میں ظل ہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ سب نبیوں کی نبوت کو اگر ایک طرف کیا جائے۔ اور مرزا صاحب کی نبوت کو ایک طرف کیا جائے تب بھی مرزا صاحب بڑے بہتے یا کم از کم مساوی رہیں گے مرزا صاحب۔ صاحب شریعت بھی ہوئے صاحب کتاب بھی ہوئے ان کو شریعت کے نسخ کرنے کا اختیار بھی ہوا اور یہ ایسا کفر ہے جس کی نظیر دنیا میں شاید ہو سکے۔ مرزا صاحب بار بار یہ تحریر کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی نبوت براہ راست تھی اور میری نبوت۔ فیض محمدی کا اثر ہے ان کا یہ قول بھی غلط ہو جاتا ہے اس واسطے کہ جیسا ان کی نبوت آپ کا فیض تھا۔ مرزا صاحب کی نبوت بھی

آپ کا فیض ہوا لہذا فرق کرنا بھی باطل ہوا اور ایک قوی دہر کفر کی اس میں ایک اور ہے مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ خاتم النبیین ہوئے تو خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ اب کوئی نبی نیا یا پرانا آپ کے بعد آ ہی نہیں سکتا یعنی اسرائیل میں سے اگر کوئی نبی آوے مقابلہ و جال کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی ایسا نہ ہو جال کا مقابلہ کر سکے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور مہر نبوت کا ٹوٹنا ہے جب مرزا صاحب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ ہیں۔ اور تمام صفات میں غل ہیں۔ مرزا صاحب کا آئادہ مہر نبوت کو توڑتا ہے۔ نہ آپ کی اس میں توہین اور ہتک ہے علی علیہ السلام کا تشریف لانا بطریق اولیٰ مہر نبوت کو نہ توڑے گا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و دیدار ثابت ہوگی۔ کہ وہ نبی جو بظاہر امتی مدتے حقیقت میں وہ سب امتی ہیں بایں معنی کہ آپ کے فیض یافتہ اور آپ کی کسی صفت میں غل ہیں۔ میں اس مسئلہ کو یہاں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جسے مرزا صاحب کی اس عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ بروزی اور غلطی الفاظ صرف کہنے کے ہیں۔ ان کے تحت میں کوئی معنی نہیں۔ یہ فقط میرا استدلال نہیں بلکہ مرزا صاحب کے صاحبزادے خلیفہ ثانی بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔

ہینڈ بل میاں محمود احمد صاحب کا مذہب خلاف مذہب حضرت مسیح موعود، صفحہ ۷ بحوالہ اخبار الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء پر خلیفہ بشیر الدین محمود صاحب کا قول بالفاظ ذیل نکل گیا ہے۔ ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری دیوں میں حضرت اسماعیل حضرت عیسیٰؑ حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں ایسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ سے مخاطب دیکھتے ہیں۔ اور اس نبی کے ساتھ کوئی نفوی یا غلطی یا بروزی یا یہودی کا لفظ نہیں پڑھتے۔ کہ اپنے آپ کو ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور یہیوں کی فیضیت کا ثبوت ہم دیتے ہیں اس سے بڑھ کر کہہ سکتے ہیں۔ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

»دوسری عبارت، بحوالہ اخبار الحکم ۱۳ اپریل ۱۹۱۴ء ہینڈ بل صفحہ ۳ سطر ۸ پر ملتے خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں غلطی اور بروزی نبی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔ اور آپ کی تخریج میں انکسادی اور فرد تنی کا غلبہ ہے۔ جو یہیوں کی شان ہے، ان کو ان الہامات کے ماتحت کریں گے۔ یہ بھی مرزا محمود کا قول ہے اس پر یہ معلوم ہو گیا کہ خلیفہ ثانی اور ان کے صاحبزادہ صاحب کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ مرزا صاحب نے یہ لفظ انکسادی اور تواضع کے طور پر لکھ دیئے ہیں ورنہ ان کا کوئی معنی مراد نہیں۔ مرزا صاحب جہاں اپنے آپ کو غلطی بروزی یا مجازی نبی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف حقیقی نبی سمجھنا چاہیئے اب دوسرے شخص کو کہنا کہ نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ بروزی غلطی نہیں ہے۔ اور چونکہ خود مرزا صاحب بروزی غلطی ہیں۔ تو ان کا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہیں۔ یہ بالکل لغو اور باطل ہے۔ اس بنا پر بر خاتمیت مجریہ کا صریح انکار ہے مرزا صاحب

جہاں بروزی - غلی کا لفظ بڑھاتے ہیں وہاں نبی امتی کا لفظ بھی بڑھاتے ہیں کہ میں محض نبی نہیں بلکہ امتی بھی ہوں اس کو بھی خلیفہ دوم نے صاف کر دیا۔ اخبار الفضل قادیان ۲۹ جون ۱۹۱۵ء بحوالہ ہینڈل صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں یسح موعود کو نبی اللہ نہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا امتی گروہ میں سمجھا گیا تھا آنحضرت کو جو سید المرسلین غاتم البیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے۔ جو کفر عظیم ہے۔ ”اور کفر بعد کفر“ ہے اس عبارت نے یہ صاف کر دیا کہ مرزا صاحب کو محض امتی کہنا یا نبی کے ساتھ امتی کہنا کفر ہے۔ صرف کفر ہی نہیں بلکہ کفر عظیم ہے۔ ”اور کفر بعد کفر ہے۔“ کیونکہ اس میں ایک تو رسول اللہ کو امتی کہنا لازم آتا ہے جو کفر ہے اور دوسرا مرزا صاحب کو امتی کہنا لازم آتا ہے جو دوسرا کفر ہے۔ معلوم ہو گیا کہ نبی کے ساتھ جتنے الفاظ بروزی - غلی - لغوی مجازی بروزی امتی بڑھائے جاتے ہیں یہ سب الفاظ ایسے ہیں جن میں ابھی تک معنی نہیں ڈالے گئے۔ اگر کہا جائے کہ یہ الفاظ مرزا صاحب کے اپنے نہیں ہیں تو گو وہ مرزا صاحب کے اپنے الفاظ نہیں مگر ان کے صاحبزادے اور خلیفہ ثانی صاحب کے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے خلاف ہے تو پھر وہ کافر ہونے چاہئیں۔ اگر موافق ہے تو دعائیات ہے اگر لغوی محال کوئی یہ ثابت کر دے کہ مرزا صاحب کے خلاف مراد ہے اور خلیفہ ثانی کافر بھی نہیں تو اتنا تو ضرور ثابت ہو جائے گا کہ خلیفہ صاحب اور موجودہ مرزائیوں کا بے شک عقیدہ ہے۔ فلہذا موجودہ مرزائیوں کے کفر کا ایک اور نمبر بھی زائد ہو گیا۔ الفضل جلد ۳

مودعہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۷ پر زیر عنوان احمد بنی اللہ عقائد محمودیہ نمبر ۱ نمبر ۵ سطر ۱۶ پر درج ہے۔ یس۔ ان مضمون میں یسح موعود جو آنحضرت کی بعثت ثانی کا ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گو آنحضرت کی بعثت ثانی اور آپ کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرے جو منکر کو دلائل اسلام سے خارج اور پکا کافر بنادینے والا ہے۔ ردیو آف ریجن موسوم بہ کلمۃ الفضل صفحہ ۱۶۶ تا ۱۷۷ عقائد محمودیہ صفحہ ۱۲

۴ پر مرزا صاحب کے صاحبزادہ بشیر احمد صاحب کا قول ہے۔

(نوٹ) یہ قول نقل کرنے سے انکار کیا گیا ہے کہ مرزا بشیر احمد صاحب خلیفہ کا نہیں ہے۔ مرزا صاحب تحفہ گورویہ صفحہ ۴۵ پر تحریر کرتے ہیں کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے۔

پھر براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶ پر تحریر کرتے ہیں۔ ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں۔ جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارق عادت ہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات کو دس لاکھ۔ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ پر ہزارے اپنی کتنی فضیلت بیان کی جو آنحضرت کی کلی توہین ہے۔

اعجاز احمدیؒ صفحہ ۷ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خست القسم المنیر وان لی خفتا

التمیز المنیر ان اتنکر یعنی اس کیلئے صرف چاند کے خوف کا نشان ظاہر ہوا۔ اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا کیا اب تو انکار کرے گا۔

اس شعر میں مرزا صاحب نے قرآن کریم کی صریح آیت کا انکار کیا ہے۔ جو الفاظ ذیل قرآن میں ہے۔ اقلوب الساعۃ والنشق القسم شق القمر کے معجزہ کو مرزا صاحب چاند گرہن سے تعبیر کرتے ہیں کہ رسولؐ کے لیے چاند گرہن ہوا اس میں صریح رسولؐ کی توہین اور معجزہ شق القمر کا کھلا انکار ہے۔ یہاں مرزا صاحب دو وجہ سے کافر ہوئے کتاب خطبہ الہامیہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں ان الله خلق آدم وجعله سیداً احکماً وامیراً علی کل ذی روح من الالبس والجن مکتوب فی القرآن۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ہر ذی روح کا سرور اور حاکم اور امیر بنایا۔ جن ہوں یا انسان جیسا کہ یہ مضمون آیت اسجد الادم سے سمجھ میں آتا ہے۔ پھر بھلا دیا۔ آدم علیہ السلام کو شیطان نے اور نکلوادیا جنت سے اور رد کیا حکومت کو طرف سانپ کی اور پہنچی آدم علیہ السلام کو ذلت اور رسوائی اس طرزی میں یقین کے لیے انجام کار ہے اللہ کے نزدیک پس اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ شیطان کو اخیر زمانہ میں شکست دے۔ اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا تھا۔ یہ عبارت حاشیہ در حاشیہ درج ہے اس عبارت میں مرزا نے حضرت آدم علیہ السلام کی توہین اور ذلت اور رسوائی کو کھلے لفظوں میں صاف بیان کیا ہے مگر آدم علیہ السلام سے بے کر سرور عالم تمام انبیاء جن میں پچیس بھی شامل ہیں سب کی توہین بے طلب یہ ہوا کہ آدم علیہ السلام سے شیطان کو جو ٹرائی ہوئی اس میں آدم علیہ السلام کو شکست اور ذلت اور رسوائی ہوئی اور شیطان کی فتح اور اس کے مقابلہ کی شکست برابر باقی رہی یہاں تک کہ مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور شیطان کو شکست ہوئی۔ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور پھر بھی معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے شیطان کو وہ کیا شکست دی جو نہ سرور عالم سے شکست ہوئی اور نہ کسی اور نبی سے۔ دوسرے۔ یہ جو کہ فرمایا ہے کہ یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح موعودؑ شیطان کو شکست دیگا بالکل خلاف واقعہ اور جھوٹ ہے قرآن شریف میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں پڑھی گئی جس میں یہ لکھا ہو کہ مسیح موعودؑ یا مرزا غلام احمدؒ آخر زمانہ میں شیطان کو شکست دیں گے ان تمام توہینوں سے جو مرزا صاحب کی عمارتوں میں مذکور ہیں قرآن کے مطابق اور عقائد اسلام کے مطابق اور مرزا صاحب کی تحریر کے مطابق جو کل پیش کی جا چکی ہیں کسی نبی کی توہین کفر ہے۔ مرزا صاحب اپنے اقرار سے کافر بھی ہوئے اور مرتد بھی ہوئے اور اس کے سارے متبعین کی نسبت بھی یہی حکم ہے۔ اور اب ان کی جماعت کا کسی مسلمان سے نکاح جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو گیا تو وہ فواحش ہو گیا۔ بحوالہ در مختار بر حاشیہ ثانی ص ۴۹۹ فی شرح الوہابیت۔

ما یكون کفر النفاق یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد ذنی۔

کتاب الاذکار جلد دوم تختی کلاں صفحہ ۱۶۴ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے وہ مسیح ابن مریم کہلایا کیونکہ وہ روحانی طور پر مسیح کے رنگ میں ہو کر آیا۔ مسیح کیونکر آسکتا ہے وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں ان کے آنے سے روکتی تھی اس کتاب کے صفحہ ۲۲۱ پر ہے اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اس مفہوم تام اور کامل سے ساتھ جو نبوت تامہ کے شرائط میں سے ہے آسکتا کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئیں کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیر و سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کریم سے مترستہ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں۔ کیا مرزا صاحب نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ حاصل کئے تھے اگر نہیں تو دعویٰ نبوت جھوٹ ہوا۔ اور جھوٹا مدعی نبوت بالاتفاق کافر ہے۔ لہذا مرزا کے کفر کی یہ ایک اور نئی وجہ پیدا ہو گئی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ پہلے احکام و عقائد جو مرزا صاحب نے حاصل کئے تھے انہی پر کفار ہوا تو اسی بنا پر وہ شخص جس کے مسیح عقائد ہوں اور جبرئیل علیہ السلام ایک دفعہ بھی نہ آئے ہوں۔ تو مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق بھی وہ نبی ہو سکتا ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کو جنہوں نے احکام و عقائد جبرئیل جبرئیل حاصل کئے تھے وہ اگر دنیا میں تشریف لادیں تو آپ کا وہ پہلا علم کافی نہیں جبرئیل کا دوبارہ آنا ضروری ہے۔ پھر اسی کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں اب ہم اس وصیت میں دکھانا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعویٰ کا مصدق اور ہمارے مخالفین کے ادماں باطلہ کی بیج کنی کر رہا ہے۔ اور وہ گزشتہ بیسوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کر رہا ہے۔ اور بنی اسرائیل کے مشیہوں کے آنے کا دروازہ کھوتا ہے۔ آگے اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۵ پر لکھتے ہیں کہ یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اسی لیے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا۔ یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں متنع ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۸ پر لکھتے ہیں کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطلع اور صرف اپنی اُس وحی کا متبع ہوتا ہے جو کہ اس پر ہدیہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدمی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرئیل لگا تار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعے انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم و صلوة اور زکوٰۃ اور حج اور بیع مسائل فقہ کے سکھائے گئے تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلایا گا۔ اور اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی ملت العمر تک منقطع ہو جائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل ان پر نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ کلی طور پر مطلوب النبوۃ ہو کر امتیوں کی

طرح بن جائیں گے۔ تو یہ طفلانہ خیال نبی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے اگرچہ ایک دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے۔ اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیلؑ لائیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ کیونکہ جب حقیقت کی مہر ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل نہیں شروع ہو گئی تو پھر تمہارا یا ہمت نازل ہونا براہ راست ہر ایک طائفا سمجھ سکتا ہے اگر خدا تعالیٰ صادق الوعدہ ہے اور جو خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں یہ تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیلؑ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے کے لیے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں پرچ اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا لیکن اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریمؑ زندہ ہو کر پھر دنیا میں آئے گا۔ تو ہمیں کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ رسول ہے اور بحیثیت رسالت کے آئے گا۔ اور جبرئیلؑ کے نزول اور حکام الہی کے اترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائے گا جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور روشنی نہ ہو اس طرح ممکن نہیں کہ ایک رسول خلق اللہ کی اصلاح کے لیے آئے اور اس کے ساتھ وحی الہی بذریعہ جبرئیلؑ نہ ہو۔

اس عبارت میں مرزا صاحب نے اس کی تصریح کر دی کہ کوئی نبی مطیع اور اُمتی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے۔ جو اس پر بذریعہ جبرئیلؑ نازل ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ تب مرزا صاحب بنی ہوئے تو انہوں نے ایسی وحی کی اتباع کی جو ان پر نازل ہوئی یا قرآن کی۔ اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی کافر کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع ضروری تھی۔ اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی تب بھی کافر۔ کیونکہ قرآن کو چھوڑا۔

مرزا صاحب اسی عبارت میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو وحی احکام کے متعلق ہوگی۔ اُنہی کا نام کتاب اللہ کہلایا جائے گا۔ مرزا صاحب پر جو وحی ہوئی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اس کو جمع کیا تو بیس جلد سے کم نہ ہو تو وہ بھی کتاب اللہ ہوئی اور قرآن کے بعد ہوئی۔ کیا اب بھی قرآن کو کہا جائے گا کہ وہ آخر الکتب ہے اور قرآن کا بل کتاب ہے۔ جب کہ محدثین جزو کی کتاب ایک نبی پر نازل ہو اور ملاحظہ ہو کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۱ جس میں درج ہے اور بلاوسہ کے ہم نے محض نمونہ کے طور پر چند پیگنوئیاں اس کتاب میں لکھی ہیں۔ مگر وہ اصل کئی لاکھ پیگنوئیاں ہے۔ جن کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا اور خدا کا کلام اس قدر بھر پور نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جلد سے کم نہ ہوگا پس اب ہم اس مقدس کتاب کو ختم کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اپنی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگر صرف اتنا لفظ آجائے کہ قرآن پر عمل کرو اور پھر وحی ملت العزت تک منقطع ہو جائے تو یہ طفلانہ اور ہنسی کے لائق ہے۔ بوجہ مخالفت خاتم النبیین کے اس کا نتیجہ کفر مگر مرزا صاحب پریس جزو کی کتاب نازل ہو جائے تو مرزا صاحب دیسے کے لیے ہی مسلمان رہیں عجیب بات ہے۔ کہ ایک پہلوانی جس پر جبرئیلؑ صرف ایک سطر لادیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک صفت میں مثل ہو۔ اس کا آنا تو ختم النبوت کے منافی ہو۔ اور اس سے ختمیت کی مہر ٹوٹ جائے مگر جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام مفسدوں میں غل

ہوں سائے انبیاء سابقین سے اعلیٰ اور اکمل ہوں اس کے آنے سے خیمت کی مہر نہ ٹوٹے تعجب ہے کتاب ازالۃ الالہام میں مرزا صاحب کے دعویٰ بہمت عرصہ کے بعد تحریر ہوئے اور اس وقت تک وہ خاتم النبیین کے وہی معنی سمجھتے تھے جو ساری دنیا نے سمجھے اور ایک بنی کا انا اور ایک دفعہ جبریل کا اترنا اور صرف ایک فقرہ کہنا کہ تم قرآن کی اتباع کرو یہ سب مرزا صاحب کے نزدیک ختم نبوت کے مخالف تھا۔ اور اس مہر نبوت کو ٹوٹی تھی مرزا صاحب سے پہلے مجدد ہو ہر صدی پر آتے رہے ہیں کم از کم ایک ضرور، زیادہ سے زیادہ معلوم نہیں کہ کس قدر آئے ہیں ان کا یہ فرض تھا کہ دین میں جو غلطی لوگوں سے ہو گئی ہے اُس پر لوگوں کو متنبہ کریں بالخصوص ایسے امور و عقائد کہ جن کی وجہ سے انسان کا فربہ ہو جائے گا پھر امت میں بے شمار او ایاء - ابدال - اقطاب - اور تمام صحابہ کرام بھی گزرے ہیں ان میں سے کسی نے خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں بتلائے جواب مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں اس لیے اگر مرزا صاحب نے جو معنی اب ختم النبوت کے تجویز فرمائے ہیں جس کی بنا پر نبوت کا جاری رہنا بلکہ وحی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو اور جو انقطاع وحی کا قائل ہو۔ وہ مذہب مرزا صاحب کے نزدیک لعنتی اور شیطانی مذہب کہلانے کا مستحق ہے اس کی بنا پر اگر یہ معنی صحیح ہیں تو جب تک مرزا کا یہ عقیدہ تھا تو مرزا صاحب بھی کافر ہوئے اور جتنے ان سے پہلے مسلمان اس عقیدہ پر گذرے ہیں وہ سب کے سب کافر ہوئے اور اگر مسلمانوں کا عقیدہ اور مرزا صاحب کا عقیدہ سالبہ صحیح تھا۔ تو پہلے لوگ مسلمان مگر مرزا صاحب اس عقیدہ کے بدلنے سے کافر ہو گئے اس کتاب ازالہ الالہام صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں اب ہر ایک دانشمند اندازہ کر سکتا ہے کہ جس حالت میں ۲۳ برس میں ۲۰ جزو قرآن کے نازل ہو گئی تھیں تو بہت ضروری ہے کہ اُس چالیس برس میں کم از کم پچاس جزو کی کتاب اللہ حضرت مسیح پر نازل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبر جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن سے توازن رکھتی ہو۔ پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو۔ وہ محال ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے اس قول میں کہ جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ اگر محال سے مراد محال عقلی ہے تو اس کا اختفاء ناجائز ہے۔ بالخصوص تیرہ سو برس تک صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین اور ائمہ فقہاء اور متکلمین کے منہوں نے عقلی امور میں بال کی کمال نکال دی ہے اور بالخصوص جو ہر صدی کے سر پر مجدد آتے تھے۔ تو مرزا صاحب کا یہ فرمان کہ یہ محال عقلی ہے۔ غلط ہے۔ بلکہ یہ خود محال عقلی ہے۔ اور اگر محال سے مراد محال شرعی ہے۔ تو وہ بھی معنی نہیں رہ سکتا۔ بالخصوص اتنے زمانے تک اور اتنے معجزین علماء پر اور مجددین پر تو ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا یہ کام کے کہنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ کوئی نبی قدیم یا جدید آہی نہیں سکتا علمائے امت نے جو مسئلہ ختم نبوت پر اجماع بیان کیا ہے اور اس آیت کے جو معنی لکھے ہیں۔ وہ معنی مرزا کے بھی مسلمات میں سے تھے۔ وہ حق ہیں اب جو اس معنی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور بے شک کافر ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۲

پر فرماتے ہیں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس قدر تو بالکل سچ ہے کہ اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا تھا۔ وہ شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام سننے سے اور سننے لباس اور سننے پیرایہ اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے۔ اور اس تنازعہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لیے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول اور خاتم الانبیاء کے لیے ہرگز روا نہیں سکھے گا۔ کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی الٹا دیوے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد حضرت رسول اللہ کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے یقیناً یہ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے کہ صرف عیسیٰ یا ابن مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا ہے کہ مسیح وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جائے گا جو رسول اللہ تھا اور اس طرف خیال نہیں کیا کہ اُس کا آنا گویا دین اسلام کا رخصت ہونا ہے۔ یہ تو اجتماعی عقیدہ ہو چکا،

اول تو مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لاویں گے۔ تو جبرئیل علیہ السلام آیا کریں گے اور شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام سننے سے اور سننے لباس اور سننے پیرایہ اور نئی زبان میں نازل ہوں گے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ قرآن منسوخ ہو جائے گا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب فرما چکے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ جبرئیل آویں اور نقطہ یہ فخر کہہ جاویں کہ قرآن پر عمل کر اور پھر ساری مدت العمر تک تشریف ملاویں تو قوانین شریعت و احکام شریعت عقائد اسلامیہ سننے لباس میں کیونکر آئیں گے اور قرآن شریف کیسے منسوخ ہوگا مرزا صاحب حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۳ پر فرماتے ہیں۔

وَقَالُوا إِنِّي لَكَ هَذَا، قُلْ هُوَ الْعَجِيبُ إِنَّمَا يَأْتِي السُّلَّ وَاهْتَارَ۔

اس کا ترجمہ انہوں نے خود بالفاظ ذیل کیا ہے۔ اور کہیں گے کہ تجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا۔ کہ وہ خداوند ذوالعجاب ہے میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا اس پر مرزا صاحب حاشیہ لکھتے ہیں کہ اس جگہ آئیل خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا اس لیے وہ بار بار جوع کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام مرزا صاحب پر نازل ہوتے ہیں اور یسٰی جز کا کلام بھی نازل ہوا اور انہیں کے کلام سے اس میں اُمت کی ذلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور کسر شان کرنا اور اسلام کا حزنۃ اللہ سب ثابت ہو گیا۔ اس صورت میں مرزا صاحب کا کافر اور مرتد ہونا اور خارج اسلام ہونا ان کے اپنے ہی اقرار سے ثابت ہو گیا ہے۔ ازالۃ الاوهام صفحہ ۲۴۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں،

”لیکن اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نازل ہونا خیال کیا جائے تو اس قدر خرابیاں پیش آتی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور اس بات کے سمجھنے کے لیے صریح اور صاف قرآن موجود ہیں کہ اس جگہ حقیقی طور پر نزول ہرگز ملا نہیں“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے میں بے شمار خرابیاں ہیں ازالہ الادہام صفحہ ۲۵۲ پر اکیسویں آیت یہ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا اَحَدٍ اِلَّا بِعِزِّ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنا والا ہے نبیوں کا اس میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا اور علی علیہ السلام مر گئے ہیں پس اس سے کمال وضاحت ثابت ہو گیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ وہی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت باقیامت منقطع، اسی سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ مر گیا کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اس لیے کہ علی علیہ السلام مر گئے ہیں۔ ان تمام سوالوں سے میری غرض یہ تھی کہ میں ثابت کروں کہ دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا صاحب بھی خاتم النبیین کے معنی وہی سمجھتے تھے جو یسزہ صد سالہ مسلمانوں نے سمجھے۔ اور یہ کہ مرزا صاحب کے نزدیک کسی نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی تھا۔ اب مرزا صاحب کا جو جدید عقیدہ ہوا ہے۔ یہ آیت خاتم النبیین کے معنی کے صریح مخالف ہے اس وجہ سے مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کافر ہوئے۔ مرزا صاحب کے نزدیک کسی نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے اب مرزا صاحب باقرار خود کافر ہوئے۔ ازالہ ادہام صفحہ ۳۱۰ پر فرماتے ہیں،

”وَرَقَرَنَ كَرِيمٌ بَعْدَ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ كَمَا كَانَ رَسُولُ كَاثَا جَانِزٌ نَهْنِي رَكْهَتَا۔ وَخَا وَه نَارِ سُولِ هُوَا پَرَا نَا هُوَا كُو كَرِ سُولِ كُو عِلْمِ دِينَ بُو سَطِ جَبْرِيْلُ مَلَا هُوَا اَوْرَبَابِ نَزْوَلِ جَبْرِيْلُ بِهَيْرَايَه وَحِي رَسَا لَتِ مَسْدُو دِهِي اَوْرِيهَا بَاتِ خُوْدِ مُتَمَتِّعِ هِي كِه دُنْيَا مِيں رَسُولِ تُوَا اُنْئِي مَكْرَ سَلْسَلَه وَحِي رَسَا لَتِ نَهْوَا اس عِبَادَتِ سِي مَعْلُومِ هُوَا كِه كُوْنِي نِيَا يَا پَرَا نَا نَبِي نَهْنِي اُسْكُتَا“ اب اگر مرزا صاحب نئے نبی ہیں تب بھی نہیں آسکتے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب حماۃ البشری صفحہ ۳۴ پر تحریر کرتے ہیں۔ ولما ذكر نزول علي ابن مریم فما كان بمؤمن ان يحمل هذا الاسم مذکور فی الاحادیث علی ظاہر معناہ لانہ یخالف قول اللہ عز وجل مَا كَانَ اَبَا اَحَدٍ اِلَّا بِعِزِّ مُحَمَّدٍ وَلَكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اِلَّا اَنْ الرَّبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلُ سَمِيَ نَبِيْنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَ نَبِيْنَا فِي قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي بِبَيَانٍ وَاَضَحٍ لِلطَّالِبِيْنَ لِحُوزِنَا الْفَتْحَاحِ بَابِ وَحْيِ الْاَنْبِيَاءِ بَعْدَ تَغْلِيْقِهَا وَهَذَا خَلَفَ كَمَا لَا يَخْفَى عَلَيَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَيْفَ يَجْعَلُ نَبِيَّ بَعْدَ رَسُوْلِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اِنْقَطَعَ الْوَحْيُ بَعْدَ وَفَاتِهِ وَخَلَقَ اللّٰهُ بِهِ الْاَنْبِيَانَ نَعْتَقِدُ بَانَ عِيْسَى الْيَزْيِ اَنْزَلَ عَلَيْهِ الْاَنْجِيلَ هُوَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ اَوْ رَسُوْلُنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْتَقِدُ اَنْ اِبْنَ مَرْيَمَ يَأْتِي وَيُنْصَحُ بَعْضَ اَحْكَامِ الْقُرْآنِ وَيَزِيْدُ بَعْضًا۔

جس کا مطلب یہ ہے عیسیٰ کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے ظاہری معنی پر عمل کرے اس واسطے کہ یہ آیت ماکان محمد ابا احد الالح کے معنی کے خلاف ہے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے۔ اور اس میں کسی کا استثناء نہیں کیا اور پھر اسی خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفسیر فرمائی لا نبی بعدی جو سمجھنے والوں کے لیے بیان واضح ہے اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے تو لازم آئے کہ دروازہ وحی نبوت کا بعد ہند ہونے نبوت کے کھل جاوے اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے حالانکہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور خاتم الانبیاء وہ نہیں نہ جاسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس عبارت میں مرزا صاحب نے اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ خاتم الانبیاء کی تفسیر خود بغیر کسی استثناء کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام میں فرمائی ہے کہ لا نبی بعدی، معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم الانبیاء کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اسی میں کسی نبی بروزی یا ظلی کی قید نہیں ہے تو اب لا نبی بعدی کے یہ معنی لینے کہ اس سے خاص وہ نبی مراد ہیں جو مستقل نبی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر نبوت حاصل کی جو تو یہ معنی مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلط ہیں اب یہ معنی بیان کرنا ضرور قابل پذیرائی نہیں ان عبارتوں میں بعض وہ بھی ہیں کہ مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا نزول بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنا یہ خاتم الانبیاء کے ساتھ کفر ہے۔ کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۱ پر مرزا صاحب کہتے ہیں انا ۷۱ سلتنا الیسکم دسولا شاہدا علیکم کما ادرسلنا الی فرعون رسولاً چشمہ مسیح صفحہ ۱۲ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں میں یہ بیخ کنج کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسیٰ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے اندھے کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے میں کہتا ہوں کہ تم ایمان سے بے نصیب ہو۔ پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے کفر خود تمہارے اندر ہے انہی عبارتوں سے یہ امر بدستور ثابت ہے کہ مرزا صاحب خاتم الانبیاء اور لا نبی بعدی کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم کا آنا جائز رکھے وہ کافر ہے لا نبی بعدی کے معنی وہی ہیں پھر اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنی رسالت کا دعویٰ کیا جیسے کہ حقیقت الوحی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ اور مرزا صاحب کا مدعی نبوت ہونا محتاج بیان نہیں بکثرت عبارات موجود ہیں اور مدعا علیہ کو بھی اقرار ہے مگر عجب بات یہ ہے کہ مرزا صاحب پہلے یہ فرماتے تھے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا کسی نبوت کا حصول جائز رکھے وہ کافر ہے اور دعویٰ نبوت کے بعد وہ یہ فرماتے ہیں کہ بولیں کہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا یہ کفر ہے اس لیے مرزا صاحب اپنی کلام کی رو سے خود کافر ہوئے شرح شفا لامل علی قاری صفحہ ۱۵۵ جلد دوم میں ہے۔

و کذا لک نقطه بتکفیر کل قائل الی قولہ ہذا الا جماع جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسا کام کرے کہ جس کی وجہ سے امت کی تفصیل و تکفیر ہو تمام صحابہ کی ہم ایسے شخص کو یعنی کافر سمجھتے ہیں حاصل یہ نکلا کہ جو کوئی شخص ایسا بات کہے جس سے یہ بات لازم آتی ہو کہ ساری امت گمراہ ہو گئی یا کفر ہو گئی ایسے شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں ازالہ الادہام صفحہ ۳۳۰ میں ہے حال کے پیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ و قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں۔ کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر صحاح میں موجود ہیں یہ تمام چیزیں ہی غلط ہیں شاید ان کا ایسی باتوں سے یہ مطلب ہے کہ اس عاجز کے اس دعوے کی تحقیر کر کے اس کو باطل ٹھہرایا جائے لیکن وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ تو ان ایک ایسی چیز ہے اگر غیر قوموں کی تاریخ کے رد سے بھی پایا جاوے تو تب بھی ہمیں قول کرنا ہی پڑے گا۔ جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوں راجنندراور کرشن وغیرہ کا وجود تو ان کے ذیلیے سے ہی ہم نے قبول کیا ہے گو تحقیق تفتیش تاریخ واقعات میں ہندو لوگ بہت کچے ہیں، مگر یاد ہو اس قدر تو ان کے جوان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے، ہرگز گمان نہیں ہو سکتا کہ راجنندراور راجہ کرشن یہ سب فرضی نام ہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تو ان کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔ اور تو ان اگر غیر قوم کا بھی ہو تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔ اب اس کے ساتھ اگر عبارت ازالہ الادہام صفحہ ۳۳۱ کی ملائی جائے جو بالفاظ ذیل ہے ”یہ کمال درجہ کے بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے، کہ ایک لخت تمام حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں۔ اور ایسی متواتر پیشگوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھیں۔ اور مملکت میں سے سمجھی گئی تھیں، ہمہ موضوعات داخل کر دیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے۔ جسکو سب نے اتفاق قبول کر لیا ہے۔ بعد جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تو ان کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے، اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بعیرت دینی اور فنی شناسی سے کچھ بھی بجزہ اور حصہ نہیں دیا۔ اور باعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں قال اللہ و قال الرسول کی عظمت باقی نہیں۔ اس لیے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر اس کو محالات و ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں، ملائی جائے تو معلوم ہوگا کہ نزول عیسیٰ کی پیش گوئی ایسی متواتر پیش گوئیوں میں سے ہے۔ جو خیر القرون میں تمام ممالک اسلامیہ میں پائی گئی تھی۔ مملکت میں سے سمجھی گئی تھی۔ اور یہ اول درجہ کی پیشگوئی ہے۔ جس کو سب نے اتفاق قبول کر لیا تھا۔ اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی اس کے ہم پہلو بھی نہیں اور تو ان کا اول درجہ اس کو حاصل ہے اور انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اس پیشگوئی کا جب مرزا صاحب کو انکار

مطلوب ہوا تو انہوں نے کتاب منیمہ حقیقت الہی صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے۔

فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ ما مات ان هو الا شرک عظیم
یا کل الحسنات تا غیو متعمدین جن کا مطلب یہ ہے کہ بہت بڑی بے ادبی کی بات
ہے کہ عیسیٰ ابھی تک نہیں مرے۔ یہ نہیں ہے مگر شرک عظیم ہے۔ جو کھا لیتا ہے۔ نیکیوں کو بلکہ وہ فوت کئے گئے
مثل اپنے بھائی کے اور مر گئے مثل اہل زمانہ کے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں میں نصاریٰ کی طرف سے کیا ہے۔ انہوں
نے حضرت عیسیٰ کو خدا ہی وجہ سے بنایا ہے اور پھر اسی عقیدہ کو نصاریٰ نے بہت مال خرچ کر کے مسلمانوں میں
شہروں اور گاؤں میں شائع کیا۔ اس وجہ سے کہ ان میں کوئی شخص عقلمند نہیں تھا۔ پہلے مسلمانوں سے یہ قول صادر
نہیں ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ معذور ہیں اللہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ گنہگار تھے۔ مگر قصداً انہیں
تھے۔ اور اس خطا کی وجہ یہ تھی کہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطا کر لے۔ تو اللہ
اس کی غلطی کو معاف ہی کر دیتا ہے۔ ہاں جن کے پاس امام اکبر اور بینات کے ساتھ اور جس نے رشد کو گمراہی سے
ظاہر کر دیا۔ اور پھر بھی انہوں نے اعراض کیا وہ لوگ مانوڑ ہوں گے۔ پہلے مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو متواتر
فرمایا تو اترا کا بھی اعلیٰ درجہ فرمایا اور صحاح کی پیش گوئیوں میں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو بھی نہ تھی۔ تمام مسلمانوں نے
اسے قبول کر لیا تھا۔ اور خیر القرون میں یہ پیش گوئی پھیل گئی تھی۔ اور مرزا صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے۔
اسی واسطے کہ کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں مرزا صاحب نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا اقرار کیا ہے۔
باوجودیکہ مجدد، محدث نبی مہم اور خدا کی وحی کے نازل ہونے کے مرزا صاحب اس عقیدہ کے معتقد رہے۔ اور
مرزا صاحب سے پہلے جو مجدد آئے وہ اسی عقیدہ کے پابند رہے۔ کسی نے اس عقیدہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اس
جگہ پر مسئلہ حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس عقیدہ کا مرزا صاحب بعد میں بھی شرک عظیم میں مبتلا
رہے،

یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک ایک مجدد، ایک محدث ایک مہم نبی جس پر بارش
کی طرح وحی ہو۔ وہ شرک عظیم میں مبتلا رہ سکتا ہے۔ اور خدا کے نزدیک اتنا مقرب ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر تمام
نبیوں سے اور تمام مخلوقات سے وہ بڑھا دیا جاوے۔ چونکہ خدا تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ الْخ

اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں بخشتے گا اور شرک کے سوا بخشنے گناہ کو چاہے بخش دے۔ مرزا صاحب حیات
عیسیٰ علیہ السلام کو شرک ہی نہیں بلکہ شرک عظیم فرماتے ہیں۔ وعدہ الہی کے موافق اس کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔
اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول کی بناء پر ساری امت گمراہ تھی۔ اور ساری امت کافر اور مشرک تھی۔

شرح شفاء کے حوالہ سے میں بیان کر چکا ہوں کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس کے فیصلے سے تمام اُمت کو گمراہ اور کافر کہا جاوے۔ وہ شخص خود کافر ہے۔ اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر اور مرتد ٹھہرے اور جو مرزا صاحب کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ مرزا صاحب کے اس فرمان سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا۔ کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر دھت نہ ہو سکتی۔ جب مرزا صاحب کے فرمان سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اسلام میں ایسے عقائد شرک اور کفر بھی موجود ہیں کہ جو بطریق تواتر ثابت اور تمام ممالک اسلام میں پھیل گئے۔ اور سب نے قبول بھی کر لیا۔ اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی برائی کی اطلاع نہ ہوئی۔ تیس سو برس کے بعد اگر چائینس یا پچاس برس کی عمر تک خود اس عقیدہ شرکیہ میں مبتلا رہ کر اب یہ کہتا ہے کہ یہ عقیدہ شرک عظیم ہے، قرآن کی ایک دو آیات سے نہیں بلکہ تیس آیت سے ثابت ہے اور اسی عقیدہ کو عقلا و نقلاً مستند اور محال کہتا ہے۔ اور پھر یہ عقیدہ بھی ایسا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوا، اور اس سے پہلے بہت مجدد بھی آئے۔ جن کا کام دین کی تجدید کریں ان کو بھی اس عقیدہ شرکیہ کی اطلاع نہ ہوئی۔ اگر مرزا صاحب تشریف نہ لائے تو جیسے پہلے ساری اُمت معاذ اللہ شرک عظیم میں مبتلا تھی آگے تک اسی طرح شرک عظیم میں مبتلا رہتی۔ اور کیا معلوم کہ آئندہ کوئی اور مجدد پیدا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اور روز نکلے اور وہ ایسے پیکر اور شرک ثابت کر دے۔ جب قرآن اور حدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے کہ شرک عظیم کا تیس سو برس تک اس میں پتہ نہ لگا۔ پھر اس مذہب کا کیا اعتبار رہے گا۔

الاستفتاء صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں من كان متعمداً اخلاف ذلك فهو من الذين هم بالقرآن يكفرون الا الذين اخلوا منا قبلي نفع عند ذہم معدن سون یعنی جو شخص بالقصد اس کا خلاف کرے۔ اور یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو وہ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو قرآن سے کافر ہیں۔ ہاں جو مجھ سے پہلے گذر گئے ہیں۔ وہ اپنے اللہ کے نزدیک معذور ہیں۔ دافع البلاء صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے۔ تاکہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اُتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔ ان تینوں جملوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے ایسی بات کہی کہ جس سے تمام اُمت کا کافر اور مشرک ہونا بلکہ خود ان کا بہ سال کی عمر تک مشرک اور کافر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور جو شخص ایسی بات کہے۔ وہ کافر ہذا مرزا صاحب اپنے ہی اقرار سے کافر ہو گئے۔

مرزا صاحب انجام انہم کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں کہ من ابن را برائے صدق خود یا کذب خود میارے گردانم و من نکتتم اللابعد ازال کہ ازال خود خبر داده شد۔
(نوٹ) اس موضوع کو فریق ثانی کے اعتراض پر ترک کر دیا گیا۔ میں نے اپنے مضمون میں مرزا صاحب کا کافر ہونا۔

مرتد ہونا ثابت کیا ہے۔ اور اس کا التزام کیا ہے کہ ہر بات کو مرزا کے اقرار سے ثابت کروں۔ بحمد اللہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے حق کو ادا کر دیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ مرزا صاحب اپنے اقرار سے اور حسب تصریحات علماء کرام کافر و مرتد ہیں۔

۱۔ ایک وجہ ان کے کفر کی یہ ہے کہ دعویٰ نبوت تشریع و شریعہ کیا جو با اتفاق امت اور با اتفاق مرزا صاحب کفر ہے مرزا نے اپنے صریح کلام میں دعویٰ نبوت تشریعی کیا۔ اور اس کلام میں شریعت کی تفسیر بھی فرمادی۔ اگرچہ اسے پاس صرف بھی ایک وجہ ہوتی۔ تو مدعیہ کے لیے بات کافی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ اور بھی بہت وجود بیان کی گئی ہیں۔

۲۔ مرزا نے اقرار کیا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے۔ اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ اور پھر مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا لہذا باقرار خود کافر ہوئے۔

۳۔ مرزا نے یہ بھی کہا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی جدید یا قدیم نبی نہیں آ سکتا۔ اور اس کو قرآن کا انکار بتلایا حالانکہ خود دعویٰ نبوت کیا۔

۴۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کو ختم نبوت کا انکار اقرار دے کر اسے کفر ٹھہرایا۔ اور پھر اپنا نبی ہونا کہ اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے معاذ اللہ ہر شان میں اعلیٰ اور افضل سمجھتے ہیں۔ جاکر کھا۔ بلکہ مرزا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۵۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ آپ کا خاتم النبیین ہونا ایت خاتم النبیین اور لابی بعدی سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد یہ کہا۔ کہ جو ایسا کہے کہ آپ کے بعد نبوت نہیں آ سکتی وہ خود کافر ہے۔ اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۶۔ مرزا صاحب نے جو از نبوت کو رسول اللہ کے بعد کفر قرار دیا تھا۔ اب مرزا صاحب اسی نبوت کو فرض قرار دیتے ہیں اور ایمان قرار دیتے ہیں۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر کفر ہوا۔

۷۔ مرزا صاحب دروازہ نبوت کو کھول کر اپنے تک محدود نہیں رکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔

۸۔ مرزا صاحب بھی نہیں کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہزار بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بروز فرمادیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں لوگ باہزاروں نبی اب واقع ہو سکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر مرزا نے یہ کہا۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بعثت پہلے تھی۔ اور ایک بعثت ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل نتائج ہے جو نتائج کا قائل ہے وہ

کافر ہے۔

۹۔ مرزا کہتے ہیں کہ میں غیبی محمد ہوں اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے۔ اگر واقعی نہیں ہیں تو کھلا ہوا کفر ہے۔ اور یہ ایک توہین صدا توہین اور استہزاء اور مسخر پر مشتمل ہے۔ اور اگر عین محمد نہیں تو پھر آپ کے بعد دوسرا نبی ہوا۔ اور ختم نبوت کی ہر ٹوٹ گئی۔ اور یہ اور وجہ کفر ہے۔

۱۰۔ مرزا نے دعویٰ دیا کہ کیا۔ حالانکہ عبارات علماء سے ظاہر ہے کہ محض دعویٰ نبوت آپ کے بعد کفر ہے۔
۱۱۔ مرزا نے دعویٰ دیا کہ نبوت کیا یہ اور ایک کفر کی وجہ ہے۔

۱۲۔ مرزا نے اپنی وحی کو قرآن۔ توریت۔ انجیل کے برابر کہا ہے۔ اس بنا پر قرآن آخر الکتب باقی نہیں رہتا۔ یہ اور وجہ مرزا صاحب کے کفر کی ہے۔

۱۳۔ مرزا صاحب اپنی وحی کو متکو بھی بتلاتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگھیکھا جائے۔ تو کم از کم بیس جزد کی ہوگی یہ اور وجہ مرزا صاحب کے کفر کی ہوئی۔

۱۴۔ مرزا صاحب اپنے اقرار سے اور تمام علمائے اس کی تصریح کی۔ جو کوئی شخص کسی نبی کو گالی دے یا توہین کرے۔ وہ کافر ہے۔ مرزا نے بیسی علیہ السلام کی اتنی وجود سے توہین کی کہ غالباً سو سے کم نہ ہوگی۔ یا زیادہ ہوں۔ ہر توہین موجب کفر ہے۔

۱۵۔ اور کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جن کو تعداد کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ بعض روایات میں ایسا آیا ہے۔ دنیا میں تقریباً سوالا کھ نبی بھیجے۔ اور ہر نبی کی مرزا صاحب نے توہین کی تو اس لحاظ سے ان کی تعداد کے دو گنے برابر مرزا صاحب کی وجہ تکفیر میں ہوں گی۔ اگر ہر ایک نبی کی دو دو توہین سمجھ لی جاویں۔ لہذا جتنی توہین اتنی وجود سے مرزا صاحب کافر ہوئے مرزا صاحب نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کی ہے۔ یہ بھی بڑی وجہ کفر کی ہے۔

۱۶۔ مرزا نے اپنے احکام شریعت کو بدلا۔ علمائے اسلام اور مرزا صاحب کے اقرار سے نسخ شریعت باطل ہے۔ لہذا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب پر کفر لازم آیا۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ کہ کسی مرزائی عورت کا خیر احمدی سے نکاح جائز نہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کسی غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ تحفہ گوڑویہ صفحہ ۱۸ پر ہے۔

پس یاد رکھو۔ کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تم پر حرام ہے۔ اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب اور مسترد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا دہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں مرزا صاحب نے کہا کہ جو مجھے نہ ملے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے نفع صور کا بالکل انکار کیا

ہے۔ مرزا صاحب نے مردوں کا قبروں سے اٹھنے کا انکار کیا ہے۔ جس طریق سے کہ قیامت کی خبر قرآن میں اور احادیث میں آئی ہے۔ اس سے بالکل انکار کیا۔ ہاں ظاہری لفظ وہ ہی رکھے۔ مگر معنی دوسرے بیان کیے۔ یہ وجہ بھی مرزا صاحب کے تکفیر کے ہیں۔

لہذا مسئلہ واضح ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کافر بھی ہیں اور مرتد بھی اور ان عقائد کے معلوم ہونے کے بعد جو شخص مرزا کے کفر اور ارتداد میں شک کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔ کسی مسلمان مرد اور عورت کا نکاح کسی مرزائی مرد اور عورت سے جائز نہیں۔ اور اگر نکاح ہو گیا اور نکاح کے بعد کسی نے اپنا مذہب مرزائی اختیار کر لیا۔ تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا اور اولاد دلدار الزنا کہلائی جائیگی۔ نسبت ثابت نہ ہوگی۔
سن کر درست تسلیم کیا۔

دستخط بیچ صاحب

۲۳۔ اگست ۱۹۳۲

جرح بر بیان حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب گواہ مدعیہ

۲۲ و ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء

۲۴ اگست ۱۹۳۲ء

جرح بر مرتضیٰ حسن گواہ مدعیہ

یا قزار صالح

سوال :- جو شخص مرزا صاحب کو اہل سنت والجماعت کہے اور سمجھے اور یہ کہے کہ وہ ضروریات دین کے منکر نہیں وہ کافر ہے یا مسلمان ۔

جواب :- اگر وہ شخص مرزا صاحب کے حالات سے واقف ہے ۔ اور مرزا صاحب کے عقائد پر اس کی اطلاع ہے اور ضروریات دین سے انکاد کی اس کو خبر ہے ۔ اور پھر بھی وہ مرزا صاحب کو مسلمان ۔ کہے تو وہ کافر ہے ۔ اور اگر مرزا صاحب کے حالات سے ناواقف ہے اور ان کے عقائد اور عبارات پر پوری طرح سے مطلع نہیں تو وہ معذور ہے ۔ جو شخص مرزا صاحب کو دعویٰ مہدیت میں جھوٹا نہ سمجھے مرزا صاحب کے عقائد سے مطلع ہونے کے بعد کوئی شخص ان کو مہدی بھی وہ کافر ہے ۔ اور اگر ان کے عقائد سے واقف نہیں تو وہ معذور ہے ۔ ایک شخص جو مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھتا ہے ۔ اور اگر ان کے عقائد سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے ۔ کہ علماء نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے ۔ اور ان علماء کو غلطی پر جانتا ہے ۔ اور مرزا صاحب کو دعویٰ مہدیت میں سچا سمجھتا ہے ۔ تو وہ کافر ہے ۔ جو شخص مرزا صاحب کی کتابوں کو ان عقائد کو جوتی پڑیں ۔ پڑھ کر کہتا ہے ۔ کہ وہ درست ہیں ۔ تو وہ کافر نہیں اور عقائد کفریہ کو کہتا ہے کہ صحیح ہیں تو وہ کافر ہے ۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کی کتابوں کو بلا تخصیص پڑھ کر یہ کہے کہ وہ تمام حقائق و معارف سے پڑیں ۔ تو چونکہ وہ عقائد کفریہ کی بھی تصدیق کرتا ہے ۔ اس لیے کافر ہے ۔ اگر اس کے ارادہ میں کوئی تخصیص ہے ۔ تو وہ معذور ہے ایسے شخص کے متعلق جب تک کہ اس کا کلام سامنے نہ ہو کوئی رائے اس کے خلاف قائم نہیں کی جاسکتی ۔ فتوے کے لیے جب تک متکلم کے حالات معلوم نہ ہوں ۔ فتویٰ صادر نہیں کیا جاسکتا ۔

فتوے کلام کے معنی معلوم ہونے پر ہو سکتا ہے ۔ جب تک متکلم کا حال معلوم نہ ہو جائے کلام کے معنی متعین نہیں ہو سکتے ۔ بالخصوص مسئلہ تکفیر چونکہ بہت ہی احتیاط ہے ۔ اگر متکلم کا حال معلوم نہ ہو ۔ تو جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر مراد یہ ہے تو کافر وہ نہ نہیں ۔ متکلم کے کلام میں اگر کوئی وجہ گہرائی ہو کہ جس میں متکلم کے بیان کی حاجت ہو تب اس کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا ۔ اور اگر اس کا کلام صریح ہو اور اہل عرف اس کا مطلب سمجھنے میں قاصر نہ ہوں ۔ تو پھر اگر متکلم اپنی کوئی مراد خلاف اپنے کلام صریح کے بیان کرے گا ۔ تو وہ قابل قبول نہ ہوگا ۔ جو شخص مرزا صاحب کے عقائد کے واقف ہونے کے بعد اور یہ معلوم کرے کہ علماء نے انہیں کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے ۔ تو وہ خود بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کا علاج فوری فیض ہو جاتا ہے ۔ اس کی اولاد و ولد الزنا ہوگی ۔ جو کتاب ۔ موسومہ ارشادات قریدی اب بیٹن کی گئی ہے ۔ میں اس کے مصنف کو نہیں جانتا ۔ نہ میں نے

اس کتاب کو پہلے دیکھا ہے۔ پھر کہا کہ اس کتاب کے صفحہ پر جو عبارت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ انشاءات فریدی کا تیسرا حصہ ہے۔ مجھے بتہ نہیں کہ محمد بخش صاحب خواجہ غلام فرید صاحب کے صاحبزادے ہیں یا نہ۔ جو عبارت اس کتاب مذکورہ بالا کے صفات ۶۹ و ۷۰ پر بالفاظ ذیل بعد از ان فرمودند کہ جہاں اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا غرض دل اس چٹیں نیک مرد کا اہل سنت والجماعت است بصرہ مستقیم است و راہ ہدایت ہے نماید افتادہ اندو بروے حکم تکفیر سے سازند کلام عربی را بہ بینید کہ از طاقت و بشریت خارج است تمام کلام او از معارف و عقائد و ہدایت بشریت است ہرگز منکر نیست یہ عبارت میں نے سن لی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۷۰ پر جو عبارت بالفاظ ذیل۔ فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدیت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر از ان بیان دو علامات در کتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است بر تو بدرجہ غایت بردعویٰ مہدیت او گواد اند۔ میں نے یہ عبارت بھی سن لی۔ اس کتاب میں ہے۔ صفحہ ۱۳۳ پر جو عبارت ہے۔ عرض کرد کہ قبلہ چوں حالات صفات حضرت یسعی ابن مریم علیہ السلام و اوصاف مہدی موعود در مرزا صاحب یافتہ تھے شونہ حضور خواجہ فرمودند کہ اوصاف۔ مہدی پوشیدہ دیباہ ہستند شیعہ کہ در دل ہائے مردم نشستہ اند چہ عجب کہ میں مرزا صاحب غلام احمد۔

مہدی باشند ہم چہیں است حال مہدی۔

پس اگر مرزا صاحب مہدی باشند امر مانع است۔

یہ عبارت میں نے سن لی ہے۔ اسی کتاب میں ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۷۰ کے اوپر عبارت ذیل کے بعد از ان ہم جوابش کفر بنودند کہ سن لیا ہے۔ اس کتاب میں ہے۔ میں اندازہ نہیں بتلا سکتا۔ کہ میں نے مرزا صاحب کی کتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کی کتنی کتابیں ہیں۔ مرزا صاحب کی ایک کتاب میں ہے۔ کہ میں صاحب شرع جدیدہ نہیں ہوں۔ میں نے ان سب عبارتوں کو سن لیا ہے۔ جو میں نے اپنے بیان میں پیش کی ہیں۔ مرزا صاحب نے جو راہیں میں شریعت کی تعریف کی ہے۔ اور اپنے آپ کو صاحب شریعت ہوتا فرمایا ہے۔ اوصاف میں بیانات کیا ہے۔ کہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی ہے۔ وحی سے جو احکامات ثابت ہوئے ہیں وہی شریعت ہے۔ جتنی کتابوں میں مرزا صاحب کی وحی درج ہے۔ وہ سب وحی شریعت ہے۔ مرزا صاحب نے کسی کتاب میں تمام وحی کو جمع نہیں کیا۔ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار نہیں دیا۔ لیکن ان کی جو جو وحی جس جس کتاب میں درج ہے۔ وہ شریعت جدیدہ ہے۔ مرزا صاحب نے شریعت کی یہ تعریف کی ہے۔ کہ جس کی وحی میں امر بھی ہوا اور نہی بھی ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ میرے دین میں امر بھی ہوا اور نہی بھی ہے۔ اوصاف کے بعد یہ کہتے ہیں۔ کہ شریعت میں یہ ضروری نہیں کہ نہی

چیزیں ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن نازل ہوا۔ اس میں بہت سے احکام ایسے ہیں جو توریت اور انجیل میں نازل ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرزا صاحب کا شریعت جدیدہ سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کی شریعت میں اور قرآن مجید میں بکثرت وہ احکام ہیں۔ جو تورات اور انجیل میں اچکے ہیں تو مرزا صاحب کے نزدیک وہی جدید آنا۔ اور شریعت جدیدہ آنا ایک ہی چیز ہے۔ اگرچہ یہ وہی جدیدہ الفاظ اور معنی میں بھی پہلی وہی کے بالکل مطابق ہو۔ لہذا یعنی وہی مرزا صاحب کی ہے۔ وہ مرزا صاحب کے فرمان کے مطابق سب شریعت جدیدہ ہیں۔ گو مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ میری وہی شریعت ہے۔ لیکن اس تحریر میں کہ جو بالکل صراحت ہے۔ انہیں کی عبارت ہے۔ جس میں مرزا صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ کہ اگر یہ کہو کہ صاحب شریعت دعویٰ کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ تو یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیلئے جس کی وہی میں امر و نہی ہو۔ وہی صاحب شریعت ہے اور فرماتے ہیں کہ میری وہی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی اور اس کی بہت شرح کر کے آخری نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ میرے مخالف اب بھی ملزم ہیں۔ یعنی میرا صاحب شریعت جدیدہ ہونا ثابت ہو گیا۔ جب مرزا صاحب نے اپنی وہی کو مدعی شریعت جدیدہ قرار دیا۔ اور یہ فرمادہ کہ مجھ پر ایمان لانا۔ بھی باعث نجات ہے اور جو مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ سب کافر ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا گیا۔ ان کی وہی پر کہ تم تمام آدمیوں کی طرف مبعوث کر کے۔ جیسے گئے ہو اور تمام دنیا کو اپنی نبوت کا اقرار کرنے کی دعوت دی۔ تو ان کی سب کتابیں اشتہار ہی ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب نے اس مضمون کا کوئی اشتہار بھی دیا ہو۔ کہ ان کے مرید ان کی وہی کو مدعی شریعت جانیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہاں سے یا نہیں دیا۔ یا مرزا صاحب نے جہاں لکھا ہے۔ کہ قرآن اور حدیث باعث نجات ہے۔ یہ الفاظ ان کے نزدیک بالکل بے معنی ہیں مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ ضرور درج ہے۔ کہ قرآن اور حدیث کو ذریعہ نجات جانو۔ لیکن جب مرزا صاحب نے اپنے آپ کو صاحب شریعت بنی قرار دیا۔ تو اب قرآن اور حدیث کے معنی وہی ہوں گے جو مرزا صاحب بیان کریں گے۔ تو معمول یہ مرزا صاحب کی وہی رہی نہ کہ قرآن اور حدیث مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ ہے۔ کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ سال ۱۹۰۱ء کے ایک سال بعد تقریباً کوئی ایک کتاب ایسی نہ ہو گی۔ جس میں نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ نہ ہو۔ سال ۱۹۰۲ء سے قبل بہت ہی ایسی کتابیں ہیں۔ جس میں دعویٰ نبوت و رسول ہونے کا ہے۔ غالباً برائیں ائمہ یہ بھی کوئی ایسی وہی مرزا صاحب نے نقل فرمائی ہے مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ الفاظ صاف طور پر نہیں ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے لیکن اس عبارت کا جو مفہوم ہے۔ اس سے مرزا صاحب کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آسکتا۔ اھ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ نبی کا آنا ضروری ہے جس مذہب میں وہی نبوت نہ ہو۔ وہ لعنتی و شیطانی مذہب ہے۔ یہ کہتے

کے بعد کہ جس مذہب میں وحی نبوہ نہ آئے وہ مذہب یعنی اور شیطانی ہے۔ یہی مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں میں نے احمدی جماعت کے بیعت فارم کو کبھی نہیں دیکھا۔ جو فارم پیش کیا گیا ہے۔ یہ بیعت فہم ہے۔ جو مرزا بشیر الدین احمد صاحب کی بیعت کے متعلق ہے۔ (داشہنہ پیش عدالت کیا گیا) میں نے ازالہ ابام کو ادلی سے آخر تک پڑھا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۷ قیطع خورد کو دیکھا ہے۔ اس پر عنوان ہمارے مذہب کے تحت مرزا صاحب نے الفاظ تحریر کئے ہیں وہ میں نے پڑھے ہیں۔ جو صفحہ ۱۲۸ کی تیسری سطر تک بالفاظ الحمد اور کافر ہے۔ تک ختم ہوتے ہیں۔ یہ عبارت اس کتاب میں موجود ہے۔ یہ سوال عدالت کہتا ہوں کہ جب تک مرزا صاحب نے یہ عبارت لکھی تھی۔ اس وقت تک مرزا صاحب مسلمان تھے۔ اور جو عقائد اسی عبارت میں لکھے ہیں وہ عقائد صحیح ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے نہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانا۔ جس کو میں اپنے بیان میں واضح کر چکا ہوں۔ اور قرآن کو آخر الکتاب مانا۔ بلکہ مرزا صاحب کی وحی آخر الکتاب بھی جائے گی۔ کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک وہی آخر الوحی ہوگی مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور قرآن کو آخر الکتاب سمجھے یا قرآن شریف کے احکام میں ایک شوشہ کا تغیر و تبدل کرے وہ جماعت مومنین سے خارج ہو کر محدود کی جماعت میں سے ہے۔ اس واسطے مرزا صاحب اس تحریر کے مطابق مومنین کی جماعت سے نکل کر محدود میں داخل ہو گئے۔ مرزا صاحب نے جہاں شرعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کا حوالہ میں نے کتاب در شہین صفحہ ۶ سے دیا تھا۔ اس صفحہ پر یہ الفاظ ہیں کہ دھما لا امان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے) لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اسی کتابوں میں یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔ صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور ان کے بعد مرزا نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند دینا میں آسکتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کی کتابوں کو اگر ایک جگہ جمع کیا جاوے۔ تو اس کے کئی جز نہیں۔ اور بعض احکام میں بھی تغیر و تبدل کیا ہے۔ جس کو میں اپنے بیان میں عرض کر چکا ہوں۔ لہذا مرزا صاحب صرف الفاظ کا اقتدار کرتے ہیں۔ معنی کا اقتدار نہیں کرتے۔ اس لیے کافر ہوتے۔ مرزا صاحب نے جس جگہ اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ اور اپنے منکر دل کو کافر قرار دیا ہے اور جس جگہ نبی کی تعریف بیان کی ہے۔ وہی نبوت حقیقہ کا دعویٰ ہے۔ جس کو مرزا محمود صاحب نے حقیقت نبوت میں اس طرح سے مفصل بیان کیا ہے۔ کہ انکار کی گنجائش نہیں اس پر کتاب حقیقت النبوة لکھی گئی جس میں مرزا محمود صاحب نے مرزا صاحب کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی حقیقی سمجھتے ہیں۔ مرزا محمود صاحب نے لکھا ہے۔ اگر حقیقی نبی کے یہ معنی ہیں۔ کہ سچا نبی ہو۔ جھوٹا اور بنا دئی نہ ہو۔ تب تو ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب حقیقی نبی نہیں ہیں مرزا صاحب نے کہا کہ جو شخص صاحب شریعت ہو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر براہ راست نبوتِ یاد سے یاں معنی نبوتِ ختم ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نبی اس کو کہتے ہیں کہ جو خدا کے اہلام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے تمہارا محققیت الہی کے صفحہ ۶۸ پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام موجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵ پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں۔ صفحہ ۱۲ میں کہتے ہیں کہ جب کہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت اور کیفیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امر و فیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ یہ تعریف نبوت حقیقی کی بھی سمجھی جائے گی اور مرزا صاحب کا منکر ویسا ہی کافر ہے۔ جیسا کہ اور انبیاء کا اور مرزا صاحب کی بعثت عام ہے اور ختم نبوت کا عقیدہ لہذا اور شیطانی ہے۔ اس وقت سے مرزا صاحب نے نبوت کے یہ معنی کئے تھے۔ جس پر نبوت کا الہام ہو وہ نبی ہے۔ مرزا صاحب نے جب یہ فرمایا کہ وہ نبی تشریف لے گئے ہیں اور شریعت کی تعریف بھی کر دی تو اب کوئی مرتبہ نبوت حقیقی کا باقی نہیں رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے آنے کا حدیثوں میں وعدہ ہے۔ جس کے متعلق میں کل اپنے بیان میں ذکر کر چکا ہوں۔ حضرت ہمدی کے آنے کا بھی وعدہ ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوگا۔ ۱۱ صدی کے شروع میں ایک مجدد کے آنے کے متعلق حدیث آئی ہے۔ مجدد کو نہ ماننے والے پر کوئی الزام عالم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ مجدد پر دعوے ضروری ہے نہ اس کے دعوے کو ماننا ضروری ہے اور نہ اس کے نہ ماننے سے کوئی کفر عالم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے شجرہ اہل کفر کیا ہے۔ اور یہ موجب کفر ہے کتاب ازالہ ادبائے میں یہ فقرہ اس کو ہم نے مانا کہ کمال درجہ دخول بہشت کا جو جہانی۔ روحانی دروں طور پر ہوگا۔ کہ وہ مشرکوں کے بعد ہوگا ایک مستحق کو عطا کیا جائے گا تقطیع مغیر صفحہ ۳۴۱ پر موجود ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ ادبائے کے صفحات ۱۴۹ اور ۱۵۰ پر جو کچھ لکھا ہے۔ وہاں درج ہے کہ یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔ اس سے قبل درج ہے کہ تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے۔ ازل یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔ اس سے ثابت ہو جائے مشرکوں کو نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۷ پر یہ الفاظ والحق حقیقۃ ان یحنت حق والناد حق وحشر الاجساد حق۔ لیکن یہ صرف الفاظ الفاظ ہی ہیں۔ صحیح معنی مراد نہیں ہیں جو کتاب بکے ازالہ ادبائے اب دکھائی گئی ہے۔ اس پر سال ۱۸۹۱ء لکھا ہوا ہے۔ کتاب آئینہ کمالات پر سال ۱۸۹۲ء

لکھا ہوا ہے۔ یہ حدیث ہے کہ قرآن شریف کے کئی کئی مطلب ہیں۔ مگر کوئی مطلب ایک دوسرے سے
 معارض نہیں ہو سکتا۔ اور جو مطالب ظاہر کے علاوہ ہیں۔ وہ لطاف اور اشارات کے درجہ میں ہیں۔ احکام
 شریعہ کے ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے۔ جو اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اس واسطے عقائد کی کتابوں میں
 لکھا ہے۔ کہ مخصوص کے ظاہری معنی میں کیا فرق ہے۔ اگر کوئی شخص ظاہری معنوں کو چھوڑ کر باطنی معنی بنائے گا
 جیسا کہ فرقہ باطنیہ نے ایسا کیا ہے۔ اس کی علامت نے تکفیر کی ہے۔ اس واسطے کہ اس بنا پر شریعت کا کوئی
 حکم باقی نہ رہے گا کہ اس بنا پر قرآن کی باریکیاں اگر مومنین اس قابل ہوں گے تو ان پر معارف کھلیں گے اور
 قابل نہ ہوں گے تو نہ کھلیں گے۔ لیکن کوئی معنی کسی پر اگر منکشف ہوں اور وہ اصولی شریعت کے مخالف ہیں۔
 وہ مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔ قرآن شریف کے متعلق جو حدیث کتاب مشکوٰۃ باب فضائل قرآن میں سے بیان
 کی گئی ہے۔ اس کی سند مجھول ہے خود اس کتاب میں درج ہے۔ اختلاف معانی پر کی صورت میں یہ دیکھا
 جائے گا کہ دونوں اختلاف کرنے والے ایک ہی مرتبہ کئے ہیں۔ اور کسی ایک کے معنی قطعی اور یقینی طور پر
 ثابت نہیں ہیں تو اس میں تکفیر نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ایک کی جانب دلائل قطعیہ ہیں یا اجماع ہے۔ اور پھر کوئی
 شخص اس کا خلاف کرے گا تو اس کا خلاف بالکل مجتہد نہیں ہوگا۔ بلکہ سافطہ ہے۔ کتاب شہادت القرآن کے
 صفحہ ۲۵ پر نفع ضرور ہونے کے متعلق یہ عبارت ہے۔ اور نفع ضرور دو قسم پر ہے۔ ایک نفع اضلالی اور نفع
 ہدایت جیسا کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ نفع فی الصور یہ آیتیں ذوالوجہ ہیں قیامت سے بھی تعلق
 رکھتی ہیں۔ اور اس عالم سے بھی لیکن اس عبارت سے قبل یہ الفاظ ہیں۔ بارہویں علامت مسیح موعود کا پیدا
 ہونا ہے۔ جس کو کلام الہی میں نفع ضرور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نفع حقیقت میں دو قسم پر ہے۔ ایک
 نفع اضلالی اور ایک نفع ہدایت یہاں مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود کا پیدا ہونا نفع ضرور سے بطریق
 استعارہ بیان کیا گیا ہے اور نفع حقیقت میں دو قسم پر ہے۔ ایک قسم اضلالی اور ایک نفع ہدایت۔ مطلب یہ
 ہوا کہ نفع کی کل دو قسمیں مرزا صاحب کے نزدیک ہیں۔ یا نفع گمراہی یا نفع ہدایت وہ نفع ضرور جس کے متعلق عام
 مسلمانوں کا اعتقاد ہے اس سے مرزا صاحب کا اٹکلہ معلوم ہوتا ہے۔ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں۔ وہ
 مرزا صاحب کے فرمانے کے مطابق سب شرعی تھے کیونکہ شریعت کے معنی مرزا صاحب نے بہ لٹے ہیں۔ کہ
 جس کی وحی میں امر یا نہی ہو اور ہر نبی کے لیے کم سے کم اس قدر وحی ضروری ہے۔ کہ لوگوں کو تبلیغ کرے
 کہ وہ اسے نبی مانے اور جو اسے نہ مانے وہ کافر ہے۔ جو شخص یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد نبی تشریف نہیں آئے گا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ نبی شرعی اور نبی حقیقی نہیں آئے گا۔ کسی مسلمان
 کا یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کی نبوۃ شریعہ آپ کے بعد باقی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ نبی ہو۔ اور صاحب کتاب

نہ ہو۔ لیکن مرزا صاحب کے قول کے مطابق یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی نبی ہو اور تشریف نہ ہو۔ مرزا صاحب کا یہ قول درمیان کی عبارت سے جو میں نے بیان کیا ہے سنا فہم ہوتا ہے کہ نبوت جو خدا کی طرف سے ہو وہ صرف شرعی نبوت ہے۔ اس کے سوا جو دعویٰ نبوت ہے وہ جھوٹا ہے انسان کا دل کے دھندلے سے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریف بند ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا کی طرف سے کوئی حقیقی نبی نہیں آسکتا۔ جس کو شریعت اور خدا نے نہیں کہا ہے۔ وہ نہیں آسکتا اس کے بعد جو دعویٰ ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ قرآن مجید کے جو احکام قطعی اور درست ہیں ان کے اگر کوئی حدیث مخالف ہو اور کوئی معنی صحیح اس کے نہ ہو سکتے ہوں۔ اور یہ حدیث تو اترا درجہ شہرت کو نہ پہنچی ہو۔ تو اس جھپٹ کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ اگر کوئی حدیث ایسی نہ ہو کہ اس میں اس کو لے لیا ہے۔ اور قبول کر لیا ہے۔ اور وہ کسی قطعی چیز کے مخالف نہیں ہے۔ اس حدیث کو لیا جائے گا اس تفصیل سے جو علم حدیث میں مفصل مذکور ہے۔

ثانی بعدی کے معنی مرزا صاحب نے خود یہ کہا کہ نہ کوئی اگلا نبی آسکتا ہے۔ اور نہ کوئی پچھلا نبی۔ مرزا صاحب نے بعدی کے معنی کوئی اور لیے ہوں۔ تو اگر وہ صحیح نہیں ہیں تو میں ان سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ جس کے معنی لغوی پیچھے کے ہیں اس معنی کے سوا یہ لفظ قرآن اور حدیث میں اگر نہیں استعمال ہوئے تو میں نہیں کہہ سکتا میں نے ثانی بعدی کے وہ معنی لیے جو مرزا صاحب نے لیے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے اس کو خاتم النبیین کی تفسیر قرار دے کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفسیر کی ہے۔ میں نے بعدی کے وہی معنی لیے ہیں۔ جو خدا نے کہے۔ اور خاتم النبیین کے منکر کو کافر قرار دیا۔ قرآن شریف میں بعدی کے معنی پیچھے ہی کے ہیں۔ چاہیے مرنے کے بعد ہوا اس وقت میں ہو۔ یا کسی وقت کے بعد مراد ہے احادیث کی بعض روایات ممکن ہے کہ بالعمی ہی ہوں اور بعض بالا لفظ ہی ہوں۔ اس کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو حدیث عمل نبوت کی اینٹ کے متعلق میں نے کل بیان کی تھی اس میں من قبلی کے الفاظ ہیں تیس دجالوں والی حدیث جو میں نے کل پیش کی تھی۔ اس کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ جن میں دجالوں کی تعداد نہ تک بیان کی گئی ہے جو شخص یہ کہے کہ ۲۰ دجال پورے ہر پچکے۔ تو یہ اس کا خیال ہے۔ ہم اس کے پابند نہیں۔ میں امام ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ مالکی شارح۔ صحیح مسلم کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ مگر اس کے دوسرے شارح ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف شری کو بھی نہیں جانتا ان دونوں کی رائے ہے کہ تیس دجال پورے ہر پچکے اس کے ساتھ وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ نلال نلال شخص ہیں۔ کہتے ہیں کہ تاریخ دان اگر دیکھیں گے تو ان کو ظاہر ہو جائے گا اس قسم کا جھوٹا قول اول توجہ نہیں۔ جو شخص آٹھ جلدوں میں مسلم شریف کی شرح لکھے تین سطریں لکھتا جن میں ۲۰ نام آجادیں جھوٹ کا موقف ہے۔ علاوہ ان میں تیس کے عدد سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے تمام دجالوں کا عدد بیان فرمایا ہے۔ یا بڑے بڑے دجالوں کا اس کے سوا کسی دجال میں نہیں کیا کہ ۲۰ میں ہوں گے۔ چنانچہ اس کی نظریں دوسری حدیث میں ملتی ہیں۔ س دجالوں والی حدیث مابعد کی ہر دو کتابوں میں ضعیف ہے۔

یعنی وہ طبرانی میں ہے۔ البتہ ابن ماجہ میں ملتی ہے۔ لیکن اگر ایک حدیث ضعیف ہو۔ اور پھر اس کے اور طریقے بھی آئے ہوں۔ تو اس میں فی الجملہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سترہ والی حدیث میں صرف یہ لفظ ہے۔ کہ وہ دجال ہوں گے۔ نبی نہیں ہوں گے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۵۶۴ پر خاتم النبیین کے لفظ کے ساتھ سابقین کا لفظ بھی ہے۔ لیکن وہاں یہ لفظ ہمارے مفید مطلب ہے اور ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر نہ ہوتا تو مراد ہی تھی۔ اس واسطے کہ خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلا نبی۔ پچھلا باعتبار سابقین کے ہوگا۔ یعنی پچھلا وہ ہے۔ جو سابق کے بعد آوے اور میں ہی نہیں کہتا مرزا صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا جائز رکھا جائے۔ تو بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء اور خاتم النبیین ٹھہریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی یہی ہیں۔ جو بیسوں میں سب سے پچھلا ہو۔ اور پچھلا باعتبار سابقین کے ہوگا۔ لہذا سابقین کا لفظ ضروری تھا۔ خاتم النبیین کے معنی یہ کہ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ سب سے پچھلے نبی ہوئے تب کسی شخص کو نبوت نہ ملے گی۔ حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی ثابت ہوئی ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا پچھلے بیسوں کا بند کرنا کوئی معنی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے یہ حدیث سنی ہے۔ کہ نبوۃ میں سے کچھ باقی نہیں رہا۔ سوائے دجالوں کے اس حدیث کو سننے کے بعد مدبرِ رُحی اللہ تعالیٰ عنہا کیسے اس کی قائل ہو سکتی ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی ہو سکتا ہے۔ ضرر ان کے کلام کا بھی مطلب لیا جائے گا کہ کوئی بدوین لاینبی بعدی کے عموم سے نفع اٹھاوے اور یہ کہ آپ کے بعد قدیم اور جدید کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس واسطے فرمایا کہ ایسا لفظ ہی حجت کہو۔ سیدھا لفظ کہو خاتم النبیین یعنی سارے بیسوں کے چھ آئے والے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا۔ خاتم النبیین کے موافق رہا۔ مخالف نہ رہا۔ یہ اعتراض کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ تو وہ نبی ہوں گے یا نہیں اگر نبی نہ ہوں گے۔ تو منصب نبوۃ سے معزول ہونا لازم آتا ہے تو کیا گناہ ہوا۔ کہ وہ معزول ہو گئے۔ اور وہ نہیں ہوں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوئے وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور نبی ہوں گے نبوت سے معزول شدہ نہیں ہوں گے جیسے انبیاء سابقین اس وقت نبی نہیں اس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت نبی

ہیں۔ مگر چونکہ عیسے علیہ السلام کو رسول الہی، نبی اسرائیل فرمایا گیا تھا۔ اب بھی وہ رسول الہی نبی اسرائیل ہی ہیں۔
 نہ وہ پہلے عمارتی طرف مبعوث تھے اور نہ اب نہ پہلے ہم ان کی امت تھے نہ اب۔ ہاں لا تفرق بین احد من
 رسلہ کے حکم سے ان کی نبوت کا ماننا ہم پر فرض ہے۔ اس رہے۔ اور رہے گا ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر وہ مضب
 نبوت پر نہیں ہوں گے۔ تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین میں فرق آدے۔ مرزا صاحب کا بنی ہونا
 بیشک آپ کے ختم النبوت کے مخالف ہے۔ خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہیں۔ کہ دجی آپ کے بعد منقطع ہے۔
 مجھے وحی کے منقطع ہونے کی دیگر آیات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ختم النبوت کی جس قدر آیات ہیں۔
 وہ سب وحی کے سلسلہ کو منقطع ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ لہذا بعدی کی حدیث جو تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہے
 اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دجی آپ کے بعد منقطع ہے۔ دوسرا آپ نے فرمایا کہ میرے بعد رجال
 آئیں گے۔ اس دجی وحی منقطع ہونا ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرا یہ فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں کچھ باقی نہیں
 ہے۔ اور یہی بیشتر احادیث ہیں۔ وہ وحی جو محض بالنبوت ہے۔ جب نبوت بند ہوگئی۔ تو وہ بھی بند ہوگئی
 اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے مگر وحی دہی
 ہو جو دجی نبوت ہے۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ مطلق دجی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا گیا۔ قرآن سے ثابت ہے۔
 کہ شہد کی مکینوں کو بھی وحی جوتی ہے بعض جگہ پر مجازاً الہام کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے انقطاع کا بھی
 دعویٰ نہیں۔ دعویٰ صرف اس قدر کہ وحی نبوت منقطع ہے اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اگر
 دعویٰ وحی کی تصریح نہ ہو۔ جب بھی کافر اور اگر دجی نبوت کا دعویٰ کرے اگرچہ نبوت کا دعویٰ
 واقعاً نہ ہو۔ مگر چونکہ دجی نبوت نبی کو ہوگی۔ لہذا وہ بھی کافر ہوگا۔ منیمہ انجام اتھم کے حاشیہ صفحہ ۶
 کے شروع میں یہ فقرہ ہے۔ ایک مردہ پرست شخص مسیح نام نے فح مخڑھ تحصیل بشالہ ضلع گورداس پور
 سے پھر اپنی پہلی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے۔ اس سے
 جا کر یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔ کہ اس نادان اسرائیلی نے الفاظ ہاں ہاں
 آپ کو بدزبانی عادت تھی۔ اس سے قبل یہ الفاظ ہیں۔ کہ متی انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی عقل
 بہت ہوتی تھی۔ اس کے آگے کے الفاظ مرزا صاحب کے اپنے معلوم ہوتے ہیں۔ صفحہ ۶ پر ایک فقرہ
 ہے۔ کہ ایک فاضل یا حدی صاحب فرماتے ہیں۔ لیکن اس فقرہ کو گالی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ گالی مسزا
 صاحب کی اپنی طرف سے ہے۔ کتاب حوائن الاسرار کو میں نے اب دیکھا ہے۔ اس کے صفحہ ۷ پر یہ عبارت
 ہے۔ کہ ان چار میں میں گنہگار ہیں۔ میں نے داد سے زنا کیا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے
 اپنی کتاب میں یہی الفاظ نہیں لکھے۔

سوال عدالت :-

مرزا صاحب نے کتاب انجام آتھم صفحہ ۹ پر کہا کہ یسوع کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں اور کہ انہوں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں۔ مسیح کو نہیں دیں۔ میں نے تو مسیح المرام کی عبادت سے یہ ثابت کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک اگر یسوع اور مسیح ایک ہیں۔ اور اسی مضمون کو میں نے مسیح مجھن سے بھی ثابت کیا ہے۔ کہ یہاں یسوع مسیح ان مریع مرزا صاحب کے نزدیک ایک ہے۔ یہ فوٹو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ اس کے تحت کی عبادت پڑھی ہے۔

کشتی نوح میں جہاں یہ عبادت ہے۔ کہ بیٹے علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس حاشیہ میں یہ الفاظ ہیں۔ کہ قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس کتاب میں قرآن شریعت کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کیا گیا ہے اس کتاب کے جس حاشیہ سے میں نے حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس حاشیہ کو پورا دیکھا ہے۔ اور اس سے جو کچھ میں نے نتیجہ نکالا وہ میں نے بیان کر دیا ہے۔ اور اس سے جو کچھ میں نے نتیجہ نکالا وہ میں نے بیان کر دیا ہے میرے لیے ضروری نہ تھا کہ میں تمام کتاب پڑھتا۔ میں نے حضرت انسؓ کے الاسرار کلی دیکھی ہے۔ اس سے پہلے نہیں دیکھی کتاب ازالہ ادھام صفحہ ۳ کا حوالہ میں نے دیا تھا اس کے آگے کے الفاظ ہیں۔ کہ اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے۔ دیکھو کتاب۔ بقا باب ۲۲۔ تقطیع خود دس صفحہ ۸ و تقطیع کلکل صفحہ ۱۷ اس عبارت کے بعد یہ الفاظ ہیں۔ کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح میں اختیاری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کو خیال ہے۔ کوئی معجزہ دکھاتے۔ اس کے آگے مئی باب بارہ آیت ۱۔ ۱۲ کا حوالہ بھی ہے۔ میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے۔ اس سے ان عبارتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے یہ پیش کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب کی طرف سے جو اس توہین اور گالیوں کا یہ جواب دیا جاتا ہے۔ کہ یہ عیسائیوں کو الزامی جواب دیا ہے۔ یہ غلط ہے اس واسطے کہ ازالہ ادھام صفحہ ۳ پر مرزا صاحب نے مولیوں اور خنک زاہدوں کو یعنی مسلمانوں کو مخاطب کر کے پھر عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کئے ہیں۔ جہاں خنک مولیوں اور زاہدوں کو مخاطب کیا ہے۔ اور جو فقرے میں نے اپنے بیان میں لکھوائے ہیں کہ وہ میری رائے میں ایک ہی سلسلہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ نبی ہوئے۔ مولیٰ علیہ السلام شریعت کا علم سیکھنے کسی سے نہیں گئے تھے۔ دین سیکھنے کے لیے نہیں گئے۔ مرشد سے مراد میں سچی باتیں لیتا ہوں۔ اور سچی باتیں وہ سیکھنے گئے تھے۔ کتاب دافع البلاء کے آخری صفحہ کی عبادت جو میں نے لکھوائی ہے۔ اس سے ماقبل یہ الفاظ ہیں۔ جن لوگوں نے ان کو خدا بنایا۔ جیسے عیسائی۔ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کوئی راست باز آدمی موجود تھا یا نہ قرآن شریف میں جو یہ آیا ہے کہ کھیلے

سب فیض محمدی ہیں اس کا حاصل یہ نکلا کہ نوٹ - ابراہیم - عیسیٰ - موسیٰ - علیہم السلام وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں پہلے بھی آئے پھر بھی ایسے ہی متیقہ نبیوں کا آنا قیامت تک باقی ہے۔ جو مرزا صاحب کے اقرار سے اور تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے۔ کتاب توضح المرام تفتیح خورده صفحہ ۲۲ پر یہ عبارت ہے کہ لیکن اگر اس جگہ یہ استفادہ ہو..... چہ ہائے کہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔ یہ قول مرزا صاحب نے کسی زمانہ میں کیا ہوگا۔ مگر مرزا صاحب کا جو آفری عقیدہ ہے۔ وہ اس کے بالکل مخالف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کتاب توضح المرام کب لکھی گئی۔ مرزا صاحب یہ دعویٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں ہی محمدؐ اور عین ہی احمدؑ ہوں۔ میں وہی محمد ہوں۔ جو بروزی رنگ میں دوبارہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمدؐ کو ہی ملی کسی اور کو نہیں ملی۔ اور پھر مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا جیسے ان کے سامنے ازادوں نے نقل کیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بعثت کو ہلال سے تعبیر کیا۔ اور بعثت ثانیہ کو بدر سے اور ظاہر کہ بدر اعلیٰ اور اکمل ہے۔ ہلال سے تو مرزا صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کا بھی دعویٰ کیا۔ اور افضلیت کا بھی دعویٰ کیا۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ بیان پہلے کے متناقض اور مخالف ہے۔ کتاب توضح المرام کے صفحہ ۲۳ پر جو اشعار چڑھے گئے جو موجود ہیں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے اشعار ہیں یا کسی اور کے کتاب ائینہ کمالات کے صفحہ ۳۸۷ پر یہ الفاظ ہیں کہ ماقتدا تاد سولنا خیر الرسول و افضل المرسلین۔ و خاتم النبیین و افضل من قل من باقی و ہلہ۔

لیکن یہ لفظ لفظ ہیں۔ ان کا معنی مقصود نہیں کتاب ایک نقلی کا ازالہ تفتیح خورده صفحہ ۱۰ و ۱۱ پر یہ عبارت ہے کہ بجلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے..... بعض حدیثوں میں کہ مجھ میں سے ہوگا۔ مرزا صاحب کے ہاں دونوں فقرہوں میں کہ میں علیؑ طر پر محمد ہوں۔ اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کوئی فرق نہیں میرے نزدیک یا علیؑ کوئی اصطلاح نہیں۔ میں میں ہی محمد ہوں۔ یا میں محمد ہوں۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں محمد یا عین ہی محمد ہوں۔ اور اگر اس کے قائل کا مسلمان ہونا معلوم ہے۔ ادھر یہ بھی معلوم

ہے۔ کہ اس کی اس سے عرض واقعی نیست یا نبوت ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ کوئی معنی مجاہدہ ہیں توہ مسلمان ہے۔ اور اگر اسے مستحکم کا حال معلوم ہی نہیں یا حال معلوم ہے۔ اور اس کے کلمات بھی کفریہ ہیں۔ اور وہ قطعاً دینیاً مرتد ہو چکا ہے۔ یا اس کی عرض اس کلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعویٰ مساوات یا اپنی نبوت کا ثابت کرنا ہے تو وہ شخص بے شک قطعاً کافر ہے۔ ایک ہی کلام دو شخصوں کا ہو۔ اور ان دونوں شخصوں کا حال یکساں ہو تو بے شک حکم ایک ہی ہوگا۔ لیکن جب دونوں کے حالات مختلف ہیں۔ تو جو مستحکم کی مراد معلوم ہوگی۔ اس کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ ان فقرہ جات کا کہ میں محمد ہوں۔ یا کہ میں عین ہی محمد ہوں۔ یقینی مطلب جب تک متعین نہ ہو اور مستحکم کا حال معلوم نہ ہو تب تک

اس پر کوئی خاص متکم کے لیے حکم نہ دیا جائے گا۔ کلمہ کفر ہونا اور چیز ہے۔ اور متکم پر حکم کفر لگانا اور چیز ہے۔ یہ کلمہ بلیغ کفر کا ہے۔ مگر خاص متکم پر حکم لگانے کی وہ تفسیر ہے۔ جو اوپر بیان کی گئی بہت سے مونیوں سے اتالیق اور سبحانی و ما اعظم شانی اور اس قسم کے کلمات مذکور میں جو اپنے معنی کے لحاظ سے کفر ہیں۔ مگر چونکہ متکم کا حال معلوم نہیں کہ اس نے حالت سکون یا مغلوب الحال ہو کر کہا ہے۔ اس واسطے ایسی صورتوں میں تکفیر سے بڑی احتیاط کی گئی ہے تاہم بعض وقت تحفظ شریعت کے لیے قتل کفر بھی دیے گئے۔ اور بعضوں کو قتل بھی کیا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا جو کلمات کتاب مذکورہ اولیاء سے بایزید بسطامی کے نام کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ کسی دلی کامل اور متقی پر پرہیزگار کی نسبت کسی کلمہ کفر کا نسبت کرنا جب تک با روایت صحیح ثابت نہ ہو جائے۔ جائز نہیں اگر عبادت ہو جائے۔ تب اس میں وہ تفصیل ہے۔ جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ بادشاہ کو ظلم اللہ کہا جاتا ہے اگر اس کے نزدیک معنی مجانی یا تفاق مرادیں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے ادھر یہ دعوے کسے کہ ظلم اور ذی ظلم ایک ہوتا ہے۔ اور چونکہ حدیث میں یا قول میں سلطان کو ظلم اللہ کہا گیا ہے۔ لہذا میں عین ہی خدا ہیں۔ یا تم میرے لیے نماز پڑھو اور عبادت کرو۔ ورنہ تم کافر ہو جاؤ گے جیسا کہ خدا کے انکار کرنے سے کافر ہونے ہو تو ایسا شخص ظلم اللہ کہنے والا قطعاً کافر ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے ظل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو کہہ کر یہی چیزیں ہم سے منوانے کا دعوے کیا۔ کہ جو رسول اللہ کے لیے تھیں۔ اگر کوئی مدعی نبوت دعوے نبوت کر کے کسی نبی کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔ حدیث بخاری باب بنی اسرائیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جھوٹ ہوئے ہیں۔ لیکن ان کو جھوٹ کہنا با اعتبار ظاہر کے ہے۔ درحقیقت میں ایک بھی جھوٹ نہ تھا۔ قول فہیل سے منفر ہم پر یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں دکھے مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر متم ہو چکے ہیں۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لیے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر ابہام پر توڑ دیتے رہیں گے۔ یہ قول مرزا صاحب کا یہ بتانا ہے کہ اب فقط مجدد آئیں گے۔ جیسا کہ مرزا صاحب سے پہلے بہت سے مجدد گندہ چکے اب جو مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں۔ اور دروازہ نبوت کا کھولتے ہیں۔ اور ہزاروں نبیوں کے آنے کو جائز فرماتے ہیں۔ اس قول سے مرزا صاحب کافر ہوئے۔ اور دونوں قول متعارض ہوئے تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ صدیق تھے۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ یہ صفت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اس واسطے ان کو یہ لقب دے دیا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس صدیق نہ تھے۔ اگر ایک خاص صفت۔ کوئی دوسروں سے بڑھ جاتے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں میں یہ صفت نہیں آ سکتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی صدیقہ کا لقب دیا گیا۔ حضرت علیؓ کم اللہ وجہہ کو بھی بعض روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق

کہلے۔

(نوٹ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صدیق لقب دیے جانے کے متعلق حوالہ طلب کیا گیا۔ چونکہ غیر متعلق ہے اس لیے گورہ سے نہیں پوچھا گیا۔ علامہ اسی کا بنیاد بنی اسرائیل کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی سند میں گفتگو ہے۔

(محمد اکبر)

حضرت شیخ احمدی سرہندی مجدد ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد ہوں گے۔

سوال مکرر۔ میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی نسبت جی کی کتاب کے تحت کل جھ سے دریافت کیا گیا تھا۔ تحقیق کی ہے۔ مرزا صاحب انجام آتم صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں۔ کلاب ہم ان مولیوں۔ حابیوں کے نام قول میں لکھتے ہیں۔ کہ بن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہتے ہیں۔ مگر مفتری اور کلاب۔ اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور ملذنین مباہلہ کے لیے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں۔ جو مکفر یا مکذب ہیں۔ ان کے ساتھ مرزا صاحب نے دو گروہوں کی فہرستیں دی ہیں۔ ان فہرستوں کا عنوان یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو مباہلہ کے لیے مخاطب کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں۔ اس فہرست میں ہندوستان کا کوئی بڑا مولوی ایسا نہیں جس کا اس میں نام نہ ہو۔ ہندوستان کے علاوہ ہنگوڑ۔ دیو پور۔ پالم۔ تنک کے علماء بھی اس میں شامل ہیں۔ علاوہ نام ختم کرنے کے بعد سجادہ نشینان کے نام لکھے ہیں۔ اس فہرست میں غلام فرید صاحب جیسی چاچران علاقہ بہاولپور کا نام ۵ نمبر پر ہے۔ ان کا نام صفحہ ۷۱ پر ہے۔ اور ۷۲ صفحہ پر ہی سلسلہ چلا گیا ہے آخر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن اگر اتفاقاً

کسی صاحب کو نہ پہنچا تو وہ اطلاع دیں تاکہ یہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جاوے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مکفر اور مکذب سمجھے تھے۔ جو کلمات حالت سکون میں بعض اولیاء سے نکلتے ہیں۔ ایسی حالت سکون انبیاء پر طاری نہیں ہوتی۔ کوئی کلمہ خلاف شریعت اور خلاف احکام خداوندی انبیاء علیہم السلام نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ مجسمہ ہدایت ہوتے ہیں اور ہدایت ہی کے لیے آئے ہیں اگر ان کے کلام میں وہ چیزیں جھس ہوں جو خلاف شرح ہیں تو انہیں علیہم السلام علی الاطلاق یقین نہیں دینے کے۔ کہ ہر چیز میں جو ان سے مخصوص نہیں ہے۔ ان کی اتباع کی جائے۔ یعنی علیہ السلام کے ساتھ مرزا صاحب نے جو نیا ک قصے منسوب کئے۔ ہیں۔ وہ قرآن میں نہیں ہیں۔ جرح مکرر۔ صفحہ ۶۹ باقی باقی عبارت سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خواجہ غلام فرید صاحب کو مباہلہ کے لیے بلایا گیا۔ نتیجہ انجام آتم ص ۳۸ و ۳۹ پر خواجہ غلام فرید صاحب کے ذکر کے ساتھ

جو خط خواجہ صاحب کا نقل کیا گیا ہے۔ یہ بد دل شہادت کے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ
خط خواجہ صاحب کا اپنا تحریر شدہ ہے۔ سن کر دست تسلیم کیا۔

(دستخط صاحب مجلس محمد اکبر)

بیان امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب گواہ مدنیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر یوں فرمایا ہے :-
 ”اِنَّ اِبْرٰهٖمَ کَانَ اٰتٰہٗ“ بے شک ابراہیم امت تھے یعنی اپنی ذات کے لحاظ سے تو ایک فرد تھے لیکن کام کے لحاظ سے ایک امت کے برابر انہوں نے کام کیا یعنی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس امت محمدیہ علیہ التَّحِیَّۃ وَالصَّلٰوۃ وَاِسْلَام کے ان جامع افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے بیک وقت مختلف محاذوں پر کام کیا اور جن کے نور معرفت نے ہر شعبہ زندگی میں برقی لہر دوڑا دی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہم اجمالی طور پر مختصر ختم نبوت کے سلسلے میں حضرت شاہ صاحب کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں

ختم نبوت کے سلسلہ میں کام کرنے کے کئی تھے ایک تو یہ تھا کہ خالص علمی انداز میں رد مرزائیت کے لئے علماء کی جماعت ہو جو نہایت سنجیدگی اور عنایت سے اس کام کو سرانجام دے ایک صورت یہ تھی کہ شعلہ نوا خطباء اور مقررین کی ایک کھیپ تیار کی جائے جو اپنی شعلہ نوا کی اور آتش بیانی سے عوام کو اس تحریک کے خفیہ مقاصد سے آگاہ کرے اور حسب ضرورت قربانی سے بھی گریز نہ کرے۔ ایک پہلو کا کرنے کا یہ تھا کہ کسی ایک بڑی شخصیت کو رد مرزائیت کا مبلغ بنادیا جائے جس کا ایک ایک لفظ خرم قادیانیت کے لئے صاعقہ برقی ثابت ہو ایک انداز کام کرنے کا یہ تھا کہ اگر مرزائی متکلمین تحریک کے ذریعے تبلیغ کریں تو ان کی مقابلہ کرنے والے تحریک میں ان کا جواب دیں ایک شیخ کام کرنے کا یہ تھا کہ مناظرہ میں ان کو شکست دی جائے

بد نظر غائر دیکھا جائے تو حضرت شاہ صاحب نے ان تمام محاذوں پر بطور خود سالار اعلیٰ کے فرائض انجام دیئے اور ہر موقعہ و جگہ کے لئے کام کرنے والے افراد کی تربیت کی اور ان کو آگے لائے

علمی میدان میں شاہ صاحب نے علماء کے لئے عربی اور فارسی میں مختلف رسائل کچھ جو رد مرزائیت میں اہولی انداز پر حرف آخر ہیں اور اسی طرح علماء کی تربیت کی کہ وہ اس محاذ پر علمی رنگ میں کام کریں چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح حضرت مولانا سید محمد بدیع عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رح حضرت مرتضیٰ حسن صاحب رح جیسے لگاتار در اہل قلم کو اس طرف متوجہ کیا عوامی سطح پر کام کرنے کے لئے مجلس احرار اسلام کو متوجہ کیا انجن خدام الدین لاہور کے جلسہ میں اردو زبان کے سب سے بڑے عوامی خطیب اور شعلہ نوا جادو بیان مقرر مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو اس بارے میں امیر شریعت کا خطاب دیا اور سب سے پہلے خود ان کی بیعت کی اور اسی مجلس میں پانچ سو جدید علماء نے حضرت

کی اقتداء میں بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دنیا اس پر شاہد ہے کہ حضرت امیر شریعت کی قیادت میں مجلس احرار نے رد مرزا نیت پر جو کام کیا وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے آخر کام بہ تھا کہ اگر کہیں مرزائی مبلغ مناظر کا ٹھیل لکھیں تو اس میدان میں بھی ان کی سرکوبی کی جائے۔

فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور عام مسلمانوں نے جو فنی مناظرے ناواقف تھے مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان مناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہو سکتی تھیں دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب کے مشورہ سے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا محمد بدیع عالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام تجویز ہوئے یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو مرزائیوں کی شرائط کا علم ہوا کہ انہوں نے کسی دلیل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ لیا ہے اب وہ دہی صورتیں تھیں کہ یا تو ان شرائط پر مناظرہ کیا جائے یا پھر انکار کر دیا جائے پہلی صورت مضر تھی دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے سبکی کا باعث ہو سکتی تھی انجام کار فنی شرائط پر مناظرہ کرنا منظور کر لیا گیا اور حضرت شاہ صاحب کو تار دے دیا گیا اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہو گیا اور عین اس وقت دیکھا گیا کہ حضرت شاہ صاحب یہ نفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لارہے ہیں انہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا کہ جائیے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوائی ہیں اتنی شرائط اور من مانی گلوں ہمارے طرف سے کوئی شرط نہیں مناظرہ کرو اور زندگی قدرت کا تماشہ دیکھو چنانچہ اس بات کا اعلان کر دیا گیا اور مفتی صاحب نے مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا سید محمد بدیع عالم صاحب نے مناظرہ کیا اس میں مرزائیوں کی جو حرکت تھی اس کی گواہی آج بھی فیروز پور کے درو دیوار دے سکتے مناظرہ کے بعد شہر میں جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے تقریریں کیں یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار کی نوعیت رکھتی ہیں بہت سے لوگ جو قادیانی دھم کا شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ اور جلسہ کے بعد اسلام پر واپس لوٹ آئے۔

۱۳۱۳ھ میں حضرت شاہ صاحب نے پنجاب کا ایک وسیع دورہ کیا تاکہ مختلف مقامات پر قادیانیوں نے قادیانی منطق کا جو حال بچھا رکھا ہے اس کا تار پور کھیرا جائے چنانچہ حضرت علامہ

شبیر احمد عثمانی، مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا قادری محمد طیب صاحب، مولانا سید محمد بدیع عالم صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ عین کی محبت میں حضرت شاہ صاحب پنجاب کے درے پر نکلے یہ علم و عمل کے پائے اور فضل و دلالت کے سمندر لدھیانہ امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات اور راولپنڈی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ اور کوئٹہ وغیرہ میں جلسوں میں مرزائیوں کو لکڑا کر تے پھرے مرزائی دھم جو آئے دن اہل اسلام کو مناظروں کے جلیج کرتے پھرتے تھے ایسے چھپکے کسی ایک جگہ بھی چہرہ نہ دکھایا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔

بہاولپور کا معرکتہ الآراء تاریخی مقدمہ | ۱۹۳۲ء کی تیسری سہ ماہی میں حضرت شاہ صاحبؒ بوجہ علالت چند ہفتوں کے لیے ڈابھیل سے دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے جب طبع

مبارک تدریس و بصیحت ہوئی تو ڈابھیل مراجعت فرماتے کا عزم فرمایا۔ اور رخت سہرتیا رکھا کہ اچانک حضرت شیخ الجامعہ صاحب کا صحیفہ گرامی موصول ہوا جس میں اہلایان بہاولپور کی اس آرزو کا اظہار تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور تشریف لائے مگر دباطل کے اس مقدمہ میں شہادت قلمبند کرائیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈابھیل کا سفر معرض التوا میں ڈال کر بہاولپور کا قصد فرمایا اور باوجود پیرانہ سالی و شدید ضعف و علالت کے دیوبند سے بہاولپور تک کا معصوب انگیز سفر اختیار فرمایا۔ اور ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء بروز جمعۃ المبارک سرزمین بہاولپور کو قدم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہاولپور آمد کے ساتھ ہی تمام ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہو گئیں اور اس نے لافانی شہرت اختیار کر لی۔ پنجاب اور سندھ کے اکثر علماء دین بہاولپور پہنچ گئے۔ آپ کی قیام گاہ پر بہ وقت زائرین کا ازدحام رہتا تھا۔ ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء کو جب یہ اس المحدثین اپنی شہادت قلمبند کرنے عدالت میں پہنچا تو مکرمہ عدالت ذی علم علماء دین و مشاہیر و وزراء و کاربن قوم سے مکمل طور پر محو رہا۔ عدالت کے باہر میدان میں عوام کا ایک جم غفیر موجود تھا جس میں اہل ایمان کے علاوہ اہل ہنود بھی شامل تھے اور ہر شخص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات گرامی سننے کے لیے مضطرب تھا۔ آپ کا یہ بیان ۲۸ اگست ۱۹۳۲ء تک جاری رہا جبکہ ۲۹ اگست کو جلال الدین شمس حق دفرقہ ثانی نے آپ پر جرح کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل پانچ وجوہ پیش کر کے مرزا قادیان اور اس کے متبعین کی تکفیر کا ثبوت پیش فرمایا:

۱۔ دعویٰ نبوت (دعویٰ شریعت) ۳۔ توہین انبیاء علیہم السلام (۴) انکار تورات و ضروریات دین (۵) سب انبیاء علیہم السلام

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے مرزا قادیان کی باطل نبوت اور فتنہ خیز مرزا سید کا کفر و ارتداد اولیٰ سے عالم میں ابھیں من اٹھ کر دیا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان علم و عرفان کا ایسا بحر ذخار ہے جس کی گہرائیوں میں گراں قدر اور بے بہا موتی بھرے ہوئے ہیں۔

مقدمہ بہاولپور کے ساتھ ویسے تو بہت سے تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ تاہم ان گرامی کی بہرہ اندوزی کے لیے یہاں پر صرف دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ مورخہ ۲۹ اگست کو جب جلال الدین شمس حق دفرقہ ثانی نے حضرت شاہ صاحبؒ پر لالچنی جرح کر رہا تھا تو حضرت شاہ صاحبؒ موصوفہ زبان مبارک سے ”غلام احمد جتوئی“ کا لفظ نکلا جس پر مختار مدعا علیہ نے شدید احتجاج کرتے ہوئے جرح بند کر دی اور عدالت سے درخواست کی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو حکم فرمایا جائے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ عدالت کا مکرمہ علما، فضلاء و مشاہیر سے کچھ کچھ ہوا اتفاقاً ان حضرات نے شاہد کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ایک خاص کیفیت وجد طاری ہو گئی۔ چہرہ مبارک نور سے متور ہو گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک جلال الدین شمس کے کانڈھے پر رکھ کر فرمایا: ”ہاں ہاں غلام احمد جتوئی ہے دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ جہنم میں کیسے جل رہا ہے۔“

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان العامی کلمات سے مرزا یوں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جلال الدین شمس نے فوراً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دست مبارک اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور کہنے لگے کہ اگر آپ مرزا صاحب کو جہنم میں جلتا جواد کھا بھی دیں تو میں اسے شیعہ بازی کہوں گا۔

بقضل تعالیٰ آج بھی بہاولپور میں بالخصوص اور ریصغر میں بالعموم ہزاروں افراد موجود ہیں جو اس تاریخی واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

۲ — ۲۶ اگست ۱۹۳۲ء کو یوم جمعۃ المبارک تھا۔ جامع مسجد لہلاق بہاولپور میں آپ نے جو کئی نماز ادا فرمائی تھیں، مسجد کے اندر تکی دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قرب دجوار کے لگی کچے نمازیوں سے بھر سم ہوئے تھے ناد کے بعد آپ نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: ”میں بڑا میر غوثی کے مرض کے غلبے سے نیم جاں تھا اور ساتھ ہی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں پھیل کے لیے پاب رکاب کراچا ہک شیعہ العیاض صاحب کا مکتوب مجھے ملا جس میں بہاولپور کا تقدس میں شہادت دینے کے لیے لکھا گیا تھا، اس نے سوچا کہ میرے پاس کوئی زاد راہ تو ہے نہیں شاید یہی چیز ذریعہ نجات بن جائے کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا جانبدار بن کر یہاں آیا ہوں۔“ یہ سن کر مجمع بھرا رہا ہو گیا۔ ایک شاگرد مولانا عبدالحسان ہزار دی آہ دہکا کہ تے ہوئے کھڑے ہو گئے اور مجمع سے بولے کہ اگر حضرت کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں تو پھر اس دنیا میں کس کی مغفرت متوقع ہوگی؟ اس کے علاوہ کچھ اور بلند کلمات حضرت کی تعریف و توصیف میں عرض کیے جب وہ بیٹھ گئے تو پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ:-

”ان صاحب نے ہمارے تعریف میں مبالغہ کیا۔ حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا تہا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم تحفظ نعمت بہت نہ کر سکیں رکالات انور۔“

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ختم الانبیاء کے خصوصی مقام اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد عبدالقادر آزاد
چیرمین
مجلس علماء پاکستان
خطیب بادشاہی مسجد لاہور

۲۵ اگست ۱۹۳۲ء

باقرا صالح

بہان گواہ مدنیہ

سید محمد انور شاہ دولہ معظم شاہ ذات سید مسکنہ کشمیر ۵۵ سال

ایمان کہتے ہیں کسی کے قول کو اس کے اعتقاد پر باور کریں۔ اور غیب کی خبروں کو انبیاء کے اعتقاد پر باور کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔

اور کفر کہتے ہیں۔ حق ناشناسی اور منکر ہو جانے کو یا مکر جانے کو۔

ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے۔ یا تواتر سے یا خبر و حد سے۔

تواتر سے کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی ثابت ہوئی ہوئی کریم سے اور ہم تک پہنچی ہو علی الاتصال کہ اس میں احتمال خطا کا نہ ہو۔

تواتر ہمارے دین میں چار قسم کا ہے۔

حدیث مَعْنِ کَذَبَ عَلٰی مُتَعَدِّیٍّ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

(پہلی قسم) یہ حدیث متواتر ہے اور تیس صحابہ سے پسند صحیح مذکور ہے۔ اس کو تواتر اسنادی کہا جائے گا۔

نزدول مسیح میں چالیس حدیثیں صحیح ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہ متواتر ہیں۔ (اگر اس کا کوئی انکار کرے تو)

وہ کافر ہے۔ دوسری قسم تواتر طبقہ۔ (کہ جب) یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے کیا۔ بلکہ یہی معلوم ہو کہ کھلی نسل نے

اگلی سے سیکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر۔ اس تواتر کا منکر اور مخرب بھی کافر ہے۔ مسواک کا ثبوت بھی دونوں طرح

سے متواتر ہے۔ اگر کوئی (مسواک) ترک کر دے تو چنداں دباں نہیں اور اگر اس کا کوئی انکار کر دے علم دین سمجھ کر تو وہ

کافر صریح ہے۔

اگر کوئی شخص کہہ دے کہ جو حرام ہیں تو وہ کافر ہے۔ بحسب شریعت محمدیہ (جو کھانا) کوئی بڑی چیز نہ تھی۔ لیکن

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھائے اور امت اب تک جو کھاتی آئی ہے۔ اس تواتر قطعی کا انکار کفر ہے۔

تیسری قسم تواتر کی۔ تواتر قدر مشترک سے۔ حدیثیں کئی ایک خیر واحد آتی ہوں اس میں قدر مشترک متفق

علیہ وہ حصہ حاصل ہوا جو تواتر کو پہنچ گیا۔ مثال اس کی کہ معجزات نبی کریمؐ۔ کچھ متواتر ہیں۔ اور کوئی (کچھ) اخبار

احاد ہیں۔ لیکن ان اخبار احاد میں ایک مضمون مشترک ملتا ہے۔ کہ وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کا انکار بھی ویسا ہی

لے جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے

کفر ہے۔ جیسے پہلی دو قسم کا جو تھی قسم تو اترا تو اتر ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ نسل نے نسل سے لیا ہو۔ جیسا ساری امت اس علم میں شریک رہی کہ خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ تو اترا اس طرح سے ہے۔ کہ بیٹے نے باپ سے لیا اور باپ نے (اپنے) باپ سے لیا۔ اس کا انکار بھی صریح کفر ہے۔ اگر متواترات کے انکار کو کہہ نہ کہا جائے۔ تو اسلام کی کوئی حقیقت قائم نہیں رہ سکتی اور نہ کسی اور یقینی چیز کی، ان متواترات میں تاویل کرنا مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے۔ رد ہے اور مسموع نہیں ہے۔

متواترات کو تاویل سے پلٹنا کفر ہے۔

میں نے اپنی کتاب فقہیۃ الاسلام کے صفحہ اول پر متواترات کے پلٹنے کی مثال دی ہے۔ اس کا نام باطنیت ہے۔ اسی کا نام مذہبیت اور الحاد ہے۔

کفر کبھی قولی ہوتا ہے۔ اور کبھی فعلی ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے اور تیس سال چالیس سال کے بعد ایک دفعہ بت کے آگے سجدہ کرے تو وہ کافر ہے۔ اور نازک غارت سے بزدل ہے۔ یہ کفر فعلی ہے۔

کفر قولی یہ ہے۔ کہ مثلاً یہ کہہ دے کہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے۔ صفوں میں یا فعل میں یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبیا پیغمبر آئے گا یہ کفر قولی ہے۔

کوئی شخص اگر اپنے مسادقے سے کہہ دے کہ کلمہ بکا۔ تو وہ کوئی چیز نہیں۔ اسناد اور باپ سے (یہ کلمہ) کہہ دے۔ تو اسے عاق کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے۔ تو یہ کفر صریح ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ پیغمبر سے اگر مغفرت کی دعا کرو تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اس کو بھی پیغمبر کے مقابلے میں قرآن نے کفر قرار دیا ہے۔

کوئی شخص اگر بغیر نیت کے بطور ہنسی کھیل کے کلمہ کفر کہتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ اگر سبقت لسانی ہوئی تو یہ معاف ہے۔

اس کی تائید میں آیت: **لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ عَابِدَانِ** (سورہ توبہ رکوع۔ ۱۰ پارہ ۵ سوال)

اور **لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ** (سورہ توبہ رکوع ۸ پارہ ۵ سوال)

ان دفعات (اسلامیہ) سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں (جو) انکار کرے تو وہ خدا کا باغی ہے۔ اور اس لئے بے شک کہا انہوں نے لفظ کفر اور منکر ہو گئے۔ ممان ہو کر اور کہا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی تھی پہلے مت تاؤ تم کافر ہو گئے اہل ایمان کے پیچھے۔

کی سزا موت ہے۔

اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے۔

علمائے دیوبند اور علمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے۔ قانون کا نہیں۔

مرزائی مذہب والے (مرزا) نے ہمارے دین کے بہت سے اصولوں کی تبدیلی کر دی ہے۔ اور بہت سے اسمائے کامی بدل دیا ہے۔

نبوت کے ختم ہونے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں۔ اور قرآن مجید ہے۔ اور اجماع بالفعل ہے اور مرسل الہی نے پچھلی سے اس کو لیا ہے۔ اور کوئی مسلمان جس کو تعلق ہوا اسلام کے ساتھ، وہ اس عقیدہ سے غافل نہ رہا۔

اس عقیدہ کی تحریف کرنا اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اگر کوئی آیت قرآنی ہو اور اس کی مراد پر اجماع ہو امت کا اور صحابہ کرام کا۔ اس سے انحراف کرنا اور تحریف کرنا کفر صریح ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے کہ **مَنْ اَذَى اِلَى اِلْجَمَاعِ فَهُوَ كَاذِبٌ** تو اس کی مراد یہ ہے کہ لوگ کہیں کہیں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں مالا لحد وہ اجماعی ہوتے نہیں، نہ یہ کہ کوئی چیز دین محمدی میں اجماعی ہے ہی نہیں؟

خود زبان امام احمد سے نقل اجماع کو ہم بہت دغوب ثابت کر دیں گے۔ پہلا اجماع جو اس امت محمدیہ میں ہوا ہے وہ اس پر ہوا ہے کہ مدعی نبوت کو قتل کیا جاوے۔ مجی کریم کے زمانہ میں مسیلہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا صدیق اکبر نے خلافت کے زمانہ میں مسیلہ کے قتل کے واسطے صحابہ کو بھیجا۔ کسی نے اس میں تردد نہ کیا۔ یعنی جو خاتم النبیین کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو وہ مرتد اور منافق ہے۔ اور واجب القتل ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ نبی کریم کے پاس مسیلہ کے قاصد آئے کہ تم کہنے ہو کہ وہ نبی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہاں۔

فرمایا کہ طریقہ یہ ہے دنیا کا کہ قاصد دل کو قتل نہیں کیا جاتا اگر یہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔

(کتاب الجہاد فی باب الرسل سنن ابوداؤد)

(مصحف ۸۷ مطبوعہ مکتبہ)

اس کے بعد معجم طبرانی میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود کو (کوہ میں) ان قاصدوں میں سے ایک سفیر بھی ملا حضرت فاروق یا عثمان کے زمانہ میں۔ وہ مسیلہ کا نام لیتا تھا۔ فرمائے گئے کہ اب تو یہ قاصد نہیں ہے۔ حکم دیا کہ اس

کی گردن اری جاوے۔ یہ روایت بخاری کی کتاب کفالت میں بھی مختصراً موجود ہے۔ معجم طبرانی کتب خانہ مولوی شمس الدین بہادرپوری۔ درق ۲۹ جو روایت معجم طبرانی سے نقل کی گئی ہے۔ وہ بھی سنن ابی داؤد صفحہ ۲۷۴ جلد ۱ میں موجود ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں متواتر ہے۔ قرآن، حدیث سے اجماع بالفعل سے اور یہ پہلا اجماع ہے۔

ہر وقت (زمانہ) میں حکومت اسلامی نے اس شخص کو جس نے دعویٰ نبوت کیا۔ سزائے موت دی ہے۔ صبح الاعشی صفحہ ۳۰ ج ۱۲ میں ہے۔ ایک شاعر کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے برقنوی علماء دین ایک شعر کے کہنے پر قتل کر دیا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

آغاز اس دین کی ایک شخص سے تھی۔ کہ اس نے
کوشش کی اور وہ سردار ہو گیا امتوں کا

اس شعر سے قرار دیا گیا کہ یہ شخص نبوت کو کبھی کہتا ہے۔ جو کہ ریاضتوں سے حاصل ہو سکتی ہے اس لئے اسے قتل کر دیا گیا۔

ختم نبوت کی آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (۳۳ - ۴۰)

جس کا معنی یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم انہوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن رسول اللہ کے اور ختم کرنے والے ہیں پیغمبروں کے۔

اس آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کریم کی ابوت (باپ ہونے) کا علاقہ دائماً منقطع ہے۔ اور اس کے عوض رسالت اور نبوت کا علاقہ دائماً ثابت ہے۔ گویا ساری جگہ نبوت اور رسالت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گھیر لی۔ کوئی جگہ خالی نہ رہی، احادیث نواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ کہ یہ عہدہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔

نبی کریم اشتخاص نبوت کے بھی خاتم ہیں۔ اور آپ کے تشریف لانے سے نبوت کا عہدہ منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا علامت ہے اس بات کی کہ انبیاء کے عدیں کوئی باقی نہیں اس لیے پہلے ہی کو لانا پڑا۔

مرزا صاحب کتاب حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۶۶ دوم میں کہتے ہیں ”اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال۔“

۵۔ کان مبداء هذا الدين من رجل

سعی فاصبح سید عی سید الامم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا۔ نہ اور کوئی منقول از ضمیمہ حقیقت النبوت۔“

مطلب یہ کہ میں آئینہ بن گیا ہوں محمد رسول اللہ کا اور مجھ میں نقیصہ برآئے آئی ہے رسول کریم کی۔ اس سے مہر نبوت نہ ٹوٹی، میں کہتا ہوں کہ یہ تمسخر ہے۔ خدا اور خدا کے رسول کے سانچہ (یعنی مہر لگی رہی اور مال ٹیلے مال چرایا گیا)۔

مرزا صاحب خاتم کے یہ معنی کرتے ہیں۔ رسول کریم مہر ہیں اور آپ کے منظور کرنے سے بنی بنتے ہیں۔

کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ

ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۱۸ حصہ دوم

علمائے اسلام حنفیہ نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلمہ کفر میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک (احتمال) اسلام کا ہو تو ۹۹ نہانوں سے احتمالات کو نظر انداز کر دیا جاوے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ صرف ایک ہی کلمہ کفر کسی کا پایا گیا ہو۔ حالات اس کے معلوم نہیں۔ تو اس وقت یہ صورت ہوگی۔ ورنہ ۳۰ سال اگر عبادت کرتا رہے۔ اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہے۔ یہ جو مسئلہ ہے۔ کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ ہو اس کی مراد میں علماء نے تصریح کی ہے کہ اہل قبلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کل متواترات اور ضروریات دینی پر ایمان لایا ہو۔ ”فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر صفحہ ۷۴ جلد ثانی صفحہ ۱۸۹“

”رد المحتار باب ۴۴۴ شرح فقہ اکبر تحریر شیخ ابن ہمام“

میں نے شروع بیان میں جو یہ کہا تھا کہ اجماع کا منکر کافر ہے اور اجماع صحابہ حجت قطعی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کی کتاب اقامتہ الدلیل صفحہ ۳۰ جلد ۳ پر ہے۔ واجب ہے اس اجماع کا اتباع بلکہ وہ قوی تر حجت ہے اور مقدم ہے اور محبتوں پر

اسلام شناخت ہے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت میں اسلام کی اگر اجماع کو درمیان میں سے اٹھا دیا جاوے تو دین ڈھے گیا۔

صحیح بخاری صفحہ ۲۰۲ جلد دوسری۔ میں ایک حدیث ہے کہ ایک نسل آئے گی کہ ان کے روزے اور نماز کے سامنے تمہارے نماز اور روزے بیچ ہونگے۔ یعنی صحابہ کی نماز اور روزے سے اس جھٹ (قیزی) سے نکل جائیں گے دین سے جس طرح تیر نکل جاتا ہے شکار سے۔

ایک اور حدیث ہے کہ اگر میں نے پایا ان کو تو جیسے عداور نمود قتل کئے گئے میں بھی ان کو قتل کر دوں گا۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ حدیث ہے۔

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ گناہوں سے تکفیر نہ چاہیے ان گناہوں سے مراد وہ

ہیں جو کفر کی مذمت نہیں پہنچے۔ اور جو کفر کے کلمے یا فعل ہیں۔ ان سے ہر طرح سے تکفیر کی جائے گی۔ ایسے گناہ مثلاً زنا، شراب خوری، ڈاکہ زنی سے تکفیر نہیں کی جائے گی۔

نماز کوئی شخص ترک کرے۔ دانستہ وہ کافر نہیں فاسق ہے۔ اور شریعت عامی ہے۔

اور اگر تاویل کر جائے نمازیں کہ نماز سے کچھ اور مراد ہے۔ تو وہ کافر ہے قطعاً،

نماز کا اگر کوئی شخص اقرار کرتا ہے۔ اور دانستہ نہ پڑھے تو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے۔

اور اگر ایک دفعہ قبلہ سے روگردانی کر کے دوسری طرف دانستہ نماز پڑھے تو وہ کافر ہے۔

نماز کا تارک کافر نہیں ہے۔ فاسق ہے اور اگر بے وضو نماز پڑھے تو کافر ہے۔

اصل کافروں سے بدتر وہ کافر ہے جن کا رلاؤ (ملے جلے) ہو اسلام کے ساتھ، جہنم کے کافروں سے کیونکہ

اصل کافروں سے بے لطف جاتا ہے۔ اور دوسروں سے پونہی جاتی ہے۔

کبھی کھرا بیا ہوتا ہے۔ کہ نہ خدا کی تکذیب کی نہ پیغمبر کی تکذیب کی۔ پھر بھی کافر جیسے ابلیس نے نہ خدا کی تکذیب کی نہ آدم کی۔

جو اقرار نہ کرے دین محمدی کا اس کو کافر کہتے ہیں، جیسے اندر سے اعتقاد نہ ہو اسے منافق کہتے ہیں حکم اس کا

بھی وہی ہے۔ بلکہ کافر سے اشد

عزبان سے اقرار کرتا ہو لیکن دین کی حقیقت بدلتا ہو۔ اسے زندیق کہتے ہیں وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ

شدید کافر ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے بالاسناد احکام القرآن صفحہ ۵۳ (منقول ہے) امام محمدؒ فرماتے ہیں، کہ جس نے انکار کیا

کسی چیز کا اسلامی امور میں سے اس نے باطل کر دیا قول لا الہ الا اللہ کا

لے ”فی المیسر الکبیر“ من لفظ محمد رحمہ اللہ ! دمن انکر
شیئاً من شرائع الاسلام نقدا بطل قول : لا الہ الا اللہ

صفحہ ۲۶۵ جلد ۱۴

۲۷ اگست ۱۹۳۲ء

تمتہ بیان سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

اس وقت تک جو اجمالی طور پر کفر و ایمان کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ارتداد کے معنی یہ ہیں کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے (اسلام سے) خارج ہو جائے گا۔ اور ایمان یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں۔ اور اس کا ثبوت بدیہیات اسلام سے ہے۔ اور ہر مسلمان عام و خاص اس کو جانتے ہیں اس کی تصدیق کرنا عبادت ذیل سے یہ دونوں مسئلہ ثابت ہیں۔

در مختار بر تحشیہ شامی جلد رابع صفحہ ۲۲۱ باب المرتد۔

هو الراجح عن دين الاسلام و دكنها ا جراء كلمة الكفر على اللسان بعد الايمان و هو تصديق محمد صلى الله عليه وسلم في جميع ما جاء به عن الله تعالى مما علم بحقيقته و صدوره۔
مرتد وہ ہے جو پھر جائے دین اسلام سے اور حقیقت اس کی جارن کرنا کلمہ کفر کا زبان پر ایمان کے بعد اور ایمان کیا چیز ہے۔ تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلمب ان چیزوں میں جو خدا کی طرف سے لائے۔ ثبوت ان کا بدیہی ہو گیا۔

دوسری عبارت کتاب الاشباہ والنظائر کی الفاظ ذیل ایمان تصدیق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع

ما جاء به من الدين ضرورية

الكفر تكذيب محمد صلى الله عليه وسلم مما جاء به من الدين ضرورية ولا يكفر احد من اهل القبلة

صفحہ ۲۶۳ شرح الاشباہ والنظائر قول کشور

بوجود ہے۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایمان تصدیق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ان امور میں کہ جو لائے اور ثابت ہوئے تو ان سے کفر تکذیب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک چیز میں بھی جو دین میں بدائش ثابت ہو۔ کافر نہیں ہوگا کوئی اہل ایمان (اہل تبتہ) میں سے مگر جب وہ انکار کرے کسی اس چیز کے (سے) جو چیز کہ ضروریات دین سے ہو۔ مثلاً ربانیت دین وہ ہیں کہ پہچانیں ان کو خواص و عوام کہ یہ دین سے ہیں۔ جیسے اعتقاد توحید کا رسالت کا اور پانچ

له معنى التصديق قبول القلب، واذا عاناه لما علم بالضرورة انه من دين محمد صلى الله عليه وسلم بحديث

تعلية العامة من غير افتقار الى نظر استدلال كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلوة۔

نمازوں کا اور مثل ان کے اور چیزیں۔

(رد المحتار صفحہ ۲۷۷ جلد اول باب الامامت)

جو لوگ ضروریات دین کا انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔ وہ عموماً اپنے کفر کو چھپانے کے لیے مختلف تاویلیں اور تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہم تمام ارکان اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تبلیغ اسلام میں سرگرم کوششیں کرتے ہیں۔ ہمیں کیسے اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ تصریح فقہائے (اسلام) اگر ایک شخص کے کلام میں ۹۹ وجوہ کفر کی اور صرف ایک اسلام کی موجود ہو تو مؤمنی کا فرض ہے۔ کہ اس ایک وجہ کو اختیار کر کے اس کو مسلمان کہنے کفر کا حکم نہ لگائے۔ پھر ہمیں کیسے خارج از اسلام کہا جاسکتا ہے۔

اور کبھی کہتے ہیں کہ تصریح فقہاء جو لوگ کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کی بنا پر کہیں۔ اس کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ان چاروں شبہات کے جواب ترتیب وار یہ ہیں۔

پہلی بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یہ بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔

چونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں۔ کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے۔ چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار کرے۔

فزان مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ بدتر کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ کَيْسَ الْبَيْتِ اَنْ تَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبَيْتَ مَنْ اَمَّنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّنَ ط (یعنی کچھ بھی نہیں ہے کہ مذکور اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور نبی کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اس مضمون کی تصریح کتب ذیل میں ہے۔

شرح فقہ اکبر بیان موجبات الکفر صفحہ ۱۲۳ مطبع احمدی

ثُمَّ اعْلَمَ اَنْ الْمَرَادُ بِاهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِيْنَ اتَّفَقُوا عَلٰی مَا هُوَ مِنْ ضَرُوْرَاتِ الدِّيْنِ حَدُوْثُ الْعَلَمِ وَحْشَرُ الْاَجْسَادِ وَعِلْمُ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْمَكْلِبَاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا شَبِهَ مِنْ السَّائِلِ الْمُهَيَّاتِ فَمِنْ وَطَبِ طُولِ عَمْرَةٍ عَلٰی الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ اِعْتِقَادِ قَدَمِ الْعَالَمِ اَوْ تَقِي الْحَتَرِ لِنَفْسِ عِلْمِهِ سَيَحَا نَهَ بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ ۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ جان تو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ضروریات دین پر جیسے

حدوث عالم حشر جساد، علم اللہ تعالیٰ کا کل خبروں کے ساتھ اور جو اس کی مثالیں ہوں مسائل مجہد میں سے پس جس شخص نے مداومت کی ساری عمر اطاعت اور عبادت پر باوجود اعتقاد قدم عالم کے اور نفی حشر کے اور جزئیات مادیات کے ساتھ علم الہی کی نفی کی۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔

اور یہ جو مسئلہ ہے۔ کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ اس کی مراد یہ ہے۔ کہ کافر نہیں ہوگا جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔

تقریر تشریح تحریر الاصول صفحہ ۳۱۸۔ جلد ۳ پر ہے۔ والمراد۔۔۔۔۔ قطعاً

مراد مبتدع سے جو اپنی بدعت رسوم سے کافر نہیں اور ایسے ہی گنہگار اہل قبلہ میں سے کہتے ہیں وہ شخص ہے جو موافق ہو ضروریات دین کے جیسے حدوث عالم۔ حشر جساد سوائے اس کے کہ صادر ہو۔ اس سے کوئی تیز موجبات کفر کی اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے۔

ثُمَّ

جس کا ترجمہ ہے کافر نہ کہنا کسی اہل قبلہ کو کسی گناہ سے تصریح کی ہے اس کی امام ابی حنیفہ نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ ہم کافر نہیں کہتے کسی کو کسی گناہ سے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہو۔ جب تک اس گناہ کو حلال نہ سمجھ جیسے غنمی حاکم شہید کی کتاب میں ہے۔

دوسرا شبہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز۔ روزہ حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنے والے ہیں۔ پھر ان کو کیسے کافر کہا جائے۔

اس کا جواب صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کتاب استتابة المعاندین و المرتدین باب قتال المخارج صفحہ ۱۰۲ جلد دوم جس کو میں پہلے اپنے بیان میں کہ چکا ہوں۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی۔ اور ان کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز، روزے کے پابند ہونگے۔ بلکہ ظاہری خشوع و خضوع کی کیفیات بھی ایسی ہونگی کہ ان کے نماز، روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے نماز، روزے کو بھی ایسی سمجھیں گے۔

لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا تو ان کی نماز روزہ ان کو حکم کفر سے رہا (بچا) نہ کر سکی۔

تیسرا شبہ بھی یہ کہا جاتا ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کو مسلمان ہی کہا ہے جس کی کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہوں مگر صرف ایک وجہ اسلام کی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقہاء کے بعض الفاظ دیکھ لے گئے۔ اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی اور ان کے وہ افعال دیکھے۔ جس میں صراحتاً بیان کیا گیا کہ یہ حکم اپنے عموں پر نہیں ہے بلکہ اس

وقت ہے۔ جب کہ قائل کا صرف ایک کلام مفتی کے سامنے آوے اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو۔ اور نہ اس کے کلام میں ایسی تصریح ہو۔ جس کا معنی کفری متین ہو جائے۔ تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال نکل سکے جس کی بنا پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے۔ تو اس احتمال کو اختیار کرے۔

اور اس شخص کو کافر نہ کہے۔ لیکن ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سیکڑوں تحریکات میں بعنوانات و الفاظ مختلفہ موجود ہوں۔ جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہ شخص بھی یہی معنی کفری مراد لیتا ہے۔ یا خود اپنی کلام میں اس معنی کفری کی تصریح کر دے تو باجماع فقہاء مرکز ہرگز اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے نہ بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص کے لیے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع باحکام المرتدین قبیل باب البغاة صفحہ ۲۲۰ جلد ۲ :

اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يميل الى ذلك الوجه الا اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه الا ذيل حينئذ -
(كذا في البحر الرائق)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب مسئلہ میں کئی وجہیں ہوں کہ واجب کریں کفر کو، اور ایک وجہ ہو کہ منع کرتی ہو کفر کو۔ لازم ہے مفتی کو کہ دیکھے اس ایک وجہ کی طرف ایسا ہی ہے خلاصہ ہرگز یہ میں مگر جب تصریح کی ایسی مراد ہو کفر واجب کرے تو کوئی مانع نہ ہو دیگر تاویل اس وقت۔ ایسا بھی البحر الرائق میں۔
یہ جو تھا شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جاوے۔ تو کفر کامل نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں بھی وہی تسریحات فقہاء سے ناواقفیت لا کر کہ ہے حضرات فقہاء اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے۔ جو ضروریات دین میں سے نہ ہو لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجتماعی حقیقہ کے خلاف کوئی بنا معنی تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید الحاد کہتا ہے۔ اور حدیث نے اس کا نام نہ زندقہ رکھا ہے۔ زندقہ اسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے۔ الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ محمد بن ابی بکر حاکم مصر نے حضرت علی کی خدمت میں خط لکھا کہ دو مسلمان زندقہ ہو گئے ہیں۔ مقدم سے جواب گیا کہ جو دو مسلمان زندقہ ہو گئے ہیں۔

اگر تو بہ کر لیں تو قتل سے بچ گئے۔ نہیں تو گردن اردو۔

رذیت کیا اس کو امام شافعی اور بیہقی نے زندقہ کا لفظ کفر اعمال صفحہ ۹۳۔ جلد تیسری سے لیا ہے۔ زندقہ فارسی لفظ ہے۔ جس کو عربی میں لیا گیا ہے۔ علامہ کی کتابوں میں اس کا نام باطنیت آتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ایک ہی معنی رکھتی ہیں۔ کفر صریح ہیں۔

معنی الکافار، کتاب الحمدود، باب الحدود، صفحہ ۸۹ جلد ۲ میں ہے۔ امام طاہری نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے۔ اہل شام کی ایک جماعت نے شرب پی۔ اور آیت کریمہ لَيْسَ عَلَى الْكَافِرِينَ اَلْغَنَیْنِ اَلْمُؤْمِنُوْنَ دَعَمُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا کی تحریف کر کے شراب کو حلال قرار دیا۔ اس وقت یزید ابن ابی سفیان شام کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم کو یہ واقعہ لکھا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجے۔ جب یہ لوگ حضرت فاروقؓ کی خدمت میں پہنچے۔ تو صحابہ اور تابعین سے ان کے معاملہ میں مشورہ ہوا۔ سب نے یہ رائے دی کہ یا امیر المؤمنین تادی فاروقؓ ۱۰۱ اتلمہ قد کذبوا علی اللہ وشرعوا فی دینہم ما لم یاذن بہ اللہ فاعزب عنا قہم یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کو کی ہے۔ اور دین میں ایک ایسی بات جاری کی جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ اس لیے ان کی گردنیں مار دیجئے۔

مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساکت رہے۔ فاروق اعظم نے پوچھا کہ آپ کیا فرمانے ہیں۔ فرمایا اُری ان تستبہم ، فان تابوا ضربتہم ثمانین لثوبہم الحدود ان لم یتوبوا ضربت اعناقہم قد کذبوا علی اللہ وشرعوا فی دینہم ما لم یاذن بہ اللہ ، فاستأہم ثمانین فاضربہم ثمانین فما بین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ان سے کہیں کہ اس خیال سے توبہ کرو۔ اگر وہ توبہ کریں تو ہر ایک کو ۸۰، ۸۰ کوڑے لگا دیں۔ اور اگر توبہ نہ کریں تو ان کی گردنیں مار دی جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں اور دین میں ایسی بات جاری کرتے ہیں۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ یہ واقعہ حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی نے شرح فتح الباری میں بحوالہ مسند عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ نقل فرمایا ہے۔

فتح الباری کتاب الحمدود باب ضرب بالجریۃ والغال پارہ ۲۷ صفحہ ۴۴ م ۳ (ص۔ ۹۰، ج۔ ۱۲) اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت کے کسی لفظ کو بحال رکھے اور اس کی حقیقت کو بدل دے اور مقابلہ ہو متواترات کا تو وہ کفر صریح ہے لہٰذا ان لوگوں نے قرآن کی تکذیب نہ کی تھی۔ بلکہ بے جا تاویل کی تھی۔ جس پر قتل کر دیئے گئے) وزیر محمد بن ابراہیم بمانی (ایشیاء الحق علی الحق صفحہ ۴۵ م ۴ پر لکھتے ہیں۔

مثل کفر الزنادقة والملاحدة۔ الی ان قال :- وتلعبوا بجمیع آیات کتاب اللہ عزوجل فی تاویلہا جمیعاً بالباطل والحق لم یذل علی شیء منها دلالة ولا مارة ولا لها فی عصر السلف الصالح اشارۃ ، وکذا لك من بلغ مبلغہم من غیرہم فی تعقیبہ آثارا مشریعت وددال علوم الضروریۃ التي نقلتها الامۃ خلفها عن سلفها

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جیسے کفر زندلیوں اور محمدوں کا، تمسخر کیا انہوں نے قرآن مجید کی سب آیتوں کے ساتھ اور تاویل کی ان باطنی چیزوں کے ساتھ جس پر نہ لفظوں کی دلالت ہے، نہ نشان ہے۔ نہ سلف کے زمانہ میں کوئی اشارہ ہے۔ اور اس طرح ان زندلیوں اور محمدوں جیسے وہ لوگ بھی ہیں جو ان ہی کی صفت کے ہوں اور شریعت کے نشان مٹانے میں اور بدیہی علوم کو رد کرتے ہیں جس کو کچھ سنیوں نے اگلی نسلیوں سے لیا ہے۔ یہاں تک میرے بیان سے اصولی طور پر کفر، ایمان کی شرعی حقیقت اور یہ بات واضح ہو چکی کہ ایک مسلمان کس قسم کے افعال یا اقوال کی وجہ سے کبھی کافر اور خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ قادیانی صاحب مدعی نبوت نے کن ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ باجماعت کافر متذکر قرار دیے گئے۔ اور ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجود سخت اختلاف خیال اور اختلاف مشرب کے ان کے کفر اور ارتداد پر نیران کے متبعین کے کفر اور ارتداد پر متفق ہو گئے۔

رسالہ القول البصیح فی مکائد المسیح مرتبہ مولوی سہول صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند، الحال پرنسپل کالج شمس الہندی پٹنہ اعظم آباد نے ایک فتویٰ مرتب کیا ہے۔ جس پر بہت سے علماء کے دستخط ہیں اور مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ شیخ الہند صاحب نے ایک دوسطری ہی لکھی ہیں۔ جو بالفاظ ذیل ہیں

”مرزا علیہ البیستحقہ کے عقائد و اقوال کا امور کفریہ ہونا، ایسا بدیہی معنون ہے۔ جس کا انکار کوئی منصف صاحب فہم نہیں کر سکتا۔ جس کی تفصیل جواب میں موجود ہے۔“

مصر کا فتویٰ بھی اس کے متعلق چھپا ہوا موجود ہے۔ شام کا بھی موجود ہے۔

شام کا مشہور رسالہ خلاصۃ الردی انتقاد مسیح الہند از قلم محمد ہاشم الرشید الخطیب الحسینی القادری رحمہ اللہ ہے۔ اس میں سے چند سطور کا مطلب یہ ہے۔ تیسری کلام وہ جو کہ میں اس سال کے صفحہ ۲۰۲ پر نقل کی ہے۔ وہ شہادت دیتی ہے۔ اور حکم کرتی ہے۔ تجھ پر کہ تو کافر ہے۔ نہیں داخل ہوا تو دین اسلام میں اور ایسا ہی تیرا مسیح ہندی اور جو اس کا پیرو ہے۔

اسکندری اور دیگر سب جرمائے تمہارے روکا اعلان کیا ہے۔ مضامین لکھے ہیں۔ سارے مسلمان ملحقین پر ہیں کہ تم ملحد اور کافر ہو۔

دوسرا فتویٰ علمائے ہندوستان کا ہے جو شائع شدہ ہے اور جس کا نام استنکاف المسلمین ہے۔ جو سال ۱۳۸۹ھ میں شائع ہوا۔

مصر کے فتویٰ کا ترجمہ جو انجمن تائید الاسلام کو براؤوالہ نے اپنے رسالہ کفر مرزا میں شائع کیا ہے۔

یہ ہے کہ غلام احمد ہندی کی کتاب سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر غلام احمد نے کہا کہ میرا مقصد ختم نبوت سے ختم کمالات نبوت ہے۔ جو سب سے افضل رسول اور انبیاء ہمارے نبی پر ختم ہوئے اور میرا عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں۔ بجز اس کے جو آپ کی امت میں ہو۔

اور پوری طرح سے آپ کا پرہیز۔ جس نے سارا فیض آپ کی روحانیت سے پایا ہو۔ اور آپ کی روشنی سے روشنی پائی ہو تو وہاں پر مغائرت اور بغیرت کا مقام نہیں اور نہ کوئی دوسری نبوت ہے۔ اور یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ وہ تو خود احمد ہی ہیں۔ جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنی صورت کو جس کو اللہ تعالیٰ آئینہ میں دکھاتا اور ظاہر کرتا ہے۔ غیریت نہیں کرتا۔ پس جو شخص نبی سے ہوا اور نبی کے اندر ہو تو وہ ہو ہو وہی ہے۔ یہ کلام اس باب میں بالکل صاف ہے کہ مرزا غلام احمد بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے جواز کا عقیدہ رکھتا ہے۔ یعنی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بھی نبی آپ کے اتباع سے ہے۔ اور وہ صورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور ہو ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ صریح کفر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رَّاكِبِيكُمْ وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ کے صریح مخالف ہے۔

یہ ان بہت سے دعوؤں میں سے ایک قلیل ہے۔ جو کذب غلام احمد ہندی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جن کو اس نے اپنی کتاب مواہب الرحمن میں تحریر کیا ہے۔

منفوخ مصطفیٰ کامل پاشا رئیس حزب الوطن اور مالک اخبار اللوامع نے بھی اس کا رد دکھا ہے۔ اور غلام احمد کو ضال اور مضل لکھا ہے۔ اور اس کے اقوال کو دیوار پر پٹختے اور نجاست کی طرح الاؤ پر ڈال دینے کے لیے کہا ہے۔ کاتب فتویٰ مفتی ملک مصر محمد نجیب۔ اور علامہ طنطاوی جو برہنہ ہیں۔ اصل فتویٰ میں نے دیکھا ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ درست ہے۔

یہ فتویٰ مصر میں علاحدہ شائع ہوا تھا۔ اور میں محمد نجیب اور علامہ طنطاوی دونوں کو جانتا ہوں۔ رسالہ استنکاف الاسلام میں مفتی بھوپال کے بھی دستخط اور مہر ہے۔ انہوں نے اس سوال نکاح کے متعلق بھی ایک فتویٰ دیا ہوا ہے۔

نادیانی صاحب کی کتابوں کا اگر استیعاب کیا جاوے۔ تو بہت سے متواترات مشرعیہ کا انکار اور خلاف صریح سے صریح طور پر اس کی کلام میں موجود ہے۔ جن میں سے اس وقت چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ جو ہمارے نزدیک

اور ساری امت کے نزدیک موجبات کفر سے ہیں۔

(۱) ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف۔

(۲) نبوت کا دعویٰ اور اس کی تصریح کہ ایسی ہی نبوت مراد ہے۔ جیسے پہلے انبیاء کی ہوتی رہی ہے۔

(۳) وحی کا دعویٰ اور اپنی وحی کو قرآن کی طرح واجب الایمان قرار دینا۔

(۴) عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

(۵) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

(۶) عام امت محمدیہ کی تکفیر کرنا۔ بجز اپنے چند مریدوں کے سب کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا بچا پس کر دے مسلمانوں کو اولاد نہ دینا قرار دینا ان سب چیزوں کا دعویٰ کرنا۔ میں اپنے اخیان میں خود مرزا صاحب کی کتابوں سے پیش کر دوں گا۔

اس سے پہلے ہر ایک نمبر کے متعلق یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ سب چیزیں متواترات اور ضروریات دین کے خلاف ہیں اور اجماعی کفر ہیں۔

ختم نبوت کا انکار ہے۔

ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ اَلْاِخْلَاقِ ذٰلِیْ مِثْلِیْتٍ میں یہ مقدر تھا۔ کہ انبیاء کی عمارت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا جاوے۔ اور جتنے کمال ہیں۔ وہ آپ پر ختم ہو جائیں۔ اس کے بعد سلسلہ پیغمبری کا باقی رکھنا مشیت نہیں ہے۔ اسی مشیت کے ماتحت آپ کی اولاد نہ رہنے باقی نہ رہی۔ اس مقصود سے فرمان ہے قرآن مجید کا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت کا علاقہ تا آخر کسی کے ساتھ نہیں ابوت کا علاقہ کسی بالغ مرد کے ساتھ تا آخر نہیں ہے۔ اس کی جا میں خاتم الانبیاء کی رسالت ہے۔ آپ کی رسالت کا علاقہ مستقبل کے لیے اور خاتم النبیین کا علاقہ ماضی کے لیے ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ پر سلسلہ پیغمبر ختم کیا گیا اور نورات میں بالفاظ عربیہ یہ آیت ہے۔

فابی مقر بنج کا موخ - یا قیم یح - الا و تسما یمون بنی من قریک نعماً
ایمک کتلت لک مقیم لک الہک الیہ تسمعون -

اس کا ترجمہ یہ ہے پیغمبر ایک نبی ایک تیرے قرات داروں میں سے تیرے بہائیوں میں سے۔ نتیجہ میں قائم کرے گا تیرے لیے خدا تیرا اس کی اعانت کرنی ہوگی۔

انجیل میں بلفظ عبرانیوں ہے۔

یحوہ مینائی و زادم مساعیر ہو منع تود باران -

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا نبینا سے آیا۔ طلوع اس کا سایہ میرا ہوا اور استواء اس کا فاران پر ہوا۔
نبوت موسوی اور عیسیٰ اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ اور ان کو کمال پر پہنچا کر چھوڑ
دیا ہے۔

یہ عبارتیں کتاب الملل والنحل میں موجود ہیں۔ اور دونوں عبارتیں تورات میں کی ہیں

ختم النبوة کے متعلق یہ آیت ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ بایں معنی کہ اس حضرت کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوت
نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل و تخصیص کے ان اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھا
گیا ہے۔ اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے کر آج تک نسلاً بعد نسل ہر مسلمان جس کو اسلام سے کچھ
بھی تعلق رہا ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے اور احادیث متواتر المعنی
سے جس کا عدد دوسو سے بھی زیادہ ہے۔ اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے جس کا منکر
قطعاً کافر مانا گیا ہے۔ اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔ منجملہ آیات کے اس وقت صرف ایک
آیت پر اکتفاء کرتا ہوں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ -

اس آیت سے ختم کا نبوت بایں معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد کسی شخص کو عہدہ نبوت ہرگز
نہ دیا جائے گا باجماع صحابہ البین اور باتفاق مفسرین ثابت ہے۔ اور اس پر اجماع ہے جو شخص اس میں کسی
قسم کی تاویل و تخصیص نکالے۔ وہ غرہ دیات دین میں تاویل کرنے کی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔ اس
کے نبوت کے لیے میں ائمہ تفسیر و حدیث کے اقوال بطریق اختصار پیش کرتا ہوں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں (جلد ہشتم صفحہ ۹۷ طبع قدیم)

فهذه الآية نص في انه لا بنى بعده واذا كان لا بنى بعده فلا رسول بالبطريق

الاولى والاخرى لان مقام المرسلات اخص من مقام النبوة فان كل رسول

بنى ولا ينكس وبذلك وردت احاديث المتواترة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة

بآية نص (صريح ہے) اس میں کہ کوئی نبی نہیں ہے۔ بعد خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جب

کوئی نبی نہیں ہے تو کوئی رسول بھی نہیں ہے۔ بطریق اولیٰ۔ کیونکہ مقام رسالت کا، خاص ہے مقام نبوت

سے، ہر رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی رسول نہیں اور اس کے موافق وارد ہوئیں متواتر حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے ایک جماعت صحابہ کی روایت سے امام موصوف کی اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ختم نبوت کو ثابت

کرنے کی حدیثیں متواتر ہیں۔ جن کا ایک بہت بڑا حصہ امام موصوف نے اس کے بعد نقل فرما کر فرمایا ہے۔
 فمن رحمة الله تعالى بالعباد ارسال محمد صلى الله عليه وسلم اليهم ثم من تشریفه لهم ختم
 الانبياء والمرسلين به واكمال الدين الحنيف له قلاً أخبر الله في كتابه ورسوله صلى الله عليه
 وسلم في السنة المتواترة عنه أنه لا نبى بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب اناكشال۔
 ضال مضل ولو تحرق وشعبدا و اقي بانواع السحر والطلاسم والذيرنجيات فكلما محال و ضرر ان عذر
 اولى الالباب ۔
 در تفسیر ابن کثیر صفحہ ۹۱ جلد ہشتم

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ خدا کی رحمت ہے اپنے بندوں پر کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا پھر خدا
 تعالیٰ نے آپ کو ختم نبوت اور رسالت سے مشرف فرمایا۔ اور آپ کا پر ادین حنیف کامل کیا۔ خبر دی ہے۔ اللہ
 تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے اور اس کے رسول نے اس کو اپنی سنت متواترہ میں کہ کوئی نبی نہیں ہے۔ بعد محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تاکہ جانے کہ جس نے دعویٰ کیا ہے۔ اس عہدہ کا بعد خاتم الانبیاء کے وہ جھوٹے بہتانی
 ہے۔ وجاہ ہے۔ گمراہ ہے۔ گمراہ کن ہے۔ اگرچہ کتنے جیلے اور شعبدے ایجاد کرے اور کتنے ساحرانہ طلسمات اور
 نیز گمراہی پیدا کرے یہ سب محال اور گمراہیاں ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ محمود آلوسی مفتی لبنان تحریر فرماتے ہیں روح المعانی میں جو ان کی تفسیر ہے۔
 اس کے صفحہ ۶۰ جلد ہفتم طبع قدیم پر ہے۔

والمراد بكونه عليه الصلوة والسلام فانه لهما انقطاع حدوث وصفت النبوة في احد من الشقيين
 بعد تحليته عليه الصلوة والسلام بها في هذا النشأة ولا يقدح في ذلك — الى قول النبوة
 مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہونے کی یہ ہے کہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور اس عہدہ
 سے سرفراز نہ ہوگا۔ یہ نہیں ہے۔ قدح کرنے والا (معارض) اس اجماع میں جس میں امت نے اجماع کیا ہے۔
 اور حدیثیں متواتر پہنچ چکی ہیں۔ اور قرآن مجید میں بھی یہ ہے بعض تفسیروں کی رو سے، اور ایمان اس پر واجب
 ہے۔ اور منکران کا فرمانا گلیا ہے۔

قاضی عیاض اپنی کتاب تنہا میں کہتے ہیں۔ اسی کتاب مطبوعہ بریلی صفحہ ۲۶ پر ہے کہ

باب ما هو من الكفر اجتمعت الامّة على حمل هذا الكلام على ظاهرة وان مفهومه المراد به دون تاويل
 ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً اجماعياً وسمعاً۔

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اجماع کیا امت نے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے۔ اور یہی مفہوم اس کی مراد
 ہے۔ اس کے سوا کسی تاویل اور تخصیص کے۔ تو کوئی شک نہیں ان سب طائفوں کے کفر اور اٹھا دیں رجواہ پر

بیان ہوئے)

ازد دئے اجماع کے اور ازد دئے نفوس کے، حدیث کے ذہنوں میں سے ہیں صرف ایک حدیث پر اکتفا کرتا ہوں
بخاری شریف کتاب احادیث الانبیاء صفحہ ۲۹۱ پر ہے کہ

كانت بنو اسرائيل قسوسهم الانبياء كلما هلك بنى خلفه بنى وانه لا بنى بعده و
سيكون خلفاء - فيكثر من قالوا فماتوا صرنا فوا بيعة الاول فالاول اعطوهم حقهم -

ترجمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کی نگرانی (نگہبانی) انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک پیغمبر فوت
ہو جائے تو دوسرا آجاتا تھا میرے بعد میں کوئی نبی نہیں ہے۔ البتہ خلفاء ہوں گے۔ اور بہت ہونگے، عرض کی گئی۔
کہ پھر کیا ہدایت (حکم) ہے اس وقت، فرمایا کہ وفاداری کرو۔ بیعت اول فی الاول کی (درا ایک کے بعد کے دوسرے
کی بیعت پوری کرو) عطا کرو ان کو حق ان کا، کیونکہ خاندانوں سے پوچھ لے گا۔ جو رعیت ان کی حوالگی (پسردگی) میں دی
گئی تھی۔

یہی حدیث امام مسلم نے کتاب الامارۃ میں دی ہے۔ اس کے بعد اجماع امت اور چند بزرگان ملت کے اقوال
پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

سب سے پہلا اجماع جو اسلام میں منعقد ہوا وہ اس پر تھا کہ مدعی نبوت کو بغیر اس تحقیق اور تفتیش کے کہ اس
کی تائید کیا ہے۔ اور کیسی، نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کفر اور ارتداد ہے۔ اور سزا اس کی قتل ہے۔ صحابہ کرام کے
اجماع سے صدیق اکبر کے زمانہ میں مسلمانوں کا مدعی نبوت پر جہاد کیا گیا۔ اور اس کو قتل کیا گیا۔ عبارت اس حدیث
کی الفاظ ذیل ہیں جو ایک صفحہ تک چلی جاتی ہے۔

ما علی قاری شرح شفاء جلد ۴ میں فرماتے ہیں صفحہ ۵۰۲ سے لے کر ۵۰۹ تک

كذلك تكفر من ادعى نبوة احد مع نبينا صلى الله عليه وسلم اى فى زمنه
كمسيلمة الكذاب والاسود العنقى وادعى نبوة احد بعد اذ فاتهم النبيان
بنص القرآن والحديث فهذا اتكذب الله ورسوله صلى الله عليه وسلم كالعيسوية
لما جس نے دعویٰ کیا نبی کریم ہمارے کے بعد نبوة کا۔ جیسے مسلمانوں کے بعد نبوة کے یا بعد کے عیسوی فرقہ
کے یا تجویز جازم کیا نبوت کا کسب ریاضت سے ان سب کا حکم کفر ہے۔ (بلاشبہ وہ کافر ہیں) خفا جی نے شرح شفاء
میں اسی قسم کا مضمون لکھا ہے جو کتاب مذکورہ بالا کے حاشیہ پر ہے۔

ابن حزم (کتاب الملل والنحل صفحہ ۸۰ جلد چہارم باب ذکر الغزائم الموجبة الى الکفر پر لکھتے ہیں)

فكيف يستجيز مسلم ان يثبت بعد اذ عليه السلام نبيا فى الارض ! حاشا ما استثناه رسول

نسیم الریاض شرح ملا علی قاری صفحہ ۵۰۸ جلد چہارم۔
کشف اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ (واقعہ) آنکھوں سے دکھلایا۔ جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ دل میں کچھ
مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جاوے۔ تو یہ الہام ہے۔

خدا نے پیغام بھیجا۔ اپنے ضابطہ کا، وہ وحی ہے، وحی قطعی ہے۔ اور کشف والہام لطیف ہیں۔
نبی نوح آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کے لیے کشف یا الہام
یہ تصور (معنوی) وحی ہو سکتی ہے۔ شرعی نہیں۔

موجبات کفر قادیانی میں امر جہاد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

اور امر پنجم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ توہین دو قسم پر ہے۔ صریح۔ یا تعریض۔ تعریض
اسے کہتے ہیں کہ دوسرے کے حوالہ سے نقل کی اور مقصود اس سے یہ ہو کہ اس شخص کے عیوب اور نقائص لوگوں
میں قبول ہو جائیں۔ گویا کہ کام اپنا کرتا ہے، گندھے پر دوسرے کے رکھ کر یہ کفر صریح ہے۔ مگر میں توہین کی صریح
مثالیں پیش کر دوں گا۔

بعض توہینوں کو مستند کرتا ہے۔ قرآن سے یعنی قرآن اس کی سند میں پیش کیا جائے گا۔ اور تفسیر قرآن کی اس
سے کی جاتی ہے اور کسی چیز کو کہتا ہے کہ حق بات یہ ہے۔ یعنی اس پر اپنا فیصلہ دیتا ہے۔ اب میں سند پیش کرتا
ہوں۔ کہ توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔

یہ بات اول تو محتاج دلیل نہیں۔ بلکہ ہر مذہب پرست انسان کے نزدیک مسلمات میں ہے۔ تاہم چند مختصر
دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ نص قرآن نبی کا کلام سن کر بطور اعراض سر بھر دینا بھی کفر قرار دیا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ
وَإِذْ أَقْبَلُ لَهُمْ تَعَالَىٰ تَوَّابٌ أَلَيْسَ تَعْقِبُكَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ كُودَارٌ وَمُهْمٌ وَرَأَيْتَهُمْ يَصْدُونَ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ
ترجمہ۔ جب کہا جاتا ہے۔ انہیں۔ کہ آؤ، استغفار تمہارے لیے رسول اللہ، پھرنے میں اپنے سروں کو اورد رکھو گا۔

تو انہیں اعراض کرنے میں اور کبر کرتے ہیں اور حکم آیت کریمہ لَا تُفْرِقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ أُمَّةٍ
یہ حکم تمام انبیاء پر شامل ہے۔ اس لیے قادیانی کی مشہور کتاب در مختار اور شامی (طبع جدید) باب المرتدین صفحہ
۲۳۱ جلد ۲ پر ہے۔

الکافر بسبب نبی من الا انبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل تو بیکہ مطلقاً۔
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص سب کرے نبی برا بھلا کہے یا ناسزا کہے کسی نبی کو وہ قتل کیا جائے گا حد کے طور پر
اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔ دنیا میں اور جو کوئی شک کرے اس کے گھر میں اور عذاب (سزا) میں، وہ بھی کافر ہے۔
حافظ ابن تیمیہ حافظ حدیث الصارم المسلول صفحہ ۲۴۳ پر لکھتے ہیں۔

فَعَلِمَ أَنَّ سَبَّ الرُّسُلِ وَالنَّطْعَنَ فِيهِمْ يَنْبَغُ جَمِيعُ الْأَنْوَاعِ الْكُفْرِ وَجَمَاعُ جَمِيعِ الضَّلَالَاتِ وَكُلُّ كُفْرٍ مُرْعَمٌ مِنْهُ
”ترجمہ جانا گیا سب (گالی) اور ناسزا کہنا پیغمبروں کو اور طعن کرنا سرچشمہ ہے جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ کفریوں
کا، اور ہر کفر اس کی شاخ ہے۔

”قاضی عیاض کی شفاء صفحہ ۳۲۰ میں اس بحث پر چند تفصیل لکھی گئی ہیں۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ کسی نبی کی
ادنیٰ توہین کرنا بھی کفر ہے۔ عبارت باب اول سے شروع ہو کر اخیر باب ثانی تک جاتی ہے۔ اسی کتاب (النصارم۔
المسلول) کے صفحہ ۲۸۲ پر توہین انبیاء کرنے والے کے قتل کے متعلق لکھا ہے۔

الدلیل السادس۔ اَقَاوِيلُ الصَّحَابِ فَأَنْهَأْ نَصُوصُ فِي تَعْيِينِ قَتْلِهِ مِثْلُ قَوْلِ عُمَرَ مِنْ سَبِّ
اللَّهِ تَعَالَى أَوْ سَبِّ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوا۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو نبی یا دلیل اقوال میں صحابہ کے، وہ نص میں تعین میں قتل کرنے ایسے شخص کے جیسے
قول عمر فاروق کا جس نے ناسزا کہا خدا یا کسی پیغمبر کو اس کو قتل کر۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۲۷ پر کہ

قَالَ أَصْحَابُنَا الْمُتَعْرِضُ بِسَبِّ اللَّهِ وَسَبِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّةٌ وَهُوَ مُوجِبٌ لِلْقَتْلِ
كَالتَصْرِيحِ بِتَرْجَمِهِ يَرَى أَنَّ إِمَامَ أَحْمَدَ فَرَأَى فِي جَسَدِهِ نَسْرًا كَمَا نَبِيَّ كَرِيمٍ كَمَا يَتَّقِيهِ كِي الْمُسْلِمَانِ هُوَ يَشْفِي يَكْفَرُ هُوَ سَرَّاسُ
کی قتل ہے۔

کہا ہمارے علماء نے اشارہ کرنا یعنی تعریف کرنا خدا کی سب کا اور رسول کی سب (گالی) کا، ارتداد ہے۔ اور
موجب قتل ہے۔ جیسے مریخ۔

ساری امت حاضرہ کی تکفیر کرنے والا بھی خود کافر ہے۔

قَادِيَانِي صَاحِبِ۔ مدنی نبوت نے اپنے چند مریدوں کے سوا چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ اور
سب کو اولاد نہ کہا یہ بھی منجملہ موجبات کفر کے ہے۔ مزید کلمہ شری یہ ہے، ”قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے متعلق
یہ فیصلہ صاف مذکور ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُمْ درختار اور شامی (طبع ثانی)
جلد چہارم باب المرتدینہ صفحہ ۲۴۹ میں ہے۔

وَيُحْطَلُ مِنْهُ اتِّفَاقًا مَا يَعْتَدُ الْمَلَّةُ وَهِيَ خَمْسُ النِّكَاحِ۔ الذَّبِيحَةُ وَالصَّيْدُ وَالشَّهَادَةُ، وَالْإِرْثُ
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باطل ہے۔ بسبب ارتداد کے ہر وہ شے جس کی بناء ہو ملت پر، وہ پانچ چیزیں ہیں۔
جو بناء ہیں ملت پر، نکاح۔ ذبیحہ۔ شکار اور شہادت۔ ارث۔ یعنی ارتداد سے یہ چیزیں منقطع ہو جائیں گی۔ اسی
کتاب کے جلد ثانی ”باب نکاح الکافر“ میں ہے۔ وَارْتِدَادُ أَحَدِهِمَا إِلَى الْوُجُوْبِ (فَسُخِّ) فَلَا يَنْقُصُ
عِلْدًا (عاجل) بِلِقَاضَاءِ

نہ زجر یہ ہے کہ اذنداد، احد الزوجین کا یعنی مرد و عورت میں سے ایک فسخ (نکاح) ہے۔ فوری، محتاج نہیں ہے۔ حکم حاکم کا۔

اب تو ہم انبیاء کے قول مرزا صاحب کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔ کتاب نزول المسیح صفحہ ۹۹ پر شعر ہے۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا تمام
انبیاء گرچہ بودہ اندیسے
من بہ عرفان نہ کترم ز کسے
کم نیم زان ہمہ بردے یقین!
ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین!

باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرق مراتب کا ہے۔ اور جو پیغمبر افضل ہے وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ دوسرے سے افضل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر یہ پہنچایا ہے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے فوق متعدد درجہ نہیں ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو کفر صریح ہے۔ کتاب ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۶۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

ایک منم کہ حسب بشارات آدم
عیسیٰ کجا است تا نہد یا بہ منبرم!

قرآن مجید نے یہود اور نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی ہے۔ اور ایک حرف بھی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی ہتک کا اشارہ یا کانیتہ ذکر نہیں فرمایا۔

کتاب دافع البلاء کے صفحہ ۲۰ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں۔ بلکہ واقعی ہیں اور کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

پہلی عبارت کے ساتھ آگے یہ الفاظ ہیں کہ اگر تجربہ کی رود سے خدا کی تائید سے مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔
دعائے خیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ پر ہے کہ

مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے۔ اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ اس سے تعریفیں اور تخریج دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔

حاشیہ منیمہ انجام آتم صفحہ ۶ پر ہے۔ عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حقیقی بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ اس سے صریح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ٹپکتی ہے۔ حقیقی بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں۔

لفظ یسوع در اصل عبرانی میں ہے۔ الیشوع، جس کا ترجمہ ہے نجات دہندہ، اس سے یسوع بنا اور اس کی تعریف ہو کر یعنی زبان عربی میں اگر لفظ عیسیٰ بنا۔

اور یہ تعریف قرآن پاک سے شروع نہیں ہوئی۔ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

مرزا صاحب کے ہاں بھی یسوع اور عیسیٰ ایک ہی ذات ہیں جیسے کتاب توضیح المرام صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں ”کہ دوسرے مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں“ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کی ہی، توہین کی۔

توہین کی ایک تیسری قسم لڑی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ عبارت اس لیے نہیں لائی کہ تنقیص کرے۔ لیکن وہ عبارت صادق نہیں آتی، جب تک تنقیص موجود نہ ہو۔

اس قسم کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص پائی جاتی ہے۔ جو مرزا صاحب کی کتاب تحفہ گوڑیہ کے صفحہ ۴۰ پر بالفاظ ذیل سے ہے۔ جہاں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتی ہے۔ اور اپنے معجزات کی براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۵۶ پر دس لاکھ لکھی ہے۔ اس ضمن میں کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۱۷ پر ایک شعر بالفاظ ذیل ہے

لے خست القمر المنیر وان لی
عسقا القمران المشرقان اتمنکر

”جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم کے لیے گہن لگا چاند کو اور میرے لیے گہن لگا سورج اور چاند کو کیا تجھے اے مخاطب اس سے کچھ انکار ہے۔ یہ بھی توہین لڑی ہے۔

ادعا و بنوۃ تقری و دہ کفر ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) کہ سچا خدا ہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ صفحہ ۱۱، دافع البلاء

(۲) اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری شہر قرآن و حدیث میں ہے۔ اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ هو الذی

ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ اعجاز احمدی صفحہ ۷

(۳) اور اگر کہو صاحب شریعت انفرادی کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفسر ہی۔ تو اول تو دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے انفرادی کے ساتھ شریعت کی کوئی فید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے

اپنی وحی کے ذریعہ چند امر دہی بیان کئے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف طرم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے۔ اور نہی بھی۔ اربعین ص ۶

۴۔ ہاں اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے اس قدر معجزات دکھلائے ہیں۔ (تمتہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۳۶)

۵۔ اب یہ ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے۔ اس پر لاؤ اور اس کا دشمن جتنی ہے (دشمن سے مراد یہ ہے کہ جو اسے نہ مانے)۔ (انجام آتم صفحہ ۶۲)

۶۔ میں صرف پنجاب کے لیے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے۔ ان سب کی اصلاح کے واسطے مامور ہوں۔ (حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۲)

۷۔ تم سمجھو کہ قادیان صرف اس لئے محفوظ رکھا گیا کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ (دافع البلاء صفحہ ۵)

۸۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور اس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔ دافع البلاء صفحہ ۱۳۔ حضرت علی علیہ السلام کی توہین کے متعلق ایک اور صریح عبارت ہے کہ۔

"اور جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔

تو پھر یہ دوسرے شیعہ بانی ہے کہ کہا جاوے کہ کیوں تم اپنے تمس مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہو۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۵)

تکفیرات مشاعرہ کے بارے میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال ہیں۔

ہاں جو تکمیل شریعت کی بنیاد ظاہر ہے۔ اس لیے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پوپ ہے۔ اور کفر دو قسم پر ہے اول یہ کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے۔ اور، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔

دوسرا یہ کہ مثلاً مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود تمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں۔ یہ بھی تاکید پائی جاتی ہے

اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے، تو یہ دونوں کفر ایک ہی قسم میں شامل ہیں۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۷۹۔

ایک اور کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۵۴۸ پر مرزا صاحب نے کہا ہے۔ تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين الودعة والمحبة و يستفعم من معارفها و يقبلتني و يصدق دعوتي الا ذرية النجاسا الذين ختم الله على قلوبهم و هم لا يقبلون۔

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میری کتابیں پھیل چکی ہیں۔ دیکھتا ہے۔ ان کی طرف ہمدردی (منام) مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نفع پاتا ہے۔ ان کے معارف سے، اور مجھے قبول کرتا ہے۔ اور نصیحت کرتا ہے میرے دعویٰ کی مگر نسل ذانیہ و غرضوں کی، جن کے دل پر خدا نے ہر کوئی ہے۔ وہ قبول نہیں کرتے۔

دعویٰ کا دعویٰ اور اس کو قرآن کے برابر ٹھہرانا۔

۱۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کی ۲۳ برس کی متواتر کوکب کو بکھر کر دیکھتا ہوں۔ میں اس پاک وحی

پر ایسے ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔

۲۔ مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن

شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح

اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔ حقیقت الوحی صفحہ ۲۱۱

۳۔ پھر اس کتاب میں اس کلام کے قریب ہی یہ وحی اللہ کی موجود ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ

اشكاء علی الکفار رحماء بدينهم۔ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور

رسول بھی۔

۴۔ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر ایک ذرہ کے فرق کے خدا کی اس

کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں کہ جو مجھے ہوئی ہے۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ کو کھل گئی ہے

اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ جو دعویٰ پاک میرے پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اس خدا

کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے

لیے زمین نے بھی گواہی دی۔ آسمان نے بھی کہ میں خلیفۃ المہدی ہوں۔ مگر پیش گوئیوں کے مطابق ضرور تھا۔

کہ انکار ہی کیا جاتا۔ ایک غلطی کا ازالہ منقول از منہج حقیقت النبوة صفحہ ۶۴۔

۲۸۔ اگست ۱۹۳۲ء

تمہ بیان سید الارشاد صاحب گواہ مدبرہ

بقرار صراح

میں آج حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا قول سب نبی کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

الصامد المسلول حافظ ابن تیمیہ صفحہ ۱۹۵ میں حرب کی ایک روایت امام حدیث سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص فاروق اعظم کے سامنے لایا گیا۔ جس نے سب کی سب نبی کریم کی۔

فاروق اعظم نے اسے سزائے موت دی۔

صفحہ ۱۹۵ و صفحہ ۴۱۸ پر یہ واقعہ کتاب مذکور میں درج ہے۔

فاروق اعظم کا ارشاد ہے:-

ثم قال عمر من سب الله تعالى وسب احدا من الانبياء فاقتلوه۔
ترجمہ جس نے ناسزا (برا بھلا) کہا خدا کو یا کسی پیغمبر کو اسے سزائے موت دی جائے۔

صدیق اکبر کا حکم۔ کسی عورت نے سب کی ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجران میں وہاں کے حاکم ماجرا بن امیہ نے اسے کوئی سزا دی ہوئی تھی۔ صدیق اکبر کا حکم پہنچا کہ پہلے مجھے اطلاع ہوتی تو سب نبی کی یہ سزا نہیں بلکہ اس کی سزا قتل ہے۔ لفظ صدیق اکبر کے یہ ہیں۔

فلولا ما قد سبقتمني فيهما لاموتك بقتلها ، لان حد الانبياء لا يشبه الحدود فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد ومعاهد فهو محارب غاصر۔
خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ کہ اگر تو پہلے کچھ نہ کر چکا ہوتا۔ میں امر کرتا اس عورت کے قتل کا کیونکہ انبیاء کے سب کے حد اور حدوں کے مشابہ نہیں جو کوئی مسلمان ایسا کرے وہ مرتد ہے۔ اور جو کوئی ذمی ایسا کرے وہ جنگ کرنے والا ہے۔ ہم سے اور قدر کرنے والا ہے۔ یہ عجم خلیفوں کے احکام ہیں اس مسئلہ پر کل امت محمدیہ کا اجماع بلا فصل ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ سب نبی پر ایک علاحدہ کتاب لکھی ہے۔ جو الصامد المسلول کے نام سے موسوم ہے۔ دوسری کتاب السب المسلول جو شیخ تقی الدین السبکی کی تصنیف شدہ ہے۔ دونوں آٹھویں صدی کے حافظ حدیث ہیں۔

مرزا صاحب کتاب دافع البلاء کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں کہ لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ کئی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی

یہ نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے اگر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلقی جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں بھی علیہ السلام کا نام "حضور ارکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ کتاب نزول مسیح صفحہ ۱۰۰ پر ایک شعر مرزا صاحب کا الفاظ ذیل ہے۔

ہر نبی زندہ شد بہ آمدنم

ہر رسول نہاں بہ پیرا ہنم !

علماء نے جب تورات اور انجیل محرف سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے۔ نتیجہ یہ نکالا ہے۔ کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں۔ اور مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام لائق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کوہد اسلام کا فرق ہے۔ کل جو عمارت حقیقت الوہی صفحہ ۷۹ سے پڑھی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا تھا کہ قادیانی صاحب اپنے متکبرین کو کافر کہتے ہیں۔ یہی مضمون حاشیہ اربعین ص ۶ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

اب دیکھو ! خدا نے میری وحی اور میری تعلیم، میری بیعت کو نوع کی کشتی قرار دیا ہے۔ اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدار نہات ٹھہرایا ہے جس کی آنکھیں ہوں، دیکھتے جس کے کان ہوں، سنے۔ اور حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۳۲۵ پر ہے۔

یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا، یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے سوا جس قدر معلم اور محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الہی میں شان اعلیٰ رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہی سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا ہے۔ تریاق القلوب کی عبارت مذکورہ کو پہلی عبارتوں کے ساتھ جمع کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قادیانی صاحب فقط بنوۃ ہی کے مدعی نہیں ہیں۔ بلکہ شریعت جدیدہ کے بھی مدعی ہیں۔ جیسا کہ اربعین ص ۶ کی عبارت سے بھی یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

اصول یہ باندہ کہ جو صاحب شریعت ہو۔ اس کا انکار کفر ہے۔ پھر ساری امت حاضرہ کو جو حکم ہو اس کو کافر کہا۔ تو گویا دعویٰ شریعت جدیدہ کا کیا۔ پھر اس پر بس نہیں کی۔ تصریح کر دی کہ شریعت امر دینی کا نام ہے۔ امر حبیبی میری وحی میں موجود ہے۔ لیکن محض مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لیے چند الفاظ طلی، بردوزی وغیرہ گھڑے ہوئے ہیں۔ جس کی آڑ میں ذیلی کی تحریف کرتے ہیں۔ اس لیے میں ان الفاظ کی حقیقت خود مرزا صاحب کے کلام سے واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

بروزی - غلی - مجازی نبوت کی اصلیت تریاق القلوب حاشیہ ص ۳۷۷ میں خود مرزا صاحب کا کلام ہے
ان کے الفاظ یہ ہیں ۔

غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجودیہ دوریہ ہیں ۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام
نے اپنی خواہ طبعیت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ السیر
عبدالطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا ۔

یہ ہے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک بروزی ، غلی ، اور مجازی کی جمع کا عقیدہ اسلام میں کفر ہے اور
یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے ۔ کتاب قول فیصل صفحہ ۶ میں بحوالہ اخبار الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۷۷ء مرزا صاحب کا قول اس
طرح مذکور ہے ۔

کالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود
تھے اور اب وہ سارے کالات حضرت رسول کریم سے غلطی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ، پہلے تمام انبیاء غفل تھے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل میں ۔
ان عبارات سے نتائج ذیل برآمد ہوتے ہیں ۔

د الف) مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ غلطی اور بروزی نبی کہہ کر دنیا کو یہ دھوکا دینا چاہئے کہ اس کی نبوت ، نبوت محمدیہ علی
ماجہا الصلوٰۃ والسلام و الخیر سے ملاحدہ کوئی چیز نہیں اور اس سے ہر نبوت نہیں ٹوٹتی ۔ یہ بالکل لغو اور بے ہودہ خیال ہے
اگر یہ صحیح ہو تو مرزا صاحب کے اس قول مذکور سے یہ لازم آتا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ
کوئی چیز نہیں تھے ۔ بلکہ آپ کا تشریف لانا بعینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے ۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام
کے یہ دور ہیں ۔

گویا اصل ابراہیم علیہ السلام ہوئے اور آئینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ۔ اور چونکہ ظل اور صاحب ظل
میں مرزا صاحب کے نزدیک عینیت ہے ۔ اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں ۔ تو جب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بروز ابراہیم علیہ السلام ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے ۔ اس سے صاف لازم آتا ہے
کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں اور نہ آپ کی نبوت کوئی مستقل شئی ہے ۔

د ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے اور خاتم النبیین آپ ہوئے ۔ تو اس سے
معلوم ہوا کہ خاتم بروز اور ظل ہوتا ہے ۔ صاحب ظل اور اصل نہیں ہوتا ۔ اس طرح مرزا صاحب آن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بروز ہوئے ۔ تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۔

د ج) الحکم کی عبارت مذکورہ سے یہ ثابت ہوا کہ جملہ انبیاء سابقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک

صفت میں ظن ہیں اور تمام کمالات رسالت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے۔ تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہونگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ باطل اور بے معنی ہیں۔ یہ صریح تو یہی ہے سرور عالم صلی اللہ وسلم کی اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ کے بروز ہیں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضول ہے۔ (جو کھلا ہوا دور ہے)

اس کے بعد میں ظن اور بروز کی اصطلاح و تحقیق، فلسفے سے ذکر تاہوں، فلسفہ لوانی میں بروز اسے کہا ہے۔ کہ ایک رذخ، دوسرے ذی رذخ میں حلول کرے یعنی ایک بدن میں دو روحیں ہو جائیں تناسل سے کہتے ہیں کہ روح ڈھانچے بدلتی رہے۔

نسخ۔ اسے کہتے ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع میں تبدیل ہو۔
 رسخ۔ اسے کہتے ہیں کہ ایک حیوان نباتات میں تبدیل ہو۔
 مسخ۔ اسے کہتے ہیں کہ حیوان جماد، بن جائے۔

یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دیوں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں
 قادیانی صاحب کا افرا ختم نبوت بالمعنی المعروف حمائد البشریٰ میں بالفاظ ذیل ہے۔

وما کان لی، اَنْ اُدعی النبوة و اخرج عن الاسلام و الحق من الکافرین
 کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کافرین سے مل جاؤں۔

منقول از خمیس النبوة فی الاسلام صفحہ ۵۹

ازالۃ الادام حصہ دوم صفحہ ۲۱۶ پر لکھا ہے۔ کہ مسیح کیونکر آ سکتا ہے۔ وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے۔

ازالۃ الادام حصہ دوم صفحہ ۲۴۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمیں پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون قرآن شریف سے توادر رکھتی ہو۔ پیدا ہو جائے۔ اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔ قدر۔

ازالۃ الادام صفحہ ۱۰۳ حصہ دوم پر لکھتے ہیں۔ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم وحی بنو وسط جبریل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبریل بہرہ پرانیہ وحی رسالت مسئلہ دہ ہے۔ اور یہ بات خود متنع ہے۔ کہ دنیا میں رسول نوا کے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

یہ مضمون اختلاف بیان مرزا صاحب میں پیش کیا گیا ہے۔ جو انہوں نے ابتداء ہی سے زندقہ اور الحاد کا ارادہ کیا۔

ہوا تھا۔

مسلمانوں کا عقیدہ ختم النبوة کے متعلق۔

آیت کریمہ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
یہ آیت اس واسطے آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل نرینہ چھوڑنا ہماری مشیت میں مقدر نہیں ہے۔
کیونکہ آپ کے بعد میں نا آخر دنیا نبوت کی اسامی آپ کے وجود ذی جو دے پڑے ہے۔ آپ مستقبل کے لیے نا آخر دنیا
رسول ہیں۔ اور جملہ انبیاء سابقین کے خاتم ہیں۔ نسبی سلسلہ کے بدلہ میں اس نبوی سلسلہ کو عوض میں رکھ لو۔
اس عقیدہ کے موافق کوئی دوسو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی۔ اور رسالہ مفتی حال دیوبند مولانا
محمد شفیع کی طرف سے نسلخ ہو چکا ہے۔ اور اس عقیدہ پر اجماع رہا ہے۔ امت محمدیہ کا ابتداء سے لے کر آج تک
بلا فصل۔

اور جیسے قرآن امت کو پہنچا ہے۔ اسی طرح سے یہ عقیدہ بھی پہنچا ہے۔ اور جب سے لے کر اب تک اس کا
بھی اجماع ہوا ہے۔ کہ اس آیت میں کوئی تاویل نہیں ہے۔ اور اس عقیدہ میں کوئی فرق نہیں، خلفاء اور سلطان اسلام
نے جب سے لے کر اب تک مدعیان نبوة کو سزا دے موت دی۔ اور انہیں کافر و مرتد سمجھا اصلی کافر کے وجود کو برداشت
کیا اور ایسے مرتد کے وجود کو برداشت نہیں کیا اور خود مرزا صاحب جب تک مسلم تھے یہی عقیدہ رہا ہے۔
نبوت ایک صفت اصلی قائم ہے نبی کی ذات کے ساتھ نہ وہ کسب سے حاصل ہوا اور نہ وہ بھی سلب ہو
یہ عقیدہ یہود کا ہے۔ کہ نبوت سلب بھی ہو سکتی ہے۔ ضمیمہ النبوة فی الاسلام صفحہ ۲۸ منقول از صفحہ ۷۲
اگر نبوت کسی ہو۔ تو سلب بھی ہو سکتی ہوگی۔ یہ عقیدہ اسلام کا نہیں۔ ولایت ایسی چیز ہے۔ کہ کسب سے
حاصل ہو۔ اور زائل بھی ہو جائے۔ یہ صفت نبوة جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم و دائم باقی ہے۔ احکام شرعیہ کی تبلیغ
اس کے وقتی ثمرات میں سے ہے اور توابع میں سے ہے۔

کسی محدود وقت میں اگر نبی نے ضروری احکام نہ پہنچائے۔ تو وہ نبی بجال خود نبی برحق ہے۔ صفت نبوة جو اس
کی ذات کے ساتھ قائم تھی کسی طرح زائل نہیں ہوتی۔ تبلیغ ایک کارگزاری تھی پیغمبر کی کہ حاجت پر دائر ہوگی۔ علی علیہ
السلام کا تشریف لانا، بعینہ ایسا ہے۔ کہ جیسا گذشتہ زمانہ میں یعقوب علیہ السلام مضر چلے گئے تھے۔ اور وہاں بطور رعایت
کچھ دن گزارے۔

صوفیائے کرام نے نبوة کو بمعنی لغوی لے کر مقیم بنایا اور اس کی تفسیر خدا سے الملاح پانا، دوسرے کو الملاح دینا کی اور اس
کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کو کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوة کو دو قسم کر دیا۔ نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی۔
نبوت شرعی کے نیچے انبیاء و اولیاء و درج کر دیئے اور اب ان کے لیے نبوة غیر شرعی اولیاء کے کشف

اور الہام کے لیے کھڑی اور مخصوص ہو گئی۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعے سے مستغیب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار معارف، مکاشفہ اس کا دائرہ ہیں۔ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ پر مستغیب کا حکم آیا ہے۔ پس یہ اگر پہلے سے شریعت محمدیہ میں موجود ہے تو ثابت اور اگر موجود نہیں ہے۔ اور پھر وہ دعویٰ کرتا ہے۔ خدا کا نوگردن بنی ہے۔ اور یہ تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لیے ہے۔

کتاب الیوائف والخواہر کے صفحہ ۷۹ پر حسب ذیل الفاظ ہیں۔ فقد بان لك الخ
پس روشن ہو گیا تیرے لیے کہ دروازے اوام الدین کے اور نواہی کے بند کر دیئے گئے۔ جس نے دعویٰ کیا اور نبی کا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پس وہ مدعی شریعت کا رہے (جو اس کی طرف بھیجی گئی برابر ہے کہ وہ موافق ہو۔ یا امر شریعت کے یا مخالف ہو۔ پس اگر ہے عاقل بالغ یہ مدعی، ماریں گے ہم اس کی گردن اور اگر عاقل بالغ نہیں ہے اس سے اعراض کریں گے۔

صوفیہ کے ہاں ایک باب ہے جس کو شطیحات کہتے ہیں۔ اور خود فتوحات میں اس کا باب ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گذرتے ہیں اور ان حالات میں کوئی کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں جو ہمارے ظاہر و باطن پر چسپاں نہیں ہوتے اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں صوفیہ کی تصریح ہے کہ ان پر عمل پیرا نہ ہو اور تصریح کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گذرے ہوں وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کرے۔ مجملہ ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہو تا ہے۔ دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زبانی کی صوفیہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں، اور ایسے مدعی کو کاذب بالاتفاق کہتے ہیں۔ ہم نے اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کو ان کی طہارت تقویٰ اور تقدس کی خبریں سن کر اور ان کے شواہد افعال، اعمال اور اخلاق سے تابہر پا کر وہی مقبول تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان قرائن اور نشانیوں سے جو خارج مہوت عنہ سے ہوں۔ یعنی انہی شطیحات سے ان کی ولایت ثابت نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ ولایت ان کی خارج سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ جو طریقہ ثبوت کا ہے۔ اس کے بعد ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی اور ہم اس تسلیم میں صواب پر تھے۔ تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ خارج یا مہوم ہمارے سامنے پڑتا ہے۔ تو ہم اس کی خوش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں اور محمل نکالیں کہ ٹھکانہ اس کا کیا ہے۔ شطیحات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جھگڑا جمانا۔ ناہم اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جدا گانہ تجارب سے اور جو طریقہ راست بازی ثابت کرنے کا ہے۔ ثابت ہوتی ہو۔ تو پھر اگر کہیں، کوئی کلمہ مہوم اور مغالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آگیا تو منصف طبیعتوں کے ذہن اس کی توضیح کریں گے اور محمل نکالیں گے۔

یہ عاقل کا کام نہیں ہے کہ راست بازی کسی کی ثابت ہو جسے بیشتر وہی کلمات مغالطہ پیش کر کے مسلم الثبوت مقبولوں پر قیاس کرے اور کہے کہ فلان نے ایسا کیا فلان نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہو گا کہ فلان کی

راست بازی جدا گانہ اگر ہمیں کسی طرفیہ اور دلیل سے معلوم ہے۔ تو ہم محتاج توجیہ ہوں گے اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں۔ اور اس سے پیشتر کچھ سالانہ خیر کاہتے ہی نہیں۔ تو ہم یہ کھوٹی پوچھی اسی کے منہ پر ماریں گے۔
خلاصہ بیان !

میرے کل بیان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ قادیانی مدعی نبوت حسب تصریحات قرآن و حدیث اور باجماع امت کافر مرتد ہے۔ اور جو شخص ان کے عقائد باطلہ اور دعویٰ نبوت دوجی پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھے ان کی نبوت کو تسلیم کرے یا مسیح موعود کہے۔ وہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔

اور حکم یہ ہے۔ کہ ان کا نکاح کسی مسلمان مرد و عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ اور اگر بعد نکاح کے کوئی شخص ایسا عقیدہ اختیار کرے۔ تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ قضاء و قاضی اور عدت کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اس کے بعد اگر زن دشوہر کے تعلقات باقی رکھے گئے۔ تو جو اولاد ہوگی وہ اولاد ذنابت النسب نہ ہوگی یعنی وہ حرام کی ہوگی جیسا کہ کشامی کے حوالے سے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اور زوجات کفر مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے لیے میرے بیان میں چھ وجوہ آئے ہیں۔

اول : ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوت منقطع ہوا اس کو لعنی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

دوم : دعویٰ نوة مطلقہ اور تشہیر بے

سوم : دعویٰ دینی اور ایسی دینی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

چہام : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

پنجم : آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔

ششم : ساری امت محمدیہ کو مجر اپنے متبعین کے کافر کہنا یہ اصول ہیں۔ جن کے تحت میں اور بھی ایسے فروع موجود ہیں۔ جو منشا زوجات کفر ہو سکتے ہیں۔

قادیانی صاحب کی کتابوں کو دیکھنے والے پر یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دردر ہے۔ ایک مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے۔ اور ہر سب اقوال میں اس قدر تنافت اور تعارض پایا جاتا ہے۔

اور خود مرزا صاحب کو ایسی پریشان خیالی ہے۔ اور بالخصوص ایسی روش اختیار کی ہے۔ جس سے نتیجہ گولڈبرگ اور ان کو بوقت ضرورت کے غلغلے اور مفر باقی رہے۔ یہی میں ذکر کر آیا ہوں کہ زنادقوں نے ہمیشہ یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ کہیں ختم النبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں

پرایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو حقیقی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسے علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو مشرک نہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔ اس کا سبب پورے غور کرنے سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

اول یہ ہے کہ مرزا نے قادیانی چونکہ مادر زاد کافر نہ تھے۔ ابتداءً ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوئی (اس لیے) انہی کے پابند تھے اور وہی لکھے۔ پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ انہوں نے باطل اور جھوٹے دعوؤں کے رواج دینے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے، جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ عام و خاص مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا۔ جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہو گیا جس کے متعلق پہلے بیان میں آچکا ہے کہ ایسا کرنا کفر صریح ہے۔ اور اس قسم کے کفر کا نام قرآن مجید نے الحاد رکھا ہے۔ اور حدیث نے زندقہ اور عام محققین نے باطنیت کے نام سے اس کو پکارا ہے۔ اس لیے اب قادیانی صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں عام اہل سنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال و افعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے، جب تک اس کی تصریح نہ ہو کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے۔ جو جہور امت نے سمجھی اور پھر اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کئے تھے اللہ سے توبہ کر کے ہیں اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندگی اس کو کہا جاتا ہے جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے۔ لیکن ان کی ایسی نادہل و تحریف کرے جس سے ان کے حقائق بدل جائیں اس لیے جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جائے کہ قادیانی صاحب ختم نبوت اور القطاع دہی کا اس معنی کے اعتبار سے قائل ہے۔ جس معنی سے صحابہ و تابعین اور تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی جرات کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا ہو۔ اسی طرح حشر اجماع و نزول میں وغیرہ عقائد کے الفاظ کا اقرار کر لینا یا لکھ دینا۔ بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہوگا۔ خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔ اسی طرح مسئلہ توہین ہے۔ کہ جب ایک جگہ توہین کے کلمات ثابت ہو گئے۔ تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور شائد دعوائی بھی کی ہو۔ تو وہ اس کو اس کے کفر سے اس کو نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلم اس پر شاہد ہیں۔ کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گذاری اور مدح و ثناء کرنا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کی تو کوئی انسان اس کو مطلق اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔ الغرض اول تو یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مرزا اپنی آخر تک دعویٰ نبوت دہی پر قائم رہا ہے۔ اور اپنی کفریات سے کوئی

توبہ نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے آخری حلقہ سے واضح ہوتا ہے۔ جو موت سے تین دن پہلے اخبارِ عام لاہور کے ایڈیٹر کے نام لکھا ہے۔ اور مگر یہ بھی ثابت نہ ہوتا۔ تو کلماتِ کفریہ اور عقائدِ کفریہ لکھنے اور کہنے کے بعد اس وقت تک اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ جب تک وہ ان عقائد سے توبہ کا اعلان نہ کرے اور توبہ کا اعلان جہاں تک ہم نے کوشش کی ان کی کسی کتاب یا تحریر میں نہیں پایا گیا۔ اس لیے تکفیر کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ مزارِ صاحب نے دعویٰ نبوت و غیرہ سے توبہ کی تھی۔ جب بھی ہمارا مدعا علیہ چونکہ ان کو عام انبیاء کی طرح نبی اور رسول ماننے کی تصریح اپنی کلام میں کرتا ہے۔ اس لئے اس کے کفر و ارتداد میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا از روئے عقائدِ اسلام و مسائلِ فقہیہ اجماعیہ کا اس کا نکاح جو مسلمان عورت کے ساتھ ہوا تھا قطعاً فسخ ہو چکا۔ وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ اجمعین۔

دستخط محمد اکبر

ن ج

۲۸۔ اگست ۱۹۳۲

جرح بر بیان امام العصر حضرت سید محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۹۳۲ء

بیان بحرح مولوی محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

صحیح مسلم میں ہے کہ جس کو پہنچے میرا کلمہ اور تصدیق نہ کرے مَا جِئْتُ بِہِ کی، وہ مسلم نہیں ہے۔ جبریل علیہ السلام کی دریافت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی یہ تشریح کی کہ ایمان لانا خدا پر، ملائکہ پر، کتب سماویہ پر رسل پر یا یوم آخرت پر تقدیر خیر و شرمن اللہ ہونے پر یہ ابتداء ایمان کے فرائے اور اسلام میں عبادت حق تعالیٰ کی (ومدہ لا شریک لہ) اقامت صلوٰۃ، ایثارِ زکوٰۃ، صوم رمضان پر جبریل علیہ السلام نے اس کی تصدیق کی۔ یہ بات حدیث کے متن میں موجود ہے۔ جس جس چیز کو قرآن (پاک) ایمان کہے گا وہ ایمان ہے۔ اس کا منکر خارج از اسلام ہے۔ احادیث میں پانچ چیزوں پر بنائے اسلام رکھی گئی ہے۔ دو شہادتیں۔ یعنی توحید اور رسالت کی شہادت نماز کا قیام کرنا۔ زکوٰۃ کا دینا۔ رمضان کا روزہ رکھنا اور حج کرنا جو طاقت رکھے یہ حدیثیں قدرے مشترک کے تو اترا تک پہنچی ہیں۔

تو اتر کی قسمیں علماء کی اپنی طرف سے ایجاد شدہ نہیں ہیں۔ بلکہ انہوں نے قرآن اور حدیث کا ثبوت جس حال سے پایا۔ اس کو ادا کر دیا علماء نے حال واقعی جیسا پایا اس کو یونہی ادا کیا۔

یہ تو اتر کے اقسام علماء کی اصطلاحات ہیں۔ اور مرزا صاحب خود اپنی کتابوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ تو اتر معنوی میں جو حصہ قدر مشترک ہے۔ اس کا ثبوت اگر واضح ہے۔ تو اس کا منکر کا تو ہے اور اگر خفی ہے۔ تو مجمل ایمان فرض ہے۔ اور تفصیل کو خدا کے سپرد کریں۔

ایک خبر واحد کو اگر کوئی شخص جنت نہ مانے تو کافر نہیں۔ بدعتی ہے۔ کتاب مسلم الثبوت کے صفحہ ۱۷ پر امام رازی کا جو قول بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا درجہ تو اتر معنوی پر نہیں چلا اور مسئلہ پر دلیل ہوا۔ اس میں تردد ہے۔ یہ نہیں فرماتے کہ وہ تو اتر معنوی کو پہنچا ہوا اور پھر اس کا منکر کافر نہیں۔ حنفیہ کا اصول ہے کہ اجماع صحابہ کا قطعی ہے۔ اور منکر اس کا کافر ہے اور اب بعد کے اجماع کا منکر مبتدع اور فاسق ہے۔

اجماع صحابہ کے قطعی ہونے میں امام ابن تیمیہ کی کتاب سے حوالہ دیا جاسکتا ہے۔
 نزول مسیح، علامات قیامت میں سے ہے۔ جو خبریں اخبار مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان پر اجماع ہو سکتا ہے اور
 ہوا ہے۔ نزول مسیح کے سوال پر فقط اجماع ہی نہیں۔ بلکہ نفوسِ اماریہ کا تو اثر ہے۔
 کتاب مسلم الثبوت کے صفحہ ۱۹۵ جلد دوم
 الفاظ (حسب ذیل ہیں)

اما فی المستقبلات - - - - - هذا
 اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ واقعہ پیش آگیا ہو اور اس کا حکم دینا ہو مجتہدین کو، تو اتفاق اور اجماع کریں اور اگرچہ
 چیزیں جو یقینی ہیں ان میں داخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عقیدہ کافی ہے۔ یعنی تو اترا اگر ہو جائے تو اس عقیدہ کو
 ایمانی عقیدہ قرار دو۔ اور ان کی تفصیل اور مصداق ڈھونڈنے میں نہ پڑو۔ جب وہ واقعات پیش آجائیں گے اور
 خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو خلیفہ کا خلیفہ ماننا اجزاء ایمان میں داخل نہیں ہے۔ واجبات میں سے ہے۔ مسئلہ
 کی جیسی حقیقت ہوگی۔ دیسے ہی اس پر اجماع رہے گا۔ ثبوت اس کا قطعی ہو جائے گا۔ حکم اس کا ویسا ہی رہے گا۔
 مبیی اس کی حقیقت ہے۔

صحابہ کا اجماع کسی مسئلہ پر ہو۔ اس کا منکر کا فرسے۔ لیکن مسئلہ تعدد خلیفہ کا اور وحدت کا مصدر اول میں مختلف
 فیہ ہے۔ اجماع کسی مسئلہ پر ہوتا ہے۔ یا کسی کارروائی پر کسی مسئلہ پر جو اجماع ہوا اس کا وہی حکم رہا جو اجماع صحابہ
 کا ہے۔ اور کسی علی استصواب پر یا کارروائی پر ہو تو وہ اجماع اس قسم کا نہیں۔ جس پر بحث ہو رہی ہے۔ کتاب
 شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۱۴۷ پر الفاظ ذیل

ولو انکر..... لیکن
 اس کی مراد یہ ہے کہ ردافین جو منکر ہیں، خلافت خلفائے ثلاثہ سے اس بنا پر کہ وہ خلافت کے مستحق نہ تھے
 تو وہ کافر ہیں۔ اور اگر صحابہ صدیق اکبرؓ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو کوئی خلاف جزو ایمانی نہ تھا۔
 حیات مسیح اجماعی مسئلہ ہے۔ صحابہ میں اور تو اترا ہے حدیث کا اور سوائے محدثوں کے کسی نے انکار نہیں کیا ردح
 المعانی کا حوالہ پیش کیا جا چکا ہے۔ جو تفسیر سورہ اعراب میں ہے۔ صفحہ ۶۰ جلد ۷

تلمیحیں الجبیر صفحہ ۳۱۹ پر ہے کہ امارت علیؓ..... فارغیت
 لیکن اٹھایا جانا علیؓ علیہ السلام کا پس اتفاق کیا اصحاب اخبار اور تفسیر نے کہ علیؓ علیہ السلام اٹھائے گئے
 بدن کے ساتھ، زندہ ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس میں ہے۔ کہ موت آلِ حقِ رفعت سے پہلے یا سو گئے۔ اور اٹھا
 لیا گیا۔

حیات کے متعلق چند سلف کا اختلاف ہے۔ لیکن عام طور پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں ہمارے نزدیک حیات اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ ایک ہی نئی ہے۔ میری بحث اجماع اور تو اتر پر ہے۔

سوال یہ تھا کہ حیات مسیح پر صوابہ کے اجماع کی سند دی جائے اس کا جواب گواہ ابھی دینا چاہتا ہے پھر اور بیان کیا گیا حضرت امام مالک نے نہیں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے وہ حیات و نزول عیسیٰ کے قائل ہیں۔ امام مالک کی کتاب الکمال ابوالکمال جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ مصری میں عبارت ذیل ہے۔

قال مالك --- --- --- --- --- ثلاثين سنة

امام مالک کا یہ قول بھی ان کی اکمال سے لکھا۔ جو عیسیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ موت آئی حضرت عیسیٰ کو وہ ۳۳ سال کے تھے اس کتاب میں دوسری جگہ ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ دریں اثناء کہ لوگ ٹھہرے ہوں گے، سننے ہونگے، اکان لگائے ہوں گے، اقامت صلوٰۃ کی، ڈھانک لے گا، انکو ایک بادل اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتر آئیں گے۔ ابن حزم کا جو قول تفسیر حلالین سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ یہ الفاظ غلط نقل ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ابن حزم کی کتاب میں اس کی تفسیق ہے۔ اور بیان میں کھوئی گئی ہے جو حدیث الفرق بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ ہے۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

تین اماموں کا اتفاق ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ ناسق کہا جائے گا۔ اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ سنن ابی داؤد کی دہرے سے اس مسئلہ میں اختلاف پڑ گیا۔ دوسری حدیث جو بیان کی گئی ہے۔ وہ بھی اسی قسم کی ہے۔ الفاظ میں کچھ فرق ہے۔

مقبیہ نماز کی فرضیت کا پھوڑ دے تو باجماع امت کافر ہے۔ شرع فقہ ابراہیم کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے کہ

دکنت لک ترک صلوٰۃ موجب للقتل عند الشافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ تشریح کہ جو شخص نماز کو فرض جان کر ترک کرے وہ کافر ہے۔

سنن ابی داؤد کی احادیث سے پیدا ہوتی ہے۔ جس حدیث میں بناء اسلام پانچ بیان کی گئی ہے اس کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پانچ نمازیں فرض کیں خدا نے، جس نے اچھا کیا وضو ان کا اور پڑھیں اپنے وقت دیو پر اور کیا رکوع ان کا اور شروع، تو خدا کی ضمانت میں ہے کہ مغفرت کرے اسے اور جس نے ترک کیا۔ خدا کی ضمانت میں نہیں ہے۔ چاہے مغفرت کرے چاہے عذاب کرے۔ سنن ابوداؤد

اس پر مجتہدین کی رائے مختلف ہو گئی جو مسائل شرع فقہ ابراہیم کے صفحہ ۱۶۲، ۱۶۰، ۱۵۶

کذا الو قال عند شرب الخمر او الزانی بسم الله عمدا او باعققاد انهم حلالان وکذا الو افقی لامرأة لتبین من زوجها۔

استغفار علماء کفر ہے۔ جو اثنائہ سے مشابہت کرے کفر ہے۔

جو عالم کو مولوی مولوی کہہ کر کافر ہو جائے گا۔ جو شراب پیتے ذرہ بسم اللہ کہہ دے وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں یہ مسائل ہیں۔ میرے بیان میں آپ کا سنئے۔ کہ کوئی چیز کسی حال میں کفر ہوتی ہے۔ کسی حال میں کفر نہیں ہوتی، میں اس کی مثال دے چکا ہوں۔ کلمات مذکورہ بالا بعض حالات میں موجب کفر ہو جائیں گے۔ بعض حالات میں نہیں ہوں گے۔ لیکن ہم نے عقائد باطلہ پر حکم لگایا ہے۔ کسی ایک اختلافی چیز سے مدد نہیں لی اور نہ اپنے حکم کی بنا کسی مختلف حصہ پر رکھی ہے۔ اختلافی حصہ کو پہلے سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہمارے حکم کی بناء اس دیوں پر ہے۔ جو نبی کریم کے زمانہ سے بلا فصل اب تک چلا آ رہا ہے۔ جو مسائل اور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مسائل اختلافیہ ہیں۔

علماء بریلی نے جن واقعات پر علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ وہ عقائد علمائے دیوبند نے ظاہر نہیں کئے۔ غلط فہمی ہوئی۔ جن عقائد کی بنا پر علمائے بریلی نے علماء دیوبند کے خلاف کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ علمائے دیوبند ان عقائد کے قائل نہ تھے۔

۲۹ اگست ۱۹۳۲ء

تمتہ بیان جرح سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

باقراصلح

ضروریات دینہ کا انکار کرنا یعنی عقیدہ چھوڑنا کفر ہے۔ لیکن عمل نہ کرنا کفر نہیں وفاق اور معصیت ہے۔ کفر نہیں جو عقیدہ ترک کرے وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ اور جو عمل ترک کرے وہ عاصی ہے۔ جو شخص دستور ملکی کی بنا پر یا وجود طاقت رکھنے کے شرعی حکم کو چھوڑے۔ اس کی بابت بھی یہی حکم ہے۔ اگر عقیدہ حق ہونے کا ترک کیا اور کہتا ہے کہ یہ شریعت غلط ہے اور اگر کہتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح اور مسئلہ درست ہے۔ عمل ہم اپنی بد قسمتی سے نہیں کرتے، وہ داخل ایمان اور عاصی ہے۔ مدعی نبوت اور اس کی طرف بلانے والے کی سزا قتل ہے۔ صاحب شریعت دستور ملکی کی رو سے اگر کوئی چیز بیان کرے وہ بھی شریعت ہے۔ وہ جو کچھ فرمائے، اگرے، اکل شریعت ہے۔ اور جو کچھ صاحب شریعت کے رد ہوا اور وہ اس پر سکوت کرے۔ تو وہ بھی شریعت ہے۔

ابن صیاد جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعویٰ نبوت کیا۔ اسے اس بے قتل نہ کیا گیا کہ وہ نابالغ تھا۔ نابالغ کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس امر کی تصریح ہے کہ وہ نابالغ تھا۔ صحیح بخاری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ نابالغ تھا۔

صدیق اکبر خلیفہ ہوئے۔ مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اور کچھ نفری (جماعت) اس کے ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ صدیق اکبر نے ہم تیار کی، اس کے جہاد کے واسطے بعض صحابہ نے عرض کی کہ مہینہ میں اس وقت لوگ کم ہیں اور خطرہ ہے۔ مہینہ کی حفاظت کے لیے لوگوں کو موجود رہنے دیا جاوے۔
صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں بہادر تھے اور اسلام میں آکر بزدل ہو گئے۔
یہ مجھے برواشت نہیں صحابہ نے اس پر کوئی تحلف نہ کیا اصول میں یہ اجماع کہلاتا ہے۔

اجماع کے معنی یہ ہیں کہ مسئلہ پیش کیا جاوے اور اس پر سب اتفاق کر گئے۔ کسی نے مخالفت نہ کی اسے اجماع کہا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کے سامنے وہ مسئلہ پیش ہو۔ اور وہ کہے کہ مجھے اتفاق ہے۔ مسیلمہ نے نبی کریم کے بعض احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ لیکن جو دو شخص نبی کریم کے سامنے پیش ہوئے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ وہی کچھ کہتے ہیں۔ جو مسیلمہ کہتا ہے۔ یعنی کہ وہ نبی ہے۔

کتاب حج الاکرامہ ص ۲۳، صفحہ ۲۳ میں ہے۔ جو واقعات مسیلمہ کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ یہ وقوع میں ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن وقت اس کتاب میں ترتیب سے نہیں لکھا گیا۔ مسیلمہ کو قتل کرنے کی بڑی وجہ دعویٰ نبوت تھی اور جو چیزیں اس کے متعلق اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ اس کے الگ بھگ تھیں اور یہ چیزیں نبوت کے تخت میں نہیں۔

اگر اخبار آحاد کی تاویل کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے تو اس کے قائل کو مبتدع یعنی بدعتی نہیں کہیں گے اور اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں ہے۔ تو وہ ظالمی ہے۔ آیات قرآن متواتر ہیں
قرآن اور حدیث جو نبی کریم سے ہم ہمک پہنچا۔ اس کی دو جامیں ہیں۔ ایک ثبوت اور ایک دلالت ثبوت قرآن کا۔ تواتر ہے۔ اور اس تواتر کا اگر کوئی انکار کرے تو پھر قرآن کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسا ہی جو شخص تواتر کے حجت ہونے کا انکار کرے اس نے دین ڈھلوا دیا۔ دوسری جانب دلالت ہے دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوتی ہے۔ اور کبھی ظنی ثبوت قطعی ہے۔

دلالت کا معنی ہے کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ اگر اجماع ہو جائے صحابہ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جائے کہ مدلول ہی ہے۔ تو پھر وہ دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا بسم اللہ سے دلالت اس تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کہیں ظنیت ہے۔ اور کہیں قطعیت لیکن قرآن کے ملنے سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔

حدیث ہے کہ رِکْلٌ اَیْتٌ ظَاهِرٌ وَ بَاطِنٌ لیکن قوی نہیں، باوجود قوی نہ ہونے کے مراد اس کی میرے نزدیک صحیح ہے۔

محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد میں کچھ کلام ہے۔ اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تھا۔ وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجملہ ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی ایک مراد وہ ہے کہ تو اعدا لعنت اور عریت سے اور اولہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں اور اس کے سخت میں قسمیں ہیں بطن سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو ان خفایا سے سرفراز کر دے اور بہتوں سے وہ خفی رہ جائیں لیکن الباطنی بطن جو مخالفت ظاہر کے ہو اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں وہ مقبول نہ ہوگا اور رد کیا جائے گا۔ اور بعض اوقات میں باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا۔ حاصل یہ کہ ہم مکلف فرمانبردار اپنے مفکر و رے موافق ظاہر کی خدمت کریں۔ اور بطن کو سپرد کر دیں خدا کے۔

اگر اخبار احاد متعدد جب باہم مل کر نواز کے درجہ کو پہنچ جائیں تو وہ تطبیق میں قرآن مجید کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور کوئی متواتر چیز قرآن کے منافی دین میں ممکن نہیں کہ پانی جا دے۔ اور اگر اخبار احاد نواز کے درجہ کو نہ پہنچیں اور بظاہر ان کی مغایرت معلوم ہوتی ہو قرآن سے تو علما کا فرض ہے کہ اس کی تطبیق اور توفیق ڈھونڈیں یعنی (آپس میں) ملائیں۔

خبر واحد کے بھی دو پہلو ہیں۔

ایک ثبوت کا، دوسرا دلالت کا، ثبوت میں وہ ملتی ہوتی ہے۔ جب تک کسی مل کر نواز کو نہ پہنچ جائیں۔ اور اور دلت میں کبھی قطعی اور کبھی ظنی۔

دین میں کوئی متواتر چیز ایسی نہیں پائی جاتی۔ جو قرآن کی ناسخ ہو۔ کوئی حدیث متواتر یا خبر واحد ایسی نہیں ہے۔ کہ جس کو علماء نے قرآن کے ساتھ جوڑا نہ ہو۔

نسخ کا باب اگر کوئی چیلے تو دفعی ہے۔ وقوع اس کا نہیں خوارج کے قتل کی وجہ میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کفر کی وجہ سے قتل ہوئے اور کوئی کہتا ہے کہ بغاوت کی وجہ سے فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۲ میں ہے۔ کہ خوارج کو بعض کہتے ہیں کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ بغاوت کی وجہ سے۔

حضرت علیؓ کا قول خوارج کے بارے میں جو کتاب منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۶۱ سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسی کتاب میں ہے۔ ان خوارج میں سے جو منکر ہوں گے مزدربیات دین کے ان کی تکفیر ہوگی۔ اور جو ضروریات دین کے معکونہ ہونگے وہ باغی رہیں گے اور ان کے ساتھ قتال یعنی جنگ ہوگی۔

کتاب مکتوبات امام ربانی جلد ۲۔ صفحہ ۱۷ اور کتاب حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳ کی عبارت

نزدیک است کہ علماء ظواہر

جوں مہدی علیہ السلام مقالت پر تفصیل سے کتاب میں یہ عبارتیں ہیں۔

شیخ جمد رحمۃ اللہ میرے نزدیک مسلم صاحب کشف ہیں کشف ظنی چیز ہے مجھے احادیث سے اور روایات سے جو امام مہدی کے متعلق آئی ہیں کوئی شبہ معلوم نہیں ہوا جس سے یہ پتہ چلے کہ ایسی نبوت آئے گی یعنی ان کے ظہور کے وقت میں علماء کی طرف سے یہ نبوت آئے گی۔ باقی رہا کشف جمد صاحب کا، وہ اللہ کو معلوم مجھے روایات پر عمل کرنا چاہیے۔

یہ حدیث ہے کہ میری امت کے ۲۷ فرقتے ہو جائیں گے اور آگے ہے کہ سارے نار میں جائیں گے۔ مگر ایک فرقہ اس پر عرض کی گئی کہ وہ کون ہوگا۔ فرمایا کہ وہ ہوگا۔ جو میرے راستہ پر اور میرے صحابہ کے راستہ پر ہوگا۔

الملل والنمل میں اس حدیث کے ساتھ یہ الفاظ ہیں۔ کہ وہ جماعت ہوگی۔

اس کی اس جماعت سے مراد اس کے مصنف شہرستانی مولانا طہطاوی والجماعت سے ہے۔ یہ الفاظ بعض روایات

میں اور بعض میں نہیں ہیں اس سے یہ اصلاً مراد نہیں کہ وہ چھوٹی جماعت ہوگی۔

محمد باشم خطیب سے جس نے شام میں مرزا صاحب کے متعلق فتویٰ دیا ہے مجھے اس سے تعارف نہیں ہے۔ نبی کی اولاد کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں صحابی کے متابعت میں آیت کی مراد میں یہ ذکر کیا ہے۔ درود کوئی حاجت نہیں اور نہ میرا اس پر مطلب موقوف ہے۔ قول صحابی کا بھت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بقیع تا جو کہ ہر کہ معنی میں ہی ہے۔ اور آخر کے معنی میں بھی ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ عیسیٰ ابی مریم کے سوا جو نبی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے۔

قرآن شریف میں تین طریقے انسان کے ساتھ خدا کے کلام کے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن ان کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے اپنے بیان میں وحی کی تعریف نہیں کی۔ اقسام بیان کئے ہیں پیغمبر کے ساتھ وحی کے متعدد طریقے ہیں۔ جو پیغمبر کا معاملہ اور خدا کا معاملہ ہے۔ اس کی انتہاء میرے مقدور سے باہر ہے۔ وہ مخصوص معاملہ ہے۔ خدا کا اور پیغمبر خدا کا اور جب وہ صفت مجھے حاصل نہیں تو میں اس کی پوری حقیقت اور کہ نہ کہ نہیں پاسکتا۔ لیکن حرف شناسی اور طالب علمی کی مدد میں آیت کی تفسیر کرتا ہوں۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ ذِكْرِ آيٍ حَجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا
فَيُوحِي بَيِّنَاتٍ مِمَّا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكَمٍ قَدِيرٌ

مناسب نہیں ہے۔ سرور اور نہیں ہے کسی بشر کو کہ کلام کرے اس کے ساتھ خدا۔ بلکہ بطور وحی یا ہودہ کے پیچھے سے یا بیچے اس کی طرف قاصد۔ اور قاصد کے ذریعہ سے پیغام دے۔ اپنی مشیت اور اراد سے جو پیغمبر کو میراث بات ہو چکا ہے۔ جداگانہ طریق پر۔ اس پر جو وحی ہوتی ہے۔ وہ وحی اعلیٰ ہے۔ دوسرے شخص پر جو وحی ہودہ ظنی ہے۔

جو شخص خاتم الانبیاء کے بعد وحی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی مانتے ہیں۔ اس کے سوا جو وحی ہے۔ وہ وحی نبوت نہیں ہے۔ لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ وحی قرآن کا لفظ ہے۔ اور لغت میں جتنے معنی وحی کے لیے گئے ہیں۔ ان پر وحی کا لفظ اطلاق ہو سکتا ہے۔ حضرت مریم اور ام موسیٰ (والدہ موسیٰ) کی طرف جس وحی کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ وہ جو حکم بغیر نبی نہیں ہیں۔ اس لیے اس وحی سے وہ دوسری وحی مراد ہوگی۔ چوتھی ہے۔

قرآن شریف میں جو تین طریقے وحی کے مذکور ہیں۔ ام موسیٰ اور حضرت مریم کی طرف جو وحی آئی ہوگی۔ وہ ان تینوں طرق میں سے ہوگی۔ مگر عام مفسرین نے اس آیت وما کان لبعثہ ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراہ حجاب الخ کو وحی نبوت پر ہی اتار لیا ہے۔

مکتوبات امام ربانی جلد ثانی صفحہ ۹۹۔ مکتوب ۵۱ کو میں نے منسوخ ہے۔ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ کشفی ہے۔ یا الہامی ہے جو حجت قطعی نہیں ہے۔ شیخ مجددی کلام کشف والہام میں ہے۔

توہین انبیاء کے بارے میں میں نے تصریح کر دی اپنے بیان میں کہ سب کی قسم تعریف سے بھی ہوتی ہے۔ اور لازم سے بھی ہوتی ہے۔

لیکن میں نے وجہ ارتداد مرزا صاحب میں تعریف کو نہیں لیا بلکہ جس جو کو انہوں نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا اور جس جو کو اپنی جانب سے حق کہا میں اسے وجہ ارتداد سمجھتا ہوں۔ اور اسی کو ارتداد کی وجہ قرار دیا۔

مرثیہ شیخ رشید احمد صاحب گلگوہی صفحہ ۸۶، ۸۷ کے اشعار { شیخ الہند صاحب کے جو
صفحہ ۳۳ کے اشعار متعلق مسیح کا جواب۔ } شعر نقل کئے گئے۔

اس کے متعلق یہ جواب ہے کہ جو مدحیہ اشعار ہوں۔ وہ تحقیقی نہیں ہوتے بلکہ بشری کلام انکس کے ہوتے ہیں اور شاعرانہ محاورہ، نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی وہ عقیدہ ہوگا اور وہ تحقیق ہوگی اور وہ کسی طرح سے ممکن نہ ہوگی۔ حقیقت حال ہوگی۔ نہ کم نہ بیش بشر استواء کو حقیقت کی نہیں پہنچتا تخفیفی لفظ کہتا ہے۔ اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا کہ شاعرانہ نوع تعبیر، عام اطلاق الفاظ نہیں ہے۔ اور وہ تخفیف پر عبارت کہہ دیتے ہیں۔ جو اس پاس (قریب قریب) ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی عزت میں اور ضمیر میں منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔

بھوٹ میں اور شاعر میں یہ فرق ہے۔ کہ جہوٹا کوشش کرتا ہے۔ کہ میری کلام کو لوگ سچ مان لیں اور شاعر کی اصلاح کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ خود سمجھتا ہے کہ حاضرین بھی میری اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے۔ دوسرے وقت ایسے وقائع دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں۔ مبالغہ شاعروں

کے ہاں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک قسم ہے۔ کلام کی جو فہم علیہ میں درج ہے۔ اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے۔ کہ چھوٹی چیز کو بڑا ادا کرنا اور بڑی چیز کو چھوٹا ادا کرنا بشرطیکہ نہ اعتقاد ہو۔ نہ محض کوئی مبالغہ ہو۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے۔ کہ جس سے مبالغہ پڑتا ہے۔ نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے۔ وہ اور جہاں کا ہے۔ اور یہ حضرت شاعر اور جہاں میں ہیں۔

کتاب ازالۃ الاہام مصنف مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر کی اور اشعار مولوی آل حسن صاحب سے جو مشکوٰۃ شریف میں جو قصہ حضرت عمر کے توراث کا درج ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینے کے متعلق مذکور ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے حضرت موسیٰ کی کوئی توجہیں ظاہر نہیں

جواب۔ میں بموجب ارتداد مرزا صاحب میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے۔ بلکہ میں اس چیز کو لیا ہے۔ جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے۔ اور اسے حق کہا ہے اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیے ہیں۔ اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا میں اپنے بیان میں تصریح کر چکا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کر دوں گا۔ زبان پر کر دوں گا۔ میں نے مرزا صاحب کی تمام کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ جس قدر مجھے حکم دینے کی ضرورت ہوئی۔ اسی قدر میں نے مطالعہ کیا ہے۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور بغیر توبہ کے مرے۔ اس لیے میرے نزدیک وہ کافر ہیں۔ بروز۔ نسخ۔ رسخ۔ فسخ۔ مسخ۔ کے جو الفاظ میں نے بیان کئے تھے۔ اس سے میں نے یہ دکھایا تھا کہ ان کی کوئی حقیقت دین سادی میں نہیں ہے۔ اور کہ یہ لفظ نہ آئے ہوں۔ یہ غلط ہے۔ نہ میرے بیان میں ہے۔ علماء نے ان لفظوں کو لیا ہے۔ اور رد کیا ہے۔

میرا عقیدہ نہیں ہے کہ مسیح کی شکلی دوسرے کسی مرد و میں ڈالی گئی ہو۔ لیکن بعض مفسرین نے اہل کتاب سے نقل لی ہے۔

مُذَوِّقًا قَوْلَهُ حَاسِبِينَ۔ کے متعلق میرا عقیدہ کہ وہ لوگ مسخ ہو گئے غلط مولانا محمد حسین جالوی نے جو کچھ مرزا صاحب کے متعلق کہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں تک درست کہتا ہے۔ مجھ کو کمر سوال کمر۔ میں نے کل اس سوال سے کہ اسلام کی بنا جو پانچ چیزوں پر بیان کی گئی ہے۔ اس سے مراد میں نے یہی تھی کہ صاحب شریعت نے جو بنا و اسلام کی پانچ چیز پر رکھی ہے۔

مظہر نے بہت سے دفاتر کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا جواب میں نے اس دفت میں دیا تھا کہ جو چیز قرآن شریف میں سے لی جائے گی۔ وہ ایمان میں داخل ہو جائے گی۔ اور جو متواتر حدیث ہوگی۔ وہ ایمان میں داخل ہو جائے گی۔ اور یہ جو ہے کہ بناء اسلام کے پانچ چیز پر ہے۔ ایک شہادت توحید کی۔ اور شہادت رسالت کی اس شہادت رسالت کے تحت سارا دین پیغمبر کا داخل ہو گیا۔

رسول کا ماننا، ان کی شریعت کی اطاعت کو مادی ہے۔ انہی پانچ کے اندر بلکہ ایک ہی لفظ کے اندر رسول کی رسالت کو ماننا سارا دین آگیا۔

میں نے کوئی دفعہ جو اضافہ کی ہے۔ مطلق اضافہ نہیں نیز مقضیٰ اگر کئی ایک قانون کہے تو یہ اعتراض بے معنی ہے۔ کہ ایک ہی دفعہ کے تحت ذیلی منشاء کو کیوں ادا نہ کر دیا بلکہ سارے قوانین اس کے واجب الانقیاد یعنی واجب الاطاعت ہوں گے۔ اور اس میں میں نے صحیح مسلم کی حدیث کا حوالہ کل دیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جو کوئی ان سب پر جو میں لایا ہوں خدا کی طرف سے ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں امر کیا گیا ہوں کہ میں منہا بلکہ کروں لوگوں کے ساتھ یہاں تک کہ شہادت دیں لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی اور ایمان لائیں مجھ پر اور اس چیز جو میں لے کر آیا ہوں۔

بناءً السلام کے جو پانچ ارکان بیان کئے گئے ہیں۔ بہ مہم ارکان ہیں۔ بڑے سنوں تو یہ ہیں اور حدیث میں اور چیزیں بھی ہیں۔ یعنی ایمان کے دیگر بھی کئی شعبے ہیں۔ خلافت شیخین کے اجماع کے متعلق میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ جو شخص ان کے مستحق خلافت ہونے کا انکار کرے کہ وہ خلافت کے لائق نہ تھے وہ شخص کافر ہے۔ شامی باب الامامت۔ نقل عن البعد الرائق صفحہ ۵۶۱ جلد اول

لعل المراد انکار استحقاقها الخلافة فهو مخالف لاجماع الصحابة لا انكار وجودها
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ شاید مراد انکار ہے۔ استحقاق شیخین کا ایسا شخص مخالف ہے۔ اجماع صحابہ کے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ وقوع خلافت سے کوئی انکار کرے۔

حیات مسیح کے سوال پر امت کا اجماع ہے اور امت کہنے میں یہاں سے لے کر بغیر کے زمانے تک کے مسلمان اور صحابہ بھی اس میں داخل سمجھے جائیں گے۔

دیوبندیوں کے خلاف جو فتویٰ علماء بریلی کا پیش کیا گیا تھا۔ اس میں جو فقہ کتاب تہذیر الناس سے نقل کئے گئے ہیں وہ مختلف مقامات سے جو کران کی مولانا محمد قاسم صاحب کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ مولانا کی تصریح یہ ہے کہ جو ختم زمانی کا انکار کرے وہ بسبب نواتر کا کافر ہے۔ کتاب تہذیر الناس کے صفحہ ۱۰ پر سواگر سے کافر ہو گا کہ مولانا نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جو ختم زمانی کا انکار کرے وہ قرآن سے، نواتر سے اور اجماع سے کافر ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور حدیث جس طریقہ پر ہمارے پاس پہنچا۔ اس طریقہ کو علمائے ادا کیا اور جو شخص نواتر کا انکار کرے وہ قرآن کو ثابت نہیں کر سکتا اور دین ابتداء سے آخر تک مضہم ہو جائے گا۔ اس میں پس و پیش کرنا کہ نواتر خبر احادیث قطعی ہے، مستزم ہو گا کہ قرآن میں بھی پس و پیش کرے کہ اس واسطے کہ ثبوت قرآن کا اور حدیث منواتر کا نواتر ہی ہے۔ نواتر میں اگر جھگڑا ڈالا تو اس شخص کے پاس دین محمدی کی کوئی جڑ نہیں۔

کل یہ سوال کیا گیا تھا کہ امور مستقبلہ پر اجماع ہوتا ہے یا نہیں امور مستقبلہ میں اجماع نہ ہونا کی مراد یہ ہے کہ حکم علی، جو ہاتھ پیر سے کرنا بسو۔ اسے مستقبل پر چھوڑا جاوے۔ پہلے سے اجماع کا کوئی اثر نہیں۔ وقت پر دیکھا جائے گا۔ اور جو عقیدہ قرآن و حدیث میں آچکا ہے۔ مستقبل کے متعلق اس پر اجماع منعقد ہونا معقول ہوگا اور حجت ہوگا۔ کہیں فرض ہوگا۔ و دعویٰ النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع

شرح مسلم الثبوت صفحہ ۵۱۹، کتاب الکمال الاکمال کے حوالہ سے جو کل یہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ اس کتاب کے دوسرے صفحہ پر ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے امام مالک کی مراد یہی ہوگی کہ برائے چند ساعت موت دی گئی ہے اور بعد میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک ہی صاحب کے مقولہ کے دو قطعہ ہیں۔

سن کر تسلیم کیا گیا

دستخط حج صاحب

۲۹۔ اگست ۱۹۳۲

بیان و جرح حضرت نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ

۳۰-۳۱- اگست ۱۹۳۲ء

علمی دنیا کی جانی پہچانی عظیم شخصیت حضرت مولانا نجم الدین صاحب جو عرصہ دراز تک اورنٹیل کالج لاہور میں عربی کے استاد رہے، نے اپنی تمام عمر فقہ مرزائیہ کے کفر و ارتداد کو آشکارا کرنے میں گزارا۔ ملک کا شاید ہی کوئی کو نہ ایسا ہو جہاں آپ اس فقہ کی سرکوبی کے لیے نہ پہنچے ہوں۔ اسی جذبے کے تحت آپ بہاولپور تشریف لائے۔ ۳۰ و ۳۱ اگست ۱۹۳۲ء کو اپنا بیان عدالت میں قلمبند کراتے ہوئے آپ نے مرزا قادیان کے لیے بے شمار کفر کے وجوہ سے صرف تین وجوہ :

۱۔ ادعاء نبوت تشریعی و غیر تشریعی۔

۲۔ توہینِ انبیاء علیہم السلام۔

۳۔ تمام مسلمانانِ عالم کو کافر بنانا۔

بیان فرما کر قرآن پاک و احادیث متواترہ کی روشنی میں فرقہ مرزائیہ کے کفر و ارتداد کو ثابت کر کے فریقینِ ثانی کی جرح کے ایسے مُسکت جواب دیئے کہ فاضل عدالت پر مرزا اور اُن کے متبعین کا کذب و ارتداد کلی طور پر واضح کر دیا۔

بیان گواہ باقرار صالح

مولوی نجم الدین ولد مولوی احمد دین پیشہ ملازمت پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور عمر ۵۳ سال میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ان کی کتابوں کی رو سے اور ان کی تحریرات کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے جو دعوئے نبوت یا رسالت تشرعی یا غیر تشرعی کیا ہے۔ اس بناء پر وہ دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔ وہ مرتد ہیں اور ان کے متبعین بھی انہیں کا حکم رکھتے ہیں۔ اور مرتد کے ساتھ کسی سابقہ منکوحہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ آئندہ اس کو کسی مسلمہ یا ذمیہ (حور) یا لونڈی سے نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ یہ سابقہ نکاح بدوین قضاء قاضی فسخ ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف کی آیت سورہ ممتحنہ نمبر ۲۸ یا ایہا الذین آمنوا لا الایہ اس بات کی دلیل ہے۔ جو ہمارے فقہاء نے اس مسئلہ کو بلکہ تمام علمائے اسلام نے واضح طور پر اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ شامی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۴۵ فتاویٰ عالمگیریہ کے صفحہ نمبر ۴۰۴ میں بھی یہ مسئلہ مفصل طور پر موجود ہے۔ ان کے کفر کے وجوہ اگرچہ بہت سے ہیں۔ مگر میں صرف اس وقت صرف تین امور پر اکتفا کروں گا۔

اول: ادعائے نبوت - تشرعی اور غیر تشرعی

دوم: توہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

سوم: تمام مسلمانان عالم کو کافر گردانا۔ خواہ مرزا صاحب کی دعوت ان کو پہنچی ہو یا نہ ان کے مذهب کفر ہوں یا نہ۔ ان وجوہ کی بناء پر وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

مرزا صاحب نے داغ البلاء صفحہ نمبر ۵ میں لکھا ہے۔ کہ اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعت کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا کہ تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی۔ کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا پھر داغ البلاء صفحہ نمبر ۱۱ میں لکھتے ہیں۔ کہ سچا خدا وہی خدا ہے۔ جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔ مرزا صاحب نبوت تشرعی کے مدعی تھے اور اس کے ثبوت کے لیے انہوں نے دو وجہ بیان کیں۔ ایک اربعین نمبر ۴ کے صفحات ۶-۷-۸ پر لکھتے ہیں۔ اگر کو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعوئے بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امرا اور نبی بیان کئے اور اپنی اہم کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے یہی ہمارے مخالف

مزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور بھی مثلاً یہ الامام قل للمؤمنین یعزوا۱۱ بصارم
ويعفظوا فرد وجہ آگے دو سطریں چھوڑ کر کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی صاحب شریعت سے وہ شریعت
مراد ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان هذا الفی الصحف الاولی
صحف ابل هیومند سنی۔ یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے۔
جس میں باتشناہ امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر تورات یا قرآن شریف میں باتشناہ احکام
شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی اور مرزا صاحب نے امر و نہی کے ثبوت کے لئے ضمیمہ تحفہ
گولڑویہ میں چند مثالیں بھی بیان کیں۔ جن میں ذیل ہیں۔
ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۲ پر کہتے ہیں۔ کہ قل ان کنتمو تحبون الله فاتبعونی۔

یا احمد اسکن امت و زوجک الجنة۔ یا اہ مرا سکن و زوجک الجنة۔
دوسرا معیار نبوت تشریعی کا انہوں نے کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ بیان کیا ہے۔ کہ یہ نکتہ
یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے خود کو لے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو
خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوائے جس قدر
مہم اور محدث ہیں کہ وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں
ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

حقیقت الوحی صفحہ ۱۶۳ پر مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کہ یہ عجیب بات ہے۔ کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ
ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں
مانتا۔ وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خدا پر افتراء کرنے
والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ اس کے بعد تین سطریں چھوڑ کر کہتے ہیں۔ کہ علاوہ اس کے جو مجھے
نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔
مرزا صاحب اربعین منبرم صفحہ ۱۳ پر کہتے ہیں۔ کہ اس بات کو قریباً ۹ برس کا عرصہ گزر گیا کہ جب
میں دہلی گیا تھا اور میاں ندیر حسین عزیز مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی۔ جب ان کی ہر ایک پہلو سے گریز
دیکھ کر.... الخ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے مخالف کو انہوں نے کافر قرار دیا۔

مرزا صاحب فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۶۹ پر کہتے ہیں۔ کہ واعلم ان علما من الاعمال
لا یفید احد من دون ان یعرفنی و یحترف دعوائی وائل میں کسی کا کوئی عمل میرے دعویٰ
اور دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہو سکتا۔ اپنا ماننا ضروری سمجھتے ہیں اور نہ ماننے والے کو مسلمان
نہیں سمجھتے۔ اس طرح فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۳۰۸ پر کہتے ہیں۔ بہر حال جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر

ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۵ پر کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ فرمایا لا یدلغ المؤمن من جرح واحد یعنی مومن ایک سوراخ سے دوبار کاٹا نہیں جاتا۔ ہم خوب آزمائچے میں ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ ان کا حال ہے۔ واذ القوال الذین مستعدون الا یعنی ہمارے سامنے توبہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں ہے۔ لیکن جب اپنے لوگوں سے عقلی بالطبع ہوتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہم ان سے استہزاء کر رہے تھے۔ پس یہ لوگ ایک اشتہار دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مومن سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے کافر کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ تو میں آج ہی اپنی جماعت کو حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں ہم سچائی کے پابند ہیں۔ فتاویٰ کی ان عبارتوں سے مسلم ہوا کہ جو شخص مرزا کو نہیں مانتا وہ اس کو کافر کہیے یا نہ وہ مسلمان نہیں اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الہی میں مقبول نہیں۔ خواجہ بو۔ زکوة وغیرہ۔ مرزا صاحب نے اپنے پر نزول وحی کا دعوے کیا ہے۔ جس کا حوالہ نزول المسیح صفحہ ۹۹ میں موجود ہے۔ کہتے ہیں۔

آچھ من بشنوم زوجی خدا بنجا پاک داغش ز خط
بھول قرآن منزہ اش دئم از خطا ملے جہل سندیانم

نیز مرزا صاحب اپنے پر جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے مدعی ہیں۔ چنانچہ اس کا حقیقت الوحی صفحہ ۳۰۳ پر کہتے ہیں۔ جاعنی آئیں واختار اشار

اس کے ذیل میں ایک نوٹ ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ اس جگہ جبرئیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ اس دعوے کے ثبوت کے لئے جو انہوں نے کیا تھا۔ میں صرف ان چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے صرف دعوے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی شان نبوت رسالت کا سکہ جمانے کے لیے تمام خصوصیات نبوت اور لوازمات رسالت کو نہایت جزم و وثوق کے ساتھ اپنی ذات کے لئے ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت دوسرے مقربان بارگاہ الہی سے ممتاز ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی نزول جبرئیل ہوا کرتا ہے۔ ان کی وحی اور الہام کا قطعی اور یقینی ہونا اور اپنی وحی کو خدا کا کلام کہنا۔ اولیٰ خوارق عادت کا نام معجزہ رکھنا اور منکر۔ مترود۔ ساکت کو کافر منافق ٹھہرانا اور اپنی جماعت سے خارج ہونے والے کو مرتد کا خطاب دینا اس قسم کے دعوے کے حوالجات۔ مرزا صاحب کے مصنفات سے بکثرت ملتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنے الہامات کو وحی الہی اور خدا کا حکم اور قرآن شریف کی طرح قطعی کہتے ہیں۔ چنانچہ

حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۹ پر کہتے ہیں۔ کہ ان الہامات کی ترتیب بوجہ تکرار کے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ فقرہ وحی الہی کے کبھی کسی ترتیب سے مجھ پر نازل ہوئے اور بعض فقرے ایسے ہیں کہ شاید سو سو دفعہ یا اس سے بھی زیادہ دفعہ نازل ہوتے ہیں۔ پس اسی وجہ سے ان کی قرات ایک ترتیب سے نہیں۔ اور شاید آئندہ بھی یہ ترتیب محفوظ نہ رہے۔ کیونکہ عادت اللہ اس طرح سے واقع ہوئی کہ اس کی پاک وحی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زبان پر جانی ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کی جماعت سے جو شخص علیحدہ ہو جائے۔ اس کو مرزا کا خطاب دیا جاتا ہے۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۲ پر کہتے ہیں۔ پھر ایک اور خوشی کا موقع ہمارے مخالفین کو پیش آیا۔ کہ جب چراغ دین جہول الہ جو میرامید تھا۔ مرتد ہو گیا۔ اور بعد ازاں میں نے رسالہ داغ البلاء میں اور معیار راہل الاصفیاء میں اس کی نسبت خدا تعالیٰ سے یہ الہام شائع کیا کہ وہ غضب الہی میں مبتلا ہو کر ہلاک کیا جائے گا۔ جس شخص کو مرزا صاحب کی معرفت حاصل نہ ہو اور ان کے دعوے اور دلائل سے واقفیت پیدا نہ کرے۔ اس کا کوئی عمل صالح نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ مقبول نہ ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۲۶۹ کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں جو ماسوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اصحاب شریعت کے کسی دوسرے مقرب بارگاہ الہی میں جمع نہیں ہو سکتیں ان سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی تھے۔ اور اپنے آپ کو اس معنی میں نبی اور رسول ظاہر کرتے تھے۔ جس معنی میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی اور رسول کہا گیا ہے۔ باوجود ان تصریحات کے مرزا صاحب نے خود منخواہ پردہ پوشی اور مخالفین کو خاموش کرانے کے لئے اپنے آپ کو ظلی اور بروزی نبی ظاہر کیا۔ اور ختم النبوت کی نصوص قطعیہ کی بنظاہر مخالفت سے بچنے کے لیے ایک جدید راہ نکالی مگر جہاں تک حقائق شرعیہ کا تعلق ہے۔ یہ توجیہ اور تدبیر ان کے لیے مفید معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجازی اور ظلی بروزی نبوت کی اصطلاح خود مرزا صاحب کی پیدا کردہ ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبی کریم صلعم میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اگر فی الحقیقت ظلی اور بروزی نبوت کا وجود ہوتا۔ تو لامحالہ اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین کی تحقیقات میں اس کا کوئی تذکرہ ہوتا بلکہ سب سے پہلے تو یہ دروازہ ان بزرگ مقدس سینوں پر کھلتا جن کے ہاں کاندھوں پر اسلام کی بنیاد کھڑی کی گئی۔ اگر نبوت تشریعی اور غیر تشریعی کا دروازہ ارشاد خداوندی خاتم النبیین سے بند نہ ہو گیا ہوتا تو جناب رسول اللہ صلعم نے باوجود استعداد اور قابلیت نبوت کے جو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود مسعود سے پوری پوری جھلک دکھا رہی تھی۔ یہ ارشاد نہ فرمایا ہوتا۔ لو کان بعدی نبیاً لکان عمر۔ اور اسی طرح صراحتاً مشابہت ہارون کے بعد جناب علی کرم اللہ وجہہ سے یہ ارشاد نہ فرماتے الا انک لا نبی بعدی کیونکہ بوقت ارادہ نبوت مجازی بخیاں مرزا صاحب نہ تو آیت خاتم النبیین کی مخالفت ہے اور نہ ہی فرمان مصطفوی لا نبی بعدی سے کوئی تصادم ہوتا ہے۔ پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو

نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ خواہ نشری ہو یا غیر نشری مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ساری امت سے اس منصب کے لئے منتخب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عرض اس حصہ کثیر وحی الہی اور امور (غیبیہ) میں اس امت میں سے ہیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقارب اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔

مرزا صاحب نے حقیقی نبوت کے دعوے کو اس امت میں سے صرف اپنے ہی لئے مخصوص کیا اور جو شخص نبوت کا مدعی ہو خواہ صاحب شریعت کہلائے یا نہ وہ از روئے قانون اسلامی دائرہ اسلام سے خارج اور زندیق۔ مزد کہلانے کا مستوجب ہے۔ اس کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔ میں اولاً قرآن حکیم کی چند آیات پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم میں ہے۔ ما کان محمد اباً احدٍ من رجالکون لکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۴ تفسیر ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۸۹ میں ہے۔ و ہذا الایۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ۔۔۔۔۔ الاجراء۔۔۔۔۔ ولا یقتضی۔ اس تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں صفحہ ۹۱، ۹۲ پر درج ہے۔ ومن رحمۃ اللہ علیہ الی قولہ ما و امت السموات والارض پہلی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بطریق اولیٰ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ رسول اور نبی میں عام خاص کی نسبت ہے۔ رسول کا نبی ہونا ضروری ہے۔ اور نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

دوسری عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے محمد صلعم کو ان کی طرف بھیجا۔ پھر ان کی کمال عنایت سے کہ آپ کے ساتھ تمام انبیاء اور رسولوں کو ختم کر دیا۔ اور دین حنیف کو آپ کے سبب سے مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ صلعم نے سنت متواترہ میں خبر دی ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تاکہ انہیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ آپ کے بعد جو شخص دعوے نبوت کرے وہ کذاب۔ زندیق۔ دجال۔ ضال اور مضل ہے۔ خواہ قسما قسم کے جادو اور شعبدے اور طلسم اور عجائبات دکھلائے سب کے سب بیودہ اور عقلمندوں کے نزدیک گمراہی کا موجب ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود غنی اور سیلمہ کذاب کے ہاتھوں پر اس قسم کے شعبدے اور عجائبات دکھلائے جن کو دیکھ کر ہر عقلمند ذی فہم معلوم کر گیا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ ہیں ان پر خدا کی لعنت ہے اسی طرح جو شخص قیامت تک دعویٰ نبوت کرے گا اس کا بھی یہی حال ہے۔ یہاں تک کہ ان کا سلسلہ مسیح دجال پر ختم ہوگا۔ اس کے ساتھ قسما قسم کے عجائبات اور خوارق ہوں گے۔ علماء اور مومنین۔ ان تمام چیزوں کے جھوٹے ہونے کی گواہی دیں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ بڑی عنایت اور مہربانی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ (جو مدعی نبوتہ ہیں) بحسب ضرورت واقع جھگڑے کا حکم نہ دیں گے اور نہ ہی بُرے کاموں سے روکیں گے۔ ہاں بطور اتفاق کبھی کبھی امرونی کا سلسلہ بھی جاری کریں گے یا ایسی چیزوں میں امرونی کا سلسلہ جاری کریں گے جو ان کے مقاصد کے لیے مفید ہوگاں کے اقوال اور ان کا طرز عمل جھوٹ اور فحش سے ملوث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرما دیا ہے۔ کیا میں تمہیں خبر دوں کہ کس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر شیطانوں کا نزول ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات بالکل ان کے برخلاف ہیں۔ ان میں نہایت نیکی اور سچائی اور ہدایت اور استقامت پائی جاتی ہے۔ اور قول و فعل میں وہ راست باز اور درست ثابت ہوتے ہیں جھٹلائی کا حکم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سے خوارق عادات اور واضح دلائل اور روشن برہان بھی مویہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ان پر ہمیشہ رہیں جب تک آسمان اور زمین قائم رہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس آیت کی فزادہ و طور پر ثابث خاتم اور خاتمہ تمام قراء سوائے حسن اور عاصم کے خاتم پڑھتے ہیں۔ اور ان دونوں نے خاتم پڑھا ہے۔ اس کی تفسیر خود آنحضرت صلعم نے فرمادی جس کے بعد کسی اور شخص کو تفسیر کرنے کی یا کوئی توجیہ پیدا کرنے کی حاجت نہیں رہی۔ غزوہ تبوک میں جب رسول اللہ صلعم تشریف لے جا رہے تھے۔ تو مدینہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جگہ انتظام کے لئے چھوٹنے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ عرض پیش کی کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جو میری مردانگی اور شجاعت کے مناسب نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ارشاد فرمایا۔ اما تر خلی ان تکون ۱۰۰۰۰ لا ۱۰۰۰۰ لا نبی بعدی۔ جب رسول اللہ صلعم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی جانشینی کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ کر حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشبیہ دی تو سننے والے کو ان سے شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلعم کے بعد منصب نبوت کے ساتھ اس طرح متصف ہو سکیں گے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام متصف تھے اس شبہ کے دفع کرنے کے لیے آپ نے یہ فرما دیا کہ اگرچہ تم ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح میرے اس وقت جانشین ہو جس طرح مویہ علیہ السلام طویر پر جانے کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر فرما گئے تھے۔ مگر یہ کبھی خیال نہ کرنا کہ تم منصب نبوت سے بھی موصوف ہو سکتے ہو کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳ پر۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰) قال رسول اللہ صلعم۔۔۔ نبیوں

آپ نے فرمایا کہ میری حالت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حالت اس آدمی کی حالت سے
مشابہ ہے۔ جس نے ایک مکان بنا دیا اور اسے مکمل کر دیا۔ اور نہایت اچھا بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ
گئی۔ جو آدمی اس مکان کے دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوتا تھا۔ اور اسے دیکھتا تھا۔ تو ہنستا یہ کہہ دیتا تھا
کہ یہ مکان کیسا ہی اچھا ہے۔ مگر اس اینٹ کی جگہ ابھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اللہ تعالیٰ
نے میرے سبب سے تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کر دیا۔ دوسری روایت ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹۱ پر ہے۔ کہ فرمایا
و انا العاقب الذی لیس بعدی نبی۔ پس میں پیچھے آنے والا ہوں۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں
اس کتاب کے اسی صفحہ پر دوسری روایت بالفاظ ذیل ہے۔ خرج علينا رسول الله صلعم يومًا...
كالسودع ولا تبى بعدى یعنی ایک دفعہ رسول اللہ صلعم ہم پر ایسے طریقہ پر ظاہر ہوئے جس طرح کوئی
رخصت کرنے والا کسی کے پاس آتا ہے۔ اور آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ میں ہی نبی امی ہوں۔ میرے بعد
کوئی نبی نہیں شامل ترمذی میں بھی روایت موجود ہے۔ انا العاقب الذی لیس بعدی نبی۔
ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۱ پر ہے۔ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔
آپ نے فرمایا کہ نبوۃ اور رسالت دونوں ختم ہو چکے ہیں نہ میرے بعد کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ ہی صحابہ کو یہ بات
دشوار گذری آپ نے فرمایا کہ مبشرات باقی ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ مبشرات کیا چیز ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ مسلمان کا خواب اور یہ نبوۃ کے اجزاء میں سے ہے۔ کتاب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۲ پر ہے کہ آپ نے فرمایا
انی عند الله فی ام الكتاب خاتم النبیین۔ میں لوح محفوظ میں اللہ کے پاس خاتم النبیین لکھا گیا ہوں اس
آیت مسئلہ ختم النبوة اور رسالت ثابت ہوا۔ جس کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ دوسری
آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی... دینا سورہ مائدہ آیت ۳ اس آیت
کا مفہوم یہ ہے۔ کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ جب کسی چیز کی تکمیل ہو جاتی ہے۔
تو اس کے بعد کسی اور چیز کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر اپنی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۲۷۹ پر
لکھتے ہیں کہ ہذا اکبر انعم الله اشرف کتبہ۔
ترجمہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دین کو مکمل کر دیا۔
اس کے بعد نہ وہ کسی دین کے محتاج ہیں۔ اور نہ کسی دوسرے نبی کی طرف اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ
کو خاتم الانبیاء بنا دیا۔ اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ کو مبعوث فرمایا۔
ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۲۵۳ تیسری آیت قل یا ایہا الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً
سورہ اعراف پارہ نم آیت ۵۸ اس آیت سے رسول صلعم کو اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ کہ میں نے آپ کے
سب دنیا کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی یا رسول نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کی تفسیر میں

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر جلد ۴ صفحہ ۲۵۳ پر لکھتے ہیں یا محمد یا ایہا الناس... کافۃ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ سب لوگوں کے لیے خطاب ہے۔ چاہے سرخ رنگ کے ہوں یا سیاہ کے بنی ہوں یا بی ہوں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور یہ آپ کی عظمت اور شرافت کی نشانی ہے۔ کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔

چوتھی آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیئاً او نذیراً! سورۃ سبأ نمبر ۲۲ اس سے معلوم ہوا کہ ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام دنیا کے کفایت کرنے والا اور نذری دینے والا اور ڈرانے والا آپ کے لیے اگر کوئی دوسرا رسول یا نبی آئے گا تو آپ کافۃ للناس نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ تمام احکام کو جو ساری دنیا کے لئے ضروری تھے۔ ان کو مکمل کر چکے ہیں۔ اور بقدر ضرورت ان کی تشریح فرما چکے ہیں۔ کوئی دوسرا شخص رسول یا نبی نہیں ہو سکتا۔

پانچویں آیت والذین یؤمنون... وبالآخرۃ ہم یوقنون پارہ اول سورہ بقرہ آیت ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی بننے کے لیے صرف ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ جو اس آیت اور اس سے پہلی آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی جو آنحضرت صلعم کی طرف نازل کی گئی اور دوسری وہ وحی جو آپ سے پہلے لوگوں پر نازل کی گئی۔ آنحضرت صلعم کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور اتقاد کی مار ہوتی تو اللہ تم اسے بھی یہاں ذکر فرما دیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی اور نئے نبی کی یا نبی وحی کی متقی بننے کے لئے حاجت نہیں ملے گی اس کے آنے پر یا اس کے مانتے پر انسانوں کی نجات کا دار و مدار ہے۔ ان آیات اور احادیث کے بعد چند اقوال علماء کے بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ساری اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم پر دروازۂ نبوۃ ختم ہو چکا ہے۔ کسی دوسرے نبی پر جبرئیل وحی لے کر نہیں آئے گا۔ اس مسئلہ کو تمام علماء اُمت نے قبول کیا ہے اور ہر ایک طبقہ کے لوگوں نے اپنی تصانیف میں اس کو درج فرمایا ہے عقائد نفسیہ صفحہ ۹۹ اول الانبیاء آم و آخر ہم محمد صلعم اور شرح عقائد کے صفحہ ۱۰۱ میں ہے۔ و اذا ثبت نبوۃ... وقد دل کلامہ کلام اللہ کما زعم بعض النصارى۔

پس جب آپ کی نبوت ثابت ہو چکی اور اللہ کے کلام اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ کی بعثت ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ آپ آخر الانبیاء ہیں اور آپ کی نبوۃ کا عرب کے ساتھ اختصاص نہیں۔ جیسا کہ بعض عیسائیوں کا خیال ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضرت پیر صاحب صفحہ نمبر ۱۸۳ پر لکھتے ہیں کہ والیعتقد اهل السنة الى قوله صلى الله عليه وسلم کافۃ یعنی سب اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام دنیا کی طرف جن اور انسانوں کی طرف

آپ مبعوث ہیں۔ جیسا کہ آیت دہما ارسلناک الازحمة للعالمین سے معلوم ہوتا ہے۔ اور رسول صلعم نے بھی ارشاد فرمایا۔ کہ میں تمام انبیاء پر چار چیزوں سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ ایک ان میں سے یہ کہ مجھے تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔

عقیدہ طحاوی صفحہ ۴۲ پر امام طحاوی لکھتے ہیں۔ کہ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔ اور تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ جو ان کے طریقے پر چلنے والے ہیں عبارت یہ ہے وکل دعوة بعد النبوة یعنی یعنی آپ کے بعد دعوی نبوت ہونا ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۱ پر امام سیوطی نے عمر بن عبدالعزیز کے خطبہ میں نقل کیا ہے۔ ایہا الناس اتقوا کتاب بعد القرآن یعنی قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ اور نہ محمد صلعم کے بعد کوئی نبی ہو سکے گا۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۹۱ جلد دوم میں لکھتے ہیں و دعوی نبوة ... کفر بالاجماع ہمارے نبی صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا تمام اُمت کے اتفاق سے کفر ہے۔ کتاب الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۶۷ پر ہے۔ اذ لم یعرف ان محمداً (صلی اللہ علیہ وسلم) ... فلیس بمسلو لانه من الضروریات۔

یعنی جو شخص محمد صلعم کو تمام نبیوں کا آخر تسلیم نہیں کرتا۔ وہ مسلمان نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۱۱ پر ہے اذ لم یعرف الرجل ... فلیس بمسلو یعنی جو محمد صلعم کو آخر الانبیاء نہیں سمجھا وہ مسلمان نہیں۔ کتاب الفصل ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ پر ہے کہ لو ان بعد محمداً صلعم ... قیام الحجۃ جو شخص رسول اللہ صلعم کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے نبی کا اعتقاد کرے اس کی تکفیر میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں۔ اس کتاب کی جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ پر ابن حزم لکھتے ہیں۔ ہذا مع معارفہ فی آخر

الزمان یعنی اللہ کے اس قول کے سننے کے بعد کہ وکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور نبی کریم کے ارشاد لاجی بعدی کے پہنچنے کے بعد کوئی مسلمان کیسے جائز رکھ سکتا ہے۔ کہ زمین میں آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا سو اس نبی کے جس کا رسول اللہ صلعم نے صحیح احادیث میں استثناء فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آخر زمانہ میں اتریں گے۔ اس کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ پر ہے کہ ومن قال ینبی بعد نبی علیہ الصلوۃ

والسلام ... فهو کافر مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلعم کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے۔ یا کسی چیز کا انکار کرے جو اس کے نزدیک صحیح ثابت ہو گئی ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا ارشاد فرمایا ہے۔ تو وہ کافر ہے نیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۶۰ پر لکھا ہے كذلك نكفر من ادعی نبوة نبینا علی آلہ علیہ وسلم

..... کالعیسویہ۔ اس طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلعم کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے۔ خواہ آپ کے زمانہ میں ہو جیسا کہ میلہ کذاب اور اسود عقی نے آپ کے بعد کئی دوسرے شخص

کی نبوة کا مدعی ہو تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن اور احادیث کی رو سے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوگی بالصارحہ المسلول صفحہ ۶۸ میں ہے۔ معلوم... فہو کافراً وحلال الدم جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا اس کا نبی یا کوئی ایسی جھوٹی خبر دے جس کو خدا کی طرف نسبت کرتا ہے۔ تو وہ کافر ہے۔ حلال الدم۔ اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ ختم النبوة کا ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جس کو خود مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا۔ حماۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر وہ لکھتے ہیں: وما کان لی الا وحی النبوة وخرج من الاسلام والحق یقوم کافرین۔ اس کتاب مترجم کے صفحات ۶۶-۶۷-۶۸-۶۹ پر آیت ما کان محتدا یا احدی کی تشریح میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز نہیں گے۔ تو نبوة کے دروازہ کو بند ہونے کے بعد اس کے کھولنے کے قائل ہو جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا ہے۔ حالانکہ آپ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ اور نبی آپ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ اسی کتاب حماۃ البشریٰ کے صفحہ ۷۲ پر آیت الیوم اکملت لکھدینکھ۔ کی تشریح میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہزار ہا سال کے گزرنے کے بعد کسی ایسی حالت کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ جس میں دین کی تکمیل ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو دین کی تکمیل اور اس کے کمال سے فرا کاسلسلہ بالکل غلط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ الیوم اکملت لکھدینکھ جھوٹی خبر ہوگی اور خلاف واقعہ ہوگی۔ مرزا صاحب ازالۃ الاہام صفحہ ۵۲۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ نبی کیونکر آ سکتا ہے۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئین اس کو آنے سے روکتی ہے اس طور میں مرزا صاحب نے ازالۃ الاہام صفحہ ۵۳۴ پر لکھا ہے لیکن وحی نبوة پر تو ۱۳ سو برس سے مہربوت لگ چکی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ مرزا صاحب نے اس مسئلہ ختم نبوة کو سمجھ کر براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۹۴ میں اپنی پہلی براہین احمدیہ کی جلدوں کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا۔ کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان نازل ہوگا۔ اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں۔ وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں۔ اور یہ فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور سنت میں موجود ہے مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا۔ اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ اور میری آنکھیں اس وقت بالکل بند رہیں۔ جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی توفوت ہو چکا ہے۔ اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس حوالہ

سے یہ معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے قرآن حکیم کی آیات یا احادیث نبوی سے اپنی نبوة کے لئے جو استدلال پیش کیا ہے۔ وہ محض لاطائل اور بے معنی سعی ہے۔ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے لکھے وقت اٹال سے پہلے مدتوں سے اپنی قرآن دانی اور حکم مہی کے مدعی تھے۔ اگر ان کو اس سے پہلے قرآن کی زد سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا۔ تو بعد میں قرآن کی کوئی آیت اتری یا نبی صلعم کی کوئی حدیث پیدا ہو گئی جس کی بناء پر مرزا صاحب نے نبوة کا ادا کیا۔ یہی قرآن اور حدیث پہلے موجود تھے۔ خاتم النبیین کی آیت اور الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت اس وقت بھی قرآن میں موجود تھی یہ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہے۔ اور اوامر و نواہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادعا ئے نسخ سے پنا لے کر کوئی تاویل کی جاوے۔ تو اوامر و نواہی میں جاری ہو سکتی ہے اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسئلہ اور متفق علیہ ہے۔ پھر کیونکر از روئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادا نبوة میں صادق کہہ سکتے ہیں۔ ختم النبوة کے معنی میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے۔ مرزا صاحب بھی اس معنی کو دوسری جگہ میں تسلیم کرتے ہیں۔ اور اپنی کلام میں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ تمام علماء امت نے اس کو سمجھا ہے لیکن اپنی خوش خیالی کو باقی رکھنے کے لئے بے محل اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی کوشش کی۔ خاتم کے معنی آخر کے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کتاب تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ منجملہ ان کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی۔ اور اس طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم اولاد تھا کیا خاتم اولاد اور خاتم النبیین کے ایک ہی معنی ہوئے کہ جس کے بعد کوئی دوسرا نہیں۔ دوسری جگہ مرزا صاحب اس کتاب کے صفحہ ۳۷۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح مذکر مونث کی صورت پر پیدا ہوگا۔ اور خاتم الاولاد ہوگا۔ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے بعد ہر ذی طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مگر خود انہیں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صفحہ ۳۷۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے بھی دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔ اور صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں۔ کہ یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں۔ اور اگر احادیث نبویہ کو بغور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اس حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے۔ جب مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جاوے۔ اس حوالہ سے ہر ذی اور ظنی نبی ہونے کا بھی دعوئے غلط ثابت ہوتا ہے۔ ان گزشتہ بیانونوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین اور آخر النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ کے بعد جو شخص اپنے لئے ادا نبوة کرے یا کسی

دوسرے کو نبی مانے وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کافر۔ مرتد اور خارج از اسلام ہے کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ توہین انبیاء علیہم السلام ہے۔ کسی کی توہین کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ یا تو اس میں کوئی عیب جہانی ثابت کیا جاوے۔ جو اس میں موجود نہ ہو۔ یا کسی بد اخلاقی کے ساتھ اس کو مستہم کیا جاوے یا کسی کے منصب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لئے دعوے کیا جاوے یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کسی جاوے۔ جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ اس کے علاوہ توہین کے ضمنی تفہیمیں اور بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر میں اس وقت ان چند وجوہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ چند آیات قرآنی جن میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چند مراتب اور مقامات علیہ سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص زید جو یا عمر اپنے پرچسپاں کرے تو لامحالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سمجھی جائے گی۔ (۱) آیات قرآنی سبحان الذی اسری بعبدہ... الآية پارہ ۱۵ آیت پہلی جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کو مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرے پر نازل ہوئی (حقیقت الوحی صفحہ ۸ پر یہ حوالہ ہے) تیسری آیت ثہدنا فتدلی... الخ سورہ نجم پارہ ۲۷ کی آیت ۸ ہے۔ جس میں اختلاف اقوال مفسرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جو قرب الہی جناب رب العزت سے حاصل ہوا تھا یا بقول دیگر جبرئیل علیہ السلام سے حاصل ہوا ذکر ہوا ہے۔ یہ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میرے پر نازل ہوئی (حقیقت الوحی صفحہ ۶ پر یہ حوالہ ہے)۔ تیسری آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلح حدیبیہ کے موقع پر اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا کی آیت نازل ہوئی تھی۔ اسے بھی مرزا صاحب نے حقیقت الوحی کے صفحہ ۴ میں اپنے پرچسپاں کیا ہے۔ آیت ۴ قل ان کنتم تحبون الله... الایہ پارہ سوئم سورہ آل عمران کو بھی اپنے لئے منزل ثابت کیا ہے (حقیقت الوحی صفحہ ۷۹) سورہ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكِتَابَ... بھی اپنی شان میں تجویز فرمائی (حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۲) مقام محمود جس کا عسیٰ ان یبعثک دہک مقاماً محموداً میں ذکر ہے اس کو بھی اپنے حق میں تجویز فرمایا۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۲) ان کے علاوہ اور بھی اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن کو میں ترک کرتا ہوں۔

مرزا صاحب اپنی کتاب نزول المسیح صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں۔

سہ انبیاء اگرچہ بودہ اند۔ بلے من زعفران نہ کمتر م زکے

آپنہ دادہ سنت ہرنی راجام داداں جام رامرا بتمام

اس شعر اور حوالہ جات بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو کسی نبی سے کم درجہ نہیں دیتے اب دوسری صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو آپ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کے مساوی ہوں گے یا فصل۔ جس میں کسی نبی کا استثناء نہیں۔ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان انبیاء کی جماعت میں داخل

ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ بلکہ دوسرے شعر کے مصرع ثانی سے اپنی فضیلت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اس فضیلت کے لئے چند قرائن بھی موجود ہیں۔ جن سے مرزا صاحب اپنے آپ کو دوسرے تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنی ڈائری سال ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۵۳ پر لکھتے ہیں کہ شیطان نے آدم کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ پھر شیطان نے خدا سے مہلت چاہی اور اس کو مہلت دی گئی الی وقت المعلوم بسبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا وقت ایک ہی مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔ اعجاز احقر صفحہ ۱۷ پر مرزا صاحب بطور تقابل کے اپنی فضیلت کو ظاہر فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اپنا مقابلہ ظاہر کیا۔ کہتے ہیں لہ ضعف النفس وان لی... تنکر۔ حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ پر لکھتے ہیں۔ کہ آسمان سے کئی تختہ اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔ اپنے معجزات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے زیادہ بیان کرنے ہیں۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۴ پر این احادیہ جلد پنجم صفحہ ۸۵ اس کے علاوہ خصوصاً انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔ جس کا ذکر مختلف کتابوں میں آیا ہے۔ سب سے پہلی حاشیہ صفحہ ۱۷۱ حاشیہ نمبرہ انجام آٹھم صفحات ۴-۵-۶ اسی کتاب کے حاشیہ صفحہ ۱۷ پر مرزا صاحب نے جو علی علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور توہین آمیز لہجہ کو استعمال کیا۔ اس پر لوگ برا فرختہ ہوئے۔ ان کی طرف سے یہ معذرت کی گئی کہ عیسائی ہمارے نبی کریم پر قسماً قسم کے اتہام لگایا کرتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر یہ وجہ درست نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ مرزا صاحب کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۳۹۰ میں لکھتے ہیں کہ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں نکھیں۔ جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی کیونکہ میری کالش نے قطعی طور پر مجھے فتوے دیا کہ اسلام میں جو سب سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں۔ ان کو بغض و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہو گا چونکہ حوض معاوضہ کے بعد کوئی لگہ باقی نہیں رہتا۔ سو میری یہ پیش بینی کی تدریج صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزار ہا مسلمان جو پادری حماد الدین وحیہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے۔ اب دفعہ ان کے اشتعال فرو ہو گئے اس کتاب کے صفحہ ۳۹۱ پر لکھتے ہیں کہ سو مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے۔ کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا جو عیسائیوں کی بدزبانی پر ان کے دلوں میں پیدا ہوا تھا عیسائی جس شخص کو اپنا بزرگ اور مقدس مانتے ہیں۔ اس کو مرزا صاحب نے برا بھلا کہا۔ اور یہ قول عیسائیوں کی کلام کا نقل نہیں چونکہ حاشیہ نمبرہ آٹھم صفحہ ۴ پر مرزا صاحب کے یہ الفاظ ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے۔

یہ عیسائیوں کا قول نہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس قسم کا کوئی کلمہ کہیں۔ دافع البلاء کے آخری صفحہ میں مرزا صاحب نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہوئے... اور قرآن حکیم کے لفظ حضور کی تشریح فرماتے ہوئے یہ جو کچھ کہا ہے۔ وہ انہوں نے اپنے ضمیر سے کھا ہے اور اپنی قرآن دانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ عیسائیوں کا قول نہیں ہے۔ ان کی طرف سے یعنی مرزا صاحب کی طرف سے ایک یہ بھی عذر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے یسوع کو کما عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہم نے کوئی گستاخی نہیں کی۔ اور یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ مگر مرزا صاحب خود تو صیح المرام صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ یسوع - مسیح عیسیٰ ابن مریم ایک ہے۔ دافع البلاء صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ اے عیسائی مشرک! یہنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ دافع البلاء صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ ازالۃ الالہام صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکر وہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا۔ کہ ان عجبہ غائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا لیکن مجھے وہ روحانی طریق مفید ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب حضرت ابن مریم کے معجزات کو قابل نفرت اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اپنے سے گھٹیا خیال کرتے ہیں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیح علیہ السلام سے ہی اپنی فضیلت کا اظہار نہیں کیا بلکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر بھی اپنی فوقیت کے ثابت کرنے میں سعی کی ہے۔ کتاب براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۸۳ پر لکھتے ہیں کہ پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تمام دنیا پر اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے جو کچھ بھی کسی کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ بحکم آیات قرآنی مستوجب لعنت ٹھہرے۔ آیت اول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہما اللہ فی الدنیا و الاخرۃ سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۵ اس سورہ کی دوسری آیت نمبر ۶۹ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَكُونُوا کَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوسٰی... وجہاً اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تین قول نقل فرمائے ہیں۔ اول قارون نے کسی فاحشہ عورت کو لالچ دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متم کرایا۔ دوسرا موسیٰ علیہ السلام کے جسم میں کسی بیماری کا اتہام ہوگا۔ سوئم ہارون علیہ السلام کے قتل کی کمت لگائی۔ یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے بہترین قسموں کے اتہام کو منع اور حرام قرار دیتی ہے۔ رسول کی شان میں توہینوں وارد ہوا ہے۔ کہ اس کی توقیر اور تعظیم کرو۔ یہی لفظ جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شان میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ وہاں عند اللہ وجہاً۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس سے بہتر طریقہ پر استعمال کیا گیا ہے تاکہ کوئی بد باطن یہودی و عیسویان پر گستاخی کرنے کی جرأت نہ کرے۔ الفاظ یہ ہیں۔ وجہاً

فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاک بازی اور راست گوئی کا ثبوت حدیث شفاعت سے بھی ملتا ہے۔ شفاعت کبریٰ کے لئے میدان حشر میں جب ساری دنیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوگی۔ تو آدم علیہ السلام اپنی ایک زلت کا بیان فرما کر معذرت پیش کریں گے اور علیٰ ہذا القیاس ہر ایک بنی اپنی معذرت پیش کرنا چاہے گا۔ یہاں تک جب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ سوائے اس کے کوئی عذر بیان نہ فرمائیں گے کہ مجھے لوگوں نے خدا کا بیٹا کہا اور مجھے شرم آتی ہے۔ کہ میں خدا کے روبرو شفاعت کے لیے کھڑا ہو سکوں۔ اگر بقول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کسی قسم کا کوئی قصور ہوتا۔ تو وہ ضرور اس موقع پر اعتراف فرماتے۔ پس ان کا یہ اہتمام سراسر قرآن اور حدیث کے خلاف ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجعلنی مبارکاً این ما کنت اس کے شان میں بھلا کسی بھلے آدمی کے لئے کوئی بے ادبی اور گستاخی کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ رسولوں کو دنیا میں صرف اس لئے بھیجا جاتا ہے۔ کہ لوگ ان کے نفیض قدم پر چلیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں جیسا کہ آیت وما ارسلنا من رسول..... باذن اللہ سوا پارہ پنجم سے معلوم ہوتا ہے۔ اور آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ پارہ ۲۶ سورۃ حجرات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کے ساتھ نہایت ادب اور احترام سے پیش آنا چاہیے جس طرح مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس طرح ان کے معجزات کو مسمریزم کہا اور ان کی پیش گوئیوں کو بھی جھوٹا کہا۔ مسمریزم چونکہ اقسام سحر اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے۔ جس کو کسی پاک بازی نیک آدمی کے ساتھ اختصاص نہیں۔ ہر بد اخلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے پھر ان معجزات کو جن کو قرآن حکیم نے نہایت شان و عظمت سے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ذکر فرمایا ہے۔ ان کو مسمریزم یا عمل ترب کہنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ سورہ مائدہ پارہ ساتواں آیت نمبر ۱۱ میں واذ قال اللہ..... الخ یہ معجزات جو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کیے گئے ہیں۔ اس کو آج تک تمام علماء امت اور عارفان قبول کرتے رہے۔ مرزا صاحب نے ان کو مسمریزم وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک رخنہ اندازی فرمائی۔ تبسری و جعفر مرزا صاحب کی یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانان عالم کو جو ان کی جماعت میں داخل نہیں خواہ وہ ان کو کافر کہیں یا نہ اور بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کہتا ہے۔ وہ کس طرح خود کفر کی زد سے بچ سکے گا۔ ان کی تکفیر کے فتوے پہلے فتاویٰ احمدیہ سے نقل کئے جا چکے ہیں۔ جو صفحہ ۲۶۹، ۳۰۵، ۳۰۸ پر درج ہیں۔ بس اس تکفیر کی وجہ سے ہم کسی طرح بھی انہیں زمرہ اہل اسلام میں شامل نہیں کر سکتے۔

چند شکوک کا ازالہ: بحکمہ الغریق یتثبت بکل حشیش۔ چند لوگوں کے اقوال سے اپنے ادعاء کے ثبوت میں سہارا لیا ہے۔ ازالہ جملہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنویر الاناس کے

صفحہ ۲۸ سے استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال کسی حال میں ان کے لئے مفید اور موید ثابت نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولانا نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ میں تصریح فرمادی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جماع اُمت سے کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا اور بتواتر معنوی ثابت ہے کہ آپ کے بعد جو ادعا لئے نبوت کمرے وہ مسلمان نہیں۔ مولانا نے جو مفہوم خاتمت کا بیان فرمایا ہے۔ اس کا کسی نئے نبی کے آنے کے ساتھ کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں ہے۔ آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاء ہیں۔ ختم زمانی اس سے مراد نہیں۔ ہاں بطور التزام ختم زمانی ثابت ہے۔ ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی کا ہونا ضروری ہے۔ پس اس قول سے مرزا صاحب کی کچھ تائید نہیں ہوئی۔ جس طرح مرزا صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کے کلام سے ایک استدلال پیدا کیا اس طرح محی الدین ابن عربی کے کلام سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ جابجا ان کی کتابوں میں اس کی صاف طور پر تردید موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا ان کی کتابوں فتوحات اور خصوص میں اس کے حوالے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ پس ان بیانات کے بعد میں اس بات پر وثوق رکھتا ہوں کہ کسی احمدی کے ساتھ کسی مسلم عورت کا نکاح نہیں کیا جاسکتا اور اگر کسی شخص سے کسی مسلم عورت کا نکاح تھا اور بعد میں وہ طریقہ احمدیہ میں داخل ہو گیا تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ امور قضاے قاضی کی یا محارب ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ یہاں کہ اس کے متعلق پہلے بیان میں شامی اور عالمگیری کے حوالے مذکور ہو چکے ہیں۔

با قرار صلاح

بیان بجرح مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ میں نے مرزا صاحب کی سب کتابیں نہیں دیکھیں۔ جہاں تک میں نے دیکھی تھیں۔ ان میں سے جو نتائج مجھے معلوم ہیں وہ میں نے پیش کر دیئے ہیں۔ جن کتابوں سے میں نے حوالہ جات پیش کئے ہیں وہ میں نے اکثر دیکھی ہیں۔ جن وجوہات پر میں نے مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی تکفیر بیان کی ہے۔ میں نے ان وجوہات پر جماعت احمدیہ کے علماء سے تبادلہ خیالات کیا ہوا ہے اور خود مرزا صاحب سے بھی۔ عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے نزول کے وقت جو شخص ان کو نہ مانے گا۔ وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے نزول کے وقت علماء یہود ان کے مخالف ہوں گے۔ احادیث کی کتابوں میں یہودیوں کا ذکر ہے۔ کہ وہ مخالف ہوں گے حدیث میں یہ نہیں کہ آپ کی پوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت یہودی بن جائے گی۔ یہ احادیث ہیں کہ اُمت محمدی میں اس قسم کے بد اخلاق بد اطوار لوگ پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ یہودیوں میں ہوا۔

مکتوبات امام ربانی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں جو عیسیٰ علیہ السلام اور علماء و ظواہر کے دوبہ کے متعلق جو مکاشفہ

لکھا گیا ہے وہ کسی دوسرے شخص پر حجت نہیں ہو سکتا۔ حجت قرآن اور حدیث ہیں۔ اور مکاتبات صوفیہ صرف صاحب کشف کے لئے موجب طمانیت و تسلی ہو سکتے ہیں۔ دوسرا شخص ان کے ماننے کے لئے نہ مکلف ہے۔ اور نہ وہ اس کے پیچھنے کے مکلف ہیں۔ جو کچھ اس حوالہ میں درج ہے۔ وہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے ہے۔ میں اسے قرآن اور حدیث نہیں سمجھتا۔ جو رسول آتے رہے۔ اس وقت لوگوں میں سے نہیں بعض مانتے رہے اور بعض انکار کرتے رہے علماء میں سے بھی بعض مانتے رہے اور بعض انکار کرتے رہے۔ آیت فلما جاء تھمدی سلمہم بالیدینات الخ سورہ المؤمن آیت ۲۴ پارہ ۲۴ ترجمہ یہ ہے۔ کہ جب ان کے پاس رسول کھلی دلیلیں لے آئے تو وہ اس علم کے ساتھ خوش رہے جو ان کے پاس تھا اور جس چیز کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ یہ آیت رسولوں کے لئے ہے۔ کسی جھوٹے مدعی نبوت پر اس کو چسپاں نہیں کر سکتے مبحث کے ساتھ اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن شریف میں یہ آیت نہیں ہے کہ ما یاتی من نبی الا کانوا به یستہزءون۔ یعنی جو کوئی نبی آیا ان کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔ کتاب حج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن صاحب کے صفحہ ۳۲۳ سے جو عبارت پڑھی گئی ہے۔ یہ کتاب میں موجود ہے۔ فتاویٰ احمدیہ کے صفحہ ۳۰۵ سے جو عبارت پڑھی گئی ہے۔ جو الفاظ ذیل ہیں ہے یہ لوگ ہم سچائی کے پابند ہیں۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلے ان پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ لیکن اس بارہ میں اقدام کس نے کیا۔ یہ اس عبارت سے نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ محمد حسین بنالوی نے مرزا صاحب کی تکفیر کا فتوے کس سن میں دیا۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی نبوت آئندہ کبھی نہیں آئے گی۔ قیامت تک بند ہے۔ وحی نبوت سے مراد میری یہ ہے کہ دنیا بنی بنائے والی وحی آئے گی اور نہ اگلے نبی پر وحی نبوت آئے گی۔ میں اس کے متعلق پانچ آیتیں کل پیش کر چکا ہوں آیت خاتم النبیین سے پایا جاتا ہے کہ آئندہ ایسی وحی نہیں آئے گی۔ وحی نبوت سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو نبی نہ بنائے۔ یا بذریعہ جبرئیل علیہ السلام ہو۔ یا اس کے بغیر۔ بذریعہ القائے علی القلب اور اسے تبلیغ کا حکم دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تشریفی تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تبلیغ بھی کرنے آئے تھے۔ اور چند احکام ان کی شریعت میں نئے بھی تھے۔ آیا یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام بھی نئے احکام لے کر آئے تھے لہذا سوال کو میرے مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ قضیہ شرطیہ کئی قسم پر ہوتا ہے کبھی مقدم اور شرط جزاء دونوں محال ہوتے ہیں۔ اور کبھی ہر دو ممکن اور کبھی ایک محال اور ایک ممکن علیٰ ہذا القیاس اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جب تک کسی خاص صورت کو بیان نہ کیا جاوے۔ مطلق شرطیہ کے ہونے پر انزام آنے یا نہ آنے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اگر متکلم نے کسی مسئلہ کو صاف طور پر بیان نہ دیا ہو۔ اور آنے والے شبہ کو بالکلہ ذائل نہ کر دیا ہو۔ اور اس کے کلام میں کسی قسم کی تلبیس اور دجل شامل نہ ہو تو اس کے

مہم کلام کو اسی مصرع کلام پر حمل کیا جائے گا۔ مگر ان چیزوں کا پتہ سیاق سابق اور اس کے گرد و پیش کے مضامین سے چل سکتا ہے۔ جن نبیوں پر وحی آتی رہی۔ انہیں اپنی وحی پر کامل یقین تھا۔ بزرگوں کو الہام ہوتا ہے۔ جو ان کے اپنے لئے ہوتا ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں ہوتا۔ قرآن شریف کی آیت و اوحینا الیہ ام موسیٰ میں وحی سے مراد الہام ہے۔ وہ الہام کسی نبی یا انسان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انسانوں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہو سکتا ہے۔ جیسا سورہ نحل کی آیت و اوحی ربک الی النحل میں کھئی کی طرف وحی ہونے کا ذکر ہے۔ اور ان میں امر بھی موجود ہے۔ جیسا ام موسیٰ کی طرف امر کی وحی الہامی ہوئی اس وحی کا انسانوں کے ساتھ کوئی اختصاص نہیں چھ جائے کہ انبیاء سے مختص ہو۔ جو وحی غیر انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض کا تعلق امور عینیہ سے ہوتا ہے۔ اور بعض اپنی طبعی ضروریات کے لئے موحی الیہ گردانے جاتے ہیں۔ جس شخص کو رسول اللہ صلعم کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ توحید کا قائل ہو۔ اسے ہم مومن کہیں گے۔ کافر نہیں کہیں گے۔ احمدیہ جماعت خاتم النبیین کے منکر ہیں یعنی خاتم النبیین کا جو مفہوم ہے۔ جیسے قرآن مجید نے اور احادیث صحیحہ نے اور اجماع امت نے محقق کیا ہے۔ جماعت احمدیہ اس کی منکر ہے۔ سیلہ کذاب رسول اللہ صلعم کو رسول اللہ مانتا تھا۔ مگر کتا تھا کہ میں بھی رسول ہوں۔ وہ اس لئے قتل کیا گیا۔ کہ اس نے نبوت کا دعوئے کیا تھا۔ سیلہ کے دو قاصد رسول اللہ صلعم کے پاس چٹھی لے کر آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر قاصد کو قتل کرنے کا اتنا عی حکم نہ ہوتا تو میں انہیں قتل کر دیتا۔ چونکہ قاصد نہیں قتل کئے جاتے اس لئے ان سے درگزر کی گئی اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ جب مدعی نبوت کے قاصد مستوجب قتل ہیں۔ صرف ان کی فرستادگی مانع قتل تھی تو سیلہ کذاب کو کیوں مستوجب قتل قرار نہ دیا جاوے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں بہت سے کفار سے جن کے ساتھ جنگ کرنی ضروری تھی یا ان کا قتل کرنا ضروری تھا۔ عد قمبر اسباب کی وجہ سے اسے ملوئی کیا گیا۔ صحابہ کرام نے انہیں چیزوں کو رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق اپنے وقت میں پورا کیا سیلہ مستوجب قتل پہلے تھے بناوٹ اس نے اس کے بعد کی دونوں چیزیں اس کے قتل کے لیے اکٹھی ہو گئیں۔ سیلہ کے قاصدوں کو جب مستوجب قتل سمجھا گیا تو اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ سیلہ قابل قتل تھا۔ چھوٹی نبی کو قتل کرنے کا حکم شرعی ہے۔ مسلمانوں کا قانون اور سیاست اور شریعت ایک چیز ہیں۔ دوسرے لوگوں کے قانون اور ہیں شریعت دوسری ہے۔ سزا کا دینا حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ علماء اور مفتیوں کا کام صرف حکم شرعی کو بیان کرنا ہے۔ اس کو نافذ قاضی کیا کرتا ہے۔ جھوٹا مدعی نبوت چونکہ خاتم النبیین کا منکر ہے۔ اس لئے واجب القتل ہے۔ جب کسی ملک میں کفار موجود ہوں جو شریعت اسلامی کے منکر ہوں تو وہ بحکم آیت و قاتل الذین... من الکفار بادشاہ مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اس آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے ملک میں فوج لے کر جائے اور پہلے ان کو اسلام کی دعوت دے اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان

کے خون اور مال ہمارے ہی طرح محفوظ اور وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو بادشاہ وقت ان سے ٹیکس لے کر امن قائم کرنے کی ہدایت کرے۔ اور ان سے وعدہ لے لے کہ وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوں تو خدا کا نام لے کر جہاد کا اعلان کر دے۔ اور ان سے جنگ بدل کا سلسلہ جاری کرے۔ جو حکومت ایسا نہ کرے۔ اس کا قصور۔ اگر کوئی شخص نبوت کا یہ معنی لے کہ اس کی طرف تبلیغ کے لئے وحی ہوتی ہے۔ خواہ وہ تشریحی کہلائے یا غیر تشریحی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر نبوت بمعنی اخبار یا الہام کے ہو تو ہم اسے کافر نہیں کہیں گے مگر مدعی نبوت تبلیغی کو ہر حال میں کافر کہا جائے گا خواہ اس کی وحی اور الہام قرآن کے موافق ہو یا مخالف جو شخص اس حدیث ان الرسائل والنبوۃ..... قطع کا یعنی جو شخص یہ سمجھے کہ وحی نبوت اور خاص رسالت کا سلسلہ منقطع ہے یعنی یہ سمجھے کہ وحی نبوت باقی ہے تو وہ شخص کافر سمجھا جائے گا۔ وحی نبوت کے معنی تبلیغی وحی ہے۔ جبریل علیہ السلام وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی شخص پر نازل نہیں ہو سکتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت بھی ان پر جبریل علیہ السلام نہیں آئیں گے۔ کتاب الحج الکلمہ صفحہ ۳۱ میں جو حدیث مع وحی کا ذکر آیا ہے وہ مسلم ہے۔ مگر وحی تبلیغی مراد نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام جو اس وقت حکم کریں گے وہ اس سے پیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی جدید وحی نازل ہو گی بطور الہام ان کو یا بطور تعرف ان کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو جائے گی اور اس پر وہ عمل کریں گے نواب صدیق حسن صاحب مصنف کتاب مذکور میرے پر حجت نہیں ہو سکتے۔ نواب صاحب کو مغالطہ ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر وحی نبوت لے کر آئیں اور تبلیغ کے لئے ان پر وحی ہو۔ بشرطیکہ اس کی عبارت میں کسی تاویل یا خلاف ظاہر پر عمل کرنے کی کوشش نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اس وقت وہ رسول ہوں گے۔ بنی اسرائیل کے لئے توراۃ شریعت کامل تھی۔ اور بعد میں انبیاء اس کی اشاعت کے لئے آتے رہے کیونکہ دوسرے نبیوں کے آنے کی رکاوٹ نہ تھی اس لئے وہ آتے رہے۔ مگر ہماری شریعت میں دوسرے نبی کے آنے کے لیے ایک صد روایتیں حاصل ہیں۔ اس لئے کوئی دوسرا نبی نہیں آ سکتا۔ جو اس شریعت کو آکر بنی اسرائیل کے انبیاءوں کی طرح جاری رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا یہ مطلب ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ ہر نبی کے بعد دوسرا نبی اس کا جانشین ہو کہ اس کی شریعت کی ترویج کیا کرتا تھا، مگر میری امت میں وہ منصب جو انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا۔ کہ وہ نبی کی حفاظت کریں۔ علماء کو دیا گیا ہے۔ چونکہ میرے بعد نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ فریضہ علماء کا ہو گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت شریعت محمدی کی ترویج کریں گے خاتم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف

ہو تو اس کے معنی آخر کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خاتم النبیین کی تفصیل میں تمام علماء امت نے مفصل بحث لکھی ہے اور مرزا صاحب خاتم الاولاد کے معنی آخری اولاد لکھتے ہیں جس کی تصریح ان کی کتاب تریاق القلوب میں موجود ہے۔ خاتم کا لفظ لغت کی حیثیت سے مہر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مجھے یاد نہیں کہ کسی عالم نے خاتم النبیین کے معنی خاتم کے یہ معنی مہر بھی کئے ہیں یا نہیں۔ خاتم الاولاد کے لفظ کے معنی میں مرزا صاحب نے کوئی تشریح نہیں کی اس کو دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ یعنی خاتم اور خاتم مجھے پتہ نہیں کہ مرزا صاحب نے خاتم الاولاد..... ولی آخری کے الفاظ کہیں لکھے ہیں یا نہیں سوال۔ چونکہ آپ نے خاتم کے معنی جو کہ اوپر بیان کئے ہیں۔ اس کی کوئی مثال بتلائی جاوے۔ یہ سوال غیر متعلق ہے۔ اس کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کی تردید ہو سکتی ہے جو آیات میں نے کل بیان کی تھیں کہ مرزا صاحب نے ان کو اپنے متعلق بیان کیا ہے۔ ان کو انہوں نے اپنے اوپر بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً سبحان الذی اسرّی۔۔۔۔ الخ کی آیت جو مرزا صاحب نے اپنی وحی اور الہام میں ذکر کی ہے۔ اس کے لئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کو ایک دفعہ معراج ہوا مجھے بارہا ہوا۔ لیکن تعداد مجھے اس وقت یاد نہیں۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس آیت کو وہ اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ منم محمد واحد کما محبتی باشد جس سے اپنی ذات کو رسول اللہ صلعم کی ذات سے متحد ثابت کرتے ہیں۔ اور اتحاد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز ایک شے سے ثابت کی جاوے وہ دوسرے اس کے متحرک کے لئے ثابت کی جاوے۔ اس قاعدہ کی رو سے مرزا صاحب ان تمام آیات کو اپنی ذات کے ساتھ چسپاں کر رہے ہیں۔ ورنہ اتحاد نہیں رہے گا۔ مرزا صاحب کی کتاب ازالۃ الاولیام صفحہ ۲۲ حصہ اول کے حاشیہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کرتا ہوں کہ انہیں معراج کئی دفعہ ہوا۔ کیونکہ تجربہ اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ایک کام بار بار کیا جاوے۔ میں نے مولانا محمد قاسم صاحب کے قول سے مرزا صاحب کے استدلال کرنے کا جو بیان گل دیا ہے۔ وہ ان کی جماعت کی شائع کردہ پاکٹ بک..... کے حوالہ پر نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص اپنے پرین آیات قرآنی کے نزول کا قائل ہو۔ کہ میرے پر یہ آیات تبلیغ کے لئے اتری ہیں۔ اور میں نبی ہوں تو وہ مسلمان نہیں۔ اگر کسی آیت کا کسی کو کشف ہو جائے۔ کشف اور نزول صوفیہ کے نزدیک ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ تو اس سے وہ کافر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی نبی برحق ہو۔ کسی دوسرے نبی پر اپنی فضیلت کا اظہار کرے۔ تو یہ قرآن سے ثابت ہے۔ اس سے کوئی توہین نہیں۔ ہاں اگر لہجہ توہین آمیز ہو تو ممنوع ہے۔ جیسا کہ یونس ابن متی علیہ السلام کے متعلق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق احادیث صحیحہ میں مروی ہے یونس علیہ السلام کے متعلق حدیث میں لا تفضلونی کا لفظ آیا ہے۔ اور مولے علیہ السلام کے متعلق صعب (النا).... الخ کا لفظ احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ جس سے مولے علیہ السلام کا اشتناء ہے۔ آپ نے توہین آمیز

لہجہ میں ایک نبی کو دوسرے نبی پر بلکہ اپنی ذات کو دوسرے نبی پر توہین لہجہ میں فضیلت دینے کے لئے امتناعی حکم صادر فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے جھگڑا کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے اس سے ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام نے کوئی توہین نہیں کی۔ بلکہ غصہ کی حالت میں ایک نبی اپنے دوسرے بھائی اور نبی سے لڑ پلڑا اور یہ حالت جو ان سے شدت غضب کی حالت میں ہوئی تھی۔ اس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مانگی۔

آنحضرت صلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت عمر کے توراۃ کے چند صفات پڑھنے پر جو کچھ فرمایا اور جو احادیث میں وارد ہے۔ ان الفاظ سے موسیٰ علیہ السلام کی کوئی توہین ظاہر نہیں ہوتی۔ سوال مکرر: جس شخص کو رسول اللہ صلعم کی دعوت نہ پہنچی ہو وہ اُمت تبلیغی میں داخل نہیں۔ جو احکام کو سن کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ ہاں اُمت دعوت میں ساری دنیا داخل ہے۔ وہ جہنمی نہیں ہے۔ اسے مسلمان اس لئے کہا جائے گا کہ اس نے خدا کی توحید کو قبول کر لیا ہے۔

آیت دکھارسلنا من نبی کی آیت میں فی الاولین کا لفظ ہے۔ اور اس کا تعلق پہلی اُمت کے ساتھ ہے مسلمہ کذاب کو مفسرین نے من یبتدئ منکون دینہ کی ذیل میں داخل کیا ہے۔

دستخط نج محمد اکبر

سن کر درست تسلیم کیا

دستخط۔ محمد اکبر

۳۱۔ اگست ۱۹۳۲

بیان جلال الدین صاحب شمس گواہ عبد الرزاق مدعا علیہ

۵ لغایت ۱۲ - نومبر ۱۹۳۲ء

جلال الدین شمس کا شمار جماعت مرزائیہ کے صفِ اول کے مبلغین میں ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے بطور مختار مدعا علیہ تین برس تک عدالت میں پیروی مقدمہ کی۔

اُن کا بیان ۵ لغایت ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء جاری رہا۔ ازال بعد مولانا ابوالوفاء صاحب جرح مختار مدعیہ نے یکم لغایت ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء ان پر ایسی دلائل قاطع و براہین ساطع کے ساتھ جرح فرمائی کہ شمس صاحب کے بیان کا کذب و فریب پارہ پارہ ہو گیا۔

ادارہ _____

آئینہ حقیقت

حضرات قارئین!

پیش نظر مجموعہ کا یہ حصہ قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہونے والے گواہان جلال الدین شمس و غلام محمد کے بیانات اور جرح پر مشتمل ہے جو انہوں نے حضرات علماء ربانی کے بیانات اور ان کے پیش کردہ دلائل و براہین کے مقابلے میں فاضل عدالت میں قلمبند کرائے تھے۔ ہم نے یہ بیان عدالت کے ریکارڈ سے حاصل کئے ہیں۔ مرزائی جماعت نے بھی اپنے پریس سے یہ بیانات شائع کرائے تو نہایت ہی گھناؤنے انداز سے عدالت میں بیان کردہ بیانات کو مسخ اور تحریف کر کے شائع کیا تاکہ اپنی شکست پر ایک بار پھر وجہ و فریب کا پردہ ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش کرے اور اس مغالطہ میں ڈال سکے کہ عسما ربانی کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا رد کر دیا گیا۔ ہم نے ایسے موقعوں پر نشاندہی کے لیے بھی اسی بات کو کافی سمجھا ہے کہ حضرات قارئین کو بتادیں کہ اصل عدالتی ریکارڈ سے حاصل شدہ مواد یہ ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں اور اس کے خلاف جہاں جہاں جو مرزائی پریس سے شائع کردہ کتابچہ میں نظر آئے اس کو تحریف سمجھیں اور جن صاحبان کو مطابقت کا ثبوت مطلوب ہو وہ ادارہ سے بصد شوق رجوع فرما سکتے ہیں۔

۵ نومبر ۱۹۳۲ء

بیان گواہ مدعا علیہ باقرار صالح جلال الدین شمس ولد امام دین مبلغ قادیان سکنا قادیان عمر ۳۳ سال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جو لوگ ایمان لائے۔ ان کے ایمان کی دفعات قرآن مجید کی مندرجہ
ذیل آیت میں مذکور ہیں:-

امن الرسول بما أنزل اليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله وملائكته
وكتبه ورسوله لا يفرون بين احد من رسله (سورۃ بقرہ آیت ۲۸۶) پیغمبر جو کچھ اس پر خدا کی طرف سے اُتر اس پر
ایمان لایا اور تمام مومنین۔ ہر ایک خدا پر ایمان لایا اس کے تمام فرشتوں پر۔ اس کی تمام کتابوں پر۔ اور اس کے تمام پیغمبروں
پر۔ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔ اس آیت میں جو یہ فرمایا کہ
جب کوئی شخص قرآن شریف پر ایمان لایا تو اس کے اندر جو کچھ ہے۔ سب لایا تقبیلاً اس سب پر ایمان لایا جیسے
خدا تعالیٰ کی صفات اور نیابت حشر و نشر و وزخ و بہشت -

اسی طرح اللہ تعالیٰ متقی کی صفات میں بیان کرتا ہے۔ الذین یؤمنون بالغیب ہم یؤمنون
سورۃ بقرہ کوع اول۔ کرمون اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے
ان کو دے رکھا ہے اس میں سے ماہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اور اسے رسول جو تجھ پر اتارا گیا اور جو تجھ سے
پہلے اتارا گیا۔ اس سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ پس یہی لوگ اپنے رب کے سیدھے
مستے پر ہیں۔ اور یہی کامیاب بچنے والے ہیں۔ غیب میں تمام غیبات کا ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدس
ذات ہماری نظروں سے غیب ہے۔ اور ملاحظہ بھی ہم سے غیب میں۔ اور رسل میں رسالت کے لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ
ان سے کلام کرتا ہے۔ ہم سے مخفی اور پوشیدہ رہتا ہے۔ اسی طرح قصداً قدلاً آخرت اور وزخ و بہشت بھی ایمان
بالغیب میں داخل ہیں۔ حقوق اللہ۔ اور عبادات میں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی عبادت یعنی نماز کا
اور حقوق العباد میں سے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا ہے کہ جو آنحضرت صلی
طرف اتارا گیا ہے۔ اس پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور اسلام کے متعلق استفسار کیا۔ تو حضور
سید المرسلین نے فرمایا۔ کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر بعثت
و ولوت پر۔ اور تقدیر پر یقین رکھے۔ اور اسلام گواہی دینا اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی

آپ نورالحق حصہ اول صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں :-

ہم مسلمان ہیں۔ خدا کے وعدہ لا شریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اور خدا کی کتاب قرآن اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء ہیں مانتے ہیں۔ اور یوم البعث (قیامت) اور روزِ قیامت اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور اہل قبلہ ہیں۔ اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا اس کو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا اس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھانے اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ سے ہمیں پہنچا اس کو قبول کرتے ہیں۔ یا ہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے عیب کو نہ سمجھیں۔ اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومن اور مومنین ہیں۔ پھر اپنی جماعت کو اپنی کتاب کشتی نوح صفحہ ۱۲ تا ۱۴ میں فرماتے ہیں :-

پیروی کرنے کے لیے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق اسکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی۔ ابدی اور غیر متغیر خدا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ اس کا کوئی بیٹا۔ اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم نصیحت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی توجید زمین پر پھیلانے کے لیے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔ اور نوع انسان کے لیے رستے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شیخ نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے۔ تم اس وقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ صحیح تقویٰ کی راہ پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک ہر زکوٰۃ دینے کے لائق ہے۔ وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ اس طرح آپ نے اپنے ایک اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مندرجہ کتاب تبلیغ رسالت ص ۱۲ پر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :-

کہ ایمان لاتا ہوں میں اللہ پر۔ اور اس کے ملائکہ پر۔ اور کتابوں اور رسولوں پر۔ اور مرنے کے بعد قیامت کے دن جی اٹھنے پر۔ اور ایمان لاتا ہوں میں خدا کی کتاب عظیم پر۔ جو قرآن کریم ہے اور تا بعد اری کرتا ہوں تمام رسولوں سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور میں مسلمانوں سے ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں علی وجہ البصیرۃ کہ کوئی بڑا مسعود غلام نہیں سوائے اللہ تعالیٰ و احد کے جس کا کوئی شریک نہیں محمد مسلم خدا کا خاص بندہ۔ اور اس کا رسول ہے اسے رب مجھ کو مسلمان ہی زندہ رکھ اور اسلام پر ہی وفات دے۔ اور میرا حشر اپنے مومن بندوں کے ساتھ کر اور تو جانتا ہے کہ جو کچھ میرے دل میں ہے۔ اور سوائے تیرے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ اور تو ہی میرا سب سے بہتر

گواہ ہے۔ اس بڑی تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو ماننا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں۔

پھر اپنی ایک تصنیف التسلیمین صفحہ ۸۳ پر لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء و رسل ہیں۔ اور تمام انسانوں سے جو گذر چکے یا آئندہ قیامت تک ہوں گے افضل ہیں۔ اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر آیت ایک بحر زخار ہے جو ہدایت کی تمام قسم کی باریکیوں سے معمور ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور انبیاء و علیہم السلام کے معجزات سراسر حق ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتی ہے اور جو امور اسلام کی تنظیم کے خلاف ہیں ہم ان سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ اور ہمارے پاک رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں اس پر ہمارا پختہ ایمان ہے۔ اور جو شخص ان مذکورہ عقائد کے خلاف ہماری طرف کوئی عقیدہ منسوب کرتا ہے تو وہ ہم پر افتراء کرتا ہے اللہ تعالیٰ اٹھ جائے کہ میں اسلام کا فاضل اور حضرت سیدنا امام احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جان نثار غلام ہوں۔

پھر مواہب الرحمن کے صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں :- اور کوئی عمل اور عبادت قبول نہ ہوگی جب تک کہ آنحضرت اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار سچے دلی سے نہ کیا جائے اور دین اسلام پر ثبات و قیام نہ ہو۔ اور وہ شخص ہلاک ہو گیا جس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اور بقدر طاقت تمام امور میں آپ کی پیروی نہ کی کوئی نئی شریعت آپ کے بعد نہیں اور نہ کوئی کتاب آپ کی شریعت کو منسوخ کر سکتی ہے اور کوئی شخص آپ کے مبارک کلمہ کو بدل نہیں سکتا۔ اور جس نے ذرہ بھر قرآن شریف سے دُور گردانی کی وہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ اور ہرگز کوئی شخص نجات نہیں پاسکتا جب تک ان تمام امور میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکے ہیں آپ کی پیروی نہ کرے اور جس نے ایک ذرہ بھر آپ کی وصیت اور حکم کو چھوڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

پھر اپنی ایک کتاب ایام الصلح صفحہ ۸۶ - ۸۷ پر فرماتے ہیں :- کہ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے۔ وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس مذاکے کلام کو پختہ مارنے کا حکم ہے ہم اس کو پختہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حبیبہ کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو۔ قرآن کریم کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسج کے لائق بھی نہیں ہیں۔

اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر جساد حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام کتابوں پر حق کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لادیں۔ اور صوم اور صلوٰۃ و زکوٰۃ اور حج۔ اور اسی طرح خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام مورچہ پر سلف صالح کو اعتقاد ہی اور علی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو امامت کی اجماعی راسخ سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سیدنا جاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

پس مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ۔

ہمارے عقائد اسلام کے عین مطابق ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سب سے بزرگ اور آخری کتاب قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جن باتوں کو ایک شخص کے حوصلی اور مسلمان ہونے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ان سب پر نصوص دل اور صمیم قلب سے ہم یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ ہم بغفلہ بجالاتے ہیں۔ اور بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے ہیں۔

ما مسلمائیم از فضل خدا
مصدقی مارا امام و پیشوا!

اندیشہ یں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم

(سراج منیر)

ہمیں کہیں اجماعی بیان کر چکا ہوں کہ ہمارا وہی دین ہے جو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے لائے اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں لیکن باوجود ہمارے اس اقرار کے گواہان خرقہ ثانی نے ہمیں کافر مرتد اور منال اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریات دین

کامنڈ ٹھہرایا ہے اور جن امور کی بنا پر انہیں کافر اور مرتد کہا ہے۔ ان کی ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے فتویٰ تکفیر کی بنیاد بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے اس لیے قبل اس کے کہ میں ان وجوہ تکفیر کی تردید کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ جن علماء کے اقوال کی سند پر گواہوں نے جہیں کافر قرار دیا ہے۔ ان کے تحریر افشاء کے متعلق کچھ بیان کروں۔ سودا خ رہے گو گواہان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ کسی مسلمان پر اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جب وہ ضروریات دین کا انکار کرے۔

اس لیے اب میں ذیل میں چند ان امور کا ذکر کرتا ہوں جن کی بنا پر علماء نے لوگوں کو کافر و مرتد ٹھہرایا ہے۔ اور ان امور کو ضروریات دین سے کہا ہے اور ان کے منکر کو کافر و مرتد لکھا ہے۔

اور کتاب الاشباہ والنظائر صفحہ ۷۵ تا ۷۹ اور اسی طرح شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۵ تا ۱۶۴ پر درج ہیں۔ ان فتاویٰ کو اگر مد نظر رکھا جائے تو یہ لازم آتا ہے کہ جن مقدس اور افضل ترین بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے وہ سب کافر ہوں نعوذ باللہ جیسے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سید عبد القادر جیلانی نے ملاحظہ ہوا امام شعرانی کی کتاب البیواقیت دالجواہر ص ۱۶۳ جلد اول مطبوعہ مصر۔

اسی طرح تمام شیعہ کافر اور واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ جن کی توبہ بھی قبول نہیں اور تمام وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو اکثر کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے ہی جانا ہے تو ہمیں ایسی جنت نہیں پائیے اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفاتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو اور عیسائی اسٹران کو تحائف دینے ہیں کافر ہیں اور ان عہدوں کے لیے جو اپنے خاندانوں کی بدسلوکی کے باعث تنگ ہیں اور ان کے تھکد نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب بتائی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی عورت یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوتی ہوں تو مٹا کافر ہو جائے گی۔ اور نکاح منع ہو جائے گا۔ اور

وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا بیٹ لگاتے ہیں کافر ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلبہ جو اپنے ہندو یا عیسائی استاداں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں۔

اور اسی طرح ہزار ہادہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی وقیانسی بانٹوں پر جنہیں یہ مولوی لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں۔ ہنستے ہیں کافر ہوئے۔

اور اسی طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کچھ پر اسلام کی صداقت بیان کر۔ کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہیں۔

اسی طرح تمام تعلیم یافتہ مسلمان جو مولیوں سے متنفر ہیں۔

اسی طرح وہ صد باسلمان باز اوروں میں اور ملکی کوچوں میں بیٹک مانگنے والے فقروں کو جو خدا کا واسطہ دے کر انکے ہیں یا کہتے ہیں خدا کے واسطے یہ کام کر دو۔ یا فلاں چیز دے دو لیکن وہ بالکل نہیں دیتے لافروں اسی طرح سیکھوں یا دوست عزیز و آشنا آپس میں ایک دوسرے کو خدا کا واسطہ دے کر کام کرنا چاہتے ہیں لیکن دوسرا نہیں کرتا۔ پس اگر ان علماء اور مولیوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جاسکتا ہے تو مذکورہ بالا فتاویٰ کے ماتحت تمام ایسے مسلمان کافر ہیں۔ اور ان کا نکاح فسق اور اولاد ولد الحرام ہوئی۔

اصول مذکورہ بالا پر علماء کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے۔ کیونکہ گواہان فریق مخالف نے اپنے بیانیوں میں مفسرین کے اقوال سے بھی یہی سند پکڑی ہے۔ اس لیے میں مفسرین کے یہی چند اقوال نقل کرنا چاہتا ہوں، یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کر لیا جائے اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رائے لکھی ہے کہ مد تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین یعنی متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردی دونوں باتوں سے پُر ہیں اس لیے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہو کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور اور تدبر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اس کو اختیار کریں۔

مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان میں سے خود چند بلند پایہ اور مقتدر ائمہ نے اسی امر کی صراحت کر دی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے۔

پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان میں سے خود چند بلند پایہ اور مقتدر ائمہ نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ائمہ کے اقوال اپنی مشہور کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں درج کئے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے کہ یہ رائے نعمان بن ثبات کی ہے۔ اور جو کچھ ہم اپنی تحقیق سے اب تک معلوم کر سکے ہیں۔ اس کے لحاظ سے ہر سب سے آسن ہے۔ لیکن جو شخص اس سے زیادہ اچھی بات معلوم کر لے تو وہ درست ہونے کی زیادہ مستحق ہے۔ (صفحہ ۱۵۰ جزو اول)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن مزنی سے کہا اسے ابراہیم تو میری ہر بات میں تقلید نہ کر تو خود بھی غور کیا کر۔ کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ (حجتہ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۰۔ جزو اول)

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا لا تقلدنی کہ تو نہ میری تقلید کر نہ امام مالک اور نہ اوزاعی و حنفی کی۔ اور تو احکام کتاب و سنت سے لیے جہاں سے انہوں نے لئے ہیں۔

کیونکہ ہم اسے پھر تیرے پاس لے آئیں گے اور ہم اسے پتھر بنانے والے ہیں۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ مخترم کی طرف وحی آنے کا خود اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے جو یغیبر یا نبیہ نہیں تھیں۔ پس اگر وہی صوفی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوتی تو ام موسیٰ علیہ السلام پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔

(۳) سورہ مریم کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فارسلنا ایہا روحنا کہ ہم نے حضرت مریم کی طرف جبرائیل کو بھیجا اسی طرح فرمایا۔ واذ قالت الملائكة یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین۔ یا مریم اقدتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین۔ کہ جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا ہے۔ اور تیری تطہیر کی ہے۔ اور دنیا جہان کی عورتوں پر تجھے مصطفائی عطا کی ہے۔ تو اے مریم تو اپنے رب کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ وغیرہ

(۵) پھر فرمایا واذ قالت الملائكة یا مریم ان اللہ یشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین۔ (راہ عمران غ) یعنی جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا اور وہ دنیا و آخرت میں وحیہ اور مقرب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قلنا یاذا النقرین امان تعذب واما ان تتحدین فیہم صغیرا کف ع) یعنی ہم نے کہا اے ذوالقرنین اگر تو چاہے۔ تو ان لوگوں کو عذاب دے یا ان کے بارہ میں حسن سلوک کا طریق اختیار کر۔ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) وحی انبیاء سے مخصوص نہیں بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

(۲) جن فرشتوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہی فرشتوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء و رفیقو کے ساتھ یہی کلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت ۱۷ سے ظاہر ہے۔

(۳) فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں جیسا کہ آیت ۱۷ سے ظاہر ہے بعض وقت غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہو جاتی ہے جس میں امر نہی ہونے میں جیسا کہ آیت ۱۷ سے ظاہر ہے۔

غیر انبیاء کی وحی بھی عیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت ۱۷ سے ظاہر ہے۔

فریق ثانی کے گواہان نے کہا ہے۔ کہ اگر آنحضرت مسلم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ لیکن انہوں نے اس کی قرآن مجید یا حدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں صرف ایک گواہ نے آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما نزل من قبلیہ پیش کر کے کہا ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا وہ مہبود ہونے کے لائق نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمَنْ اضلّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (سورہ اہقاف ع ۱۷) کو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسے مہبودوں کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں۔ جواب دینا تو درکنار وہ تو اس کی پکار سے بھی بیخبر محض ہیں۔

اس آیت سے ثابت یہی ہے کہ خالق و دو جہاں خدا اپنے بندوں سے یہ کلام پوتا ہے۔ ہاں بھولے خدا اور مہبودان باطل اپنے بندوں کی پکار نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔ اب اگرچہ خدا کی نسبت بھی یہی تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی نہ کسی کو جواب دیتا ہے نہ کسی کی پکار سنتا ہے تو معاف نہیں اسلام اسی دلیل کو قرآن کے خلاف پیش کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران ع ۱) کہ اسے رسول تم ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم خدا سے واقعی محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو خدا تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنائے گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اب یہ یہی بات ہے کہ محب اپنے محبوب سے ہم کلام ہو۔ اور اس کی باتیں سنے۔ اور اپنی کہے۔ ورنہ عدم کلام نقیض محبت پر دلیل ہوگا۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اخسثوا فيها ولا تكلمون (المومنون ع ۱۲) دوسری جگہ فرمایا۔ وَلَا يَكْلُمُهَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سيقول ع ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ جہنمی اور دوزخی لوگوں سے کلام نہیں کرے گا۔ اور فرمائے گا۔ جاؤ ذلیلو مجھ سے کلام مت کرو۔

پس ثابت ہوا کہ کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ لہذا خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ہر دور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ پہلے جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا۔ تو اب نہ کرے پھر یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے وہ اس کا شکلم ہونا ہے۔ پس یہی طرح ہو سکتا ہے کہ اب قیامت کے دن تک اس صفت کا تعلق مان لیا جائے اور کہا جائے کہ اس کی صفت شکلم نالی ہو چکی ہے یعنی کرب وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا۔ تو اس کا سبب ہو کیونکہ مکر مام ہوگا۔ کہنے والے یہ بھی کہہ دیں گے کہ وہ پہلے سبب تھا۔ اب نہیں۔

اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ و بکاہ اور گریہ و زاری کرتے ہوئے بغیراری کی حالت میں جائے مگر محبوب نہ دروازہ کھولے اور نہ اندر سے کوئی آواز دے۔ تو یقیناً وہ عاشق نا امید ہو کر لوٹے گا۔ اور خیال کرے گا۔ کہ یا تو میرا محبوب مر چکا ہے۔ یا پھر مجھے دبوکا دیا گیا۔

پس اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اس کے وراۃ الوراۃ اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے اگر وہ

گفتار سے بھی۔ اپنے عاشق کو تسلی نہیں دیتا۔ آخر ایک دن ناامید ہو کر اسے پھڑپھڑا دیں گے۔
 نقش اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور
 گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے محروم سمجھے اسے کہیں اپنے عشق کا عمل نہیں ٹھہرتا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے
 ہر کلام ہونے کے لیے اپنے دل میں اور مدھڑپ رکھتا ہے۔ اور اس کے کلام کو اپنے لیے نریاق اور اک حیات
 سمجھتا ہے۔

پس وہ عظیم و خیر مہتی جو انسان کے اندر احساسات و جذبات کا پید کرنے والا ہے۔ کس طرح اپنے عشاق کو اپنی
 ہر کلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اسی لیے اس نے فرمایا اذ اسالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة
 الداع اذا دعان (البقرہ ۱۸۶) کہ اسے رسول جب اضطراب و بقراری کی حالت میں تجھ سے میرے نام سے
 میرے بارے میں سوال کریں تو تو انہیں کہہ دے۔ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ تحمل صلابۃ
 کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (یعنی مصائب اور ابتلاؤں کے وقت ایمان
 پر ثبات قدم ہے) ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوشخبری دیتے ہیں۔

ترفع الدرجت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذرنہ
 یوم التلاق (سورۃ مومن ۷) ینزل الملائکۃ بالروح علی من یشاء من عبادہ ان انذروا
 ان لا الہ الا انا فاتقون (پارہ ۱۴ ع ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ درجوں کا بلند کرنے والا عرش کا مالک اپنا کلام اپنے بندوں میں سے جسے قابل سمجھتا ہے۔ اس پر
 نازل کرتا ہے۔ تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے اللہ تعالیٰ اپنا کلام دے کہ فرشتوں کو اتنا زار ہوتا ہے جنہیں
 وہ اپنے بندوں میں قابل سمجھتا ہے۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو یہ خداوند تعالیٰ کا پیغام دیتے ہیں۔ کہ تم لوگوں کو
 ڈراؤ۔ اور بات یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

روح کے معنی وحی کے ہیں۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ازمنہ سابقہ میں
 اپنی وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کرے گا۔ کیونکہ ایت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع
 الدرجات اور ذوالعرش ہونا۔ ضرورت انذار و اقرار دیا گیا ہے۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور
 ذوالعرش ہے اس میں تغیر نہیں آیا۔ اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مردہ ہو گئے ہیں تو پھر وحی کا انقطاع کیوں کر مان لیا
 جائے ؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کنعہ خبیرو امۃ اخرجت للناس رآل عرنم کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے

بہتر ہے اور نعمت بھی اس پر پوری ہو چکی ہے جیسا کہ فرمایا: اور وہ عابھی خدائے ہمیں یہ سکھلائی کہ صراط الذین انعمت علیہم کہ اسے خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے راستہ پر چلا تو عقل سلیم کیوں کر تسلیم کر سکتی ہے کہ امت محمدیہ سب امتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات الہیہ سے محروم ہو پہلی امتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا۔ اور ان پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن امت محمدیہ کے بڑے سے بڑے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملا۔ پس یہ کہنا کہ امت مرحومہ پر دی الہی کا دروازہ بند ہے۔ اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا۔ تو پھر یہ خیر الام کیسے ہوئی کیوں یہ کہنا غلطی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلیم کے بعد جو تمام عالم کے لیے رحمت ہو کر آئے تھے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے۔ اور امت میں سے کسی ایک فرد کو اپنے ہمسکلام ہوئے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا پاک رسول اور اولیاء امت یہ کہہ رہے ہیں کہ فیضان الہی اس امت پر بند نہیں ہے۔

آنحضرت صلیم فرماتے ہیں۔

نقد کلان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلون من غیران یکونوا نبیاء فان یلک فی امتی حنیم کہ تم سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجود کہ وہ بنی نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ میری امت میں ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی ہے تو عمر ہے۔ دوسری روایت میں محدث کا لفظ ہے اور طرانی میں ہے۔ قالوا یا رسول اللہ کیف محدث صحابہؓ نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ محدث سے کیا مراد ہے۔ حضور نے فرمایا کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

حضرت شیخ فی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ آیت وما کان لبشر الخ بھی صحیح کے جو طریق مذکور ہیں اور بنی طریقوں سے آنحضرت صلیم کو دی ہوتی تھی۔ ان کی تفصیل بیان کر کے لکھتے ہیں۔

”هَذَا كُلُّهُ موجود في رجال الله من الاولیاء ولذا یختص به النبی من هذا دون الوسی بالکفریم کہ یہ تمام انعام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کا بھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ خدا کے بندوں اولیاء اللہ میں سب میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ وحی جو نبی سے خاص ہے اور وحی میں نہیں پائی جاتی وہ شریعت والی وحی ہے۔“

حضرت امام ربانیؒ جو وقت ثانی مکتوبات جلد ۲ ص ۱۹۱ میں فرماتے ہیں

”اعلم ایها الاخوان الصديق ان کلامه سبحانه مع البشر قد یكون شفاهاً الخ کہ اسے مقرر ہوا کہ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کنابھی بالمشافہ ہوتا ہے۔ اور یہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی ان کے بعض کامل متبعین سے بطور اتباع اور وراثت کے ہو جاتا

ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہو۔ تو اس کا نام محدث ہوتا ہے۔ جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور یہ القافیہ الردع اور الہام۔ اس کلام کے علاوہ ہے۔ جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس قسم کے کلام سے انسان کامل کو مخاطب کیا جاتا ہے۔
اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ اس امت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ مجدد صاحب سے جو کچھ اس جگہ لکھا ہے۔ وہ کشفی یا الہامی ہے۔ نہیں ہے کیونکہ مجدد صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ کہ یہ ان کا کشف یا الہام ہے۔
اسی طرح مولانا جلال الدین رومی مشنوی میں فرماتے ہیں :-

خلق نفس از دوسوہ خالی شود

ہمان وحی احبالی شود

یعنی جب انسان دوسو اشیائی سے پاک ہو جاتا ہے تو جناب الہی کی وحی پاتا ہے۔
(دفتر سوم ص ۱۵ مطبوعہ کانپور)

پھر فرماتے ہیں :-

وحی حق واللہ اعلم بالصواب

نہ نجوم است و نہ رمل است و نہ خراب

وحی دل گویند آرا صوفیاں

از پئے رو پوش عامہ و در بیان

یعنی ہوتی تو وحی حق ہے۔ لیکن صوفیہ عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل بھی کہہ دیتے ہیں۔
(دفتر چہارم ص ۱۵)

مولوی اسماعیل صاحب شہید اپنی کتاب منہب الامت ص ۳۲، ۳۳ پر لکھتے ہیں :-

باید دانست کہ انانجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانیاء اللہ ثابت است آرا وحی میگویند و اگر بغیر ایشان ثبات مینشود اور انحدیث میگویند و گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را۔ خواہ بانیاء اللہ ثابت است خواہ بادیاء اللہ وحی نامند و این مطلق الہام گاہے در صورت کلام از پردہ غیب کمی لایب نازل میگردد۔

اس کے بعد چند آیات اپنی تائید میں لکھ کر فرماتے ہیں :-

و گاہے ہمیں الہام بہ ہمیں طریق دائم مینشود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلام جو شخص میزند و آرا بر زبان سے راند و فی الحقیقت اس کلام رحمانی است کہ بر زبان او جاری گشتہ کلام نفسانی اس قسم الہام کہ بانیاء اللہ مینشود اور انفت فی الردع گویند و اگر بہ نسبت بادیاء اللہ مینشود اور انلق سکید

میگویند

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ جس طریق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام ہوتا ہے۔ انہی طریق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا دوم ص ۱۱۱ میں لکھتے ہیں:-

فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پائی ہے۔ کہ انبیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں۔ اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں۔ امام غزالی نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ نبی اور ولی پر وحی کے اترنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ نبی پر وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے۔ اور ولی پر بغیر فرشتہ کے اس کے جواب میں شیخ فی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

”ان الکلام فی الفرق بینہما انما هو فی کیفیتہ ما یئزل بہ الملك لا فی نزول الملك۔“
کہ امام غزالی کی یہ بات غلط ہے۔ دونوں وحیوں میں فرق بلحاظ کیفیت کے ہے۔ اس بات میں جس کو فرشتہ لے کر آتا ہے۔ نہ کہ فرشتہ کے نزول میں۔
والیو اقبیت والجمہر جلد ۲ ص ۷۱

تفسیر روح المعانی جلد ۷ ص ۷۵ میں لکھا ہے۔ کہ علامہ ابن حجر البیتنی سے پوچھا گیا کہ کیا آنے والے حضرت عیسیٰ پر وحی کا نزول ہوگا؟ انہوں نے کہا ہاں ان کی طرف وحی کا نزول ہوگا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے جو نوای بن زونان سے مروی ہے۔ پھر وحی کا ذکر کے لکھا ہے۔ و ذالک الوحی علی لسان جبریل علیہ السلام اذ ہوا السفیہ بین اللہ تعالیٰ و انبیاءہ الخ کہ وحی جو اس پر نازل ہوگی۔ حضرت جبریل کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے درمیان سفیر ہیں پھر لکھتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد جبریل کا نزول زمین کی طرف نہ ہوگا۔ بالکل بے اصل اور باطل ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ جس نے آپ سے وحی کی نفی کی ہے۔ آپ کے نزول کے بعد تو اس سے مراد اس سے وحی نشر ہی ہے۔

یہی بات نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حج الکرامہ ص ۱۱۱ میں لکھی ہے۔ اور اس پر اپنا یقین ظاہر کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

ظاہر است کہ آئندہ وحی بسوئے او جبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہ تعین یقین داریم در آں تردیدی نہیں کہ فریق مخالفت نے اپنے بیان میں ازالہ اوہام اور حاتمۃ البشری کے بعض حوالے پیش کئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ آنحضرت معلوم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔ لیکن اس وحی سے مراد حضرت مسیح موعود کی شریعت دلی وحی ہے۔ ورنہ دوسری وحی کو آپ جاری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں ہی لکھتے ہیں۔

کہ اے خائفو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نابالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب

(زالہ اوہام ص ۱۲۴ ایڈیشن اول)

اور اس سے بھی پہلی کتاب توفیق سرام شہا پر فرماتے ہیں :
 ”بُزنی طور پر دینی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ آگے اسی صغیر پر آپ نے لکھا ہے
 ”میں محدث ہوں۔ اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہونا ہے۔“ آگے پھر محدث کی دینی کے متعلق لکھا ہے : ”رسولوں اور نبیوں
 کی دینی کی طرح اس کی دینی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے۔“
 اسی طرح اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرماتے ہیں : ۱۔

”یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔
 پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دیرپائے فیض ہے، ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے۔“
 اور الہام بھی حسب اصطلاح متقدمین آپ نے بمعنی دینی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ الہام کی تعریف میں فرمایا ہے : ”الہام ایک
 ایک القا و شبی ہے۔ جس کو نفث فی الدرع اور دینی بھی کہتے ہیں۔“
 پس حضرت مرزا صاحب نے جس جگہ یہ لکھا ہے کہ اب دینی منقطع ہو گئی۔ اس سے مراد حضور کی وہ تشریفی دینی ہے۔
 جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو۔ یا وہ دینی جو کسی مستقل نبی کی طرف ہو۔ جس کی نبوت آنحضرت صلی علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں نہ ہو
 چاہے وہ ایک دو فقرے ہی ہوں۔ اور علماء متقدمین نے بھی جہاں انقطاع دینی کا ذکر کیا ہے۔ تو اس سے مراد
 انہوں نے دینی تشریفی ہی ہے۔ چنانچہ امام عبد الوہاب شہرانی فرماتے ہیں :
 فان الوحی المقتضی بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الکبریۃ التحریر حاشیہ البیواقیت دالخواہر جلد اول صفحہ ۸) جہاں کا مطلب یہ ہے۔

کہ وہ دینی جو شریعت پر مشتمل ہو آنحضرت صلی علیہ وسلم کے بعد بند ہے۔
 اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں یہ لکھا ہے کہ اب دینی بند ہے۔ وہاں علماء کے اس عقیدہ کا رد کیا ہے
 کہ آخر زمانہ میں دینی مسیح نامری ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی آئیں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :
 اگر دہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبریل نازل ہوا کرتا ہے۔ تو وہ شریعت محمدیہ کے
 تمام قوانین اور احکام نئے سے اور نئے لباس اور نئے پیرائے اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے اور
 اس نازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے ان پر نازل ہوئی ہوگی۔ قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ آپ شریعت جدیدہ والی دینی کا انقطاع مانتے ہیں۔ اور اسی کا بند ہونا بیان
 کیا ہے۔ لیکن عام دینی جس میں شریعت جدیدہ نہ ہو۔ اس کا آپ نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اسے زندہ مذہب کی علامت
 ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے اس لیکچر میں جو ستمبر ۱۸۹۶ء کو بمقام لاہور جلسہ اعظم مذاہب میں سنایا گیا فرماتے ہیں :
 ”ایک اسلام ہی ہے۔ جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا۔۔۔ اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا
 فرماتا ہے۔ جو پہلوں کو دی گئیں۔ انوس اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتے ہوئے کہاں تک پہنچا سکتا ہے۔“

وہ آپ کو قدم نہیں اٹھاتے اور جو اٹھائے تو یا تو اسے کافر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور یا اس کو مبہود ٹھہرا کر خدا کی جگہ دی جاتی ہے۔ یہ دونوں ظلم ہیں ایک افراط سے اور دوسر اتفریط سے پیدا ہوا ہے۔ میں نبی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے۔ وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ تا میں انہوں کو دنیا کی بخششوں اور دھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پستہ دوں۔ اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک سرچشمہ کی خوشخبری سنائوں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پاتنے والے تہوڑے ہیں۔ میں معصومین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے میں انسا کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے۔ وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز میں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے۔ لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور حقوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا ورش ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں میں اس وقت طالبوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ عرونی کی دیر سے انسان ایک جیلہ پیدا کر لیتا ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں۔ یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں ۵

پس مذکورہ بالا تمام بیان سے ثنابت ہو کر آنحضرت صلیم کے بعد ایسی وحی میں سے ادا امر و نواہی نہ ہوں جاری ہے۔ اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد وحی والہام کا سلسلہ بند ہے۔ تو اس سے مراد ایسی وحی ہے جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہے ادا امر و نواہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی جس کا امت محمدیہ میں باقی قرآن مجید و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے ثنابت ہے۔ ۵

فریق مخالف کے گواہوں نے حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے کی ایک وجہ آنحضرت صلیم کو خاتم النبیین نہ مانا بیان کی ہے۔ سو اس کے متعلق میں خاتم النبیین کے صحیح معنی بیان کرنے سے قبل یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بصدقہ دل خاتم النبیین نہیں کرتی ہے چنانچہ حضرت فرماتے ہیں ۱۔

(۱) "تعتقد ان رسولنا خیر الرسل و افضل المرسلین و خاتم النبیین" التبیان ۵ کہہ رہا ہے حضرت اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل و برتر ہیں۔ اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور تمام انسانوں سے جو گزر چکے ہیں یا آئندہ قیامت تک ہوں گے آپ افضل و برتر ہیں۔

”ہم اس بات پر ایمان لائے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، (انزال اوہام ص ۱۰۰ پر فرماتے ہیں کہ)

”ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خیر المرسلین ہیں اور حقیقت الوحی ص ۲ پر فرماتے ہیں کہ جس کا دل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اس کی نظر محدود نہ تھی۔ اور اس کی عام ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لیے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اُسے ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنا، انشاء صفحہ ۶۴

پر لکھتے ہیں کہ ہمارے پاک رسول خاتم النبیین ہیں اسی طرح مواہب الرحمن کے صفحہ ۶۸ پر لکھتے ہیں کہ

”ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں“ اور ایک غلطی کا انزال صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں کہ ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ جو خدا نے فرمایا۔ اور کرامت الصادقین صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے۔ کہ میں کافر نہیں ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور دلکن رسول اللہ خدا تھا فیہیت ہے۔ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے۔ خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً یاد رکھے۔ کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے۔ کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پل میں رکھ لیا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلے میں تو بے فائدہ نہیں پلہ بھاری رہے گا“

پھر واضح رہے۔ کہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ہونے کا اقرار بعد قول نہ کرے بیعت کے وقت جماعت میں داخل ہونے والے ہر شخص سے اقرار لیا جاتا ہے۔ کہ وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرے گا چنانچہ گواہان فریق ثانی پر برج کے دوران میں بیعت فارم پیش کیا جا چکا ہے جو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

پس ان شہود سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ خاتم کا لفظ عربی زبان میں آخر کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لیے سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ کیا واقعی خاتم النبیین سے یہ مراد ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خاتم کا لفظ لغوی معنی میں آخر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا اگر یہ مراد ہو کہ خاتم النبیین سے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو عقیدہ ہے۔ وہ بھی باطل ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی

اور رسول ہونے کی حالت میں ہی نزول فرمائی گئے۔
(ملاحظہ ہو حج الکرامہ ص ۴۲)

وعیسیٰ نبی است پس و در بیست کہ ذر آن فہم کند نفل فہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ ۳۲

میں امام جلال الدین سیوطی کا قول ہے۔ ومن قال بسلب نبوتہ کہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق پر کہا کہ وہ آخر زمان میں نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے۔ وہ باریک کا فرسے۔ اس طرح صفحہ ۴۲۶ پر لکھا ہے کہ وہ اپنی پہلی حالت کے مطابق نبی اور رسول ہوں گے۔ یعنی لوگوں کا جو یہ خیال ہے۔ کہ وہ محض امتی ہو کر بغیر نبوت و رسالت کے آئیں گے صحیح نہیں کیونکہ نبوت و رسالت ایسی نفیس ہیں جو موت کے بعد بھی زائل نہیں ہوتیں۔

پس اگر خاتم النبیین میں لفظ النبیین سے مراد ہر قسم کے نبی کا آنا متعین ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں آ سکتے۔ پس اگر النبیین سے مراد پورے نبیوں کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔ تو اس طرح ایک الی غیر بشری نبی کو بھی مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔

پھر جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین سہ ماہ میں نازل ہوئی۔ اور حضور کے فرزند ارجمند ابراہیم شدہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۔ ربیع الاول سنہ ۳۶ بروز منگل فوت ہوئے ان کی وفات پر حضور نے فرمایا۔ لو عاش ابواہیہ دکان صدیقاً نبیاً۔ (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۰۰) یعنی کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا۔ تو ضرور صدیق نبی ہوتے۔ پس آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد حضور کا یہ فرمان ثابت کرتا ہے کہ حضور نے اس آیت سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ وہ زندہ اسی لیے نہیں رہے کہ نبوت ختم ہو چکی تھی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس صورت میں ابراہیم کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اگر حضور کے بعد نبی الیٰہی کسی قسم کی نبوت کا حصول باقی نہیں تھا۔ تو حضور نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اور وفات کے بعد اگر اسی قول سے یہ مقصود ہوتا کہ حضور کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہوتا کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو نبی وہ نبی نہ ہوتا۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد ایک قسم کی نبوت جاری ہے جسے ابراہیم بھی بشرط زندگی حاصل کر سکتے تھے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک ایف۔ اے پاس شدہ طالب علم کی وفات پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور نبی۔ اے پاس کر لیتا اس فقرہ سے مراد قتل فرزانہ نبی بھی کر بی۔ اے کوئی درجہ ہے۔ جسے وفات یافتہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہیں کر سکا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کر بی۔ اے کوئی درجہ نہیں یا اس کا حصول ناممکن ہے۔ غلط ہے۔

پھر یہ کہاں کہا ہے کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہوتی ہے۔ تاہم یہ تسلیم کریں کہ خدا تعالیٰ نے اسی لئے

حضرت ابراہیم کو وفات دے دی۔ کہ کہیں وہ نبی نہ بن جاویں۔ اگر یہی وجہ وفات کی ہو۔ تو ان کو پہلے سے ہی پیدا نہ کیا جاتا جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جائیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث بھی صحیح نہیں۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ شہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص ۵۷ میں مذکور ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور مشہور امام ملا علی قاری نے بھی اپنی کتاب موضوعات کبیر ص ۶۹ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں کے شبہات کا جنہوں نے اس کی صحت میں توقف کیا ہے۔ جواب دیا ہے۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہو جاتے۔ تو وہ دونوں آنحضرت صلعم کے متبع ہوتے۔ پس حضرت ابراہیم کا بشرط زندگی ایسی نبوت کا پانا کہ آنحضرت صلعم کے تابع رہیں جائز الوقوع تھا۔

آنحضرت صلعم کے بعد اب ہم کو دیکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے اس آیت سے کیا سمجھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ آپ قرآن مجید اور احادیث کے سمجھنے میں یدِ طولی رکھتی تھیں۔ آپ کا قول ہے۔ قلوبہم الخاتم النبیین ولا تقولوا الا نبی بعدہ کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

حضرت عائشہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لاجبی بعدی سے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ غلطی پر ہیں۔

دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

ابن الانباری نے مصاحف میں ابو عبد الرحمن بن سلمیٰ سے کہا ہے۔

کہ میں امام حسن اور حسین کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علی پڑھاتے وقت میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو لفظ خاتم النبیین (ت) کی ذر سے پڑھاؤ۔

دوسری قرأت میں خاتم (ت) کی ذر سے بھی آیا ہے۔ پس اگر حضرت علیؓ کے نزدیک تے کی ذر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے بنتے تھے۔ تو آپ نے ذر پڑھانے سے کیوں منع فرمایا بلکہ ذر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے۔ اور ذر پڑھانے سے آپ کو اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف قرآن عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔ ورنہ اگر خاتم اور خاتم دونوں کے ایک ہی معنی ہوتے تو پھر حضرت علیؓ کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ خاتم اور خاتم کی معنوی بحث میں آگے بہن کوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت علیؓ نے کیوں خاتم کو تاو کی ذر سے پڑھانے کی تاکید کی۔

اب میں چند جید علما و ائمہ کے اقوال ذکر کرتا ہوں جن سے واضح ہوگا کہ وہ خاتم النبیین سے کیا سمجھتے تھے۔

طاعی قاری اپنی کتاب موضوعات کبیرہ پر یہ لکھ کر اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمر اگر نبی ہو جاتے۔ تو پھر بھی وہ دونوں آپ کے تابعین میں سے ہونے فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہاں سے خاتم النبیین اذا لمعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملۃ ولہدیکن من امتہ، کہ ابراہیم اور حضرت عمر کا نبی ہو جانا اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی امت سے نہ ہو اور آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسا نبی جو آنحضرت مسلم کا قبیح امتی ہو آپ کے بعد اس کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور مناقض اور منافی نہیں ہے۔

شیخ محمد بن ابی بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

” دکان من جملة ما فیہا تنزیل الشرائع فختہم اللہ ہذا التنزیل

بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکان خاتم النبیین۔“

کہ آنحضرت مسلم کی شریعت پر چونکہ تمام شرائع کا اختتام ہو گیا۔ اس وجہ سے آپ خاتم النبیین ٹھہرے یعنی آپ کے بعد کوئی شریعت نہیں ہوگی (فتوحات مجددہ ص ۵۷) سید عبدالکریم جیلی فرماتے ہیں۔

” فانقطع حکم نبوة التشريع بعدہ دکان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خاتم النبیین لانہ حیاء یا لکمآل ولہم یحیٰ احدیذ الدک، (الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۹۸) کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت مسلم کے بعد منقطع ہو گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے کیونکہ آپ کامل شریعت لائے اور دوسرا کوئی ایسا کمال نہ لایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر ہی الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت اتری اور کسی نبی پر نہ اتری۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

پس حصول کمالات نبوت مرتباً بعال رابط طریق تبعیت و دراشت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ و علی

جميع الانبیاء والرسل الصلوات والتمیحات منافی خاقیت او نیست۔

جب شبہ نہ آس ہو گیا تو رسول اللہ کے بعد خاتم النبیین کیوں لایا گیا؟ جواب اس کا یعنی خاتم الرسل کی بعثت کے بعد کمالات نبوت کا حصول تابعین کے لیے بطریق وراثت آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ لہذا تو اسے مخاطب شک کرنے والوں میں سے نہ بن۔ (مکتوبات امام ربانی) (مکتوب صفحہ ۳۰۱)

مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں کہ اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہیے۔ تاکہ فہم جواب میں کوئی دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں نور رسول اللہ مسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ

انہی سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشنی ہوگا کہ تقدیم و تاخر زمانہ میں بذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح ہیں لیکن رسول اللہ فرانا کیوں کہ صحیح ہو سکتا ہے تحذیر الناس ص ۳۸ پھر ص ۳۸ پر لکھتے ہیں کہ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوت بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی غایت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ پھر مولانا روم شتوی و دفتر پنجم ص ۱۲ پر فرماتے ہیں۔

مگر کن در راہ کو خدمت زانا نبوت یا بی اندر امت کہ تو راہ بیکی میں تدبیر تاکہ تو نبوت حاصل کر کے

(دفتر پنجم)

پیشہ اش اندر ظهور و در کمون	اہل قومی انہم لایعلمون
بازگشتہ از دم او ہر دو باب	در د عالم دعوت او مستجاب
بہر اس خاتم شدت او نہ بخود	مثل او نے خود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت بردار دست	نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

کا پھر
(فتویٰ مولانا رومی و دفتر پنجم ص ۱۲ پر)

یعنی آنحضرت معلم کا پیشہ مبارک غلو ت و جلوت میں یہی تھا کہ آپ خدا سے اپنی قوم کے لیے ہدایت طلب کرتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے دین دنیا کے دروازے کھل گئے۔ اور آپ کی دعا و نزل جہانوں میں قبول ہوئی یعنی اس عالم میں بھی آپ لوگوں کے شیعہ ٹھہرے اور آخرت میں بھی۔ پس اس دعوای فیضان کی سخاوت کی وجہ سے آپ خاتم ہوئے نہ آپ کی شل پہلے کوئی کامل انسان اور کامل سخی دعاتیت کا فہمیان پہچانے میں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

اسے دوست جب کوئی شخص کسی صفت میں دست رسی حاصل کر کے کہاں کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ تو کیا اس کے متعلق یہ نہیں کہتا اس پر کاری گری ختم ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت معلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو اقصیٰ مکمل فضیلت دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کی کلمات نبوت ختم ہوئے۔ اور آپ کی توجہ و دعائی نبی تراشتی ہے۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۹۷) جانتا چاہیے کہ اس آیت سے قبل حضرت زینب سے نکاح کرنے کا ذکر ہے۔ جو زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی تھیں۔ اور ابتدا میں آنحضرت معلم نے زید کو اپنا متبوع بنایا ہوا تھا اور عرب متبوع کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے جس کی توجہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں کر دی ہے کہ کسی کا کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بن سکتا۔ لیکن جب آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو عرب کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔

(ترمذی کتاب التفسیر)

اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اور فرمایا: **وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ دِجَالِكُمْ** یعنی تمہارا اسے مخالفہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ کیونکہ بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے کا اعتراض اس حالت میں صحیح ہو سکتا تھا۔ جب کہ آپ کا وہ حقیقی بیٹا ہوتا۔ مگر آپ تو ظاہری طور پر تمام مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور شہہ میں آپ کافی اوقات کوئی بیٹا بھی موجود نہ تھا۔ گفاد کے جواب کا اعتراض اس میں آچکا تھا پھر لکنی رسول اللہ کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف لکنی زبان عرب میں استمرارت کے لیے آتا ہے۔ یعنی پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ لکنی اس کا ازالہ کرتا ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلیم کی ازدواج مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دیا ہے۔ اور جیسا کہ در مشہور جلد ۵ ص ۱۳۱ میں حسن عکرمہ حجازی اور ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ انہوں اس آیت میں دھو اب لضم پڑھا ہے۔ یعنی آپ مومنوں کے باپ ہیں گویا اس آیت میں آپ کا باپ ہونا۔ لحاظ غبی ہونے کے بیان کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے آگے بہت خاتم النبیین میں البوت سے بالکل انکار کر دیا گیا۔ چونکہ البوت متعلقہ کی نفی سے البوت روحانی و جسمانی دونوں کی نفی ہونے کا اندیشہ تھا۔ اور شبہ پڑتا تھا کہ اب آپ نبی بھی نہیں سوائے شبہ کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ - کہ آپ بجاو اللہ کے رسول ہونے کے پرستہ مومنوں کے روحانی باپ ہیں جیسا کہ شہاب علی البیضاوی جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ میں لکھا ہے۔

چونکہ ہر ایک نبی اپنی امت کا باپ ہوتا تھا۔ اس لیے آنحضرت صلیم بھی اپنی امت کے روحانی باپ ہوئے۔ تو آپ میں اور دوسرے رسولان میں فرق کیا ہوا لہذا اتنا کہہ دینے سے کہ بحیثیت رسول آپ اپنی امت کے باپ ہیں آپ کی دوہرے رسولوں پر کوئی تعصبات ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین فرما کر آپ کو دوسرے تمام رسولوں سے ممتاز کر دیا۔ کہ اگر نبی تو اپنی امت کے یعنی صرف مومنوں کے ہی باپ تھے مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں کہ انبیاء کے ہی باپ ہیں۔ یعنی آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشیتی ہے۔ لیکن اگر اس کے معنی اخیر کے لیے جائیں تو اس میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے فرمایا ہے۔ کہ تقدم یا تاخر زانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔

کرمی زبان میں خاتم بقیۃ النباء کے معنی انگوٹھی کے ہیں۔ جیسا کہ منجد کتاب لغت میں مذکور ہے۔ اور خاتم بکسر الناء ان معنوں میں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

آیت میں خاتم ہے۔ لیکن دوسری قرأت خاتم ناء کی زبیر سے بھی مردی ہے خاتم بکسر الناء کی دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک ختم کرنے والا۔ دوسرے ہر لگانے والا یا صرف ہر۔ لیکن خاتم زبیر کے ساتھ عربی زبان میں انگوٹھی اور

ہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور حدیث میں خاتم النبیین کی زیر سے بکثرت ہر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں دو خاتما تین حدیثیں درج ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی جی ہو۔ اب اس لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی ہوئے نبیوں کی ہر یا انگوٹھی۔ لیکن آپ انگوٹھی اور ہر تو حقیقتاً نہیں ہیں۔ اس لیے ضروری ہوا کہ وجہ مشبہ تلاش کی جائے سو ایک وجہ مشبہ مندرجہ ذیل ہو سکتی ہے۔

کہ انگوٹھی زینت کے لیے پہنی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی ہوئے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کی زینت کا باعث ہیں۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے کہ خاتم کے معنی ہیں وہ ان کے آخر میں آیا۔ اور خاتم کے معنی ہیں۔

”کہ آپ انبیاء کے لیے بمنزل خاتم کے ہیں یعنی آپ کا نبی ہونا دوسرے انبیاء کے لیے باعث زینت ہے۔ پس اس وجہ مشبہ کے لحاظ سے آیت کے معنی ہوئے کہ آپ سب نبیوں کی زینت ہیں۔ یعنی انبیاء کا مقدس گردہ آپ کے وجود مسود کو اپنے لیے باعث فخر اور باعث زینت سمجھتا ہے۔

دوسری وجہ مشبہ جو انگوٹھی میں اور آپ کے خاتم النبیین ہونے میں ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح انگوٹھی تمام ہاتھوں کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ تمام نبیوں پر محیط ہیں۔ یعنی جس قدر غریباں اور کمالات دوسرے انبیاء میں خود اُفروا پائے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کی ذات والصفات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اور آپ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں اور علی الاطلاق سب انبیاء سے افضل و برتر ہیں۔ ان معنوں کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ

”وقیات الامیان لابن خلکان جلد ۱ ص ۱۲۳“

میں جیب طائی کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔ وہاں شاعر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ وہ ایک ایسا بالکل شاعر تھا جس میں تمام کمالات شعر پائے جاتے تھے جو ایک شاعر میں ہونے چاہئیں۔

انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے ختم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں حدیث

”تحتہم الاولیاء“ (فتوح النیب ص ۲) کہ میر تو اسے بجائی ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے گا جہاں تجھ پر ولایت ختم ہو جائے گی یعنی تو خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔

اور انہی معنوں میں شیخ محمد الدین ابن عربی کو خاتم الاولیاء اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ رحمۃ کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے ختم المفسرین و محدثین اور رسالہ عجی لدنافیہ کے مائل پیچ پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ پس خاتم کا لفظ عربی زبان میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا اس سے مراد نہیں لی جاتی

کردہ شخص اس گروہ کا آخری ہی فرد ہے۔ عربی زبان کے علاوہ۔

تیسری وجہ شہر یہ ہے کہ ہر تصدیق کے لیے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عجم کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط مکھے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ شاہان عجم ایسے خط کو جس پر صاحب خط کی مہر نہ ہو قبول نہیں کرتے مادی کہتا ہے۔

”فَاتَخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کہ نب آپ نے چاندی کی ایک مہر جوئی۔ اور اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ نقش کئے۔

پس مہر کی غرض تصدیق کی وجہ سے ہونے کے لیے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آپ سب نبیوں کے مصدق ہیں یعنی کسی نبی کی نبوت جو آپ سے پہلے بھی گزرے ہوں۔ اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ آپ کی اس پر مہر تصدیق نہ ہو چنانچہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استقصار میں فرماتے ہیں:-

انما نجد اگلے سب انبیائے نبی اسرائیل پر ایمان لانے کی بسبب فقہان اسناد اور ثبوت تخریف کے کوئی سیل نہیں باقی رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے۔ (استقصار ما یشرع از الہ الامام ص ۳۴۹)

آپ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ انکا حضرت سلیم تشریف نہ لانے اور قرآن میں حضرت عیسیٰ کو نبی نہ کہا گیا ہونا۔ تو آج کوئی بھی مسلمان عیسیٰ کو نبی نہ مانتا۔ کیونکہ یہودی تو انہیں کافر و ملعون اور جھوٹا کہتے تھے۔ اور عیسائی ان کو خدا بنا رہے تھے۔ ایسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ان کی تصدیق کی۔ اور فرمایا۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ پس آپ کا مرتبہ اتنا عظیم الشان ہے کہ کسی نبی کی نبوت بدوں آپ کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس آئندہ بھی اگر کوئی نبی آئے تو آپ کا قیام ہوگا۔

اگر کہاں جانے کہ ہر خط کے آخر میں لگانا جاتی ہے۔ اس لیے خاتم النبیین کے معنی آخر کے ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں ہیں اور اگر آخر کے معنی بھی لئے جائیں۔ تو وہ لازم معنی کہلا میں گئے نہ اصل بمعنی۔ اور جب اصل معنی لیے جاسکتے ہیں اور پھر لازم معنی ہی کیوں لیے جائیں اور اگر مہر کی اصل غرض جو تصدیق ہے۔ اسے لے کر آخر کے معنی لیں تو پھر خاتم النبیین کے معنی ہوں گے۔ کہ آپ نبیوں کے لیے آخری مصدق ہیں۔ کہ آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق ہوتی

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہے کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں۔ بلکہ لازمی معنی ہیں۔ اور اگر خاتم کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو لازم المعنی لے کر کیا جاتا ہے۔ اور جب کہ قرآن مجید کی آیت میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں ہے۔ جو لازم معنی لینے پر دلائل کرے۔ تو اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے ہی معنی لینا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا خاتم النبیین کے جو معنی اوپر کیے ہیں۔ وہ لغت عرب کی رو سے ناویلی نہیں بلکہ اصلی ہیں اور آخر کے معنی لینا تاویلی

اور لازمی معنی ہیں۔ چنانچہ فتح البیان جلد ۷ ص ۲۸۷ میں لکھا ہے کہ چھوڑنے خاتم زبیر کے ساتھ پڑھا ہے اور تاو کی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلے کے معنی ہیں کہ وہ ان کے آخر میں آئے اور دوسرے کے معنی ہیں کہ وہ ان کے لیے بمنزلہ انگشت زنی کے ہیں۔ اور ان کی زبیرت کا باعث انہیں ابو عبیدہ نے کہا کہ یہاں اصل وجہ زبر ہے۔ کیونکہ تاویل یہ ہے کہ اس نے ان کو ختم کیا پس وہ ان کا خاتم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آیت کے معنی ختم کے سوا بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن تاویل اس کی یہ کی گئی کہ آپ انبیاء سابقین کے آخر میں تھے۔ اس لیے یہاں آخر کے معنی ہی لیے جائیں گئے ورنہ صاف ظاہر ہے کہ آیت میں آخر کے معنی لینے کے لیے کوئی وجہ موجود نہیں ہے ۷

اسی طرح شہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص ۵۷۱ میں خاتم کو ایک آخر قرار دے کر جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے لکھا ہے۔ دان کان مآل معناه الاخرۃ کہ اگرچہ نتیجہ اس کے معنی بھی آخر کے ہیں۔ اور یہی بات تفسیر روح المعانی جلد ۷ ص ۵۹ میں بھی لکھی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خاتم کے معنی حقیقی طور پر آخر کے نہیں بلکہ نتیجہ یہ معنی نکلتے ہیں اور یہ لازم معنی ہیں۔ پس ہمارے معنی تاویل نہ ہوئے۔

بلکہ آخر کے معنی جو کئے جاتے ہیں وہ تاویل ہی ہوئے۔ پس خاتم لفظ خاتم کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا لیکن خاتم کا لفظ خاتم کے معنوں میں استعمال ہو جاتا ہے۔ لہذا تاویل ہماری طرف سے نہ ہوئی۔ بلکہ آخر کے معنوں کی طرف سے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو جو خاتم اولاد کہا ہے۔ یہاں الفاظ اب دو ہیں ادب دو کے لحاظ سے خاتم اخیر کے معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ اور ان الفاظ کا معنی یہ نہیں۔ کہ آپ کے اباء و اجداد کی اولاد کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا۔ ادب ان کی نسل کا آئندہ خاتمہ ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے اباء و اجداد کی نسل دوسری شاخ سے منقطع ہو جائے گی۔ اور آئندہ اولاد کا سلسلہ آپ کے وجود سے ہی جاری ہوگا۔ جیسا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا۔ ینقطع اباء وک ویدک کہ تیرے اباء و اجداد کی نسل کا سلسلہ اب تجھ سے شروع ہوگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا چہرہ بھی واضح رہے۔ کہ قرآن مجید میں الفاظ خاتم النبیین میں ہے۔ آخر النبیین ہیں آخر کچھ تو جید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے آخر النبیین نہیں کہا بلکہ خاتم النبیین کہا ہے ۷ اور جس حدیث میں آخر الانبیاء آیا ہے تو وہ خبر واحد ہے۔ بخلفن کا مرتبہ رکھتی ہے اور عقائد میں ظہبات کام نہیں دیتے جیسا کہ شرح فقہ اکبر ص ۹۱ پر لکھا ہے۔

” ان المعتقد فی العقائد هو الادلة الیقینیہ واحادیث الاحادیث ”

تبدلت انما تكون ظنیہ ۷

کہ عقائد میں اول یقینیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور احادیث میں اگرچہ بھی ہوں تب بھی وہ ظنی ہوتی

پھر علماء میں اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر کہا جائے یا نہیں۔

جو علماء تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تاویل کرنے والوں کے خون اور اموال کی حفاظت لا اکر الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کی وجہ سے ایک ثابت شدہ امر ہے۔ وہ یثبت لنا ان الخطای فی التاویل کفر اور یہ بات کہ تاویل میں خطا کرنا کفر ہے۔ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ البیہاقیت والحوابر ص ۱۲ اور ص ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں تصریح کی ہے کہ اہل ابواء کافر نہیں۔ اور غزالی نے کہا کہ امام شافعی نے وہ لوگ مراد لیے ہیں جو محتمل تاویل کرتے ہیں۔ جیسے معتزلہ اور جہم وغیرہ۔

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ حیدرآباد ص ۹۰ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف کا مصدق ہو۔ اور تاویل میں خطا کرنا ہو تو کافر نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت علیؑ نے باوجود خوارج کی بغاوت کے ان کو کافر نہیں کہا چنانچہ امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ خواجہ نے حضرت علیؑ کے ساتھیوں کو قتل کیا اور ان سے لڑے اور حضرت علیؑ کے ساتھیوں کا قتل وہ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ تاویل کر کے اسی کو حق خیال کرتے تھے۔ اس لیے باوجود ان تمام باتوں کے حضرت علیؑ نے فرمایا۔

چنانچہ امام ابن قیمؒ نے مہناج السنن جلد ۱ ص ۶۱، ۶۲ پر اس کا ذکر کیا ہے۔ اور البحر الرائق جلد ۵ ص ۱۹۱ پر لکھا ہے کہ ہم خوارج کی باوجود یکہ انہوں نے مسلمانوں کے خون اور اموال کو لوٹنا جائز سمجھا۔ صرف ان کی تاویل کرنے کی وجہ سے تکبیر نہیں کرتے۔

پس ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ تاویل کرنے کی وجہ سے کسی پر حکم لگانا اعلیٰ کے نزدیک جائز نہیں ہے میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ احمدی جماعت خاتم النبیینؑ کے تاویل معنی نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے اصلی معنی کرتی ہے۔ جو عربی زبان اور اس کے فوارات کی رو سے درست ہیں۔ خاتم کے آخری معنی حقیقی معنی نہیں ہیں۔

دوسری آیات جن سے انقطاع نبوت پر دلیل پکڑی جاتی ہے اور جو لوگ خود حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے قائل ہیں۔ وہ خود باوجود یکہ دین میں کوئی نقص نہیں مانتے پھر وہ ان کا نزول تسلیم کرتے ہیں پس ہم بھی حضرت مرزا کو ایسا نبی نہیں مانتے جو نبیادین لاتے ہیں۔ کامل مذہب اسلام ہی کے پیرو ہیں۔ اور محض دین کی اشاعت اور ترویج کے لیے آگئے ہیں۔

ال یعقوب کما اتمھا علی ابویک من قبل ابراہیم واسحاق دیوسق سے ظاہر ہے۔ اور امت محمدیہ پر اتمام نعمت کے معنی ہیں کہ اب اسلام سے باہر اور آنحضرت صلی علیہ وسلم کے اتباع کے بغیر کوئی انعام نہیں مل سکتا اور اگر پہلے انبیاء کی مہیت اور اتباع سے صدیقیت اور شہادت کا مرتبہ مل سکتا تھا۔ تو اب حضرت رسول مقبول صلی علیہ وسلم کی اتباع سے قربت کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت مع الذین اتعہ اللہ علیہم من الذین اتعہ الصدیقین

والشہداء والصالحین -

(نساء) سے ظاہر ہے۔

اور اگر تمام نعمت کے ہم یہ معنی لیں کہ امت محمدیہ پر وحی اور نبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور کوئی شخص اس انعام کو اب حاصل نہیں کر سکتا۔ تو پھر امت محمدیہ کسی طرح خیر الائم نہیں ہو سکتی۔

پس روحانیت کے مراتب عالیہ سے یکسر غرضی کا نام کا تمام نعمت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک انسان اس کا پیرو ہو کر روحانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج حاصل کر سکتا ہے۔

اور آیت وما ارسلناک الا کافۃ للناس اور آیت قل ینالہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی عمومیت کا ذکر ہے۔ ان سے ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی جو آپ کی شریعت کی اشاعت کرنے والا ہو۔ نہیں آ سکتا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ بھی لوگوں میں موجود ہے۔

اب میں ان حدیث پر بحث کرتا ہوں جن سے انقطاع نبوت کا نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ ایک حدیث یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلعم لعلی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔

یہ قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب جنگ تبوک میں تشریف لے جانے لگے۔ یعنی یہ کہ انہیں یہ پسند نہیں۔ کہ تم میرے خلیفہ بنو گے حضرت ہارونؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تھے لیکن بات یہ ہے کہ میرے بعد نبی نہیں۔

پس بعدی سے مراد محض نبی ہے۔ کہ میرے پیچھے جنگ تبوک کے عرصہ میں کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کئے جائیں۔ تو دونوں جملوں میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اور نہ ہی تشبیہ درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وجہ تشبیہ ان دونوں مشبہ اور مشبہ بہ یعنی حضرت علیؑ اور حضرت ہارونؑ کے مابین خلافت ہے۔ اور حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہی نہیں ہوئے کیونکہ آپ حضرت موسیٰ سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اثبات خلافت تو زندگی کی حالت کا کریں۔ اور نبوت کا استثناء اپنی موت کے بعد کا شیعہ صاحبان نے اسی معنوی غلطی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ کے حق خلافت پر استدلال کیا ہے مگر شارحین حدیث نے یہی جواب دیا ہے کہ وفات کے بعد معاً یہاں خلافت کا ذکر ہی نہیں۔ کیونکہ حضرت ہارونؑ علیہ السلام حضرت موسیٰ سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ حضرت علیؑ کو خطاب بھی موجود ہے حدیث یہ ہے۔ ”قال علیہ السلام یا علی اما ترضی ان تکنون من موسیٰ غیر انک لست نبیاً۔ (طبقات کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

کہ اسے علم کیا تم اس بات پر راضی نہیں۔ کہ میرے خلیفہ بنو جیسے ہا دون۔ موسیٰؑ کے خلیفہ بنے تھے۔ مگر ہاں تم نبی نہیں ہو گے اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی۔ کہ آپ کو حضرت ہادون سے مشابہت دی گئی تو مشابہہ چڑکتا تھا۔ مگر آپ حضرت ہادون کی طرح نبی بھی ہوں گے کہ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصاحت فرمادی کہ تم میرے بعد خلیفہ ہو گے نبی نہیں ہو گے۔

۷ نومبر ۱۹۳۲ء

بقیہ بیان جلال الدین شمس :-

اب دوسری حدیثوں میں جو الفاظ لابی بعدی کے آئے ہیں ان کی تشریح امام محمد علیہ السلام نے جمع البہار ص ۵۷ پر یہ کی ہے کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے۔ کہ جو حضور علیہ السلام کی شریعت کا نسخہ کرنے والا ہو۔ ایسا نبی نہیں آگیا اور شیخ محمد الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ صرف شریعت والی نبوت مرتفع ہو گئی ہے۔ پس یہی معنی لابی بعدی کے ہیں اور ہم نے ابھی طرح معلوم کر لیا ہے۔ کہ لابی بعدی سے مراد ہے۔ کہ خاص شریعت لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا اور وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے منقطع ہو گئی ہے۔ تشریف غرت ہے۔ نہ کہ مقام نبوت پس کوئی ایسی شریعت نہیں ہوگی۔ جو شریعت محمدیہ کی ناسخ ہو نہ اب آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد ہوگا۔ اور یہی معنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ان الرسالت والنبوۃ قد انقطع الخ کے کلمہ ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا۔ میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳) (۶۷۲)

یہ بھی واضح رہے۔ کہ لابی بعدی میں لافنی نبی کا نہیں ہے۔ جو کہ ہر قسم کی نبوت کی نفی کرنے والا ہو۔ اور حدیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ "اذا اھلک کسوی فلاح کسوی بعدہ" و اذا اھلک قیصر فلاح قیصر بعدہ علامہ غلابی نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ پہلے جیسی وسیع سلطنت کا کوئی ملک نہیں ہوگا۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۱ ص ۱۱۱)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قیصر کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ مگر وہ پہلے قیصر کی طرح نہیں تھا۔ اور بھی اس قسم کی مٹی ہیں۔ پس لابی بعدی کے یہ معنی ہوسے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم المرتبت اور جامع جمیع کمالات کا کوئی نبی نہ ہوگا دوسری حدیث یہ پیش کی جاتی ہے۔ کان بنو اسرائیل۔۔۔ خلیفہ نبی یعنی جب ایک نبی فوت ہوتا ہے تو فوراً اس کا خلیفہ نبی ہوتا۔ یہاں بعد سے مراد بعدیت متصلہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول جب کوئی نبی فوت ہوتا تو مگر اس کا قائم مقام ایک نبی ہوتا تھا۔ لیکن آپ کے بعد ایسا نہیں ہوگا اور امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر اس حدی کے لوگ ہیں جس

میں میں ہوں۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر جو ان تابعین سے ملیں گے۔ پھر فرمایا جھوٹ پھیل جائے گا۔ اور اس کے زمانے کے بعد کا نام بیچ اوج رکھا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک لمبا زمانہ گزرنے پر جب خطرات اور گمراہی انتہا کو پہنچ گئی تو خداوند تعالیٰ نے آنحضرت مسیح موعود کو مبعوث کیا۔ تیسری حدیث یہ ہے کہ انا العاقب والعاقب الذی یبسی بعده نبی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نانا عاقب بتلایا ہے۔ اور عاقب کے یہ معنی بتلائے ہیں کہ آپ کے بعد نبی نہیں عاقب کی یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی قاری نے لکھا ہے۔ الظاہران ہذا الضمیر۔ قبلہ۔ حرثاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۷۷ سے ظاہر ہے۔ کہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ اور شرح مسلم ابن الاثرابی نے کی ہے کہ عاقب اُسے کہتے ہیں جو خیمہ میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔ دوسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کا دور نبوت قیامت تک ممتد ہے۔ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے مبارک دور کو ختم کرنے والا ہو۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس کے متعلق ایک قول لکھا ہے کہ ایک قسم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں آیا۔ لیکن ان کا یہ استدلال کبھی نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ کے بعد جبرائیل اور خالہ ابن سنان دونی پیدا ہوئے ۴

پس اسی طرح یس بعد ۵ نبی کے معنی ہوئے کہ آپ کے بعد مستقل شریعت والا کوئی نبی نہ ہوگا چونکہ حدیث :-

لہ یبق من النبوة الا المبعثرات۔ کہ نبوت ختم ہوگئی صرف روپائے صالحہ باقی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا بلحاظ عام مسلمانوں کے ہے۔ علامہ سندھی نے ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳ کے مابین پر لکھا ہے۔

”المراد انہما لہم یتبق علی العموم والاخلاقا لہام والکشف للادلیاء موجود۔“

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کے لیے نبوت سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ اور ادلیاء کے لیے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ دوسرا میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محمد الدین ابن عربی وغیرہ ائمہ کے اقوال سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس امت کے خواص اور کامل افراد کو وحی بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح امام عبد الوہاب شمرانی فرماتے ہیں کہ اور کبھی وحی البشارت بواسطہ فرشتہ بھی ہوتی ہے۔ ایذا قیت والحوادث ص ۹۶ جلد ۲ اور نبی اور رسولوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا

کہ وہ بشر اور منتظر ہو کر آتے ہیں۔

پس نبوت کی اقام میں ایک قسم بشرات باقی ہے

پانچویں حدیث :-

جس میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے۔ ان میں سے ایک میں مسجدی آخر المساجد اور دوسری روایت میں اتم الاثر الامم آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس سے وہ نبی مراد ہیں جو اپنی مستقل امت بنایا کرتے تھے حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ آپ آخری شارع نبی ہیں لہذا آپ کی اتباع اور فیض روحانی سے کسی امتی کا نبی ہونا آپ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی نئی امت نہیں بنائے گا۔ بلکہ خود بھی امتی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ اور حدیث کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ آپ ان انبیاء کے فرد ہیں۔ جو اپنی امت بنایا کرنے اور پہلے نبی کی شریعت کو منسوخ کر کے اپنی شریعت قائم کرتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ آخر کا لفظ عربی زبان میں اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو اپنے فن میں انتہا کو پہنچا ہو اور کمال رکھتا ہو۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کو ان کے تبحر علی کی وجہ سے آخر المبتدین لکھا ہے۔

اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے :-

شمس ذی و شکو من بعید لا خد غالب ابدا ربيع

مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے اس کا ترجمہ کیا ہے :-

”ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شک و دور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو نبی غالب میں آخری نبی

ہمیشہ کے لیے عظیم المثل ہے خرید لیا ہے“

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور انبیاء

کے پاک گردہ میں سب سے بزرگ اور عظیم المثل فرد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں :-

بہر ای خاتم شد است او کہ بجود

مثل او نے بود نے خواہند بود

چھٹی حدیث :-

جو بیان کی جاتی ہے۔ مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کہ اس حدیث میں خود من قبلی کے الفاظ

بتارے ہیں کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے۔ جو حضور سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی

کے آنے یا نہ آنے کا یہاں ذکر نہیں۔ دوسرے اگر آئندہ نبی آنے کی نفی نہیں کر سکتے ہیں۔ تو صرف ایسے نبی کی جو آنحضرت معلم سے پہلے انبیاء کی طرح مستقل اور بلا واسطہ کسی اتباع سے ہو۔ جیسا کہ من قبلی سے ظاہر ہے۔

گذشتہ انبیاء اور ان کے صحائف کو دیکھتے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ان کی شریعتیں بلحاظ دنیا کی اقوام کے ناقص اور غیر مکمل تھیں۔ اس لیے ایک کامل شریعت کی ضرورت تھی۔ اور یہ مکان نبوت میں جو نقص تھا۔ وہ بھرا ہو گیا۔ اس لیے آپ کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود سے پوری ہو گئی اور قرآن مجید جیسی مکمل کتاب آپ کو دی گئی کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جوئی شریعت لائے اور قرآن مجید کو ناقص ٹھہرائے۔ ہاں جو قرآن شریف کی اشاعت اور ترویج کے لیے آئے اور اس پر اعمال ہو کر نبی ہوائے یہ مکان مانے نہیں آخری ایٹم میں داخل ہے اور اس سے باہر نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے چار قسم کے لوگ ہوں گے یعنی نبی صریحی، شہید اور صالح۔ پس اس حدیث میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو مستقل اور بالامالت نبی ہیں جن کا انا آنحضرت معلم کے بعد منقطع ہے۔

ہاں اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب گرہ نہیں آ سکتے۔ کیونکہ وہ اس مکان کی اینٹوں میں سے ایک اینٹ میں شمار کئے گئے۔ اگر ان کا دوبارہ لایا گیا تو یہ کیا جاوے۔ تو مکان میں ایک اینٹ کی جگہ خالی مان کر پھر مکان کو بدستور سابق عرصہ دار بنا پڑے گا تو وہ کمال جو آنحضرت معلم کی وجہ سے مکان میں پیدا ہوا تھا زائل ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کی نبوت مستقل اور بالامالت ہے۔ آنحضرت کی اتباع کا نتیجہ نہیں ملے۔

ساتویں حدیث :-

(نوکان بعدی نبی مکان عمر الحج) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ میرے پیش کی گئی ہے۔ ملا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر حضرت عمر زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے۔ تو باوجود نبی ہونے کے وہ آپ کے تابعین میں سے ہوتے اور خاتم النبیین سے مراد یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا۔ جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہوگا

دوسرا۔ بعد کے معنی عربی زبان میں معیت کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اقرب الموار د میں لکھا ہے۔

بعد نقیض قبل و قد ید بمعنی مع۔

اس لحاظ سے حدیث کے معنی یہ ہونے کہ اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا نبی ہوتا ہوتا۔ تو حضرت عمر ہوتے اس کی ضد میں اس نے ایک شعر بھی درج کیا ہے۔

”میرے۔ بعد معنی درجہ اور مرتبہ بھی آتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

”قال ثعلبانا اجود بنی آدم واجودهم من بنی رجل علم علما فنشہ ۴۔

(مشکوٰۃ مطبوعہ ص ۳۷)

کہ آنحضرت مسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے بعد نبی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر میرے بعد جس نے علم سیکھا اور اس کو لوگوں میں پھیلایا ۱۱

اور اس کے علاوہ بعد کا لفظ غیر اور رسول کے معنوں میں بھی آتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں کہتے ہیں: وما یمسکک فلا یرسلک من بعدہ (فاطر) کہ جس نبی کو اللہ تعالیٰ رک لے تو اسے اس کے سوائے کوئی نہیں کھول سکتا اور اسی طرح تفسیر جلالین جلد ۲ ص ۱۹ میں آیت لا ینبغی لاحد من بعدی میں بعدی کے معنی سوائے (میرے سوا) کئے گئے ہیں۔ پس ان دونوں معنوں کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے سوائے کسی اور کو نبی بنایا جاتا تو حضرت عمرؓ ہوتے اور اس سے آنحضرت مسلم کا قصہ صرف حضرت عمرؓ کی تعریف اور ان کی فضیلت کا اظہار ہے کہ وہ بہت صاحب الرائے اور عالی دماغ ہیں۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: لو لہ ابعث لبعثت یا عمرؓ وفاة شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۱۶ کہ اگر میں مبعوث نہ کیا جاتا تو مبعوث ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے: لو لہ ابعث لبعثت عمرؓ فیکہ ادب ہی حدیث اس طرح بھی مروی ہے: لو لہ ابعث لبعثت بعدی عمرؓ کہ اگر میں نہ بھیجا جاتا تو عمرؓ نبی بنا کر مبعوث کیا جاتا، اس روایت نے بعدی کے معنی بھی حل کر دیے کہ بعد سے مراد آپ کی وفات کے بعد نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں آپ کے مبعوث نہ ہونے کی صورت میں حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔ (کنز الخائق صفحہ ۱۰۳)

آٹھویں حدیث یہ ہے۔

کہ میری امت میں تین کذاب دجال ہوں گے ہر ایک ان میں سے یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جو بھی اب آپ کے بعد قیامت تک نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ مزدھبوثا ہے۔ کیونکہ کئے والے مسیح موعود کو خود حضور نے نبی اللہ کہا ہے۔ اور تیس کی تفسیر بھی بتلا رہی ہے کہ کوئی سچا نبی بھی آسکتا ہے ۱۲

دوسرے واضح رہے کہ اس حدیث کا معنوں آج سے پہلے پانچ سو سال قبل پورا ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شرح مسلم میں لکھا ہے۔ ہذا الحدیث قد ظاہر صدقہ مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا صدف ظاہر ہو چکا ہے کیونکہ تادمخ ہے اگر چھوٹی نبوت کے دعویداروں کا شمار کیا جاتا ہے۔ تو یہ نقد (۳۰) کی پوری ہو چکی ہے۔

اور تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص اسے جانتا ہے۔ اگر شرح کے لبا ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان کے نام بھی لکھ دیتے (اکمال الاکمال جلد ۱ صفحہ ۲۹)

اور نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں:-

در حدیث ابن عمرؓ است شیء کذاب.... در روایتی از عبد اللہ ابن عمرؓ و طبرانی است بر پانی شود ساعت

تا آنکہ بیرون آید ہفتاد کذاب نحوہ عند ابی یعلیٰ من حدیث النبی۔ حافظ ابن حجر گفتہ سند اس ہر دو حدیث ضعیف است۔ اگر ثابت شود محمول باشد بر مبالغہ نہ بر تحدید و اما تحدید پس اخراج کرد احمد از مزیلہ بسند جدید کہ با شہند در امت من کذابان و جالان بست و هفت۔ از آہنا چار زن باشند و من خاتم النبیین ام نیست بعد از من نبی۔ و ابی دلالت دارد بر آنکہ روایت ظالمین، مجرم بر طریق جبر کمرست و مؤید اوست روایت بخاری کہ غفر رب گذشتہ ۲۲ (فتح الکرامہ ص ۲۳)

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں ۷۰ کذابوں کی خبر آئی ہے۔ وہ ضعیف ہیں۔

(۲) اگر صحیح بھی ہوں۔ تو یہ اصل تعداد نہیں سمجھی جائے گی۔ بلکہ اسے مبالغہ پر محمول کیا جائے گا (اور نیز اس میں نبوت کے دعویٰ کی شرط نہیں ہے)۔

(۳) اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے جو مسند امام احمد میں عمدہ سند سے بیان ہوئی ہے۔

(۴) بخاری کی حدیث کے الفاظ کہ ۳۰ کے قریب کذاب ہوں گے۔ اس کے مؤید ہیں کہ اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے۔

اور ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ ۳۰ کذابوں کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ اور اب سچے نبی کی آمد کا وقت ہے کیونکہ صبح کا ذب کے بعد صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

اجماع کی بحث

اور یہ کہنا کہ آنحضرت مسلم کے بعد جن نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اور اس پر صحابہؓ و تابعین اور تمام امت کا اجماع ہے صحیح نہیں ہے۔

جیسا کہ میں خاتم النبیین کی تفسیر میں صحابہ کرام اور ائمہ کے اقوال پیش کر چکا ہوں جن میں بصرحت ذکر ہے کہ آنحضرت مسلم کے بعد صاحب شریعت جدیدہ نبی کا آنا نہیں ہے۔ اور علمائے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

اجماع کا انکار کرنے والا بلکہ اس اجماع صحابہ کا جس پر تمام صحابہ نے متفق ہو کر کہا ہو کہ ہم یہ بات مانتے ہیں یا قرار دیتے ہیں جیسا کہ نور الانوار شرح المنار ص ۱۸۹ میں لکھا ہے۔

اجماع الصحابة نضماً مثل ان يقولوا جميعاً اجمعنا على كذا فانه مثل الآية و الخبر المتواتر حتى يكفى جاحداً ومنه الاجماع على خلافة ابى بكر الصديق رضى الله عنه

لہذا جب احادیث سے صحابہ کرامؓ کا اجماع ان معنوں پر جو ثابت نہیں تو پھر ان معنوں کے اجماع کا دعویٰ کرنا فتاویٰ متبول نہیں ہے۔ مسلم الثبوت جلد ۱ ص ۱۷۱ پر لکھا ہے کہ یہود نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس یہ بھی اجماع باوجود ان امور کے جو ادبیات کئے گئے ہیں دیباہی ہوگا کہ یہود نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ضروری تھا کہ یونکہ سید ولد آدمؑ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میری امت بھی یہود کے قدم بقدم چلے گی اور یہود سے پہلے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد اس قسم کا اجماع ہوا تھا کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ سورہ مومن ص ۸۰ حتی اذا هلك قلتم لن نبعث الله من بعدہ رسولاً اس واقعہ کو حقیقتاً قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پس جس طرح پہلے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ بعد ہذا چلے گئے۔ اسی طرح یہود کو بتے ہیں کہ انحضرتؐ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روحانی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ جن پر نہیں ہیں۔

علامہ دیوبند نے ایک دہائی یہ کیا ہے کہ کذاب اور طغیان سے صحابہ نے جو قتال کیا اس لیے کیا گیا۔ اور اس کی وجہ مفسد مسلمانوں کا اب اس کی بغاوت اور اسلامی حکومت کا مقابلہ اور خود بادشاہ بننا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ مدینہ میں آیا۔ تو اس نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلمان ہونے اور حضور کی اتباع کرنے کے لیے یہ شرط پیش کی کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ مقرر کریں تو میں آپ کی اتباع کروں گا۔ حضور نے اسے منظور نہ کیا۔ اور جلال آفرین لہجہ میں فرمایا کہ اگر تو یہ سمجھو کہ یہی بھی جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے طلب کرے تو نہیں دوں گا۔ اس کے بعد اس نے واپس جا کر آنحضرتؐ مسلم کو ایک خط لکھا ملاحظہ ہو بیچ الکرامہ ص ۲۳ تاریخ الخلفاء جلد ۲ ص ۱۷۵

اس امر کی میں آپ کے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔ پس ادھا ملک ہمارا اور ادھا آپ کی قوم قریش کا ہوگا، حضور نے جواب دیا۔ کہ ملک سارا اللہ کا ہے۔ جسے چاہے دے اور انجام تقیوں کا اچھا ہے۔

اس کے بعد مسیلہ نے ایک باغیہ عورت اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے آویزش شروع کر دی چنانچہ دو مدنی صحابیوں کو جو اتفاقاً اسے راستے میں مل گئے تھے۔ اپنی نبوت کے ماننے پر مجبور کیا۔ ایک نوان میں سے مرتد ہو گیا۔ لیکن دوسرے صحابی نے اسے نہ مانا اس پر اس نے ان کے تمام اعضا کاٹ کر آگ میں جلا دیئے جس پر مسلمانوں سے اس کی لڑائی ہوئی۔

پس مسیلہ کذاب پر شکری محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے نہیں کی گئی بلکہ اس لیے کہ وہ اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور اپنے آپ کو بادشاہ قرار دیا۔

اسی طرح علیہ السلام واقعہ طبری جلد ۳ ص ۱۹ اور تاریخ الخلفاء جلد ۲ ص ۱۷۵ میں درج ہے۔ پس طلبہ کی وجہ قتل بھی اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔ اسی طرح اسود غسانی مدعی نبوت کا ذیہ کے ساتھ بھی جنگ کی گئی اس نے بھی مرتد ہونے ہی

علم بنادت بلند کیا تھا۔ اس کا حوالہ حج اگر مہطری اور تاریخ خمس میں ہے۔ اس نے آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن اپنی غرض پوری ہوتے نہ دیکھ کر حضور کی زندگی میں ہی مرتد ہو گیا۔ اور سمرامقام کو اپنی قیام گاہ بنایا اور اس جگہ اس نے ایک کافی لشکر اپنے گرد جمع کر لیا۔ حتیٰ کہ حضور کی وفات کے بعد تین قبیلے غطفان، ہوازن اور طے اس کے ساتھ مل گئے اور جب شہر مدینہ پر چھا پا ما گیا۔ تو چھاپہ مارنے والوں کے دو حصے تھے۔ ایک ابرق میں مقیم تھا۔ اور دوسرا ذی القعدة میں۔ اس دوسرے حصہ پر طلحہ نے اپنے بھائی کو سالار لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ اور عیس و ذبیان کو جب حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی۔ تو یہ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ اور پھر ان تمام قبائل نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں۔ بعض کو زندہ جلادیا اور بعض کے کان ناک اور ہاتھ کاٹ وئے۔ چنانچہ طبری جلد ۴ ص ۱۹ میں لکھا ہے۔

ولہد یقبل ر خالد۔ بعد ہز میتہم (من احد من اسد و غطفان و لاہوازن و لا سلیم و لا طلیحی الا ان یا قوۃ بالذین حرقتوا و مثلوا وعدا علی اہل الاسلام فی حال رد تھہ۔ پس طلحہ بن خویلد الاسدی سے جنگ کی وجہ اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔

اسی طرح اسود عسی مدعی نبوت کا ذبیہ سے جو جنگ کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس نے مرتد ہوتے ہی علم بنادت بلند کر دیا۔ اور آنحضرت صلعم کی طرف سے جو عاملین صدقات مقرر تھے۔ انہیں تنگ کیا اور ان سے ان صدقات کا جو وہ وصول کر چکے تھے۔ واپسی کا مطالبہ کیا۔ علی ایچی نزد وہیں تھے کہ اس نے قبائل مزج و خیران کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے حاکم والی میں شہر بنی باذان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کی بیوی کو جبراً اپنے عقد نکاح میں لے کر ملک بن کامک بن ہشام آنحضرت صلعم نے اس بغاوت اور کشت و خون کی خبر سن کر حضرت معاذ بن جبل کو خط لکھا۔ کہ اسود عسی کا مقابلہ کرو چنانچہ شہر بنی باذان کی بیوی کی مدد سے مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔

پس ان مدعیان نبوت سے صحابہ کا مقابلہ کرنا بغاوت کی بناء پر تھا۔ نہ یہ کہ انہوں نے اجماع کیا تھا۔ کہ جو بھی مدعی نبوت ہو۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ خواہ وہ سپہا مسلمان متقی۔ و تبارہ اسلام کی اشاعت کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی ہو۔

اس بات کا ایک مزید ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ابن میاد کو جو نبوت کا مدعی تھا۔ قتل نہیں کیا حالانکہ اس نے صفحہ کی رسالت کی دعوت سے انکار کرتے ہوئے آپ پر اپنی نبوت کو کیا پیش کیا اور کہا (انشہد انی رسول اللہ) پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تو خدا اور اس کے تمام رسولوں کو ماننا ہوں۔ پھر اس سے بہت سی باتیں کہیں۔ پس اگر مدعی نبوت کو قتل کر دینے کا حکم اسلام میں ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم ضرور ابن میاد کو قتل کر دیتے ابن میاد کے متعلق کتب احادیث میں ایک علیحدہ باب ہے۔ یہ کہنا کہ وہ اس وقت نابالغ اور غیر مکلف تھا صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر وہ غیر مکلف تھا تو حضور نے اپنی رسالت اس پر کیوں پیش کی۔ اور کیوں حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔

کتاب المسادی والمحاسن للبیہقی سے دو حصوں میں مدعیان نبوت کے واقعہ کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ گویا ہمدی نبوت کی سزا قتل ہے۔ بیچ نہیں ہے۔ اور ان دو مدعیان نبوت کا اصل واقعہ جو اس کتاب کے صفحہ ۱۲۲ جلد اول میں درج ہے اس طرح یہ الفاظ مذکورہ ذیل سے شروع ہوتا ہے۔

..... سنہ۔

جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا اس سے جب دلیل طلب کی گئی۔ تو اس نے یہ دلیل پیش کی کہ تم اپنی ماں کو میرے پاس لاؤ میں اس سے جماع کروں گا۔ تو اسی وقت وہ حاملہ ہو جائے گی۔ اور تجھ جیسا ایک لڑکا دے گی اس پر شامرنے کہا کہ تجھے بنی مان لینا میرے لیے زیادہ آسان ہے۔

دوسرا واقعہ میں مدعی نبوت نے نوح ہونے سے کہا۔ اور کہا کہ وہ پہلا نبی نوح ہے۔ جس نے ۹۱ سو سال پہلے پورے کئے اور اب باقی پچاس سال پورے کرنے آیا ہے۔ اس کتاب میں علما کے متفقہ فیصلہ کا ذکر نہیں اور مزید ذکر ہے کہ ہمدی نے علما کے متفقہ فیصلہ سے اسے قتل کیا۔

اس دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی کہ جس سے نبی مدعی کو قتل کیا جاوے۔ اور یہ کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے مدعی کو آیت خاتم النبیین کا حکم کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا قتل ہے۔ تو اس سے لازم ہے کہ جو سارے قرآن مجید کے منکر ہیں۔ ان کی سزا بذریعہ اولیٰ قتل ٹھہرے۔ اور آیت خاتم النبیین میں قتل کرنے کا کوئی ذکر نہیں مہید کذاب کی نبوت۔ اسلام کے بالکل مخالف تھی۔ اور اس نے

تشریحی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا اور زہرہ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں نکھیں۔ پس شریر اور مفند لوگوں کا ایک گروہ اس کے تابع ہو گیا۔

اسی طرح جب خالد بن ولیدؓ طلیمہ کی طرف لشکر لے کر گئے۔ تو انہوں نے اس سے کہا۔ ہمارے غلبہ کی ہمیں یسویت ہے۔ کہ تمہیں کلمہ شہادت کی طرف بلائیں۔ تو اس نے جواب میں کہا۔ اے خالد! اشہد ان لا الہ الا اللہ دانی رسول اللہ کریم خدا کا رسول ہوں۔ گویا اس نے اپنا نیا کلمہ جاری کیا تھا۔ (المسادی ص ۱۲۵) جلد ۱۲۵ پس جس قسم کی نبوت کا مہید کذاب نے دعویٰ کیا۔

ایسا مدعی نبوت بے شک آنحضرت صلیم کے بعد نہیں آسکتا۔ اور سچا نبی ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب جس نبوت کے مدعی ہیں وہ ایسی نبوت کے مدعی نہیں۔ بلکہ وہ تو ایسی نبوت کے مدعیوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو آنحضرت صلیم کی غلامی اور اطاعت سے باہر ہوں۔ آپ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق اور فدائی ہیں۔

بعد از خدا بشق محمدؐ محرم ۱۱
گر کفر ایں بود بخداست کافرم

جب مسیلمہ کذاب دینار کے اذعانے نبوت کی تہنیت معلوم ہوگئی تو ہمیں ان علماء کے منطق سمجھ لینا چاہیے۔ جنہوں نے آنحضرت صلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا انکار کیا ہے۔ کہ ان کی مراد اسی ختم کا نبی ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ اور مسیلمہ کذاب کی طرح ہو۔ چنانچہ جو اقوال علماء کے پیش کئے جاتے ہیں۔ جیسا علامہ خفاجی کا قول فقیر ابن کثیر عفیۃ اللہ البین کے اقوال موجود۔ ہیں کہ جس نبوت کا علما نے بند ہو جانا بیان کیا ہے۔ وہ ایسی نبوت ہے جو آنحضرت صلم کے مقابلہ میں اور آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والی ہو۔ بھی وجہ ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بار بار مسیلمہ کذاب اور اسود غسانی کی مثال دی ہے۔ جنہیں اسلام سے سخت عداوت تھا۔

اور ملا علی قاری نے اگر آنحضرت صلم کے بعد نبی آنے کا انکار کیا ہے۔ تو دوسری جگہ اپنی کتاب و منوعات کبیر میں اس کی تشریح کر دی ہے۔ کہ ان کی مراد اس سے وہ نبی ہے جو آنحضرت کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جہاں انہوں نے انکار کیا ہے۔ وہاں ایسا نبی مراد لیا ہے۔ جو آنحضرت صلم کی ملت کو منسوخ کرے اور مسیلمہ کذاب کی طرح باغی برکش۔ فاجر دشمن اسلام ہو۔ اور ایسی نبوت کو ہم بھی آنحضرت صلم کے بعد منقطع اور بند سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

”میں ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور آنحضرت صلم کے ذلی فیوض سے اپنے تسلیں الگ کر کے۔ اور اسی پاک سرچشمے سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے۔ تو وہ محمد بیدین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی تیا کلمہ بنا لے گا۔ اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا۔ اور احکام میں تغیر و تبدل پیدا کرے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔“

(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۸-۲۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیاء آئے۔ ان کے متعلق امام مہدالوہاب شرعی لکھتے ہیں۔ ”وہ فرشتہ کے سامنے شاگردوں کی مانند ہو ا کرتے تھے۔ اور روح الامین ان کے پاس شریعت لاتا تھا۔ جس کے مطابق وہ عبادت و دین کو کرتے تھے۔ (البیوقیت والحوار جلد ۲ ص ۲۸) کہ وہ فرشتہ ان کے لیے جو چاہتا حلال کرتا اور جو چاہتا حرام کرتا اور ان پر دوسرے رسولوں کی اتباع لازم نہیں تھی۔“

اور نیز اس ص ۱۹ میں رسول کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

کہ رسول ایک انسان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ احکام شریعیہ کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کے لیے کتاب کا لانا شرط ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی منصب امامت کے ص ۱۶ لکھتے ہیں۔

باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور میشوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص و عام۔۔ کہ از جانب حق
میل و علا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام با ایشان برسد
اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

کہ رسول وہ ہوتا ہے۔ جو صاحب کتاب ہو یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔
چنانچہ اس تعریف کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس قسم کے ہی ہونے سے انکار کیا ہے۔
مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام
شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ
کسی نبی کے مذاق اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے ہر شیارہ ہنسا چاہیے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ
لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بحجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بحجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم کے نہیں ہے۔ (حقیقۃ النبوة ص ۱۱۵)

پس حماۃ البشریٰ اور ازالہ اہام میں جہاں مسیح موعود نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد وحی رسالت بند ہے۔ اور
قائم البیہدین کے بعد رسول نہیں آسکتا۔ لہٰذا اس قسم کے تمام حوالوں کا یہی مطلب ہے۔ کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا
جس میں ان تین باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے یا (۱) وہ جدید شریعت لائے (۲) یا بعض احکام شریعت سابقہ
کے منسوخ کرے (۳) یا بلا واسطہ نبوت پائے۔ کیونکہ آپ میں یہ تینوں باتیں پائی جاتیں اس لیے آپ نے حماۃ البشریٰ
اور ازالہ اہام میں اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور فرمایا کہ آنحضرت مسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ اور حماۃ
البشریٰ صلا سے جو عبارت پیش کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کا نام آپ نے قائم الانبیاء بغیر استثناء رکھا ہے۔ تو
اس سے مراد ویسا ہی نبی ہے۔ کہ جس کا ذکر اوپر کی تعریف میں آچکا ہے اس بلکہ ان لوگوں کا جواب دے رہے ہیں۔ جو مسیح
نامہری کی آمد کے قائل ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

کہ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل انزی وہ قائم الانبیاء ہیں نہ کہ رسول اللہ صلعم۔ کیا
ہم اعتقاد رکھیں کہ ابن مریم آئیں گے۔ اور قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ اور بعض زائد کر دیں گے
اور جزیرہ قبول نہیں کریں گے۔ اور نہ لڑائی چھوڑیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جزیرہ لینے کا حکم

اور جزیرہ لے کر لڑائی چھوڑ دینے کا حکم آیت۔ حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید و ہم صاغرونا
میں دیکھتے تھے تعجب آتا ہے کہ کیسے یہ مسیح کو بعض احکام کا ناسخ مانتے ہیں۔ اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم
میں غور نہیں کرتے۔۔۔ اس سے تو ماننا چاہیے گا کہ قرآن مجید ابھی کامل نہیں ہوا۔ بلکہ مسیح موعود علیہ السلام

کے زمانہ میں کامل ہو گا۔ یہ قول کتاب حمانۃ البشری ص ۲ پر عربی میں ہے میں نے اس کا ترجمہ بتلایا ہے اور از الہ اوہام ص ۲۲ میں لکھا ہے۔

کہ اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نزول ہونا خیال کیا جائے تو ان پر نئی کتاب کا نزول ماننا پسے گا اور تمام اجزائے شریعت اور جزیرہ وغیرہ کی منسوخ کا حکم بوجہ اس کے کہ وہ مستقل رسول تھے یاں پر بدلتے جبریل نازل ہوں گے۔ تو ظاہر طور پر اس نئی کتاب کے اُترنے سے قرآن شریف۔ توریت و انجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا۔ پس جہاں کہیں آپ نے نبوت یا رسالت کے بندہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ نو وہ مذکورہ بالا اصطلاح کی رو سے ہے چنانچہ آپ کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں لکھتے ہیں کہ۔

جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول و مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طہ کا نبی کہلاتے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔

پس آپ نے خاتم النبیین کے معنی عام دوسرے علماء کی طرح یہ کہتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو وہاں اسی عام اصطلاح کے ماتحت کہے ہیں۔ اور اس لحاظ سے صرف مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت صلم کو آخری نبی مانتی ہے یعنی آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آئے گا۔ اور دوسرے معنی خاتم النبیین جو یہ کہے ہیں کہ آپ کے بعد نبی آ سکتا ہے تو وہ اس معنوں کے لحاظ سے جو کتاب ایک غلطی کی عبادت میں درج ہیں۔

پس آپ پر یہ الزام عائد نہیں ہو سکتا کہ آپ پہلے خاتم النبیین کے یہ معنی کرتے تھے کہ آپ کے بعد نبی نہیں آ سکتا اور بعد میں دوسرے کہے۔ کیوں کہ دوسرے معنوں کے لحاظ سے آپ نے نبوت کا کبھی انکار نہیں کیا آپ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ آپ کو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی بلکہ آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ ملا ہے۔ غلطی بردوزی کی اصطلاحیں قائم کریں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

”علی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے فیض پانا۔ وہ قیامت تک باقی ہے۔“

(تحقیقہ الوہی ص ۲۵)

”میری نبوت آنحضرت صلم کی نقل ہے۔ یعنی ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلم کے اتباع اور آپ کے

ذریعہ سے ملا ہے۔ حاشیہ حدیث الوعی ص ۱۵ جب تک اس کو انہی بھی نہ کہا جاوے ۛ
 جب تک اس کو انہی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے۔ نہ براہ راست ۛ (تجلیات الہیہ حاشیہ ص ۵)
 ” میری مراد اس نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نوح باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر
 کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت
 مکالت و مخاطبت الہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ جو مکالمہ و مخاطبت
 کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس کا نام مکالمہ و مخاطبت کہتے
 ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع کا نام بموجب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں اور ہر ایک شخص ایک اصطلاح
 قائم کر سکتا ہے ۛ

پس اصطلاحوں کا قائم کرنا کوئی جائز اعتراض نہیں ہے اور خود محدثین نے احادیث کے لیے اصطلاحیں قائم
 کی ہیں۔ جیسے غریب مشہور متواتر وغیرہ پس اگر بروز اور نزل وغیرہ کا پہلی کتابوں میں بالکل ذکر نہ ہوتا تب بھی کوئی
 اعتراض نہ تھا۔ دوسری کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ”خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے ۛ
 پس آپ نے خاتم النبیین کے مقام دوسرے علما کی طرح کہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔
 ۛ اٹھارہواں مراتب مسئلہ بروز اور تمثیل کے بیان میں۔ بعض نیا فنگلی سے اس کو بھی تنازع
 کہتے ہیں ۛ عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ بروز یک ملازمت ہے اور یہ اعلیٰ فہم بروز کا ہے۔ اور کتاب اشارات فریدی حصہ دوم ص ۱۲۵
 پر بروز کے متعلق بحث ہے۔

کتاب تزیان القلوب ص ۱۵۱ کی عبارت کے مطابق جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے۔ جنم لیا۔ اور محمد کے
 نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر ازترین کرنا کہ محمد کا نقطہ ہندوؤں کا ہے۔ اس کا استعمال کفر ہے۔ اس طرح تو اردو
 میں سکرت کے بہت سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسا سوراج ۛ اور ستیہ گرو ۛ وغیرہ اور یہ کفر نہیں ہیں۔ اگر
 کہا جائے کہ اس سے بندوں کا عقیدہ متنازع ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صحیح نہیں کیونکہ اسی عبارت میں آپ نے جنم لینے
 سے مراد۔ خود طبعیت اور ولی مشابہت لی ہے۔ یہ مطلب نہیں لیا۔ کہ آنحضرت کی پیدائش حضرت ابراہیم ہی کی
 پیدائش غنی چنانچہ آپ نے جس بات پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔ وہاں مراتب وجود دوریہ کی تفسیر یہ کی ہے۔ لکھتے
 ہیں :-

یعنی بنی نوع انسان میں سے بعض بعض کی خود اور طبعیت پر آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی

کتابوں سے ثابت ہے کہ ایلیاء یحییٰ نبی کی خواہ طبیعت پر آگیا۔ اور جیسا کہ ہمارے نبی علیہ السلام حضرت ابراہیم کی خواہ طبیعت پر آئے۔ اسی سر کے لحاظ سے یہ ملت محمدی ابراہیمی ملت کہلاتی ہے۔
(ترتیبی القلوب ص ۱۵۵ طبع بار اول)

چنانچہ آنحضرت صلم فرماتے ہیں کہ اما ابراہیم فانظروا لعلکم... الخ کہ ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو تم میری طرف دیکھ لو۔ بخاری جلد ۲ ص ۱۵۶۔ اس طرح فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح خلیل بنایا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بنایا ہے۔ اور حضرت یسوع موعود کے تنازع کے مسئلہ کا ادا اپنی متعصب کتب سرچشم آریا و چشم معرفت وغیرہ میں زبردست دلائل سے کیا ہے۔ چشم معرفت ص ۱۱۰ پر فرماتے ہیں کہ حیوانات کی طاقتوں اور قوتوں کے تفاوت کا سبب تنازع اور آواگون کو قرار دینا خدا کے حکم کے علم اور ست و دیا کو ضائع کرنا ہے۔ اور اس کی وحدت نظمی کو درہم برہم کرنا ہے۔ ترتیبی القلوب کا جو حوالہ کہ مہدی موعود ختم الاولاد سے کئے گئے لکھا ہے۔

”۱۔ اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کو فی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی باسثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں“ اہل کشف کی یہ عبارت لکھ کر مرزا صاحب آگے لکھتے ہیں۔
”یسوع موعود کا زمانہ اسی حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں۔ اور اس کی تعلیم پز قائم ہوں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔“

اور خطبہ الہامیہ میں آپ نے خاتم الاولیاء کے یہ معنی کئے ہیں کہ میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ مگر وہی جو مجھ سے اور میرے طریقہ پر ہوگا (ترتیبی القلوب ص ۱۵۶)

پس خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی نبی بعد خاتم النبیین امت محمدیہ سے اور آنحضرت صلم کے اتباع سے باہر نہ ہوگا (خطبہ الہامیہ ص ۳۵) فرق مخالف نے حضرت یسوع موعود کو صاحب شریعت جدیدہ نبی ثابت کرنے کے لیے پہلا حوالہ دافع البیلا کا پیش کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے لیے حضور کا لفظ لکھا ہے۔ لفظ رسول سے صاحب شریعت جدیدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دافع البیلا میں ہے۔ براہین احمدیہ سے انہی وحی کے الفاظ نقل کر کے لکھا ہے کہ تمام بھلائی قرآن میں ہے پاک دل لوگ اس کی حقیقت سمجھتے ہیں پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں۔ اور کہیں کہ اس کو نا کامل سمجھیں۔ آج آسمان کے نیچے ہر فرغان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔“

(دافع البیلا ص ۳۲)

دوسرا حوالہ۔ انہوں نے ایک غلطی کا ازالہ سے پیش کیا ہے۔ اس میں بھی آپ نے بصراحت فرمایا

ہے۔ کہ :-
 "نبوت سے میری مراد یہ نہیں کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا یا مستقل نبی ہوں۔ بلکہ ان معنوں سے نبی ہوں کہ میں نے اپنے رسول و مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لیے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم عین پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس کے ساتھ ہی تبیر احوالہ حقیقت الہی منہ ۱۵ سے پیش کیا گیا ہے۔ کہ صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ۱۶

پھر اس کے متعلق ماسخید میں فرماتے ہیں :-
 یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھا جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانہ میں براہ راست میوں کو ملی۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افہامہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لیے یہ مرتبہ بخشا ہے ۱۷ (۱۵) حاشیہ ۱۹

تبیسر احوال

جو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لیے پیش کیا گیا یعنی کہ آپ نے اپنی وحی پر ایمان لانے کا اظہار اسی طرح کیا ہے۔ جس طرح دوسری وحیوں پر اس سے بھی یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنی وحی کے منجانب اللہ اور اس کے دخل شیطانی اور خطا سے پاک و منشر ہونے پر یقین کامل کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت جدیدہ کے مدعی ہیں۔ مولانا دوم فرماتے ہیں :- ۱۸

وحی دیگر شمس کو منظر گاہ اوست

۱۹

بچوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست

(مشنوی دفتر جہاد ص ۱۱۸)

پس وہ وحی جسے اولیاء اللہ وحی قلب کہتے ہیں۔ اس میں بھی خطا نہیں ہوتی جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خطا منظور نہیں پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کیا ہے۔ اس کی مثل قرار دیا ہے۔
 حالانکہ آپ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میری وحی شرعی اور نگران کی مثل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :- خدا کی لعنت

ان پر حمید دعویٰ کریں۔ کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم سراپا معجزہ ہے جس کی مثل کوئی انسان وحی نہیں لا سکتا۔ اور اس میں وہ وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں۔ جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ الہی پاک وحی ہے کہ اس کی مثل اند کوئی وحی نہیں ہو سکتی اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی بجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی۔ ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی (الہدی ص ۳۲)

چوتھا حوالہ

حضرت مسیح موعود کو مدعی شریعت جدیدہ ثابت کرنے کے لیے اربعین سے صلا کے حاشیہ میں اپنی وحی تعلیم اور بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے شریعت محمدیہ کو منسوخ فرار دیا۔ جو شخص حضرت مسیح موعود کی اس عبارت پر پوز کرے گا۔ اس پر صاف ظاہر ہو جائے گا۔ کہ آپ کی جو وحی اور تعلیم ہے۔ وہ دہلی تعلیم ہے جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔ پھر اس کو کیوں مدار نجات نہ ٹھہرایا جادے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے موجودہ والٹر اے دعویٰ کریں اگر تم حکومت برطانیہ کے وفادار ہو۔ تو میرا حکم مانو۔ کیوں کہ اس وقت میں حکومت کی طرف سے تم پر مامور کیا گیا ہوں۔ اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے اور رسول نافرمانی کر دے گے۔ تو جیل خانہ بھیج دے گاؤ گے اور سزا سے تم ہرگز نجات نہیں پاسکتے۔ اور یہی بات حضرت صاحب نے اس حاشیہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور وحی کو جو محمد پر ہوتی ہے۔ نکل یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے۔ یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ بلکہ فرمایا ہے۔ کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اور جس عبارت پر یہ حاشیہ دیا گیا ہے۔ اس میں جس حکم کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے :-

قل للمؤمنین یغضوا عن ابصارہم ویحفظوا فروجہم ذلک اذکی لہم۔ (خور غ)

یعنی تو اپنی جماعت کے مومنین سے کہہ دے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرنگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ قرآن مجید کی ایک مشہور آیت ہے جو آپ پر وحی ہے۔ اس میں کوئی نئی تعلیم اور نیا حکم نہیں ہے۔ بلکہ وحی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ چونکہ آپ اس زمانہ میں مامور من اللہ ہیں۔ اس لیے تجدید کے طور پر قرآن نے آپ کو یہ الہام کیا۔ اس جدید شریعت کا اعلان لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئی ہیں۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود پر بھی اور انہی کے متعلق حضرت صاحب سے لکھا ہے۔ کہ میری وحی میں ۱۲ امر بھی ہے اور نہی بھی ۱۲

اور ظاہر ہے کہ جب آپ کی تعلیم اور وحی قرآن مجید کی تعلیم پر مشتمل ہوئی تو اس پر ایمان لانا قرآن مجید اور آنحضرت مسلم کی نصرت ہوئی اور آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ٹھہرا۔ کہ لوگوں کے لیے آپ کی تعلیم اور بیعت مدارجات ہے ۱۷

ایک نشیہ کا ازالہ

فریقِ مخالف نے البیواقیت جلد ۲ ص ۳۳ سے ایک حوالہ فتوحات مکیہ کا پیش کیا ہے۔ کہ اگر کوئی دامر اور نوامی کے نزول کا دعویٰ کرے چاہے وہ ہماری شریعت کے موافق ہوں یا مخالف۔ اگر وہ مکلف ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے ۱۸

لیکن حقیقت یہ ہے کہ البیواقیت میں جو دوسری عبارات فتوحات مکیہ کی درج ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت جدیدہ کہلانا منقطع ہے۔ وہیں۔ اسی کتاب کے ص ۹ پر لکھا ہے کہ اگر کسی صاحب کشف نے یہ کہا کہ وہ ایک ایسے امر سے مامور ہوا ہے۔ جو شرع محمدی کے مخالف ہے۔ تو اس پر امر ملتیس ہو گیا ۱۹ دیکھئے یہاں اس کی سزا باوجود شریعت کے مخالف ہونے کے قتل نہیں بیان کی

اور البیواقیت جلد ۲ ص ۲ میں صاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آئیں گے تو یلہم لبشر محمد کر انہیں شریعت محمدیہ بذریعہ الہام سکھائی جائے گی اسی طرح ص ۱۶۲ پر مہدی کے متعلق شیخ محمد بن عبدین ابن عربی کا یہ قول لکھا ہے:-

کہ مہدی اس شریعت کے ساتھ حکم کرے گا۔ جو اس کی طرف دی کرنے والا فرشتہ شرع محمدی کا الہام کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے قدم بقدم چلے گا۔ اور ظاہر نہیں کرے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا متبع ہوگا یا وہی نہیں لائے گا۔ پس اگر بالفرض اس حوالہ کا وہی مطلب لیا جائے جو فریقِ مخالف نے لیا ہے۔ تو اس کے حکم سے فتوحات مکیہ کے مصنف شیخ محمد بن عبدین ابن عربی کا بعد کی تصنیف کتاب قصص الحکم میں اس سے رجوع ثابت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

”وَذِينَ آمَنُوا يَأْخُذُوا عَنْ اللَّهِ فِي كَوْنِ خَلِيفَةٍ عَنْ اللَّهِ بَعْدَ ذَلِكَ الْحُكْمُ فَتَكُونُ الْمَادَّةُ مِنْ حَدِيثِ كَانَتْ الْمَادَّةُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ فِي الظَّاهِرِ مُتَّبِعٌ لِعَدَمِ مَخَالَفَتِهِ فِي الْحُكْمِ -“ (قصص الحکم ص ۱۹) کہ ہم اہل کشف میں بعض ایسے

لوگ بھی ہیں۔ جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے وہی احکام حاصل کرتے ہیں جو شریعت محمدیہ میں پہلے سے موجود ہیں۔ اور وہ ان احکام میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہوتے ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ ان پر نازل شدہ احکام شریعت محمدیہ کے مخالف نہیں ہوتے وہ آنحضرت مسلم کے متبع ہوتے ہیں ۲۰

اور حضرت محمد الف ثانی فرماتے ہیں :-

”ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آن علوم را ز وحی حاصل می کرد۔ این بزرگواران بطریق الہام آن علوم را از اصل انہذ میکنند۔ علماء این علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آلودہ اند۔ ہماں علوم چنانچہ انبیاء و علیہم الصلوٰۃ والسلام حاصل بود تفصیلاً و کشفاً ایٹا زانیز بہمان نیج حاصل میشو و اصلت و تبجیت در میان است۔ باین قسم کمال از او بیاو کمل بعضی ایٹا ترا بعد از قرون متطاوولہ و از منہ متباعدہ انتخاب میفرمایند۔“
(مکتوبات جلد ۱ ص ۵۱)

کہ جس طرح علوم شریعت از حضرت مسلم وحی الہی سے حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح اولیاء اللہ ان علوم کو الہام الہی یعنی اصل سرچشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ اور یہ علماء کو کتاب و سنت سے ان علوم کو بطریق اجمالاً لاتے ہیں اور جس طرح یہ علوم انبیاء و علیہم السلام کو کشفاً حاصل تھے۔ اسی طرح یہ اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں فرق صرف اصلت اور اتباع و وراثت کا ہے۔“

انتر کے غزنوی خاندان کے مورث اعلیٰ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم ایک صاحب کشف بزرگ تھے جن پر قرآن مجید کی آیات النامائہ نازل ہوتی تھیں۔ ان کی مخالفت میں مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ لکھا۔ جس میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم پر اسی قسم کے اعتراض کیے گئے جس طرح یہ کفر فریق مخالفت نے حضرت مسیح موعود پر کیے ہیں اس کے جواب میں مولوی عبد الجبار نے ایک رسالہ اثبات الالہام و البیعتہ۔ مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کی حیات میں لکھا اس کے ساتھ میں متن کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”آئینہ بینک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں اور ان کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں مگر جب صاحب الہام پر وہ غیب سے سنے ہیں۔ یا خود بخود ان کی زبان پر آیات جاری کی جاتی ہیں۔ تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں اور بہ سبب فہم مذاہد کے حلقہ و اثر اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں تردد دہوتے ہیں۔ تو مثلاً آیت والوجزفا جھر سن کر اس کے ترک کا عزم کرنے میں اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ تو۔ مواللہ قانتین اور ان اللہ معنا سکران کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔“

اسی طرح ایک مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کو قرآن مجید کی بہت سی آیات جو ادا امر و نواہی پر مشتمل ہیں الہاماً نازل ہوئیں۔ جو علم الکتاب مطبوعہ دہلی کے ۱۳۶۴ھ میں درج ہیں اور جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ ان میں خواجہ صاحب مرحوم کے مخالفین کو فاسق۔ جرم۔ مفسد وغیرہ قرار دیا گیا۔ پس یہ تقدیر بزرگ جب اس بات کے حقیقت تھے اور اس وجہ سے کہ ان کے الہامات میں ادا امر و نواہی پائے

گئے۔ تو صاحب شریعت جدید ہر کافر اور مرتد نہ ٹھہرائے گئے۔ تو حضرت مسیح موعود کو کیوں اس وجہ سے کافر اور مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ بپا بچوال حوالہ اربعین ۴ ص ۳ سے فزنی مخالف کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا۔ ہے کہ آپ نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ادا لیا و امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید کے کسی زندگ پر نازل ہونا جائز ہے۔ اور صرف ایسے اوامر و نواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں اور آنحضرت صلیم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔ ممنوع قرار دیا ہے۔
اور پھر آپ نے اس جگہ صاحب شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے جیسا کہ یہ فقرہ دلالت کرتا ہے۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں ۵

الربعین میں جہاں آپ نے یہ کہا ہے۔ وہاں قرآن مجید کی آیت لو تقول علینا بعض الاقادیل..... (انہم اپنی صداقت پر بطور دلیل پیش کی ہے۔ کہ اس سن ۱۱۱۱ھ میں ثابت ہوتا ہے۔ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور مفتی غائب و خاسر رہتا ہے۔ کبھی کا مباح نہیں ہوتا۔ چونکہ میں خدا کے فضل سے ہلاک نہیں ہوا آنحضرت صلیم کو دی کے بعد جو مدت ملی وہ مجھے دی گئی۔ تو آپ نے بعض مخالفوں کے اس اعتراض کو لے کر کہ ہر جھوٹا نبی ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ جو صاحب شریعت ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک ہوتا ہے۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ شرط نہیں پھر آپ فرضی طور پر فرماتے ہیں کہ اگر شریعت سے یہ مراد لی جاوے تو اس لحاظ سے بھی تہذیب مخالفین کا باطل ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ اور جس میں امر ہے درج کی ہے۔ اور پھر آخر میں اس عذر کا جواب دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو صاحب شریعت جدید ہونے کا دعویٰ نہیں۔

۱ کہ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے۔ کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا عورت نہ کرو وغیرہ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ یہ مردہ دلیل تمہاری کیسی گاد خود ہو گئی۔ کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتی ہو تو تیس برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تمام باتیں بے ہودہ اور قابل شرم ہیں ۶ (اربعین ص ۳)

اور سید عبدالوہاب صاحب شعرانی فرماتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دینا اس امت میں جاری ہے۔ لیکن ان خبروں میں تحلیل اور صحریم نہیں ہوتی۔ بلکہ کتاب اور سنت کے معانی بتائے جلتے ہیں یا ایسے علم مشروح کا جو ثابت ہو خدا کی

طرف سے ہونا بتایا جاتا ہے۔ یا کسی حکم کا جو نقل سے ثابت ہو اس کے درست نہ ہونے کا علم دیا جاتا ہے وغیرہ لیکن اس صاحب مقام کو یہ حق حاصل نہیں؟ ان کیوں علیٰ شرع مخصصہ مخالف شرع رسولہ الذی ارسل الیہ الخ کہ اپنے رسول کی شرع کو چھوڑ کر اپنی ذات خاص کے لیے کوئی اور شریعت اختیار کرے؟ (البواقیت جلد ۱ صفحہ ۱۷۱) اس سے ظاہر ہے کہ ایسے احکام کا جو شریعت کے مخالف نہیں کسی ولی پر اڑنا جائز ہے۔

پھر ایک جواب اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس عبارت سے آپ کا منشاء صاحب شریعت ہونے کا ہوتا۔ تو اس کے بعد کی تعینات میں شرعی نبی ہونے کا اس سے انکار نہ کرنے والے عین آپ نے منشاء میں لکھی اور ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں تصنیف فرمایا۔ جس میں بصراحت اپنے صاحب شریعت ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور رسالہ ”ریویو بر مباحثہ مکیہ“ ص ۱۰۲ پر جو مسئلہ میں شائع ہوا لکھا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور چشمہ معرفت جو منشاء میں شائع ہوئی اس کے منشاء پر فرماتے ہیں:-

”آپ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لائے والا رسول نہیں“ پھر فرماتے ہیں:-

تیسرے ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریفی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں“ (حقیقۃ النبوت ص ۲۶)

اب میں مرزا کے فوت ہونے سے دو دن پہلے کا ایک خط پیش کرتا ہوں جو مصنف نے ایڈیٹر اخبار عام لاہور کے نام لکھا اور جو ۲۲ مئی ۱۳۷۷ء کے پرچہ میں شائع ہوا۔ اس میں لکھا ہے۔

”ہم ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرنا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں میری گردن اسی جوئے کے پے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شے قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں۔ کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پاکر کثرت پیشگوئی کرنے والا۔

پس اربعین کے ماقبل اور مابعد کی بیسیوں تحریریں حضور کی ایسی ہیں جو ان کے اس الزام تردید کر رہی ہیں کہ آپ نے شریعت جدیدہ نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

پچھا حوالہ

فہمین مخالفت فی تریاق القلوب ص ۱۳ سے پیش کیا کہ جس سے یہ استدلال کیا ہے کہ چونکہ آپ نے حقیقۃً نبی ہوئی

اپنے منکرین کو کافر کہا اور تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ کافر کتنا ان نبیوں کا کام ہے جو شریعتِ جدیدہ لاتے ہیں تسمیق القلوب کے بعد آپ نے صاحب شریعت جہونے کا دعویٰ کیا
جواب :-

یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے اس بگڑے صاحب شریعت نبی۔ اور محدث و ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکامِ جدیدہ نہیں لاتے ان کے انکار کا حکم ذکر کیا اور یہی تریاق القلوب کا حوالہ حضرت مسیح موعود کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا وہی مطلب تریاق القلوب کے حوالہ کا صحیح سمجھا جائے گا آپ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا ہو کہ یہ مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہ تھا لیکن اب مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہے اس لیے اپنے مفروضہ کو کافر کہتا ہوں یا تب تو فرقیِ مخالف کا نتیجہ صحیح ہو گا ورنہ غلط محض۔ سو جب ہم حقیقتِ الوہی کو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں کہیں یہ دعویٰ نہیں پاتے بلکہ اس کے برخلاف یہ پاتے ہیں۔ کہ

” میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے۔ کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلیم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرتِ مکالمات و مخاطبات الیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔“ (متممہ حقیقتِ الوہی ص ۶۸)

تریاق القلوب دے حوالہ کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے۔

جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے منقری قرار دیتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
گو خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ : ومن اعظم ممن افتری علی اللہ کذباً یا اتہ - یعنی بڑے کافر وہی ہیں۔ ایک مذاہبِ افتراء کرنے والا دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں منقری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر بڑے گا۔

ساتواں حوالہ

جو فرقیِ مخالف نے مرزا صاحب کو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لیے پیش کیا ہے۔ جن میں امرِ دینی پائے جاتے ہیں۔ اس کا جواب حوالہ ۵ کی بحث میں مفصل دیا جا چکا ہے کہ ایسے اوامر و نہی کا نزول قرآن شریف کے مخالف تہر و ملکہ مؤید ہوں ہر طرح سے جائز ہے۔ اور ان کا بطریقِ تنجید کسی کا لفظ پر نازل ہونا موجب کفر نہیں۔

آٹھواں حوالہ

یہ پیش کیا گیا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کو عام مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا آپ نے حکم دیا ہے کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام وہ ہونا چاہیے جو زیادہ عالم اور متقی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی ہے۔ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا**۔ کہ اسے خدا تو ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا اور امام مقتدوں کے اور خدا کے درمیان سفیر کی طرح ہوتا ہے۔ پس یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم ایسے شخص کو امام بنائیں جو ہمیں کافر و مرتد گردانتا ہے۔ لہذا قرآن مجید اور احادیث کی مدد سے یہی ضروری ہے کہ جو خدا کے فرستادہ کو راستباز نہیں مانتے۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ ایمان لانے والے اور نہ لانے والے برابر نہیں اور اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا شریعت کا مدعی ہوتا ہے۔ تو علماء نے خود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز کھلا ہے۔ حتیٰ اگر خود دیوبندوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ”بھونچال برش کہ دجال“ کے صفحہ ۵۸ میں درج ہے کہ۔

جو مولوی نذیر حسین لا مباح ہے۔ سبے شک وہ غیر مقلد ہے۔ اس کی امامت درست نہیں۔ مخالفینہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ لہذا جب کہ ہمارے مخالفوں کے نزدیک وہ علماء جنہوں نے ایسے فتویٰ دیئے ہیں۔ ان کو صاحب شریعت جدید قرار دے کہ کافر و مرتد قرار نہیں دیا جاتا۔ تو اس طرح مرزا صاحب کو اس بات کی وجہ سے کیوں صاحب شریعت جدیدہ قرار دے کہ کافر و مرتد قرار دیا جاتا ہے۔

نواں حوالہ

کہ احمدیوں کو فیر احمدیوں کی لڑکی دینے سے منع کیا ہے۔

اس کا معقل جواب آئینہ دیا جائے گا۔ سر دست میں یہ کہنا ہوں کہ دفع شر کے طور پر بھی ایسا ہوتا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بعد میں بہت فساد واقع ہوتا ہے۔ اور غیر احمدی اپنی احمدی بوی کو مارنے کو شتے اور سخت تکلیفیں دیتے ہیں۔ اور اسے جھوٹا کرتے ہیں کہ احمدیت سے تاثر ہو اس لیے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ احمدی لڑکی کا رشتہ فیر احمدی سے نہ کیا جائے لہذا یہ کہنا حکم نہیں ہے بلکہ تکلیف سے بچانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ اس سے صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا ادعا لازم نہیں آتا۔

دسوال حوالہ

نوح الہدیٰ کا دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو باہر پرچندہ دینے کا حکم دے کر کہا ہے کہ جو تین ماہ تک نہ دے وہ جماعت سے خارج ہے۔ کافر ہے۔ مرتد ہے اور ملعون ہے۔ لہذا یہ نیا حکم ہے جو شریعت کے خلاف ہے کیونکہ اسلام میں یہ حکم نہیں کہ جو تین ماہ تک زکوٰۃ نہ دے وہ اسلام سے خارج ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد میں کافر۔ مرتد اور ملعون کے الفاظ بالکل نہیں اس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو احمدی ہو کہ یہ عہد کر چکے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر بہر حال مقدم کریں گے۔ اور اسلام کی اشاعت کے لیے مالی جانی قربانی سے کبھی دریغ نہ کریں گے۔ فرمایا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی باوجود مقدرت اور طاقت کے ایک پیسہ بھی ماہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ تو وہ منافق ہے۔ اس کے بعد وہ اس جماعت میں رہنے کے قابل نہیں اور یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ متقی کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ وما ذنہہ ینفقون اسی طرح سورہ توبہ میں ان لوگوں کے حق میں کہ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ذہنہ ینفقون (توبہ ۳۴) اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی راہ میں جب ناخوشی سے مال خرچ کرنا بھی انفاق کی علامت ہے۔ جو شخص باوجود استطاعت بالکل ہی خرچ نہیں کرتا وہ کیونکر انفاق سے بچ سکتا ہے اور اس کا جماعت سے تعلق قائم رہ سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سنو تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لیے بلا جاتا ہے۔ اس پر بھی تم میں سے ایسے بھی ہیں جو نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہ نیا نہ ہے اور تم اس کے محتاج ہو سورہ محمد ۷ اس میں آگے ہے کہ اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کرو گے تو خدا تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لے آئے گا۔ اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ تم خدا کی سلسلہ میں نہیں رہ سکتے۔ پس حضرت مسیح موعود نے اسی قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا کہ ایسا شخص جو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتا۔ اور باوجود مقدرت عہد کرنے کے ۲۔ ۳ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔

اور گواہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے تعلق ایسا حکم نہیں برگزیدہ حضرت خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا فرمایا واللہ لو منعونی... الخ البودا و صلاۃ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایک معمولی سی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے۔ اور جسے

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ادا کرتے تھے روکی تو میں ان سے جنگ کروں گا۔
پس زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ ادا نہ کرنے پر کتنی سخت سزا عفر کی گئی ہے۔

گیارہواں حوالہ

فریق مخالف نے حضرت طلحہ ثانی کا قول الفصل اور حقیقۃ النبوت وغیرہ میں حقیقی نبی لکھا ہے۔ اور
اس سے حضرت مسیح موعود کے صاحب شریعت نبی ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب الہی کی کتاب حقیقۃ النبوت
ص ۳۱ میں سے دیا جاتا ہے جہاں انہوں نے الفصل ص ۱۲ کی عبارت بھی لکھی ہے۔ لکھتے ہیں۔
”حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ نوحی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ
سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔“
پھر فرماتے ہیں کہ

”حقیقی نبی ایک اصطلاح ہے۔ جو خود حضرت مسیح موعود نے قرار دی ہے۔ اور اس کے خود ہی معنی
بھی کر دئے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے میں ہرگز آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا ہاں چونکہ ہر ایک شخص کا
معتق ہے۔ کہ ایک اصطلاح بنائے۔ اس لیے میں نے لکھا تھا۔ اگر حقیقی نبی کے معنی ان معنوں کے
سوا ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں تو میں ان کے معلوم ہونے پر رائے دے سکوں گا کہ
وہ حضرت مسیح موعود پر چپاں ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور مثال کے طور پر میں نے لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی
کے معنی یہ کئے جائیں۔ کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو۔ تو ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود کو یہ حقیقی
نبی مانتا ہوں۔ یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریفی نبی مانتا ہوں۔“

پس آپ کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں حقیقی نبی قرار دیا ہو آپ
نئی شریعت لائے ہیں۔

اب میں قرآن مجید سے چند آیات بیان کرتا ہوں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امکان نبوۃ ثابت ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا بنی آدم اما یا تینکم رسول منکم یقصون علیکم ایا فی الخ
واعراف ع کہ اے اولاد آدم ضرور تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات پڑھیں گے۔
اس آیت میں آئندہ رسولوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آیات سنائیں گے۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا نازل ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ بنی آدم سے مراد وہ لوگ ہیں
جو قرآن مجید کے نزول کے بعد دنیا مت تک آئیں گے۔ جیسا کہ اس آیت سے پہلی آیت یا بنی آدم خدا دا

ذینکھ عند کل مسجد الخلیس نبی آدم سے مراد صحابہؓ اور ان کے بعد کے تمام لوگ ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر انتقان جلد ۲ ص ۳۲ پر لکھا ہے:

کریانی آدم کا خطاب ان تمام لوگوں کو ہے۔ جو اس وقت موجود تھے اور جو ان کے بعد آئندہ ہوں گے۔

دوسری آیت :-

اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ رسلاً من الناس (الحج ۷) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اور لوگوں میں سے رسول چنتا ہے اور چنتا رہے گا۔

اس آیت میں یصطفیٰ کا لفظ ہے جو حال اور استقبال کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ حسب ضرورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آنے نہیں گے۔ اور فرشتے ان پر ولی لائیں گے۔

تیسری آیت :-

تمام مسلمان مانتے ہیں کہ نبوت ایک بہت بڑی خدا کی نعمت ہے اور قرآن میں بھی اسے نعمت کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں۔ اذکر انعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکاً و اوتاکم ما لکم بیعت احد من العالمین (مائدہ ۷) کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی کہ اس نے تم میں سے نبی بھی بنا دیا اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا یعنی اللہ نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔ پس از دوسرے قرآن نبوت جب ایک العام ہے۔ تو امت محمدیہ جو خیر الامم ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے محروم نہیں رہ سکتی اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔

صاف بتا رہی ہے کہ اس امت پر سب سے بڑھ کر نعمت کا اتمام ہو گا۔ یعنی اب دیگر مذاہب والوں سے کوئی اس نعمت کو نہیں پاسکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لیے اب اس نعمت کو آپ ہی کے کامل منبع حاصل کر سکتے ہیں۔ غیر کو یہاں قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔

چوتھی دلیل :-

اگر واقعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کا آنا بند ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ وہ حالات بھی دنیا میں پیدا نہ ہونے دیتا جو نبی کی بعثت کا موجب ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سے ایک حالت دنیا میں فساد کا ظہور ہے۔ ظہور الفسادی اور الفجریہ کہ دنیا میں جب خشکی اور تری یعنی عوام اور خواص علماء اور جملاء امیر اور غریب۔ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں کی حالت خراب ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔

دوسری وجہ موجب بعثت نبی یہ ہے کہ پہلی کتاب میں لوگ شک کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے دوری اختیار کرنے ہیں۔ جیسا کہ آیت۔ ان الذین اذتوا لکتاب من بعد ہم لفی شک منه صریح۔

قُلْنَا لَكَ فَادْعُ مَا سَتَعْبُدُ كَمَا اسْمَرْتَ ————— (شوری) سے ظاہر ہے۔ کہ تبن لوگوں کو کُناہ دی گئی وہ گہرے تنگ میں پڑ گئے۔ اس لئے اسے نبی توان کو دعوت دے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ تیسری بات کسی نبی کی بعثت کا موجب ہوتی ہے وہ اختلاف کا پیدا ہونا ہے جیسا کہ آیت لیٰ حکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (بقوۃ اللہ) کے درمیان سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فساد کے ظہور کی خبر دے چکے ہیں کہ ایسا فتنہ ہوگا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ اور اس کو فتنہ دو جہاں سے تعبیر کیا۔ اور امت کے متعلق فرمایا کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔ اور اختلاف اس قدر ہوگا کہ نبی اسرائیل اگر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ تو میرے امت ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ پس جب یہ تمام حالات جو بعثت نبی کا موجب ہوتے ہیں انحضرت صلیم کے فرمان کے مطابق پیدا ہونے والے تھے اور ہوئے۔ تو کونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ فساد کی اصلاح کے لیے کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔

لہذا آنحضرت صلیم کا موجب نبوت کی خبر دینا اور پھر ان کا پایا جانا اسباب کا واضح ثبوت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد آپ کے اتباع میں نبی آ سکتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو تسلیم کیا جائے تو اس کے صاف یہ معنی ہیں کہ نبی کی ضرورت تو ہے کیونکہ امت محمدیہ چونکہ نعمت وحی و نبوت سے محروم ہو چکی ہے اس لیے اس کا کوئی فرد نبی نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزندوں میں سے گویا کوئی اس رحمانی انعام کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے۔

امت محمدیہ خیر الامم ہو کر اور سید الانبیاء امام المسلمین۔ خاتم النبیین کی امت کہلا کر پھر اپنی اصلاح کے لیے ایک ایسے نبی کی محتاج ہو۔ جو نبی اسرائیل کی طرف آیا تھا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم الیثان نبی اور مملکت روحانیت کے وہ بے نظیر سلطان اور صاحب اقتدار شہنشاہ ہیں کہ حضور کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ صرف نبی نہیں بلکہ آپ کے اتباع سے ہی انسان خداوند بننے کا محبوب بن سکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ یَحْبِبْکُمْ اللّٰهُ (اٰل عمران ع ۳) یعنی رسول اللہ صلیم کی اتباع انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ دوسری جگہ آپ کو خدا نے سراج منیر فرمایا ہے کہ جس سے دوسرے بھی روشن ہو سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل :-

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورہ فاتحہ میں ایک کامل دعا سکھائی ہے۔ یعنی صراط الذین انعمت علیہم کہ اے ارحم الراحمین خدا تو ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا۔ ایک دوسری صورت میں اس کی

تشریح فرمائی کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر خدا کا انعام ہوا۔ چار قسم کے ہیں۔ بنی صدیق۔ شبید اور صالح پس ان چاروں مراتب میں سے کسی کا حصول امت محمدیہ کے لیے ناممکن ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں اس جامع دعا کی تلقین نہ کرتا۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ امت تھریہ تین مراتب کا تو انعام پائے۔ لیکن چوتھے مرتبہ کا حصول اس کے لیے ناممکن ہو۔ اور اس انعام کی ضرورت کے وقت وہ امت بنی اسرائیل کے نبیوں کی محتاج بنے۔

آنحضرت صلعم نے احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ مطابق حدیث صحیح بخاری اما مکھ منکھ اور صحیح مسلم دامکھ منکھ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔

فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر زندہ رہنے کے متعلق امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ غلط ہے کیونکہ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پا گئے اور قرآن مجید کی آیت فلما توفیتہ بنی اور بخاری کی حدیث جس میں اس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ حضرت مسیح کی وفات پر ایک قاطع دلیل ہے کہ چونکہ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ میں ارتداد واقع ہوا۔ اسی طرح عیسائیوں نے حضرت مسیح کی وفات کے بعد ان کو خدا بنایا۔

دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت کی وفات کے موقع پر صحابہ کے ایک مجمع میں آیت و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھ کر سنائی اور لوگوں کو تسلی دی کہ اگر آنحضرت صلعم وفات پا گئے ہیں۔ یہ کہنا کہ آنے والا مسیح موعود حضرت عیسیٰ ہوں گے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ درست نہیں کیونکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ و اما فی المستقبلا کا شرائط الساعة و امور الاخرة فلا عند الحنفیة لان الغیب لا مدخل فیہ للاجتهاد کہ وہ باتیں جو آئندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والی ہیں جیسے علامات قیامت جس میں مسیح کا نزول بھی ہے اور امور آخرت۔ ان میں خفیہ کے نزدیک اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ باتیں غیب سے متعلق ہیں۔ اور غیب میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں کتاب کنز الایمان ص ۱۶۱ پر ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ البکر اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر کوئی اس امت میں سے ہو تو وہ حضرت ابو بکر سے افضل ہوگا

ایک وجہ تکفیر جو فریق ثنائی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ وہ قیامت اور حشر جہاد اور نفع مود وغیرہ کا انکار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب حشر جہاد و جنت اور جہنم وغیرہ کے حق میں ہیں آپ فرماتے ہیں کہ ہم یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں ۱۱

(نور الحق حصہ اول ص ۵)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور معجزات انبیاء حق ہیں“ (التبلیغ ص ۳۸۷)

تعلیم پرانے جماعت کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:-

”در جماعت ما هیچکس داخل نتواند شد بجز کسی که در دین اسلام داخل گردد و قرآن شریف و سنت نبوی را پیرو گردد و بخدا و رسول او که کریم است ایمان آورد و نیز کفر و شر و بهشت و دوزخ ایمان آورد۔“

(مواہب الرحمن ص ۹۷)

ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔

(ایام الصلح ص ۱۷۱)

کتاب ازالہ اوہام ص ۲۹۰ کی عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جب لوگ جنت و دوزخ میں قیامت سے پہلے ہی چلے جائیں گے۔ اور دوسری آیت فادخلی فی عبادی اور احادیث تو اس سے حشر اجساد اور قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔ لیکن کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۵۴ سے لے کر ص ۳۵۵ کی عبارت کو پڑھا جاوے تو اس میں مزید طور پر یوم الحساب اور قیامت اور حشر اجساد کا اقرار موجود ہے۔ اور جو کچھ وہاں لکھا گیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ اور صداقت قیامت اور حشر اجساد اور دخول جنت و جہنم کے متعلق جو آیات اور احادیث بظاہر متناقض اور متعارض معلوم ہوتی تھیں اور ان پر غیر مذہب کی طرف سے اعتراض ہو سکتا ہے۔ ان کا تحقیقی اور مکمل جواب دیا ہے۔ اور تینا قفس کو دور کر کے آیات، قرآن اور احادیث میں مطابقت دکھائی ہے۔ نفع صورت کا انکار کرنے کے لیے شہادت القرآن ص ۲۷ کا حوالہ پیش کیا گیا ہے لیکن خود اس عبارت سے جو اس صفحہ پر ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیات قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی اور آپ نے نفع صورت سے مراد مریض موعود کا آنا استعارہ لیا ہے۔ جیسا کہ آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور صاف فرما دیا ہے کہ ان آیتوں کا تعلق قیامت سے بھی ہے۔ اور ایسے منکرانہ جو جب تکفر نہیں ہیں۔ اسی طرح نکات فریدی مصنفہ خواجہ محمد بخش صاحب ص ۱۷ میں بزرخ کے معنی رابطہ اور واسطہ کے لکھے ہیں۔

اور مرزا صاحب نے ص ۱۷ پر لکھا ہے کہ ان معنی مبارک کے معنی دقیق ہیں اس لیے ہر ایک سطحی خیال کا آدمی اس طرف توجہ نہیں کر سکتا اور موٹی سمجھ اس کو نہیں پاسکتی اور آنے والے مسیح کے متعلق امام ربانی کہتے ہیں کہ جب وہ باریک باتیں اپنے اجتہاد کمی بیان کریں گے تو علما ظہر اہران باتوں کا جو نہایت باریک دقیق المقاصد ہوں گے انکار کریں گے اور مخالفت سنت جائیں گے۔ مکتوب ص ۵۷ جلد ۲ پس مرزا صاحب نے نہ نفع صورت کا انکار کیا نہ حشر اجساد اور نہ قیامت کا۔ اور مرزا صاحب کی تنبیہ کے مطابق تمام جماعت احمدیہ ان سب باتوں کا اقرار کرتی ہے۔ چوتھی وجہ تکفیر مرزا صاحب جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے

کہ حضرت مسیح موعود نے انبیاء کی توہین کی ہے۔ اور انبیاء کی توہین کرنا کفر ہے۔ تو یہی کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جائے جو اس میں نہیں پائی جاتی ہے۔ یا کسی منصب کا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُسے مرفوز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لیے دعویٰ کیا جاوے۔

حضرت مسیح موعود کے عقائد کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں جن میں آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ میں خدا کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں اور فرماتے ہیں:-

ہر رسولے آفتاب صدق بود	ہر رسولے بود مہر انورے
ہر رسولے بود ظل دیں پناہ	ہر رسولے بود باغ شمرے
گر بد دنیا نامدے این خیل پاک	کار دیں ماندے سراسر ابتے
آں ہمہ از یک صدف مسدود ہر اترے	متحد و رذات و اصل گوہرے

(در ثنیں صفحہ ۲۰)

پھر فرماتے ہیں:-

سب پاک ہیں یہی ہر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
(قادیان کے آریہ اور ہم) (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

پہلا شعر جو انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود کا پیش کیا ہے وہ یہ ہے:-

آنچه داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتام
حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہو کیوں کہ اس کے یہ
معنی ہیں کہ جو جام عرفان الہی اور ایمان کا ہر نبی کو دیا گیا وہی خدا تعالیٰ نے وہ پورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے۔
اور جس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی اور ان سے کلام کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ نے مجھے
مکالمہ و مخاطبہ سے معترف فرمایا ہے۔ جو میرے لیے باعث ازدیاد ایمان و عرفان و ایمان ہوا۔ میسا کہ اس سے
اگلے شعر میں فرماتے ہیں:-

دل من برد و الفت خود داد !!	تو د مرا شد بلوئی خود استاد
دلی اور المحب از دیدم !!	روئے آں مہرزاں قمر دیدم

(در ثنیں صفحہ ۲۸۶)

دوسرا حوالہ

آسمان سے کئی تخت اترے۔ پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھا یا گیا پیش کیا گیا ہے۔ اس الہام کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو اس امت میں اولیاء اقطاب و ابدال گذرے اور انہیں آنحضرت صلیم کی اتباع سے جو مراتب روحانیہ ملے ان سب سے بڑھ کر مجھے اللہ تعالیٰ نے آسمانی برکات سے حصہ دیا۔ چنانچہ اسی قسم کے دوسرے الہام الہی فضل تک علی (العالمین) کا تیرا جبر کیا ہے۔ اور جس قدر لوگ تیرے زمانہ میں ہیں سب پر میں نے تجھے فضیلت دی۔ اگر سب دنیا اگلی پھلی مراد ہوتی تو تیرے زمانہ کی فیدہ لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ موفیاء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود معارف اور علوم اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء سے بڑھ کر بزرگوار اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن آنحضرت صلیم کا باطن ہے۔

اس طرح تو کوئی مسید مبرا انقاد جیلانی پر بھی اگر ان الفاظ کی عمومیت کو مد نظر رکھا جاوے تو اس طرح ان پر بھی ان کی عمومیت کو دیکھ کر توہین انبیاء کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے۔ وانا من وراۃ عقولکم فلا تفتیسونی علی احد ولا تفتیسوا احدی علی (فتوح النیب مع شرح فارسی ص ۲۲) کہ مجھ تک تمہاری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔ پس تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ یعنی میرے کوئی برابر نہیں ہے یا

تیسرا حوالہ

فریق ثانی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

انبیاء گر چہ بودہ اند بے
من بصران نہ کمتر ز کے

اس شعر میں بھی انبیاء کی تقلید توہین نہیں پائی باقی۔ اس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں۔ اور یہ کمال تو مجھے حاصل ہوا۔ تو وہ آنحضرت صلیم کی اتباع سے بطریق دراث ملا ہے۔ جیسا کہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں۔

وارث مصطفیٰ شدم بہ یقین
شدہ رنگین برنگ یار حسین

اور حقیقی بات یہی ہے۔ بعض تو ابو جہل اور فرعون کے وارث ہوتے ہیں۔ اور بعض آنحضرت صلیم کی روحانیت کے وارث ہو کر آپ کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں۔

جو تھا حوال

فریق مخالف نے پیش کیا ہے۔ وہ یہ شعر ہے:-

ہر نبی زندہ شد بآدم نم!

ہر رسولے نہاں بہ پیرنہم

اس شعر میں بھی رسولوں کی کوئی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک نہایت ہی لطیف معنوں کو ادا کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس الحاد اور دہریت اور گمراہی کے زمانہ میں جب کہ اکثر لوگوں نے انبیاء کی جبروتوں کا انکار کر دیا اور طرح طرح کے ان پر حملے کئے اور انہیں تنوڈ یا لٹھ مکار اور فریبی وغیرہ کہا۔ اور انہیں دعویٰ وحی میں جھوٹا مانا اور جو نبیوں پر وحی کے نزول کے قائل تھے۔ ان سے استہزاء اور ہنسی کی۔ اس لیے اللہ تملنے نے پھر آپ کے ذریعہ وحی کا ثبوت دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرنا ہوں۔ اور یہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اسی طرح میں اپنے پیچے بندوں سے بھی کلام کرتا رہا ہوں۔ پس آپ کا دعویٰ وحی میں صادق ہونا گویا تمام ان انبیاء کا صادق ہونا ہے جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ جن کے دعویٰ نبوت و وحی کو ازراہ ظلم و عداوت و زور و بھوک قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس شعر سے پہلے دو شعروں میں الہام کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

دست غیم پر درد ہر دم کرد ہمیش بن تصور اتم

تور الہام ہمچو باد صبا نزوم آرد ز عین خوشبہا

اور اگر غور فرمائیے اس غلط نتیجہ کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے کہ اس سے مرزا صاحب کی تمام انبیاء پر نفیست ثابت ہوتی ہے اور جو موجب کفر و ازدواج ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ شیعہ صاحبان پر بھی یہی فتویٰ عائد ہو۔ اور ان کو مرتد و فرار دے کہ شیعہ و سنی مرد و عورت کا نکاح حرام ہو۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ بارہ امام سوائے آنحضرت کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و برتر ہیں جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۷ مشرق ۳ باب ”تفضیلہم علی الانبیاء علی جمیع الخلق“ میں لکھا ہے۔

اعلم ما ذکرہ رحمہ اللہ من فضل نبینا و ائمتنا صلوات اللہ علیہم علی جمیع المخلوقات و کون ائمتنا علیہم السلام افضل من سائر الانبیاء و الٰہ الذی لا یرتاب فیہ من تتبعہ اخبارہم“

یعنی جو کچھ تمام مخلوقات پر آنحضرت و ائمہ اور بارہ اماموں کے باقی تمام انبیاء سے افضل ہونے کی نسبت ذکر کیا۔ یہ ایسی پختہ بات ہے۔ کہ اس میں ان کے حالات سے واقف شخص کبھی شبہ نہیں کر سکتا۔

فریق مخالف نے حضرت مسیح موعود پر ایک الزام یہ لگایا ہے۔ کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

کی ہے۔ اور اپنے کو ان پر فضیلت دی ہے۔ اس لیے میں آپ کا عقیدہ آپ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں۔
مرزا صاحب کہتے ہیں:-

”وہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے ہزار ہزار درود اور سلام اس پر ایہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ انہوں نے جیسا حق شناساغت کا ہے۔ اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر برحق نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گزار دی۔ اس لیے خدا نے جو اس کے دل کے راز سے واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخش دی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ربک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار انفاض اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرنا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کبھی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم انہی ہے۔ ہم کیا چیزیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کا فر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں۔ کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور معنی طبابت کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵-۱۱۶)

پھر اپنی جماعت کے لیے تعلیم ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”کہ تم اس نبی پر اس کے عین کو کسی نوع کی برائی مت دو تا تم آسمان پر نجات یافتہ کلمہ جادہ نجات یافتہ کون ہے۔ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ جو خدا پر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیان شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔“ (کھتی نوع ص ۱۲۱)

پھر فرماتے ہیں:-

”ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جو امر نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا بیلہ انہی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا خاتمہ مرسولوں کا سرانجام جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔“ (سراج منیر ص ۱۲۱)

پھر فرماتے ہیں:-

وہ ہشیوہ ہمارا جس سے ہے نورساز نام اس کا ہے محمد لہرِ مریہی ہے۔

اس نور پر قداہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
 وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔
 سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدا یا
 وہ جس نے حق دکھایا وہ ملقا یہی ہے۔
 (قادیان کے کریم اور ہم)

پھر فرماتے ہیں :-

رہط ہے جان محمد کو مری جان سے مدام
 اس سے بہتر نظر آئے کوئی عالم میں
 ہم ہوئے خیر اہم تجھ سے ہی اسے خیر رسل
 دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
 لاجرم غیرو سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
 تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
 (آئینہ کلمات اسلام ص ۲۲)

پھر فرماتے ہیں :-

بعد از خدا بعشق محمد محرم
 ہر تار و پود من بسرا بد بعشق او
 جانم خدا شود برو دین مصطفیٰ
 اگر گھڑا میں بود بخدا سخت کا فرم !
 از خود تھی و از غم آن دستان پر دم
 این است کام دل اگر آید میسر !
 (انزالہ اوہام تقطیع حذر و ص ۱۷)

پہلی وجہ :-

فریق مخالف نے جو توہین کی بیان کی ہے۔ یہ ہے۔ کہ وہ آیات قرآنیہ جن میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چند مراتب اور مقامات، العوہ سے مشرف فرمایا تھا۔ انہیں مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کر لیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ آیتیں جو قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئیں۔ مجھ پر نازل ہوئیں۔

جواب :-

سو اس کا جواب میں وہی دیتا ہے۔ جو مولوی محمد حسین بشاوی رئیس طائفہ اہلحدیث بیٹھوا علماء مکفرین نے براہین احمدیہ پر رد و پو کرتے ہوئے دیا تھا۔ وہی میں یہاں دیتا ہوں وہ کہتے ہیں۔

”مؤلف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا مورد نزول و مخاطب میں ہوں اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عیسیٰ و ابراہیم و آدم علیہم السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہے۔ اس سے میرا خطاب مراد ہے“

پھر کہتے ہیں :-

”ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے۔ کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخالف و مراد وہی بنیاد

ہیں۔ جب کہ طرف ان میں خطاب ہے۔

اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعویٰ سے ان کی مراد (حب کو وہ صریح الفاظ ہیں خود ظاہر کر چکے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے، یہ ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہے۔ انہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشا ہے۔ ہر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں۔ جو معانی مفقود قرآن اور پہلی کتابوں کے کچھ مفارقت اور کمی فذر مناسبت رکھتے ہیں۔ اور وہ معانی ان معانی کے اظلال و آثار ہیں۔ (اشاعت السنۃ جلد ۷ ص ۴۷)

پھر مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

”کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کالات قدسیہ میں شریک اور مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملاحک کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات اپنے غایت اتباع کی جہت سے اس شخص لہرانی کے لیے کہ جو دعوہ دبا جو دہوئی ہے۔ مثل ظل کے ٹھہر جاتا ہے۔ اس لیے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کی اصل میں ہے۔ ایک ایسا امر ہے۔ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں۔ اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے۔ وہ اس کے شخص اصل کی ایک تصویر ہے۔ جو اس میں خود دار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ آپ یا کوئی دوسرے صاحب اس بات کو حالت نقصان نہ خیال کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار باطنی ان کی امت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور سمجھنا چاہیے۔ کہ اس انعکاس انوار سے کہ جو بطریق انافضہ دائمی نفوس صافیہ امت محمدیہ پر ہوتا ہے۔ دو بزرگ امر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجہ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن ہو سکے۔ دوسرے اس امت کی کمالیت اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت اس انافضہ دائمی سے ثابت ہوتی ہے۔ اور حقیقت دین اسلام کا ثبوت ہمیشہ تروتازہ ہونا رہتا ہے۔“

(اشاعت السنۃ جلد ۷ ص ۴۷)

۱۔ علماء اقدیم نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ مقامات امت محمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتباع سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا دوم کے شعر۔

پس درآدر کار گر یعنی عدم تا بہ بینی صنع و صانع را بہم

کی شرح میں مولانا عبد العلی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ ”ایک مقام ثنائی صفات کا ہے۔ جو حدیث قرب وائل میں بیان ہوا ہے کہ خداوند کا کمال انکھ ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا مقام ثنائی ذات ہے۔ اور تیسرا مقام جمع

الجمع وقاب تو سین اور مقام کمال ہے جیسا کہ آیت ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ -

اس کی طرف اشارہ ہے۔ اور چونکہ مقام مقام احدیت جمع ہے۔ اور اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں۔ جو کہ آیت مادیت اذ مدیت ولكن الله دخی میں یہ لکھ کر فرماتے ہیں۔

واین مقام بصالت خاص بنجام النبیین است و بوراشت کمال متابعت اوکل اولیاء و انزیر غلی است (منوی دفتر ۲ حاشیہ ص ۷) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلعم کے ساتھ خاص ہے۔ مگر بطور درشت اور کمال پیروی و انحراف صلعم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے۔

(۱۲) شیخ شیوخ شہاب الدین ہمدانی فرماتے ہیں۔

وهو المقام المحمود الذی لا یشارک فیہ له من الانبیاء و المرسل الانبیاء امتہ -

(ہمدانی ص ۷) اور مقام محمود میں آنحضرتؐ کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک نہیں سوائے ان اولیاء کے جو آپ کی امت سے ہوں، پس جب کہ اولیاء کو بھی یہ مرتبہ مل سکتا ہے۔ تو مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے میں کیا مانع ہے۔

اسی طرح شرح نفوس الحکم میں شیخ عبدالرزاق قاشانی نے لکھا ہے ”فذلہ المقام المحمود کہ مہدی کے لیے مقام محمود ہے“ (شرح نفوس الحکم مطبوعہ مصر ص ۵۲)

اور سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرنے کہتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہو جاتا ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴ ص ۲۷)

اسی طرح حضرت خاتم النبیین محمد اللہ فرماتے ہیں۔

ازیں حنیض دنا عت چو بگذری شاید کہ تا دنا، فتدلی صدود خود۔ یعنی

(دیوان معین ص ۷)

ہا یہ امر کہ آیا ایسی آئینیں جن میں رسول اللہ صلعم کو خطاب کیا گیا ہے۔ وہ کسی پر دوبارہ اتر سکتی ہیں یا نہیں تو اس کا جواب میں کتاب ”اثبات الہام والبیۃ“ سے دیتا ہوں۔ مولوی عبدالجبار صاحب لکھتے ہیں کہ :-

”اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہو۔ تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کرے گا۔ اور نصیحت پکڑے گا۔ اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہ صلعم کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ اسے اپنے پروردگار کے اور نبی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لیے سمجھے۔ تو بے شک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستقی تجسین ہوگا۔ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے۔ مثلاً اللہ نشرح لك صمدك کیا نہیں کھولا ہم نے

الكتاب وناداني بالخطاب حيث قال لي يا خليفة الله ويا آية الله اني شهدت بعبوديتك فاشهد انت
 يا وهيب وانك عبدى ومقبولى ومقبول رسولى قلت يا رب اشهد ان لا اله الا انت واشهد انك على كل شئ شهيد
 قال يا عبد الله ويا عارف بالله اني جعلتك مظهراً جامعاً لكل ظهور راقى فاذهب باياتى الى كل مخلوق فى دعوته
 من الجمع الالهى والجمع المحمدى فمن اطاعك فقد اطاع الله والرسول قلت يا رب قبلت جميع احكامك
 وقال يا مورد الواردات ويا مصدر الايات انا جعلتك آية للناس لعلهم يرشدون ولكن اكثر الناس لا يعلمون
 قلت يا رب تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك ان تعد بهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز
 الحكيم وقال قل لو كانت الحقيقة زائدة مما كشف على لاظهرها الله على لانه تعالى اكمل فى الدين واتم على
 نعمته ورضى الى الاسلام ديناً وكشف الخطأ مما ازدت يقيناً ان ربي لذو فضل عظيم "علم الكتاب صل"
 پھر صلا میں فرماتے ہیں: "وقال بالالهام الشافى اذهب بكتابتى هذا وكتب الايات فى كتابك واقه
 الى الناس ثم قول عنهم يا تجاهل العاربت فانظروا ما اذ يرجعون يرجعون الى الانكار واياتونى مسلمين
 وانذرعشيرتك الاقربين يا نذرا لله ورسوله واخفض جناحك بالمحبة والتواضع لمن اتبعك من المؤمنين
 فبايها المحمديون الخالصون ابدي ربي بتأييد الروح الامين لاكون بنصرته تعالى وعناية رسوله عليه
 السلام من المندرين والمبشرين بلسان عربى مبين وانه لهدى ورحمة للمؤمنين - واني توكلت على الله ربي
 وفوضت امرى اليه والله يحب المتوكلين وهو يهدى من يشاء ويجعله (المحمديين) الخالصين ويضل
 من يشاء بانكار النظر ليقه المحمدية ويجعله من المنكرين والمجرمين فانظر واكيف كان عاقبة المجرمين - وقال
 فى بارأفة الربانية لا تحزن عليهم ولا تكن فى ضيق مما يمكرون انما هم مكروا بالنفاق ومكر الله ان يمدهم فى طغيانهم
 والله خير الماكرين. وما انت بهادى العسى عن ضلالتهم ان تسمع الامن يؤمن باياتنا فهم مسلمون فالذين يصدونك
 انما يؤمنون باياتنا والذين يكذبونك بالجهالة فاعلم ان الناس كانوا باياتنا لا يؤمنون هذا ما ايدى ربي باياته
 القرآنية والمنكرون لا يؤمنون حتى اذ احبوا الى الممشر وقال الله تبارك وتعالى اكن بهم باياتى ولم يحيطوا بها
 علماً ووقع القول عليهم بما ظلموا فهم لا ينطقون والله عليهم عليهم بالمفسدين. وبشر الذين آمنوا باياته و
 اختاروا المحمدية الخاصة ان لهم جنات تجرى من تحتها الانهار خالدون فيها ابد والله لا يضيع اجر المحسنين
 واني لا اقول الا ما امرنى به ربي وانه خصصنى برحمته الخاصة وهو ارحم الراحمين ولقد اتقى الله على قلبى
 من ايات مبينات معانى لست بمافظ القرآن ويضرب مثلاً من الذين خلوا من قبلكم ويعطى معرفة
 للمعتدين فاتقوا الله واطيعوا دماء استلهم عليه من اجران اجرى الاعلى رب العالمين - قال مكيون
 سواء علينا اوعظت ام لم تكن من الواعظين وقالوا انك لست من الاولياء المقربين

وَمَا أَتَاكَ اللَّهُ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا إِنْ تَظُنُّكَ لِمَنِ الْكَاذِبِينَ
 وَتَكُونُ لِلْأَوْلِيَاءِ كَرَامَاتٍ وَتَصْرَفَاتٍ فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كَسْفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
 الصَّادِقِينَ دِيلٌ لِلْمَكْدُونِ سَيَرُونَ كَيْفَ تَكُونُ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ أَفَلَا يَعْقِلُونَ
 إِنَّمَا هِيَ آيَاتُ الْقُرْآنِ تَتْلَى عَلَيْهِمْ وَمَا هَذَا إِلَّا كِتَابٌ مُبِينٌ وَهَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي
 وَهُوَ يَخْتَصُّ بِفَضْلِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ -

مذکورہ بالا اقتباس میں قرآن مجید کی پچیس آیات ہیں۔ جو حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام اپنے
 اور اپنے مخالفین اور مومنین پر چسپان کی ہیں۔ اور ان میں سے بعض آیات ایسی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے
 جیسے کہ آیت ۱۲-۱۳-۱۵ وغیرہ میں ہے۔

پس جب کہ گذشتہ اکابر ادلیا و قرآن مجید کی آیات کا نزول بطور الہام تسلیم کرنے ہیں اور بطریق وراثت ان
 مقامات کا حصول جو پہلے انبیاء کو دئے گئے مجمع ملتے ہیں۔ تو پھر کیا یہ تمام ادلیا و نعوذ باللہ کا فرو مرتد نہ تھے۔
 دوسری وجہ تو ہیں فریق مخالف نے عین کی ہے یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے۔ کہ میرا نام خدا نے محمد اور احمد
 رکھا اور اس سے انہوں نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ ظلی طور پر محمد کہنے سے نبوت کا دعویٰ صاف طور پر عیاں
 ہے۔ اس کلمہ میں حضرت سرور عالم کی توہین ہے۔ اور اس قدر کفریات ہیں۔ جو غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں
 وغیرہ وغیرہ جو فریق ثانی کے گواہان کے بیانات میں درج ہیں اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی
 کسی کتاب میں یہ نہیں کہا۔

کہ میں جہانی طور سے وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں۔
 کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ اور میں آپ کا ظل ہوں
 اور آپ اصل ہیں۔ یعنی میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کی اتباع میں اس قدر فتا ہوا ہوں گویا
 کہ میرا وجود آپ کے وجود سے بجا نظر روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ رسالہ ایک غلطی کے آزاد کی عبارت
 سے بھی ظاہر ہے۔

پھر آپ خطبہ الہامیہ میں جہاں اسی امر کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں :-

”وَالنَّبِيَّةُ بَيْدِي وَبَيْنَهُ كُنُسَةُ مِنْ عِلْمِهِ وَنَعْلَاهُ“ (خطبہ الہامیہ ص ۱)

کہ میرے اور آنحضرت کے درمیان شاگرد اور استاد کی نسبت ہے۔ یعنی آپ استاد ہیں اور میں شاگرد۔
 اور جو شخص کسی کی محبت اور عشق میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس کا مقتضا و عاشق اور معشوق اور محب اور محبوب

کا اتحاد ہوتا ہے۔ چیا کہ امام ربانی فرماتے ہیں۔

”مقتضائے کمال محبت رفع انیسیت است و اتحاد محب و محبوب“ (مکتوبات جلد ۱ ص ۱۵۱ مکتوب ۸۹)

وہر کہ بر قلب کسے بود یعنی آنکس است والوالحسن خرقانی کہ از روح بایزید قدس سرہ تربیت یافتہ را کہ از روح کاہی تربیت یافتہ و در ظاہر اور اندیدہ و بصیحت اور سیدہ بود اویسی میگویند (فتویٰ دفتر چہارم ص ۱۵۸) اور اگر یہ کھاجا دے کہ اور کوئی اس مقام پر امت محمدیہ سے نہیں پہنچا تو اس سے تمام امت کی صحابہ کی عشرہ مبشرہ کی اربعہ حلقہ کی توہین لازم آتی ہے لیکن اس سے کوئی توہین نہیں۔ کیونکہ علانے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام مہدیؑ اسے افضل ہوں گے۔ کتاب الحج الکرامہ ص ۳۸۷ میں امام ابن سیرین کا قول مہدی کے بارہ میں نقل کیا ہے۔

”قال یكون في هذه الامّة خليفة خیر من ابی بکر و عمر قیل خیر منها قال قد کاد یفضل علی بعض الانبیاء“ محمد ابن سیرین نے کہا۔ اس امت میں حضرت ابو بکر و عمر سے بہتر خلیفہ ہوگا۔ تو کسی نے کہا۔ کہ دونوں سے بہتر ہوگا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ بلکہ وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے :

کہ حضرت مہدیؑ کی حضرت ابو بکر و عمر پر فضیلت کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کا نام تو آنحضرتؐ نے ناب رسول رکھا اور مہدیؑ کا نام ناب خدا۔

اور شرح خصوص الحکم میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

کہ مہدیؑ جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے۔ وہ احکام شریعہ میں آنحضرتؐ صلعم کے تابع ہوں گے۔ اور معارف اور علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہیں۔ کیونکہ اس کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہے بات یہ ہے کہ آنحضرتؐ صلعم کا روحانی فیض جاری ہے۔ اور آپ کی اتباع سے پیچھے آنے والوں کو بھی وہی نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ جو پہلوں کو ملیں۔ بلکہ بعض وقت اس سے زیادہ جیسا کہ امام عبد الوہاب شمرانی نے لکھا ہے کہ

”وقد یعطی اللہ تعالیٰ من جاء فی آخر الزمان ما یجیدہ عن اهل العصر الاول۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اچھلے زمانہ میں آنے والوں کو وہ علوم اور معارف عطا کرتا ہے جو کہ پہلوں کو نہیں دیتے۔“

(طبقات شمرانی جلد ۲ ص ۲)

اور خواجہ شمس تبریزیؒ یہاں تک لکھتے ہیں :-

علی و خالد و ستم بگرد من ز سر

۵

(دیوان شمس تبریزیؒ ص ۲۲۴)

بدست نفس محنت چرازبوں با شتم

اور مرزا صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ پایا وہ آنحضرتؐ صلعم کی پیروی کی برکت سے پایا۔ اور

مجھے کسی مرتبہ کی پروا نہیں صرف امانت اسلام مد نظر ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں :-

پس اس مقام پر انسان اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر دوئی کو اٹھا دیتا ہے۔ لیکن اس مقام کو موجودہ علمائے ظاہر نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ وہ اس سے بے خبر ہیں۔

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کو جو خط حضرت مرزا صاحب نے ان کے خط کے جواب میں لکھا۔ اس میں ایک شتوی ہے۔ جو کتاب اشارات فریدی جلد سوئم صفحہ ۹۸ پر درج ہے۔ اس میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

بسکہ من در عشق او ہستم نہاں من ہما نم من ہما نم من ہماں
بان من از جان او یا بد غذا از گریہ من عیاں شد آن دکا
احمد اندر جان احمد شد پدید ایسم من گردید آن ایسم و جید
اور خواجہ غلام فرید صاحب اس خط کے سننے سے بدرجہ غایت مسرور ہوئے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

”کمل متابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہجت کمال متابعت و حفظ محبت بلکہ بعض عنایت و مہربست جمیع کلمات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نمایند و بکلیت بزرگ ایشان منصفین میگرددند حتی کہ فرق نمی ماند در میان متبوعان و تابعان الا بالامالت والنبیۃ والاولیۃ والآخرۃ“ کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہونے میں کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اول و آخر ہونے کے۔
(مکتوبات مکتوب ۲۴۸ جلد ۱ ص ۲۶۶)

بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے۔ اور تحفہ گوشتیہ ص ۱۱۱ ایڈیشن اول میں لکھا ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو عایت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لیے منتخب کیا۔ جو خالق اور مہمت اور ہمدردی خلاق ہیں اس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جائے۔ کہ گویا اس کا ظہور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔

لیکن صوفیاء نے اسی مقام کو عنایت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بحر العلوم مولوی عبدالحی صاحب شتوی مولانا روم کے شعر:-

گفت زین سو بوسے یارے میرسد

کا ندریں وہ شہر یارے میرسد

کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”بازیدچوں قلب وقت بود عین رسول علیہ السلام بود چہ اگر قطب نمی باشد مگر بقلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بروئے یار کہ ہرگز نہ رنجتے خواہم
مگر اعانت اسلام مدعا باشد

(درتین ص ۲۵۲)

تیسری وجہ توہین جو بیان کی گئی ہے۔ وہ قول لہ خست انقصر المنید دان لی سے اخذ کی گئی ہے۔
عالمکرمز صاحب کے لیے اگر چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا تو وہ اسی سنے کہ احادیث کی کتب میں یہ سچے مہدی
کی علامات میں سے قرار دیا گیا تھا۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گا۔ چنانچہ آپ اسی
شعر سے پہلے فرماتے ہیں:-

دانی درشت المال مال محمد + فسا انا الا الہ المبتخید

اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس اس کی آں برگزیدہ ہوں۔ جس کو ورثہ پہنچ گیا۔
پھر فرماتے ہیں:-

مجھے اس کی قسم میں نے آسمان بنایا۔ ایسا نہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو۔ بلکہ ہمارے نبی صلم کے لیے میری طرح اور بھی
بیٹے ہیں۔ اور قیامت تک ہوں گے اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے
جو پیش کیا جائے

پھر اس شعر کے بعد کچھ شعروں میں یہ بتا کر وہ رسول اللہ صلم کا قائل ہیں۔ اور سایہ کیوں کر اپنے اصل سے مخالف
ہو سکتا ہے۔ پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔ پس جو آپ کے لیے نشان ظاہر ہوتے ہیں
وہ آنحضرت صلم کی ہی برکت سے ہیں۔ پس اس میں بھی کوئی بات موجب توہین نہیں ہے۔
چوتھا اعتراض:-

کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر آنحضرت کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اپنے معجزات کو
آنحضرت صلم کے معجزات سے بڑھ کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑیہ ص ۵۱ میں آنحضرت صلم کے معجزات کو ۴ ہزار اور
براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۲ میں اپنے معجزات کو دس لاکھ اور حقیقۃ الوقی میں تین لاکھ بتایا ہے۔
جواب:-

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تحفہ گولڑیہ میں جہاں آپ نے آنحضرت صلم کے تین ہزار معجزات بتائے ہیں۔ وہاں اپنی
پیشگوئیاں نٹو کے قریب لکھی ہیں۔ اور اپنے دس لاکھ تو ایسے نشانات بتائے ہیں۔ کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت صلم
کے شمار کئے جائیں۔ تو دس لاکھ سے بھی زیادہ ہوں۔

کیونکہ آپ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ہی ان نشانوں کی تفصیل بیان کر دی ہے
(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۵)

خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشاںوں کے انعام پاتے ہیں ۛ

پس مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو بھی جو نشانے ملے ہیں وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نتیجہ ہیں۔ اور درحقیقت وہ آپ کی طرف منسوب ہیں۔ پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دی ہے۔ محض افتراء ہے۔ غرضی غافل نے یہ بھی کہا کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام پر فضیلت دی۔ جس سے ان کی توہین ہوئی۔ حالانکہ آپ نے مرث ایک وجہ فضیلت بیان کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ

یوسف علیہ السلام نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اے میرے رب مجھے قید بہتر ہے۔ اس نیز سے جس کی طرف یہ غوری مجھے بلاتی ہیں۔ اور یہی کلمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی الہام کیا اور مجھے خدا تعالیٰ نے قید ہونے سے بچالیا۔ کیوں کہ براہین احمدیہ منہ ۵۱ میں بری نسبت خدا تعالیٰ سے یہ غروی بھی کہ یوسف علیہ السلام من عندہ انان لود یحکم الناس یعنی خدا تعالیٰ مجھے خود بچالے گا۔ اگرچہ لوگ تیرے چھٹانے پر آمادہ ہوں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۶۹) پھر ص ۸۹ پر آپ نے اصولی طور پر لکھا ہے۔

”اور جو کہ خدا تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں کے ساتھ رنگارنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں ان معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے ۛ

پس ایک نبی کا دوسرے نبی پر کسی وجہ سے فضیلت اظہار کرنا دوسرے نبی کی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اکابر امت نے تو یہاں تک تسلیم کیا ہے۔ کہ جزئی فضیلت تو دلی کو بھی نبی پر ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ علم نہیں دیا گیا تھا جو خدا تعالیٰ نے اس عبد صالح کو عطا کیا تھا۔ پس یہ جزئی فضیلت حضرت موسیٰ کی توہین کا موجب نہیں تھی۔

چنانچہ ہر مجدد بہ ص ۶۵ بحوالہ بدائع لکھا ہے۔ یحییٰ ز فضل الجزئی للولی علی النبی کہ جزئی فضیلت دلی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پھر ص ۶۸ میں مجدد الف ثانی کا قول لکھا ہے ”وایں قسم فضل دلی بر نبی جائز داشت اند کہ جزئی است کہ مجال معارضہ بکلی ندارد ۛ

اور آئے والے مہدی کے متعلق پہلے ابن سیرین کا قول درج کیا جا چکا ہے وہ وہ قریب ہے کہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو ۛ

قلائد الجواهر فی مناقب الشیخ عبدالقادر دین لکھا ہے کہ خضر علیہ السلام دوسرے اولیاء کی طرح میرا امتحان لینے کے لیے آئے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ میں نے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کر کے کہتے ہوئے کہا۔ کہ اے خضر اگر تو نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ مبرکی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن میں تجھے کہتا ہوں۔ تو میرے ساتھ مبرکی طاقت

نہیں رکھتا۔ کیونکہ تو اسرائیلی اور میں محمدی ہوں۔ پس آپ نے بھی بوجہ اس فضل و رحمت جو آپ کو آنحضرت صلعم کا امتی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی۔ ایسی بات کہی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہ کہہ سکے تھے، پس اگر کسی جزوی فضیلت کی وجہ سے کسی دوسرے کو کسی نبی پر فضیلت حاصل ہو تو اس میں سے اس کی توہین لازم نہیں آتی۔ پھر فریق مخالف نے توہین کے متعلق بھی کہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے۔ کہ شیطان اس لڑائی میں جو حضرت آدم سے ہوئی غالب آیا۔ اور اس نے حضرت آدم کو اپنی دشمنی کی وجہ سے جنت سے نکلوا یا۔ جس کی وجہ سے آپ کو انواع و اقسام کی تکالیف و مصائب برداشت کرنی پڑیں۔ تو اس میں کوئی امر موجب توہین نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ فاذلھما الشیطان عنھا فاخر جھما ماما کانافہ قلنا اھیطو بعضکم لبعض عدو (بقدرت) پس شیطان نے ان کو وہاں سے (یعنی جنت سے) اکھاڑ دیا اور جس آرام میں وہ تھے اس سے ان کو نکلوا چھوڑا اور ہم نے حکم دیا کہ سب یہاں سے پہلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

”اسی طرح فرمایا۔ ہم نے آدم سے کہا۔ ان ھذا عدو لک و لزوجک فلا یغرنکما من الجنۃ فتشتقی (طغ) کر یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ البانہ ہو کہ تم کو بہشت سے نکلوا دے پس تو دکھی ہو جائے اور تمہاری شامت آجائے۔ پھر فرمایا کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو پھسلا یا اور آخر وعصی آدم ربہ فغوی آدم نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور تنگی میں پڑ گئے ۛ

پس اسی مقابلہ کی طرف آپ کے خطبہ الہامیہ میں اشارہ فرمایا ہے اور یہ رکھا ہے۔ ”وان الحرب سجال و لا تقیاء مال عند الرحمن“ کہ لڑائی ڈول کی طرح ہے کبھی ایک فتح پاتا ہے کبھی دوسرا لیکن انجام کار غلبہ خدا کے نزدیک متقیوں کے لیے ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ شیطان کو نہزیت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا۔ تاکہ شیطان کو شکست دینے کا وعدہ جو قرآن میں تھا وہ پورا ہو۔ یعنی شیطان کی کامل شکست کا ظہور مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ تھا چونکہ شیطان کوئی جہانی وجود نہیں ہے جس سے مقابلہ کیا جائے بلکہ وہ اپنی قوت کا اظہار ان انسانوں کے ذریعے سے کرتا ہے جو اس کے رنگ میں لگیں ہوتے ہیں چنانچہ شیطان کا کامل مظہر و جال ہے جس کے لیے مقدر تھا۔ کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔

اور جیسا کہ آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا۔ جس کو عربی میں خناس کہتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام و جال ہے ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحاش پیدا کیا گیا۔ تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے۔ جیسا کہ حوا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحاش اور قرآن میں خناس ہے لیکن اب کی دفعہ مقدر رک گیا ہے

کہ یہ آدم اس نوحش پر غالب آئے گا، (تخفہ گو لڑویہ طبع اول ص ۱۲۱) اور پھر ص ۱۲۱ میں فرماتے ہیں ۱۔
 ”قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورہ فاتحہ کو الرضالین پر ختم کیا اور قرآن شریف کو خناس
 پر تاداش محمد انان سمجھ سکے۔ کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام ایک ہی ہیں وادرجال کے متعلق آنحضرت
 صلم نے فرمایا ہے کہ اس کا فتنہ سب فتنوں سے بڑھ کر ہوگا۔ پھر فرمایا کہ نوح علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء آئے
 وہ سب دجال کے فتنہ سے ڈراتے رہے۔ اور یہ مسلم ہے کہ دجال کا قاتل مسیح موعود ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ
 السلام نے شیطان کے قتل سے مراد دجال کا قتل ہی لیا ہے۔

اور قرآن مجید میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کی جو پیشگویی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود اور مہدی
 کے وقت پوری ہوئی تھی۔ بیجا کہ مولانا اسماعیل شہید اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔
 ”ووظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقت آمدہ و اتمام آں از دست حضرت

مہدی واقع خواہد گردید، ملاحظہ ہو (منصب امامت ص ۱۵)

پس جب دلائل کی رو سے شیطان جتنیں کٹ جائیں گی۔ اور اسلام چاروں طرف پھیل جائے گا۔ اور جب
 زمان نبوی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں تمام مل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور ہر سمت میں اسلام کا جھنڈا ہی لہرائے گا تو وہ
 شیطان کا قتل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب خطبہ
 الہامیہ اور تحفہ گزشتہ میں اس بات سے منسل بحث کی ہے۔

مرزا صاحب کے متعلق یہ بھی کہا کہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر
 توہین کی ہے اور ایسے طور پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنا جس سے فوق مقصود ہو۔ وہ دوسرے کا موجب توہین ہوتا ہے
 حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ اپنی فضیلت کے متعلق تحریر فرمایا ہے وہ کوئی موجب توہین نہیں ہے اور اگر تحدیث
 نعمت کے طور پر آتی فضیلت کا اظہار کرنا توہین ہے تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ الزام آئے گا کہ
 آپ نے حضرت موسیٰؑ کی توہین کی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ قولات کا ایک نسخہ آنحضرت صلم کے پاس لائے
 اور کہا یہ تو رات ہے آپ سن کر خاموش ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پڑھنے لگے تو رسول اللہ صلم کا چہرہ نور
 متعین ہونے لگا اس پر ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو توجہ دلائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رضیت باللہ رباً وبالسلامہ دیناً و بمعہد نبیاً۔ اس پر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ لو بد الکلم موسیٰ فاتبعہ و لا تترکہ و لا تھلکہ عن سواء
 السبیل ولو کان حیاً و ادرك نبوتی لا تبعنی (مشکوٰۃ ص ۲۷۲) یعنی موسیٰ اگر اس وقت ظاہر ہوتے اور
 تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم سیدھے راستے سے

نور گراہ ہو جانے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ نوکان موسیٰ حیا لہا وسعہ الا اتباعی۔ کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ اب یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مریح طور پر اپنی فضیلت کا اظہار مولے علیہ السلام پر فرمایا اور ولا فخر ارشاد نہیں کیا۔ پس اسی طرح مرزا صاحب اپنے منہل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا جو ان کو بوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کے حاصل ہے اظہار کرنا ہرگز موجب توہین نہیں ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں "یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے کوئی غشی ہے۔ نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں۔ یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں خدا نے میرے ضمیر کی انبی اسی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قل اجر دفنسی من ضر وب الخطاب۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا وہی حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لیے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

پھر صفحہ ۵۳ میں فرماتے ہیں۔

"خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اس کی شریعت، اکل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لیے تھی۔ اس لیے مجھے وہ فزیت عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لیے ضروری تھیں۔ تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لیے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ دھنۃ اٰلہدیس نعمۃ اللہ ولا فخر اس کے آگے عبارت ذیل بھی جو قتل دے رہی ہے تک ختم ہوتی ہے قابل ملاحظہ ہے۔

پس مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور امتی ہونے کی وجہ سے ہے اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بھی یہ خواہش کی تھی کہ۔ اللہما جعلنی من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الغالبانی مضافہ حضرت سید محمد بن نصیر الدین جعفری الملکی الحنبلی ص ۱۷) کہ اسے اللہ مجھے امت محمدیہ سے کیجئے۔ پس یہ تمنا کیوں تھی وہ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ایسے ایسے کمالات ملتے ہیں جو امام سابقہ میں نہیں پائے گئے۔ اسی لیے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

ہم ہوئے خیرا لم تجھ سے ہی اے خیر رسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

چنانچہ مولانا روم ثنوی میں فرماتے ہیں :-

عظیم لیکن ہر آن کو یافت حبال
شہ ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مرد
یعنی میں وہ عیسیٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی وہ ہمیشہ زندہ ہے گا اور حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر
جو مردے زندہ ہوئے وہ پھر مر گئے۔ مگر خوش ہو وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس عیسیٰ کے سپرد کیا
(ثنوی دفتر چہارم صفحہ ۸۸)

اسی طرح حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں -

آنچہ از عیسیٰ در بیم فوت شد
گر مرا باور کنی آں ہم شد م

(دیوان شمس تبریز ص ۱۲)

یعنی جو مرتبہ عیسیٰ اور مریم نہیں پاسکے وہ مجھے حاصل ہو گیا۔
اگر مسئلہ فضیلت انبیاء موجب توہین انبیاء ہوتا تو پھر کسی رسول کو بھی دوسرے رسول پر فضیلت نہ ہوتی
اور ماننا پڑتا۔ کہ امت محمدیہ یہ جو آنحضرت صلعم کو تمام انبیاء پر فضیلت دیتی ہے اور باقرہ تہریف فضیلت دیتی ہے
وہ بھی دوسرے انبیاء کی توہین کرتی ہے حالانکہ ایسا کوئی نہیں مانتا۔
شیخ محمود حسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو مرثیہ لکھا ہے اس میں ایسے اشعار بھی ہیں جن سے
مسیح علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں -

زباں پر اہل اہواء کی ہے کیوں اہل ہل شاید

اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی !! (مرثیہ ص ۱)

اس شعر میں رشید گنگوہی کو آنحضرت صلعم کا ثانی قرار دیا گیا ہے۔

میں چاہے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
تبلیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
چھپا چاہے لحد میں دائے قیمت ماہ کنانی (مرثیہ ص ۱)
عبید سود کا ان کے لقب ہے ماہ کنانی
مرثیہ ص ۱

ان دو فوضروں میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ایسے رنگ میں تعریف کی گئی ہے جس سے حضرت یوسف

علیہ السلام کا استغناء ہوتا ہے۔
پھر نیچے کعبہ میں بھی پوجتے گنگوہے کا راستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

گو یا کعبہ شریف میں جو بیت اللہ ہے۔ وہ عرفان الہی لوگوں کو حاصل نہ ہو سکتا تھا جو گنگوہ میں حاصل ہو سکتا تھا۔
 تمہاری تربیت الہی کو دے کر طور سے تشبیہ
 کہوں ہوں بار بار آرنی مری دیکھی بھی نادانی
 اس میں گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تجلی فرمائی تھی۔ پھر اگے حضرت
 مسیح علیہ السلام پر گنگوہی کو اس طرح عقیدت دیتے ہیں۔
 مردوں کو زندہ کیا زندہ دیکھو مرتے نہ دیا
 اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم
 لیکن ان اشعار کے حامل ان کے نزدیک مسلمان ہیں۔
 دوسری بات جو فریق مخالف نے موجب توہین قرار دی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل شعر
 ہے۔

ایک منم کہ حسب بشارات آدم
 عیسیٰ کیاست تا بنہد یا بمعبرم !!

حالانکہ اس شعر کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کے مطابق آیا ہوں۔ تو
 اب عیسیٰ علیہ السلام کیوں کرامت محمدؐ میں آسکتے ہیں۔ اور اگلے شعر میں ان کے نہ آنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔
 آزا کہ حق بجنست خلدش مقام داد

چوں برخلاف وعدہ بدل آرد از ارم

کہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ دی ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ و ماہد منہا ہم خبر جین
 کہ جنت سے کوئی نہیں نکالا جائے گا کیونکہ دنیا میں پھر آسکتے ہیں۔
 پھر اس سے اگلے شعر میں اپنے مسیح ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔

خواری خدا بسدش کرد ہمعبرم

چوں کا فرازستم پیرستہ مسیح را

تا بر تو منکشف شود این راز منفرم

رویک نظر بجانب فرقاں ز غور کن

(انزال اوہام تقطیع خور و ص ۱۵۷)

اسی طرح دوسرا شعر جو اس مضمون میں لکھا ہوں نے موجب توہین سمجھا ہے یہ ہے۔

اس سے بہتر غلام احمدؒ ہے

ابن مریم کے ذکر کو پھوڑو

حالانکہ اس میں بھی دہی معنوں ادا کیا گیا ہے کہ تم امت محمدیہ کی اصلاح کے لیے مسیح اسرائیل کے انتظار میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہو جس کے یہ معنی ہیں کہ تمہیں ایک نبی کی ضرورت ہے لیکن امت محمدیہ کو اس نعمت سے محروم خیال کر کے مسیح موسوی کی راہ تک رہے ہو۔

پس اس لیے ابن مریم کے ذکر کو کہ وہ آسمان سے آئیں گے چھوڑ دو کیوں کہ آنحضرت صلم کے ایک خادم نے اس مرتبہ کو پایا ہے جو اس سے بہتر ہے چنانچہ ان شعروں سے پہلے آپ نے فرمایا ہے۔

”عیسائیوں نے سٹور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کی رد سے واحد لا شریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام“

پس اس شعر سے نکلتا ہے تو یہی کہ جیسے امت محمدیہ امت موسویہ سے افضل ہے اور اس میں امت موسویہ کی ہشک نہیں اور جیسے آنحضرت صلم پوشیل ہوئی ہیں اور اس میں موسیٰ کی ہشک نہیں اسی طرح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے اور اس میں مسیح موسوی کی ہشک نہیں اور اگر حقیقی فضیلت کا اظہار کفر ہو تو تمام امت محمدیہ کے افراد جو آنحضرت کے دوسرے انبیاء پر فضیلت کا اظہار کرتے ہیں کافر ہوتے۔
تیسرا امر:-

جو فریق مخالف نے موجب توہین بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں مسیح کے معجزات کو مستمریزم کی قسم سے مانا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے معجزات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

معجزات انبیاء و سابقین آنچہ و قرآن بیا نش بالیقین

برہم از جان و دل ایمان است ہر کہ انکارے کند از اثقیاست

اگر کہا جائے کہ معجزات مان کو ظاہری معانی میں نہ لینا کفر ہے۔ تو پھر وہ تمام علماء و بھی کافر ہوں گے جنہوں نے ان آیتوں کو ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ جن میں مسیح علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے جیسا کہ مولوی آل حسن صاحب استفسار میں ابرئیم الہمدانی کے معنی لکھتے ہیں۔ اور آنکھیں کھولنے اور اچھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس مذہب کو میں حق جانتا ہوں اسے بعض لوگوں نے اختیار کیا۔ یعنی عبادی کفر اور نابینائی ضلالت سے پاک ہوتے جاتے ہیں“

اسی طرح مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

در چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لیے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں جن کو حضرت عیسیٰ کے اپنا رفیق بنایا۔ اور اپنی صحبت

میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح ان میں بھونک دے جس سے وہ پرواز کرنے لگے
(ازالہ ادہام ص ۳)

مرزا صاحب شہادۃ القرآن میں صفحہ ۷۸ پر لکھتے ہیں کہ۔

”ایک صاحب ہدایت الشرائع نام جنہوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دے کر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ ادہام کی بعض عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم لغو ذالک سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے اور ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں ۛ

(حاجۃ البشری ص ۹)

اسی طرح مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

”مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور نخی اموات ہونے کا منکر ہے۔ اور اس کو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا ہوں کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہے۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہے۔ کیوں کہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے۔ تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عملے موٹی کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا مگر ہمیشہ کے لیے اس نے اپنی اصل حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آتے تک اڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے تھے اور خلق طیر کے معجزوں کی طرح مسیح کا احیاء بھی حقیقی رنگ کا نہ تھا۔ کہ مردہ کی طرف اس کے تمام لوازم حیات لوٹ آئے ہوں۔ بلکہ حضرت مسیح کے اعجازی طور پر مردہ میں زندگی کی ایک جھلک نمودار ہوتی تھی جو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ختم ہو جاتی تھی ۛ

ازالہ ادہام میں حضرت مسیح موعودؑ نے انبیاء کے معجزات کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس فارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہی الہام سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کا قمل والا معجزہ جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

پھر آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزہ خلق طیر کو ان قبیل معجزات قسم ثانی کھا ہے۔ پس جب کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اذن سے کیا۔ اور جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا وہ معجزہ تھا۔ چاہے وہ عمل الترب ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ جب بحکم الہی ہو اور خدا عجاز کو پسپا ہوا ہو تو وہ معجزہ ہوگا۔ اور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الہی البسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ اور عمل الترب کے متعلق کہتے ہیں کہ اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا۔ ہذا (هو الترب الذی لا یعلمون) یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔

رہا یہ سوال کہ آپ نے خود اسے پسند نہ کیا وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کو زمانہ کے لحاظ سے نشانات دیتا ہے۔ اور انہیں اس زمانہ کے مناسب فوٹی اور طاقتیں دی جاتی ہیں چنانچہ اس علی زمانہ میں ایسے معجزات دکھانے کی ضرورت نہ تھی اس لیے لکھتے ہیں۔

”کہ مجھے وہ روحانی طرقت پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جمالی کو یہودیوں کے جمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۱۱)

پس مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے معجزات کو معجزات تسلیم کیا ہے اور ان کے کسی معجزہ پر کوئی تحقیر و توہین نہیں کی کشتی نوح صفحہ ۲۵ کے حاشیہ عبارت سے فریق مخالف نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسیح کو شراب پینے والا قرار دے کر ان کی توہین کی ہے کشتی نوح میں حضرت مسیح موعودؑ قرآن و انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس مقابلہ سے یہ مد نظر ہے کہ عیسائیوں کو بتایا جائے کہ قرآن مجید کی تعلیم تمہاری انجیل کی تعلیم سے نہایت اعلیٰ اور پاک ہے۔ اس وجہ سے اس حاشیہ میں عیسائیوں کے مقابلہ مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے پس اس سے مراد یہ ہے کہ یورپ والے اگر شراب پیتے ہیں تو ان کی یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیار کرتے تھے۔ مگر اے مسلمانوں! تم کس دلیل سے شراب پیتے ہو۔ ہاں آپ نے مسیح علیہ السلام کے شراب پینے کی ایک توجیہ بیان کر دی ہے کہ انہوں نے اگر شراب پی بھی ہو تو وہ کد عیاری کی وجہ سے پی ہوگی یا انہیں کوئی ہڑانی عادت چلی آتی ہوگی۔ اور خود علمائے اس امر کی تصریح کی ہے کہ پہلے انبیاء کی شرابیوں میں شراب حرام نہ تھی یہ صرف امت محمدیہ پر حرام کی گئی۔

(ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر (ملاحظہ علی قاری ص ۱۸۱))

پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام نے بھی کسی نامعلوم وجہ سے (عیاری وغیرہ) شراب پی لی۔ تو

”اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی غمی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بجاہت ثابت کرتی ہے کیونکہ بمقابلہ اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی غمی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر تھا۔ اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطان کا مول کی تہمت لگانے لگے۔ سو اس انزرا کا رد ضروری تھا۔ اس حدیث کے اس سے زیادہ موثری معنی نہیں۔ کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان معنوں کے کہ وہ مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو بھی پیش نہیں آیا۔

(دافع البلاء صفحہ آخری)

پس عبارت کے آخری فقرے حضرت مسیح موعود کا عقیدہ بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ تمام شیطان کا مول سے پاک تھے۔ اور اس سے پہلے جو کچھ آپ نے مکھادہ الزامی اور عیسائیوں کے مسلمات پر ہے۔

چھٹا حوالہ

ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۷۸ سے کا پیش کیا گیا ہے۔ بعض عبارتیں جو یسوع کے متعلق ہیں ان کے متعلق کہا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ کی توہین کی گئی ہے کیونکہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ پس پہلے میں اہلسنت والجماعت کے ان علماء کے اقوال پیش کرتا ہوں جو فن مناظرہ میں غایت درجہ کی شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک مولوی سید مال حسن صاحب وہ اپنی کتاب استفسار میں جواز الزام مولوی رحمت اللہ صاحب ہاجرہ کی کتاب کے حاشیہ پر بھی ہے تحریر فرماتے ہیں۔

”کیا وجہ کہ مریم کا بیٹا خدا ہو اور کو سلیم کا بیٹا یعنی راجندر راور دیو کی کا بیٹا کہنیا خدا نہ ہو۔“

حضرت عیسیٰ کا بن باپ ہونا تو عقلاً مشتبہ ہے اس لیے کہ حضرت مریم یوسف کے نکاح میں تھیں چنانچہ اس زمانے کے معاصرین لوگ یعنی یہود جو کچھ کہتے ہیں سو ظاہر ہے۔ ۲۷۷

اور دوسرے گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مادری میں دو بگڑے آپ ہی ثابت کرنے ہو۔ (یعنی تانا اور داربا) ۲۷۸

دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے مخالفوں کو کتا کہتے تھے اگر ہم بھی ان کے مخالفوں کو کتا کہیں تو دینی تہذیب

اخلاق سے بعید نہیں بلکہ عین تقلید عیسوی ہے۔ ص ۳۸
 شجاعت حضرت عیسیٰ کی صحبت سے حواریوں کو نہیں حاصل ہوئی تھی۔ پس تربیت حضرت عیسیٰ کی از روئے
 حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری۔ ص ۱۰
 حضرت عیسیٰ سے جیسی عداوت یہودیوں کو تھی سو ظاہر ہے اور آنحضرت کا بیکس اور تنہا ہونا بخیر ظاہر ہے۔ ص ۱۲
 از انجملہ کلیتہً یہ بات ہے کہ اکثر پیشگوئیاں انبیاء و نبی اسرار میں اور حواریوں کی ایسی ہیں جیسے خواب اور جفہ و جوں
 کی بڑے۔۔۔ پس اگر انہی باتوں کا نام پیشگوئی ہے تو ہر ایک آدمی کے خواب اور سر و لہذا کی بات کو ہم پیشگوئی ٹھہرا سکتے
 ہیں۔ ص ۱۳

اشعیاء و نبی کی پیشگوئیاں اکثر ایسی ہیں یعنی حضرات مجازیب کا سا کلام۔ ص ۱۹
 عیسیٰ بن مریم کہ آخر زمانہ ہو کر دنیا سے انہوں نے وفات پائی۔ ص ۲۲
 اور سب مقلد جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ
 سے۔ ص ۲۴

اشعیاء اور ارمیہ اور عیسیٰ کی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں۔ بلکہ اس سے بہتر
 ص ۲۶

حضرت عیسیٰ کا معجزہ ایسا عیبت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کے سب
 کے سامنے دھڑے ملا کر کہا اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سانپ کو نیلے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بعد اس
 کے سب ٹکڑے اس کے برابر رکھ کر۔ بین بجائی اور دہریگنے لگا اور اچھا بھلا ہو گیا۔ ص ۲۶
 یسوع نے کہا میرے لیے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت
 کرنا کہ اقع ترین ہے۔ ص ۲۹

معجزات موسویہ اور عیسویہ کے بہ سبب مشابہہ کا رشتہ اور نجوم و فلکیہ کے کسی کی نظر میں الجا ز ثابت نہیں ہو سکتا۔
 دوسرے یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی کسی حرکات و سہاواتوں نے کر دکھائی ہیں۔ ص ۳۴
 ان کا اصل دین و ایمان اگر یہ ٹھہرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کٹی ہوئے ٹک کا تا رہا۔
 اور علقہ سے مضنہ بنا اور مضنہ سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں۔ اور اس کے خراج معلوم سے نکلا اور بعد اس
 کے گھٹا موتا رہا۔ یہاں تک کہ جو ان ہو کر اپنے بندے کیجی کا مرید ہوا۔ اور آخر کار ملعون ہو کر تین دن و دو دن میں رہا
 ص ۳۵ و ص ۳۵

انجیل اول کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاڈا اور بڑے شرابی تھے۔ ص ۳۵
 جس طرح اشعیاء اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعضی بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور سمجھ اور خواب کے ہیں
 جس پر چاہوں منطبق کر لو یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہے یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑے
 ولی پیشگوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔ ص ۳۶۹۔

پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے اور کرامتیں اگر بالعرض ہوئی بھی، ہوں تو ویسی ہی ہوں گی
 جیسی مسیح دجال کی ہونے والی۔ ص ۳۶۹۔

یہودی لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سے جو لوگ توریت کے عالم تھے انہوں نے تو حضرت عیسیٰ سے کوئی معجزہ دیکھا
 نہیں اور چند چھوٹوں اور ملاحوں احمقوں کا کیا اعتبار عوام الناس تو ذرے سے شیعہ میں آجاتے ہیں۔ ص ۳۷۰
 تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہت سی زندگیوں نے اپنے مال سے
 حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی ازراہ خباثت اور بد باطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو
 نوجوان تھے۔ زندگیوں ان کے ساتھ صرف حرام کاری کے لیے رہتی تھیں اس لیے حضرت عیسیٰ نے سیاہ نہ کیا اور ظاہر
 یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہو گا۔ اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت
 عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کر کے کہا کہ میں تو بڑا کھاڈا اور شرابی ہوں پس دونوں باتوں کے ملانے
 سے اور شراب کی برستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو سمجھو اسے۔ اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی
 اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے۔ ص ۳۹۰ و ص ۳۹۱۔

حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جوگالیاں دیں تو ظلم کیا۔ ص ۳۹۱
 کافروں نے معجزہ مانگا۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ نے ان کافروں کو جھڑک دیا۔ اور تمہید بوعبدالحی کی یا کچھ نہیں بولے
 چپکے بیٹھے رہے اور ان کے ہاتھوں سے ڈلیٹس اٹھائیں گئے ص ۴۰۵۔

یہ بطور نمونہ ان کی کتاب سے بعض عبارات پیش کی گئی ہیں۔ اور انہوں نے یسوع بھی نہیں بلکہ حضرت
 عیسیٰ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو بڑی ثابت کرنے کے لیے لکھتے ہیں۔
 خداوند متعال مجھے انبیاء کی توہین اور تکذیب سے محفوظ رکھے مگر مریضوں کے الزام کے لیے
 نقل کرتا ہوں۔ استفسار ص ۴۱۵ ص ۴۱۶۔

استفسار کے بعد چند حوالے مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر کی کتاب ازالتہ الاولیاء سے پیش
 کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

معجزات موسویہ مثل عصا وغیرہ..... معجزہ ندانند زیراکہ مثل آنها ساحراں ہم کردہ بودند اکثر معجزات موسویہ را معجزات ندانند زیرا کہ مثل آنها ساحراں ہم میسازند و میبود آنجناب را چون نبی تھے دادند و ہجو معجزات ساحر میگویند ص ۱۲۹۔

جناب مسیح اقرار میفرماید کہ کجی نہ نان، میخورانید نہ شراب مے آشامید نہ و آنجناب شراب ہم مے نوشیدند و کجی در بیابان مے ماند و ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند و مال خود را مے خورانیدند و زنان فاحشہ پائہا آنجناب را بوسیدند ————— و آنجناب مرقا و مریم را دوست میداشتند و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کسان عطا مے فرمودند ص ۳۔

و نیز وقتیکہ یہود از فرزند سعادت مند شان از زوجہ پسر خود را کرد و حاملہ گشت و فارض را کہ از آباد اہلاد و سلیمان و عیسیٰ علیہما السلام بود زائید میچ کس را زنیہا سرائے نداد (یعنی یعقوب ص ۵۵)۔

یہ کتاب ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور انہوں نے الزامی جواب دینے کی غرض یہ لکھی ہے۔
و ادب نقاضا نیکو کہ بر پیشینگوئی جناب مسیح حرفے بر زبان قلم آید مگر چونکہ علماء مسیحیہ پیشینگوئی نہیں جناب مسیح اللہ انس و الجان چشم انصاف بستہ با اعتراض پیش مے آئند از جنہبت بطور الزام مے و محض برائے آگاہی ایں ذفرہ بر پیشینگوئیہا مندرجہ عہد جدید چیزے آشنائے زبان قلم مے گرد تا این فرقہ را اطلاع شود کہ مخالف را بحسب رائے خود اگر از انصاف چشم بند و در ایست و سیع ص ۲۴۔

پس جب کہ علماء اہل سنت الزامی طور پر ایسے جوابات دینے سے کافر اور مرتد نہیں ہوئے اور ان پر توہین، انبیاء کا الزام نہیں آتا۔ تو مرزا صاحب پر یہ الزام کیسے آسکتا ہے۔ جب کہ آپ نے تو اتنی احتیاط فرمائی کہ جس کے بعد کوئی عقلمند شخص جو تعصب سے خالی ہو یہ دہم بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ چنانچہ خمبہ انجام اتھم کی پیش کردہ عبارت کے آخر میں فرماتے ہیں۔

”بالآخر ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے کر ہمیں آمادہ کیا کہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال ان پر ظاہر کریں چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ ادب بہت سی گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور غبیث فرقہ نے جو مردہ پرست مسیح ہمیں اس بات کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل

ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈکا اور بٹ مار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔

(ضمیمہ انجام آختم حاشیہ ص ۸-۹)

پھر انجام آختم کے ص ۱۲ میں تشریح بھی فرمادی ہے۔

”یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔“

پھر نزہۃ القلوب حاشیہ ص ۷ میں لکھا ہے۔

”حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گذرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہے اس لیے میں نے فرض محال کے طور پر اس کی نسبت مزور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستہ باز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔“

فریقِ مخالف نے تو یہ کہا ہے کہ یسوع اور مسیح علیہ السلام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ کیونکہ عیسائیوں کا یسوع مسلمانوں کے عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اس لیے کوئی فرضی یسوع نہیں ہو سکتا۔ تمام بڑے بڑے علماء اس طریق پر کلام کرتے چلے آئے ہیں کہ مخاطب کے عقائد باطلہ کے مطابق اس کے نزدیک کو فرض کر کے بعض اوقات بات کی جاتی ہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیویوں اور شیعوں کے ایک ہی ہیں لیکن مولانا جامی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ ایک شیعہ نے ایک سنی فاضل سے دریافت کیا کہ علی کی تعریف کرو تو اس نے پوچھا کن سالی وہ علی جس پر تو اعتقاد رکھتا ہے۔ یاد وہ علی جس پر میں اعتقاد رکھتا ہوں تو اس نے کہا۔

درد و عالم علی کیے دانم
اں کرام است این کرام بگوئے
نیت جز نقش تو کشیدہ تو
بہر کین درد و غا سگالیدہ

گفت من گر چہ اند کی دانم
شرح این نکته را تمام بگوئے
گفت آن کو بود گزیدہ تو
پہلو اتے بروت مالیدہ

گر بزی پر تنہور و بیباک کینہ جوئے و مفتن و سفاک
 بندہ نفس خویش چوں من و نو فارغ از دین و کیش چوں سن و نو
 بخلافت دشمن بے مائل شد ابو بکر در میاں مائل
 دزدک و پوئے بہر این مطلوب ہمہ غالب شد ہذا در مغلوب
 باچنین وہم وطن نے نادانی اسد اللہ غالبش خوانی !!
 ایں علی در شمارہ کر دمہ خود بنود است ورنہ باشد بہ
 وال علی کش منم بجاں بندہ سبقت نفس شوم را کندہ

الی آخر الا بیات

سلسلۃ الغریب بر حاشیہ نفحات الانس مطبوعہ نوکلشور کاپور ص ۱۲۷ تا ۱۲۸

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسۃ العلوم دیوبند اپنی کتاب ہدیتہ الشیعہ میں
 فریق مخالف کے کمالات کی بنا پر حضرت علیؑ کی نسبت لکھتے ہیں -

”اگر بالفرض یہ زور اور بل اور قدرت خدا داد کسی میں ہوتی بھی تب غضب و خسر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ
 ہوتا۔ اہل ہند جو تمام ولائتوں کے لوگوں میں نامزدہ پن میں امام ہیں انہیں کابھگی اور چار بھی اس سہولت سے بٹی
 نہیں دیتا۔ جس طرح حضرت امیرؑ نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے
 بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ ننھے کر جہنوں تھے تیس ہزار فوج جوار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل
 کا تھا۔ اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔“

(ہدیہ شیعہ ص ۱۲۷)

نچھ کر کیا ممکن ہے کہ خدا بھک جائے کچھ نعوذ باللہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں یہ عقل و حواس میں اختلال آگیا۔
 ابو بکر و عمرؓ ہر چند صاحب رعب اور مرد باہمیت بنے مگر نہ اتنے کہ خداوند کریم کے بھی عقل و حواس میں فرق آجائے
 یا اس کے سوا کچھ اور سبب ہو۔ ص ۸۷ پھر صفحہ ۱۶۴ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ کو ایک دفعہ بھی ہمت نہ آئی کہ اعلیٰ
 اعلان حق کوئی اختیار کریں۔ ص ۱۶۳ -

”اور ظاہر ہے کہ مرے ہوئے کے شیعہ کو گیدڑ بھی نہیں ڈرتا شیر خدا علیؑ مر نفی پھر دوبارہ مرے ہوئے سے دے
 تو قیامت آگئی۔“

اس میں اور بہت سی باتیں ہیں جو شیعوں کے عقائد کے مطابق ایک علیؑ فریق کے لکھی گئی ہیں۔ اور

ابتداءً کتاب میں انہوں نے اپنی بریت اس طرح ظاہر کی ہے۔

”اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگان اہل بیت و اصحاب سید المرسلین معلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر انھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار بغرض الزام شیعہ آگیا ہے اس کا بار انہیں کی گردن پر ہے۔ یہ سب انہوں نے ہی کر لیا ہے۔“

(دہریۃ الشیعہ ص ۳)

اس طرح مولوی احمد رضا خان نے فتاویٰ الرضویہ جلد اول کے صفحہ ۳۸ تا ۴۹ میں لوگوں کے خدووں کے متعلق بحث کی ہے مثلاً لکھا ہے۔

”وہابیوں کا خدا بے اعتبار، بھوٹا، محدود، عیب و نقائص سے پُر، بھولنے والا، سوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے آگے کے صفحات میں دیوبندیوں کا خدا غیر متقلد کا خدا اور دوسرے مذاہب والوں اعتقاد کے مطابق فرضی خدا ظاہر کیا ہے۔ پس کیا فرتی مخالف یہ کہے گا۔“

کہ مذاکچی یوں، یا حضرت علیؓ و دوسریں پس مشکلیں کا یہ طریق ہے کہ وہ مقابل کے عقائد کو مدنظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں۔ اور یہی بات مرزا صاحب نے کی ہے اور صاف لکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا ”اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے عیسیٰ کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ معلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے بارہ میں بیشک کوئی کمی تھی بلکہ ایک یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعوے کیا تھا۔ اسی سبب سے ہم نے عسائیوں کے یسوع کا ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت کھٹا چاہیئے بڑھتے دالوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت کہے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں۔“

(آریہ دھرم ٹائٹل پیج آخر)

اور جو عبارتیں گو انہوں نے تریاق القلوب اور چشمہ معرفت سے پیش کی ہیں۔ ان سے فرتی مخالف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ تریاق القلوب میں تو الزامی جواب دینے کی ایک اور غرض بیان کر دی گئی ہے۔ اور چشمہ معرفت میں یہ بتایا ہے کہ ہر ایک مہمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا پیارا اور برگزیدہ رسول مانتا ہے اور جب تنگ آکر اسے پادریوں کو الزامی جواب دینا پڑتا ہے۔ تو پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا کہ کچھ نہ کچھ صحت نیت

دل میں رکھ لیتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ آپ نے جہاں کہیں ایسی باتیں کہی ہیں تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں بلکہ یسوع کو مراد لیا ہے۔ جو عیسائیوں کا فرضی خدا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آپ فرماتے ہیں۔

”ہم اس بات کے لیے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک، اور لاستباز غیبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے“

(ایام الصلح ٹائٹیل پیج ص ۲)

حضرت عیسیٰ نبی اللہ بیشک ہیں اور خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں“

(جنگ مقدس ص ۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص ۶۸۲)

”ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہمارے فہم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں“ (کتاب البریہ ص ۲۹)

”اور اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لعنة اللہ علی الکافرین اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ یعنی عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ یہ نیست توہین نہیں بلکہ تباہ و توحید ہیں۔ و انما الاعمال بالنیات۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اس خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چو ہرول اور چارول کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا۔ کہ انما الاعمال بالنیات“

(انوار الاسلام ص ۳۵)

اب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی شہادت بیان کرتا ہوں کہ وہ ان عبارات سے کیا سمجھتے تھے۔

کتاب اشارات فریدی جلد ۲ ص ۱۷۸ پر ہے۔

”مولوی غلام دستگیر قصوری کہ مرزا غلام احمد قادیانی مخالف کمال میداشت، و برو سے فتادی کفر نوشتہ بود بیا مدو آداب بجا کرده بہ نشست و چند کتب از مصنفات مرزا غلام احمد قادیانی کہ درغل میداشت پیش نہاد ہر یک کتاب مقاماتے را کہ نشان کردہ بود پیش گاہ حضور خواجہ البقاہ اللہ تعالیٰ ببقا برو و نفعنا دایا کم

بقائے ایک بہ یک برسوزا نند و میگفت کہ بہ بنید ایجا تو این حضرت مسیح علیہ السلام و اینجا اہانت دیگر انبیاء علیہم السلام کردہ است و حقیقت حال آنست کہ مرزا صاحب بہمت و نصارت و دیہودانرا بحیل و توراہ کہ ہر دو محرف اند و ازال کتب اس انواع مذات مفہوم میشوند در کتب خویش نوشتہ بود مگر مولوی را اطلاع بر این معنی نشدہ است۔ از جہت بر پیش گاہ حضور کورہش مرزا صاحب بیان کرد اما حضور خدا جہ البقاہ اللہ تبارک لے ہمہ تقابیر اورا شنیدہ و سیح جوابش نفرمودند۔

اس پر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ فرضی یسوع کے متعلق ہے جس کے متعلق نصاریٰ کہتے ہیں کہ اس نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن حضرت عیسیٰؑ جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ خدا تھا لے کا نبی ہے۔ وہ عیسائیوں سے کہتے ہیں کہ اس یسوع کو ترک کر وادر آنحضرت صلیم کو گالیاں دینی چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارے اس فرضی یسوع کس سے بھی زیادہ سخت کہوں گا حضور خواجہ صاحب نے اس پر فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ پس خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی ان عبارت سے جو فرق مخالف نے پیش کی ہیں یہی سمجھا کہ یہ فرضی یسوع کی نسبت ہیں۔ اور ان میں حضرت عیسیٰ کو گالیاں نہیں دی گئیں پھر اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ خود اپنی طرف سے کسی کے قول کو ایسے معزوں میں لینا جس سے کفر لازم آوے حالانکہ قائل اس کے اور معنی بیان کرتا ہوں۔ تو ایسا کرنا غلطی ہے۔ چنانچہ امام ابن حرم کتاب الفضل فی الملل والنحل جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں:-

واما من کفر الناس بما تقول اليه اقوالهم فخطوا لانه كذب على الخصم وتقول له مالم يقل به وان لزمه فلم يحصل على غير التناقض فقط والتناقض ليس كقابل قد احسن اذ فر من الكفر۔
یعنی وہ لوگ جو دوسروں کے اقوال سے ایسا نتیجہ نکال کر جو باعث کفر ہو کافر کہتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ فریق ثانی کی طرف ایک جھوٹا بات منسوب کرتے ہیں جس کا وہ قائل نہیں ہے اور اگر اس پر یہ بات لازم بھی آوے تو اس سے یہی ثابت ہوگا کہ اس کے کلام میں تناقض ہے اور تناقض کفر نہیں ہے بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کفر سے بھاگا۔

اسی طرح مولف کتاب الاشباہ والنظائر نے لکھا ہے۔ حکم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن۔ (الاشباہ والنظائر مع شرحہ مجموعی ص ۱۵۷)

کہ وہ کسی ایسے مسلمان کو کفر کا فتویٰ نہیں دے گا جس کے کلام کا حمل اچھا نکل سکتا ہو۔
پس مرزا صاحب کے کلام کے آپ کے منشا کے خلاف جس کی آپ تصریح کر چکے ہیں ایسے معنی لینا جس سے

تو یہی لازم آوے جائز ہمیں چنانچہ حضرت مسیح موعود اس الزام کا جواب دیتے ہیں۔

”اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزار ہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لیے دکھائے پھر بھی سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں۔ اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنی حرف بدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صد ہا اعتراض کئے گئے مہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعوے کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں سو میری یہ تمام شکایات خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں“

(چشمہ معرفت ص ۳۱۹)

پھر فریق ثانی نے مرزا صاحب کے متعلق کہا ہے کہ آپ نے تمام امت محمدیہ کو مشرک قرار دیا ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرک عظیم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ تمام امت محمدیہ مشرک ہے بلکہ جس عبارت کا گواہ فریق مخالف نے جو الہ دیا ہے۔ وہیں آپ نے ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں کیونکہ انہوں نے عہدائے غلطی نہیں کی۔

پھر آپ کہتے ہیں ”حیات مسیح کا مسئلہ ادامل میں صرف ایک غلطی تھا مگر آج کل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑا اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان الیا کر سکتا ہے تو آدم سے بے کرا آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کرے۔ لکھتے ہیں۔“

”اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خدا تعالیٰ قادر ہے لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں۔ ایک مبدع شرک ہے! (تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے)

پس آپ نے حیات مسیح کے عقیدے کو یہاں مبدع شرک قرار دیا ہے اور آپ اسلاف کے متعلق اسی تقریر میں لکھتے ہیں۔

”پھر یہ سوچنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے عقیدہ نے آج تک دنیا میں کیا بنایا ہے۔ اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے رسوائے اس کے کہ چابلیش کروڑ انسان مردہ پرست بن گیا۔ پس پہلوں نے اگر دفات مسیح

کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی تب بھی ان کو ثواب ہے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے۔ قد غلطی و یصیب
 کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب۔ مشیت الہی نے ان سے جو کچھ کرایا۔ سو کرایا۔ اس میں بھی اسرار الہی تھے۔ خدا
 نے ایک معاملہ ان سے غفنی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے۔ خدا جب چاہتا ہے ایک مجتہد کو غفنی کرتا ہے۔
 جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالیٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھول دی ہے
 پھر تحفہ کو لڑویہ ص ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

”حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دودھ سے ضروری تھا ایک اس غرض سے کہ ما حضرت علیؑ کا زندہ رہنا اور آسمان
 کی طرف اٹھایا جانا ان کی ایک خصوصیت تھی کہ مغز الی الشکر نہ ہوا ہے“
 پھر لیکچر پیا لکھتے ہیں۔

”ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارہ میں غلطی کی ہے ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انہیں یاد
 نہیں دلایا گیا تھا ان کو حقیقی معنی خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے پر میں نے تم کو یاد دلادیا۔ اور صبیح
 صبح سمجھا دیئے اگر میں نہ آیا جوتا تو غلطی کے لیے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں رہا“
 ان عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

حیات مسیح کا عقیدہ مبدع شرک یا مغز الی الشکر ہے۔

پہلے مسلمانوں میں سے جو لوگ ایسا سمجھتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہیں اور وہ عقبہ ان
 کا اجتہادی غلطی ہے اور وہ اللہ کے نزدیک حسب اجتہاد ثواب کے مستحق ہیں۔

لیکن موجودہ مسلمان جن کو نصوص قرآنیہ اور اولیٰ احادیثیہ سے مسیح کی وفات بتلا دی گئی وہ معذور نہیں ہیں
 کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما کان اللہ لیضل قومًا بعد اذ ہدٰیہم حتیٰ یشہدوا ان لا اله الا اللہ علیہم السلام
 (توبہ ۱۰۱) کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ نہیں ٹھہرتا بعد اس کے جب کہ انہیں ہدایت دی یہاں تک کہ ان کے بے
 وہ باتیں جن سے انہیں بچنا چاہیے کھول کھول بیان کر دے بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک شے کو جانتا ہے۔
 پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بعض وقت ایک لفظ کسی وجہ سے کسی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مگر اس
 کے فاعل کو وہ نام نہیں دیا جاتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ التحدیث بنعمۃ ام..... کفر“ جیسے تحدیث بہ
 نعمت اللہ تبارک کا نام کوئی شخص کا فر نہیں رکھتا۔ (بہرہ مجددیہ صفحہ ۲۷) اسی طرح فرمایا کہ نسب میں قطعہ کرنا اور
 مردہ پر رونا کفر ہے۔ مگر فوجہ کرنے والے کو کوئی کافر نہیں کہتا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ کا اس مسئلہ کو مغز الی الشکر تھا شرک عظیم قرار دینا یا اعتبار مایولہ الیہ کے ہے

یعنی جس کا مستقبل میں سانچہ پیدا ہوگا چنانچہ اس کو فنِ بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ بلاغت کی کتاب مختصر معانی مطبوعہ مجتہائی ص ۲۷۳ میں مجاز مرسل کی بحث میں لکھا ہے۔

تسمیۃ الشیء باسم ما یؤدل ذلك الشیء ایہ فی الزمان المستقبل غورانی ارانی اعصر خرد ای عصیر یؤدل لی الخ۔
کہ مجاز مرسل سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک چیز کا نام باعتبار اس حالت کے رکھ دیا جاتا ہے جو اس کی مستقبل میں ہونی ہوتی ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب پکھڑ رہا ہوں جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کو پکھڑ رہا ہوں اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ شارح کے لیے یہ ادلی تھا کہ وہ رس کے بجائے انگور کہتا ہے۔ کہ میں انگور پکھڑ رہا ہوں۔ چونکہ انگور سے شراب بنتی ہے اس لیے اس نے آئندہ کی حالت کے مطابق انگوروں کا نام خمر یعنی شراب رکھ دیا۔

پس اسی طرح جہاتِ مسیح کا عقیدہ منجری الشک تھا اور صد ہا مسلمان اسی عقیدہ کی دیر سے عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ چونکہ یہ مسئلہ منجری الشک تھا اور اس سے کئی انسان مشرک ہو گئے اس لیے اس کی آئندہ کی حالت مطابق اس کا نام مرزا صاحب نے شرکِ عظیم رکھا۔ اور یہ کہنا کہ تمام امت محمدیہ کو مشرک بنایا ہے غلط ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کی مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔

فریقِ مخالف نے آئینہ کالاتِ اسلام کی ایک عبارت سے ایک غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ آپ نے تمام شریف عورتوں کو کچنیاں اور مسانوں کو ولد الزنا قرار دیا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کے اس قول سے دکل مسلمہ یقیناً دیکھتی ہیں۔ دعویٰ الاذریۃ البغایا۔ سے جو مرد فریقِ مخالف نے لی ہے قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آئینہ کالاتِ اسلام کے وقت آپ کے ماننے والوں کی تعداد نہایت تھیں لہذا اگر فریقِ مخالف کے معنی صحیح مانے جائیں تو ذریعۃ البغایا کے ساتھ کا جملہ یہ ہے۔ جو ذریعۃ البغایا کی تفسیر واضح ہوا ہے۔ الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقینون تو اس سے لازم آتا ہے کہ جنہوں نے آپ کو نہیں مانا وہ سب ذریعۃ البغایا ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔ پس وہ قبول نہیں کریں گے۔ حالانکہ یہ معنی سراسر باطل پس اس سے لازم آتا ہے کہ جنہوں نے آپ کو اس وقت نہیں مانا تھا ان میں سے کوئی آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنا حالانکہ یہ معنی سراسر باطل ہیں کیونکہ اس کے بعد ہزار ہا لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے اور روزانہ ہوتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ذریعۃ البغایا کے معنی وہ نہیں جو فریقِ مخالف نے لئے ہیں کیونکہ ان معنوں کے لیے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے ظاہر میں ایک معنی تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور آدمی کو جن کلمہ دلوں پر مہر ہے وہ قبول نہیں کریں گے۔ اور البغیۃ کے معنی رشد یعنی ہدایت کی نقیض کلمہ ہیں۔ اور ابن البغیۃ ایسے لڑکے کو کہا جاتا ہے جس میں رشد

ہدایت نہ ہو۔

(تاج العروس جلد ۱۰ ص ۱۰۰)

اس لحاظ سے ذریۃ البنایا وہ لوگ ہوئے جن میں ہدایت و رشد کا مادہ نہیں ہے۔

البنایا کے معنی ہر آدمی کے بھی ہونے ہیں۔ جو شکوک کے ورود سے پہلے آتے ہیں۔ یعنی مقدمۃ الجیش

(تاج العروس جلد ۱۰ ص ۱۰۰)

اس لحاظ سے ذریۃ البنایا وہ لوگ ہوئے جن میں ہدایت و رشد کا مادہ نہیں ہے۔

تو ذریۃ البنایا کے معنی ہوئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کے پیشوا اور امام سمجھتے ہیں یعنی مولوی لوگ جو کفر کے نقوے لے کر شہر بہ شہر پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

نیز بنایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ فاجرو ہوں یا نہ ہوں۔ جیسا کہ تاج العروس جلد ۱۰ ص ۲۹ میں لکھا ہے۔ (البنی الامۃ الفاجرة کانت اد غیر فاجرة)۔ اور کبھی عورت کو بھی کہا جاتا ہے اور اس سے اس کی مذمت مقصود نہیں ہوتی جیسا کہ (نہایہ لابن الاثیر) اور مفردات راغب میں لکھا ہے۔ یقال للامۃ بنی دان لم یعدہ الذم ذریۃ البنایا سے مراد یہ ہوتی کہ میری ہر ایک مسلم تصدیق کرتا ہے۔ سوائے عورتوں کی اس ذریۃ کے جن کے دلوں پر مہر ہے۔ پس وہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔ عورتوں کی طرف منسوب کرنے سے یہ مراد ہے کہ جن میں انوثت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اور ان میں حق کو قبول کرنے کی قوت مردانہ نہیں پائی جاتی۔

پھر ذریۃ کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس وقت ضروری نہیں ہوتا کہ مضاف الیہ بھی مقصود ہو بلکہ مضاف ہی مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ذریۃ الشیطان کے معنی یہ ہیں کہ جو شیطان جیسے کام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مسیح نے یہود کو خطاب کرتے ہوئے کہا ”ادسا بنو کے بچے“ جس سے مراد یہ ہے۔ کہ تم سانپوں کی طرح حق کے مقابلہ میں دشمنی کا اظہار کر رہے ہو۔ اس لحاظ سے ذریۃ سے مراد بڑے کام کرنے والے لئے جابئی گئے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ عائشہ ام المؤمنینؓ کو اس سے پاک ہیں اور جو روافض نے ان کے بارے میں کہا ہے اس سے بری ہیں۔

کہ جو ان پر زنا کی تہمت دے تو وہ دلد الزنا ہے ص ۳۱ شرح کتاب الوصیۃ اس سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہو سکتا کہ فاطمہ کی والدہ کو زنا پر قرار دیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ازراہ ظلم حضرت عائشہؓ پر اتہام لگاتا ہے تو یہ اس کا قصود ہے نہ کہ اس کی والدہ کا۔ پس دلد الزنا سے مراد صرف یہی لی جائے گی کہ وہ خود بدکار ہے۔

اسی طرح مرزا صاحب کے قول کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک مسلم مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا

ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی شرارت و خباثت اور بڑے کاموں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور یہاں تک کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں وہ مجھے قبول نہیں کریں گے۔ اور اس صورت میں استثناء منقطع لیا جائے گا کہ تمام صالح اور نیک شخص تو میری تصدیق کرتے چلے جائیں گے اور وہ آہستہ آہستہ اس سلسلہ میں داخل ہوتے چلے جائیں گے مگر وہ لوگ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے چاہے ساری دنیا بھی مان لے وہ نہیں مانیں گے تو اس لحاظ سے بعض خاص شخصوں بھی مراد ہوں گے۔

کہ عداوت حتیٰ میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کے قلب بالکل مر گئے ہیں۔ لیکن دوسرے مخالف جو نیک اور شریف ہیں اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ہر ایک جو سعید ہو گا وہ مجھ سے حجت کرے گا اور میری طرف کھینچا جائے گا۔ ابھی احمدیہ حصہ پنجم ص ۶۹۔ مرزا صاحب کا ایک شعر۔

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے اُسے گا وہ انجام کار

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنہوں نے ابھی تک نہیں مانا ان میں نیک فطرت لوگ بھی موجود ہیں۔ پس مرزا صاحب کے قول سے مراد وہ چند وہ شریر دشمن ہی مراد ہوں گے جن پر کہ یہ الفاظ صادق آتے ہیں لا غیر عسیا کہ آیت ان الذین کفرو۔۔۔۔۔ الخ کے مضمون سے بھی ان دونوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ایام الصلح کے مائٹل بیج ص ۲ میں شرارت ذاتی رکھنے والے اور نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی اور شریف مسلمانوں کے متعلق ذکر کرتے ہیں۔

”دوسو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے بزرگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے۔“

اور لجنۃ النور ص ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

”وہ کہ ہم نے اپنی کتاب کو نیک لوگوں کی تحقیر کرنے سے منزه رکھا ہے خواہ کسی دین کے ہوں۔ اور ہم نیک علماء کی ہتک اور شریف مہذب لوگوں کو عیب لگانے سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں برابر ہے کہ وہ مسلمانوں سے ہو یا عیسائیوں سے یا آریوں سے اور یہ تو قول ہیں سے بھی ہم صرف ان کا ذکر کرتے ہیں جو کواں اور بدگوئی میں مشہور ہیں۔ اور جو عیب سفاہت اور بدزبانی سے بری ہے ہم اس کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے اور اس کی عزت اور اس سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں۔“

پانچویں وجہ کفر جو فرقہ ثانی نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مکتبہ دین و منکرین کو کافر

کہا ہے لہذا وہ کافر ہیں۔

اگر دافقی ان کی یہ دلیل درست ہے اور وہ اس پر قائم ہیں تو پھر انہیں ہماری طرف سے یہی جواب سمجھ لینا چاہیے۔ کیونکہ پہلے خود مولویوں نے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتویٰ دیا چنانچہ مرزا صاحب نے اسی بات کا ذکر متعدد بار اپنی کتب میں کیا ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔
 ”لیکن میں کسی کلمہ کو کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے میں خود کافر نہ بنائے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا میرے لیے فتویٰ تیار کیا میں نے سبقت کر کے ان کے لیے کوئی فتوے طیار نہیں کیا“
 (تزیین القلوب ص ۱۳)

حقیقۃ الوحی ص ۱۲ میں لکھتے ہیں:-

”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مغتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ **وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا** (و کذب بایاتہ) یعنی بڑے کافر وہی ہیں۔ ایک خدا پر افترا کرنے والا دوسرا مذاکے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مغتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔
 اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مغتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اس لیے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔“

پس ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولویوں نے پہلے کفر کا فتویٰ دیا۔ پس وہ اپنے فتوے کی رو سے کافر ہوئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سال ۱۸۹۰ء میں کفر کا فتویٰ شائع کیا جس میں علماء پنجاب اور ہندوستان کے دستخط ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲۷ ص ۱۲۷۔ اب یہ بتلانا چاہتا ہوں کیا تکفیر وجہ ارتداد نہ فیج نکاح ہو سکتی ہے۔

علمائے اہلسنت نے اس امر کی بابت لکھا ہے کہ ایسا شخص جو اسلام کا مدعی ہے اور اہل قبلہ ہے اس سے تکفیر کی وجہ سے نکاح وغیرہ معاملات حرام نہیں ہو جاتے۔ یہاں کہ منہاج السنۃ مصنف شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جلد ۳ ص ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ خوارج حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؑ

نے ان کی تکفیر کی وجہ سے ان کو مرتد اور دین سے خارج خیال کر کے ان کے نکاح وغیرہ فسخ کئے ہوں ہیں۔
 ذریعہ مخالفت کا تکفیر کو وجہ فسخ نکاح قرار دینا خود ان کے علماء اور ائمہ کے اقرار کے سر پر منافی ہے کتاب العلم
 الشیخ کے صفحہ ۷۰۶ پر لکھا ہے۔ کہ اس قسم کی حالتوں میں اس قسم کے احکام جاری ہونے چاہئیں۔ جو عام مسلمان
 احکام ہیں منصب امامت مصنف مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے ص ۱۲۷ میں لکھا ہے کہ نکاح اور
 دوسرے تمام معاملات میں ہر ایک اس شخص سے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ ویسا ہی معاملہ ہو گا جو دوسرے
 تمام مسلمانوں سے ہوتا ہے۔ اسی کے موافق ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب۔ شرح شفا جلد ۶ ص ۵۲۳ پر لکھتے ہیں
 کہ جو لوگ مدعیان اسلام ہیں۔ اور اسلام کا اقرار کرنے ہیں۔ ان سے نکاح اور شادی اور دوسرے دینی
 معاملات میں دی برتاؤ ہو گا جو باقی مسلمانوں سے ہوتا ہے۔

پس جب کہ جماعت احمدیہ کو مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنی میں جو باتیں
 ایک شخص کے متعلق ہونے کے لیے ضروری ہیں وہ تمام حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت میں پائی جاتی ہیں
 تو پھر کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ مذکورہ بالا احکامات کے ہوتے ہوئے حکام وقت سے یہ اسناد عا کرے کہ حکام
 وقت اس کے متعلق فیصلہ دیں کہ معاملات شادی وغیرہ کوئی ایسی تمیز پائی جاوے۔ جس کے بغیر احمدی لڑکیوں کے
 نکاح احمدی مردوں سے ناجائز قرار پائیں۔

ذریعہ مخالفت نے نکاح کا عدم جواز ثابت کرتے کے لیے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے
 نکاح کے متعلق یہ فیصلہ صاف مذکور ہے لاہن حل لہم ولا ھم یحلون لھن الخ سورة ممتحنہ رکوع نان
 کہ نہ مومن عورتیں کافروں کے لیے اور نہ کافر عورتیں مومنوں کے لیے حلال ہیں۔ اس واسطے کہی احمدی مرد و عورت
 غیر احمدی مرد و عورت سے نکاح ناجائز نہیں ہیں ایک دلیل ہے جو گواہوں نے احمدی مرد و عورت کا غیر
 احمدی مرد و عورت سے نکاح ناجائز ثابت کرتے کے لیے قرآن سے پیش کی ہے جس کی رو سے یہ لازم آتا ہے
 کہ تمام وہ غیر احمدی عورتیں جو احمدیوں کے نکاح میں ہیں وہ لغو و بالبدنہ ہیں اور ان کی اولاد حرام کی ہے۔
 اب اس فتویٰ کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی ان تمام عورتوں کو چاہے کہ وہ کسی امیر کی بہن ہوں یا پھر چچی
 یا بیوی جنہوں نے احمدی مردوں سے شادی کی یا شادی کے وقت وہ غیر احمدی تھے مگر شادی کے بعد احمدی ہو
 گئے۔ زانیہ اور ان کی اولاد کو حرام کی اولاد سمجھا جائے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس آیت کو ہر قسم کے کافروں کے
 کے لیے عام کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اہل کتاب یہود وغیرہ بالانفاق کافر ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا
 ہے۔ والمحصنات من الذین اتوا الکتاب من قبلکواذا اؤتیتھن اوجودھن محصنین غیر مصافحین۔

کہ اہل کتاب (یہود وغیرہ) عورتوں سے مسلمانوں کے لیے نکاح کرنا جائز ہے پھر کسی قدر جہالت ہوگی کہ اس آیت

لاحکم تمام قسم کے کافروں پر مشتمل سمجھا جائے۔ اس آیت سے پہلے ان کفار کا ذکر ہے۔ جو شرک تھے اور اہل کتاب نہ تھے پس ان کے متعلق اس آیت میں حکم بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ ہر اس مسلمان کے متعلق بھی جسے علماء کافر کہیں۔ اگر نکاح کے فسخ ہونے کا مدار علماء کی تکفیر پر رکھا جائے تو سب مسلمانوں کے نکاح فسخ ماننے پڑیں گے کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہیں جس نے دوسرے فرقہ والوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہو۔

یہ سوال کہ احمدی غیر احمدی مرد سے احمدی عورت کا نکاح نہیں کرتے اور کوئی ایسا کرے تو جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت سے نکلنے کے یہ منہ نہیں کہ وہ احمدیت سے ہی نکل جاتا ہے بلکہ نظام جماعت سے نکالا جاتا ہے جیسے ایک قوم مثلاً سید یا راجپوت دوسری قوم کے مسلمانوں سے اپنی رشتہ داری نہیں کرتے تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جب وہ دنیاوی لحاظ سے ایسا کرتے ہیں اور ان کے لیے جائز ہے تو احمدی لوگ جو دینی فوائد کو مد نظر رکھ کر اپنی لڑکی کو ایسے مؤثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے جو اس کے عقائد پر پورا اترتا ہیں۔ غیر احمدیوں سے شادی نہ کرنے کی وجہ سے کیوں کافر اور مرتد ہوئے ہم اگر روکتے ہیں تو بے شک وہ بھی روکیں لیکن نکاح ہو جانے کے بعد حکام کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرنے کی احمدیوں میں سے کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی احمدیہ جماعت کے مفتی کا یہ فتویٰ ہے کہ غیر احمدی سے اگر کوئی احمدی رشتہ کر دے تو وہ نکاح فسخ شمار ہوگا۔ اور اس کی اولاد اولاد زنا ہوگی۔

فریق مخالف اہل شہادت سے یہ دکھلایا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء نے باہر خود ذاتی اختلافات کے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس لیے وہ کافر ہیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر کوئی جماعت قائم کرتا ہے تو شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس رسول اور اس کی جماعت کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کی سب سے پہلے نظر علماء سو پر پڑتی ہے جن کو وہ اپنے ساتھ ملا کر خدا تعالیٰ کے رسل کے مخالف آواز اٹھا کر دنیا میں شور مچا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلما جاء تہدسلہم بالبینات

فروحوا بما عندہم من العلم وحاق بہم ما کانوا بہ یستہزؤن (المومن ع)

کہ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انہی پر اٹھ پڑا۔ پس یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ علماء ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور ان کے لیے ان کا علم حجاب اکبر بن گیا۔

اسی طرح آنحضرت مسلم کے بعد کی حالت کو دیکھا جائے تو تمام بڑے بڑے بزرگوں کو علماء و علما ہر نے کفر و بدعت کی طرف منسوب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خراج نے علانیہ کافر کہا۔

حضرت یزید بلسطانی کو سات مرتبہ جلا وطن کیا گیا۔ اور ذی النون مصری کو مصر سے زنجیروں میں جکڑ کر بندادلے گئے۔ لیکن جب بادشاہ نے باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اگر یہ زندیق ہے تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔ اور ابوسعید خدری پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اسی طرح ہسل بن عبد اللہ تستری کو۔ اور اسی طرح منصور کو کافر کیا اور قتل کر لیا۔ اور تاج الدین السبکی پر بارہا کفر کا فتویٰ دیا اور امام ابو بکر نابلسی کو مغرب سے مصر لاکر قتل کیا گیا اور چمڑا تار لگایا۔ اور ابوالحسن الخفیری کو کافر کہا۔ اور امام غزالی پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اس کی کتاب احیاء العلوم کو آگ میں جلوا دیا۔ ابوالحسن شافعی کو زندیق کہا۔ اور احمد بن رفاعی کو زندیق اور محد کہا۔ (طبقات الشعرائی جلد اول ص ۱۲۱) اور سید عبدالقادر جیلانی کی دلالت کا انکار کیا گیا۔ اور ابوبکر شبلی۔ اور امام غزالی کو کافر کہا گیا۔ (انوار احمدیہ ص ۷) اور امام ربانی محمد دلف ثانی کو بھی کافر کہا گیا۔ اور ان کی توہین کی گئی (ص ۲۰ انوار احمدیہ) شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں لقد وقع لنا۔ اہم ہمیں اور ہماری طرح اور بہت عجیب عارفوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جب ہم نے معارف و اسرار کا اظہار کیا۔ تو ان مولویوں نے ہمیں زندیق کہا اور سخت ایذا میں پہنچا دیں اور ہم اس رسول کی طرح ہو گئے جس کی قوم نے تمکذیب کی اور بہت عقوڑے لوگ اس پر ایمان لائے اور سب سے سخت دشمن بن گئے وہ لوگ ہیں جو اپنے مشائخ کے مقلد ہیں۔

(الیواقیت و الجواہر جلد ۲ ص ۳)

اور امام ابو حنیفہ کو بدعت کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور انہیں قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے اور امام شافعی کو اہل عراق و اہل مصر سے سخت تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور امام مالک پر تو اس حد تک ظلم کیا گیا۔ کہ پچیس سال تک جمعہ اور جماعت میں شامل نہ ہو سکے اور امام احمد بن حنبل کو قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔ اور امام بخاری کو بخارا سے جلا وطن کیا گیا۔ (ہدیہ مجددیہ ص ۷۷)

غرضیکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں گذرا جس کا علماء و علما ہر نے مقابلہ نہ کیا ہو۔ لیکن آخری زمانے کے علماء کے متعلق تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ وہ بدترین مخلوق ہوں گے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

”سوء بڑے بڑے فقیہ پر بڑے بڑے مدرس پر بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری خدا پرستی

کا بجا رہے ہیں۔ روغن تائید باطل تقلید مذہب تعقید مشرب۔ میں مخدوم عوام کالا نام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چند ہی شکل از برائے اکھ ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم کار و کردار فقط اسی حد و کینہ کے لیے ہے۔ نہ خدا کے لیے نہ امام کے لیے نہ رسول کے لیے۔

(اقترب الساعۃ ص ۸)

پھر کہتے ہیں :-

”اب تو اس کا پل ٹوٹ گیا ہے نفی شرک و بدعت، منہ تعلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن قسہ کبھی اڑتا ہے ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے۔ حق کو باطل باطل کو حق ٹھیراتا ہے یہی قنہ سبب اعظم ہے غربت اسلام و قرب قیامت کا۔“

(اقترب الساعۃ ص ۸)

چنانچہ آج کل کے علماء کی کتب زیادہ تر تکفیر بازی سے ہی پر ہوتی ہیں۔

مولوی احمد رضا خان سرگودہ علماء بریلی نے اپنی کتاب حمام الحرمین ص ۲ میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے عقائد کو ذکر کر کے لکھا ہے۔

کلام مرتدا و ن با جماع الاسلام۔

کہ یہ تمام علماء اور ان کے تبع با جماع اسلام مرتدا و خارج از اسلام ہیں۔ اور اس فتویٰ پر علماء حرمین شریفین اور مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہر یہ ثبت ہیں۔ پھر ان کی کتابوں کے حوالے سے کترین وجوہ تکفیر بیان کی ہیں۔ ختم نبوت کا انکار۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی توہین۔ تیسرے امکان کذب باری کہ خدا جھوٹ بول نکلتا ہے۔

اور جھوٹا مال بر شرک و مال کے ص ۱۰۳-۱۰۴ میں مولانا اسماعیل شہید کے متعلق لکھا ہے۔

فلا شک ولا شبهة فی کفرہ و ردتہ د کفر معاوینہ و من شک فی کفرہ و ردتہ کفر کر اس کے اور اس کے مددگاروں کے کفر و ارتداد میں شک و شبہ نہیں ہے اور جو اس کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے اور ص ۱۱ میں اس فتویٰ کو با جماع علماء و مفتیان مکہ و مدینہ و ہندوستان لکھا ہے۔

اور چابک لیٹ براہ کدیت مضقہ مولانا محمد ظہیر حسن صاحب اعظم گڑھی اعلیٰ مدرس مدرسہ جامع العلوم معمر نیکور ص ۳۵۱ میں لکھا ہے۔

”اسماعیل دہلوی زاکا فرقتا۔ (۲) گنگوہی۔ دیوبندی۔ نانوتوی۔ ابلیشی۔ محتاوی۔ وغیرہم وہابی کلمے مرتد ہیں جو کذب الہی ممکن ہے الحمد ہے۔ تقویۃ الایمان وغیرہ۔۔۔ معیار الحق تصنیف تدریجین دہلوی۔

نخبر الناس تصنیف نافونوی۔ براہین قاطعہ تسنیف گنگوہی وغیرہ جملہ نجات انہوی سب کفری بول
نہیں ترانہ بول ہیں جو ایسا نہ جانے نہ مذہبی ہے جو باوصف الملاح اقبال ان میں سے کسی کا منفقہ ہوا بلین کا بندہ
جہنم کا کندہ ہے۔ اور ان سفہاء اور ان کے نظراء تمام ضیاع۔ جو شخص ان لحدوں کی حمایت اور موت و رعایت
کرے ان کی ان باتوں کی تصدیق تحین توجیہ تاویل کرے وہ عدد خدا دشمن مصطفیٰ ہے غیر مقلدین سب بے دین
کے شیاطین پورے ملائین ہیں ۛ

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے قبیح یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی اور چشتیہ اور قادریہ
و نقشبندیہ و مجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔

(جامع الشواہد ص ۲ بحوالہ کتاب اعتصام السنتہ مطبوعہ کانپور ص ۸)

نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں :-

”مقلدین پر الملاق لفظ مشرکین کا۔ تقلید پر الملاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے۔ دیتا میں آج کل اکثر لوگ یہی
مقلد پیشہ ہیں و مایہ من اکثرہم الا وہم مشرکون یہ آیت ان پر بخوبی صادق ہے۔“
(اقترب الساعۃ ص ۱۲)

”غیر مقلدوں سے مخالفت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آتے دینا ممنوع ہے۔
ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔“ اس فتویٰ پر ۵۲ علما کے دستخط ہیں۔ (جامع الشواہد ص ۸)
”پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔“

(انتهام المساجد ص ۷)

اور علما اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بجز و مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر اور ارتداد کے فتویٰ
دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے ۛ (انتهام المساجد ص ۸)
پس کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس پر کفر و ارتداد کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔ اجماعیت جو غیر مقلد ہیں انہیں
مقلدوں نے کافر اور مرتد کہا ہے اور خود اجماعیت نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے اسی طرح غیر مقلدوں نے
مقلدوں کو مشرک اور کافر اور مرتد کہا ہے۔ اور پھر غیر مقلدوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے۔ اور علما و دیوبند
پر تو علما و حرمین کا فتویٰ لگا ہوا ہے۔ اور یہ سب فتاویٰ شائع شدہ ہیں۔

ان کے علاوہ سید سید محمد خان صاحب علی گڑھی امدان کے ہم خیال لوگوں پر بھی کافر اور مرتد ہونے
کے فتویٰ علما کی طرف سے لگ چکے ہیں۔ اور فتویٰ دینے والے یہی علما و دیوبند اور اہل سہارنپور اور دہلی اور

لکھنؤ اور تمام پنجاب اور ہندوستان کے ہیں۔ اور انہی تک محدود نہیں۔ بلکہ مغتیاں عرب شریف بھی اس ثواب میں شریک ہیں۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ ان کا گروہ کافر اور بے دین اور ملحد اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔ اس واقعہ کو خواجہ حالی نے سرسید احمد خان کی لائف میں خوب بسط سے لکھا ہے۔ چنانچہ چند فقرات ان کے ”حیات جاوید“ سے یہاں نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ پنجاب و ہندوستان کے رسائل اور جرائد کا ذکر کر کے جن میں فتاویٰ شائع ہوئے لکھتے ہیں۔

”ان میں سرسید کو ملحد۔ لاد مذہب۔ کربٹان۔ نیچری۔ دہریہ، کافر، دجال، اور کیا کیا خطاب دیئے گئے ان کے کفر کے فتوے پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہرباں اور دستخط کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سرسید کی کفر پر سکوت اختیار کرتے تھے ان کی بھی تکفیر ہونے لگی۔“

(حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۵)

پھر کہتے ہیں کہ ”مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں۔ کیا سنی۔ کیا شیعہ۔ کیا مقلد کیا غیر مقلد۔ کیا وہابی کیا بدعتی۔ سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں کی مہرباں یاد دستخط ہیں۔“

اور ص ۲۸ پر مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتویٰ کا خلاصہ لکھا ہے کہ ”یہ شخص منال اور معصل ہے بلکہ اہلس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اخوا کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ ضرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیے۔ اگر دلاۃ اسلام میں کوئی صاحب غیرت ہو۔“

اور پھر مدینہ منورہ کے فتوے کا خلاصہ یہ ہے۔

”جو کچھ در مختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہو گیا ہے۔ یا زندقہ ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔“

اور ص ۲۸ میں حرمین شریفین کا علی گڑھ کالج کے متعلق فتویٰ درج کیا ہے کہ ”یہ مدرسہ جس کو مذاہر بلو اور اس کے بانی کو ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔“

ان مولویوں کی حالت یہاں تک تکفیر میں بڑھ گئی ہے کہ نہایت ادنیٰ اور معمولی بات پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مجتہد صالح بن المہدی القبطی المتوفی ۱۱۰۸ھ نے اپنی کتاب العلم الشامع مطبوعہ مصر

ص ۳۲ میں مکہ مکرمہ کے دو واقعات لکھے ہیں۔

» ایک شخص نے ایک مولوی کے پاس جو تارکھ دیا تو اس نے کہا تو کافر ہو گیا۔ کیونکہ تو نے علمائے عزت کا پاس نہیں کیا اور ایسا کرنا شریعت کی امانت ہے پھر رسول کی اور پھر خدا کی جس نے اسے بھیجا۔ دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک حکومت کے ملازم نے کسی پر ظلم کیا تو مظلوم نے کہا یہ ظلم ہے۔ سلطان کے امر و رضا سے نہیں ہو سکتا تو اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس حکومت کا ملازم ہوں جو سلطان کی طرف منسوب ہے۔ پس تو نے سلطان کو ظلم قرار دیا اور اس کی توہین کی حالانکہ از روئے شریعت اس کی تعظیم کرنا ضروری تھی۔ اس لیے تو کافر ہو گیا تو اس کو گرفتار کر کے قاضی کے پاس لائے۔

تو قاضی نے اس پر استدلال کا حکم لگایا اور اس سے دوبارہ اسلام کی تجدید کرائی کیونکہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری امت کے فقہاء اور علماء یہود کی پیروی کریں گے۔ پس جس طرح نفیہوں اور فریبیوں نے مسیح علیہ السلام کو کافر اور مرتد قرار دیا۔ اسی طرح ضروری تھا کہ اس امت کے فقہاء اور مولوی بھی مسیح محمدی کو کافر قرار دیتے اور آثار سے ثابت ہے کہ ہمدی اور مسیح کو کافر کہا جائے۔ اور یہ بھی ضروری تھا کہ سب مل کر کفر کا فتویٰ دیتے کیونکہ آنحضرت صلعم فرما چکے تھے کہ نبی اسرائیل کی طرح میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک ناجی ہو گا جس کی تعریف رسول اللہ صلعم نے فرمائی۔ **ہی الجماعۃ** (مشکوٰۃ ص ۱۹) کہ خیر دار رہو۔ وہ ایک خاص جماعت ہوگی یعنی مسلمانوں کے تفرق و تشتت کے وقت وہ ایک امام اور نظام کے تحت ہو گئے اور ناجی فرقہ کو بہتر فرقوں کے مقابلہ میں رکھ کر بتا دیا ہے کہ بہتر فرقے اس کے مخالف ہوں گے اور یہ کہنا کہ الجماعۃ سے مراد اہل سنت والجماعہ ہیں اور حنفی۔ شافعی۔ اہل جنبدی وغیرہ ان بہتر فرقوں میں سے نہیں ہیں غلط ہے۔ حیا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔

» اس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ امام۔ کنارہ کشی کا زمانہ ہے ۷

(اقرب الساعۃ ص ۵۶)

اور بہتر فرقوں کے متعلق لکھتے ہیں:-

» پس حقیقت درین وقت منحصر در ایشان است و مقلدین ائمہ اربعہ و ظاہرہ و الجہدیت ہمد از ایشان اغذ

(جمع الکلام ص ۳۶)

اور آثار سے بھی ثابت ہے کہ ہمدی و مسیح کو کافر کہا جائے گا۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں جمع الکلام ص ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ ہمدی علیہ السلام جب سنت کو رائج کریں گے اور بدعت کا ازالہ فرمائیں گے تو

اس کے زمانہ کے مولوی جو تقلید کے عادی اور اپنے بزرگوں کی اقتداء کے فخر ہوں گے اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ تو ہمارے دین کو خراب کرتا ہے اور سب اس کی مخالفت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے اور کفر کے فتوے دینے کے عادی ہونے کی وجہ سے اسے کافر اور گمراہ قرار دیں گے۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی باتوں کا علماء غلو اہل انکار کریں گے اور مخالف کتاب و سنت جائیں گے۔

چونکہ بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا ہے اس لیے علماء اور فقہاء کا آپ کو دین کا خراب اور تباہ کرنے والا قرار دینا اور کافر و مرتد کہنا بھی کسی طرح قابل قبول نہیں ہے اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ علماء اپنے علم پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔

پس مرزا صاحب کے متعلق جو دھوبی صدی کے علماء کی شہادت نہ قرآن مجید کی رو سے نہ حدیث اور مستند آثار کی رو سے قابل قبول ہے کیونکہ ایسے ہی علماء کے متعلق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مولویوں کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ بڑے درجہ کے ماسداور بغض رکھنے والے ہوتے ہیں۔

نیر اس لیے بھی ان علماء کی شہادت کی کوئی وقعت نہیں رکھتی کہ فریق مخالفت نے جرح کے جواب میں صاف اقرار کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں بلکہ صرف وہی عبارات دیکھی ہیں جو اعتراض کیا ہے۔ اس اصل کو بھی تسلیم کیا ہے کہ کسی کا عقیدہ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھا جائے اور پھر اس پر حکم لگایا جائے گا لیکن فریق مخالف کے گواہان نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتابیں سوائے ان عبارات کے جن پر اعتراض کئے ہیں مطالعہ نہیں کیا اس لیے ان کی شہادت قابل قبول نہیں ہو سکتی تھیں۔

علماء غلو اہل نے جن کی تکذیب بازی کا کچھ نمونہ بیان کر چکا ہوں ان کی شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب ضرور دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور جو ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور ایسے شخص کا جو مذکورہ بالا وجہ کفر پیدا کر کے کافر ہو جائے اس کا فوراً نکاح بغیر قضا و قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے اور اگر بدستور اس حالت میں نزن و شوئی کے تعلقات قائم رکھیں تو جو اولاد ہوگی وہ بھی انساب بہ ہوگی بلکہ اولاد زنا کا پلنگی۔

ان کی شہادتوں کے مقابلے میں مسلمان لیڈروں اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اشخاص اور ایڈیٹران اخبار اور دیگر سینکڑوں معزز لوگوں کی شہادتوں کو جن میں انہوں نے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی تعریف کی ہے۔

اور ہمیں باوجود ہمارے عقائد پر اطلاع رکھنے کے سلطان کہا ہے اور اس کی اسلامی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے چھوڑتا ہوا صرف حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم ریٹس چاچراں کی شہادت جہیں سندھ بلوچستان اور پنجاب اور ریاست بہاولپور کا حصہ کثیر اور اعلیٰ حضرت نواب صاحب ریاست ہذا اپنا پیرومرشد مانتے ہیں پیش کرتا ہوں۔ اور جو اشارات فریدی کے جز و سوم میں درج ہے جس کے مؤلف مولانا رکن الدین ہیں جن کے متعلق سوانح عمری حضرت فرید ثانی مطبوعہ رنگین پریس دہلی کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔

”مولانا رکن الدین صاحب جامع مقامیں المجالس المسی بہ اشارات فریدی قوم سے پرہار ۱۱ رجب ۱۲۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۲۹۷ھ حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہوئے ۱۳۰۷ھ میں حج مکہ گئے ۱۳۱۷ھ میں دستار فضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلوک ہوئے رات کو مشغول بحق رہتے تھے دن کو غفلت تو لپی کرتے اتنا مالِ الہی سے آٹھ برس کی محنت میں دو لاکہ کا انجام ہوا۔ ۱۳۱۸ھ میں خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے اور اشارات فریدی جلد ۲ جناب خواجہ محمد بخش صاحب کی (جو حضرت خواجہ غریب نواز کے فرزند ارجمند ہیں) اجازت سے طبع ہوئی ہے اس اشارات مقبوس ۲۷ میں باقی : سلسلہ احمدیہ مرزا صاحب کے متعلق حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ فرمان لکھا ہے۔

”فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا عزوجل میگذارند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن میکنند یا دیگر شغل اشغال سے نایند۔ و بر حمایت دین اسلام چنان کمر ہمت بستہ کہ نہک زمان لکھن رانیز دعوت دین محمدی کردہ است و بادشاہ روس و فرانس و غیرہ ہم را ہم دعوت اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او در این است کہ عقیدہ تثلیث و صلیب را کہ سراسر کفر است بگذارند۔ و بہ توحید خداوند تعالیٰ بگردند و علماے وقت را بہ بینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذارند۔ صرف در پیے این چنین یک مودکہ اہلسنت و جماعت است و بر صراط مستقیم است و راہ ہدایت سے نمایند افتادہ اند و بروے حکم پھیرے سازند۔ کلام عربی و عربیہ بینید کہ از طاقت بشریہ خلعت است و تمام کلام ادا از معارف و تحقیق و ہدایت است و از عقائد اہلسنت و جماعت و ضروریات دینی ہرگز منکر نیست۔“

(اشارات فریدی جز و ثالث ص ۶۹، ۷۰)

فرقی مخالفت نے جو وجہ تکفیر پیش کی ہے۔ وہ ضروریات دین کے منک ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے اس امر کی تردید کی کہ وہ ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے۔ اور ایسا جوش و کھلاش گے اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کر ڈالتے مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید نے پرہیزگاری کا نور دکھایا۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالآخر کرے آمین۔ اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی۔ میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گزر جائے گا۔ اور دوسرا زمانہ آئے گا۔ اور خدا اس زمانے کے لوگوں کو آنکھیں دے گا اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعاء خیر کریں گے۔ جنہوں نے مجھے پاکر میرا ساتھ دیا ہے۔ سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گزر جائے گا۔ اور ہر ایک غافل اور منکر اور کمذب وہ حشر میں ساتھ لے جائے گا جس کا تدارک اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔

(ضمیمہ انجام آٹھ ص ۳۵)

پس یہ دو شہادتیں ہیں۔ ایک مولویوں کی شہادت کہ مرزا صاحب کافر مرتد ہیں اور ضروریات دین کے منکر ہیں۔ جو ہمارے نزدیک غلط اور خلاف واقعہ اور دوسری شہادت خواجہ غلام فرید صاحب کی ہے جس کے مطابق ہمارا مذہب اسلام ہے۔ ابد ہم ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ اور بقول مرزا صاحب یہاں تک وہی اقرار کرتے ہیں۔

کہ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المسلمین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں!
سارے محکوموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی خدا

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۷۷)

خلاصہ بیان یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور تمام ان امور کا جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلیم سے یقینی طور پر ثابت ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری طرف خلاف اسلام عقائد منسوب کرتے ہیں۔ ان سے ہم بیزار ہیں۔ اور جو وہ کفر فرقی مخالف نے پیش کی ہیں ان کا جواب خلاصہ مندرجہ ذیل ہے قرآن مجید اور حدیث بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے۔ کہ وحی امت محمدیہ میں جاری ہے اور صرف انبیاء سے ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔ اور ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ انہیں طریقوں سے اولیٰ ہے۔ بھی کلام کرتا ہے۔ جن طریقوں سے انبیاء کے ساتھ اور فرشتوں کا فہرہ ول بھی انبیاء کے کلام سے مخصوص نہیں اسی طرح غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی ہو جاتی ہے۔ جس میں امر وہی ہوتے ہیں۔

اور غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی وحی جس میں نئے دوا مرد و نواہی ہوں جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں بند ہے۔ اور احمدی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم النبیین ہونے کی منکر نہیں۔ بلکہ اُسے ایمانیات سے جانتی ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مثل حضرت علی و حضرت عائشہ نے خاتم النبیین کا یہ مطالبہ نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ اور اسی طرح پر سلف صالحین مثل شیخ محمد بن ابی الدین ابن عربی اور مولانا روم اور ملا علی قاری نے خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے ہیں کہ شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا۔ اور اگر کوئی متحمل تاویل کرے۔ تو کافر نہیں ہوگا۔ اور خاتم النبیین کے معنی کو آپ کے بعد مطلقاً کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ اس پر صحابہ کا کوئی اجماع نہیں ہوا۔ اور خاتم النبیین کی آیت اور اس کے سوا جس قدر آیات اور احادیث فرقی مخالف نے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ان سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ علماء نے لاجبی بعدی کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو حضور کی شریعت کا نسخ ہو۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ مرزا صاحب نے اپنی جن کتابوں میں وحی اور نبوت کا انقطاع مانا ہے۔ اس سے مراد شریعت دالی وحی اور نبوت ہے

مطلی اور بروزی اصطلاحات کا مقرر کرنا شریعت کے خلاف نہیں ان کے صرف یہ معنی ہیں کہ آپ نے سب فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل کیا ہے۔ مرزا صاحب نے شریعت جدیدہ لانے کا دعوے بھی نہیں کیا۔ اس دعوے کو آپ کفر سمجھتے ہیں تجدید کے طور پر قرآن شریف کے بعد ا۔ مراد وہی کا کسی بزرگ پر نازل ہونا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حضرت مسیح موعود کو کبھی جیغی نبی۔ بمعنی صاحب شریعت نبی نہیں کہا۔ حضرت مسیح موعود کا اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا اور ماہوار چند دینے وغیرہ کا حکم دینا وغیرہ شریعت کے خلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی نبی آسکتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت قیامت اور نفع صور پر اعتقاد رکھتی ہے۔ اور آپ نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ بلکہ تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اپنی جماعت کو اپنی منفرد کتب میں تمام رسولوں کو ماننے کی تاکید کی ہے۔ اور جو باتیں فریق مخالف نے انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لیے بیٹھی کی ہیں۔ وہ ایسی نہیں کہ جن سے کہ توہین ثابت ہوتی ہو بلکہ اس سے بڑھ کر علما اہلسنت حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے حق میں الفاظ استعمال کر چکے ہیں اور خود مولیوں نے حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو سب سے پہلے کافر کہا اور آخر میں پھر کہتا ہوں ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں۔

سن کر درست تسلیم کیا۔

دستخط محمد اکبر جج۔ ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء۔ مطابق ۱۲ رجب ۱۳۵۱ھ

جرح بر بیان جلال الدین صاحب شمس گواه عبد الرزاق مدعا علیہ

یکم لغایت ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء

یکم مارچ ۱۹۳۳ء

جرح گواہ مدعا علیہ جلال الدین شمس۔

بازار صالح

ہماری جماعت کو لوگ قادیانی یا مرزائی کہتے ہیں۔ احمدی اور غیر احمدیوں میں یعنی قزعات میں ہی فرق ہے۔ اور ایک لحاظ سے اصولی رنگ میں ہی فرق ہے۔ حکیم نور الدین صاحب ہماری جماعت میں خلیفہ ادل ہے۔ کتاب نہج المصلیٰ کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ ایک شخص محمد فضل احمد۔ احمدی کی تسمیہ شدہ ہے۔ اس کتاب کے مائیل پیچ پر مصنف نے اس کے نام لکھنے کی جو وجہ درج کی ہے۔ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے کشف کے مطابق یہ نام رکھا ہے۔ جس کشف کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۷ پر یہ درج ہے۔ کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ اور اس میں عبارت کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایمان لائے ہیں۔ میں پیدائشی احمدی ہوں سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکا ہے۔ وہ سب کا سب میری نظر سے نہیں گذرا۔ فقہ حنفی سے اگر یہ مراد ہے کہ جو کچھ حنفی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ ان سب باتوں کے ہم باند ہیں تو نہیں۔ لیکن جو باتیں اس فقہ میں قرآن اور حدیث کے زیادہ قریب ہوں تو ہم اس کو لیں گے۔ کتاب نہج المصلیٰ جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے۔ کہ صفحہ ۱۳ میں یہ عبارت درج ہے۔ اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ہو۔ اور قرآن میں اور کہ لغت میں مل کے۔ تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں دلالت کرتی ہے۔ مرتد سے وہ شخص مراد ہے۔ جو مسلمان ہو اور پھر وہ اسلام سے انکار کر دے۔ اس میں اختلاف ہے۔ کہ کسی کسی عقیدہ کا انکار باعث ارتداد ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ایسے عقیدہ کا انکار کر لیتا ہے جو اس کے لیے باعث خروج اسلام ہوتا ہے۔ وہ مرتد ہو گا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا۔ باعث ارتداد ہے۔ یا فرشتوں کا انکار کرتا ہے۔ جو شخص جان بوجہ کہ انبیاء کی توہین کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں مسلمان نہیں رہتا۔ مرتد سمجھا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال کرے جو توہین انبیاء کے محمول اور ان کا قائل تصریح کرے۔ کہ اس کی مراد ان الفاظ سے توہین انبیاء نہیں ہے۔ تو وہ مرتد نہیں ہو گا۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک توہین انبیاء کے الفاظ کی تاویل ہو سکتی ہے۔ اور میرے نزدیک

اس شخص کو کفر سے بچانے کے لیے وہ تاویل قبول کی جائے گی۔ مجھے اس وقت اہل سنت والجماعت کی کتابوں کا کوئی حوالہ مستحضر نہیں ہے کہ جس کو میں اس وقت، اپنی تائید میں پیش کر سکوں۔ مرتد کی جو تعریف میں نے ائمہ بیان کی ہے۔ وہ جو کچھ میں قرآن مجید اور احادیث سے سمجھتا ہوں۔ وہی بیان کی ہے چنانچہ مرتد کی یہ تعریف قرآن شریف کی حسب ذیل آیت سے اخذ ہوتی ہے۔ ومن یدتد عن دینہ ... الخ۔ المرتد جو تکہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اس لیے اس کے ساتھ اسلامی معاملات ترک کر دیئے جائیں گے۔ نکاح اسلامی معاملہ ہے غناز اسلامی معاملہ ہے۔ جبر کی بیعت کرنا اسلام میں داخل ہے اس کی بیعت بھی اسلامی معاملہ ہوگی اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے۔ تو اس کے متعلق عام فتویٰ یہی ہے کہ اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔

مرزا صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہو جانا ارتداد میں داخل ہے۔ میں احمدی جماعت کا مبلغ ہوں قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے جائز نہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر کے لیے ضروری ہے کہ عربی زبان کا علم ہو۔ احادیث سے واقفیت ہو۔ اور دیگر بھی کئی علوم۔ اس کے معاون ہو سکتے ہیں مثلاً صرف نحو وغیرہ احادیث کے علم کے علاوہ فقہ۔ علم المغائذ۔ اصول فقہ۔ اصول حدیث۔ علم المعانی وغیرہ تفسیر کے معاون ہو سکتے ہیں۔ کتاب مقدمہ بہادپور میں نے لکھی ہے۔ اور قادیان کے بک ڈپو تالیف و اشاعت سے شائع ہوئی ہے۔ اس پر جو نوٹ الفاظ ذیل جو بالانصاف حکام اور خدا ترس ایمان ریاست بہادپور کے خور و زور کے لیے شائع کیا گیا۔ یہ بھی بک ڈپو والوں نے لکھوائے ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں جو نوٹ ہے وہ درست ہے کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۲۲ پر یہ الفاظ ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی تھوٹا ثابت ہو جاوے۔ تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے کسی سچے نبی کی دعوت تبلیغ کے بعد اس پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔ مرزا صاحب سچے نبی ہیں۔ احمدی غیر احمدی سے اپنی لوک کا نکاح کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ صاحبزادہ محمد شیر الودین محمود احمد سے میری بیعت ہے۔ اور وہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی ہیں۔ برکات صداقت میں ان کا پھر درج ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۳ پر یہ عبارت ہے۔ کیونکہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں وغیرہ غنائم میں قلعیات کا اختیار ہوتا ہے۔ طعینات کا نہیں میرے نزدیک قرآن مجید قطعی ہے۔ اور جو بات قرآن کے مطابق ہے۔ وہ بھی قطعی ہے۔ جو حدیث قرآن مجید کے موافق ہے وہ بھی قطعی ہے۔ یا اگر ایک شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جو

معیار صداقت کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق وہ پورا اترتا ہے۔ تو اس کی جو دنی ہوگی۔ وہ بھی قطعی ہوگی۔ اس میں اختلاف ہے کہ سلف اور خلف کا اجماع قطعی ہے۔ یا نہیں لیکن اجماع صحابہ کا قطعی ہے۔ صحابہ کے علاوہ سلف صالح کا اجماع اعتقادی اندلی اگر ہے۔ تو وہ قطعی ہوگا۔ کوئی غیر قطعی چیز ایمانیات میں داخل نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کو ماننے والوں کے دو فرقے ہیں۔ ظہیر الدین اودلی کی کوئی پارٹی نہیں ہے۔ دو پارٹیاں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ ایک مباہلہ اور دوسرے غیر مباہلہ ہیں مباہلہ کے خلیفہ حضرت بشیر الدین صاحب ہیں۔ اور غیر مباہلہ کے امیر مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ غیر مباہلہ مرزا صاحب کو ہی مانتے ہیں۔ مگر بعضی مجدد۔ محمد علی صاحب بھی مجدد اور محدث کے معنی میں مرزا صاحب کو نہیں مانتے ہیں۔ مرزا صاحب محمود احمد صاحب کی کتاب تحقیقات النبوت میرے نزدیک معتبر کتاب ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو نبی غیر قریشی نہ مانے تو وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہوگا۔ یعنی اگر وہ بالکل کسی معنی میں بھی۔ ان کو نبی نہیں ماننا اور ان کی نبوت سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہوگا۔ جو شخص شرائط بیعت میں سے کسی اعتقادی شرط سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ بیعت سے خارج ہوگا۔ نظام جماعت سے خارج ہوگا۔ جو شخص تمام ضروریات ہی کو ماننا اور ان پر عمل کرتا ہے۔ مگر مرزا صاحب کی نبوت کا منکر اور ان کی خصوصی تعلیم سے معزف ہے۔ وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ کفر کے معنی انکار کے ہیں۔ اور جو شخص مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ میں جھٹلاتا ہے۔ وہ انہیں منکر قرار دے کر ان پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے۔ اس لیے وہ ان کی تکفیر کے خود کافر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس شخص کے مرزا صاحب کے منکر ہونے سے ہی سمجھا جائے گا کہ وہ انہیں معزف سمجھتا ہے۔ یہ حدیث روایا انبیاء و وحی درست ہے مرزا صاحب کے بعد اگر کسی نبی کی ضرورت پڑی تو وہ آجائے گا۔ احمد نور کاہلی۔ عبد اللطیف جوہنوری۔ دین احمد چیمپا وطنی کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان ہے۔ یا کافر۔ البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ نبی نہیں تھے۔ مرزا صاحب کو کافر۔ کاذب۔ دجال کہنے والا کافر ہوگا۔ مدعیہ اگر مرزا صاحب کے متعلق یہی اعتقاد رکھتی ہے تو وہ کافر ہوگی۔ لیکن اس کا پہلے کا نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اہل کتاب ہے۔ جب کہ مدعیہ مرزا صاحب کے متعلق کسی رائے کے ظاہر کرنے سے قبل عام مسلمانوں کے عقیدہ پر تھی۔ جو پہلے سے مسلمان ہیں اس وقت وہ کافر ہی سمجھی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت تک اس کی طرف سے انکار کے سوا اور کوئی اقرار ثابت نہیں ہوا۔ دوسرے مسلمانوں کا یہی اگر انکار ثابت ہوگا۔ تو وہ بھی اس طرح سمجھے جائیں گے۔ دو میاں بیوی میں سے جو پہلے احمدی تھے۔ ایک فریق اگر غیر احمدی ہو جائے۔ یعنی احمدی اعتقاد چھوڑ دے تو اس کا نکاح باقی

رہے گا۔ کتاب الزوار خلافت میں مرزا محمود صاحب کی تفسیریں درج ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۰ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے نیچے نماز نہ پڑھیں کتاب آئینہ صداقت مرزا بشیر الدین صاحب کی کتاب ہے۔ میں اس مقدمہ میں پہلے بحقیقت مختار مدعا علیہ پر دلیا کرتا رہا ہوں۔ مرزا صاحب کو۔ جو کوئی شخص ایسا تشربی بنی مانے جو اسلامی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ چاہے سالم یا کسی حصہ کو اور اس کی جگہ نئی شریعت بتلائے۔ وہ کافر ہے۔ اگر کلمہ طیبہ کے ساتھ اگر لفظ کلمہ ہے۔ کوئی شخص یہ کلمہ بھی پڑھ دے کہ احمد نبی اللہ صی تو اس کے متعلق قائل کی حیثیت سے فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ اگر قائل پہلے حکم کو منسوخ کر کے اس حکم کو اس کی جگہ دیتا ہے۔ تو وہ مسلمان نہیں اور اگر اس لحاظ سے پڑھتا ہے۔ کہ وہ احمد کہ نبی اللہ سمجھتا ہے۔ اور اسے مستقل حکم قرار نہیں دیتا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ چاہے احمد سے مراد مرزا غلام احمد صاحب بھی ہو۔ اگر اسے وہ مستقل حکم قرار دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ امارت متعارفہ میں اگر کسی طرح بھی منطبق ہو سکے۔ یا ایک کو دوسری پر ترجیح نہ دی جاسکے۔ تو وہ دونوں ساقط ہوتی ہیں۔ ان دونوں میں سے اگر کوئی حدیث قرآن مجید کے موافق ہے۔ تو اسے لیا جائے گا۔ اور مخالف کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل میں ایک حدیث ہے۔ وہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس میرے بعد بہت سی احادیث ہو جائیں گی۔ جب تمہارے پاس کوئی حدیث بیان کی جاوے۔ تو اسے قرآن مجید پر عرض کرو۔ اور جو اس کے موافق ہو۔ اسے لے لو۔ اور جو اس کے مخالف ہو اسے رد کرو۔ یہ حدیث کتاب توضیح تلویح اور اصول الشاشی میں ہے یہ دونوں کتابیں اصول فقہ کی ہیں۔ صحیح مسند کی بعض احادیث، معتبر ہو سکتی ہیں۔ اور ایسی احادیث کو ائمہ نے لیا ہے۔ اصول احادیث میں یہ بات مذکور ہے کتاب شرح نجفہ الکفر میں ہے۔ صفحہ ۹ ظلم ہشور۔۔۔۔۔ اجلا کتاب الحجاز احمدی مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ہاں تاثری طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ اور میری وجہ کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم رد کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ قرآن کی رو سے جو تعریف رسول کی ہے۔ اور وہی نبی کی ہے۔ اور رسول اسے کہا گیا کہ جس پر خدا کی طرف سے کثرت سے اظہار غیب ہو کتاب حقیقت النبوة کے ص ۱۲۶ پر حسب ذیل الفاظ ہیں۔ خدا کی اصطلاح میں نبی کہتے ہیں۔ خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مقامات و مقامات جن میں اکثر غیب کی چیزیں دی گئی ہیں۔ اور اس میں مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت ص ۲۲۵ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ انہی مستون میں ہوا

ہے۔ خاتم النبیین کے الفاظ میں جو النبیین کا لفظ نبی کی جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس میں وہ معنی بھی پائے جاتے ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔

مرزا صاحب قرآن کے معنوں کے لحاظ سے جو نبی کی تعریف میں اوپر بیان ہوئے ہیں۔ حقیقی نبی ہیں لیکن ان معنوں کے لحاظ سے کہ آپ تے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے اس مرتبہ کو پایا ہے۔ اور بنیہ شریعت کے تشریف لائے ہیں۔ اس لیے مجازی نبی ہیں۔ کتاب حقیقت النبوة ص ۱۸ پر درج ہے کہ پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ نبی ظلی۔ بروز ی۔ تشریف۔ غیر تشریفی کی اصطلاحات میں سے تشریفی اور غیر تشریفی معنوں قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن ظلی اور بروز ی کے الفاظ قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ احمدی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اصولاً بھی اور عملاً بھی مسلمانوں کی مسجدوں میں احمدی علانیہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فتویٰ بھی اس طرح ہے۔ اور واقعہ بھی۔ غیر احمدی مسلمان کی نماز جنازہ احمدی نہیں پڑھتے۔ احمدی سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو ہیں کتاب الارصادقت ص ۹۳ پر ہے کہ اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔

پس غیر احمدی کا کچھ بھی غیر احمدی ہے اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے۔ غیر احمدی مسلمان احمدیوں کے قبرستان میں میرے خیال میں دفن نہیں ہو سکتا ہے۔ وہی نبوة سے اگر مراد تشریفی نبوة ہے۔ اور بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرآتو الای وی بند ہے۔ اس کے سوا اگر وہی نبوة آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے وہی نبوة غیر تشریفی ہو تو وہ جاری ہے۔ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں جو الفاظ النبیین اور نبی استعمال ہوئے ہیں اس میں سے لا نبی بعدی میں۔ نبی کا لفظ اس تخصیص سے استعمال ہوا ہے کہ ایسا نبی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفت ہو۔ یا جو کہ آپ کی اتباع سے فیض یافتہ نہیں۔ اور جو شرعی ہو اور خاتم النبیین میں لفظ نبی ایک معنی کے لحاظ سے تعلیم ہے۔ اور ایک معنی کے لحاظ سے تخصیص۔ قرآن کے الفاظ دونوں معنی میں لیے جا سکتے ہیں۔ اور اس جگہ بھی قرآن کے الفاظ دونوں معنی کے متعلق ہیں۔ کتاب، ایام الصلح مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے ص ۱۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اس میں اصل کلام کی طوٹ خور کرتا ہوں۔ لیکن ختم النبوة کا کمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں ہی نفی عام ہے۔۔۔۔۔ گستاخی ہے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے۔۔۔۔۔ نبوة کی دہی ہوگی۔ محی الدین ابن عربی مجدد الف ثانی

امام عبدالوہاب شمرانی - شیخ عبد القادر جیلانی - مسلمہ بزرگ، میں - مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
دفتر اول کا حصہ دوم جو پیش کیا گیا - اس کے صفحہ ۱۰۰ پر یہ عبارت ہے -

کلام محمد عربی علیہ السلوٰۃ والہام درکار است - نہ کلام محی الدین ابن عربی بساختہ
است - مجدد صاحب کے مکتوبات دفتر سوم ص ۸ پر حسب ذیل عبارت ہے - سادہ کشود، و ظہور سود
مثالی

کتاب شانی جلد ۳ ص ۲۹ پر حسب ذیل عبارت ہے - فقد نقل ان هو ذالک

یعنی کہ حضرت محی الدین ابن عربی سے نقل ہے کہ اس نے کہا کہ ہماری کتابوں میں نظر کیا حرام ہے - کتاب
قتوحات مکہ میں نے بالاستیعاب مطالعہ میں کی اس کی چار جلدیں ہیں کتاب الیقوت، والجمہار میں نے ایک
دفعہ سالم پڑھی ہے - میں نے اپنے بیان میں اس کتاب کے جو حوالہ جات دیے ہیں وہ کتاب دیکھ کر دیئے
ہیں - ایمان لانے کے لیے جو امور ضروری تھے وہ میں نے اپنے بیان میں بتا دیے ہیں - دوسری باتیں
ان کے تحت میں آجاتی ہیں - حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ منجرائی الشریک ہے - اور مرزا صاحب کی تعلیم کے
بعد اب اس عقیدہ پر مشرکانہ کا لفظ ایک معنی کی رو سے اطلاق پاسکتا ہے - اس وجہ سے کہ یہ عقیدہ
منجرائی الشریک ہے - اور اگر ایک شخص مسلمان ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے تو اس پر مشرک کا لفظ ان معنوں
میں استعمال نہیں ہوگا - جن معنوں میں مشرک کا لفظ شریعت میں استعمال ہوا ہے - بغیر عقیدہ رکھنے کے
زمانہ سے یہ کہہ دینا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں - یا نہیں مرے - ان معنوں میں جو اد پر بیان کیے گئے ہیں -
شرک نہیں - لیکن اگر سمجھائے کہ بعد اد پر یہ بتا دینے کے بعد کہ ان الفاظ کے استعمال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے اور
وہ شرک کی طرف سے جانے والا ہے - اس لحاظ سے اس پر مشرک کا لفظ اطلاق پاسکتا ہے - لیکن اس
پر وہ احکام جو شریعت میں مشرک پر جاری ہوئے - جاوی نہیں ہوں گے - کس عبارت پر فتویٰ مختلف
توجہات کے اعتبار سے بدل سکتا ہے الاستفتاء - مرزا صاحب صفحہ ۳۹ پر حسب ذیل عبارت ہے
حتی سوا الادب - عظیم یعنی یہ کہ یہ سوہ ادب سے ہے کہ کہا جاوے کہ عیسیٰ نہیں مرے یا وفات
تہیں پائی - اور یہ تو شرک عظیم ہے - حضرت مرزا صاحب بھی حیات عیسیٰ کے مسئلہ کو ایک مدت
تک مانتے رہے - اس عقیدہ کے مطابق جیسا کہ پہلے مسلمانوں کا چلا آیا - اس وقت تک مرزا صاحب نے
دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا - کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۷ پر یہ عبارت ہے - کہ پھر میں قریباً ۱۲ برس تک جو
ایک زمانہ دراز ہے - - - - تو ہی مسیح موعود ہے اس کے پیچھے ص ۸ پر حسب ذیل عبارت

ہے۔ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی۔۔۔۔۔۔ جو تم لوگوں کا حیدرہ ہے۔ صبح موعود
نہی ہیں۔ لیکن اس وقت تک خدا نے ان پر یہ حقیقت نہیں کھولی تھی۔

سنگرد درست تسلیم کیا۔

عدالت بقیہ کارروائی کے لیے مصل کل پیش ہو۔ یکم مارچ ۱۹۳۳ء
۴ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ

شرعاً کفر کا لفظ ایمان کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ کفر کے معنی عربی زبان کی لغت کے اعتبار سے یہ
معنی لغوی ہے۔ اور اصطلاحی معنوں میں یہی مدنظر رکھے گئے ہیں۔ ایمان کی جو تعریف میں نے اپنے بیان
میں دی ہے۔ اس کی جو ضد ہے۔ وہ کفر ہے۔ یہ اصطلاحی معنوں میں ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کفر
کا لفظ مومنوں پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ کہ من یکنوا بالطاغوت۔۔۔
..... الخ یعنی جو شیطان کا کافر ہو۔ اور خدا پر ایمان لاوے کفر کی حقیقت۔ اس کی نیت کے لحاظ
سے معلوم ہوگی۔ جس چیز کی طرف اس کی نیت ہوگی۔ اس کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ کفر شرعی کا لفظ کسی
مومن کے خلاف نیت کے لحاظ سے بولا جاسکتا ہے۔ کتاب حقیقت الہوی کے ص ۱۶۳ پر سوال ۱۔ بالفاظ
ذیل ہے۔

حضور عانی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔
..... خدا اور رسول کو بھی نہیں ماننا۔ لیکن اس کے آگے کی عبارت کے پڑھنے سے یہ معاملہ
صاف ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ ایمان باللہ میں ایمان بذات اور صفات دونوں شامل
ہیں۔ اللہ کی تمام صفات پر جو قرآن اور حدیث میں بیان کی گئی ہیں۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ کتاب
فتویٰ عالمگیری میں میری رائے میں بعض فتویٰ صحیح ہیں اور بعض صحیح نہیں۔ فتویٰ عالمگیری کی جلد ثانی ص ۱۵۸
مطبوعہ مطبع نوکلشور بریدہ کہا ہے۔ کہ وہ شخص کافر ہو گا جو خدا تعالیٰ کو ایک ایسی چیز کے ساتھ موصوف
کرے کہ وہ اس کی شان کے لائق نہیں۔ یا خدا تعالیٰ کے کسی نام کے ساتھ نہیں کرے۔ یا اس کے کسی حکم
سے اس کی جو عہدہ عہدہ انکار کرے۔ یا اس کا شریک بنائے یا بیٹا بنائے یا بیوی بنا لے یا اسے جہل

اد پر بیان کئے گئے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے متعلق ہیں۔ اور ان میں یہی خدا کو ہی خطاب کیا گیا ہے۔ کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۵۸ میں الفاظ ہیں۔ اسی خط میں اس کی تشریح کی ہے۔ پکارا نہیں جاتا۔ یہ حوالہ ایک دوسرے شخص کے خط کے الفاظ کو نقل کیا جا کر اس کے جواب میں ہے۔ مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ اس میں ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ آگے کی عبارت سے ظاہر ہے۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم پر حسب ذیل عبارت ہے۔ افسوس کہ بعض نادانوں نے کفر ہے اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے۔ عبارت میں الفاظ اتما امرت اذا اراد شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔

میں خطاب مرزا صاحب کو ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کو کہا گیا ہے۔ اربعین جلد ۳ صفحہ ۳ پر یہ الفاظ ہیں۔ وانت اسمی الاعلیٰ یعنی تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ یہاں تو سے مرزا صاحب مراد ہیں۔ البشری جلد ۲ صفحہ ۷ پر حسب ذیل عبارت ہے۔

داصلی واصوم واسعد وانام اتقوا۔ میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں کرتے تک۔ یہ ترجمہ اصل عبارت کے نیچے دیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ ترجہ مرزا صاحب کا ہے۔ یا کہ خود مولف کا ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی جو عربی عبارت نقل کی ہے۔ وہ مرزا صاحب کی مسلمہ ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ جو اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔ وہ عربی کی رو سے درست ہے کتاب حقیقت الوحی صفحہ ۳۱ پر حسب ذیل عبارت ہے۔

انا بالرسول اجیب۔ اُجیباً میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑی دوں گا۔ اور کبھی ارادہ پورا کروں گا۔ یہاں میں سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے نیچے حاشیہ قابل ملاحظہ ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۷ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ نبی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی خدا کا نام ہے۔ یہ عبارت مرزا صاحب کی مسلمہ ہے۔ انبیاء کا کشف اگر وہ اسے خود قطعی کہیں تو قطعی ہوتا ہے دوسرے کے متعلق جیسے وہ تشریح کریں۔

اس طرح سمجھا جائے گا۔ اولیاء کا کشف اگر تعبیر کے مطابق پورا ہو گیا تو ذاتی سچا ہے۔ اور زیادہ تر اس ولی کی تشریح کے مطابق اس کشف کو لیا جائے گا۔ اولیاء کے کشف کو میں نے قطعیات اعتقادات میں نہیں لکھوایا۔ کتاب البشہی کے صفحات ۷۸ ۷۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا۔ احسن تقویم یہ الفاظ جو کتاب البری میں ہیں۔ وہ مرزا صاحب کے کلام کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب آئینہ کالات میں ہے۔ اور اس کی تشریح خود مرزا صاحب نے اس کتاب کے صفحات ۵۷

ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ الہام کی عبارت ہے۔ الفاظ اس نشان کا
 یہ ہے۔ یہی الہام کے الفاظ ہیں۔ ص ۸۳ پر عبارت بالفاظ ذیل بلام کو وقت تو نزدیک، رسید۔۔۔۔۔
 ۔۔۔ توجہ کرے گا۔ یہی مرزا صاحب کے الہام کے ہیں۔ کتاب تجلیات الہیہ صفحہ ۲۵، ۲۶ پہلے کہ ایسا
 بھی اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر یہ الفاظ بھی مرزا صاحب کے ہیں
 ایمان بالرسول سے مراد ہے کہ تمام رسول جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ چہ جائے کہ ان کے نام
 نہیں معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایمان بالرسول میں بھی ایک رنگ میں ایمان بالاجمالی
 اور بالتفصیلی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان کی باتوں پر ایمان لانے میں اجمالی اور تفصیلی ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں
 جن انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصی ناموں اور صفات کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ اس
 پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص موٹے علیہ السلام کے خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا منکر ہے یا حضرت
 علیہ السلام کے متعلق کہ ان کی روح کے پاک ہونے اور خدا کی پیدا شدہ مانتے سے انکار کرتا ہے۔ وہ
 بھی کافر ہے۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کی مرئی نصوص کا انکار کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص کے متعلق یہ کہتا
 ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے کلام کی ہو۔ تو اس سے اس کو کلیم اللہ کہنے سے کوئی حرج واقع نہیں
 ہوتا۔ بخاری شریف کی احادیث معتبر ہیں۔ لیکن اگر ان میں کوئی ایسی حدیث ہے۔ جو قرآن شریف کے مخالف
 بڑی ہو تو وہ مسلم نہیں۔ چنانچہ کتاب توضیح تنویر ص ۳۱۱ مطبوعہ نوکلشور میں اس کی سند میں ایک حدیث
 موجود ہے۔

مسلم شریف کی کتاب میرے نزدیک معتبر ہے۔ اس اصول کے تحت جو میں نے بخاری کے متعلق بیان
 کیا ہے۔ امام مسلم کو بھی بزرگ مانتا ہوں۔ امام عبد اللہ ابن مبارک امام بخاری کے استاد تھے۔ صحیح مسلم
 ص ۱۲ پر ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ اسناد دین سے ہے۔ اور اگر
 اسناد نہ ہوتی تو کہتا جس کا جو جی چاہتا۔۔۔۔۔ الخ قرآن میں جو انبیاء علیہم السلام کے القاب آئے ہیں۔
 وہ ہم سب مانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دین کے متعلق سب سے بڑھ کر ہے۔ قیامت کا وجود
 دین سے ہے۔ لیکن بعض باتیں پیش گوئیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو اپنے وقت پر اگر ظاہر ہوتی ہیں۔ اور
 ان کی حقیقت اس وقت کھلتی ہے۔ جب کہ وہ پوری ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیش گوئیوں کو تمام مخلوق
 سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کی حقیقت
 ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے۔ اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقیق و

وقوع کے لحاظ سے ہرنہی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم سے بھی چنانچہ بخاری کی حدیث میں یہ آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک روایا کی بنا پر یہ سمجھا کر میں ہجر یا مہاجر کی طرف ہجرت کر دل کا۔ لیکن جب آپ مدینہ کی طرف ہجرت کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ پر اس پیش گوئی کی حقیقت کھلی کہ اس سے مراد مدینہ تھی۔ نبی نبی سے انتہائی مدنی ممکن ہوئی۔ تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پتہ چل گئی۔ منکشف ہو جائے گی۔ کیفیت تحقیق وقوع کے خط ہر ہونے کے وقت نبی کے بعد اسی کو پیش گوئی کا علم ہو سکتا ہے۔ اسی کو پیش گوئی کے تحقیق وقوع کے وقت وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کے اور نبی کے علم کی کمی زیادتی کا کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ کسی واقعے کے وقوع سے قبل نبی کو اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی اطلاع بطور غیب کے نہیں الہام سے تفصیلی دے سکتا ہے۔ کتاب ازالہ ادہام حصہ دوم ص ۱۳۵ پر ہے کہ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔۔۔۔۔ نام ہائے گار۔ ابن مریم۔ دیال۔ پہلے یا جوج۔ ماحوج۔ کا وقوع جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے۔ ان کے زمانہ میں ہوا۔ جتنی مرزا صاحب نے ان کی حقیقت لکھی ہے اتنی ان پر منکشف ہوئی۔ وہ ان کی کتابیں ازالہ ادہام۔ اور دوسری کتابوں میں جمع ہے۔ درج ہے ازالہ ادہام حصہ اول ص ۱۷۷ ملاحظہ فرمائیے۔ پر ہے۔ کہ اگر اس جگہ کوئی اعتراض کرے۔۔۔۔۔ مفصل طور پر بیان کیا جائے گا۔

دافع البلاء ص ۱ پر ہے غرضی ان یہ حدیث زیادہ مقاماً محمود ہے اور یہ مرزا صاحب کا الہام ہے اس میں خطاب مرزا صاحب کو ہے۔ یہ الفاظ قرآن مجید میں بھی آئے ہیں۔ اور وہاں خطاب رسول اللہ صلعم سے ہے استفتاء ص ۱۷ پر ہے۔ لولاک۔۔۔۔۔ الا فلاک۔ اس میں یہی خطاب مرزا صاحب سے ہے۔ یہ بھی مرزا صاحب کا الہام ہے۔ استفتاء ص ۱۷ پر بھی انا اعطینہ۔ الکو فی بھی میں ہے۔ اور یہ خطاب بھی مرزا صاحب سے ہے۔ انجاز احمد ص ۱ پر ہے۔ کہ اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اور تو ہی اس کبریت کا مصداق ہے۔ کہ ہوا الذی ارسل رسولہ بالہدی۔۔۔۔۔ دین الحق تا المشکوٰۃ جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے مجھ سے پوشیدہ رکھا۔ حقیقت الحق ص ۱۷۷ دما و اسلنادہ الارحمت للعالمین کے الہام میں بھی خطاب مرزا صاحب سے ہے۔ اربعین ص ۱۷۷ پر الفاظ دما ینطی عن الہوی۔۔۔۔۔ یوحی کے الہام میں بھی مرزا صاحب سے خطاب ہے۔ دافع البلاء ص ۱ پر جو یہ الفاظ ہیں ما کان اللہ۔۔۔ انت فیہم بھی مرزا صاحب کا الہام ہے۔ اور اس میں خطاب مرزا صاحب سے ہے۔ یہ الہامات جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں رسول اللہ صلعم کے حق میں ہیں۔ تریاق القلوب ص ۱ پر ہے کہ تم میری زبان و منم کلیم خدا منم حمد و احمد کہ مجھے بتلایا تھا کہ مرزا صاحب کا قول ہے۔ درمیں ص ۱ پر مرزا صاحب کا یہ قول ہے

مہتمم مشیر احمد مختار د۔ برم جاتے ہمہ برابر۔ عکد درست تسلیم کیا۔
مسل ۴ مارچ ۱۹۳۳ عکد کو پیش ہوئے ۲

۷ مارچ ۱۹۳۳

فریقین اور ان کے مختار حاضر۔

جرح مدعی برہنہ لوی جلال الدین۔

مستحق صوفی ہوتا ہے۔ یعنی جو متقی ہوگا۔ وہ صوفی ہوگا۔ متقی کے معنی ہیں۔ جو پرہیزگار ہو اور معاصی سے بچنے والا ہو۔ آیت الذین یومنون بالغیب میں متقی کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں یومنون بالغیب کی تشریح کرتے ہوئے جو ایمانیات، تقیوں میں ان کی تشریح کر چکا ہوں اور یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ جو شخص کسی کتاب پر ایمان لاتا ہے۔ تو جو کچھ اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر بھی ایمان لاتا ہے روزے اور حج کو فرض ماننا ضروری ہے۔ چونکہ قرآن میں حج اور روزہ کا ذکر ہے۔ اس لیے ان دونوں کو فرض ماننا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جس کی صداقت قرآن کی رو سے ثابت ہو جاتی ہے۔ تو جو اس کی وحی ہوگی اس کو بھی ماننا ضروری ہے۔ اس آیت میں تشریحاً ذکر نہیں کہ ایسی کتاب کہ جس قلم کی رسول اللہ صلیم پر اتری ہے۔ کوئی بعد میں بھی ایسی کتاب نہ آئے گی۔ ما انزل الیک سے ہیں نے مراد وحی تشریف لی ہے۔ جیسا کہ میں بیان میں لکھا چکا ہوں۔ وہی تشریفی کتاب ہوتی ہے۔ ہم مہاد کو حرام نہیں کہتے۔ دینی لڑائی کو اس وقت ہم جائز نہیں سمجھتے۔ دینی لڑائی کو ایسی حکومت سے جو خود دینی لڑائی نہیں لڑتی ہم جائز نہیں سمجھتے اگر کوئی حکومت ایسی ہو کہ جس سے دینی لڑائی لڑنے کے شرائط پائے گئے ہیں۔ ان سے دینی لڑائی جائز ہے۔ بعثت بعد الموت کے معنی یہ ہیں کہ موت کے بعد جو حیات ہوگی۔ چاہے قبروں سے اٹھیں یا کسی جگہ سے خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں الہیت نہیں پائی جاتی۔ اگر کسی کو یہ کشف ہو کہ اللہ کی الہیت مجھ میں موجود ہے۔ تو وہ شخص متقی ہے۔ صوفی ہے۔ راست باز ہے۔ اور موصوفہ بالشد ہے۔ اور وہ کشف موجب زن ہے۔ اس کی تعمیر کے مطابق لیا جائے گا۔ جو وہ خود ان کی کرتا ہے۔ انار بکم الا علی جو قرآن میں فرعون کا قول ہے اس میں کوئی توجیہ بیان نہیں کی گئی۔ اور وہ کشف ہے اور نہ روایا ہے۔ بلکہ اس کے عقیدہ کا اظہار ہے۔ ان الفاظ کی جب توجیہ پائے جائے گی تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلیم کو عاقم النبیین ماننا ضروری ہے۔ اور جو کہ یہ صفت قرآن مجید میں مذکور ہوئی ہے۔ اس لیے اس کا ماننا ضروری ہے اور اس پر

ایمان لانا اس لیے ضروری ہے۔ کہ یہ صفت قرآن مجید میں موجود ہے۔ مسلم شریف ص ۳ پر یہ حدیث ہے۔
 اَمَرْتُ اَنْ اَقَاتِلَ النَّاسَ۔۔۔۔۔ بقرنت، انہ ہوا حتیٰ یہ حدیث ہمیں مسلمہ ہے۔ اور اس کے آگے دوسری
 حدیث ابو ہریرہ کی اس موضوع پر ہے۔ اور وہ بھی ہماری مسلمہ ہے۔ اور جو شخص حدیث اول الذکر کی رو
 سے لا اذکر کہہ دے تو پھر اس سے قتال جائز نہیں اور اگر اس میں قتال کی شرطیں پائی جاتی ہیں
 تو ان سے لڑنا چاہیے۔ اور یہ حکم ہے۔ کہ ان سے لڑو۔ جن جن سے جنگ شروع تھی۔ یہاں تک کہ فتنہ
 باقی نہ رہے۔ اور اطاعت جو ہے۔ وہ پورنی کی پوری خدا کے لیے ہو۔ یا دین پورا کا پورا خدا کے لیے ہو
 دین کے معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ اور دین کے بھی ہیں اور فتنہ سے مراد جیسا کہ بخاری حدیث سے ثابت ہے
 ہے یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اسلام لائے۔ تو اسے محض اسلام لانے کی وجہ سے قتل کر دیں یا اسے ہتیر
 عذاب میں رکھیں۔ اگر شرط جہاد اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں اور پھر کوئی قتال کرتا ہے۔ تو وہ شہید ہوگا۔
 اگر شرط پائی جاویں۔ تو پھر جہاد منسوخ نہیں ہوگا۔

کتاب گورنمنٹ انگریزی اور بہاد ص ۱ دیکھ کر بیان کرتا ہوں کہ اس پر حسب ذیل عبارت ہے۔
 کیسویں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔
 دین پھیلے گا۔ اربعین ص ۱۳ حاشیہ پر ہے۔ جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے
 اہستہ اہستہ کم کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ موقوفہ کر دیا گیا۔ اعجاز احمدی ص ۱۲۰ پر ہے کہ یہ بات تو بہت اچھی ہے
 ۔۔۔ کہ جہاد کے خراب مسئلوں سے دیا مٹایا جاوے۔۔۔۔۔ تو کیا کریں کتاب البرہ ص ۱۲ پر ہے۔
 اس قدر در دراز مدت تک۔۔۔۔۔ کسی انعام کی توقع نہیں کتاب حقیقت الہدی ص ۱۲ پر
 حسب ذیل عبارت ہے۔ فلا محتاج۔۔۔ بدلت۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس زمانہ میں لڑائی اور انتقام کے
 محتاج نہیں ہیں اور نہ ہی نیروں کے سیدھا کرنے اور تلواروں کے کھینچنے کے بلکہ۔ اور اس امر کی طرح ہو
 گئے ہیں کہ جو منسوخ کیا گیا ہو۔ اور ان طرق کی طرح کہ جو تبدیل کئے گئے ہوں۔ یعنی اس وقت اگر کوئی
 شخص شریعت کے کسی حکم کو باوجودیکہ اس کا اس وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔ بدل دے یا منسوخ کر دے تو اس
 کا بدل دینا یا منسوخ کر دینا جائز نہیں ہے۔ کتاب ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۲ پر ہے کہ اور اب کوئی ایسی وحی یا کوئی ایسا
 الہام۔۔۔۔۔ کا فر ہے۔ کتاب ایام الصلح ص ۱۶ پر ہے۔ کہ لیکن پہلا کام مسیح موعود کا استیصال فتنہ
 و جالہ ہے۔۔۔۔۔ تحریر ہے۔ مسیح موعود کے نشانات میں سے گج کرنے کی علامت متنازعہ ہے۔
 لیکن جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ مسیح موعود خود جا کر جج کریں گے اور اگر کوئی ایسی

اس عقیدہ پر قائم رہے تھے۔

مرزا صاحب نے ایام صلح میں یہ لکھا ہے کہ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔ عام طور پر اہل سنت سے مراد حنفی۔ شافعی، مالکی۔ حنبلی لیے جاتے ہیں۔ لیکن ہر ایک وہ شخص کہ جو کہے کہ میں سنت کا تالیف ہوں۔ اسے اہل سنت لغوی طور پر مراد لیا جاسکتا ہے۔ مرزا صاحب نے اہل سنت سے وہی لوگ مراد لیے ہیں۔ جو اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں اہل حدیث بھی اہل سنت سمجھے جائیں گے۔ نیز اس کے صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲ پر اہل قبلہ کی تعریف دی ہوئی یہ تعریف جیسا کہ میں اپنے بیان میں لکھوا چکا ہوں۔ اس کے مطابق لی جاوے تو درست ہے یعنی ضرور دین جو میں نے بیان کی ہیں۔ اگر اس تعریف میں غلطی مراد لی جاوے تو پھر درست ہے۔ نیز اس میں باتیں ایسی ہیں۔ جو میں صیح نہیں مانتا۔ اس کتاب میں سے جب کوئی بات ہمارے سامنے آئے گی۔ اس وقت یہ فیصلہ کیا جاسکے گا کہ وہ معتبر ہے۔ یا غیر مذکور کتاب اربعین ص ۳۱ پر ہے کہ لیکن ضرورت ہے۔۔۔۔۔ کہ کیا جائے گا۔ یہ عبارت قرآن مجید اور احادیث سے مشتق ہے۔ میر نے ملا علی قاری کی تشریح اکبر کا حوالہ دیا تھا۔ ایک اور کتاب اس نام کی حیدر آباد کی مطبوع ہے۔ وہ ملا علی قاری کی نہیں۔ اب یاد نہیں کہ وہ کس کی ہے۔ میں نے بعض جگہ اپنے بیان میں ملا علی قاری کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ اور بعض جگہ دوسری کتاب کا۔ بحوالہ اثنی میں سے بعض حوالے میں نے ایسے پیش کیے ہیں کہ جن کے مطابق اس وقت کے علماء فتویٰ نہیں دیتے میرے نزدیک قرآن مجید اور احادیث کی رو سے محض مرتد کی سزا قتل نہیں ہے جیسا کہ اگر کوئی مسلمان شخص۔ ہندو یا عیسائی ہو جائے۔ تو محض ہندو یا عیسائی ہونے سے وہ واجب القتل نہیں ہو جاتا۔ میں نے جو آیتیں اور حدیثیں اور فقہ کی کتابوں سے عبارتیں پیش کی ہیں ان میں جو باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دینی معاملات میں رسول اللہ صلیم کا ہر فیصلہ ماننا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلیم کے فیصلہ کے خلاف جو فیصلہ ہوگا وہ نہیں مانا جائے گا۔ اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جن کو خدا کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی تھی۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کا لفظ یہود اور نصاریٰ پر ہی استعمال ہوا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے یہ لفظ اہل کتاب استعمال نہیں ہوا اور وہ اہل کتاب ہیں۔ موصیائے کرام اور دیگر بزرگان کے اقوال اگر قرآن مجید اور حدیث کے خلاف ہیں تو وہ معتبر نہیں۔ تاویل کے متعلق جو کچھ میں نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے۔ اس کے مطابق تاویل ہو سکتی ہے۔ جو اقوال میں نے اپنے بیان میں استدلال کے طور پر بیان کئے ہیں۔ اس میں کو میں نے صیح قرار دے کر کہا ہے۔ تو وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ فتویٰ دینے وقت جس خاص شخص کے متعلق فتویٰ دیا

جا۔ ہا ہو۔ اس شخص کے حالات اور اقوال کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اور اس کی نیت کو بھی جس کی اس نے خود تصریح کی ہو۔ اگر مفتی کسی شخص کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔ اور اس کی طاقت میں ہے۔ کہ وہ اس شخص کے حالات اور اقوال کو خود مطالعہ کر سکے۔ تو اس کو مطالعہ کرنا چاہیے اگر اس نے وہ اقوال کہے ہوں۔ جو مفتی کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ تو وہ فتویٰ دے سکتا ہے۔ اگر کفر کا سوال ہو تو کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ گو ایمان و فریق اول نے جو وجوہات تکفیر عدالت میں بیان کی تھیں۔ میں نے انکار دے دیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر سلائے سچو وجوہ بیان کی ہیں۔ ان کا یہاں کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ میرے سامنے پیش نہیں ہوئے مجھے معلوم نہیں کہ بحرالرائی میں کفر کے فتویٰ کے متعلق کوئی اصول درج ہے یا نہ۔ لیکن بحرالرائی میں یہ لکھا ہے۔ کہ میں ان باتوں میں سے اکثر کے متعلق فتویٰ نہیں دیتا اور اگر کسی کی کلام کا محل حسن نکل سکے۔ تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ اور یہ بھی فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کلام کے ۹۹۔ احتمال کفر کے نکل سکیں۔ اور ایک احتمال ایمان کا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہیے لیکن باوجود اس کے کہ مولودیں نے اس اصول کے خلاف فتوے دیئے ہیں۔ بعض علماء نے مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ نہیں بھی دیا۔ بلکہ بعض علماء اور بعض پیروں نے آپ کے دعوے کو تسلیم ہی کیا۔ میں تمام فرقوں کے علماء کا احاطہ نہیں کر سکتا کہ میں کہوں کہ ان میں سے کس کس نے مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور کس کس نے نہیں دیا۔

تفسیروں میں جو مطلب دیا بس واقعات درج ہیں۔ اگر ان کے متعلق کوئی مفسر کسی بات کی تردید کرتا ہے۔ اور تردید کر کے صحیح بات لکھ دیتا ہے۔ تو اس کی کتاب پر ایسی چیزوں کا ذکر کرنا اثر امانہ نہیں ہوگا علامہ ابن خلدون نے تفسیر میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اور اگر مفسرین سے مراد یہی ہے کہ انہوں نے تفسیر کی کوئی کتاب لکھی ہے یا نہ۔ تو اس معنی میں وہ مفسر نہیں ہیں۔ لیکن وہ مورخ ہیں اور نہایت قابل مورخ ہیں۔ مذہب کے متعلق ابن خلدون کی جو بات قرآن اور حدیث کے مطابق ہوگی وہ درست ہوگی جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید کے واقعی طور پر خلاف ثابت کر دے۔ تو اس کا وہ قول معتبر ہوگا۔ ابن خلدون کے قول تفسیر المتفقہ میں کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو اقوال اور جو باتیں لکھی ہیں۔ ان میں مطلب دیا بس ہے۔

حضرت ابن عباس نے تفسیر کی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ان کی طرف بہت روایات ایسی منسوب کی گئی ہیں جن کے راوی جمہول ہیں میرا اصول تفسیروں کے متعلق یہی ہے کہ جو باتیں ان میں اچھی ہیں وہ

سے ہو۔ اس پر اگر کوئی شریعت محمدیہ کا حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو۔ تو اس میں کوئی مہرج نہیں قرآن مجید میں وحی تشریفی اور غیر تشریفی دونوں پائی جاسکتی ہیں۔ وحی تشریفی سے یہ مراد ہے۔ کہ جس میں نئی شریعت اور نیا حکم ہو۔ ہر نبی کو جب اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ اس کا اعلان کر دیتا ہے۔ اگر کسی نبی کو نصیب کسی وقت تک یہ حکم نہیں دیا گیا۔ تو وہ اعلان نہیں کرے گا۔ لوگ اسے نبی اس وقت مانیں گے۔ جب وہ لوگوں کے سامنے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرے گا۔ مرزا صاحب نے جو دعویٰ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کیا ہے۔ وہ واقعی خداوند تعالیٰ کی وحی کے مطابق ہے۔ کتاب ایام الصلح ص ۱۶۱ پر ہے۔ کہ جس میں شان نبوت پائی ہے۔ اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہوگی۔ اگر کوئی شخص نئی شریعت بیان کرے یا نئے احکام بیان کرے جو قرآن مجید کے خلاف ہوں تو یہ کفر ہے۔ جو آیات میں نے وحی کے ثابت کرنے کے لیے اپنے بیان میں لکھوائی ہیں۔ وہاں وحی سے مراد کلام الہی مراد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے آیت و ماکان لبشر میں بندہ سے کلام کے طریق بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے بندوں کے ساتھ ان طریق میں سے کسی ایک طریق سے کلام کر سکتا ہے۔ دوسرے علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں۔ مریم علیہا السلام بھی نبی نہ تھیں۔ اور ان پر بھی وحی نبوت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ بیبیہ نہ تھیں۔ قلنا یاذا القریبن میں خطاب بلا واسطہ ہے۔ یا بے واسطہ۔ قرآن مجید میں اس کے منقول ذکر نہیں لیکن چونکہ واسطہ کا کوئی ذکر نہیں اس لیے بلا واسطہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی حدیث اس بارہ میں ثابت ہوگی۔ اور قرآن شریف کی آیت اس کو مجمل ہے۔ تو وہ لے لی جائے گی۔ ذوالقرنین کو قرآن مجید نے نبی نہیں کہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ احادیث میں اسے نبی کہا گیا ہے۔ یا نہ اولیا پر جو وحی ہوتی ہے اس پر وحی کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ اور صوفیاء کے کلام میں اسے وحی الہام بھی کہتے ہیں۔ نبیوں کی وحی کو بھی صوفیاء نے وحی کہا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلیم کے بعد وحی تشریفی منقطع ہے۔ کتاب کبریت احمد ص ۱۸ حاشیہ موافقت پر جو عبارت بالفاظ فان وحی..... لسان ماسکن ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وحی جو تشریف کو اپنے اندر لیے ہوئے ہو، وہ رسول اللہ صلیم کے بعد بند ہو گئی ہے۔ اور اس لیے علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ وحی الہام ہوگی۔ فرشتہ کے درمیان پر ہوگی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ وحی تشریفی کے مقابلہ میں لفظ وحی الہام ہوگی۔ مرزا صاحب جو میکہ صادق ہیں۔ اس لیے ان کی وحی کو ماننا ضرور ہے۔ کیونکہ ان کی صداقت قرآن شریف اور حدیث سے ثابت ہے جو اس وحی پر ایمان نہ لائے۔ علماء متقدمین کے قول میں سے جو باتیں صحیح ہیں ان کو ہم صحیح

مانتے ہیں۔ اور جن باتوں کا حوالہ میں نے بلحاظ صحیح معنوں کے کتاب فتوحات مکہ جلد ۲ ص ۲۳۵ پر حسب ذیل عبارت سے رداعلم ملک دیا ہے۔ وہ صحیح ہیں۔

آیت اولم پر سبیل۔ سورۃ اعراف۔ پارہ ۹، رکوع ۸ کا مطلب یہ ہے۔ کہ مشرک لوگ اس بات کو بھی نہیں دیکھتے کہ جس چیز کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے۔ وہ ان سے کلام بھی نہیں کرتا۔ آیت۔

اجیب دعوة الداع اذا دعان فليست تجيبوا لی میں۔

جواب دینا اور دعا قبول کرنا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ آیت اخسعو فیہا ولا تکلمون۔

آخرت سے متعلق ہے۔ چونکہ قانون الہی یعنی شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ اور وہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔ اس لیے کسی اور نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ کتاب بخاری جلد اول باب الشہادۃ میں یہ حدیث موجود ہے۔

ان افانت اذ الخ۔ کتاب مشکوٰۃ شریف ص ۵۹۸ الفصل ثالث میں یہ حدیث موجود ہے۔

فقلت دذینا محدث ایک قسم کا نبی ہوتا ہے۔ اگر محدث یہ کہتا ہے کہ میں خداوند تعالیٰ

کی طرف سے بندوں کی اصلاح کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔ تو پھر اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حاتمہ البشیری

میں جس وحی کے انقطاع کا ذکر ہے۔ اس سے مراد وحی تشریفی اور وہ وحی ہے۔ جو بغیر اتباع رسول اللہ

صلعم کے کسی مستقل نبی کو حاصل ہو۔ توضیح مرام میں بھی جزوی وحی سے ایسی وحی مراد ہے۔ جو تشریفی ہو اور

رسول اللہ صلعم کے اتباع سے حاصل ہو۔

گو امامان مدعیہ نے جو وجہ تکفیر مرزا صاحب کی رسول اللہ صلعم کے خاتم النبیین نہ ماننا قرار دیا ہے اس

اس سے میں نے جو کچھ سمجھا ہے۔ اس کے مطابق اپنے بیان میں جواب دے دیا ہے۔ ہم رسول اللہ صلعم

کو آخری نبی ان معنوں میں مانتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت کے لئے والا نبی یا بغیر اتباع رسول

اللہ صلعم کے نبوت کے مقام کو حاصل کرنے والا نبی نہیں آئے گا۔

عدالت بقیہ کارروائی کے لیے مش کل پیش ہو۔

۷ مارچ ۱۹۳۳ء۔

۸ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقہ اور ان کے مختاران حاضر۔

تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ فریقہ ثانی۔

کتاب ایام الصلح ص ۸۶ اور ص ۳۸۵۔ اور نیز دوسری کتب میں مرزا صاحب نے حام البیینہ عظمیٰ ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلیم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کے بعد مستقل نبوة کا مدعی ہو۔ اور یہ کہ اس کے نبوة کے حاصل کرنے میں آنحضرت صلیم کے اتباع کی شرط نہ ہو۔ چنانچہ آپ ایک غلطی کے ازالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاں میں نے نبوت سے انکار کیا ہے۔ وہاں میری مراد ایسی نبوت ہے کہ جو نبوت مستقل ہو۔ اور جس کے حصول کے لیے آنحضرت صلیم کے اتباع کی شرط ہو۔ کتاب ایام الصلح ص ۱۴۶ پر ہے۔ کہ وہی اعتراض لازم آیا۔ کہ خاتم الانبیاء صلیم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا۔ ذکر نہیں مکن الرحمن ص ۱۔ کہ فکری دینا احداً۔ خاتم البیین کا ترجمہ بھی اس عبارت کے نیچے دیا ہوا ہے۔ یہ کتاب بھی مرزا صاحب کی ہے۔

کتاب ازالہ ادہام ص ۲۳۹ د ۲۳۹ پر ہے۔ کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ دہی کا نزول۔ پڑھ سکیں گے اس تحریر میں مستقل نبی کے آنے پر بحث ہے۔ اس کتاب کے ص ۲۰ پر ہے۔ کہ اس تمام تقریر سے معلوم ہو۔ محال ہوتا ہے۔ اس میں بھی مستقل نبی کے آنے پر بحث ہے۔ راز حقیقت ص ۱۶ پر ہے کہ جب کہ اسلام میں کوئی نبی۔ لازمی ہے۔ یہ کتاب بھی مرزا صاحب کی ہے۔ کتاب ازالہ ادہام میں ہے۔ کہ ایک رسول کو بھیج کر۔ انہیں بھیجا جائے گا۔ ص ۹۶۔ کتاب ازالہ ادہام ص ۱۰۱ پر سوال ۱۱۱ و جواب ۱۱۱ دہج ہیں۔ محدث لفظ پر نبی کا اطلاق مجازی طور پر کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں محدث پر نبی کا اطلاق کیا ہے۔ حقیقت النبوت ص ۹۱ پر ہے۔ کہ اما بعد۔ فاعمرہ یہ مرزا محمود صاحب کی کتاب ہے۔ مرزا صاحب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ حضرت عمر مامور نہ تھے۔ اس کتاب مذکورہ بالا کے ص ۹۳ پر ہے۔ نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج دوامت۔ ایک میں ہوں۔ (از نشان آسمانی ص ۳) ایام الصلح ص ۱۴۶ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نہیں ہے عربی زبان میں مفرد خاتم کے معنی آخر کے نہیں ہیں۔ یعنی یہ لفظ آخر کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص خاتم کے معنی انتہائی کے لیتا ہے۔

یعنی بالکل آخری تویہ اس لفظ کے لازم معنی ہو سکتے ہیں۔ اصل معنی نہیں ہیں۔ لفظ خاتم آخر کے معنی میں اصلی معنوں کی رو سے استعمال نہیں ہوا۔ کتاب منہجی الارباب میں یہ لکھا ہے۔ کہ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم ۳۹۵ھ یہاں خاتم کا لفظ مفرد استعمال ہوا ہے۔ اور اس میں جو لفظ آخر قوم کا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے بعد اس قوم کا کوئی فرد نہیں بلکہ عربی زبان میں جب آخر کا لفظ کسی تنبیہ کے ساتھ ساتھ ہو کر استعمال ہو تو اس کے معنی اشرف اور افضل کے ہوا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے بیان میں لفظ خاتم کے معنوں کی تشریح بیان کی ہے۔ وہ عربی زبان کے محاورات کے مطابق درست ہے۔ مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ پر ہے۔ فن طوط الیہ خاتم بعد ۴ کے ساتھ استعمال ہوا ہے اس کتاب کے ص ۳ پر ہے۔ خاتم فاعلی۔ اس کتاب میں احادیث کے شکل الفاظ کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ قاموس ص ۱۸۱ دانی تامہ آخر تفسیر موجود ہے۔

یہ دو کشتی کی کتاب ہے۔ اور اگر اس میں کسی لفظ کی تفسیر بیان کی گئی ہو۔ اور اس پر عربی زبان سے کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔ اور اس کے برخلاف کسی اور معنی کے لحاظ سے عربی زبان میں اس کی سند باقی باقی ہو۔ تویہ دوسرے معنی متبصر سمجھے جائیں گے۔ حدیث، وعائشہ ابراہیم میں لفظ لاکے معنی اگر کے ہیں۔ آیت لودکان فیہم الخ میں لفظ لودکا استعمال واقعہ کے لحاظ سے نہیں ہے کہ خدا کے سوائے کوئی محبوب حقیقی ہی نہیں ہے۔ اس آیت میں امکان اللہ کا کوئی سوال نہیں ہے جس چیز میں لفظ لود داخل ہوتا ہے۔ اس میں اکثر وقوع نہیں ہوتا۔ ابن ماجہ صحاح ستہ میں سے ہے۔

کتاب میزان الاعمثال۔ علامہ ذہبی کی کتاب ہے۔ جس میں حدیثوں کے راویوں پر جرح کی گئی ہے۔ ابن ماجہ کے راوی کے متعلق درج ہے۔ کہ عثمان سے روایت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور امام احمد نے کہا ہے۔ کہ وہ ضعیف ہے اور امام بخاری نے کہا ہے۔ کہ اس سے خاموش رہے ہیں۔ اور مسلم نے کہا ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

یحییٰ ابن معین ایک بہت بڑے محدث ہیں۔ کتاب تقریب التہذیب ص ۱۱۱ اس راوی ابن ماجہ کے متعلق ہے۔ کہ وہ متروک الحدیث ہیں۔ عبارت متروک الحدیث المجامع تک ہے۔ مدارج نبوت ص ۲۶ جلد دوم پر ہے۔ گفتے پیغمبر ابن ماجہ ص ۳ پر یہ حدیث ہے کہ انا اخذ الاتبیاء و اتم خیر الام لیس بھا میرے اصول کے مطابق اس حدیث میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ اگر انہیں ظاہری الفاظ پر محمول کیا جاوے تو وہ مشہور نہیں ہیں۔ ابن ماجہ ص ۱۹ پر یہ حدیث بھی ہے۔ قال قلت لا بنی بعدی۔

ص ۳۹ پر ہے۔ و ما بقیہ..... متفق علیہ عبارت ہے۔ فتوحات مکیہ جلد اول ص ۲۲۹ پر ہے۔
 تہست..... الایوم القیامت کی عبارت ہے۔ فتوحات مکیہ جلد دوم ص ۲۳۸ پر حسب ذیل
 عبارت ہے۔ واعلم..... موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب مکتوبات مجرد الف تثنائی کی مکتوب نمبر ۲۱ کو میں نے دیکھا
 ہے۔ اگر کسی شخص میں کمالات نبوت حاصل ہو جائیں۔ اور خدا تعالیٰ اس کو نبی قرار دے تو وہ نبی ہو گا۔ اس
 مکتوب میں یہ الفاظ ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو نبی قرار دے۔ تو وہ نبی ہو گا۔ کمالات نبوت قرآن مجید کا علم جو
 خاص طور پر دیا گیا ہو۔ پیشین گوئیاں اور اصلاح کی قوت وغیرہ سے مراد ہے۔ مثنوی مولانا روم سے
 ہیں نے جو اس شعر تا نبوت یا نبی اندامت کا حال دیا ہے۔ یہاں نبوت سے مراد مطلق نبوت ہے۔
 مکتوبات جلد سوم مکتوب ۲۷ کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں حسب ذیل عبارت ہے۔ و در شان...
 رخلق جب تک کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں ہو گا۔ اس میں چاہئے کمالات
 نبوت ہوں۔ لیکن وہ نبی نہیں سمجھا جائے گا۔ میں نے کتاب تحذیر الناس کا اکثر حصہ مطالعہ کیا ہے۔ ص ۱
 بھی پڑھا ہے۔ ص ۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بنائے ختم..... دو بالا ہو جاتی ہے۔ ص ۳ پر ہے۔
 سو اگر..... ہو جاتی ہے۔ کسی مصنف کے قول کی تفسیر خود اس مصنف کی بہ نسبت اس کے مخالف
 کی تفسیر کے معتبر ہے۔ مخالف کا قول اگر صحیح ہو۔ تو تائید میں پیش کی جاسکتی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب احمدی
 نہ سنے۔ کتاب آخری نبی۔ مولانا محمد علی کی ہے۔

کتاب حقیقت الوحی ص ۹ پر جو یہ الفاظ ہیں کہ ایک توجیح روحانی نبی تراشی ہے۔ اس کی تائید
 قرآن مجید کی آیت من یطع اللہ والرسول سے ہوتی ہے۔ خاتم المرسلین اور خاتم النبیین کے معنی میرے
 نزدیک ایک ہی ہیں۔ میرے نزدیک رسول اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا نبی نہیں جو
 رسول نہ ہو۔ کتاب روح المعانی جلد ۲ ص ۳۲ پر ہے دانی تم..... اخیر النبی
 کتاب ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱ پر ہے۔ ما کان محمد..... دجا لکھ میں ہے۔
 تفسیر قازن جلد ۵ ص ۲۱۸۔ خاتم النبیین..... کثیرہ میں بھی آیت ما کان محمد کی تفسیر میں
 ہے۔ تفسیر کشاف جلد ثانی ص ۴۳۔ ما کان محمد..... اور کیف کان..... امت
 ہی تک میں بھی امت مذکورہ بالا کی تفسیر ہے۔ بیضاوی جلد ۴ ص ۲۷ پر بھی اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے
 جو بالفاظ ذیل ہے۔ و اجرہم..... من نبی نہیں ملا کہ التشریط میں بھی اس آیت کی تفسیر درج
 ہے منجد میں لفظ خاتم کے معنی ص ۱۶ پر دیئے گئے ہیں۔ وہ لغت کے لحاظ سے درست ہیں۔ یہ کتاب ایک

۹ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار ان حاضر -

تمہ بیان مولوی جلال شمس گواہ فریق ثانی -

با قرار صالح -

تفسیر کشاف ص ۲۳ پر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قرات میں ولکن نبی ختم اللہ ہیں ہے۔ عبد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی تھے۔ اخبار الفضل قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس کی اشاعت میں امداد کرتی ہے۔ اخبار الفضل کے پرچہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۲ء میں ایک اعلان کا عنوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف ارگن درج ہے۔ قرآن مجید کو خاتم الکتب کہا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جس قدر باک تعلیمات جو کمالات اور مراتب و مانیہ حاصل کرنے کے لیے ضروری تھیں وہ اس میں آگئی ہیں۔ اور اس کے بعد کوئی کتاب جس میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی شریعت ہو نہیں آئے گی۔ دینی غیر شرعی قرآن شریف کے بعد آسکتی ہے اور اس کو اگر کتابی صورت میں شائع کیا جاوے تو اسے کتاب کہہ سکتے ہیں۔ لغوی طور پر ایسی دینی کو کتاب اللہ کہہ سکتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کتاب اللہ کے معنی وہ کتاب ہے جس میں شریعت ہو اس لحاظ سے اسے کتاب اللہ نہیں کہا جائے گا۔ میں نے زبان عربی کے محاورات کے لحاظ سے یہ بتلایا ہے کہ خاتم کا لفظ آخر کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا بلکہ لازم معنی لے کر استعمال ہوتا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں مفسرین کے حوالے دیئے ہیں جن سے میرے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ خاتم کتاب کے یہ معنی ہیں کہ یہ کتاب کو ختم کرنے والا ہے۔ میں نے لاجبی بعدی اور آخر الانبیاء کو جن معنی میں لیا ہے۔ ان معنوں میں یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ روح المعانی جلد ۸ ص ۳۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم اسرھا۔

شفاعا فی عیاض ص ۲۶۷-۲۶۸ پر ہے۔ کذا الذ سمع

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو حدیثیں آئی ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ وہ خدا کے نبی ہوں گے اور دعوئے نبوت کریں گے۔ میں انہیں حدیثوں سے جی میں آیا ہے کہ وہ نبی اللہ ہوں گے

یہ سمجھتا ہوں کہ وہ دعوئی نبوت کریں گے اور جو نبی ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ اسے مبعوث کرے گا تو جو فرشتہ

کہ جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور بعض ان میں سے حاکم ہوئے تھوڑی دیر کے لیے اور پھر قتل ہوئے کتاب المختار فی کشف الاسرار کے صفحات ۵۱، ۵۲ دیکھ لیے جاویں۔ اگر کسی خصوصی مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثنائی کے اجماع کرے۔ تو اس کا ماننا ضروری ہے۔ اجماع کا مسئلہ خود مختلف فیہ ہے۔ ہمارے نزدیک اجماع امت سے مراد یہ ہے۔ کہ امت کے تمام بزرگ اور سلمہ اکابر ایک مسئلہ کو مانتے چلے آئے ہوں۔ فرائض نماز کی رکعتوں پر اس قسم کا اجماع ہے۔ جو میں نے اوپر بیان کیا۔ قرآن مجید کے کلام الہی ہونے پر بھی اس قسم کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں جو باتیں منسوخ ہیں۔ یا سنت میں ایسی بات پر کہ جو قرآن مجید اور سنت میں صراحتاً ذکر نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ کسی مسئلہ پر تمام امت کے اجماع کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ یعنی ان کے اس قول سے جس کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے۔ مطلب ہے۔

ائمہ نقل میں سے کسی کا کسی مسئلہ کے متعلق یہ کہہ دینا کہ امت نے اس پر اجماع کیا ہے۔ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے تمام امت کے علماء کا نہ ذکر کیا ہے۔ اور نہ ہی اس کی دلیل دی ہے۔ اور خصوصاً اس وقت جب کہ اس کے خلاف قرآن مجید یا سنت میں سے یا علماء امت کے اقوال بھی پیش کیے جاویں اگر پہلے ائمہ میں سے کسی نے کسی مسئلہ پر اجماع امت رکھا ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کتاب یا وہ قول دوسرے ائمہ کو نہ پہنچا ہو۔ اس لیے وہ نزدیک نہ کر سکے ہوں۔ اس لیے اس کے قول کو اس وقت قبول کیا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف قرآن مجید اور احادیث، اور دوسرے علماء کے اقوال میں سے پیش نہ کیا جاسکے۔ قاضی عیاض ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ امام انوسمی مفسر ہیں۔ ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ حال کے زمانہ کے ہیں۔ اور انہوں نے تفسیر روح المعانی لکھی ہے۔ صحابہ کا اجماع جس پر انہوں نے نسیا یہ کہا ہو۔ اور جس پر وہ جمع ہوئے ہوں۔ کہ یہ بات ایسی ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر وہ بات ایسی ہے۔ جو قرآن مجید اور حدیث سے تعلق رکھتی ہے۔ تو وہ کفر کی طرف لے جانے والی ہوگی۔ اگر ایسا اجماع صحابہ کا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ جو ایمانیات کے سانچہ تعلق رکھتا ہو۔ اس کا انکار کفر ہوگا۔ اور جو باتیں عمل سے ثابت ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک مسئلہ کے متعلق جو عملیات سے ہے۔ اور اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ اور تمام امت اس پر عامل بھی ہے۔ تو اس کا ماننا بھی ضروری ہوگا۔

منافق کی تعریف میں جو خداوند تبارک نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلم خدا کے

رسول ہیں۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ لوگ اس شہادت میں کاذب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس فخر شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ وہ یا تو حکومت کے خلاف تھے۔ اور انہوں نے متفق نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام کو منسوخ کیا۔ اس وجہ سے ان کے کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

شرح فقہ اکبر مطاع علی قاری ص ۱۹۱ پر ہے۔ دعوۃ النبوة بعد... بالاجماع کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر بالاجماع ہے۔ اس کی تشریح میں نے اپنے بیان میں کی ہے۔ جس اجماع کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں اجماع امت و اجماع صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہے۔ نور الانوار صفحہ ۲۲۲ سے جو حوالہ میں نے اپنے بیان میں پیش کیا ہے۔ اس کے اوپر یہ عبارت موجود ہے۔ واذا... وغیرہ اور اس حوالہ کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ دان کان... فلیعمۃ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ پر الفاظ اجتماعت الامت کہتا ہے۔ تو اس سے اجماع نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف قرآن مجید اور سنت اور دوسرے علماء کے اقوال موجود ہوں۔ الفاظ اجتماعت الامت کے استعمال کو اجماع کے لیے خاص نہ سمجھنے کے لیے میں اس وقت کی کتاب کا حوالہ نہیں پیش کر سکتا۔ تعدد رکعت۔ اور نقل قرآن مجید علماً تو اتارے ثابت ہیں۔ تو انہیں محدثین کی اصطلاح ہے اور تو اتار فطری و معنوی کی اصطلاحیں بھی ہیں۔ کتاب شہادت القرآن ص ۲۲ پر ہے لیکن یہ خبر... نہیں ہوتی اور اس صورت سے۔۔۔۔۔ کی جائیں۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ شرح مسلم الثبوت ص ۹۷ پر ہے۔۔۔۔۔

داستہذہ... تو اتار الجماعہ اس کتاب کے ص ۹۵ پر ہے۔ لانا تو اتار... جاہل مرکب طلیمہ اور مسیلہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ طبری جلد سوم حصہ چہارم ص ۲۳ پر ہے۔ کہ طلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مرتد ہو گیا۔ اور دعویٰ نبوت کیا۔ میں نے ابن جریر کی اس کتاب کا حوالہ پیش کیا ہے۔ جو فریق اول کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ حج الکرامہ ص ۲۳۔ دین مسیلہ۔۔۔۔۔ گشتہ بخاری شریف ص ۱۰۸ پر ہے۔ انا ناعون... یہاں صاحب منغلط سے اسود غنی مراد ہے۔ اور صاحب ۲ ایماہ سے مسیلہ کذاب اسود غنی نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا۔ تاریخ حمیس ص ۱۴۵۔ جلد ثانی۔ دنی مسیلہ۔۔۔۔۔ و بعد مشکوٰۃ شریف ص ۵ کتاب الصلوٰۃ پر ہے۔ رواہ الحاکم۔۔۔۔۔ عشرہ سنین یہ حدیث ہے اشارات فریدی ص ۱۰۸، ۱۰۹ پر ہے۔ اس با ذکر کردند۔۔۔۔۔ است۔ و فرمودند۔۔۔۔۔ بودہ است۔

شائع خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ہوئی۔ لیکن اقوال کا مرتب ہونا دوسری بات ہے۔ شائع ہونے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب چونکہ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس لیے اس میں جو اقوال درج کئے گئے ہیں۔ وہ خواجہ محمد بخش صاحب کی تصدیق کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ خواجہ صاحب محمد بخش ان کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے سارے مضامین دیکھے تھے۔ کیونکہ اس پر ان کی تصدیق موجود ہے۔ جلد سوم کے متعلق مولف نے ص ۱۸ پر درج کیا ہے۔ کہ اس تمام جلد کو اول سے لے کر آخر تک خواجہ محمد بخش صاحب کے سامنے پیش کر کے پڑھا۔ اور انہوں نے کمال عنایت و توجہ سے اس کو تصحیح اصلاح تحقیق کے بعد بھی کیا۔ اور اس کے نیچے فقیر محمد بخش صاحب کی اشارات فریدی کے متعلق ارشاد موجود ہے کہ یہ میرے والد ماجد غلام فرید صاحب کے ملفوظات ہیں۔ جو مولوی رکن الدین صاحب نے ۹ سال کی مدت میں نہایت محنت کر کے جمع کئے ہیں۔ مولوی رکن الدین کے متعلق یہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ خواجہ غلام فرید صاحب کے پاس ملفوظ نویسی کیا کرتے تھے۔ مولوی رکن الدین کے متعلق خواجہ غلام فرید صاحب نے مرزا صاحب کو کچھ نہیں لکھا خواجہ غلام فرید صاحب کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا مولوی رکن الدین کی توثیق کے متعلق مجھے کوئی حوالہ یاد نہیں ہے۔ مولوی غلام احمد اختر اس وقت احمدی ہیں اور ان کا جو ذکر اشارات فریدی میں آیا ہے۔ اس وقت وہ احمدی نہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مولوی رکن الدین کے دوست تھے۔ یا نہ اشارات فریدی جلد سوم ص ۱ پر ہے اندریں اثناء رضوی صاحب مولوی غلام احمد اختر۔۔۔۔۔ الخ کتاب اشارات فریدی کے حصص اول و دوم بھی ہیں۔ اور وہ میں نے دیکھے ہیں۔ جس وقت جلد سوم شائع ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب کے خلفاء میں سے کسی نے اس کی تردید شائع نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ غلام فرید صاحب احمدیت کے مخالف نہ تھے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود کے مصدق تھے۔ اور ان کی مصدق ہونے کی حالت پر وفات ہوئی۔ خواجہ صاحب کے سامنے اس وقت تک جس قدر دعویٰ مرزا صاحب کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ ان سب کو خواجہ صاحب نے تصدیق کی تردید نہیں کی۔ مرزا صاحب نے نبوت غیر شرعی کا اپنی پہلی کتاب توضیح المرام میں بھی کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ پہلے آپ حضرت کالفظ کہتے رہے۔ لیکن بعد میں اپنے نبی کالفظ استعمال کرنے لگے اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود تھے۔ اور وہ الہامات خواجہ صاحب کے پیش ہوئے اور انہوں نے اس کے متعلق شہادت دی کہ یہ الہامات خود مرزا صاحب کے کلمات پر دلالت کرتے ہیں خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کی جو جو کتابیں پڑھی ہیں۔ ان کا ذکر اشارات فریدی میں ہے۔

سکر درست تسلیم کیا

عدالت بقیہ کارروائی کے لیے مسل پیرسون بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کو پیش ہو

۹ مارچ ۱۹۳۳ء

۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں۔

نقۃ بیان جرح مولوی جلال دین شمس

باقرار صالح

میرے علم میں خواجہ غلام فرید صاحب اور مرزا صاحب کے درمیان کوئی ملاقات نہیں ہوئی خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول کے ساتھ میراجبال ہے۔ کہ خواجہ صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے۔ اور حکیم صاحب کی جو گفتگو خواجہ صاحب سے ہوئی۔ مرزا صاحب کے متعلق ہوئی تھی۔ مجھے تفصیلی طور پر یاد نہیں کہ ان کے درمیان کس قسم کا تذکرہ ہوا تھا۔ ۱ اشارات فریدی حصہ سوم ص ۸۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ میقوس ص ۳۸۔ بوقت ششم اند مرزا صاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ سال ۱۹۱۰ء میں چھپی ہے۔ مجھے خواجہ کی وفات کا سن اچھی طرح یاد نہیں۔ غالباً سال ۱۸۹۹ء ہے۔ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے۔ اس لیے طاقت بشری سے باہر ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ چیلنج ہے کہ اس جیسا اور کوئی نہیں بنا سکتا۔ اور اگر خداوند تعالیٰ کی کوئی کتاب ایسی ہوگی کہ اس میں بھی یہ چیلنج موجود ہو کہ ایسی کوئی کتاب نہیں لاسکتا۔ تو اس کے مقابلہ میں بھی کوئی نہیں لاسکے گا۔ اور کسی کتاب کے متعلق یہاں ذکر نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کسی انسان کے کلام کو جو خدا تعالیٰ کی شائید سے لکھا گیا ہے۔ اسے بطور اعجاز کے پیش کرے۔ اور خدا تعالیٰ لوگوں کی ہمتوں کو اس کے مقابلہ میں لانے سے پست کر دے اور وہ نہ لاسکیں۔ تو وہ بھی اعجاز سمجھا جائے گا۔ الباقیہ کہنا کہ جو خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت ہے۔ قرآن شریف کی توہین نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں کوئی یقینی مستویہ نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ ہر زمانہ اور رنگ میں اپنے اندر کامل اعجاز کو لیے ہوئے ہے۔ صوفیاء کو مذکورہ کو حق نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ کافر کو کافر سمجھیں گے۔ چنانچہ خواجہ غلام فرید صاحب نے اشارات فریدی میں سبیلہ کذاب کو کذاب اور کافر کہا ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ خواجہ صاحب نے ان مولویوں کو کہ جنہوں نے مرزا صاحب کی تکفیر کا فتویٰ دیا انہیں غلطی پر سمجھتے ہوئے مسلمان کہا ہے۔ اشارات فریدی حصہ سوم ص ۵۹ حضور خواجہ ابوالقاسم اللہ برحق است۔ مولوی عبد الجبار عبد الحق اور غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے خلاف فتویٰ لکھ دیے۔ انبیاء کے کشف خفا سے پاک ہونے ہیں۔ آگے ان کے تعبیر کے لحاظ سے نبی اجتہادی طور پر غلطی کھا سکتا ہے۔ اشارات فریدی جلد سوم ص ۲۲ پر ہے۔

فائت مافی الباب۔۔۔۔۔ کشف است۔ اس سے پہلے کی عبارت قابل ملاحظہ ہے۔ جس کا میں اپنے بیان میں بھی حوالہ دے چکا ہوں۔ ظلی نبوت کی جو حضرت مرزا صاحب نے تعریف بیان کی ہے۔ اس کے مطابق ایک پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس کا علم میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ظلی نبی جو مستقل نبی کی اتباع سے نبوت کا درجہ پاتا ہے۔ اور اس کی صداقت قرآن مجید کی رو سے ثابت ہو تی ہے۔ تو نجات پانے کے لیے اس کا ماننا بھی ضروری ہے۔ اور کوئی شخص مستقل نبی کی تعلیم کا پابند نہ سمجھا جائے گا۔ جب تک وہ اس مدعی کو بھی جس کی صداقت اس مستقل نبی کی تعلیم کے مطابق ثابت ہوئی ہے۔ زمانے مرزا صاحب نے کتاب توفیق انوار میں نبوت غیر شرعی کو اپنے لیے تسلیم کیا ہے۔ اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے لفظ بھی موجود ہیں۔ ایمانیات کے متعلق میں اپنے بیان میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ جس میں دو باتیں نہیں پائی جائیں گی وہ صوفی نہیں ہو گا۔ جو حضرت مرزا صاحب کو آپ کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہیں۔ وہ کافر نہیں ہیں۔ جو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ وہ منکر ہیں اور اس لئے کافر ہیں اور جن لوگوں نے مرزا صاحب کے حق میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہم ان سے دریافت کریں گے کہ وہ مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ میں صادق سمجھتے ہیں یا کاذب۔ تو جو صورت وہ اختیار کریں گے۔ اس کے مطابق ہم ان پر فتویٰ لگائیں گے۔ **ایہیہ الذین آمنوا لا تقولوا لاعناء۔** مطلب یہ ہے۔ کہ اسے مومنوا تم داعنا نہ کہو۔ بلکہ انظرنا کہو۔ مراد یہ ہے۔ کہ ایسے ذو معنی الفاظ جو یہودی اگر استعمال کیا کرتے تھے ان کا استعمال کرتے سے خداوند تنگ لائے یہاں منع فرمایا ہے۔ مرزا صاحب کے نبی اور رسول کا لفظ ہم انہیں معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ کہ آپ نے بغیر شریعت کے اور آنحضرت صلعم کے اتباع کر کے نبوت کے درجہ کو پایا ہے۔ اور اس کے سوا ان الفاظ سے اور کوئی معنی نہیں لیے جاتے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہیں۔ نہ محمد عربی رسول اللہ صلعم کو جو آج سے ۱۳ سید برس پہلے تشریف لائے مراد دیتے ہیں۔ تناسخ کی تعریف جسے آدراگون بھی کہتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ ایک روح کسی جسم سے نکل کر پیچیدائش کے طریق سے دوسرے جسم میں جاوے۔ یعنی پہلی روح ہی دوسرے جسم میں پیدائش کے طریق سے آتی ہے۔ اسلام میں تناسخ کا مشاہد نہیں ہے یعنی ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ کہ کوئی گزشتہ شخص اس طریق سے جس کی تعریف میں نے اوپر بیان کی ہے۔ دوبارہ پیدا ہو جائے یہ کہنا کہ فلاں شخص۔ فلاں کی فریب پر ہے۔ اور اس کے اخلاق اور صفات رکھتا ہے۔ تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا آنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ دوبارہ پیدا ہوا۔ جائز ہے۔ آنحضرت صلعم کے متعلق فلاں دہ تھائے نے خاتم النبیین فرمایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تمام انبیاء کے کمالات کو آپ کے اندر جمع کیا۔ آپ مولے علیہ السلام سے بھی مجھ کر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی لیکن ظاہری طور

آئی کہ کسی شخص نے زکوٰۃ نہ دی ہو۔ اور اس کے متعلق کوئی حکم صادر ہوا ہو۔ مرزا صاحب کے اس حکم کے متعلق کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دے۔ باوجود طاقت رکھنے کے تو وہ جماعت سے علیحدہ سمجھا جائے گا میں نے اپنے بیان میں اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی ہے۔ **هَٰذَا نِعْمَةُ ٱللّٰهِ عَلَيْكُمْ.....** الخ حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جہاں لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کیا وہ اداۓ زکوٰۃ سے منکر تھے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے واللہ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ قتال زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے پر کیا گیا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ لوگ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے یا نہ تھے۔ اس میں صرف زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے کا سوال ہے۔ تارک زکوٰۃ پر اگر وہ صرف زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ مرتبہ تکلف اس پر بشہ طیکہ وہ دوسرے امور دینیہ کا انکار نہ کرے اطلاق نہیں پائے گا۔

مکملہ ص ۱۵۹ ماثونی بعدہ و کفر من کفر یہ حدیث ہے۔ ابن جریر جلد ۵ ص ۲۴۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ابی بعدہ بعدہ یظنون یہ حوالہ طبع ایمریہ۔ مطبوعہ مصر سے ہے۔ اس کا تاثر میل پیچ پر ابن جریر کی تعریف لکھی گئی ہے۔ آیت یا بنی آدم..... الخ کی جو صحیح تفسیر میرے نزدیک مثنوی۔ وہ میں نے بیان کر دی ہے۔ خازن جلد ۵ ص ۲۳۵ پر اللہ یصلی..... برساتہ آیت مذکورہ بالا کی تفسیر ہے۔ مفارغ میں مال اور استحقاق دونوں کے معنی ہونے ہیں۔ حال اور استقبال کے بھی دونوں معنی حقیقی طور پر ہوتے ہیں۔ جب تک کہ کوئی تحریر اس کو کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہ کر دے آیت اللہ یصلی میں حال اور استقبال کے دونوں معنی مراد ہیں۔ (کتاب نور الانوار، ص ۵۵۷) ولاعودلہ... وامتت علیکم نعمتی) میں نعمتی سے مراد مطلق نعمت ہے اور نبوت بھی ایک نعمت ہے۔ البیوم اکملت لکم دینکم... الخ میں تو یہ تبلا یا گیا ہے۔ کہ تمہارا دین تمہارے لیے آج خدا تعالیٰ نے کامل کر دیا ہے۔ اور تم پر نعمت کو پورا کر دیا۔ یعنی اس دین کے اتباع میں جو مراتب نعمت الہی کے انسان کو حاصل ہو سکتے تھے۔ وہ اس دین کے ذریعہ سے حاصل ہو نہ ہو سکے۔ اس سے یہ مراد قطعاً نہیں ہے۔ کہ اب نعمت الہی کا جو دروازہ ہے۔ وہ بند ہو گیا ہے۔ چونکہ دین کامل ہو گیا ہے۔ اس لیے اس دین کے اتباع سے تمام اقسام کی نعمتیں طبعی و کسریٰ اور دینی و دنیوی ہو گئی ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت سے یہ استفادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات قریب آگئی ہے۔ یہود نے حضرت عمر سے کہا کہ وہ اس آیت کے نزول کے دن عید مناتے ہیں۔ جو اعتراف اسباب بعثت نبی کے اپنے بیان میں بیان کئے ہیں۔ وہ اگر کسی وقت پائے جاویں۔ تو خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کے لیے نبی بھیج سکتا ہے۔ اختلافات کا پیدا ہونا بھی بعثت نبی کا باعث

کے فرستادوں کی تکذیب کر دیتے ہیں۔ یہ با محاورہ ترجمہ ہے۔ اس آیت کا کہ فلما جأت ہم رسولہم
 تستهزؤن الخ ہم سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس رسول آئے
 اس آیت کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے۔ کہ مولوی لوگ علم پر نازاں ہو کر رسولوں کے مقابلہ میں اکثر تے
 رہے۔ اور ان کی تکذیب کی۔ بہاؤ اللہ نے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں کیا۔ باب نے بھی مسیح موعود ہونے
 کا دعویٰ نہیں کیا۔ بہاؤ اللہ نے ہمدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ باب نے شیعوں میں ان کی ایک روایت
 کے مطابق امام قائم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اہل تشیع امام قائم سے ہمدی مراد دیتے ہیں۔ دعویٰ کرنے سے
 مراد یہی ہے۔ کہ مرزا صاحب ہمارے نزدیک سچے مسیح اور ہمدی ہیں۔ اور ہم اس کو دلائل سے ثابت کر سکتے
 ہیں۔ بہاؤ اللہ نے ہمدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کہ میں ہمدی ہوں اپنے بیان میں جی مولویوں کا مقابلہ۔
 لیڈروں اور معزز تعلیم یافتہ وغیرہ اشخاص سے کیا ہے۔ وہ ایسے مولویوں کے مقابلہ میں ہے جن کی وصف
 میں اپنے بیان میں لکھوایا چکا ہوں کتاب چشمہ معرفت ص ۲۷۱، ۲۷۲ پر ہے۔ علاوہ اس کے کہا
 کیا جائے۔ مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ میں نے مولوی محمود الحسن صاحب کے جو اشعار اپنے بیان میں
 لکھوائے ہیں۔ وہ مولوی محمود الحسن صاحب کے ہیں مجھے ان کے دیوان کا کوئی علم نہیں انسان خطا
 سے معصوم نہیں ہو سکتا۔ انبیاء کے متعلق یہاں کوئی بحث نہیں۔ مرزا صاحب کے قصیدہ اعجازیہ میں یہ
 شعر ہے۔ تقدیر لا تتقدیر ص ۵۸ پر ہے اس کا ترجمہ اس شعر کے پیچھے لکھا ہوا
 ہے۔ اتانی مالہ یوتہ من العالمین مرزا صاحب کا الہام ہے۔ کتاب المعنی ص ۸ پر ہے اس
 اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مجھے وہ یاد رہو اس وقت دوسرے جہانوں میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ العالمین سے
 مراد اس وقت ہے۔ مرزا صاحب کا یہ بھی شعر ہے کہ بلائے العتید یدرام در گریں نم نزول
 المسیح ص ۱۹، حقیقت الوحی ص ۳۹۔ عرفی مرزا صاحب کا یہ فقرہ
 ہے۔ اؤ بدعات فرقہ مولویان حقیقت النبوت ص ۲۶۶ ماشیہ پر ہے۔ یہ بات موجود ہے۔
 از الہوام حصہ دوم ص ۲۷۶ تقطیع کلال پر ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ابن موعود ایک معمولی انسان تھا۔ بنی
 اور رسول نہ تھا۔ اعجاز احمدی ص ۱۸ پر ہے جیسا کہ عطا کیا تھا۔ نعمت الزور ص ۲۹، ۳۰، ۳۱
 ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۶، ۱۱۸، ۹۷ پر بغایا کے معنی مرزا صاحب نے کیا لیے وہ کتاب دیکھنے سے معلوم ہو
 سکتے ہیں۔ اور انرا اسلام کے صفحات ۳۰، ۲۹ پر حمد مزادہ کا لفظ مشروط طور پر لایا گیا ہے بغایا کے
 معنی کتب ذیل فائق جلد ۱ ص ۲۷ مقتبی الارباب جلد ۱ ص ۳۹ میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

سوال کرد۔ نوہین انبیاء وغیرہ کے مکر میں تاویل کرنے کے متعلق میں اپنے بیان میں بھی حوالے لکھوا چکا ہوں۔ کتاب الفضل جلد ۲ الاشباہ والنظائر اور البحر الرائق وغیرہ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ کسی شخص کے کلام کا اگر محل حسن نکل سکے۔ تو اس کے مطابق اسے لیا جاوے۔

خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ عیسائیوں نے اسلام اور آنحضرت صلیم پر اعتراضات کئے۔ ان کو اراعی جواب دینا جیسا کہ دوسرے علماء نے دیا ہے۔ پھر اس الزامی جواب کو توہین قرار دینا صرف انہیں لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔ جن کے متعلق احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام پر غم و شتم کے اعتراضات کیے جائیں گے۔ جس سے امت میں گھبراہٹ پیدا ہوگی۔ تو وہ اپنے مولویوں کی طرف جابئیں گے تو وہ انہیں بندر اور سورپائیں گے۔ مرتد کی تعریف کے متعلق جو میں نے یہ کہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں تو اس سے مراد یہی ہے کہ جو میں قرآن اور حدیث سے سمجھتا ہوں۔ احمدیہ جماعت قادیان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ ثانی اور اپنا امام سمجھتی ہے۔ اور غیر مبایعین یعنی لاہوری پارٹی۔ مولوی محمد علی صاحب کو اپنی جماعت کا پریزیڈنٹ یا امیر سمجھتی ہے۔

مرزا صاحب نے جن حدیثوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ہم انہیں رومی کی ٹوکری میں پھینکتے ہیں۔ وہ وہی حدیثیں ہیں جو قرآن مجید کے مخالف ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی وحی قرآن مجید کے معارض نہیں ہے جہاں مسیح کے عقیدہ کا نام شرک رکھنے کے بارہ میں میں نے جو جواب دیا ہے۔ اس کی تائید ان حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جس میں رسول اللہ صلیم نے فرمایا ہے۔ من حلفت بغیر اللہ فقد اشرک یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ تو اس نے شرک کیا۔ اس طرح پر نماز کے چھوڑنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ اولیاء نے لکھا ہے یا کہا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اطفال ہوتے ہیں۔ مثلاً مولانا روم نے لکھا ہے۔ اولیاء اطفال حق اندازے عزیز خیر اس طرح پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تفسیر الفوائد الکبریٰ میں کہا ہے کہ اگر ابن کالفاظ بمعنی محبوب خداوند تعالیٰ کی طرف سے استعمال کیا جاوے۔ تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود نے اپنے الہامات کے متعلق اپنی کتاب دافع البلاء میں صاف طور پر لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ اور نہ کسی کی شان کے لائق ہے کہ وہ کہے کہ میں خدا یا خدا کا بیٹا ہوں۔ مگر یہ الہام از قبیل متشابہات ہے۔ اور میری طرف خداوند تعالیٰ کی جو وحی ہوئی۔ اس میں صاف تصریح ہے۔ قل انما انابشر مثکم۔۔۔۔۔ قرآن میکائیل سے مراد حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ وہ آدم کی طرح ہیں اور خدا کی مانند جو ترجمہ عربی زبان کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ خدا کے شریک بنے

ہیں۔ بلکہ آپ نے صاف تصریح کی ہے کہ جس طرح حدیث میں آتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو اس پیش گوئی سے جو دنیا ال نبی کی کتاب میں ہے۔ یہی مراد ہے کہ میں آدم کی طرح ہوں اور میکائیل جو فرشتہ ہے اس کے متعلق بھی یہی ہے کہ خدا کی مانند جیسا کہ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔ میکائیل اسم ملک عبرانیہ مقتم من مثل اللہ کان اللہ نزل من السماء کے الہام سے مراد توجہ رحمت الہی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اہل ایت کے تیسرے پہر آسمان سے اترتا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بعض کتب میں کہا کہ انا اللہ ... اقول کن فیکون کہ میں خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں کسی چیز کے بیسے کہتا ہوں ہو تو وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کر۔ میں تجھے ایسا بنا دوں گا۔ تو کسی چیز کو کہے گا ہو تو وہ ہو جائے گی۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ معاملہ اپنے بہت سے انبیاء اور اولیاء اور خواص عباد سے کیا ہے۔ اور مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ انسان کو جب نقا الہی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت توحج کی حالت میں ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں۔ جو خارق عادت ہوتی ہیں۔ مرزا صاحب اربعین ص ۳۳ پر انت اسمی لا علیٰ کی یہ تشریح لکھی ہے تو میرے اسم علیٰ منظر ہے۔ اور تجھے غلبہ ملے گا۔ اصلی و اصولی و اسرار و انوار۔ میں خدا کی طرف نسبت نہیں بلکہ مسیح موعود کی طرف ہے۔ اور مرزا صاحب نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے انکھ اور نیند سے منہ رو ہے۔ مرزا صاحب نے جو کشف میں لکھا ہے۔ کہ میں خدا ہو گیا۔ اس کی تعبیر خود آئینہ کالات اسلام میں تبا دی ہے۔ کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم حلول کا اعتقاد رکھنے والوں کی طرح اعتقاد رکھتے ہیں۔ یا وحدت وجودیوں کا مذہب رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ واقعہ بخاری کی اس حدیث کے مطابق ہے۔ جو قرب نوافل بخاری میں آئی ہے۔

..... الخ اور نیز کتاب تعظیم اللہ نام میں یہ لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں خدا ہو گیا ہوں۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم پر ہو گا۔ مرزا صاحب کے قول کہ مجھے زندہ کرتے اور فنا کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ کا یہ مطلب ہے جیسا کہ خود انہوں نے خطبہ الہامیہ میں بیان کیا ہے۔ کہ نبی بھی حیات القلوب لا حیاء کہ میرے ہاتھ ایک ایسا حربہ ہے۔ کہ جس کے ساتھ میں ظلم اور گناہوں کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں۔ اور دوسرے ہاتھ میں ایسا پانی ہے۔ جس کے ساتھ میں دلوں کی طرف زندگی لوٹاتا ہوں۔ ازالہ اوہام ص ۲۲ پر رسول اللہ سلم کے جسم مبارک کو جو جسم کشفیت بتلایا گیا ہے۔ اس سے مراد جسم خاکی ہے۔ یوم الآخر کے معنی ہے پیچھے آنے والے دن کا مطلب قیامت کا دن ہے۔ یعنی جو اس عالم کے بعد دوسرے عالم کا دور شروع ہوتا ہے۔ مرزا صاحب

نے حقیقت الوہی میں اس عبارت سے پہلے کہ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب اشارات فریدی میں مخالفوں کے حملہ کا جواب دیا ہے۔ تصریح فرمادی ہے کہ اس کتاب میں خواجہ غلام فرید صاحب کے ملفوظات لکھے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ میں نے جو پہلے یہ لکھوایا ہے کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے اشارات فریدی جلد سوم کو صقاً سبقاً سنا۔ اور اس میں تصحیح فرمائی ہے۔ یہ مجھ سے سہو ابان ہوا۔ حالانکہ یہ کتاب خود خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی ہے۔ جس سے حضرت مرزا صاحب کے مسلمان ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے۔ خواجہ غلام فرید صاحب نے مولوی رکن الدین صاحب کو اپنے حلقہ میں سے شمار کیا ہے۔ جیسا کہ خود اشارات فریدی سے بھی ظاہر ہے اور نکات فریدی سے بھی جو خواجہ محمد بخش صاحب کی تالیف ہے جس کا حوالہ میں اپنے بیان میں دے چکا ہوں غیر مسلمان چونکہ ایک صوفی لفظ ہے۔ اس لیے معنی کے لحاظ سے ہم غیر احمدیوں کو مسلمان کہیں گے۔ مولوی نور الدین صاحب کے ساتھ جو خواجہ غلام فرید صاحب کی گفتگو ہوئی اس میں حضرت مرزا صاحب کی پیش گوئیوں اور آپ کی صداقت پر بحث ہوئی ہے مولویوں کے متعلق جو مرزا صاحب کے حوالے پیش کئے گئے ہیں کہ انہیں سود و غیرہ کہا۔ یہ ہر ایک مولوی کے متعلق نہیں بلکہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ تشریف لوگ ہمارے ان الفاظ کے مخاطب نہیں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ایسے مولویوں کے متعلق حدیث میں بندہ اور سور کا لعنت دیا ہے۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے قصیدہ اعجاز میں جو یہ شعر ہے کہ دوسروں کے پانی خشک ہو گئے یہ ایسا ہی شعر ہے جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا اقلت شمس تعرب متفادات امام ربانی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوں کے سورج جو تھے وہ غروب ہو گئے۔ لیکن ہمارا سورج ایسی بلندی کے افق پر ہے۔ جو کبھی غروب نہ ہو گا۔ مرزا صاحب کا یہ کشف کہ حضرت فاطمہ کی ران پر آپ نے سر رکھا ایسا ہی کشف ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کے متعلق آپ کے نائب ہیں آیا ہے۔ کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دودھ چوسا۔

سن کر تسلیم کیا

۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء

۱۵ ذیقعد ۱۳۵۱ھ

دستخط حج صاحب

بیان غلام احمد صاحب گواہ عبد الرزاق مدعا علیہ

۱۳ لغایت ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء

غلام احمد جو جماعت مرزائیہ کے اعلیٰ مبلغ اور خاص کارکن تھے۔ مرزا قادیان کے معتمد خاص عبدالحق راجپوت کے فرزند تھے۔ اس نسبت سے بھی انہیں جماعت مذکورہ میں خاص مقام حاصل تھا۔ بطور گواہ مدعا علیہ اُن کا بیان ۱۳ الغایت ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء عدالت میں قلمبند ہوا۔ ازاں بعد شہرہ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحبؒ نے دس یوم تک ایسی بصیرت افروز جرح فرمائی کہ غلام احمد کے بیان کے کاذب دلائل کو اظہر من الشمس کر دیا۔

ادارہ _____

از روئے قرآن شریف اللّٰذین یؤمنون بالغیب مفلحون الخ
 سورة بقرہ رکوع (۱) یعنی وہ لوگ جو امور غیبیہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور جو چیز پر ایمان
 نے ان کو دی ہیں۔ ان میں سے وہ خوشخبر کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ اُس پر جو تیری طرف
 نازل کیا گیا۔ اور اس پر جو آتا لگا گیا۔ تم سے پہلے۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی ہدایت
 پر ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے اور ایسے لوگ ہی ہیں فلاح پانے والے۔

آیت علی یس البر..... متقون الح۔ سہدہ بقرہ کو ع ۲۲ یعنی صرف یہی نیکی نہیں کہ تم منہ پھیر کر دو۔ مشرق یا مغرب کو متقی نیکی یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور دے اپنا مال خدا کی محبت پر قربانیوں کو اور یتیموں کو اور مساکین کو اور مسافر دل کو اور سالین کو اور غلاموں کے چھوڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ دے۔ اور پورا کرنے والے اپنے عہدویمان کو جب وہ عہد کریں۔ اور میر کریں تکالیف اور شائد میں۔ اور لڑائی کے وقت۔ ایسے ہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے نوح کر دکھایا۔ اور ایسے ہی لوگ ہیں۔ جو متقی ہیں اس دوسری آیت نے پہلی آیت کی بعض باتوں کی تفصیل کر دی۔ پہلی آیت میں یومنون بالغیب کہہ کر امور غیبیہ پر ایمان لانے کا ذکر تھا۔ تو اس دوسری آیت میں وہ باتیں ظاہر کر دیں۔ یعنی خدا تعالیٰ۔ قیامت۔ فرشتے۔ وحی۔ کتابیں وغیرہ۔ جو عام طور پر نظر دل سے مخفی ہیں۔ اور صرف دلائل سے ان کا علم ہوتا ہے۔ اسی

طرح۔ نماز قاضی کی تفصیل بھی اس دوسری آیت نے کر دی ہے۔ کہ کن کن لوگوں کو اپنا مال دینا چاہیے
 آیت ۳ قل ائمتنا بانئذ..... مسلمان ال عمران رکوع ۱۷۔ یعنی کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ
 تعالیٰ پر اور اس پیر پر جو اتاری گئی ہم پر اور اس پر جو اتاری گئی۔ لہذا ہم داسماعیل و اسحاق و یعقوب
 علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا ہے۔ موسیٰ و عیسیٰ۔ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کو اپنے رب کی طرف سے۔ اب ہم نہیں فرق کرتے۔ ان میں سے کسی میں۔ بلحاظ ماننے کے
 اور ہم اس خدا تعالیٰ کے فرمان پر ہیں۔ اس تیسری آیت میں اس مائتزل من تنک کی تفصیل فرمادی
 تھی۔ یعنی ابراہیم اور اسماعیل و اسحاق و یعقوب و موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف
 بھی جن کے نام بیان نہیں کئے گئے تھے۔ جو آئندہ آگیا۔ ایمان لانے والی ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی
 ایک بھی چھوڑا نہ جائے۔ ان تینوں آیات میں اسلام اور ایمان کی دو قسم کی علامات بیان کی گئی ہیں۔
 بعض عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور بعض اعمال کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ کو ماننا۔ فرشتوں کو ماننا
 کتاب لکھا ماننا۔ نبیوں کا ماننا۔ قیامت پر اعتقاد رکھنا۔ یہ تو عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مگر
 نماز ادا کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ عام طور پر ذی القربی۔ یتامی۔ مساکین ان سبیل۔ سائین وغیرہ کو حسب
 استطاعت دینا۔ مواثیق کی پابندی کرنا۔ تکالیف و مشائد میں صبر کرنا وغیرہ باتیں اعمال سے تعلق
 رکھتی ہیں۔ ان چند باتوں کے علاوہ عمومی طور پر دیگر نیک باتوں اور نیک کاموں میں اطاعت کرنے کا ذکر
 و نحن الہ مسلمون کا جملہ کہہ کر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

۴۱ انما المؤمنون..... رزق کریم۔ سورہ انفال رکوع ۱۷ یعنی صرف
 مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہو ان کے دل اس کے جلال سے کانپ اٹھیں۔ اور جب ان پر
 اس کی آیات پڑھی جائیں۔ تو ان کا ایمان زیادہ ہو۔ اور جو لوگ اپنے رب پر توکل کریں۔ وہ لوگ جو
 نماز قائم کریں۔ اور جو ہم نے ان کو دیا فریضہ کریں ایسے ہی لوگ مومن ہیں پکے۔ ان کو درجہ جلت ملیں گے۔
 ان کے رب کی طرف سے اور ان کی مغفرت ہوگی۔ اور ایسے لوگوں کو ہی رزق کریم عطا ہوگا۔

۴۲ التائبون العابدون..... بشیر المؤمنین۔ سورہ توبہ رکوع ۱۷ یعنی
 خدا کی طرف پھٹنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ حمد کرنے والے۔ روزہ رکھنے والے۔ رکوع کرنے والے سجدہ
 کرنے والے۔ نیک باتوں کی ہدایت کرنے والے۔ بری باتوں سے روکنے والے۔ خدا تعالیٰ کی حدود
 کی ہنگامہ شت کرنے والے۔ اور بشیرت دہانے مومن کو۔ ان دونوں آیات میں امور ذیل ایمان کی علامات
 قرار دیئے گئے ہیں۔ خدا کے جلال سے ڈرنا۔ اس کی پاک آیات سے ایمان کا زیادہ ہونا۔ اس پر توکل

کرنا۔ نماز قائم کرنا۔ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا اس کی راہ میں خرچ کرنا۔ خدا کی طرف جھکنا۔ عبادت کرنا۔ حمد کرنا۔ روزہ رکھنا۔ عام اطاعت و خاص اطاعت کرنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا۔ دیگر حدود و شریعہ کی ہنگامداشت کرنا۔ ان پانچوں آیات میں بیان شدہ تمام باتیں۔ اپنی تمام شرط کے ساتھ سب استطاعت و طاقت مدعا علیہ اور اس کے بزرگ مقتدا میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام امدعا علیہ و دیگر جماعت احمدیہ بلحاظ علامات مذکورہ خدا کے فضل و کرم سے ادلیلتِ ہم المومنون حق کے مصداق ہیں۔ یعنی آپ کے مسلمان اور مومن ہیں۔ از روئے حدیث ۱۔ صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف ایک لمبی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے۔ تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت محمدیہ کو ان باتوں کا علم ہو جائے۔ ان میں سے اسلام اور ایمان کی تعریف بھی تھی۔ انہوں نے کہا ما الاسلام۔ قال الاسلام ان تشهد لا اله الا الله وان محمد رسول الله سبیل۔

مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول صفحہ ۱۱۔ حدیث ادل۔ یعنی اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے۔ اور محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور روزے رکھے رمضان کے۔ اور حج کرے بیت اللہ کا۔ اگر تجھے اس کے راستہ کی طاقت ہو۔ گویا آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تعریف کی رو سے مسلمان وہ ہے۔ جو یہ باتیں بجالائے۔ مثلاً حضرت جبرائیل نے دوسرا سوال ایمان کے متعلق کیا کہ ایمان کیا چیز ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان توہنی باللہ مشرّف۔ یعنی کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ اور قیامت پر اور تو ایمان لائے قدر پر اس کی غیر و شر پر۔ گویا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق مومن کی یہ تعریف ہے۔ جو مذکورہ بالا باتوں پر ایمان لائے اور ان کا اقرار کرے۔

۲۔ نبی الاسلام جو رمضان یعنی حضرت ابی عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد ان پانچ باتوں پر ہے۔ کلمہ شہادت کہنا نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ یعنی جس کے اندر یہ پانچ باتیں پائی جاویں۔ وہ مسلمان ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے وابستگان دین میں یہ تمام باتیں انہی شرط کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ پس مدعا علیہ اور اس کے ہم خیال احمدی لوگ مسلمان ہیں۔

..... درج ہیں۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۔ اشتہار۔
۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء۔

(۲)۔ اسے بزرگوں۔ اسے مولویو۔ ترمیموں۔ ازالہ ادہام شروع صفحہ ۲۔ مطبوعہ
سال ۱۸۹۱ء۔

(۳)۔ اہ خدا تعالیٰ جانتا ہے نماز پڑھتا ہوں۔ آسمانی فیصلہ ۳ مطبوعہ ۱۸۹۱ء۔

(۴)۔ توسن بائبل سلین۔ نورالحق صفحہ ۵۔ اس کا ترجمہ اس کے نیچے دیا
ہوا ہے۔

(۵)۔ ہم وہ لوگ ہیں۔ جن کا مقولہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انا باللہ رب العالمین
اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ ہم ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر۔ اور اُس کے فرشتوں پر اور اس کے
رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور جنت و نار پر۔ اور حشر و نشر پر اور ہم قرآن کو ترجیح دیتے ہیں۔
شرع کی کتاب کے لحاظ سے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونے کے لحاظ سے اور ہم دعویٰ
کرتے شرعی نبوت کا۔ اور ہم نہیں دعویٰ کرتے قرآن کے منوح ہونے کا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ اور تمام رسولوں سے بہتر اور افضل
ہیں۔ اور گہنگاروں کے شیعہ ہیں۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی سچائی قرآن پاک میں
ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں بھی۔ اور ہر ایک قسم کی بدعت۔ جہنم میں پہنچاتی ہے۔
اور ہم مسلمان ہیں اور اللہ جانتا ہے۔ جو ہمارے دلوں میں ہے۔ اس پر ہمارا توکل ہے۔ اور اس کی
طرف میری اثبات ہے۔ سب تعریف ہے اللہ کے لیے۔ اول اللہ آخر میں۔ ظاہر و باطن میں۔ وہب
ہے ہمارا۔ اور تمام جہانوں کا۔ یہ کتاب انوار اسلام مطبوعہ سال ۱۸۹۵ء ہے اور اس کے صفحہ ۳۲
پر مذکورہ بالا عبارت ہے۔

ماہد سلیمان از فضل خدا۔ مصطفیٰ مارا امام پیشوا
اندیں دین آمد از ماہدیم ہم دریں ایمان ماست
ضمیمہ سراج منیر صفحہ ۷۴ (۷) مطبوعہ سال ۱۸۹۴ء۔

د۔ بالآخر یاد رہے ہمارا عقیدہ ہے لام الصلح صفحہ ۸۶۔ مطبوعہ ۱۸۹۹ء۔

د۔ پھر سختی نوع میں جماعت کو جو کئی صفحات پر نصیحت فرمائی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔ پیر دی کرنے کے لیے

یہ باتیں ہیں نہ کہ اس کا بیٹا۔

(ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰) پھر اس کتاب میں فرماتے ہیں۔ کہ پھر تمہارے لیے ایک ضروری کوئی اور کتاب۔ صفحہ ۱۳ پھر اس کتاب کے صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں۔ سولے دسے تمام لوگوں کو کچ کر کے کشتی نوح مطبوعہ سال ۱۹۰۲ء۔ صفحہ ۱۷۔ طبع اول۔

۹۔ پھر فرماتے ہیں۔ التعلیم للجماعت فی التاخر مواہب الرحمن صفحہ ۹۶۔ مطبوعہ سال ۱۹۰۲ء۔ اس کا ترجمہ فارسی میں اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث اور فقہ حنفیہ کی رو سے جن باتوں کی بنا پر کسی کو مسلمان یا مومن کہا جاتا ہے ان سب باتوں کے متعلق حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ شہادت واضح اور صاف عبارتوں کی رو سے میں نے ثابت کر دیا ہے۔ کجاعت احمدیہ لفضلہ تعالیٰ مسلمان اور مومن ہے یہ پہلا ثبوت جو دراصل کئی ثبوتوں کا مجموعہ ہے۔ بیان کرنے کے بعد میں دوسرا ثبوت حضرت مرزا صاحب قادیانی۔ مسیح موعود دہری موعود اور ان کی جماعت کے مسلمان اور مومن ہونے کا پیش کرتا ہوں۔ اور وہ آپ کے معاصرین میں سے ایک شہرہ آفاق۔ صاحب علم و فضل و تقدس بزرگ کی شہادت ہے یہ شہادت جس کا میں نے ذکر کیا ہے ہزار شہادتوں سے بھی زیادہ با عظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے۔ جو علیٰ ہرگز گار اور واصلان کردگار میں سے ہے۔ پنجاب کے علاوہ اس کی جلالت شان ہندوستان میں بھی مسلم ہے۔ ریاست بہار پلور کی رعایا اور راجی سب کے دلوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر نقش فی الخبر ہے۔ اور جو ہزبائی قس نواب صاحب بہادر ریاست بہار پلور اور آنحضرت کے بزرگان کے بھی واجب التعظیم مقتدا ہیں میری مراد اں بزرگ مقدس انسان سے حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کی ذات والا صفات سے ہے۔ انجن جناب حضرت مرزا صاحب کی شان میں فرماتے ہیں۔

ہمہ اوقات مرزا صاحب داز عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریات دین ہرگز منکر نیست۔ اشادات فریدی۔ جلد ۳۔ صفحہ ۷۰۔ اگرچہ کلام اپنے زبردست اور جامع الفاظ سے خود کامل ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ پوری تحقیق کے بعد بڑے وثوق اور یقین سے فرمایا گیا ہے۔ ۱۰۔ دہرہ امر خاص قابل توجہ ہے۔ لیکن اس کے علاوہ چند اور بھی شہادت قوی دلائل ایسے موجود ہیں۔ جن سے اس کا ہمہ امت با عظمت اور قابل توجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً دلیل اول یہ ہے۔ کہ اس کتاب اشادات فریدی کے حصہ سوم سے ثابت ہوئی ہے۔ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر کامل یقین ہونے کی وجہ سے جہاں اور علماء فضلہ اور سجادہ نشین اصحاب کو مباہلہ کا بیہیام دیا۔ کہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو وہاں حضرت خواجہ صاحب کو بھی دہرہ ہے۔ کہ یا تو حضرت خواجہ صاحب تصدیق فرما دیں۔ یا دہرہ مقابلہ میں آویں مگر

چونکہ حضرت خواجہ صاحب نیک دل برگزیدہ اور محتاط انسان تھے۔ اس لیے انہوں نے اس مباہلہ کے خلیج کا جواب سرسری طور پر دینا پسند نہیں کیا بلکہ پورے غور و فکر کے بعد اپنی معرفت خاصہ کی وجہ سے بذریعہ خط یہ دیا۔ من فقیر باب اللہ غلام فرید سجادہ نشین مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بسم اللہ الرحمن الرحیم بر سبیل جواب اشادات فریدی حصہ سوم صفحہ ۴۲۔ خواجہ صاحب کے اس خط سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں اول آپ علم عربی میں ایک فاضل بزرگ ہیں۔ دوم آپ نے یونہی جواب نہیں دے دیا۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دیا ہے۔ سوم اس خط میں اقرار موجود ہے۔ کہ میں شروع محل سے ہی۔ آپ کے مقام تعظیم پر کھڑا ہوں۔ اور میری زبان سے آپ (حضرت مرزا صاحب) کے حق میں تعظیم و تکریم و رعایت و ادب کے بغیر کبھی کوئی کلمہ نہیں نکلا ہے۔ اور میں آپ کے صلاح حال کا معترف اور مستفیض ہوں۔ کہ آپ عباد اللہ العالین میں سے ہیں۔ پہلے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب سے اپنی عافیت بالخیر کے لیے دعا کی درخواست کی ہے۔ یہ چاروں باتیں جو اس خط سے ظاہر ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ ایک جامع علوم ظاہری و باطنی مرد خدا نے مباہلہ کا پیغام پاکر اس کا جواب دیا ہے۔ اور سرسری طور پر نہیں۔ بلکہ غور و خوض کے ساتھ وہ کتاب پڑھنے کے بعد دیا ہے۔ جس میں مباہلہ کا پیغام درج ہے اور ایسے الفاظ میں دیا ہے کہ جب تک واقعی حقیقت متکشف نہ ہو جائے۔ ایسے الفاظ میں جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اس جواب میں نہ صرف یہ اقرار ہے۔ کہ میں ابتدا سے آپ کی تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ آپ کو حضرت کے حالات کا پہلے سے علم ہے۔ بلکہ نہایت صفائی کے ساتھ پہلے لفظوں میں یہ بھی موجود ہے۔ کہ میں آپ کی تعظیم کے لیے بفرق حصول ثواب کھڑا ہوں۔ آخر میں حضرت خواجہ صاحب نے بات اپنی انتہائی حد تک پہنچا دی ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار فرما کر یہ آرزو کی ہے۔ کہ حضرت اقدس آپ کے لیے عافیت بالخیر کی دعا کریں۔ عافیت بالخیر ہونے کی دعا کے لیے حضرت خواجہ صاحب جیسا روشن ضمیر اور مقدس انسان جس درجہ اور مرتبہ کے انسان سے کہے گا وہ ظاہر ہے۔ اس خط کو حضرت مرزا صاحب نے سال ۱۹۰۷ء میں منیہ انجام آتمم صفحہ ۳۹ و ضمیمہ سلج میسر صفحہ الف، ب میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب یقید حیات تھے۔ اس کے بعد مزید خط و کتابت بھی جاری رہی ہے۔ جو حضرت صاحب کی طرف سے بھی شائع ہوتی رہی ہے اس لیے یہ شہادت صرف اشادات کے حوالہ سے نہیں۔ بلکہ دوسری اشاعتوں کے لحاظ سے بھی قابل غور ہے۔ دوسری دلیل اس امر کی کہ حضرت خواجہ صاحب کی شہادت خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ یہ کہ آئیناب کو حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنی وہ رائے ظاہر فرمانے سے پہلے حضرت مرزا صاحب کے اہلکات کا بخوبی علم ہو چکا ہے۔ جیسا کہ

از عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریات دینی ہرگز منکر نیست یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ علما نے مرزا صاحب کو عقائد اہل سنت والجماعت اور ضروریات دینی کا منکر قرار دیا ہے۔ خواجہ صاحب اس سے وائس ہیں۔ مگر اس میں علما کو برحق نہیں سمجھتے۔ اور ان کے قول و فتویٰ کو رد کرنے کی خاطر فرماتے ہیں۔ کہ از عقائد اہل سنت والجماعت و ضروریات دینی ہرگز منکر نیست۔ اگر اس فقرہ سے علما کے فتویٰ تکفیر کی تردید مقصود نہ ہو۔ تو یہ فقرہ ہی بے محل ٹھہرتا ہے۔ ایک نہایت ضروری بات۔

اس موقع پر یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اگرچہ یہ شہادت قونی الحقیقت نہایت و نفع ہے۔ لیکن جی بزرگ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ کیا ثبوت ہے۔ کہ واقعی اس کی ہے بھی۔ اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ اشارات فریدی جس میں یہ شہادت درج ہے۔ مقدمہ زیر تھوڑے کے دائرہ ہونے سے سال ہائے سال پہلے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ ریاست اور اس کے ارد گرد میں حضرت خواجہ صاحب کے معتقد و مرید بکثرت موجود ہیں۔ اس لیے مگر گھر میں کتاب کا موجود ہونا یقینی ہے۔ لیکن نہ بیرون ریاست سے اس شہادت کے خلاف کوئی مدللند ہوئی اور نہ اندرون ریاست سے۔ اگر خدا خواستہ اس شہادت کے متعلق کچھ گنجائش کلام ہوئی۔ تو حضرت خواجہ صاحب کے معتقدوں۔ مریدوں کا جی میں معمولی درجہ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ تک کے طبقہ کے اصحاب شامل ہیں۔ اپنے بزرگ مقتدا کے ملفوظات کی کتاب میں یہ شہادت درج پاکر کوئی لفظ مخالف زبان پر نہ لانا ثبوت کامل ہے اس امر کا کہ چھوٹے ٹیسے دونوں طبقہ کے لوگوں کو اس شہادت کے یقین کرنے میں ذرا بھی شک نہیں ہوا۔ اور وہ پورے اطمینان سے اس کو خواجہ صاحب کی شہادت سمجھ رہے ہیں۔ دوسری بات اس شہادت کے واقعی حضرت خواجہ صاحب کی ہی شہادت ہونے کے متعلق یہ ہے کہ کتاب اشارات فریدی۔ جس میں یہ شہادت درج ہے آپ سے تعلق نہ رکھنے والے یا کسی بیرون انسان کی قلم بند کی ہوئی نہیں بلکہ حضرت خواجہ صاحب کے ایک مرید یا اختصاص نے ۹۔ برس تک آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سنا ہے۔ وہ تحریر میں لا کر تیار کر کے اور وہ تیار کرنے والے بھی کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ وہ شخص ہیں۔ جن کے حق میں حضرت خواجہ صاحب کے فرزند و جانشین خواجہ محمد بخش صاحب نے برادر دینی۔ مولانا رکن الدین کے تنظیمی الفاظ لکھے ہیں۔ تیسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے۔ کہ یہ کتاب بے تعلق یا غیر معروف لوگوں میں کسی کے انظار سے طبع نہیں ہوئی بلکہ اس کو طبع اور شائع کرنے والے۔ خود خواجہ صاحب کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ہیں۔ پنانچہ وہ اس کتاب کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

فقیر محمد بخش ابالعد میگوید بلع کتا ندیم . فقیر محمد بخش -

اس تقریظ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں -

(۱) یہ کہ مولانا دکن الدین صاحب نے متواتر ۹ سال تک حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی خدمت میں رہ کر آنجناب کے ملفوظات مرتب کئے تھے -

(۲) یہ سب ملفوظات ایک کتاب اور ایک نسخہ کی صورت میں تھے -

(۳) خواجہ محمد بخش صاحب جانشین حضرت خواجہ صاحب نے آنجناب کے مریدان باصفا کی خواہش و اشتیاق کی بناء پر کتاب شائع کی چھٹی دلیل اس امر کی کہ یہ شہادت حاصل قابل توجہ ہے - یہ کہ خود حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بھی اپنی اس تحریر کردہ شہادت کی تصدیق فرمادی ہے چنانچہ اس کتاب جلد ثالث کے اخیر کی اس عبارت سے ثابت ہے حایل جلد سوم از اول تا آخر تحقیق تمام نمودہ اند - فقط - صفحہ ۱۸۷ -

اس عبارت سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں - اول یہ کہ یہ جلد سوم بھی حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی بابرکت زندگی میں لکھی گئی ہے - دوم یہ کتاب جلد سوم از اول تا آخر خواجہ صاحب مرحوم مغفور کی خدمت مبارک میں سبقتاً پڑھ کر سنائی گئی ہے - سوم کہ یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بکمال توجہ سننی ہے - اور اس کی تصحیح و اصلاح اور تحقیق تمام فرمائی ہے -

ساتویں دلیل اس امر کی کہ اشارات فریدی میں بلع شدہ شہادت واقعی حضرت خواجہ صاحب کی ہے - خارجی شہادات میں - یعنی ان کے خطوط کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کا ان کے نہ صرف خط میں شائع کرنا - بلکہ ان کی عقیدت و ارادت کو ان کی زندگی میں شائع کر لینا اور جرائد کی تعداد میں حضرت مرزا صاحب کی ان کتابوں کا دنیا میں پھیل جانا - مگر اس کے خلاف نہ خواجہ صاحب کا خود انکار کرنا اور نہ ان کے جانشین خواجہ محمد بخش صاحب کا انکار ثابت ہونا - پھر حضرت خواجہ صاحب کی تصدیق و ارادت کے بعد حضرت مرزا صاحب کا ایک نظم لکھنا وہ بھی خواجہ صاحب کی زندگی کا واقعہ ہے - وہ نظم اشارات میں بھی درج ہے اور حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں بھی - مثلاً غنیمہ سراج منیر صفحہ (۴۰) - (۴۱) وغیرہ مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء اشارات فریدی حصہ سوم صفحہ ۹۰ - پھر - حقیقت الوحی صفحہ ۳۰۷ پر حضرت خواجہ صاحب کے متعلق مرزا صاحب نے پوری تفصیل سے ارقام فرمایا مگر آج تک کسی شخص نے بھی ان سب امور کے بار بار شائع ہونے - اور ہزار ہا کی تعداد میں شائع ہو جانے کے باوجود ذرا بھر انکار نہیں کیا - تو اب اتنے سالوں کے بعد اس شہادت میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے - میں ان عبارتوں میں سے چند فقرات

پیش کرنا ہوں۔ جو مرزا صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔ اول۔ بالآخر ہم اس جگہ نقل خط میاں غلام فرید صاحب پیر نواب بہاؤ لہو جو ایک صالح اور متقی مرد مشائخ پنجاب میں سے ہیں۔ اس مرض سے درج کرتے ہیں۔ کہ تا دوسرے مشائخ مدین بھی کم سے کم ان کے نمونہ پر چلیں۔ ضمیمہ انجام آٹھم صفحہ ۳۲-۳۴ جنوری ۱۸۹۷ء دوسرا حالہ یہ ہے۔ مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاہیٹرال خالوں نے پرہیز گاری کا نمونہ دکھلایا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ خدان کو اجر بخشنے اور عاقبت بالآخر کرے۔ تہتین، اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی میاں صاحب موصوف کا ذکر باخبر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔

(ضمیمہ انجام آٹھم صفحہ ۳۸-۴۰)

سیسرانظم کے چند اشعار ہیں۔

اے فرید وقت در صدق و صفا۔ باتو یاد آں در کہ نام او خدا۔ بر تو بار در رحمت یاری ازل۔ در تو تائید نور دل مراد ازل۔ از تو جان من غلط الرجال۔
 از کوسے تو۔ اشارات فریدی جلد سوم صفحہ ۹۰۔ ضمیمہ رسالہ سراج منیر صفحہ ۱۰۰۔ یہ نظم خواجہ صاحب کے دوسرے خط کے جواب میں ہے۔ جو ایک لمبے خط کے ساتھ منسلک کر کے حضرت مرزا صاحب نے بھیجی تھی۔ اور خود بھی ہزاروں کی تعداد میں ۱۸۹۷ء میں شائع کر دی۔ یعنی حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے تقریباً تین سال پہلے۔ حقیقت الہی صفحہ ۲۰۶-۲۰۷ پر ہے۔ انیسواں نشان یہ ہے۔ ساخط ہو گئے۔
 ... مصدق ہونے کی حالت میں ہوا۔ معرفت بخش دی تھی۔ ان ملفوظات کے لکھنے والے مولانا رکن الدین ہیں۔ جن کو خواجہ محمد بخش صاحب برادر دینی کے خوش اقبال سے یاد فرماتے ہیں۔ اور اشارات فریدی حصہ دوم صفحہ ۱۳۵-۱۳۶ پر حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء کے ناموں میں ان کا نام بھی درج ہے۔ لیکن مولانا رکن الدین صاحب بھی حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ ایسی شخصیت پر رب کثائی کرنا در حقیقت حضرت خواجہ صاحب کی مقدس شخصیت پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علامہ وحید حضرت خواجہ غلام فرید کی یہ شہادت نہایت ہی تسلی بخش اور قوی شہادت ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ قرآن شریف اور احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ کی رو سے کسی کو مسلمان یا مومن کہنے کے لیے جن باتوں کے اقرار کی ضرورت ہے میں نے ان تمام باتوں کا اقرار حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تحریرات سے ثابت کر دیا ہے پھر ایک مقدس دیو کی شہادت سے بھی۔ اس کے بعد اب میں وجوہ تکفیر کو ایک ایک کر کے رد کرنا چاہتا ہوں۔ جو غلط طور پر مرزا صاحب کی طرف

منسوب کی جاتی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق جو وجوہ تکفیر بیان کی جاتی ہیں۔ وہ سات ہیں۔

- (۱) اوّل انکار ختم نبوت۔
- (۲) دوّم دعوائے نبوت تشریع۔
- (۳) سوّم دعوائے نبوت مطلقہ۔
- (۴) چہارم دعوائے وحی۔
- (۵) پنجم انکار نفع صور و حشر اجداد قیامت۔
- (۶) ششم توہین انبیاء علیہم السلام۔
- (۷) توہین امت محمدیہ۔

پہلی وجہ تکفیر کی تردید۔ پہلی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ختم نبوت چونکہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ضروریات دین میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار بھی کفر ہوگا ہے اس لیے مرزا صاحب اور ان کے مرید ایک ضرورت دینی کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ اس وجہ تکفیر کے متعلق مجھے جو کچھ بیان کرنا ہے۔ وہ میں کئی عنوان کے تحت بیان کرتا ہوں۔

کیا حضرت مرزا صاحب علیہ اور آپ کی جماعت کو سید الانبیاء
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکار ہے

ختم نبوت کے الفاظ کو مخالفین عام طور پر بولتے ہیں اس سے وہ خاتم النبیین کے الفاظ مراد لیتے ہیں۔ اور ختم نبوت کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار اور اس طرح وہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل ہی لغو مغالطہ و مضالطہ ہے۔ کیونکہ نہ تو ختم النبوت۔ اور خاتم النبیین مترادف ہیں۔ کہ ختم النبوت کے انکار سے خاتم النبیین کا انکار لازم آئے۔ اور جن معنوں میں حضرت مرزا صاحب کو ختم النبوت کا انکار ہے۔ جن معنوں میں کہ مخالفین آپ کی طرف انکار منسوب کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں خاتم النبیین کے الفاظ کسی انسانی فکر کا نتیجہ نہیں ہیں۔ جن میں گنجائش کلام ہو بلکہ قرآن شریف میں وارد ہیں۔ جو لایم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس لیے اس سے کوئی معولی انسان بھی انکار نہیں

سے منور کیا جاوے۔ اور جس کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں۔
وانا رسولنا مرسلین۔ یعنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور آپ پر
مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ ان مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ علی نبوت میں بیعت فارم
کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس میں وہ تمام باتیں من وعن لکھی ہوئی ہیں۔ جن کے اقرار کرنے سے کوئی
شخص احمدی ہوتا ہے۔ خواہ وہ دستی بیعت کرے یا تحریری۔ اس بیعت فارم سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی
غرض احمدی نہیں ہو سکتا۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار نہ کرے ایسی
تصریحات کے ہوتے ہوئے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکاری ہے۔ یقیناً اہام ہے۔ بعض لوگ ایک شبہ ظاہر کرتے
ہیں۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کیا ہے۔
اور اس وقت مرزا صاحب مسلمان تھے۔ مگر بعد میں مرزا صاحب نے آنحضرت کے خاتم النبیین ہونے
سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اس شبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض ایسے حوالہ جات بھی پیش کر دیئے ہیں
جو مرزا صاحب کی آخری زندگی کے ہیں۔ مثلاً حقیقت الوحی اور استفتاء الوحی کی دفات سے ایک سال
پہلے کی تصنیف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے جب سے نبوة کا دعویٰ کیا ہے اس وقت
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا شرک کر دیا ہے۔ اور یہ کہ دعویٰ نبوت سال ۱۲۹۰ھ میں
کیا ہے گویا یہ خیال اور وجود سے بھی غلط ہے۔ لیکن میں نے ایسی کتابوں کے حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں جو
سال ۱۲۹۰ھ کے بعد کی ہیں۔ مثلاً ایک غلطی کا ازالہ۔ مواہب الرحمن حقیقت الوحی اور استفتاء۔ جن میں
صرف اقرار موجود ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت سرور کائنات کو خاتم النبیین یقین کرتے تھے۔ یہ امر
بھی لائق توجہ ہے۔ کہ اگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے معاذ اللہ
انکار کر دیا تھا۔ تو ہر احمدی سے بیعت کے وقت یہ اقرار کیوں لیا جاتا ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو
خاتم النبیین یقین کریں۔

کیا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا
یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت بھی نہیں مل سکتی

اگر ہمارے مخالفین کے نزدیک لفظ خاتم النبوة سے ان کی یہ مراد ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بائیں معنی خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا تو ان کی یہ مراد بالکل بے بنیاد اور محض غلط

ہے۔ کیونکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا بزرگان سلف نے جو اولیاء اللہ میں سے تھے۔ یا مجبور اور محدث تھے خاتم النبیین کے جن معنوں کی تصریح کی ہے۔ وہ معنی ہمارے مخالفین کے بیان کردہ معنی کو محض غلط قرار دیتے ہیں۔ اول۔ خاتم النبیین والی آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت آئی یعنی ۳۰ھ میں اس کے پانچ سال بعد ۳۰ھ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابی محمد حضرت ابراہیم نے وفات پائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھانے کے بعد فرمایا۔

ان لاہ لعاشن لکان صدیقاً نبیاً۔ ابن ماجہ جلد اول مصری صفحہ ۲۳۷۔ یعنی اس بچہ کی ایک دائی ہے۔ جنت میں اور اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور نبی ہوتا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو حضرت ابراہیم کے نبی ہونے میں روک نہیں بتلایا۔ بلکہ ان کی امت کو روک ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ اگر آپ کا خاتم النبیین ہونا ان کے نبی ہونے میں روک کا موجب ہوتا۔ تو آپ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے۔ تو ہرگز نبی نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ نیز اگر خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح فرما سکتے تھے۔ کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ یہ فرمانا۔ تو ایسی حالت میں بر محل ہو سکتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے الفاظ ہر قسم کی نبوت کو روکنے والے نہ ہوں۔ بلکہ ان کے بعد بھی کسی نہ کسی قسم کے نبی ہونے کے لیے گنجائش باقی ہو ایک قابل فوجان طالب علم کی وفات پر تب ہی۔ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور ایم۔ اے ہو جاتا۔ لیکن ایم اے کا وجود دنیا میں باقی ہو اور اس کی ڈگری کا حامل کرنا ممکن ہو۔ اگر ایم۔ اے کا وجود سرے سے دنیا میں ہی نہیں ہے۔ اور اس کا حصول ناممکن ہو گیا ہو۔ تو پھر یہ الفاظ نہیں بولے جائیں گے۔ بلکہ محض حمل ہوں گے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہو جاتا۔ ثبوت ہے۔ اس امر کا آئندہ نبوت حاصل کرنے میں اہمیت خاتم النبیین ہرگز ہرگز روک نہیں ہے۔

دوم۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی اور بھی تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً اکثر اعمال جلد ۶۔ صفحہ ۸۷ پر ہے کہ اخراج خاتم الانبیاء فی النبوة۔

یعنی مرفوع اور مرسل دونوں طریق سے حدیث مروی ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس جو چاہے اس کو مطمئن رہے مائے چہ۔ پس تحقیق آپ خاتم مہاجرین ہیں۔ ہجرت کے لحاظ سے جیسا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ نبوت کے لحاظ سے۔ مطلب صاف اور واضح ہے۔ کہ جیسا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد پھر یہی ہجرت مکہ کو یا مدینہ کو کرنی جائز یا موجب ثواب ہے۔ اسے ہجرت بکل بند اور ممنوع

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے۔ اگر خاتم النبیین کیے ہیں
 معنی ہوتے۔ کہ ہر ہر قسم کی نبوت بند ہے۔ تو امام جمیلی صاحب ہرگز نہ فرماتے۔ کہ تشریف نبوت کا سبب کم
 منقطع ہوا۔ پھر تشریف۔ غیر تشریف کی قدر ہی نہیں رہتی۔ صرف تشریف نبوت کے انقطاع کی تصریح کرتے۔
 نبوت ہے۔ کہ دوسری نبوت ظلی اور غیر تشریف منقطع نہیں ہے۔

ہفتم۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔ باز گشتہ ازوے در ہر دو باب
 در دو عالم وعت او مستجاب بہر ایں خاتم شد استاد کہ با خود۔ مثل او نے بودنے خواہند بود۔

چونکہ در صفت برواندا دوست نے تو کوئی۔ خم صفت ہر تو ہستند۔ دفتر ششم باب۔ در۔
 انتران اشعار کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا۔ ان معنی میں ہے۔ کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہ کوئی ہو نہ کوئی ہوگا۔ جیسے کہ کاریگر کسی کاریگر میں اپنے
 افسران پر سبقت لے جانے تو اسے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس صفت کا بھی خاتم ہو گیا۔ محمد اکبر۔
 (سن کر نسیم کیا۔ محمد اکبر)

باقرار صالح

تمتہ بیان مولوی غلام احمد گواہ قرظی ثانی

ہشتم۔ اٹھویں شہادت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی ہے۔ جن کو اکثر لوگ مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ حصول کمالات نبوت سر تابان را بطریق تبعیت و ورثت بعد از بعثت ختم الرسل علیہ و علیٰ جمیع الانبیاء و الرسل منافی خاتیت اذیت۔ مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتبہ السیعی کمالات نبوت کا بطریق ذات اور متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حاصل ہو جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی و مخالف نہیں۔

نہم۔ نویں شہادت اس امر کی کہ مخالفین جو معنی خاتم النبیین کے مراد لیتے ہیں وہ غلط محض ہیں۔ یہ ہے۔ علمائے دیوبند کے مسئلہ بزرگ بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تجرید الاناس کے صفحہ ۳ پر فرمائی ہے۔ کہ اہل معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہیں ہو سکتا ہے۔ گویا حضرت مولانا بانی مدرسہ دیوبند نے تصریح کر دی ہے۔ کہ خواص کے نزدیک آپ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے۔ مگر خواص اور اہل فہم کا یہ خیال نہیں ہے۔ اگر خواص اور اہل فہم کا بھی یہی خیال ہوتا۔ تو خواص کا لفظ کہہ کر وہ معنی علیحدہ ہرگز نہ کہتے جاتے۔ خواص کے نزدیک کیا معنی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم و تاخر زمانی تو کچھ موجب فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں دکنی رسول اللہ و خاتم النبیین کیوں فرمایا اس میں تصریح کر دی ہے۔ کہ آخری نبی ہونا زمانہ کے لحاظ سے عام کا خیال ہے۔ اور آخری ہونے میں کچھ فضیلت ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا یہ معنی خاتم النبیین کے صحیح نہیں ہو سکتے۔

دیویں شہادت۔ انہی مولوی صاحب کی مزید تصریح کے ساتھ یہ ہے۔ کہ آپ اس کتاب تجرید الاناس کے صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی خاتم نبوی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس سے زیادہ اردو زبان میں اور کیا تصریح ہو سکتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی کے آنے سے خاتیت محمدیہ میں فرق نہیں آتا۔

گیارہویں شہادت۔ مخالفین کے معنی کے غلط ہونے کی ہے۔ جو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محدث دیوبند نے فرمائی ہے۔ قسم بہ النبیین یہ نشر علی الناس تعلیم و

باور ہویں شہادت مولانا حکیم سید محمد حسن صاحب مولف غایت ابرہان کی ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب کو اکب دریہ کے صفحہ ۱۴۶ پر لکھتے ہیں اسلام سے نبوت تشریعی منقطع ہو گئی۔ اور صفحہ ۱۴۷ پر لکھتے ہیں۔ کہ نبوت خصوصیت الانبیاء خبر دینے سے عبارت ہے۔ وہ دو قسم کی ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت سماعتی خبر دارن وہ غیر منقطع ہے۔ اور صفحہ ۱۸۳ پر لکھتے ہیں۔ کہ محمد صلی علیہ وسلم ختم المرسلین ہیں۔ کہ بعد آپ کے وحی تشریعی منقطع ہوئی ان تینوں حوالوں کا حاصل بھی یہی ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ غیر تشریعی علی بنی نہیں آسکتا۔ بلکہ صرف یہ ہیں۔ کہ صاحب شریعت بنی نہیں آسکتے۔

تیسرے شہادت نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ہے۔ جو اپنی کتاب اتراب اساعۃ مطبوعہ آگرہ صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں۔ حدیث لا وحی بعد موتی بے اصل ہے ہاں لا نبی بعدی کہا ہے۔ مگر اس کے معنی بھی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں آئے گا۔ اسی حوالے سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرع ناسخ لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ نہ کہ غیر شرعی۔ غلطی۔ اسی جی بھی۔ جو وہ ہیں شہادت میں اس بزرگ اور عالم کی پیش کرتا ہوں۔ جو جاسے مخالفین کا مسئلہ جید عالم اور محدث ہے۔ اور جس کے حوالا آجات کسی اور رنگ میں کثرت سے وہ پیش کرتے بہتے ہیں۔ یعنی محدث ملا علی قاری۔ وہ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں خاتم النبیین کے معنی بیان کرتے ہیں اذ المعنی لا یاتی نبی بفسخ۔ ملتہ وسلم یکن فی امتہ۔ یعنی کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں۔ کہ اب کوئی (نہیں نبی آئے گا) نبی نہیں آئے گا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور وہ بھی جو آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ اس قول سے ظاہر ہے۔ کہ محدث ملا علی قاری کے نزدیک بھی خاتم النبیین کے معنی صرف یہی ہیں کہ صاحب شرع ناسخ یا کسی دوسری امت سے آنے والا نبی مندر ہے۔ نہ ہر ایک قسم کا نبی۔

پندرہویں شہادت اس امر کی کہ ہمارے مخالفین خاتم النبیین کے جو معنی بیان کرتے ہیں۔ وہ غلط ہیں یہ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک۔ دو۔ پانچ۔ سات۔ دس۔ پندرہ نہیں بلکہ بہت سی آیات کریم میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے امتیوں اور غلاموں میں سے آپ کے ہی وسیلہ اور واسطے سے ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں گے۔ جنہیں نبوت عطا ہوگی۔ میں ان آیات کو درجہ تکفیر ۸ کے جواب میں مفصل بیان کروں گا۔ اب میں شہادتیں اپنے موجود مخالفین کی اپنی تائید میں پیش کرتا ہوں۔

سولہویں شہادت۔ معلوم معنی کے غلط ہونے کی۔ خود ہمارے مخالفین کا سکوت اقرار ہے۔ کیونکہ کسی

مولوی صاحب سے بڑھ جاتا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے ان معنی کی تعدیل میں لغت عربی سے کوئی ایسی دوسری مثال پیش کریں۔ جس سے یہ ثابت ہو کہ خاتم کا لفظ اپنے اندر یہ تاثر رکھتا ہے، کہ جب کبھی کسی جمع مذکر سالم کے ساتھ مصناف ہو کر استعمال ہو۔ تو اس جمع کے تمام افراد کی آئندہ کے لیے نفی کر دیتا ہے۔ بایں طور کہ اس جمع کے تمام افراد کی پوری پوری بندش اور رک منور ہو جاتی ہے۔ یعنی ان افراد میں سے کسی ایک فرد کی موجودگی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ مطالبہ اس سے ہوتا کہ جب خاتم النبیین عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ تو لازمی طور پر اس کے وہی معنی صحیح ہوں گے۔ جن کی تائید عربی زبان سے ہوتی ہو۔ اور جن کی مثالیں عربی زبان میں پائی جائیں برخلاف اس کے وہ معنی کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ جن کی تائید زبان عربی سے نہ ہوتی ہو۔ چونکہ سالہا سال ہو چکے ہیں۔ کوئی ایک حوالہ بھی آج تک پیش نہیں ہوا۔ اس لیے جاننا پڑتا ہے۔ کہ یہ معنی محض غلط ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کی رو سے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو مخالفین کے معنی کی تائید کرتی ہو۔ لہذا وہ معنی صحیح سمجھے جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر یہ جائز رکھا جاوے۔ کہ بغیر عربی زبان کی تائید کے عربی لفظ کے معنی صحیح سمجھے جاسکتے ہیں۔ تو امان اٹھ جائے گا۔ اور جو جس کا جی چاہے گا۔ وہ معنی کرے گا۔ اور تفسیر بالائے جس کی بابت احادیث میں یہ وعید عبادت ہے۔ کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا جہنمی ہے۔ کوئی چیز نہ رہے گی اور کوئی شخص خواہ کیسے ہی لغو اور باطل تفسیر کرے۔ تفسیر کرنے والا قرار پائے گا۔

ستر حویں شہادت۔ ان معنی کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ زبان عربی کی (عرف) عام میں اور بالخصوص ہمارے آج کل کے دیوبندی مخالفت علماء کے مسلمہ بزرگوں۔ بلکہ خود انہی میں سے بعض نے خاتم کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے۔ اور ایک بار بھی وہ معنی مراد نہیں لیے ہیں۔ جو خاتم النبیین کے ہیں خاتم کے استعمال سے ہمارے مقابل پر لیتے ہیں۔ مثلاً ہنہاج السنہ کے شروع میں۔ ٹائٹل پیج پر امام ابن تیمیہ کے لیے خاتمة المہتدین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ان کے بعد کوئی مجتہد نہ ہوگا۔ دوسرا عجلانہ نافعہ کے دوسرے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہوا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا۔ تیسرا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے جو شیخ الہند کے لقب سے ملقب ہیں۔ اپنے استاد دومرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا۔ اس کے ٹائٹل پیج پر ان کو خاتم الاولیاء و المحدثین لکھا ہے۔ کیا ان کا یہ مطلب ہے کہ ان کے بعد امت مرحومہ مجدد میں کوئی دلی اور کوئی محدث نہیں ہوگا۔ چوتھا پیر لطف یہ ہے۔ کہ ان مولوی محمود حسن صاحب کو صدر جمیعت علمائے ہند مولوی کفایت اللہ صاحب شاہ جہان پوری نے القاسم ۱۱ جلد ۱۱ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ میں ٹائٹل پیج کے اندون آخری صفحہ پر خاتم المحدثین لکھا ہے۔ باوجود مولوی رشید احمد صاحب کے خاتم المحدثین ہونے کے مولوی

محمود حسن صاحب محدث ہوئے۔ پھر خاتم المحدثین بھی (۵) پھر مولوی بدر عالم صاحب میرٹھی دیوبندی نے اپنی کتاب الجواب الفیض کے صفحہ ۳ پر مولوی انور شاہ صاحب کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ کیا یہ لفظ خاتم المحدثین اس امر کے ظاہر کرنے کی غرض سے لکھا ہے۔ کہ مولوی انور شاہ صاحب کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا۔ اب ان پانچوں حوالہ جات میں خاتم کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا۔ جن معنی میں خاتم النبیین سمجھا جا رہا ہے۔ اگر خاتم کا لفظ بذاتہ اس امر کا متقاضی ہے۔ کہ جس جمع مذکر سالم کی طرف مضاف ہو۔ اس کے تمام افراد کو بالکل بند کر دے۔ تو لازم آئے گا کہ امام ابن تیمیہ کے خاتمہ المجتہدین ہونے کے بعد کوئی مجتہد نہیں کہلا سکتا۔ اس طرح پردہ دوسرے اصحاب موصوفین کے بعد جن کا ذکر اوپر کے فقرہ جات میں آچکا ہے۔ کوئی ولی یا محدث نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ کفار المحدثین میں مولوی انور شاہ صاحب نے صفحہ ۹۲ سے لے کر صفحہ ۱۰۳ تک مولوی غیل احمد صاحب سہارنپوری مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی کفایت اللہ صاحب شاہ جہا پوری اور مولوی محمد صادق صاحب اور مولوی عزیز الرحمن صاحب و مولوی شبیر احمد صاحب کو محدث لکھا ہے۔ اور وہی مولوی انور شاہ صاحب ہیں۔ جن کو مولوی بدر عالم صاحب خاتم المحدثین لکھ چکے تھے۔ اگر خاتم کا لفظ وہی معنی رکھتا ہے۔ جو خاتم النبیین میں لفظ خاتم کے لئے جاتے ہیں۔ تو پھر یہ کیا ہے۔ کہ ایک مولوی دیوبندی صاحب۔ دوسرے مولوی صاحب کے لیے خاتم المحدثین لکھتے ہیں۔ نہ شاگرد صاحب یہ خیال کرنے ہیں۔ کہ میرے استاد ایک اور بزرگ کو خاتم المحدثین مانتے ہیں۔ پھر میرا اس کے بعد ان اپنے استاد کو محدث بلکہ خاتم المحدثین لکھنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ میری اس شہادت کا خلاصہ اور اصل مطلب یہ ہے کہ صرف سلف صالحین ہی نے خاتم کے لفظ کو استعمال کر کے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ اس کے معنی تمام افراد کوئی کل الوجوہ بند اور ختم کر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ جہاں مخالف مولوی بھی اپنے عمل سے یہی ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے خاتم کا لفظ بار بار استعمال کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے معنی کل افراد کو بند یا ختم کر دینے کے ہرگز نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض کو بند کرنے کے ہوتے ہیں۔ پس یہ عرف عام کا عربی زبان کے لحاظ سے استعمال بھی ایک زبردست ثبوت ہے۔ کہ خاتم النبیین میں خاتم کا لفظ نبیوں کی تمام اقسام اور تمام افراد کی نفی کے لیے نہیں آتا۔ اور جو شخص ایسے معنی کرتا ہے۔ وہ عام شائع۔ متعارف معنوں کے خلاف کرتا ہے۔ اور بالکل بے ثبوت۔ کیونکہ ان معنی کی عربی زبان میں ایک مثال بھی نہیں پائی جاتی۔ ان سترہ واضح دلائل سے جن میں سے تین خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ اور ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اور آٹھ تصریحات مختلف زمانے کے بزرگوں۔ صوفیائے کرام اولیاء۔ محدثین۔ مجددین ائمہ کی ہیں اور ایک ہمارے

مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ - ہائی مدرسہ دیوبند کی شہادت ہے - اور دودخود ہمارے مخالفین کے سکوتی اقرار اور ہر رد کی ہیں - ان سب کی موجودگی میں کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے مخالفین جو معنی خاتم النبیین کے کہتے ہیں - وہ صحیح ہیں - اور ضروریات دین میں سے - ہو سکتے ہیں - اگر ان علماء کے معنی صحیح تسلیم کئے جاویں اور ضروریات دین سے قرار دیئے جاویں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فتویٰ کہاں تک پہنچتا ہے - علماء علماء - و صوفیائے کرام - محدثین و ائمہ یہاں تک کہ حضرت ام المومنین اور بالآخر سید الاولین و الآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک - یہ تمام مذکورہ شہادتیں ثابت کرتی ہیں - کہ ہمارے مخالف مولویوں کے معنی خاتم النبیین ضروریات دین سے قطعاً نہیں ہیں کیونکہ ضروریات دین تو وہ ہیں - جو قرآن شریف نے متعدد آیات میں بیان کی ہوں - یا پھر ضرورت دین وہ ہوگی - جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ہو - البتہ پھر ضرورت دین وہ ہوگی - جو امت محمدیہ کے بزرگ اور مقدس لوگ - محدث - مجدد ادبیات - صوفیائے کرام و مختلف زمانوں میں ہونے کے باوجود پھر متحدہ طور پر بیان کریں - ایسا ہی ضرورت دین وہ ہوگی - جس کو ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ تصریح سے قرار دیں (ان کے نزدیک ایسے ہی ضرورت دین وہ کہلائے گی - جو زبان عربی کے محاورات کی رو سے ثابت ہو کر کسی دینی تصریح کی تعین کرتی ہو - نہ کہ بغیر کسی ثبوت زبان عربی کے - محض کسی ایک یا چند شخصوں کے مذعومہ - معنی - ہمارے مخالفین کو لازم ہے کہ وہ آیات قرآنہ یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی مسلمہ بزرگ - نیک و پاک بزرگ کی تحریر سے ایک بھی حوالہ اس امر کا پیش کریں کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا - نہ شرعی - نہ غیر شرعی - نہ آئینی - نہ غیر آئینی - نہ بلا واسطہ نہ بالواسطہ اور پھر یہ ثابت کریں - کہ یہ معنی ضروریات دین سے ہیں - عنوان مس - ہمارے مخالفین اپنے مذعومہ معنی کی تائید کے خیال سے جوابات پیش کرتے ہیں - ان کی حقیقت کیا ہے - ہمارے مخالفین اپنے مذعومہ معنی کی تائید کے خیال سے بعض دیگر آیات بھی پیش کرتے ہیں - جن سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا - حالانکہ ان آیات کو اس امر سے دور کا بھی تعلق نہیں پہلی آیت جو وہ پیش کرتے ہیں - وہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الخ سورہ مائدہ کو ایک کی ہے اس آیت سے جو راستہ لال کیا گیا ہے - اس کا خلاصہ یہ ہے - کہ چونکہ دین کامل ہو چکا ہے - اور نعمت پوری ہو چکی ہے - اور سب سے بڑی نعمت نبوت اور دین ہے تو اب نہ کوئی - جی آسکتا ہے - اور نہ کوئی دینی - کیونکہ کمال کے بعد - کوئی دوسری چیز اللہ داخل نہیں کی جاسکتی اس کا جواب یہ ہے - کہ گو اس آیت میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ہے - کہ آئندہ کوئی نبی نہیں ہوگا - یا آئندہ نبوت بند ہوگی - کیونکہ آیت میں ایسے الفاظ

ہرگز نہیں ہیں۔ جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ لیکن اگر استدلال کیا جائے کہ چونکہ دین کامل ہے۔ اس لیے کوئی
 نیا دین نہیں آئے گا۔ اور چونکہ نعمت کامل ہے۔ اس لیے آئندہ نبوت نہ ہوگی۔ تو پھر ان کے اس استدلال
 پر چند امور متیقح طلب ہیں۔ ان کو مدنظر رکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ آیا ان کا استدلال صحیح ہے۔ یا غلط اور
 آیا یہ آیت آئندہ نبوت کی نفی کرتی ہے۔ یا اثبات۔ امر اول۔ کیا ہر نبی کے لیے نیا دین لانا ضروری ہے۔ یا
 یہ ضروری ہے۔ کہ دین میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کرے۔ امر دوم۔ کیا انبیاء بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے بیہشہ
 نیا بھی دین لاتے رہے یا دین سابق میں بیہشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی کرتے رہے ہیں۔ ان دونوں امور کا جواب نفی
 میں ہے سبھی حوالہ جات وغیرہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مشہور و معروف بات ہے کہ
 ہر نبی کے لیے نیا دین لانا ضروری نہیں۔ اور نہ پہلے دین میں کچھ تعمیر و تبدل کرنا کچھ ضروری ہے۔ کیونکہ کئی نبی
 ایسے ہوئے ہیں۔ جو پہلی کتاب اور پہلے دین کی متابعت اور اسی کی اشاعت اور خدمت کے لیے آئے
 رہے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا انزلنا التورۃ..... الخ سورہ مائدہ لکھو
 رہی یعنی ہم نے تورات کو آنا۔ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ فیصلہ کیا کرتے تھے اس کے ساتھ کئی فرمانبردار
 نبی۔ ان لوگوں کے لیے جو یہودی تھے۔ یہ آیت واضح ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ بعض انبیاء بنی اسرائیل
 کوئی نیا دین یا کوئی نئی شریعت نہیں لاتے تھے۔ بلکہ تورات پر عمل اور اس کی خدمت کے لیے آئے تھے
 پس جب ثابت ہو گیا۔ کہ ہر نبی کے لیے نئی کتاب یا نیا دین لانا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف اشاعت دین
 سابق کے لیے بھی نبی آتے رہے ہیں۔ تو پھر یہ استدلال قطعاً باطل ہو گیا۔ کہ چونکہ دین کامل ہو چکا
 ہے۔ اس لیے آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ وہ استدلال اس لیے باطل ہوا۔ کہ ثابت ہو گیا۔ کہ کمال دین
 سے صرف تبدیلی دین سابق یا آمد دین جدید کی نفی نکلنے سے غایت کار اس نبی کا آنا منزع ہوا۔ جو شریعت
 جدیدہ لائے یا دین اسلام میں کچھ تبدیلی کرنے والا ہو۔ نہ کہ ہر ایک قسم کے نبی کا آنا۔ امر سوم۔ کیا دین کے
 کامل ہونے کا یہی مطلب ہے۔ یا یہی فائدہ ہے۔ کہ آئندہ اس دین کی ماتحتی میں کوئی فرد بڑے درجہ کا پیدا
 نہ ہو۔ یا کوئی فرد اس امت کا اس کامل دین پر پل کر کوئی کمال خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ کر سکے۔
 اس امر کا جواب بھی نفی میں ہے۔ کیونکہ اگر دین کے کمال کا یہی مطلب ہے۔ کہ آئندہ کوئی شخص اس دین
 کے کمالات کی برکت سے اعلیٰ درجہ حاصل نہ کر سکے۔ تو پھر وہ کمال کمال نہ رہا۔ بلکہ زوال ہوا۔ کیونکہ کسی کالج
 کی نسبت (تحت) اگر عام اعلان کر دیا جائے کہ ہر رنگ میں دوسرے کالجوں سے متفکر ہے۔ اور بلحاظ
 عمارت۔ ساز و سامان۔ نصاب تعلیم وغیرہ ضروری اشیاء کے یہ کالج کامل ہو چکا ہے۔ تو کیا اس کا یہ
 مطلب ہو گا۔ کہ آئندہ اس کالج میں آخری ڈگری یافتہ ایم۔ اے کلاس کا کوئی قابل فرد نہ ہو۔ اگر یہی مطلب

ہوگا۔ تو اس مطلب کے لحاظ سے وہ کالج کامل کالج نہ ہوا۔ بلکہ ناقص ٹھہرا۔

ام چہارم۔ کیا جس طرح شریعت محمدیہ کے لیے فرمایا ہے۔ کہ یہ تمام ضروری امور کے بیان ہو جانے کی وجہ سے کامل ہو چکی ہے۔ اس طرح تورات کے لیے تمام اعلیٰ الذی احسن تفصیلاً نکل شیئ۔ (سورہ انعام رکوع ۱۹) میں فرمایا۔ یعنی یہ تورات پورا کرنے والی ہے۔ ہر اس امر کو جو اچھا ہے۔ اور تفصیل کئے والی ہے۔ ہر ضروری چیز کی پھر کیا تورات کے بعد اور تورات کی موجودگی میں بنی اسرائیل کے اندر وہ بنی نہیں آئے۔ جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ تورات کی رد سے فیصلہ کرتے تھے۔ کیا نیا دین نہ لاتے تھے۔ اور نہ اس دین میں کوئی تبدیلی کرتے تھے۔ کیا ان نبیوں کے آنے سے تورات کی شان میں کوئی فرق آیا تھا۔ اگر نہیں آیا تھا۔ تو قرآن شریف کے بعد اس کی نشر و اشاعت کوئی غیر شارع (غیر شارع) اُمی نبی آئے۔ تو قرآن شریف کی شان میں کیوں فرق آئے گا۔

امر پنجم۔ کیا نبی کا کام بگڑی ہوئی امت کو سنوارنا اور باہمی اختلافات کا دور کرنا اور لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے۔ یا کچھ اور۔

امر ششم۔ کیا امت محمدیہ گمراہی سے محفوظ قرار دی گئی ہے۔ یا اس کے بگڑنے کا بھی خطرہ ظاہر کیا گیا تھا۔ ان دونوں امور کا جواب ایسا واضح ہے۔ کہ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ کیونکہ عام مشہور بات ہے۔ کہ امت محمدیہ کے بگڑنے کا نہ صرف خدشہ ظاہر کیا گیا ہے بلکہ پیش گوئی ہے۔ کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح فرقہ فرقہ ہو جائے گی۔ باوجود دین کامل ہو جانے کے یہ سب کچھ ضروری قرار دیا گیا۔ تو لازماً بنی کا انا ضروری ہوا۔ کیونکہ ایک طرف یہ مانا گیا ہے۔ کہ دین کا کام نئی شریعت لانا۔ یا شریعت سابقہ میں کچھ تغیر و تبدل کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ بگڑی ہوئی امت کو سنوارنا اور ہدایت کا راستہ دکھلانا۔ اور اختلافات کو مٹانا دینی ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ بھی مانا گیا ہے۔ کہ امت محمدیہ نے بگڑنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ کہ چونکہ دین کامل ہو گیا لہذا اب نبی نہیں ہوگا۔

امر ہفتم۔ اگر دین کامل ہے۔ اور اس کا کمال چاہتا ہے۔ کہ اس دین میں سے کوئی شخص نبی نہ بنے یعنی اس دین کا کمال کسی دوسرے نبی کے وجود کا مانع ہے۔ تو پھر بھی کامل دین ایک پہلے گذرے ہوئے نبی کا محتاج کیوں ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ امت محمدیہ میں سے تو اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ دین کامل ہو گیا۔ اور تقاضا کمال یہ ہے کہ کوئی نبی نہ آوے۔ لیکن باوجود دین کامل ہو جانے کے آسمان کی طرف نظر نہ لگی ہوئی ہیں کہ گذشتہ نبیوں میں سے ایک نبی اگر بگڑی ہوئی امت محمدیہ کی اصلاح فرمادیں۔

امر ہشتم۔ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمامِ نعمت کے یہ معنی ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اتمامِ نعمت کے معنی یا مفہوم ہمارے مخالف علماء جو بیان کرتے ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو۔ اس کا وہ کوئی ثبوت نہیں دے سکتے ہیں۔ اور ایسی ایک مثال بھی قرآن شریف سے یا احادیث صحیحہ متعلکہ مرفوعہ سے پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے اس معنی و مفہوم کی تائید ہوتی ہو۔ اگر قرآنی اصطلاح یا لغت عربی سے کوئی ایسی مثال پائی جاوے کہ اتمامِ نعمت سے اس نعمت کا بند ہو جانا مراد ہوا کرتا ہے۔ تو مخالفین کا استدلال صحیح مانا جاتا۔ لیکن چونکہ کوئی مثال پیش نہیں کی گئی۔ اور اتمامِ نعمت سے نبوت کے بند ہونے کا ماخذ بتلا لیا ہے۔ اس لیے یہ استدلال قطعاً باطل ہے۔ صرف یہی نہیں کہ چونکہ وہ اتمامِ نعمت کی مثال اس مفہوم کے لیے جو وہ دیتے ہیں۔ کوئی دوسری مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان کا دعوئے بلا دلیل ہے۔ اور قابلِ التفات نہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں نعمت تمام ہونے کا مفہوم۔ ان کے مذکورہ مفہوم کے بالکل خلاف موجود ہے۔ وہ تو اتمامِ نعمت کا مفہوم نبوت کا بند ہو جانا قرار دیتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف میں اتمامِ نعمت کا مفہوم نبوت کا جاری ہونا ہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔
 وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ الخ سورہ یوسف رکوع (۱) یعنی اسی طرح تعجب کرے گا تجھے تیرا رب اور سکھلائے گا تجھے خوابوں اور باتوں کے انجام اور اتمامِ نعمت کے لئے گا۔ تجھ پر اور دیگر آلِ یعقوب پر۔ جیسی اتمامِ نعمت کی اس نے ابراہیم اور اسحاق پر یقیناً تیرا رب علیم و حکیم ہے۔ اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان سے خدا تعالیٰ نے خود تشریح فرمادی ہے۔ کہ لے یوسف سے تیرے دادا۔ پردادا۔ اسحاق اور ابراہیم علیہم السلام پر اتمامِ نعمت ہوا۔ ویسا ہی تجھ پر اور دیگر آلِ یعقوب پر ہوگا۔ اگر اتمامِ نعمت سے نبوت بند کر دینی مراد ہے۔ تو یانا پڑے گا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آلِ یعقوب کو نبوت بند ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ لیکن کیا یہ صحیح ہے۔ اور کیا اتمامِ نعمت کی اطلاع کے بعد حضرت یوسف اور دیگر آلِ یعقوب کو نبوت نہیں ملی۔ سب دینا جانتی ہے۔ اور قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور دوسرے بزرگ آلِ یعقوب میں سے نبی ہوئے ہیں۔ جب اتمامِ نعمت کی اطلاع کے بعد وہ نبی ہوئے ہیں۔ تو پھر یہ کہنا کہ اتمامِ نعمت نبوت کو بند کرنے کا مفہوم رکھتا ہے قطعاً غلط ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف اور دیگر آلِ یعقوب کو اتمامِ نبوت کا وعدہ دینے کے بعد اپنی مفصل شہادت سے جو تفسیر اتمت علیکم نعمتی کی فرمادی ہے۔ وہی تفسیر اس آیت میں مراد ہے۔ نہ کوئی اور۔ میرے ان اٹھ امور متیقہ طلب سے یہ ثابت ہو گیا۔ اول۔ دین کامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی نیا دین نہیں چوکا۔

دوم - دین کامل ہونے کا یہ بھی مطلب ہے کہ آئندہ کوئی تغیر و تبدل بھی نہیں ہوگا۔ یعنی شریعت کے لحاظ سے۔

تیسرا - دین کامل ہونے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آئندہ کوئی تبدل یا غامضی بھی نہیں ہوگا۔ چوتھا۔ نبی کی آمد امت کے از حد بگڑنے پر ہوتی ہے۔

پانچواں۔ امت محمدیہ کو ضرور بگڑنا ہے اس لیے ضروری نبی آئیں گے۔

چھٹا۔ اتمام نعمت سے نبوت کی بندش ہرگز مراد نہیں ہوتی بلکہ۔

ساتواں۔ اتمام نعمت میں نبوت کے جاری ہونے کی بشارت ہے۔ پس یہ آیت اپنی تصریح کے ساتھ ہرگز

منافی نبوت غیر تشریعہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت سے نہ صرف ہم احمدی جی یہ معنی سمجھتے ہیں بلکہ ہم

سے پہلے بزرگوں نے بھی یہی معنی کیا ہیں۔ میں ایک حوالہ پر اکثاف کرتا ہوں۔ سید عبدالکریم جلی اپنی کتاب

انسان کامل جلد ۱ باب ۳۲ پر لکھتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم نعمتی

..... انہ انہ جالو یا لکھاں بذالک اس عبارت میں صاف تصریح موجود ہے۔ اول دین کے

کامل ہونے کی وجہ سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے ہیں۔ کیونکہ شریعت کی کوئی بات

بغیر تفصیل و تشریح کے نہیں چھوڑی گئی ہے۔

دوسرا۔ اگر یہ آیت کسی ادنیٰ پر نازل ہوتی۔ تو وہ نبی خاتم النبیین بنتے معلوم ہو کہ شریعت کے کامل ہونے کی

وجہ سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بنے اور اس آیت الیوم اکملت لکم کا تعلق شرعی نبوت کے

ساتھ ہے۔ نہ علم نبوت سے۔

تیسرا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نبوت ختم کی ہے کہ ما تروک شیئ یحتاج الیہ الا قصد

جاء یہ معنی کوئی بات بھی ایسی نہیں چھوڑی جس کی ضرورت تو ہو۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیان نہ فرمایا ہو گیا شریعت کے لحاظ سے آپ خاتم ہوئے۔ اور تب ہی الیوم اکملت لکم فرمایا گیا۔

چوتھا۔ یہ آیت آئندہ کا عین امت کو آنے سے نہیں روکتی۔ صرف اس ظاہر کرتی ہے کہ جو کوئی کامل

آئندہ آئے گا۔ وہ کوئی زائد بات پیش نہیں کرے گا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا۔ ملاحظہ ہو

نقرہ ذیل صلا یجد الذی یاتی بعدہ من الکمل شیئ مما یتبعنی انہ یتبع علیہ و یصیر تابع لہ

یعنی ان کاملوں میں سے جو حضور کے بعد آئیں گے کوئی کامل بھی کسی ایسی چیز کو نہیں پائے گا۔ جس کے متعلق

آپ کی تنبیہ ضروری ہوگی۔ مگر ایسی حالت میں ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ فرما چکے ہوں گے۔ پس

آپ کا ہی اتباع کرے گا۔ وہ کامل جیسا کہ حضور نے تشریح فرمادی جوگی اور وہ آنے والا کامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تابع ہوگا۔

پانچویں۔ ان مذکورہ بالا باتوں کے بعد صاف الفاظ میں فرماتے ہیں۔ پس منقطع ہو گیا۔ شرعی نبوت کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے۔ حامل کلام یہ ایوم اکملت لکم دینکم سے آئندہ نبوت غیر تشریفی نہ کی نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف تشریفی نبوت کی نفی ہوتی ہے کیونکہ شریعت کامل ہو چکی ہے۔ اور یہی معنی پہلے درگوں نے کئے ہیں دوسری آیت جو ہمارے مخالفین اپنے زعم میں نبوت بالکل بند ہونے کی پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ وَاَزْسِلْکَ الْاَکَافَةَ.....

یعلون۔ سورہ سبار کوہ (۳) اس کا ترجمہ لفظی تو یہی ہے کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا۔ مگر تمام لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آیت کے اس اورد ترجمے ہر انسان آسانی سے مطلع ہو سکتا ہے۔ کہ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے۔ جس سے آئندہ کے واسطے غیر تشریفی یعنی نبوت کی نفی نکلتی ہو۔ اس آیت سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام لوگوں کے لیے ہے۔ اب اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ آپ کے متبعین میں سے آپ کے بعد کوئی نبی نہ آوے اگر یہی مطلب ہے۔ تو پھر ہمارے مخالفین کی نظریں بار بار آسمان کی طرف کیوں جاتی ہیں۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ایسی قطع منوع ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ میں خلل واقع ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کسی نبی کا بھی اس امت میں انتظار جائز نہیں خواہ وہ دوسری امت کا ہی نبی ہو۔ کیونکہ اگر اس انسان کی نبوت سے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قوت قدسیہ کے ماتحت نبوت حاصل کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں خلل پڑتا ہے۔ تو بد بھر اہل اس نبی کی نبوت سے زیادہ خلل پڑے گا۔ جس کی نبوت بلا۔ راست اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے افراد روحانیہ کا اس کی نبوت کے حصول میں کوئی دخل نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور شریعت بھی تمام بنی اسرائیل کے لیے عام تھی۔ مگر باوجود اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہی اسرائیل میں بکثرت نبی آئے جو تورات کے احکام کی قیامت اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے ادا ان کے آنے سے حضرت موسیٰ کی بعثت اور رسالت عامہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ بھی مستقل نبی تھے۔ اور نبوت ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل سے نہیں بلکہ بلا واسطہ ملی تھی۔ تو شل موسیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں سے آپ کے واسطے اور طفیل سے ایک ظلی اور امتی نبی کے آنے پر آپ کی بعثت اور رسالت عامہ میں خلل بالکل نہیں پڑے گا۔ تیسری آیت جو ہمارے مخالفین نبوت کے بالکل بند ہونے کے متعلق بیان کیا کرتے ہیں۔

سورہ اعراف رکوع ۲۰ کی ہے۔ یعنی قل یا ایہا الناس جمیعاً۔ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہہ دے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔ تم سب کی طرف۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب لوگوں کی طرف رسول ہونے کا ارشاد ہوا ہے۔ اس لیے آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ اس استدلال کے متعلق میری طرف سے اتنا عرض ہے۔ کہ یہ استدلال محض غلط ہے۔ کیونکہ رسول مقبول کی رسالت کے عام ہونے کا یہ مطلب کہ آئندہ کوئی نبی نہ ہوگا۔ قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مثل اس سے پہلے کی آیت کے جواب میں بالتفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں پر صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی تمام بنی اسرائیل کی طرف نبوت عام ہونے کے بعد بھی انبیاء آنے سے ان کی عام نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ویسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نبی آجائے پر آپ کی رسالت عام میں بھی کوئی خلل نہیں پڑے گا۔

واللہ اعلم بالصواب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبی آپ کے ہی طیفل سے ماتحت نبوت کا درجہ حاصل کریں۔ اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام میں کسی نبی کے آنے سے خلل کا احتمال ہو سکتا ہے۔ تو ایسے نبی کی آمد سے ہوگا۔ جو نہ آپ کی امت میں سے ہو نہ اس کی نبوت آپ کی طیفل ہو۔ بلکہ برادر راست ہو۔ مخالف مولوی صاحبان کی پیش کردہ آیات کے متعلق مفصل عرض کر دینے کے بعد اب میں ان احادیث پر یہ ایک ایک کر کے نظر کرتا ہوں جو نبوت کے بندھونے کے متعلق پیش کی جاتی ہیں کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔

جو احادیث نبوت کے بالکل بندھوتے
کے لیے پیش کی گئی ہیں۔ ان کا جواب

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنوک کو تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر و جانشین فرمایا۔ حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور آپ کے ہر کام کا جواہر و تاب ہوا حاصل کرنے کا موقع نہ ملنے سے تکلیف ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ترضی ان یسکون لی لانی بعدی۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ تو راضی نہیں ہے۔ اس بات پر کہ اس بات پر کہ تو جو میری نسبت سے اس مقام پر جس مقام اور منصب پر تھے ہدم، موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے ہاں مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس حدیث کے آخری جملہ الافہ۔ لانی بعدی سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

حق میں ہے نہ کہ مرنے کے بعد کے معنی میں۔ دوسری دلیل اس امر کی کہ 'الانشاء' لابی بعدی سے قیامت تک کی نفی نبوت مراد نہیں۔ بلکہ صرف حضرت علی کی نبوت کی نفی ہے۔ یہ ہے کہ اس واقعہ کی دوسری روایتیں اس امر کی تصریح فرماتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں یہی واقعہ بیان کر کے پھر 'الانشاء' لابی بعدی کی بجائے یہ الفاظ مرقی ہیں۔ غیر ایک دست نبیاً۔ طبقات کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۵ مگر یہ کہ تو نبی نہیں ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون کا منصب دیتے وقت نبوت کی نفی کو ان معنوں میں ظاہر فرمایا۔ کہ مگر اے علی تو نبی نہیں ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں قطعاً کسی کا حق نہیں ہے۔ کہ لابی بعدی کے یہ معنی کرے کہ آئندہ قیامت تک کی نفی مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی ہمارے عقائد کے خلاف نہیں پڑتی۔ دوسری حدیث جو عام طور پر نبوت کے بالکل بند ہونے کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ کانت بتوا اسرائیل خلفاء۔

(بحوالہ بخاری جلد ۲)

یعنی بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی نبی وفات پاتا۔ دوسرا اس کے قائم مقام ہو جاتا۔ میرے بعد نبی نہیں۔ عنقریب خلفاء ہوں گے۔ اس حدیث کے الفاظ تو واضح ہیں۔ قطعاً کوئی لفظ اس میں ایسا نہیں کہ جس میں قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہو ہاں استدلال کے طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ لابی بعدی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میں جواباً عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ استدلال محض غلط ہے۔ اور خود حدیث کے الفاظ ہی اس استدلال کی نفی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا کہ ان کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو گیا۔ تو اس کی جگہ دوسرا نبی کھڑا ہو جاتا اپنے وقت ہونے کے بعد نبوت کی نفی فرمائی ہے۔ جس کا مطلب صاف ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں تو جب کوئی نبی فوت ہوتا۔ اس کے معاً بعد اس کا قائم مقام بھی نبی ہی ہوتا تھا۔ لیکن میرے وقت ہونے کے بعد میرا قائم مقام نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے لفظ بعد سے بعد متصل مراد ہے۔ نہ کہ بعد منفصل۔ یعنی اس حدیث میں اپنی وفات کے معاً بعد نبوت کی نفی ہے۔ نہ کہ قیامت تک کے نبی نہ ہونے کی کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہوتی۔ تو اپنی وفات کے ساتھ بنی اسرائیل کا قصہ جوڑنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔

(دس) علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں۔ اپنی کتاب مجمع البحار تکلمہ صفحہ ۸۵ پر وجہاً..... شریعت کہ یہ مسیح موعود کا آنا لابی بعد کے مخالف نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد لابی بعدی میں یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں کہ جو شریعت کو منسوخ کرے۔

(سی) مولانا فاضل صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔ ہاں لابی بعدی آیا ہے جس کا معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لائے گا۔ اقرب الساعہ صفحہ ۱۶۲۔ مطبوعہ آگرہ تیسری حدیث نبوت بالکل بند ہونے کے اثبات میں استدلال یہ پیش کی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مثلی و مثل الانبیاء..... خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد ۱۸ کتاب الفضائل اس حدیث سے استنباط اور استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے نبیوں کی مثال ایک محل کی ہے۔ کہ آنحضرت نے قہر نبوت کی تعمیر خود تشریف لاکر بند کر دی۔ کیونکہ آپ آخری اینٹ تھے۔ جواب اول اس استدلال کا یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من قبلی کی شرط لگا دی ہے۔ کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ ایسی ہے۔ جیسے محل کی اینٹیں۔ نبی آئے گئے اینٹیں لگتی گئیں۔ آخر ان گزشتہ نبیوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آپ نے ان نبیوں کو جو آپ سے پہلے آئے تھے ختم کر دیا۔ چونکہ ان کی اینٹیں لگ چکی تھیں۔ پس اس مثال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ظاہر فرمائی ہیں۔ اول جس قسم کے نبی پہلے آیا کرتے تھے۔ اس قسم کے نبی اب ہرگز نہیں آئیں گے۔ دوسرے پہلے جو نبی آپ کے ہیں۔ ان نبیوں میں سے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان دو مطالب کے علاوہ کوئی تیسرا مطلب ہو بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من قبلی یعنی مجھ سے پہلے کی شرط لگا دی ہے اگر یہ دونوں مطلب مراد نہ ہوتے تو من قبلی کی یہ گھانے کی ضرورت نہ تھی۔ پس یہ حدیث تو ہمارے مفید مطلب ہے۔ ہم بھی نہیں کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد جس قسم کی نبوتیں شروع ہوئیں اور ہوتی رہیں۔ ان سب نبیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بالکل ختم کر دیا ہے۔ کمالات کے لحاظ سے۔ شریعت کے لحاظ سے۔ استقلال کے لحاظ سے۔ زندگی کے لحاظ سے۔ اب ایسا نبی جو کوئی۔ کمال لانے والا ہو۔ یا نئی شریعت لانے والا ہو۔ یا بغیر آپ کے انافض کے مستقل طور پر آنے والا ہو۔ یا کوئی ایسا نبی جس کو زندہ تصور کیا جا رہا ہو کوئی بھی نہیں آئے گا۔ چونکہ نبوت بالاتباع کا وجود پہلے نہ تھا۔ یہ مرتبہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملا ہے۔ اس لیے ایسی نبوت نہ پہلے تھی۔ اور نہ اس کے کوئی بند ہونے کا کوئی ذکر تھا۔ اور نہ بند ہوئی۔ کیونکہ یہ نبوت بالاتباع کا استفادہ تو اس آخری اینٹ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اگر ہمارا یہی اعتقاد ہوتا۔ کہ پہلے انبیاء کی طرح شریعت نبی آ سکتا ہے۔ یا انبیاء غیر شریعت کی طرح کوئی مستقل طور پر نبی بن سکتا ہے۔ یہ کمالات کے لحاظ

سے کوئی کمال لا سکتا ہے یا پہلا کوئی نبی زندہ ہے۔ اور وہ اُسکتا ہے۔ یا آئے گا۔ تو ان سب صورتوں میں ہماری خلاف یہ حدیث پیش کی جاسکتی تھی۔ مگر چونکہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ اور ہم اس قسم کی سبب بنو تو ان کو بند سمجھتے ہیں۔ اس لیے یہ حدیث ہمارے معتقدات کے قطعاً مخالف نہیں ہے جو لوگ ہمارے خلاف یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ وہ یا تو ہمارے اعتقادات کو نہیں جانتے۔ یا جانتے ہوئے عمداً من قبلی کی شرط کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

جو تھی حدیث۔ جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے وہ مسلم جلد امل کی ہے۔ جس میں انبیاء پر فضیلتوں کا اظہار اپنی ذات کے لیے آنحضرت نے فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں ختم فی النبیوں۔ اس فقرہ کے یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ میرے وجود کے ساتھ ہی انبیاء ختم کئے گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جواب اقل

یہ حدیث بھی ہمارے معتقدات کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی بھی دوسری روایتوں میں من قبلی کی شرط موجود ہے۔ یعنی حضور نے فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے جو انبیاء آئے ہیں۔ ان پر مجھے پانچ یا چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ اور وہی میرے ذریعہ ختم ہوئے ہیں۔ اس میں بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر نہیں۔ بلکہ حضور سے پہلے آنے والے انبیاء کا ذکر ہے۔ پہلے انبیاء جس قدر بھی تھے۔ یا جس قسم کے تھے۔ وہ ہر رنگ میں ختم ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلی حدیث کے جواب میں مفصل عرض کر آیا ہوں۔

چونکہ پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو یہ شان حاصل نہ تھی کہ اس کی اتباع اور اس کی برکت روحانہ سے کوئی دوسرا نبی بنے یہ شان صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہوئی۔ اس لیے ایسے انبیاء کا یہاں پر کوئی ذکر نہیں ہے۔ چونکہ ایسے انبیاء پہلے نہ تھے۔ اس لیے ان کے بند ہونے کی بھی کوئی تصریح نہ آئی۔ جو لوگ کسی نبی کو ابھی تک زندہ مانتے ہیں۔ اور ختم شدہ قرار نہیں دیتے۔ یہ حدیث تو ان کے خلاف ہے۔ ان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ پہلے نبی جن پر نبی کریم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہیں وہی نبی پھر اگر حضور کی ان فضیلتوں میں شریک ہو جائے گا۔ اور اس حدیث کو معاذ اللہ غلط کریں گے۔ کیونکہ اس حدیث میں مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب ان کو حاصل ہو جائیں گی۔

جواب دوم

بزرگان سلف اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے جو معنی بیان فرمائے ہیں۔ اور جنہیں میں مفصل طور پر پہلے ذکر کیا ہوا۔ وہ معنی مقدم ہوں گے۔ نہ کوئی اور۔ ان تصریحات نے یہ وضاحت کر دی ہے۔ کہ خاتم النبیین سے شری انبیاء کا ختم مراد ہے۔ نہ سب کا۔ پس ان دونوں جواہلوں کی رو سے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔ پانچویں حدیث۔ جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے۔ وہ ان آخر الانبیاء - اخطام ہے۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء سے آخری نبی ہوں۔ اور تم تمام امتوں سے آخری امت ہو۔

جواب اول۔ میں اس کے متعلق یہ عرض کرنا ہوں۔ کہ آخر الامم کا فقرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کی تشریح کے لیے بیان فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں ان انبیاء کا آخر ہوں۔ جو مستقل امتیں بنایا کرتے تھے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ تم آخری امت جو اب امت بنانے والا کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ واقعہ ثابت ہے۔ اور جملا اس پر ایمان ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے باہر کسی دوسری امت کا جو یا آپ کی امت میں سے ہی ہو۔ مگر علیحدہ امت بنائے اب جو انبیاء آئیں گے وہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہی نبی بن گئے وہ خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوں گے۔ اور ان کے ماننے والے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہی ہوں گے۔

جواب دوم۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی ایک اور تشریح بھی فرمائی ہے۔ یعنی مندرجہ بالا۔ آخر الامم کے الفاظ سے جس قسم کے نبیوں کے آخر ہونے کا ذکر تھا۔ ویسا ہی۔ آپ نے خاص قسم کے نبیوں کے آخر ہونے کے لحاظ سے یہ فرمایا۔ ان آخر الانبیاء دو مسجدی ہذا آخر الساجدہ۔ یعنی میں آخر الانبیاء ہوں اور میری یہ مسجد آخر الساجدہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی

ہدایت واضح تفصیل فرمادی ہے۔ کہ میں ایسا ہی آخر الانبیاء ہوں۔ جیسی میری یہ مسجد آخر المساجد ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس مسجد کے بعد اور مسجدیں بھی بنی ہیں یا نہیں۔ اگر بنی ہیں تو کیا انہوں نے اس مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے میں کوئی خلل ڈالا ہے۔ یقیناً نہیں ڈالا۔ اس لیے کہ وہ بعد کی تمام مساجد اس قبلہ کی طرف ہیں۔ جس قبلہ کی طرف مسجد نبوی کا رخ ہے اور اس طرز اور نمونہ پر ہیں۔ جس طرح مسجد نبوی ہے۔ ایسا ہی کوئی ایسا بنی جو شریعت محمدیہ پر چلنے والا ہو۔ اور اس بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر ہو۔ مانتی کے لحاظ سے جیسا کہ عام مسجدیں۔ مسجد نبوی کے ماتحت اور نمونہ پر ہیں۔ تو اس کے آنے میں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پس اس حدیث میں خود بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی آخر المساجد کے الفاظ کہہ کر تشریح فرمادی ہے۔ کہ جو معنی آخر المساجد کے ہوں وہی آخر الانبیاء کے لیے جائیں۔ ورنہ آخر الانبیاء کے ساتھ آخر المساجد کے الفاظ لانا قطعاً بے سود اور بیکار ہے۔

جواب سوم۔ عربی زبان میں آخر کا لفظ فقید المثال کے لیے بھی آتا ہے۔ اس لحاظ سے آخر الانبیاء اور آخر الامم کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ میں انبیاء میں سے فقید المثال اور بے نظیر ہوں۔ اور تم تمام امتوں میں سے بے نظیر اور بہتر امت ہو۔ ان معنی کی تائید میں عربی زبان کے عادات ملتے ہیں۔ جی میں آخر کا لفظ بول کر موصوف کا فقید المثال ہونا مراد لیا گیا ہے۔ شراودی دشنکی من لہند۔ لاضر غالب آمد اگر بیع بحال مترجم ہندی جلع صفحہ ۱۲۲۔ اس کے ترجمہ میں شارح یہ الفاظ لکھتا ہے کہ بیع بن زیاد نے میری دوستی اور پھر اس کے دوستی سے بیع کے لیے جو بنی غالب میں آخر شخص ہے۔ یعنی ہمیشہ عظیم المثال ہے خریدار۔ اور مراد عظیم المثال سے بیع ہے۔ یعنی اپنے لیے خریدار۔

دوسری الاشباہ والنظائر جلد ۳۔ صفحہ ۳۱۰۔ مصری میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت امام ابن تیمیہ کے لیے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ سیدنا آخر المجتہدین۔ تیسرا ان میں بھی انہیں معنوں میں اقبال کا یہ مشہور شعر ہے۔

چل بسا دماغ آہ میت اس کی دیب دفن ہے

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

ہلک در صفحہ ۸۹۔ چونکہ ان معنوں کی تائید قرآن پاک سے اور احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ اس لیے بھی یہ معنی مقدم ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ عنقر۔ ایسا ہی کتم خیر امت کے ارشاد خداوندی کی بنا پر امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے۔ اس وجہ سے حضرت مولانا دہم نے فرمایا ہے۔

بہر اس خاتم شد دست کہ بالود
مثل اولے بودے خواہند بود

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

ندانم ہیچ نفے در دو عالم
کہ دارد شرکت و شان عسند

یاف سلیا ہے۔ ہم ہوئے خیر ارم تجھ سے ہی اسے خیر مل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

غرض یہ حدیث بھی ہماری خلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ نبی کریم کا فرمودہ تشریفی سامنے ہو۔ اور اس کا
دل میں کچھ وقار ہو۔ یا آخر کے محادثات مد نظر ہوں۔

پھر حدیث جو ہماری خلاف پیش کی جاتی ہے۔ وہ لوکان بعدی نبی لوکان عمر ہے۔ جس میں بعدی
سے مراد بعد موتی لی جاتی ہے۔

جواب اول اس کا یہ ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت ہماری مخالفین اس تشریح کو چھوڑ دیتے
ہیں۔ جو خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی
دیگر روایات تے ان الفاظ کی تشریح کر دی ہے ایک مومن کا یہی کام ہے۔ کہ ایک روایت جس معنی کی
تاہید دوسری روایت سے ہوتی ہے۔ ان کو مقدم کرے۔ محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث
لوکان بعدی نبی کی دیگر روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ لولم البعث۔ لبعثت عمر۔ شرح مشکوٰۃ مصری
جلد ۵۔ صفحہ ۵۳۹ مجتہائی کے حاشیہ پر بھی یہی لکھا ہے۔ و فی معنی طرق هذا الحديث۔ لولم البعث
لبعثت یا عمر۔ یعنی میں اگر اس وقت مبعوث نہ کیا جاتا۔ تو اسے عمر تم مبعوث کئے جاتے۔ اس روایت
نے بتلایا کہ لوکان بعدی نبی کا لفظ علاوہ اس کے معنی میں ہے۔ نہ کہ بعد موتی کے معنی میں اب اس
روایت کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا وہ معنی کرنا جو اس حدیث کے صریح خلاف ہوں بعض مغالط میں ہے
اس طرح اس حدیث کی روایت کنوز الخصال مصری صفحہ ۱۰۳ میں اس طرح آئی ہے۔ لولم البعث فیکم لبعث
عمر فیکم۔ ایسا ہی اس حدیث کی ایک اور روایت تاریخ الخلفاء میں حضرت ابو بکر صدیق کی سند سے اس
طرح آئی ہے۔ لولم البعث فیکم لبعثت عمر۔ تاریخ الخلفاء مصری صفحہ ۳۶ ایسا ہی یہ روایت کنز العمال
جلد ۶ صفحہ ۱۴۷ پر بھی آئی ہے۔ کس وضاحت نامہ سے بتلایا گیا ہے۔ کہ بعدی کا معنی اخیری کے ہیں۔

ان روایات کی موجودگی میں جی کے راوی بھی علیحدہ اور سندیں علیحدہ اور ان کو درج کرنے والے بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وہ معنی نہ کرتا جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ہیں اور ان کے خلاف کچھ اور معنی کرنا محض مندر پر محمول کیا جائے گا۔ اس مقام پر ایک شبہ ہوتا ہے۔ کہ آیا بعدی کے معنی علاوہ اور سوایا غیر کے ہیں یا نہیں۔ سو میں اس کی چند مثالیں قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔ من ۱۱۱، اللہی، یتصرکم من بعدہ، آل عمران رکوع ۷۱۔ کون ہستی ہے جو تمہاری مدد کرے اللہ کے علاوہ یا اس کے مواد پر لافتح اللہ للناں من بعدہ۔ سورہ فاطر رکوع ۱۱، جو رحمت خدا تعالیٰ لوگوں کے لیے جاری کرے کوئی نہیں اسے روکنے والا اس کے سوا اور جس رحمت کو وہ خود روک لے کوئی جاری نہیں کر سکتا۔ اس رحمت کو سوا اس کے سابقین حدیث جو عاصی مقابلہ پر پیش کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ ۱۱۱، الوسائل والنہوۃ قد انقطع ولا نبی۔ جواباً عرض ہے۔ کہ یہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ میں بھائے خود صحیح معنی پیش کرنے کے اپنے مخالفین کے مسلمہ بزرگ صوفی اور ولی حضرت شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی کے معنی پیش کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔ ابن النہوۃ ولا نبی۔ فتوحات مکہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۰ یعنی وہ نبوت کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے ساتھ منقطع ہوئی ہے۔ وہ صرف شرعی نبوت ہے۔ نہ عام مقام نبوت پس کوئی شرعی نہ ہوگی جو اس شرع کے خارج ہو۔ اور نہ کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ ہوگا اور یہی معنی ہیں آنحضرت کے ارشاد انک انزلناک والنبوت نبی بعدی کے۔

جواب دوم۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ لا کا حرف نفی جنس کے لیے آیا ہے۔ کہ کسی قسم کا کوئی نبی اور کسی قسم کا کوئی رسول بھی نہیں آسکتا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ یہ استدلال بھی محض غلط ہے کیونکہ اصل اس حرف لا کی عمومیت اور نفی جنس سے خود عاصی مخالفین کے عقیدہ حیات مسیح پر پانی پھر جاتا ہے۔ کیونکہ اس عمومیت کی نفی میں ان کا وجود بھی جاتا ہے۔

دوئم۔ اگر پیدا ہونے کی شرط لگائی جاوے۔ کہ آئندہ کوئی رسول یا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ یا نیا ہونے کی شرط لگائی جاوے۔ کہ آئندہ کوئی نیا رسول یا نیا نبی نہیں ہوگا۔ تو یہ تاویل بھی محض غلط ہے۔ کیونکہ لا نبی بعدی والا رسول کے فقرہ میں پیدا ہونے یا نئے آنے کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اگر مراد اور مطلب بیان کرتے وقت کسی خصوصیت کی قید لگائی جاسکتی ہے۔ تو وہی قید مناسب سمجھی جاسکتی ہے۔ جنس کی تائید قرآن کریم یا احادیث نبویہ یا اقوال بزرگان سلف سے ہوتی ہو۔ نہ اپنی کوئی ذاتی۔ سو میں احادیث اور اقوال بزرگان سلف سے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ صرف شرعی نبوت ختم ہوئی ہے۔ نہ کوئی اور۔ پس یہ خصوصیت اور تفسیر لگائی جاسکتی ہے کہ ظار رسول بعدی ولا نبی سے مراد شرعی رسالت اور شرعی

نبوت کی نفی ہے۔

جواب سوم۔ یہاں پر صرف لافنی جنس کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ نفی کمال کے لیے آیا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ میرے جیسا کامل رسول آئندہ نہیں ہوگا۔ اور یہ ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہے کہ لافنی بعدی ولا رسول کی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقوال مبارکہ بھی ہیں۔ جن میں وہ معنی کمال مراد لیتے ہیں۔ مگر کسی خاص قسم کی کوئی نفی کوئی مراد نہیں لیتا۔ مثلاً۔ لا صلوة الا بقائتہ الکتاب۔ اس کے بھی یہی معنی لیے جاتے ہیں۔ کہ کامل نماز نہ ہوگی۔ نہ یہ کہ نماز ہی نہ ہوگی۔ لا دین لمن کا عہدہ۔ اس کا بھی معنی ہے کہ وہ کامل دیندار نہ ہوگا نہ یہ کہ بالکل بے دین ہوگا۔ جو عہد پورا نہ کرے۔ تیسرا لا ایمان لمن لا امانت لہ۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ کامل ایمان والا نہ ہوگا۔ نہ یہ کہ وہ بے ایمان ہوگا۔ جو امانت میں خیانت کرے۔ چوتھا۔ اذا حلتک قیصر قلا قیصر بعدہ۔ اس طرح ہے۔ اذا حلتک کسری فلا کسری بعدہ۔ ان تمام مذکورہ بالا مثالوں میں حرف لاکو کوئی بزرگ بھی نفی جنس کا قرار نہیں دیتا۔
(عسکد اکبر)

۱۵ مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان شہادت مولوی غلام احمد صاحب گواہ فریق ثانی۔ باقی اصرار

آٹھویں حدیث میں دجالوں والی پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ مطلب ہو۔ کہ آئندہ کسی قسم کی کوئی نبوت نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی یہ الفاظ ہیں۔ کہ جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ بلکہ صرف اتنا کہلے ہے۔ کہ قریبات میں ایسے ہوں گے۔ جب تک ایسے الفاظ نہ ہوں کہ آئندہ مطلق نبوت نہ ہوگی۔ یا جو دعویٰ نبوت کرے گا۔ وہ دجال ہوگا۔ تب تک نبوت کی بالکل نفی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ فلاں شہر پر اس وقت مصیبت نہ آئے گی جب تک اس میں چالیس جھوٹے قاضی نہ بن لیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اس شہر میں کوئی سچا قاضی بھی نہیں ہوگا اور جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ اس کی حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ جب کہ امت محمدیہ کے مناقب اور اس کے فضائل پر نظر کی جاوے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے اس کا خیر امت ہونا ثابت ہے۔

جب اس خیر امت میں یہودی اس قدر پھیلے تو کسی طرح مانا جاسکتا ہے کہ طیب اس میں پیدا نہ ہوں۔ ورنہ لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہودی اور عیسائی بننے اور دجال اور کاذب مدعیان نبوت کے آنے کے لیے قیہ امت ہے۔ مگر سچے مدعیان نبوت کے لیے نہیں ہے۔ کیا اس طرح پر امت محمدیہ کا خیر الامت ہونا باقی رہتا ہے۔

جواب دوم۔ شارح صحیح مسلم امام ابو عبد اللہ۔ محمد بن علی قلیفہ مالکی نے اس حدیث کے متعلق یہ شہادت دی ہے۔ هذا الحديث ظاهر صدقه ذالک۔ اکمال الاکمال کی جلد ۷۔ صفحہ ۲۵۸ مصری یعنی اس حدیث کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج تک جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ شمار کئے جاویں تو یہ تعداد پوری ہو جائے گی۔ اور ہر وہ انسان جو تاریخ کا مطالعہ کرے گا۔ اس کو یہ تعداد پوری ہو جانے کا اقرار کرنا پڑے گا۔ پھر اس مسلم کی دوسری شرح اکمال الاکمال میں دوسرے امام ابو عبد اللہ۔ محمد بن علی الحارثی فرماتے ہیں۔ هذا الحديث عدد۔ یعنی اس حدیث کی سچائی پوری ہو چکی ہے۔ اور شمار کئے جاویں تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چونکہ یہ دونوں مصنف آج سے تقریباً پانچ سو برس قبل ہو چکے ہیں۔ اس لیے ماننا پڑتا ہے۔ کہ آج سے پانچ سو برس قبل یہ حدیث پوری ہو چکی ہے۔

جواب سوم۔ علاوہ ازیں زمانہ حال کے مشہور مصنف مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حج انکرامہ صفحہ ۲۳۳ سے ۲۳۹ تک و صفحہ ۳۳۶ وغیرہ نام بنام ان مدعیان نبوت و ہدیت کا ذکر کر کے اس تعداد کو پورا کر دکھایا ہے۔

جواب چہارم۔ اس حدیث کی دیگر روایتوں میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کرام نے ایسے دجالوں کی علامات دریافت کیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طریقہ پر تم ہو اس طریقہ کے خلاف وہ طریقہ تمہارے لیے پیش کریں گے یعنی خلاف اسلام وہ دوسری شریعت جاری کریں گے ایسا ہی اس حدیث کی دوسری روایتوں میں دجالوں کا ذکر کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً "میلیہ کذاب اور اسود غسانی کو بھی فرمایا ہے۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان دجالوں سے مراد وہی دجال مدعیان نبوت ہیں۔ جو خلاف اسلام نئی کتاب یا کسی نئی شریعت کے دعوے دار ہوں۔ ان دونوں روایتوں کا ذکر حج الکرامہ صفحہ ۲۳۳ پر ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ و در حدیث این خبر است اذ انہما

پس حاصل کلام یہ کہ اس حدیث میں تیس کے قریب مدعیان نبوت کاذبہ کے آنے کی خبر ہے۔ کسی سچے مدعی نبوت علیہ غیر تشریعی کے آنے کی مبالغہ نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ قوی شہادتوں سے ثابت ہے۔ کہ

بھوٹے مدعیان نبوت کی یہ تعداد آج سے پانچ سو برس پہلے پوری ہو چکی ہے تیسرے یہ کہ اس حدیث سے مراد خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ اور تشریح کے مطابق بھی ایسے مدعیان نبوت کا مذہب مراد نہیں۔ جو خلاف اسلام نئی شریعت کو جاری کرنے والے ہوں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف قطعاً پیش نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ہم بھی ایسے مدعیان نبوت کو کافر کہلاتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ پایا وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور پیروی اور برکت سے بالیہ ہے آپ فرماتے ہیں

بکم قدمے دوری ازال عالی جناب
نزدما کفر است و خیر ان مہتاب

نویں حدیث جس میں وانا العاقب والعاقب الذی یبیس بعدہ نبیؐ کا جملہ ہے۔ جو ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا آخری فقرہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ ابعدہ کسی قسم کی نبوت نہیں ہوگی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔ کیونکہ اول یہ حدیث بخاری میں جلد ۲ کتاب الفضائل جلد ۳ تفسیر سورہ صف۔ دو جگہ آئی ہے۔ مگر الذی یبیس بعدہ نبیؐ کا جملہ دونوں جگہ نہیں ہے۔ مگر یہ فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا۔ تو بقیہ دو تفسیری جملوں کی طرح اس کی بجائے ولایت ہوتی اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ اس جملہ کو بھی ضرور درج فرماتے۔ امام بخاری کا دو فقرہ اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنا۔ مگر آخری جملہ کو درج نہ کرنا۔ اس امر کی زبردست دلیل ہے۔ کہ وہ جملہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔ دوم صحیح مسلم جلد ۲ میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔ کہ یہ تفسیری جملہ ابن شہاب امام زہری کہے۔ جو اس حدیث کی ہر اسناد میں آتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ فی حدیث عقیل قال قلت لزہری ما العاقب قال الذی یبیس بعدہ نبیؐ یعنی عقیل نے امام زہری سے پوچھا کہ عاقب کون ہوتا ہے۔ تو انہوں نے یہ فقرہ بولا۔

سوم۔ یہ بھی قرینہ غامض قابل غور ہے۔ کہ اگر یہ جملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمایا ہوا ہوتا۔ تو حاجی اور حاشیہ برگی تفسیر کی طرح عاقب کی تفسیر میں بھی الفاظ یہ ہوتے کہ الذی یبیس بعدہ نبیؐ۔ اور الذی یبیس بعدہ نبیؐ کے الفاظ نہ ہوتے۔ یعنی دونوں تفسیری جملوں میں بعدی۔ مشکم سے فرمایا دلیل ہے۔ اس امر کی کہ اگر عاقب کا تفسیری جملہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا۔ تو وہ بھی بعدی ہی مشکم سے ہوتا۔ نہ کہ بعدہ ضمیر غائب سے جو اپنے الفاظ سے بتا رہا ہے۔ کہ اس جملہ کا کہنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سا کوئی اور ہے۔

یہ ہمام - مرقاة شرح مشکوٰۃ محدث ملا علی قاری نے لکھا ہے - الظاہر ان هذا التفسیر..... من بعدہ - زیر حدیث - یعنی یہ ظاہرات ہے - کہ یہ تفسیری جملہ صحابی یا کسی تابعی یا تبع تابعین کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا - الغرض جب یہ تفسیری جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہ ہو - تو لا محالہ ماننا پڑا کہ اس سے جو استدلال کیا گیا ہے - وہ از خود غلط ہے -

دوسری حدیث - لایبقی من نبوة الا مبشرات والی حدیث پیش کی جاتی ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان آیات سے قطع نظر بھی کی جاوے - کہ جن سے قرآن کریم کے بعد غیر تشریف علی نبوت کا وجود ہوتا ہے - اور ان احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا جاوے - جن میں امت مجبیہ کو آئندہ علی نبوت کی بشارت دی گئی ہے - اور ان بزرگان سلف کے اقوال کو بھی مد نظر نہ رکھا جاوے - جو اس حدیث کی موجودگی میں وحی والہام د کشف کے مدعی تھے - اور جنہوں نے آئندہ نبوت ظلیہ کی بھی تصریح کی ہے - جو سب اقوال تیسری اور چوتھی وجہ تکفیر میں ذکر ہوں گے - تو یہ بھی حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے - کیونکہ اس حدیث کی عمومیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پھر دیا صالحہ کے باقی تمام انعام اور برکات کی نفی ماننی پڑتی ہے - حالانکہ اس امت کے وحی الہام سے مشرف ہونے کی فضیلت سب مسلمانوں کو مسلم ہے - لہذا یہ ماننا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے - نہ کہ خواص اور کل افراد کے لیے - کیونکہ ان خواص اور کاملین کو دیا صالحہ سے بڑھ کر انعامات مل چکے ہیں - اور اوقات زمانہ نے ثابت کر دیا ہے - کہ اس حدیث سے بحجہ دیا صالحہ کے اور سب قسم کی نعت کے انقطاع کا استدلال خداوند تعالیٰ کی فعلی شہادت کی وجہ سے محض غلط ہے - چنانچہ علامہ سندھی تصریح کرتے ہیں کہ المراد انہام..... موجود - ابن مایہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ مصری - یعنی اس سے یہ مراد ہے - کہ عام مومنوں کے لیے نبوت میں سے صرف ایسے خواب باقی رہ گئے ہیں - مرد الہام و کشف اولیاء کے موجود ہیں - الغرض جتنی احادیث بھی فریق مخالف نے انقطاع نبوت کے استدلال میں پیش کی ہیں - وہ سب حقیقت کے لحاظ سے نبوت غیر تشریف یعنی ظلی نبوت کا منہ ہونا ہرگز ثابت نہیں کرتیں - اور جماعت احمدیہ کے معتقات کے وہ خلاف نہیں ہیں -

مفسرین اور بعض دیگر علماء کے ان اقوال کا جواب جو مخالف علماء اپنے اپنے غلط معنی کی تائید میں پیش کرتے ہیں -

اس عنوان کے ضمن میں کئی شقیں قابل غور ہیں میں ہر شق کے متعلق علیحدہ علیحدہ عرض کرتا ہوں شق اول - کیا مفسرین یا دیگر علماء کے ذاتی خیال داخل شریعت ہیں - کہ ان کا ماننا ضروری ہو اور نہ ماننے سے

کئے۔ ایسا ہی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیتے وقت ہمیشہ فرماتے تھے۔ ہذا رائے.....
بالصواب۔ یہ سب اقوال حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۷ تک ہیں۔ جداول مصری۔ آخری
 قول کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنی یہ افغان ابن ثابت کی یعنی میری رائے ہے۔ اور یہ سب سے بہتر معنی معلوم ہوئی
 ہے۔ لیکن جو شخص اس نے اچھی بات لے آئے۔ وہ زیادہ بہتر ہے۔ جب وہ مشہور اور معروف ائمہ کرام جن
 کے اقوال سے فقہی مسائل میں سند لی جاتی ہے۔ جن کا نام بنام اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ خود یہ فرماتے ہیں۔ کہ
 کوئی قول محض اس وجہ سے کہ وہ فلاں شخص کا قول ہے۔ قطعاً قابل قبول نہیں۔ پھر ظاہر ہے۔ کہ مفسرین
 کے ذاتی خیالات کہاں تک قابل قبول ہیں۔ مثلاً کیا مفسرین کی ہر بات صحیح اور قابل غور بھی ہے اس شخص
 میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مفسرین کے خیالات کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور کیا وہ تمام کے تمام اس قابل
 ہیں کہ قبول کر لیے جاویں۔ میں بلحاظ اختصار بطور نمونہ چند اقوال پیش کرتا ہوں۔
 نوٹ۔

گواہ یہاں چند نمونے بیان کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں اس لیے
 بیان کرنے سے روک دیا گیا۔

(محمد اکبر)

عدالت مختاران مدعیہ اس مرحلہ پر کہ عدالت ترک کر کے چلے گئے ہیں۔ مولوی الہی بخش مختار مدعیہ
 بیان کرتا ہے کہ وہ خود مختاران مدعا علیہ کے مقابلہ میں پوری پیروی نہیں کر سکتا۔ اسے جدید مختار مقرر کرنے
 کے لیے مہلت دی جاوے۔ اس کی یہ استدعا چونکہ واجبی ہے۔ لہذا سماعت مقدمہ کل تک ملتوی کی
 جاتی ہے۔ گواہ کو یقینہ شہادت کے قلمبند کرنے کے لیے پابند حاضری تاریخ مقرر کیا جاوے۔
 (۱۵ مارچ ۱۹۳۳ء محمد اکبر)

۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین میں سے منجانب مدعیہ الہی بخش حاضر ہے۔ مدعا علیہ اور اس کے مختاران حاضر ہیں۔ کل فریقین
 کے درمیان کچھ معمولی آویزش ہو گئی تھی۔ محمد مبارک مختار مدعا علیہ نے مدعیہ کے ایک مختار مولوی عبد الکریم
 کو جسے مختار کاری سے حکم عدالت علیحدہ کیا جا چکا تھا۔ کچھ سخت سست الفاظ کہے۔ جس پر مدعی کے دیگر
 مختاران کہہ عدالت چھوڑ کر چلے گئے۔ اس لیے الہی بخش کی اس استدعا پر کہ وہ کوئی دوسرا مختار مقرر
 کے پیر دی مقدمہ کرے گا۔ سماعت مقدمہ ملتوی کی گئی تھی لیکن آج پھر الہی بخش کے ساتھ اور کوئی مختار حاضر
 نہیں ہوا۔ صرف الہی بخش حاضر ہے۔ اسے مزید مہلت نہیں دی جاتی اور کلروائی مقدمہ اس کے مواجہ میں

شرع کی جاتی ہے۔ فریقین کو ہدایت کی گئی کہ وہ احکام مضابطہ اور احترام عدالت کو پوری طرح مد نظر رکھیں
وردہ سلوک قانونی ہوگا۔ ۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء۔

(محمد اکبر)

۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء

متممہ بیان شہادت مولوی غلام احمد مجاہد گواہ مدعا علیہ۔ باقرار صالح

شق ثانی بھی جس کو عدالت نے غیر متعلق سمجھ کر بھی بیان کرنے سے روک دیا ہے۔ میں چند
اقوال مفسرین کے ایسے پیش کرنا چاہتا تھا۔ جن سے حضرت انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کے خلاف باتیں
ثابت ہوئی تھیں۔ جن سے میرا مدعا صرف اتنا تھا۔ کہ مفسرین کے خیالات اس مقام تک پہنچنے ہوئے
ہیں۔ کہ ان کا کوئی قول اس لیے کران کا قول ہے۔ قطعاً کسی پر رجعت نہیں ہو سکتا۔ شق ثالث۔ مخالف
علماء جو ہمارے سامنے مفسرین کے اقوال پیش کر کے چاہتے ہیں کہ ان اقوال کو بغیر چون چہر امان یا جاوے
کہ میرے خود وہ علماء بھی مفسرین کے تمام اقوال کو اس طرح مانتے ہیں۔ جس طرح یہ کہ مانتے کے ہم سے طالب
ہیں۔ اس شق میں مجھے اتنا ہی عرض کرنا ہے۔ کہ مخالف علماء خود بھی مفسرین کے تمام اقوال کو ہرگز قبول نہیں
کرتے۔ صرف انہی اقوال کو مان لیتے ہیں۔ جو ان کو پسند ہوتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ بلکہ ان کا مفسرین کے
تمام اقوال کو ماننا اس لیے ہوتا۔ کہ ان کے نزدیک مفسرین کے تمام اقوال کا ماننا ضروری ہے۔ تو وہ خود بھی
تمام اقوال کو مانتے ایک کو رد نہ کرتے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق جس قدر بھی اقوال تفاسیر میں
آئے ہیں۔ خواہ وہ اقوال مفسرین کے اپنے ہوں۔ یا دوسرے ائمہ کرام کے ہوں ان کو وہ نہیں تسلیم کرتے۔ ایسے
امام جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی تصریح فرمائی ہے۔ امام مالک اور امام ابن حزم امام ابی قیم اور باقی
ائمہ کرام جنہوں نے اپنے سکوت سے تصدیق کر دی ہے۔ کیونکہ وہ ائمہ کرام معمولی معمولی شرعی مسائل پر اپنے
اجتهادات کی بناء پر اختلاف رکھتے رہے ہیں۔ اور جو رائے ان کی ہوتی رہی ہے۔ اس کو وہ ظاہر کر دیا
کرتے تھے۔ لیکن اس مسئلہ میں جہاں دوسرے اماول نے تصریح فرمائی وہاں باقی ائمہ نے خاموشی اختیار کی
ہے۔ تفاسیر کے لحاظ سے یا احادیث کی کتب کے لحاظ سے مندرجہ ذیل تفسیریں ہیں جن میں اقوال پائے جاتے ہیں
مجمع البیہار۔ اکمل شرح مسلم۔ جلالین۔ بین السور مجتہباتی۔ تفسیر محمدی۔ ترجمان القرآن۔ فتح الیسان۔ شق رابع
مفسرین کی بیان کی ہوئی حدیثیں آیا ہمارے مخالف علماء مانتے ہیں۔ شق ثالث میں میں نے صرف اتنا بتلایا
تھا۔ کہ مفسرین اور ائمہ بعض اقوال کو بھی مخالف علماء مانتے ہیں۔ جو انہیں پسند ہیں۔ اب میں یہ بتلانا چاہتا

کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے استادوں کو ترک کر دیا ہے۔ اور پہلے درپے دوسروں کے اقوال درج کر دیئے۔ پس اس وجہ سے تفاسیر داخل ہو گئے۔ اور صحیح باتیں کمزور باتوں سے ملتیں ہو گئیں پھر یہ عادت ہو گئی۔ کہ ہر شخص جسے کوئی بات سوجھتی وہ درج کر دیتا۔ اور جو خیال جسے پیدا ہوتا اس خیال پر اعتماد کر لیتا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے ایسی باتوں کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اس عبارت نے تصریح کر دی ہے۔ کہ تفاسیر میں ہر قسم کا رطب و یابس۔ ہر قسم صحیح و سقیم حیاں۔ ہر ناقص اور اچھی بات جمع ہو گئی ہے۔

چوتھا۔ وقد جمع المتقدمون مردود۔ مقدمہ ابن خلدون مصری صفحہ ۳۶۱۔ یعنی متقدمین نے تفسیری باتوں کو جمع کیا۔ اور کثرت سے لکھا۔ مگر ان کی کتب میں اور ان کی جمع شدہ باتوں میں اسلئے ناقص۔ قبول و مردود سب ہی قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔

پانچویں۔ ما قدمیست ومثل ذالک۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۶۱۔ مصری۔ یعنی متقدمین کی تفاسیر محض منقولی باتوں سے بھر گئیں۔ جو ان تک یہودیوں عیسائیوں سے پہنچی تھیں اور وہ سب ایسی ہی خبریں ہیں۔ جو یہود اور نصاریٰ کی روایتوں پر موقوف ہیں۔ اور وہ تفاسیر ایسی نہیں کہ جن کی بنا پر ہر حکم جاری کئے جاویں۔ کہ پھر ان اقوال کی صحت تلاش کرنی ضروری ہو اور ان اقوال پر عمل بھی جاری ہو۔ اور اس قسم کی صحت کے بارے میں مفسرین نے بہت تساہل کیا ہے حیات جاوید مصنف مولانا الطاف حسین حالی نے بھی صفحہ ۲۰۷ جلد ۲۔ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ انفس ہے کہ قدما کی اس کوشش سے جو محض نیک نیتی سے کی گئی تھی۔ بے شمار روایتیں۔ تفاسیر قدیم میں ایسی درج ہو گئیں۔ جن کے لحاظ سے علماء محققین کو یہ کہنا پڑا۔ کتب تفسیر مشہودۃ بالا حدیث الموضوعۃ اور اس سے بھی زیادہ انفس یہ ہے۔ کہ پھلوں نے قدما کی تفسیروں میں جو رطب و یابس روایتیں پائیں بغیر اس کے کہ اصول علم حدیث کے مطابق ان کی تنقید کریں۔ ان تمام رطب و یابس روایتوں سے اپنی تفسیروں کو بھر دیا اور مخالفوں کے لئے اعتراض کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس کتاب کے صفحہ ۲۳۷ پر کہا ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جاری قدیم تفسیریں بالتمام تمام محققین اہل اسلام کے عموماً بے سند اور موضوع و ضعیف حدیثوں اور یہودیوں کے قصوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ جس قدر روایتیں تفسیر القرآن کے متعلق صحاح میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو بعد حذف اسناد کے ایک جگہ جمع کیا جاوے۔ تو تمام مجموعہ محدود صفحات سے زیادہ نہ ہوگا۔ حالانکہ کتب تفاسیر کی تمام روایتوں اور قصوں کو اگر جمع کیا جاوے۔ تو کم سے کم ایک ضخیم جلد مرتب ہو سکتی ہے۔ حاصل کلام ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے

مفسرین کے اقبال پر کس طرح عقائد کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ اور کیسے ان اقبال کے انکلا کی وجہ سے کس کو کافر کہا جاسکتا ہے۔ شق سادس۔ مفسرین کے وہ اقبال جو پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کا کیا مطلب ہے۔ اب میں ان اقبال کو جو بحالے خلاف ختم النبوت کے بارہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ فرماؤ فردا لیتا ہوں پہلا حوالہ فی رحمت اللہ اقبال۔

اس عبارت کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے۔ اس کے دو حصے بالخصوص قابل غور ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اہل تو مسلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دے کر بتلادیا کہ ایسے انبیاء ممنوع ہیں۔ یعنی جو شریعت اسلامیہ کے خلاف اور اس کے مقابل پر نئی شریعت کے دعویدار ہوں۔ دوم۔ اس نے یہ بھی بتلادیا کہ ایسے لوگ نہ امر بالمعروف کرتے ہیں۔ اور نہ ہی عن المنکر کرتے ہیں۔ بلکہ نہایت فاسقانہ اور فاجرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور نہایت جھوٹے اور بہتان تراش جوتے ہیں اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ جس مدعی نبوت کی زندگی ایسی نہ ہو۔ اور جس نے مسلمہ کذاب اور اسود عنسی کی طرح دعویٰ نہ کیا ہو۔ جو خود یا جس کی جماعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہو۔ وہ مدعی نبوت ہرگز منع نہیں۔ میں اس جگہ صرف دو حوالے ایسے پیش کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر یہ حوالہ چسپان نہیں ہوتا۔

اول۔ مولوی محمد حسین بشاوی۔ جو سخت معاند تھے وہ شہادت دیتے ہیں۔ براہین احمدیہ مصنف مرزا صاحب کے متعلق وہ ہماری داسٹے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر میں ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں للہی اللہ یحدث بعد ذلک ۱ ص ۱۔ اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی اور جاتی و قلمی و سانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے اشاعت السنہ جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۲۹ حضرت مرزا صاحب کا اپنا چیلنج اپنی زندگی کے متعلق یہ ہے۔ تم غور کرو۔ دلیل ہے تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲۔ دوسرا حوالہ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵۔ کا پیش کیا جاتا ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ وکذبت علی اللہ علیہ وسلم اصرار۔ اس حوالہ میں بھی مانحن فیہ۔ نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ غایت کار اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ جو شخص اس کے خلاف دعویٰ کرے گا وہ کافر ہوگا۔ اب اس کے خلاف الفاظ میں جو ضمیر ہے وہ یا تو خاتم النبیین ہونے کی طرف جاتی ہے۔ تو خاتم النبیین ہونے کا خلاف خاتم النبیین نہ ہونا ہوا۔ لہذا۔ مصنف کے نزدیک یہ معنی ہوئے کہ جو شخص یہ دعوئے کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ وہ کافر ہوگا۔ یا پھر

اس کے خلاف کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتی ہے۔ تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص معذور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہوگا۔ نہ یہ کہ جو شخص کسی قسم کا بھی دعویٰ نبوت کرے خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ظلی اور امتی نبی ہونے کا بھی دعویٰ کرے۔ وہ بھی کافر ہوگا۔ کیونکہ یہاں ایسے امتی نبی کے نہ ہونے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ بغرض محال اگر مصنف مذکور تصریح بھی کرتا۔ کہ کسی قسم کی کوئی نبوت بھی ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ ہوگی۔ تو بھی اس کا یہ کہنا فقط اس کی رائے تھی۔ جو کسی صورت میں ضروری تبلیغ نہیں بالخصوص جب دیگر علماء اور مجددین و محدثین اور اولیاء امت کی بکثرت رائیں اس کے خلاف موجود ہوں اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد اور آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تیس احادیث بھی ہوں۔ جو شریعت میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان حوالہ جات سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔ کہ خود ان مفسرین نے ان حوالہ جات میں جس قسم کے بیسوں کو جھوٹا کہلایا ان کا انا ممنوع قرار دیا۔ اور خاتم النبیین کے خلاف قرار دیا وہ مسلمہ کذاب اور اورغسی جیسے مدعیان نبوتہ ہیں۔ جنہوں نے مستقل شریعت کا دعویٰ کیا اور شریعت محمدیہ کے برعکس تعلیم دی۔ اور فسق اور نجوریں مبتلا رہے۔ پس ان حوالہ جات سے ایسے نبی جو امی ہو۔ اور اسی شریعت محمدیہ کا حامی اور ناصر ہو کے نہ آنے کا کوئی حکم نہیں نکلتا۔ دیگر علماء سلف کے جو حوالہ جات ہمارے مقابل پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کی حقیقت۔ یہ ہلکا حوالہ۔ قاضی عیاض کی کتاب شفا کی شرح مؤلفہ ملا علی قاری کی جلد ۲ صفحہ ۵۱۸ و ۵۱۹ مصری کہے۔ جس کی عبادت یہ ہے۔ وکذا لک وبعده اس سائے حوالہ میں سے صرف ایک فقرہ لے کر جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ کہ القائلین بتواتر الرسل یعنی جو قائل ہیں۔ متواتر رسولوں کی آمد کے۔

جواب اول۔ اس حوالہ کا وہ فقرہ جو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی القائلین بتواتر رسل۔ ہمارے قطعاً خلاف نہیں۔ کیونکہ جو تعریف رسول کی ان علماء سلف کے نزدیک مروج ہے۔ اس تعریف کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ویسے رسولوں کی آئندہ آمد کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ اور یہ ہم پر اتہام ہے۔ کہ ہم ویسے رسولوں کی آمد کے قائل ہیں۔ نبوت اور رسالت کے بارہ میں میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ ہم جماعت احمدیہ کے افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی شرعی نبی یا غیر شرعی مستقل نبی کی آمد کے ہرگز قائل نہیں۔ ہم صرف اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ماتحتی سے اور آپ کی برکت اور افادہ روحانیہ سے آپ کی شریعت کے خدام انبیاء قیامت تک آتے رہیں گے۔ پس وہ حوالہ القائلین بتواتر رسل کا ہم پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ ان علماء کے نزدیک رسول کا

لفظ اس انسان پر بولا جاتا ہے۔ جو شریعت لائے۔ یا پہلی شریعت میں کچھ تبدیلی کرے مثلاً اول۔
 شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ الرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیہ۔ یعنی
 رسول وہ انسان ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ مخلوقات کے لیے مبعوث فرمائے۔ احکام شریعہ کی تبلیغ کے لیے
 نبی اس۔ جو شرح عقائد نسفی کی بھی شرح ہے۔ اس میں تفصیل درج ہے۔ کہ نبی اور رسول کے فرق کے بارے
 میں اختلاف ہے۔ جمہور مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ ان النبی اعلم۔ کہ نبی عام ہے۔ اور رسول خاص
 ہے تبرا اس صفحہ ۷۹ پر پھر رسول کے لیے بعض کتاب کی شرط کی ہے۔ اور بعض نے شرع جدید کی
 شرط لگائی ہے چنانچہ لکھا ہے یشتد فی رسول شریع جدید بخلاف النبی تبرا اس صفحہ ۸۰ ایسا
 ہی اس تبرا اس کے صفحہ ۸۱ پر حاشیہ میں شرح مقاصد کا حوالہ دے کر لکھا ہے۔ وقد ینحصر رسول
 فی شریعت و کتاب کہ رسول کا لفظ خاص طور پر اس انسان پر بولا جاتا ہے۔ کہ جس کی کوئی شریعت
 نہیں۔ ان حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک رسول کا لفظ شرعی

کفر عائد ہوگا جب کہ وہ علی وجہ الحقیقت کسی کا نبی ہونا تسلیم کرتا ہو۔ لیکن اگر علی وجہ الجواز کسی کو نبی مانے تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ بالکل انہی الفاظ میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے۔ اول سمیت نبی من اللہ تعالیٰ علی طریق الجواز لا علی وجہ الحقیقت۔ تتمہ حقیقت الہی صفحہ ۶۵ یعنی مجھے خدا تعالیٰ نے علی وجہ الجواز نبی قرار دیا ہے۔ نہ کہ حقیقی رنگ میں۔ دوسرا۔ دمن قال کذاب جس کی تشریح بالفاظ ذیل ہے۔ غرض ہمارا مطلب ہے کچھ شک نہیں۔

انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷ - ۲۸ -

تیسرا حوالہ۔ حاشا وکلا نبوة حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ اشتہار فردی ۱۸۹۲ء بحوالہ حقیقت النبوة صفحہ ۵۱۔

جواب سوم۔ شرح شفا کے حوالے کے دو جواب دینے کے بعد تیسرا جواب یہ عرض ہے کہ ہمارے مخالفین ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ کہ اگر اس حوالہ کو اسی رنگ میں دیکھا جاوے۔ جس رنگ اور جس معنی میں انہوں نے پیش کیا ہے۔ تو یہ حوالہ خود انہی کے خلاف پڑتا ہے۔ کیونکہ اس حوالہ میں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے غلاۃ المتصفوۃ ای الجہلاء۔ داجہل منہم ابن عربی حیث جعل نفسه خاتم الاولیاء یعنی کافر ہیں۔ غالی۔ جھوٹے صوفی بھی یعنی جاہل صوفی۔ اور ان صوفیوں میں سے زیادہ جاہل ابن عربی ہے۔ جس کے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہا ہے۔ گویا اس کتاب والے قاضی عیاض اور ملا علی قاری کے نزدیک حضرت شیخ عجم الدین ابن عربی شیخ اکبر وغیرہ بھی کافر بلکہ زیادہ کافر ہیں۔ حالانکہ ہمارے مخالفین انہی شیخ اکبر کو دلی۔ صوفی مان چکے ہیں۔ بلکہ مانتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر یہ فتویٰ ان اصل عبارت کے لحاظ سے یا ایسی تشریح کے لحاظ سے جو رسول اور نبی کو جو ان کے ہاں

مروج ہے۔ یا ان کی صاف تشریح کے لحاظ سے کہ مجازی نبوت و کفر واجب نہیں کرتا ہم پر یہ فتوے ہرگز عائد نہیں ہوتا۔ لیکن بقرن محال اگر ہو بھی تو پھر یہی فتویٰ اس انسان پر تو علی الاعلان اور دامنہ طور پروانہ لے کر لگایا گیا ہے۔ جو ہمارے مخالفین کے نزدیک ہی نہیں۔ بلکہ اکثر بزرگان سلف کے نزدیک بھی۔ دوسرا حوالہ جو علاوہ مفسرین کے کسی اور بزرگ کا پیش کیا ہے۔ وہ بھی ملا علی قاری ہیں۔ جن کا قول اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مجازی نبوت کے دعویٰ سے کفر لازم نہیں آتا۔ انہیں بزرگ کا دوسرا حوالہ ان کی دوسری کتاب مرقاة شرح مشکوٰۃ جلد ۵۔ صفحہ ۴۶ مصری سے پیش کیا جاتا ہے۔ فالہی انہ لا یجد ث نبی لا ۱۸۵۰ خاتم النبیین السابقین پہلا جواب اس حوالہ کا میری طرف سے یہ ہے۔ کہ انہوں نے اس عبارت میں

سابقین کے لفظ سے تصریح کی ہے۔ کہ پہلے نبی کے دوبارہ آنے کی نفی ہے۔ اگر بعد کے کسی نبی کے نہ آنے کا ذکر ہوتا تو سابقین کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔

جواب دوم۔ بقرض محال مان بھی لیا جاوے۔ اور سابقین کے لفظ سے قطع نظر کی جاوے اور یہی مطلب نکالا جاوے۔ کہ ملا علی قاری بھی آئندہ نبوت کی نفی کرتے ہیں۔ تو آئندہ کی نبوت میں سے ہر قسم کی نبوت کی کسی طرح پر بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہی حضرت ملا علی قاری اپنی ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں۔
والمعنی انه لا یاتی نبیؑ یستخصلتہ ولہد بیکن فی امتہ۔ - موضوعات کبیر صفحہ ۵۹
یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں۔ کہ آئندہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو حضور کی سنت اور شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس جب ان بزرگ نے آئندہ ایسے نبی کی نفی کی ہے۔ جو شریعت لانے والا ہو۔ یا شریعت میں تبدیلی کرنے والا ہو تو یہ مرقاہ کا حوالہ خود واضح ہو گیا۔ کہ یہاں یر نبی سے مراد ان کے خیال میں شرعی نبی ہے۔ نہ ہر قسم کا نبی۔

آٹھویں شق۔ فتاویٰ فقہاء کی حقیقت۔ اس شق میں چند فتاویٰ بیان کرتا ہوں۔ جن سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوگا کہ علماء کے فتاویٰ کفر کی کیا حقیقت ہے اور ان کا کیا اثر ہے۔ ان فتوؤں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے امت مجاہدہ کا کونسا حصہ مسلمان رہ جاتا ہے۔ جن علماء کے اقوال کے غلط معنی لے کر ہم پر فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ ان علماء کے فتوؤں کی نوعیت کیا ہے۔ انہیں کتابوں میں جن کتابوں سے مخالف علماء نے ہم پر فتویٰ لگایا ہے۔ یہ کھلے ہیں۔ اول جو شخص کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا وہ کافر ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۰۔ جو شخص کہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے وہ کافر ہے۔ البحر الرائق صفحہ ۱۲۱۔ جو شخص کسی کافر کو تعظیمی سلام کرے۔ وہ کافر ہے الاشباہ والنظائر مع شرح حموی مصطفائی پر پیریں صفحہ ۱۷۵ اگر کسی کافر نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ اور کسی مسلمان کو کہا کہ مجھے اسلام بنلاؤ۔ یعنی اسلام پیش کر دو کہ میں کس طرح مسلمان ہوں۔ تو اس مسلمان نے اگر کہا کہ فلاں مولوی صاحب کے پاس جاؤ۔ تو وہ مسلمان بھی کافر ہو جائے گا۔ شرح فقہ اکبر مصری۔ صفحہ ۱۶۰۔ جو شخص بطور ڈرامہ اپنے آپ کو معلم یا استاد بتائے اور ہاتھ میں رید لے کر بچوں کو اسے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔

چھٹا فتویٰ۔ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلافت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۱۔ جس شخص سے کوئی سوالی خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگے۔ اور وہ نہ دے۔ یا کچھ کام کرنا چاہے اور وہ کام نہ کرے۔ تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۴۷۔ جو شخص کسی ذبی کی ٹوپی سر پر رکھے۔ اور اس کی غرض گری سردی دور کرنا نہ ہو۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ البحر الرائق صفحہ ۱۳۵۔ ان فتوؤں پر اگر غور کیا

جائے۔ اور عمل کیا جائے تو لازماً ماننا پڑتا ہے کہ وہ تمام بزرگ ہستیاں اور سلف صالحین جنہوں نے اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے۔ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کو دیکھا۔ وہ بھی اور وہ محدثین جنہوں نے اپنی صحیح حدیث کی کتابوں میں اس بات کے متعلق باب باندھا اور حدیثیں بیان کیں کراہیان گھنٹا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے عملوں کے لحاظ سے مثلاً امام بخاری و مسلم و مسلمان جو ملازم یاد کا انداز ہیں اور ہندو افسران یا انگریز افسران کو تعظیمی سلام کرتے ہیں۔ وہ مسلمان جو خود کسی ہندو یا عیسائی یا کسی غیر مذہب کو اسلام نہ پیش کر سکیں اور اپنے مولوی کے پاس لے آئیں۔ وہ مسلمان کا بیٹھ طلبہ جو درامہ کرتے وقت استاد کا پارٹ ادا کریں۔ تمام شیعہ جو شیعیان کی خلافت سے انکار کرتے ہیں تمام وہ مسلمان جن سے سائل وغیرہ خدا کا واسطہ دے کر روٹی کپڑا یا روپیہ مانگتے ہیں۔ اور وہ نہیں دیتے۔ وہ تمام مسلمان جو ہندوؤں۔ عیسائیوں یا دوسرے دھرمی لوگوں کا لباس پہنتے ہیں۔ جو سر کا لباس ہو۔ یا دیگر بدن کا ہو حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ان علماء کے فتویٰ سے کسی کو کافر بنایا جائے۔ تو پھر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ صرف مذکورہ بالا فتاویٰ سے ہی کتنا حصہ امت کا کافر بنتا ہے اور کتنے لوگوں کے نکاح ٹوٹتے ہیں۔ اور ان کی اولادیں ناجائز بنتی ہیں۔ عنوان ۷: آیت خاتم النبیین کے صحیح معنی۔ اس قدر تفصیل کے ساتھ عرض کر دینے کے بعد کہ جو معنی ہمارے مخالفین دیتے ہیں۔ وہ غلط ہیں ضروریات دین میں سے نہیں ہو سکتے اور ان معنی کی تائید میں جو حوالہ جات تفسیر و کتب میں پیش کرتے ہیں۔ ان حوالہ جات سے بھی وہ حقیقت نہیں ہے۔ جو وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ حقیقت مقصود بھی ہو۔ تو پھر وہ حوالہ جات بعض لوگوں کے انفرادی آراء ہونے کی وجہ سے ایسی وقعت نہیں رکھتے کہ ان کے انکار سے کسی کو کافر کہا جائے خالص کرلیسے وقت میں کہ ان مذکورہ معنی کا انکار کرنے والا اپنے پاس دیگر بزرگان سلف و ائمہ کرام مجددین و محدثین اور اولیاء پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ معنی بھی اپنی تائید میں رکھتا ہو۔ اب میں اس عنوان میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ آیت خاتم النبیین کا صحیح مطلب کیا ہے یہ آیت سورہ احزاب کے پانچویں رکوع کی ہے۔ اور تاریخی طور پر ثابت ہے کہ شہدہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر مخالفوں کے اعتراضات کے جواب میں اتری تھی۔ فتح البیان جلد ۱ صفحہ ۲۴۱۔ اس سورہ کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ البنی ادلی بالمرئین امھا تکلم یعنی نبی زبانہ فیض ہے۔ مومنوں پر۔ خود مومنوں کے نفوس سے بھی۔ اور اس کی بیوہ کی مائیں ہیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجہ نہیں ہونے کے واضح طور پر مومنوں کا باپ قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس وجہ سے بزرگان سلف نے کہا ہے۔ کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اول۔ و قتال مجاہد اخوة فتح البیان جلد ۱۔ صفحہ ۲۴۱ یعنی مجاہد تابعی کہتے ہیں۔ کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے سب مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔

قال نسفی علیہ۔ فتح البیان جلد ۷۔ صفحہ ۲۸۶ یعنی نسفی نے کہا ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے کہ واجب ہے۔ ان پر توقیر و تعظیم کرنا اس نبی اور رسول کی۔ اور اس نبی پر بھی واجب ہے۔ کہ اپنی امت کی خیر خواہی اور شفقت کرے۔ چنانچہ بعض قرأتوں میں توصاف طور پر وہو اب لم کے الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۵۱ یعنی ابن مسعود کی قرأت النبی اذلی بالمرثین کے ساتھ۔ وہو اب لم کے الفاظ بھی مردی ہیں۔ دوسرا من بحالہ ابن ہبم فتح البیان صفحہ ۲۵۲ یعنی بحالہ سے رطرت ہے کہ حضرت عرب بن خطاب ایک نوجوان کے پاس سے گزرے اور وہ نوجوان قرآن میں اذوا جہ اتمھا تم کھاتھ ہو اب لم بھی پڑھ رہا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ اس شروع کی آیت میں خدا تعالیٰ نے لمحاظ نبی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر مخالفوں کا اعتراض دور کرنے کے لیے اول تو یہ فرمایا کہ وما جعل دعیامک ابناءکم کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ ذالکم ترککم باؤراکم یہ صرف تمہارے منہ کی بات ہے ماور پھر فرمایا۔ ماکان محمد الخ یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ اس کلام سے دو شبہ اور اعتراض پیدا ہوتے تھے۔

اول۔ کہ شروع سورہ میں لمحاظ نبی ہونے کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ قرار دیا تھا۔ اور اب اس آیت میں ان کے باپ ہونے کی نفی کر دی ہے۔ تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی سے آپ کی نبوت کی بھی نفی ہو گئی۔ شہاب میں درج ہے۔ کہ انہ انما نفیت رسالۃ ذالک شہاب علی البیتاوی جلد ۷۔ صفحہ ۱۵۷۔ یعنی نفی نبوت سے نفی نبوت کا شک پڑتا تھا اس لیے اس کو دور کر دیا۔ لیکن رسول اللہ خاتم النبیین سے دوسرا اعتراض۔ مکی سورۃ میں سورۃ کوثر کو نازل کر کے بتلایا تھا کہ ان شاتمک هو الابتر کہ آپ کا دشمن فقط ع النسل ہے۔ اب اس آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد زینہ کی نفی کی تو کیا خدا نخواستہ آپ پر بھی اسی حالت کے چسپاں ہونے کا احتمال ہے پس ان دونوں شبہوں اور اعتراضوں کو دور کرنے کے لیے فرمایا۔ لیکن رسول اللہ خاتم النبیین لہذا۔ لیکن رسول اللہ اور خاتم النبیین کا جملہ مقام مدح میں ہے۔ اور اسی تنک کو دور کرنے کے لیے جو پہلے کلام وماکان محمد من رجاکم سے پیدا ہوتا تھا۔ مجھے یہ ضرورت نہیں کہ لیکن رسول اللہ خاتم النبیین کے مقام مدح میں وارد ہونے کے حوالہ دوں۔ کیونکہ سب مسلمان اس کو توصیفی اور تعریفی جملہ ہی مانتے ہیں۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کو اپنی مدح میں فرمایا ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں جو کچھ بھی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں فرمایا گیا ہے وہ سب مقام مدح میں ہی ہے تاہم میں دیوبندی علماء کے مسلک بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ایک حوالہ بتاتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں پھر مقام مدح میں دکن رسول اللہ و خاتم النبیین کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی کو انکار نہیں کہ دکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں خاتم النبیین کے الفاظ مقام مدح میں ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ پہلے کلام سے جو شبہ پڑتا تھا۔ اس کے ازالہ کے لیے بھی۔ دکن رسول اللہ و خاتم النبیین آئیے۔ اس کے لیے میں حوالے پیش کرنا ہوں۔ اول نحو کی مشہور کتاب شرح جامی سے لاکن معنی۔ یعنی لاکن کا حرف اللہ رک کے لیے ہوتا ہے۔ اور اسد رک کے معنی ہیں اس دم اور ٹھک کو دور کرنا۔ جو پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہو۔ یہ صرت لاکن ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے۔ جو نفی اور اثبات کے لحاظ سے آپس میں مختلف ہوں۔ و لکن حقیقۃ و لکن معنی یعنی لاکن مخففۃ یا ثقیلہ دونوں اسد رک کے لیے ہوتے ہیں۔ اور اسد رک کے معنی یہ ہیں کہ دور کر دینا اس دم کو جو پیدا ہوتا ہے۔ پہلے کلام سے اور اس کی شرط یہ ہے کہ پہلے اور پچھلے کلام میں نفی اور اثبات کا اختلاف خواہ وہ معنوی طور پر ہی ہو۔ ان دونوں حوالوں سے ثابت ہو گیا۔ کہ خاتم النبیین والی آیت میں ماکان محمد و لکن سے واقعی کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کے دور کرنے کے لیے صرف لاکن کو لاکر دکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ سو دونوں شبہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ جن کو دور کرنے کے لیے لاکن کا حرف لاکر اس آیت میں دو اضافی جملے زائد کرینے گئے ہیں۔ ایک رسول اللہ کا جملہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت یا رسالت کا اظہار کیا ہے جس سے بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوت ویسی ہی قائم ہے۔ کیونکہ اہلوت روحانیہ آپ کو حاصل ہے۔ دوسرا جملہ خاتم النبیین کا بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یعنی بلحاظ روحانی حالات اور کمالات قدسیہ کے آپ دوسرے انبیاء کے برابر نہیں بلکہ ان سب سے افضل و برتر اور بے نظیر ہیں۔ اب جائے غور ہے۔ کہ چونکہ خاتم النبیین کے الفاظ یہاں مقام مدح میں واقع ہوئے ہیں اس لیے خاتم النبیین کے وہی معنی صحیح اور ضروری ہوں گے۔ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نفیست ثابت ہوتی ہو۔ سو اگر خاتم النبیین کے یہ معنی قرار دیے جاویں کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور سب سے آخر میں آئے ہیں۔ تو یہ کوئی نفیست کی بات نہیں۔ چنانچہ فریق مخالف کے مسلم بزرگ یہی لکھتے ہیں۔ اہل فہم پرورش ہو گا کہ تقدیم تاخیر زمانی میں بالذات کوئی نفیست نہیں۔ پھر مقام مدح میں دکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمایا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ تذہیر الناس منہ ۳۔ وجب یہ ثابت ہو گیا کہ بلحاظ سیاق و سباق اس جگہ وہ معنی ہونے چاہیے

جہاں پر ہے۔ الخاتم بلکہ اس معنی کی رو سے خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کو مہر ہیں۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ مہر کیا کام دیتی ہے۔ اور مہر کے کس کام کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کی مہر فرمایا گیا۔ سو عرض ہئے کہ مہر بھی اپنے اندر دو حقیقتیں رکھتی ہے۔ اور مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ عن انس بن مالک یدرہ۔ بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف تبلیغی خطوط لکھنے چلے گئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ کسی خط کو بغیر مہر کے قبول نہیں کرتے۔ سو آنحضرت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی اور اس پر یہ نقش کیا۔ محمد رسول اللہ۔ اور وہ مہر لگا کر آپ کے خطوط مبارک بھیجے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے چنانچہ ابو عبد اللہ اپنی کتاب مجمع البحار الاثر میں۔ حضرت نبی کریم کے ارشاد مبارک۔ اودیت خواتیمہا۔ کے یہ معنی لکھے ہیں۔ کہ اے القرآن مصدق بہا۔ مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۳۴۶۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کمال اور ان کے خواتیم دیئے گئے ہیں۔ یعنی خواتیم سے مراد قرآن شریف ہے۔ کہ جس کے ساتھ کتب سماویہ ختم کی گئیں بایں طور کہ ان سب پر وہ نکتہ ہے اور ان کا مصدق ہے اس حوالہ میں جانب مجمع البحار نے ختم کی تصریح کر دی ہے۔ کہ تصدیق اور دلیل کے معنوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ انہی معنوں سے قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں مصدق لما معکم یا مصدق لما بین یدہ فرمایا گیا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ مہر کا کام تصدیق ہے۔ تو معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم یعنی مصدق ہیں۔ اب یہ حقیقت ایسی ہے۔ اور یہ لغوی معنوی ایسے ہیں۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نہ صرف ایمانی طور پر بلکہ واقعیت کے لحاظ سے بھی صرف آنحضرت کی بھی ایسی ذات مبارک ہے۔ جو تمام نبیوں کی سادق و ظاہر کرتی ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب۔ دنیا کا کوئی انسان گذشتہ انبیاء کی نبوت اور رسالت اور صداقت کو ثابت نہیں کر سکتا۔ بجز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ذات ہے کہ بغیر قرآنی تعلیم کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کے انخیلوں کی رو سے یا عیسائیوں کی بیان کردہ باتوں کے لحاظ سے وہ انسان بھی نہیں ثابت ہوتے۔ نبی تو کیا۔ کیونکہ عیسائی ان کو خدا کا بیٹا اور عرش عظیم پر خدا کے دائیں ہاتھ پر بیٹھا ہوا بتاتے ہیں۔ پہلے انبیاء کی صداقت کو تو اس طرح پر ظاہر کیا کہ اسے امت محمدیہ۔ ان انبیاء کے ماننے والے ان نبیوں کی شان میں خواہ افراط سے کام لیں خواہ تفریط سے کام لیں۔ تم نے ان سب نبیوں کو برحق ماننا ہوگا۔ کیونکہ وہ سب سچے تھے اور آئندہ انبیاء کی صداقت کو بایں طور ظاہر

کیا کہ آئندہ وہی بچا بنی بیٹھا جائے گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ماتحتی میں آوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عملدرآمد از خود کرے۔ دوسروں سے کروانے اور جو مکمل بھی حاصل کرے۔ وہ آپ کی ہی قوت قدسیہ کی برکت سے حاصل کرے۔ انہی معنی کی رد سے حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ موضوعات کبیر صفحہ ۵۹ والمغنی۔ انہ لایا قی نبی ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی اب ایسا نہیں آئے گا۔ جو آنحضرت کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ حاصل کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ خاتم بمعنی مہر۔ جو تصدیق کے لیے جوتی ہے۔ یعنی آپ نبیوں کے مصدق ہیں۔ خواہ پہلے ہوں۔ خواہ آئندہ آئے والے۔ یہ معنی ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہیں کیونکہ وہ بھی باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے کے جب کبھی بھی اپنے خیال سے ان کو آسمان سے اتارتے ہیں۔ کہ جب بھی وہ آئے گا۔ تو اسی شریعت مجدیہ پر خود چلیں گے اور دوسروں کو بھی چلائیں گے۔ گویا ان کی صداقت تب ہی ثابت ہوگی جب کہ وہ مذہب اسلام کو بپا بند ہوں۔ ہمارے نزدیک وہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ اب جو بھی آئے گا۔ وہ عیسوی صفت کے ساتھ اس امت مجدیہ میں ہی سے پیدا ہوگا۔ دوسرا کام مہر کا یہ بھی ہوتا ہے۔ یعنی بعض مہر میں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ جیسے وہ ہوتی ہیں ویسی دوسری چیز بنادیتی ہیں۔ مثلاً ٹکٹوں کی مہر سے ٹکٹ بنتے ہیں۔ یا دربیوں کی مہر سے روپے بنتے ہیں۔ یا پاؤں کی مہر سے پاؤں بنتے ہیں۔ اس وجہ شیعہ کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی حضور کا افادہ روحانی اور آپ کی قوت قدسیہ روحانی طور پر نہی تراش ہے۔ کہ آپ کے وجود باوجود سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ اور یہ درحد کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ کہ محض ان کی غلامی سے۔ مثالی رسول ہو کر کوئی شخص نبی بن گیا ہو۔ حاصل کلام یہ کہ خاتم کے معنی اگر مہر کے لیے جاویں تو یہی وجہ شیعہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بھی وہ ایسے معنی ہو سکتے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت کرتے ہیں تیسرے معنی۔ ان دونوں عام اور کثیر استعمال معنوں کے سوا محاورہ کے لحاظ سے ایک اور معنی بھی ہیں۔ کہ کمالات کے لحاظ سے ایسا ہونا کہ دوسرا اس قسم کا نہ ہو۔ یہ معنی عموماً محاورہ پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ایک شاعر اپنے استاد کی وفات پر مرثیہ کہتا ہوا یہ شعر کہتا ہے۔

فجع القریض بخاتم الشعرائی
وغدیر روضہ باحبیب لائی

(وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

یعنی اشعار کو صدمہ پہنچا۔ خاتم الشعرائے کی وفات سے جو شعر اور اشعار کے باغ کا ایک تالاب تھا

کہ ان شعراے اور اشعار کو اس تالاب سے مدد ملتی تھی۔ یعنی ابوماہد حبیب طائی اس شعر میں خاتم الشعراء سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا گیا۔ کہ آئندہ کوئی شاعر ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی مراد ہے۔ کہ اس جیسا شاعر نہیں ہوگا۔ انہی معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ حضرت مولانا دوم فرماتے ہیں۔

ختمیائے کاتبیاء و کلماتیہ حقیقت بر توہست

مثنوی دفتر بخشیم باب دوم آفر۔ مطلب صاف ہے۔ کہ رسول مقبول علیہ السلام خاتم الانبیاء ان معنوں میں ہیں کہ آپ جیسا نہ کوئی پہلے ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ رسل اذنے بودنے خواہند بود اور بخوایاں اور نقائس پہلے سے چلے آئے تھے وہ آپ کے دور فرما دیئے۔ اور تمام راز ہائے سر بستہ آپ نے بے نقاب کر دیئے۔ اس لیے آپ بلیغ کلمات کے خاتم ہوئے۔ انہی معنی میں حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یک تخم الولاية مکالمہ مفتوح الغیب صفحہ ۳۔ نو کثر مبلغ یعنی راہ سلوک میں فانی۔ الارادہ ہونے کے بعد اسے مرید تو ایسا ہو جائے گا کہ تجھ پر ولایت ختم کی جائے گی یعنی تو اپنے ہمعصروں میں بے نظیر اور اعلیٰ مقام پر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تیرے بعد آئندہ ولایت ہی ختم ہو جائے گی۔ انہی معنی میں ختم اور خاتم کا لفظ فارسی زبان کا بھی محاورہ بن گیا ہے مشہور اندری شاعر نے اپنے قطعہ میں کہا ہے۔ ماور گیتی نزارہ بر مصطفیٰ پیغمبری۔ اس طرح ہر ختم کا لفظ ان دو میں بھی بے نظیر کے معنوں میں محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ مولانا حسرت موہانی کے دو شعر عام طور پر مشہور ہیں۔

اس ناز میں پہ ختم ہیں سب شیدہ ہائے ناز
جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

پھر کہتے ہیں۔

ختم تھا جس پر کبھی انداز حسن و دلبری،
آہ اب لا اذل کہاں سے دو نگاہ التفات

نہ صرف اس پر بس ہے بلکہ عام اردو بول چال میں کسی ایسے گفتار انسان کو کہتے ہیں۔ کہ اس پر تقریر کرنا ختم ہو گیا۔ یا سخاوت پر کہتے ہیں کہ سخاوت خاتم پر ختم ہو گئی۔ الغرض خاتم یا ختم ہونے کا محاورہ صرف عربی زبان میں تو نہیں ہیں۔ اس معنی میں کہ ویسا نہیں ہوگا۔ مگر یہ محاورہ ترقی کرتے کرتے لفظ خاتم اور ختم کے ساتھ فارسی اردو اور عام بول چال میں بھی رواج پا گیا۔ چوتھے معنی جو خاتم کے کئے جاتے ہیں وہ آخر کے ہیں۔ یہ معنی نہ لغت کے ہیں۔ نہ محاورہ عرب کے۔ بلکہ محض خیالی اور تاویلی ہیں۔ ان کے متعلق میں

معرفی کرتا ہوں۔ کہ اصل تو یہ اصلی معنی نہیں ہیں۔ بلکہ لازمی معنی ہیں۔ جو خود قرار دیتے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی لغت والا خاتم کے معنی ہرگز آخر نہیں لکھتا۔ اور نہ کوئی محاورہ ہی ایسا پایا جاسکے جس لوگوں نے ان کو آخر کے معنی میں لیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ لازمی معنی ہیں۔ یا تاویل کے لحاظ سے ہیں نہ کہ اصل معنی۔ مثلاً تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶۔ میں لکھا ہے۔

قال ابو عبيدة خاتمہم۔ یعنی ابو عبيدة کہتے ہیں۔ کہ یہاں اصل وجہ زیر ہے۔ کیونکہ تاویل یہ ہے۔ کہ آپ نے ان انبیاء کو ختم کیا۔ اور آپ ان کے خاتم ٹھہرے۔ پھر شہاب جلد ۷ صفحہ ۱۷۵ پر لکھا ہے۔ و قوله ایضاً کہ فتح کی قرات کی وجہ سے جو قرآن میں آئی ہے۔ خاتم کا لفظ اسم آلہ ہے۔ جس کے معنی ہر گانے والی چیز کے ہیں۔ اگرچہ انجام کار تاویل کے لحاظ سے اس کے معنی آخر کے بھی ہو سکتے ہیں۔ پھر روح المعانی میں لکھا ہے۔ والختام آخر النبیین۔ روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۵۹ میں خاتم اسم آلہ ہے۔ اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس کے ساتھ ہر لگانے والے جادے۔ جیسے طالع اس کو کہتے ہیں۔ جس کے ساتھ طبع کیا جادے۔ پس خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص جس کے ذریعہ نبیوں کو ہر لگانے لگائی گئی اور انجام کار تاویل اس کی یہ ہے کہ آخر النبی الغرض جو شخص بھی خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کرتا ہے۔ وہ تاویل کے لحاظ سے کرتا ہے۔ نہ کہ اصل کے لحاظ سے اور یہ تاویل بھی ان لوگوں کی محض بے ثبوت ہے۔ کیوں کہ انہوں نے قطعاً کوئی مثال یا نظیر یا وجہ پیش نہیں کی کہ وہ کیونکر یہ تاویل کرتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب یہی لوگ خاتم کو زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور پھر اس کو اسم آلہ بھی قرار دیتے ہیں۔ اور اسم آلہ کے لحاظ سے اصل معنی بھی کرتے ہیں۔ اور اسم آلہ کی مثالیں بھی دیتے ہیں۔ کبھی قالب کی اور کبھی طالع کی مگر خاتم کے تاویل کے ساتھ آخر کے معنی کرتے ہوئے کوئی مثال نہیں دیتے۔ اس کی بھی وجہ ہے کہ یہ تاویل ایک غلط عقیدہ کی وجہ سے ہے نہ کسی قرینہ مثال کی وجہ سے۔

دوئم۔ بغرض محال اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ یہاں خاتم النبیین کے اصلی اور حقیقی معنی کی بجائے تاویل اور لازمی معنی ہیں۔ تو یہی تاویل کرتے وقت آخری کے معنی۔ اس رنگ میں مقدم ہوں گے۔ جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائے ہوں۔ یعنی شرعی آخری نبی جن کی تفصیل میں نے آخر الانبیاء والی حدیث کا جواب دیتے وقت مدلل اور باحوالہ بیان کیا ہے۔

خلاصہ جواب :-

وجہ تکفیر اول کا یہ ہے۔ کہ اہل تواحدی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی

منکر نہیں ہے۔
دوم۔

مخالف مولوی صاحبان خاتم النبیین کے جو معنی مراد لیتے ہیں۔ ان کی زبان عربی اور کتب لغت سے کوئی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ علماء ائمہ محدثین کی تصریحات کے خلاف ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے مخالفین کے مسلمہ ذرگوں کی تصریح اور خود ان کی عملی استعمال کے بھی خلاف ہیں سب سے بڑھ کر یہ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سید الاولین والاخرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں۔ اس لیے وہ معنی ہرگز درست نہیں۔ اور نہ ہی ضروریات دین میں سے ہیں۔

سوم۔

اس وجہ سے بھی وہ معنی ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔ کہ مولوی صاحبان کی مخالفت کرنے کے باوجود حضرت خواجہ غلام فرید صاحب جیسے باخبر بزرگ نے مرزا صاحب کے متعلق یہی لکھا ہے کہ وہ عقائد سنت جماعت و ضروریات دین کے منکر نہیں ہیں۔ اور آپ کی تائید اور تصدیق کی ہے۔

چہارم۔

ہمارے مخالف مولوی صاحبان اپنے ان غلط معنی کی تائید میں جو بعض آیتوں سے استدلال کرتے ہیں وہ استدلال محض قلمطہ ہے۔ ان آیات کا وہ مطلب نہیں ہے۔ اور نہ ان سے وہ استدلال ہو سکتا ہے جو مخالفین کرتے ہیں۔

پنجم۔

ان غلط معنی کی تائید میں بعض احادیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ قطعاً باطل ہے۔ اور نہ صرف سلف صالحین کی تصریحات کے صریح معنی کے خلاف ہے۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

ششم۔

مفسرین کے اقوال جو ہمارے مخالفین نے اپنی تائید میں پیش کئے ہیں۔ ان سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ (۱) مفسرین کا قول حجت شرعی نہیں دوسرے ان کے اقوال کا وہ مطلب بھی نہیں اگر جو بھی تو ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ چوتھا۔ خود ہمارے مخالف مولوی صاحبان بھی مفسرین کے تمام اقوال کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ درج کی ہوئی حدیثیں بھی نہیں مانتے۔ صرف انہی اقوال کو

مانتے ہیں۔ جو ان کو پسند ہیں۔ اگر مفسرین کے معنی بالکل صحیح مان لیے جاویں تو ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ شرعی رسول نہیں آ سکتے۔ نہ کہ ہر قسم کے نبی۔ ہنرمیں نے یہ عنوان قرار دیا ہے کہ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم سیاق و سباق لغت۔ احادیث کی رو سے کہا ہے۔ ان سات عنوانوں سے میں نے واضح کر دیا ہے کہ مخالفین کی بیان کردہ وجہ تکفیر کسی صورت میں بھی ہم پر عائد نہیں ہوتی۔
(محمد اکبر)

سن کر تسلیم کیا۔ محمد اکبر

جرح بر بیان غلام احمد صاحب

۲۰ لغایت ۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء

۲۰/ مارچ ۱۹۳۳ء

یا اقرار صالح

مرح بر مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی -

میں احمدی ہوں۔ میں مرزا غلام احمد صاحب کو ماننے والوں میں سے ہوں۔ ہماری جماعت جماعت احمدیہ کہلاتی ہے۔ میرے خیال میں جب کوئی شخص احمدی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ کہتا ہے یا بولتا ہے۔ یا اپنے آپ کو کہتا ہے کہ میں احمدی ہوں۔ تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کا فرد ہے اور جماعت احمدیہ مرزا صاحب کے ماننے والی جماعت جہاں جہاں ہمارے مبلغین گئے ہوئے ہیں۔ مثلاً لندن۔ افریقہ۔ جاوا۔ سمٹرا وغیرہ ممالک ہیں۔ چونکہ وہ اپنے ساتھ جماعت احمدیہ کے الفاظ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اس لیے ان کے متعلق احمدیہ کا لفظ کوئی دوسرا بولے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی لوگ مراد ہوں گے جو حضرت مرزا صاحب کے پیرو ہیں۔ ہندوستان میں ہماری اصطلاح یہی ہے کہ جماعت احمدیہ سے مراد وہی لوگ ہیں۔ جو مرزا صاحب کی طرف منسوب ہوئے ہیں کسی دوسرے شخص کی اصطلاح کا مجھے علم نہیں مجھے جہاں تک یاد ہے۔ ہماری جماعت پر عموماً جماعت احمدیہ کا فرقہ بولا جاتا ہے۔ اگر کسی وقت فرقہ کا لفظ استعمال ہوتا تو مجھے علم نہیں۔ یعنی مجھے اس وقت متحضر نہیں۔ کتاب تریاق القلوب مرزا صاحب کی تصنیف شدہ ہے۔ اس کے صفحہ ۲۲۹ پر مسلمان فرقہ احمدی درج ہے۔ اور وہ نام فرقہ مسلمان فرقہ احمدیہ کی عبارت یہی ہے۔ احمدی حضرت مرزا صاحب کو ماننے والے ہیں۔ اور غیر احمدی مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ یعنی احمدیہ جماعت کبھی نے جو عقائد بیان کیے ہیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے ہیں۔ مجھے اپنی جماعت کے سوا۔ دیگر فرقوں کے اعتقادات سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے مدیر کے عقائد کا کوئی علم نہیں۔ اور نہ گواہان نے اپنے اعتقادات مجھے بتلائے ہیں۔ میں ان کو دیوبندی خیالات کا سمجھتا ہوں۔ جب میں مدعا علیہ کی طرف سے بطور مختار پیش ہوا تھا۔ تو گواہ نے فریق اول نے اپنی سکونت اور اپنی ملازمت دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے ساتھ وابستہ کی تھی۔ اور ان کے مختار کی طرف سے یہ کہا گیا تھا۔ کہ یہ مفتی دیوبند ہیں۔ چونکہ ان کے مختار نے ان کو مفتی دارالعلوم دیوبند کہا تھا۔ اس سے میں یہی سمجھا کہ وہ دیوبندی خیالات کے ہیں۔ میرے سامنے انہوں نے اس وقت اپنے عقائد کی کوئی تفصیل بیان نہ کی تھی۔ چونکہ ایک گواہ نے تصریح کر دی ہے کہ گواہ دیوبندی خیالات کا ہے میں اس سے یہ سمجھا کہ اس کے ساتھ جو باقی گواہ ہیں وہ بھی دیوبندی خیالات کے ہیں۔ تصریح میں اس سے سمجھتا ہوں۔ جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ اس گواہ نے خود یہ کہا کہ وہ مدرس دارالعلوم ہے۔ اور اس کے مختار نے اُسے مفتی دیوبند قرار دیا۔ مولوی نجم الدین صاحب بھی اس فریق کی طرف سے پیش ہوئے۔ اس لیے میں سمجھا کہ وہ دیوبندی ہیں۔ فریق سے مراد میری فریق گواہان سے ہے۔ چونکہ مولوی نجم الدین صاحب اس فریق کے ساتھ ملکر پیش ہوئے۔ اس لیے میں نے سمجھا کہ وہ دیوبندی خیالات کے ہیں۔ احمدی اور غیر احمدی میں اصولی فرق بھی

فریقین اور ان کے مختار ان حاضر ہیں - ۲۱ / مارچ ۱۹۳۲ء
 تتمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد -
 گواہ فریق ثانی -

مزدکی جو تعریف میں نے لکھا دی ہے یہی ایمان لے آنے کے بعد انکار کر دینا۔ ایسے شخص کے نکاح کے متعلق تو قرآن اور حدیث میں کوئی تصریح مجھے معلوم نہیں۔ تعالٰیٰ یہ ہے کہ نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ نے احمدیت سے مرتد ہونے والے شخص کے نکاح کو فسخ قرار نہیں دید۔ احمدیت سے قبل کے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے احمدی جماعت کی طرف سے کسی ایسے فتویٰ کا دیا جانا اس وقت مجھے یاد نہیں حضرت مرزا صاحب نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی مثلاً قرآن و حدیث سے نہ مل سکے تو ایسے مغللوں میں فقہ حنفیہ کو دیکھا جاوے۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں کے لیے قرآن شریف کی تصریح کے مطابق جائز ہے۔ قرآن شریف سے پہلے جن قوموں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے شرعی ہدایتیں دی گئی ہیں کتاب کی صورت میں اور وہ کسی کتاب کو مانجتی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتری تھیں۔ وہ اہل کتاب سمجھے جائینگے کہ کوئی اہل کتاب عورت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی ہو یہ امر کہ اس سے نکاح جائز نہیں اس کے متعلق قرآن شریف میں کوئی استثنا نہیں۔ مجھے مرزا صاحب یا ان کے خلفاء کی تحریرات میں اس قسم کا کوئی ذکر اس وقت مستحضر نہیں ہے۔ احمدی جماعت سے مرتد ہونے والے شخص کے نکاح کے فسخ ہونے کے متعلق ہماری جماعت کی طرف سے کوئی فتویٰ شائع نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک ارتداد کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی اپنے بزرگ کو بڑھ کر گالیاں دے۔ تو وہ اس صورت میں دیتا ہے کہ اس سے اس کے اندر اس کا انکار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں بھی وہ مرتد ہی کہا جائے گا۔ اور اس کے لیے کوئی نیا کلم نہیں وہ عورت جس کا خاوند احمدیت سے مرتد ہو کر غیر احمدی ہو گیا ہے۔ وہ عورت اس خاوند کی طرف اگر ہانا چاہتی ہے۔ تو اس کے دوسرے کے بارہ میں ہماری جماعت کا کوئی فتویٰ مجھے معلوم نہیں غیر احمدی کے گھر میں جو اولاد ہو۔ وہ احمدی کی سمجھی جاتی ہے۔ جب تک وہ مانع ہو کر خصوصیت کے ساتھ کچھ اظہار نہ کرے۔ ایک مانع مسلمان۔ اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر پھر کس پے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ یعنی اس کو کافر کہتا ہے تو حدیث میں حکم ہے کہ وہ کفر اس پر لوٹ آئے گا۔ یہ کافر ہو گا۔ یہ شخص اصطلاحاً مرتد نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا بھی تصریحاً انکار نہیں کیا۔ جن کے ماننے سے ایک غیر مذہب کا انسان مسلمان کہلاتا ہے۔ اور کس مسلمان کو مسلمان کہہ دینے سے کہہ دینے والا مسلمان نہیں بنتا۔ ہر وہ انسان جو مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اس لیے کہ مرزا صاحب سچے مسلم ہیں۔ ان کو کافر کے لیے کہنے والا شخص اس حدیث کی بناء پر ایسا ہو گا کہ وہ کفر اس پر خود لوٹ پڑے گا۔ نہ ماننے والے کو انکار کرنے والے کو عربی زبان میں لغت کے

محاط سے کافر کہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا انکار کرنے والا اور مرزا صاحب کو مسلمان سمجھ کر پھر ان کو کافر کہنے والا مرتد نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مرتد کے معنی ہیں۔ مان لینے کے بعد انکار کرنا۔ بیچ موعود کو ماننے کا حکم خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔ پس بیچ موعود کا نہ ماننا اس لحاظ سے کفر ہے۔ کہ وہ خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کرنا اس لیے ایسے شخص کو بھی مرتد اس لیے نہیں کہا جائے گا کہ اس نے بیچ موعود کو مان کر انکار نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص اہنت باللہ و ملکوتہ و کتبہ کہنے کے بعد کہ جس کے مان لینے سے اس کو مسلمان اور مومن کہا جاتا ہے۔ اگر وہ اقرار کرنے کے بعد انکار کرتا ہے۔ کسی ایک شق کا یا سب کا تو وہ مرتد کہلائے گا اگر کوئی شخص کسی خاص نبی کے ماننے کا اقرار کرتا ہے۔ اس کا نام لے کر اور پھر اس نبی کے ماننے سے انکار کرتا ہے۔ تو وہ مرتد کہلائے گا۔ کیونکہ اس نے مان کر کے انکار کیا۔ اگر کوئی اجمالاً مانتا ہے۔ تو اجمالاً انکار کرنا ارتداد کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص تفصیلاً مانتا ہے تو تفصیلاً انکار کرنے پر ارتداد کہلائے گا۔ اور اگر وہ اجمالاً مانتا ہے اور تفصیلاً انکار کرتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اس اجمالاً مانتے وقت کیا مدنظر رکھا تھا آیا اجمالاً اس کے اقرار کرتے وقت اس خاص نبی کا اقرار مدنظر رکھا تھا یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں اقرار کرتے وقت اسے مدنظر نہیں رکھا۔ تو پھر جب اس نے اس کا اقرار نہیں کیا تو اس پر ارتداد کا الحلاق نہیں ہو گا۔ اگر وہ کہے کہ اجمالاً اقرار کرتے وقت اس نے خدا کے سب سے رسولوں کا اقرار کیا تھا۔ اور پھر ایک رسول کے متعلق اس کو سچا ماننے کے بعد انکار کرتا ہے۔ تو ارتداد کہلائے گا۔ مرزا صاحب ہمارے نزدیک بیچ موعود اور سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لینی ہی نبوت خداوندی اور اقاہ روحانیہ سے آپ کو نبوت عطا ہوئی ہے۔ اور آپ کی نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ ماتحت ہے۔ اور آپ کی نبوت تشریحی نبوت نہیں ہے اور آپ کی سچائی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبوت کے لغوی معنی ہیں خبر دینا۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے غیب کی اطلاع پا کر خبر دینا۔ نبوت اصطلاح کے طور پر قرآن شریف میں کوئی تعریف نہیں آئی اس لحاظ سے کہ نبی رسول ہوتا ہے۔ رسول کی یہ تعریف آئی ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے اظہار غیب ہوتا ہے اور قرآن شریف میں درج شدہ انبیاء کے واقعات سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو نبوت کے لیے مامور فرماتا ہے۔ وہ اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں۔ مرزا صاحب لغوی معنی کے اعتبار سے بھی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے بھی نبی ہیں۔ مگر وہ اصطلاح جو لوگوں میں مروج ہے کہ نبی مستقل طور پر براہ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی ہوتا ہے۔ اور شریعت شدہ ہے۔ مرزا صاحب کی نبوت اس اصطلاح کی رو سے نبوت نہیں ہوگی بلکہ اس اصطلاح کی رو سے جو نبی کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کی حیثیت سے اظہار غیب ہونے پر دعویٰ کی صورت میں پیش ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے دنیا کی اطلاع کے لیے مامور فرمایا ہے۔ اور مجھے اپنے غیب سے اطلاع دی ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ اظہار غیب کی اصطلاح کے لحاظ

سے مرزا صاحب نبی ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں فتاویٰ الشریعہ نبوۃ الاکثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ یعنی میری نبوت سے خدا تعالیٰ نے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ الانبیاء مراد لی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہے۔ اور جو اصطلاح میں نے اوپر بیان کی ہے۔ اس کا بھی مطلب ہے کہ اگر اصطلاحی سے عام مسلمانوں کی مروجہ اصطلاح مراد ہے اور اس کے مقابل پر کوئی مدعی نبوت اس اصطلاح کو جو میں نے بیان کی ہے۔ لغوی قرار دے کر (سمجھانے کے لیے) اپنے آپ کو نبی کہتا ہے تو اس کا انکار اس لحاظ سے کفر ہے کہ اس کی تصدیق قرآن شریف اور حدیث سے ہوتی ہے۔ لغوی سے میری مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ائمہ اعلیٰ انبیاء علیہ السلام نے بعد اس کا دعویٰ نبوت کرنا یہ اس اصطلاح کے مقابل ہر ہے۔ جو مسلمانوں میں مروج ہے اس لحاظ سے نبی کا نہ ماننے والا منکر ہے۔ اور منکر یعنی کہ نہ ماننے والے کو عربی زبان میں لغت کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں تو اس طرح آیا ہے کہ میری امت ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو جائیگی۔ اور ان میں سے سب ناری ہوں گے۔ اور ایک ناجی ہوگا۔ اور پوچھا گیا کہ وہ کون سا فرقہ ہے۔ تو اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک توبہ روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جنتی فرقہ وہ ہوگا۔ کہ جن کا عمل دافعا اور عقائد اور اعمال وغیرہ جہنمی ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ وہ ایک جماعت ہوگی اور جماعت وہ ہے جس کا کوئی واجب الاطاعت امام ہو۔ گورنمنٹ میں مرزا صاحب نے احمدیہ کو مسلمان فرقہ احمدیہ درج کرنے کی درخواست دینے کی رو سے فرقہ احمدیہ کے الفاظ کا ہم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی اور ان کے طعنے والوں نے اسی فرقہ احمدیہ کو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یعنی جماعت احمدیہ کو (مسلمان) بتلایا ہے۔ ایسا ہی مولوی ثناء اللہ جو اہل حدیث ہیں جو پچھلے دنوں اہل حدیث لوگوں کے کسی انجن کے امیر بھی ہے ہیں۔ اور ایک ایسے مشہور انسان ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مسلمان کے فرقوں میں سے ایک قرار دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرقوں کی تعداد بیان فرمائی ہے اس سے جو کثرت مراد ہے ہیں خواجہ حسن نظامی صاحب کے ماننے والوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے ماننے والوں کو بھی فرقہ قرار دیتا ہوں۔ غیر احمیدیوں میں کثرت سے فرقے ہیں۔ وہ سب فرقے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اس میں وہ ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے ہیں۔ آیا حسن نظامی اور ان کا فرقہ مسلمان ہیں یا نہ اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ میں کسی غیر کے اسلام اور کفر کی بحث کرنے کے لیے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میں اپنا مسلمان ثابت کرنے کے لیے یہاں آیا ہوں۔ حسن نظامی اور ان کا فرقہ مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ ہم اپنے واسطے نظما احمدی ہی پسند کرتے ہیں۔ جو شخص کوئی کلام کرتا ہے۔ اس کلام کے معنی بہتر سمجھتا ہے۔ اور اس کلام کے جو معنی وہ بیان کرے گا یا مطلب نکالے گا۔ یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگا میں انجن سے احمدی ہوں

تبلیغ اسلام ہر ایشہ ہے۔ میں سلسلہ احمدیہ کی طرف سے مبلغ ہوں۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کو ملتا تھا۔ اس طرح ہم کو بھی سلسلہ کی طرف سے ملتا ہے فطرۃ اللہ سے مراد خدا کی فطرت ہے اور نیک فطرت یہی ہے اسلامی فطرت بھی یعنی نیک فطرت مراد لی جاسکتی ہے۔ احمدیت نیک فطرت ہے۔ قرآن شریف کی تفسیر کرنے کے لیے قرآن شریف کے فروع و احادیث کی واقفیت، زبان عربی کی واقفیت اور جو علوم ممد ہو سکتے ہیں ان کی واقفیت کی ضرورت ہے۔ حدیث کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے روایت کی بھی اور درایت کی بھی۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن شریف قطعی ہے۔ اور مروجہ۔ بیان کردہ حدیثیں جو قرآن شریف کے مطابق ہوں گی وہ بھی قطعی ہیں۔ روایت سے مراد ایک کا دوسرے کے پاس بیان کرنا۔ قرآن شریف کے مطابق ہے۔ مرزا صاحب کی وحی اسی واسطے مرزا صاحب کی وحی قطعی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کی رو سے قطعی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے خلاف کوئی عربی عبارت اگر حدیث قرار دے کر پیش کی جائے گی تو وہ مستند نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن شریف جو قطعی چیز ہے۔ اس کے وہ خلاف پڑتی ہے۔ اور حدیثیں اگر آپس میں مخالفت ہیں۔ تو جو حدیث قرآن شریف کے مطابق ہوگی۔ وہ مقدم ہوگی۔ اور اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے اور بعض اماموں نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ اول مجھے یاد نہیں کہ باقی ائمہ نے بھی اس کے خلاف کچھ بیان کیا ہو۔ جو کتاب اب پیش کی جا رہی ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب اعجاز احمدی ہے۔ اس کے صفحہ ۲۰-۳۱ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ہاں تا یئدی سے ٹھیک دیتے ہیں اس کے آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جس میں کہ قرآن کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ مرزا صاحب کے ماننے والوں کے سوا باقی سب نہ ماننے والوں میں شامل ہیں۔ کیونکہ شریعت ظاہر پر حکم کر گئی ہے۔ اور ماننے والے کے بالمقابل نہ ماننے کا بھی درجہ ہے۔ کوئی تیسرا درجہ نہیں اگر نہ ماننے والوں کو اطلاع نہیں ہوئی تو ان کو ماننے والا نہیں کہا جا سکتا۔ یہی ہم کہنے کے لئے دہانتے والے ہیں۔ کیونکہ دوسرے دو ہی نہیں ماننے والا اور نہ ماننے والا۔ قرآن مجید میں جس طرح دوسرے نبیوں کے ماننے کا حکم ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب کے ماننے کا بھی حکم ہے صریح آیات بھی ہیں جو میں اپنے بیان میں بیان کر چکا ہوں اور وہ تمام قرآنی آیات جو مدعی مادی کی سچائی کا معیار بیان کی گئی ہیں وہ مجبور کرتی ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو ضرور مانیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ کے ساتھ حدیث میں آنے والے کی پیش گوئی موجود نہیں۔ البتہ مسیح موعود اور جہدی موعود کے الفاظ سے پیش گوئیاں ہیں اور ساتھ میں علامتیں بھی موجود ہیں۔ جو آفاقی بھی ہیں۔ارضی اور سماوی بھی ہیں۔ اور ساتھ ہی معیار بھی ہیں۔ وہ مجبور کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو مانا جائے۔ غیر احمدی کے پیچھے احمدیوں کو نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ چھوٹے بچے چونکہ اپنے ماں باپ کے حکم پر ہوتے ہیں اس لیے ان کی نماز جنازہ بھی احمدی نہیں پڑھتے

غیر احمدی کے پیچھے نماز اس لیے نہیں پڑھی جاتی کہ وہ مرزا صاحب کا مکفر اور کذاب ہے۔ اس لیے وہ ہمارا نمائندہ نہیں ہو سکتا۔ اور شریعت بھی یہی کہتی ہے کہ افضل انسان امام ہونا چاہئے جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ اس لیے نہیں مانتا کہ وہ مرزا صاحب کو مفتی سمجھتا ہے۔ یعنی کافر سمجھتا ہے۔ کیونکہ مفتی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور احمدی اور غیر احمدی کافر مرزا صاحب کے ماننے اور نہ ماننے میں ہے۔ ہم غیر احمدی اسے کہتے ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا۔

مختار مدعا علیہ کے اس سوال پر کہ کیا ہر غیر احمدی مرزا صاحب کے نہ ماننے والا مکفر اور کذاب ہے۔ گواہ نے یہ بیان کیا کہ میرا اس کے متعلق مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ عقیدہ ہے، جو مجھے نہیں مانتا اور اس لیے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتی مسترار دیتا ہے اور مفتی ظالم ہوتا ہے۔ گویا میں اس کے نزدیک کافر ہوں، یعنی نہ ماننے والا مرزا صاحب کو مفتی کہنے کی وجہ سے مرزا صاحب کا مکفر بنتا ہے۔ جو کتاب اب پیش کی گئی ہے اس کا نام انوار خلافت ہے، جو مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی تقریروں کا مجموعہ ہے اس کے صفحہ ۹۰ پر یہ عبارت ہے کہ ہمارا کچھ کر سکے۔ مگر اس کے آگے کافر کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ غیر احمدیوں سے ہم دیگر دنیاوی یا تمدنی تعلقات کو منقطع کر دیں۔ یہی قابل ملاحظہ ہے اس کتاب کے صفحہ ۸۹ پر ہے۔ پھر ایک اور مسئلہ ہے تہے مقتدا اس کتاب کے صفحہ ۹۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ مکھنویں کافر سمجھیں ہاں کتاب کے صفحہ ۹۳ پر ہے کہ پس غیر احمدی چاہئے مگر اس پہلی عبارت اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے۔ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ غیر احمدی کو لڑکے دینے کے متعلق جو کچھ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے حکم دیا ہے۔ اس پر میرا بیان ہے۔ انوار خلافت کے صفحات ۹۳، ۹۴ پر یہ عبارت ہے۔ ایک اور بھی سوال ہے قبول کر لیا ہے حضرت خلیفہ المسیح ثانی نے جو کچھ بھی فرمایا ہے۔ میں اسے مانتا ہوں۔ اور یہ عبارت کہ ہر وہ مسلمان جو بیع موعود کی بیعت میں شامل نہ ہو انوار اس نے بیع موعود کا نام تک نہ سنا ہو۔ وہ کافر ہے۔ خارج از اسلام ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں، اگر خلیفہ المسیح ثانی کے الفاظ ہیں۔ تو میں اس کو مانتا ہوں۔ ماقبل۔ مابعد کی شرط اور توضیح کے ساتھ برکات خلافت میں بھی مرزا بشیر الدین صاحب کی تقریر میں ہیں۔ اس کے صفحہ ۵۷ پر یہ عبارت ہے۔ پھر نہ دے۔ لیکن اس سے پہلے کے دو صفحات بھی مد نظر رکھ لیے جاویں۔ اس کتاب کے صفحہ ۷۳ پر حسب ذیل عبارت ہے کیونکہ غیر جائز بھی نہیں۔ مرزا صاحب کے ماننے والوں میں بلحاظ بعض نظام کے میں (دو) فرقوں کو جانتا ہوں ایک وہ جن کا مرکز قادیان ہے۔ جو ایک امام کے تحت ہیں۔ یعنی خلیفۃ المسیح ثانی

غلیظہ بشیر الدین محمود احمد صاحب اور یہ تقریباً ۹۹ فیصدی ہیں۔ اور دوسرے جولاہوریں ایک اشاعت اسلام کی انجمن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے پریزیڈنٹ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ہیں۔ لاہوری پارٹی نے امام جماعت احمدیہ کی بیعت نہیں کی ہوئی۔ اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت کو محدثیت کے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اپنی غلطی کی وجہ سے مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کے پیچھے نماز پڑھ بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے ان دونوں میں اصولی اختلاف ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو نجی یعنی محدث قرار دیتا ہے۔ اور آپ کے سب اصولوں کو مانتا ہے۔ وہ اعمدی ہے۔

مرزا صاحب کو مرزا صاحب کے بیان کردہ معنی کے لحاظ سے بھی خواہ محدث کے رنگ میں ہو۔ خواہ غلطی نبی کے رنگ میں نبی نہیں مانتا۔ تو وہ مرزا صاحب کو نہیں مانتے والا۔ اگر ایک شخص مرزا صاحب کی نبوت کو بحیثیت محدثیت بھی نہیں مانتا اور مرزا صاحب کے ایسے دعویٰ کو بھی وہ کفر سے تعبیر کرتا ہے۔ تو وہ بھی مرزا صاحب کا منکر ہے۔ لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو نجی یعنی محدث مانتے ہیں۔ میرے حلیات ان کے متعلق یہی ہیں۔ میں نے مولانا محمد علی کی کتاب النبوت فی الاسلام کو پڑھا ہے۔ اعمدی نبی کے نام سے ایک ٹریکٹ مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ اور جو کتاب اب پیش کی گئی ہے۔ اس کے ٹائٹیل بیچ پر مولوی محمد علی صاحب کا نام لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کی لکھی ہوئی ہے۔

جو شخص مرزا صاحب کو مستقل شرعی نبی قرار دے۔ چونکہ مرزا صاحب نے مستقل شریعت کے مدعی کو کافر اور محمد۔ پے دین قرار دیا ہے اس لیے گواہان کی طرف سے مستقل شریعت والی نبوت کے منسوب کرنے سے اس انسان نے گویا کفر کی نسبت کی ہذا وہ مرزا صاحب کے صحیح دعویٰ کا منکر ہوا۔ اور اگر کوئی شخص عمومیت کے لحاظ سے قرآن شریف کے بعد کسی شرعی نبوت کا جواز مانتا ہے تو وہ کافر ہے۔ یہاں بھی کافر سے مراد یہی ہوگا کہ وہ شریعت اسلام کا منکر ہو رہا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے انکار کر رہا ہے اگر وہ شخص اپنے آپ کو مسلمان کے نقطہ سے دنیا میں مشہور کرتا ہے۔ تو اس کو مخاطب کرتے وقت بہر حال انہیں الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ لیکن حقیقت کے لحاظ سے یہ ہے کہ وہ شریعت اسلامی کا کافر ہے۔ میرے نزدیک شریعت اسلامیہ میں کفر کا معنی انکار ہے اور جس چیز کی طرف وہ نسبت کیا جائے گا۔ اس کا وہ انکار سمجھا جائے گا۔ جو شخص مرزا صاحب کے نام کا بھی کلمہ پڑھے اور قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ بجائے مکہ والے کبیتہ الشکر کے۔ تو وہ لامحالہ کافر ہے۔ کیونکہ شریعت اسلام کے خلاف چل رہا ہے۔ ظہیر الدین اردوبی۔ جماعت احمدیہ قادیان میں سے نہیں ہے۔ مجھے کوئی علم نہیں کہ وہ لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ یا کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے اس نے ملاقات کے وقت نہیں بتلایا کہ وہ مرزا صاحب کے ماننے والا ہے۔ مجھے اس نے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ جو

ٹریکٹ حق البین چار ورق کا میرے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے شائع کرنے والے ڈاکٹر نور محمد۔ منشی عالم اینڈ سنز رپ۔ اور شہر ان سے پہلے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں **فان الله هو وليه** غلبہ (۲۱ سورہ تہیم) میں غلبہ الدین کو احمدی نہیں سمجھتا۔ منکر در دست تسلیم کیا۔

تمتہ بیان جرت غلام احمد

۲۲/۳۳ ہر وہ احمدی شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہو۔ مگر حضرت مسیح موعود کے اس حکم کی خلاف ورزی کرے، اور حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کے پیچھے نماز پڑھے۔ تو اس کے پیچھے بھی ہم نماز پڑھتی پسند نہیں کرتے میں نے حضرت مسیح موعود اور ان کے دونوں خلفاء کی کل کتابیں بھی کچھ درساً اور کچھ مطالعہ پڑھی ہیں۔ میں سلسلہ احمدیہ کی طرف سے خدمات اسلام کے لیے مقرر ہوں ضرورت دین وہ چیز ہے جن کا ماننا اس دین کے اندر داخل ہونے کے لیے نہایت ضروری ہو۔ یہ قرآن شریف کی رو سے اور ان احادیث کی رو سے جن کو قرآن کریم کی تصدیق کی بنا پر قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔ میں ضرورت دین کا مطلب یہی سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک قرآن کے سوا اور کوئی چیز مسلم نہیں۔ سوائے اسی کے جو قرآن شریف کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو۔ جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے وہ خود مطابق کر سکتا ہے اور میرے لیے قرآن شریف کی مطابقت دیکھنے کے لیے کہ کوئی چیز قرآن شریف کے مطابق ہے۔ میرے واجب الطاعت اماموں کی بیان فرمودہ مطابقت یا میری اپنی مطابقت مسلم ہے۔ میں مبایعین ہوں۔ میں مرزا بشیر الدین احمد صاحب کی بیعت ہوں۔ واجب الطاعت اماموں سے میری مراد حضرت مسیح موعود اور ان کے خلفاء سے ہے۔ ہمارے ہاں اصواری چندہ کا مصرفت وہی ہے جو قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے۔ اور وہ سب کے سب محارف اہم ہی ہیں۔ ان معارف کا ذکر سورہ بقرہ۔ سورہ توبہ میں ہے۔ سورہ بقرہ کا رکوع ۲۲۔ یہی آیت البقرة ۱۰۰ سورہ توبہ کا رکوع ۸۔ آیت انما الصدقات کلمہ اور تمام وہ آیتیں جن میں مومنوں کے متعلق جہاد با مال اور جہاد بانفس کی تاکید آئی ہے۔ یا وہ تمام آیتیں جن میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جائیں اور ان کا مال غریب دیا ہے۔ جو نیک مذہب کے معنی طریقہ اور روش کے ہیں جس پر ایک انسان چلتا ہے۔ اس لیے غیر احمدی سے احمدی ہو جانے یا احمدی سے غیر احمدی ہو جانے کو مذہب اختیار نہ کرنا کہا جاسکتا ہے۔ اور مذہب بدلنا اور مذہب اختیار کرنا میرے نزدیک ایک ہی معنی رکھتے ہیں چشمہ معرفت مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے صفحات ۲۵-۲۶ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ علاوہ اس کے شریعت اسلام اس سے علیحدہ کیا جائے اس میں مالم وقت سے مراد اسلامی شریعت ہے یعنی ایسے حکام جو اسلامی سلطنت سے اسلامی شریعت کو چلانے کے لیے مقرر رکھے گئے ہوں۔ اگر جہاں سلطنت اسلامی نہ ہو۔ وہاں اس وقت کا سولی لانا نذر

تصدیق قرآن میں کی تصدیق و تائید قرآن و حدیث سے نہیں ہوتی وہ مجھ پر حجت نہیں ہے۔ بلع ثانی تریاق القلوب کے صفحہ ۶ پر حسب ذیل شعر ہے رقم میخ زمانم کہ مجھنے باشد۔ اس کی تشریح یہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی مختلف کتابوں میں بیان فرمائی ہے۔ جس کی تفصیل بالحوالہ ذکر میں اپنے بیان میں کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں معافی طور پر ہر نبی کا نقل ہوں، مگر اس کی کوئی نہ کوئی صفت میرے ذریعہ ظاہر ہو رہی ہے نزول المسیح بلع اول کے صفحہ ۹۹ اور ۱۰۰ اگر بلائے امت سبیر ہر آنم دربر جامہ ہمدار، آنچہ من بشنوم ز وحی خدا۔ خدا پاک دانش ز خطا، بچو قرآن منزہ اش دانم۔ از خطا باہمیں است ایمانم۔ انبیاء اگر چہ بودہ اند بے من بعرفناں نہ کننر اُم رکے کم بنیم ہست یعنی زندہ شد ہر نبی یہ آئند نم۔ ہر رسول نہاں پیر ہنم، پر یہ اشعار ہیں۔ جو تبلیغ برید کر کے پیش کئے گئے ہیں یہ اس نظم کے چند اشعار ہیں جو ۲۱ اشعار کی صفحہ ۹۷ سے لے کر صفحہ ۷۰ تک جاتی ہے۔ جن اشعار کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کا نہایت مفصل جواب و تفسیر ص ۷۰ کے جواب میں عرض کر چکا ہوں۔ یہاں صرف یہ بیان کرتا ہوں کہ اس نظم سے پہلے اس امر پر بحث ہے کہ نجات کے لیے یقین ہونا ضروری ہے۔ اور یقین نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ نہ ہو۔ اور اس نظم کے معانی یہ الفاظ ہیں۔ حاصل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ ایک شعر اس میں سے حسب ذیل۔ لیکن آئینہ نام زرب غنی را زپے صورت سر مدنی۔ یہی قابل ملاحظہ جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی کلام دہی سچی کلام ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ نشانات ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں ہو۔ اور اس کلام پر اس طہم کو دیا ہی ایمان ہو جیسا باقی انبیاء کو اپنی وجوہ پر ایمان ہے۔ دررہ کا ایمان کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلع ثانی براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱ پر یہ شعر ہے جو یں کجا رومی تعلیم میری بے شمار۔ یہ شعر اس نظم کا ہے۔ جو اس کتاب کے صفحہ ۱۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۱ تک جاتی ہے۔ اور جس میں انعامات الہی کا ذکر ہے۔ اس شعر کے ساتھ بالمفصوص ماقبل اور مابعد کے چند اشعار بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ اس نظم کے صفحہ ۱۲ پر ایک شعر شروع ہوا۔ برگ باز تک ہے یہ شعر بھی اس نظم کا ایک شعر ہے۔ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ ساری نظم پڑھنے کے قابل ہے۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی وہ کتاب جو اشارات فریدی کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں سے جلد ثالث اور جلد دوم کے حوالہ جات میں نے اپنے بیان میں دیئے ہیں۔ اس میں سے تمام وہ عبارتیں جس کی تصدیق حضرت مسیح موعود کی طرف سے بھی ہو چکی ہے۔ وہ مجھے کبھی و تمام مسلم ہیں۔ ان کتابوں میں سے جو حوالہ جات میں نے پیش کئے ہیں۔ وہ اس رنگ میں پیش کئے ہیں کہ وہ ایک عارف ربانی کے ملفوظات ہیں جس کا احترام ریا ست بھادپور کے داعی اور رعایا کے دلوں میں ہے۔ باقی تمام ملفوظات ان جلدوں کے اس شرط سے مجھے مسلم ہیں جس

ہوں۔ اور مقام تعلیم پر کھڑا ہوں۔ جس خط کا بھی حوالہ دیا ہے۔ وہ انجام آتم میں درج ہے۔ اداس کی تاریخ تحریر غالباً وہاں درج ہے۔ یہ تاریخ ۲۷ رجب ۱۳۱۳ھ ہے۔ مرزا صاحب سال ۱۹۰۱ء سے قبل ہر قسم کی نبوت کے دعویدار کو جس میں ظلی اور بروری۔ محدثیت والی شان بھی ہو۔ کافر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ نے جہاں جہاں نبوت کی نفی کی ہے۔ وہ اسی رنگ میں کی ہے۔ کہ کوئی مستقل طور پر بغیر افادہ استحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی شخص شرعی نبی ہو کر آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو نبوت۔ بمعنی کثرت مکالمہ و مخاطبہ مل سکتی ہے۔ جس کو آپ نے محدثیت کے نام سے بھی انہی کتابوں میں تعبیر فرمایا ہے اس کو منوع یا اس کے دعویدار کو کافر نہیں فرمایا۔ کتاب حقیقت النبوت۔ مرزا بشیر الدین احمد صاحب کی ہے اس کے صفحہ ۸۹ پر حسب ذیل عبارت ہے: ”اس عاجز نے سنا ہے..... پر ختم ہو گئی۔“

حضرت مرزا صاحب نے خواجہ صاحب کے ساتھ خط و کتابت کی اثناء میں ایک خط کے ساتھ ایک فارسی نظم منبک کر کے بھیجی تھی۔ اس میں یہ مصرعہ ہے۔ ہست او خیر الرسل خیر الانام بر نبوت او برادشہ اعتنا۔ مگر اس کے پہلے اور پچھلے شعر بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ یعنی ساری نظم قابل ملاحظہ ہے۔ مجھے گمان پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے بہاولپور میں بھی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول سے ملاقات کی تھی۔ میرے خیال میں خلیفہ اول سے خواجہ صاحب کی جو گفتگو ہوئی اس میں خلیفہ صاحب نے مرزا صاحب کا دعویٰ مہمدیت تو ضرور بیان کیا تھا۔ اور پیش گوئیوں کا بھی ذکر ہوا تھا۔ اس وقت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ ہونے کا۔ غالباً اشارات فریدی میں ذکر نہیں ہے۔ اشارات فریدی کے صفحات ۴۲ و ۴۳ کو میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ کا صفحہ ۴۴۔ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اس کتاب اشارات فریدی کے صفحات ۴۹ و ۵۰ کی عبارت بعد ازاں فرمودند..... منکر نیست کو بھی میں نے دیکھ لیا ہے حضرت مرزا صاحب کے ساتھ جو خط و کتابت ہوتی رہی اس کے ایک دو خطوط کے بعد کی یہ عبارت معلوم ہوتی ہے۔ اشارات فریدی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک ایک دو خطوط آپ کے تھے۔ اور دعوت مباہلہ کی کتابیں بھی آپ کی تھیں۔ یہ تحریر بلحاظ صفحات اشارات فریدی خلیفہ اول کی ملاقات اور خط و کتابت اور کتابیں پہنچ جانے اور کتابیں پڑھ لینے کے بعد کی ہے۔ اور اس کے ساتھ آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے جو بعد ازاں فرمودند.....

..... صفحہ ۵۲ کی دوسری سطر تک واقعہ گشتہ است۔ جس خط عربی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ خط حضرت خواجہ صاحب کے حکم پر لکھا گیا۔ اور مولوی غلام احمد صاحب اختر نے لکھا جو اس وقت احمدی تھے اور حضرت خواجہ صاحب نے اس خط کو سن کر یہ فرمایا کہ اس پر میری مہر لگا کر اس کو ارسال کرو۔ خادم مہر لایا۔ اور اس پر خواجہ صاحب کے سامنے وہ مہر لگائی گئی۔ چنانچہ انجام آتم میں جہاں یہ خط درج کیا گیا اس پر مہر کا

عکس بھی موجود ہے۔ اشارات فریدی میں اس مقبوس کے شروع میں ۲۸۔ ماہ رجب ۱۳۱۲ھ تاریخ درج ہے اور ضمیمہ انجام اتم میں ۳۷۔ ماہ رجب درج ہے۔ مگر مقبوس میں تصریح ہے کہ حکم پہلے کا دیا گیا تھا۔ اس دن وہ حاضر کیا گیا ہے۔ یعنی خط و کتابت درحقیقت ۲۷۔ رجب کو لکھا گیا۔ اور خواجہ صاحب کی خدمت میں ۲۸۔ رجب ۱۳۱۲ھ کو پیش کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے بعض لوگوں کو سن عباد اللہ الصالحین لکھا ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ خواجہ صاحب کو یہ علم تھا کہ ان لوگوں نے بھی مرزا صاحب کو کافر کہا ہے۔ اشارات فریدی کے صفحہ ۱۷۹ پر حسب ذیل عبارت۔ فرمودند مے سازند کے اختتام مقبوس ہے۔ اشارات حصہ سوم صفحہ ۲۴ پر یہ عبارت ہے۔ دال جواب نلے کشف است۔ اور اس سے پہلے کی عبارت بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ جو بالفاظ ذیل ہے۔ مرزا صاحب مردنیک دعالج است دیکھو جی کتابے از لطافت خود فرستادہ است۔ کمال ادا زان کتاب ظاہر است۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۹ پر عبارت محولہ بالا کے ساتھ یہ الفاظ ہیں تیز برحق ہشتادہ اور اس کے ساتھ یہ الفاظ مرزا غلام احمد قادیانی ہمدویت و عیسویت کردہ است اور اس سے پہلے کی عبارت میں علماء بودند کشیدند بھی قابل ملاحظہ ہے۔ خواجہ صاحب کا در سال ۱۳۱۶ھ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اشارات فریدی حصہ اول کے آخری صفحہ ٹائٹل پیج پر جو پہلی مرتبہ سال ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوئی اس پر خواجہ غلام فرید صاحب کی وفات کی تاریخ درج نہیں۔ دوسری ایڈیشن جو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ٹائٹل پیج کے آخری صفحہ پر سنہ وفات خواجہ غلام فرید صاحب سال ۱۳۱۹ھ درج ہے۔ خواجہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو دعویٰ ہمدویت اور عیسویت قرار دیا ہے چنانچہ کتاب اشارات فریدی حصہ سوم صفحہ ۱۷۹ پر یہ الفاظ موجود ہیں۔ جی میں تصریح ہے کہ آپ ان کو مسیح مانتے ہیں۔ چنانچہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔ فرمودند کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہم برحق است دعویٰ ہمدویت و عیسویت کردہ است۔ میں خواجہ صاحب کی کسی خاص شائع شدہ لائف سے واقف نہیں ہوں۔ اس اشارات فریدی سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب علوم ظاہری اور باطنی کے لائق تھے اور علماء کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ اور آپ نے علم کی خاطر سفر بھی کئے تھے۔ محض عرفان گوشہ حقین نہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو کسی شخص نے مباہلہ کی دعوت دی ہو

سن کہ درست تسلیم کیا

بقیہ کاروائی کے لیے مسل پر رسول پیش ہو۔ ۲۵۔ مارچ ۱۹۳۳ء پیش ہوا۔

۲۳ مارچ ۱۹۳۳ء

۲۶ مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اور ان کے مختار حاضرین

بآقرار صالح

تمتہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد گواہ فریق
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے مامور تھے۔ کہ قرآن شریف کے تمام الفاظ لوگوں تک پہنچادیں۔ اور اپنے عمل سے قرآنی احکام اور اولاد اور دلوہی کو ظاہر کردیں۔ جن باتوں کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے کا ہوا وہ سب آپ نے پہنچا دی ہیں۔ کوئی بات نہیں چھوڑی سورہ وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون۔ پارہ ۱۴۔ رکوع ۱۲ سورہ نحل میں۔ مانولایہم جو آیا ہے۔ جو کچھ بھی انسانوں کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ وہ سب آپ نے بیان کر دیا ہے۔
دیجلہم الکتاب والحکمۃ وان کا نازل من قبل نفی ضلال صبیہ سورہ جمعہ رکوع اول کی آیت میں شریعت اسلامیہ اور اپنا پاک نمونہ سکھانے کا ذکر ہے۔ کتاب سے یہاں مراد شریعت اسلامیہ ہے۔ قد جاءکم من اللہ..... صراط مستقیم الخ پارہ ۶۔ رکوع ۱ کی اس آیت میں یہ تصریح ہے۔ کہ جو انسان خدا تعالیٰ کی رضا مندی چاہے۔ ایسے انسان کو شکوک و شبہات سے نکال کر صحیح راستہ قرآن شریف دکھلاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس کی ہدایت کرتا ہے۔ مزا صاحب کی کتاب برکات الدعاء کے صفحات ۱۶۱۵ پر جو کچھ درج ہے۔ وہ میرا مسلم ہے۔ ان صفحات پر دوسرے اور تیسرے معیار کے الفاظ کو بھی میں نے دیکھا ہے۔ اور میں انہیں صحیح مانتا ہوں۔ صحابہ کرام کی بیان کی ہوئی تفسیر اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ان کی تفسیر ہے وہ تسلیم کے قابل ہوگی اس طرح تابعین کی تفسیر کو بھی مد نظر رکھا جائے گا بشرطیکہ ثابت ہو جائے کہ وہ ان کی تفسیر ہے باقی قرآن شریف میں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی امام نے تصریح نہیں فرمائی کہ ضرور فلاں شخص کا قول مان لو۔ قرآن شریف کے معارف کا احاطہ کسی شخص نے نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ ہر آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور کہ قرآن شریف کے معارف کبھی ختم نہیں ہوں گے اس لیے کوئی ایسی تفسیر جو قرآنی تصریحات کے خلاف ہو کوئی وقت نہیں رکھتی خواہ کسی کا نام لے کر بیان کی جاوے اگر کوئی ایسے معنی بیان کئے جاویں کسی صحابی کا نام لے کر یا تابعی یا تابع تابعی یا کسی امام کا نام لے کر۔ مگر قرآن شریف کی دوسری آیات اس مضمون کی تصدیق نہیں کرتیں۔ صحیح۔ موضوع متصل حدیثیں جن کی تائید قرآن کریم سے ہوتی ہے۔ وہ بھی ان معنوں کی تائید نہیں کرتیں۔ زبان عربی میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مستند و کثرتی بھی اس کا ساتھ نہیں دیتی تو وہ معنی کچھ وقت نہیں رکھتے اور نہ ان کے خلاف دوسرے معنی کرنے والے کو

خاطی کہا جاتا ہے۔ اور قرآن کی تفسیر کے لیے کسی خاص شخص کا تئیں نہیں سے۔ کہ وہی جو مسئلے بیان کرے گا اس کی طرف جو معنی منسوب کیے جائیں گے خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ اس کو مانا جائے اور اس کے خلاف معنی رد کیا جاوے۔ اگر کوئی صحابہ سے صحیح تفسیر ثابت ہو جائے۔ جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہو اور صحیح۔ مومنوع متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔ زبان عربی کی بھی کوئی تصریح ان معنی کے خلاف نہ ہو وہ ہر حال مقدم ہوگی اور اس کے خلاف معنی کرنے والے کو محض اس لیے کہ وہ ان معنوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خاطی ہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کہ قرآن کی تصریح کے خلاف نہ معنی کئے جائیں۔ تفسیر انقان جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ پر روانہ الصحابہ رسول کی عبارت ہے۔ جو ایک مفسر کا قول ہے۔ کتاب یام الصالح صفحہ ۱۴۳ پر ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اذنا صراط المستقیم۔ مرد صالح ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے ماقبل اور نابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہو۔ شہادت القرآن صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر ہے۔ چونکہ ہمارے سید و رسول من الآخرین کی عبارت ہے۔ اور یہاں نبی سے مراد شریعی نبی ہے کہ آئندہ شریعی نبی نہیں ہوگا۔ اور محدث سے مراد ظلی نبی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہو۔ اور اس سے ماقبل کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے اور اس کے نابعد کی چند سطور بھی دیکھنے والی ہیں۔ شہادت القرآن صفحہ ۵۶ پر ہے۔ اور اس ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لیے جس پر تیرا انعام اور اس کے معا لحق بعد کے فقرے بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ صراط مستقیم کے الفاظ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ آئے ہیں۔ آیت (و انک تھدی الی صراط مستقیم الخ سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ رکوع چھٹیں بھی صراط مستقیم کا ذکر اپنے الفاظ اور اپنی تشریح کے ساتھ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور مراد اس سے وہ راستہ ہے جو خدا تعالیٰ کے قریب تک پہنچاتا ہے۔ اور انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور برکات کا طارث کر دیتا ہے۔ نبوت ایک قومی انعام ہے۔ جس قوم کے متعلق یہ قیاس کیا جاوے کہ یہ انعام اس سے بند کر دیا گیا ہے کہ اس قوم میں سے کسی زمانہ میں بھی کوئی فرد نبی نہیں ہو سکتا۔ تو چونکہ انعام کا بھن جانا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مستلزم ہے اور اس سے ناراضگی ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس قوم کے اندر ایسے نقائص ضرور پیدا ہو گئے ہیں۔ جن کی بنا پر خدا تعالیٰ نے ان پر سے انعام ہٹا لیا ہے۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ عہد نبوت ظالموں کو نہیں ملتا اور کہ خدا تعالیٰ کا غضب اس قوم پر ہوتا ہے۔ جو نبیوں کا انکار کر دیتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ تک۔ درمیانی زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی سے اور آپ کے فیضان سے دعویٰ نبوت کرنے والا

نبی کوئی نہیں ہوا۔ اور نہ ہونے سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ کیونکہ نبی بنانا یعنی نبوت پر مامور کرنا یہ خدا تعالیٰ کا اختیار ہے۔ اور اس نے فرمادیا ہے۔ **الشرع علیہ**۔ بجعلہ رسالتہ کہ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کہاں اور کس زمانہ میں اور کس کو وہ نبی اور رسول بنائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نشر یہی پہلے بھی کافی تھی۔ اب بھی کافی ہے اور آئندہ بھی قیامت تک کافی ہوگی۔ یہی شریعت جو انسان کو ہر قسم کے رکات دیتی ہے۔ اور کسی ماتحت نبی کے آجانے سے پہلی نبوت کا ناکافی ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس کی شان کا بلند اور بالا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ماننے والے ہیں۔ دور روحانی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں اور اس لحاظ سے مرزا صاحب ابراہیمی نسل سے ہوئے۔ جمائی طور پر دیئے انہائے فارس میں سے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ میں انیلئے فارس میں سے ہوں۔ کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴۔ طبع ثانی پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں۔ ہجری قمر مغل برلاس ہے۔ اس کے حاشیہ پر ہے کہ میں انیلئے فارس سے ہوں۔ اور مرزا صاحب اپنے آپ کو مرزا کہتے تھے۔ جو شاہزادگان فارس کا لقب ہے۔ استفاء عربی قائمہ صفحہ ۷۷ پر ذاتی قوابلہ فی کتب لا من الاقوام مشی کیسہ کی عبارت ہے۔ لیکن ساتھ ہی کی سطریں یہ لکھا ہوا موجود ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے میرے آباؤ اجداد میں نسل اسحاق اور نسل اسماعیل دونوں کو جمع کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک قرآن مجید میں جن انبیاء کا ذکر ہے ان میں سے بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں۔ اور ذریتہ کا لفظ محاورہ قرآن کی رو سے صلی نسل پر ہی صرف نہیں بولا جاتا ہے۔ بلکہ متبعین کو بھی ذریتہ کہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبیاء کا آنا آپ کی ذریرہ میں ثابت ہے خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ کہ ابراہیمی نسل کے ماسوا بھی نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہی آتے رہیں گے سب انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے۔ قرآن میں صرف اتنا ہی ہے کہ وجعلنا فی ذریرتہم النبوت کہ ہم نے مقرر کر دیا۔ نوح اور ابراہیم علیہما السلام کی ذریرہ میں نبوت کو۔ اور کہاں نسل کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ ابراہیمی نسل سے نہیں تھے۔ کیونکہ ان کا کوئی باپ نہیں تھا۔ اگر ماں کے لحاظ سے نسل مانی جاتی ہے تو مرزا صاحب مسیح موعود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہیں۔ اور ابراہیمی نسل سے ہیں ماں کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام ابراہیمی نسل سے تھے سادات کے خاندان سے ہیں۔ بہتہ چلتا ہے۔ کہ باجوہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ چمکھی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ سادات اپنے آپ کو نبی کریم کی نسل کہہ گئے۔

کہتے ہیں۔ ایت واذا اخذنا الله انہیں نبیوں کا لفظ جو آج ہے وہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کو شامل ہے۔ اور خود ایک اور آیت نے اس کی تفسیر کر دی ہے۔ جس میں عام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص نبیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر شک کا لفظ علیحدہ بیان کر کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی نبیوں والے کا خاص ذکر فرمایا ہے۔ اس آیت میں جو اذ پر بیان کی گئی ہے اور جس میں شک کا لفظ ہے۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ انا پر بڑا ہے۔ کہ سورہ آل عمران میں میثاق النبیین والی آیت سے پہلے نبی مرار ہیں۔ یہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے پہلے کے جس قدر نبی ہوئے ہیں۔ وہ سب شامل ہیں جن سے عہدہ لیا گیا۔ سورہ احزاب والی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ سے پہلے نبی ہیں۔ آئندہ کے نبی نہیں۔ یہ تصریح کہ جس طرح پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں سے عہدہ لیا جاتا رہا ہے۔ کہ ہر نبی آئندہ نبی کی پیش گوئی کر جائے۔ اور اپنی قوم کو آئندہ نبی کے ماننے کی تاکید کر جائے۔ اور یہ عہد قرآن شریف کے اترتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لیا گیا ہے۔ آئندہ آنے والے نبیوں سے بھی اس قسم کے عہد لے جانے کی تصریح قرآن شریف کی کسی آیت سے مجھے اس وقت مستحضر نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی کی ہے۔ کہ آئندہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگتی ہیں اور ان کی قوت قدسیہ سے میرے جیسے بیٹے قیامت تک ہو سکتے ہیں۔ ہر نبی سے عہد لینے سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ اپنی امت کو پیش گوئی کرے کہ آئندہ ایسا نبی آئے گا مرزا صاحب نے اپنے جیسے نبیوں کے آنے کے متعلق قسم کھا کر بیان کیا ہے۔ کہ قیامت تک ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعد کسی شخص کا ذاتی نام لے کر پیش گوئی نہیں فرمائی۔ البتہ۔ انقاب۔ صفات۔ حالات۔ زمانہ علامات وغیرہ کے لحاظ سے پیش گوئی فرمائی ہیں۔ اس طرح حضرت مسیح موعود نے بھی قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے جیسے بیٹے ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ ذاتی لفظ کسی نام لے کر آپ نے پیش گوئی نہیں فرمائی۔ حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۱۔ پر غرض اس حصہ کثیر وحی الہی اس شخص ایک ہی ہو گا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔ کی عبارت ہے۔ اس عبارت کے بالکل ساتھ یہ الفاظ ہیں۔ ۱۳ سورس ہجری میں۔ بگرن پر ہے۔ اور اس سے پہلے ۳۹۰ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اور اعجاز احمدی کتاب کا وہ شعر جو میں اپنے بیان میں درج کر چکا ہوں فلاولذی الایوم بشدد۔ بھی مد نظر رکھا جائے۔ آیت اذ اخذ میثاق الخ میں رسول کا لفظ کوہے۔ عام رسول بھی مراد ہیں۔ بلحاظ اس کے کہ نکرہ عمومیت کو چاہتا ہے اور کبھی تنوین۔ تنکیر تعظیم کے لیے آتا ہے۔ اس لیے ایک رسول بھی یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مراد ہو سکتے ہیں حقیقت الوحی صفحہ ۱۲۰ اور ۱۳۱ پر قولہ تعالیٰ میں اس

سے مطالبہ کروں گا۔ کی عبارت ہے اس کا ماقبل اور مابعد اس امر کی بحث ہے کہ آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا ضروری ہے یا نہیں۔ ایک شخص کا خیال تھا کہ ضروری نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ بمغملہ اور آیات کے اس آیت سے سہی استدلال فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننا نہایت ضروری ہے۔ اور آنحضرت کے بعد اھذا الصراط المستقیم کی آیت سے آئندہ کے لیے یہی استدلال فرماتے ہیں سورہ احزاب میں رکوع اول کی آیت جس میں نبیوں سے میثاق لینے کا ذکر ہے۔ اس میثاق سے وہی میثاق مراد ہے جو سورہ آل عمران والی آیت میں ہے۔ کیونکہ سائے قرآن شریف میں نبیوں کے میثاق کی کوئی اور کست نہیں ملی جو تفصیل اور تشریح کرے۔ تفسیر مدارک صفحہ ۲۰۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ واذا خذنا میثاق... ۱۰۰۰۰ الیٰ کی تفسیر میں یہ الفاظ ہیں کہ نبیوں سے ہم نے عہد کیا۔ تبلیغ رسالت والدعائی الدین القیم۔ مگر اس مفسر کا یہ خیال ہے قرآن شریف میں ایسی قطعاً کوئی آیت نہیں ہے کہ ہم نے نبیوں سے اس بات کا عہد کیا تھا۔ بلکہ قرآن میں اس عہد کا خود ذکر موجود ہے۔ کہ بعد کے نبی کی تصدیق اور پیش گوئی کرنا میثاق تھا۔ کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ پر بھی اس آیت کی تفسیر میں بیعت وہی الفاظ ہیں جو مدارک میں تھے الفاظ حسب ذیل۔

واذکر میں اخذنا من النبیین جمیعاً میثاقہم۔ . . . الیٰ الدین القیم اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ مفسرین ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ بیان نہیں کرتے کہ آیا قرآن میں بھی اس قسم کا کوئی ذکر موجود ہے۔ بیضاوی جلد ۴ صفحہ ۱۵۹ پر بھی اس آیت کی تفسیر میں وہی الفاظ ہیں۔ جو کشاف اور مدارک میں ہیں۔ مگر یہ اس آیت کی تشریح نہیں۔ جس سے میں نے استدلال کیا ہے۔ کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا اور جس آیت میں خود خدا نے اپنے عہد کی تشریح اور تفسیر فرمادی ہے۔ یعنی آیت سورہ آل عمران فیعلیم الکیم جلد ۶ صفحہ ۵۷۲۔ اثمۃ الادلی سے لیکر۔ . . . واصدھم بالتبلیغ تک کے الفاظ ہیں۔ یعنی خدا نے ان کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ پہنچادیں۔ اس میں قطعاً اس امر کی تشریح نہیں ہے۔ کہ کیا چیز پہنچانی جاوے۔ بلکہ پہلے لفظ سے خود میثاق کا اشارہ ملتا ہے۔ کہ میثاق پہنچادیں۔ بعض مفسرین نے اس امر کی تشریح کی ہے۔ کہ سورہ آل عمران کی میثاق النبیین والی آیت کا یہی مطلب ہے۔ کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا کہ اپنے بعد میں آنے والے نبی کے متعلق پیش گوئی کر دے۔ اور اُس قوم کو بتا دے۔ کہ تم نے اس کو ماننا ہوگا۔ یعنی مفسرین نے اس آیت میں رسول کے لفظ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی مراد لی ہے۔ اور ہر رسول کی ذات بھی مراد لی ہے۔ مگر میثاق وہی ہے کہ آئے والے رسول کی تصدیق اور اس کی پیش گوئی کرے بخلاف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ پر ما صمن۔ . . . خیرہ کی عبارت ہے۔ برکات الدعا صفحہ ۱۶۔ پر اس میں کچھ شک نہیں۔ . . . تھا۔ کے الفاظ ہیں۔

ازالہ اہام پر صفحہ ۶۱ پر تقطیع کھلاں پر اور ہم پہلے اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں..... حاصل نہیں ہو سکتے کی عبارت ہے۔ اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ ایام الصلح صفحہ ۳۵ پر مگر جو کہ مقصد تھا..... وجود ہی تھا کی عبارت ہے اس کا بھی ماقبل اور مابعد قابل ملاحظہ ہے۔ حماۃ البشر کی صفحہ ۷۷، ۷۸ طبع اول بغیر ترجمہ پر الاترانی الا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... فکانہ تک کی عبارت ہے۔ لیکن اس کے بعد کی سطریں بھی قابل غور ہیں۔ عربی زبان کی مشہور ڈکشنریاں مثل لسان العرب - تاج العروس معتبر ہیں بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت دلیل کے طور پر کسی عرب کی کلام سے یا محاورہ سے وہ سند پیش کریں ان دونوں کتابوں کا ہر مطلب بیان کیا ہوا میرے لیے اس صورت میں معتبر ہے کہ وہ سند کے طور پر کوئی استفسار پیش کریں۔ اور یہ شرط قرآن شریف کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے صحیح اور غلط معنی کو مد نظر رکھنے کے لحاظ سے ہے۔ یہ دونوں کتابیں عام طور پر معتبر بھی ہیں۔ کیونکہ یہ ختم ہیں۔ اور بڑی بھی ہیں۔ حسن الرحمن مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۸ پر حسب ذیل عبارت ہے ”لسان العرب تاج العروس میں جو لغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں“ تفسیر صافی شیعوں کی تصنیف ہے۔ اور یہ حوالہ اس لیے دیا گیا تھا۔ کہ فخری اول کی طرف سے شیعوں کی اصطلاحات بیان کی گئی تھیں اور جس بات کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ وہ مفسر کا اپنا قول نہیں ہے۔ بلکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے۔ تفسیر صافی میرے نزدیک اس رنگ میں مستند نہیں ہے۔ کہ اس مفسر کا قول ہے۔ بلکہ اس میں جو باتیں قرآن کے مطابق ہوں گی۔ اور قرآن شریف کی تائید و تصدیق میں جن احادیث کے وہ مطابق ہوں گی۔ اس لیے کہ ہماری کتابوں میں ان کی تائیدیں پائی جاتی ہیں۔ ان سے کسی حوالہ کا دیکھنا برا نہیں ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ تفسیر صافی کا قائل یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو قرآن شریف موجودہ قرآن شریف ہے جس کی وہ خود تفسیر لکھ رہا ہے۔ کہ وہ قرآن نہیں ہے۔ میں نے تفسیر صافی کو بعض جگہوں سے دیکھا ہے۔ جو کتاب اب مجھے دکھائی گئی ہے۔ میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ وہ درہی کتاب ہے۔ من وعن اپنے تمام الفاظ کے ساتھ جو کہ میں پیش کی تھی۔ جو اس کتاب کے شروع میں یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں۔ هذا الكتاب المسمى بالصافي في تفسير كلام الله الوافي - الكافي - الشافي - جس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے کلام۔ وافی۔ کافی۔ شافی کی یہ تفسیر ہے۔ اس کے صفحہ ۱۳ پر یہ الفاظ ہیں کہ قول المصطفیٰ..... عند رسول۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں حاصل شدہ امر ان تمام خبروں سے اور دیگر درجہ اول سے جو اہل بیت کے طریق سے ہیں۔ کہ وہ قرآن جو ہمارے اندر ہے۔ وہ پورا کابلورادیا نہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتا لایا۔ بلکہ اس میں بعض وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا

اور بعض وہ بھی ہے۔ جو بولایا گیا ہے۔ اور تحریف کیا گیا۔ اور تحقیق اس سے حذف کی گئی ہے اکثر چیزیں۔ مثلاً حضرت علی کا نام بہت سی جگہوں میں یا آل محمد کا نام بعض جگہوں میں یا منافقوں کا نام بعض جگہوں میں یا ایسا ہی یا کچھ اور کہ قرآن جو ہماری اندر سے وہ نہیں ہے۔ اس ترتیب پر جو خدا کے رسول کو پسندیدہ تھی۔ اُسکے چند سطروں کے بعد لکھا ہے۔ انتہی کلامہ۔ کہ اس کا کلام ختم ہو گئی۔ اور لکھا ہے۔ کہ میں کہتا ہوں۔ ویرد علیٰ هذا کلام اشکال کہ ان تمام باتوں پر بہت سے اشکال اور اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔ اس کے متعلق تقریباً سارا صفحہ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحیح مذہب اس عبارت کے خلاف ہے۔ جس کا اوپر ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن عرت اور بدل نہیں ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ جو کتاب میں نے پیش کی تھی۔ جس کے شروع پر کیا الفاظ ہیں تمام وہ کتابیں کہ جس کے مصنفین کا حال نہیں معلوم ہو۔ یا معلوم نہ ہو۔ اس سورت میں معتبر ہوں گی جب قرآن شریف کی تصدیق یافتہ ہوگی۔ کوئی دستاویز۔ اشتہار یا محفوظ یا رسالہ یا کتاب اپنے مضامین کے لحاظ سے بھی معتبر ہوگی جب کہ قرآن شریف کی تصدیق یافتہ ہو۔ اور اگر وہ واقعہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تو وہ اس واقعہ کے متعلق بھی معتبر ہو سکتی ہے جب کہ اسی انسان کی تحریرات کے خلاف نہ ہو جس کی طرف دستاویز منسوب ہے اگر کسی انسان کی دستاویز ہماری سامنے پیش کی جائے اس رنگ میں کہ اس کے دستخط تو اس پر اس کے نیچے نہیں ہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اس کے اخیر میں اس کا نام لکھا ہوا ہو ہے کہ یہ اس کا منسوب ہے۔ اور اس کی زندگی میں وہ دستاویز شائع ہو جاتی ہے۔ اس کو مخالفین بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ لوگ ان کو مخالف سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ خود اس میں مخالف ہوں یا نہ ہوں۔ اور اس دستاویز کا منسوب شدہ شخص اس کا انکار نہیں کرتا۔ یا وہ شخص جس کی دستاویز پیش کی جا رہی ہے بقید حیات ہو کہ اس سے پوچھا جاسکے۔ لیکن جس امر کی وہ دستاویز ہے اس امر کے متعلق تنازعہ ہو چکا ہے۔ اور اٹھائے تنازعہ میں وہ دستاویز حاصل کی گئی ہے۔ یا ایسی ہی اور شقیں جو رسول لائیں کسی دستاویز کے معتبر ہونے کے متعلق مروج ہیں۔ تو ان کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ جو دستاویز اب مجھے دکھائی گئی ہے وہی اشتہار ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس اشتہار میں کوئی تاریخ اشاعت درج نہیں۔ اور نہ ہی اس کے لکھنے کی تاریخ اس میں درج ہے کسی دستخط کے نیچے بھی کوئی تاریخ درج نہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ اشتہار کب کا شائع شدہ ہے۔ البتہ جن عبارتوں پر یہ قوی لگایا گیا ہے۔ ان میں سے بعض عبارتوں کو میں نے کئی رسالوں سے دیکھا ہوا ہے۔ کتاب تقویت الایمان جواب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ یقینی نہیں کہہ سکتا کہ وہ مولوی اسماعیل صاحب کی ہے۔

اور کہ تقویت الایمان صفحہ ۳۱ کا حوالہ اس مشہر نے کس عبارت کے تعلق سے دیا ہے۔ مجھے اس وقت متحضر نہیں ہے۔ کہ کتاب تقویت الایمان میں سے ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت ہے۔ جو اس اشتہار میں درج ہے۔ میں نے تحقیقات نہیں کی کہ ہمدانیوں میں کوئی شخص عبد النبی کے نام کا بھی ہے۔ یا نہیں۔ جس کا اس اشتہار پر نام ہے۔ اور نہ مجھے اس کے دریافت کرنے کی ضرورت تھی۔ اس اشتہار میں جن لوگوں کے نام درج ہیں۔ فتویٰ لگانے کے لحاظ سے میں نے ضرورت نہیں سمجھی کہ ان سے جا کر دریافت کر دوں۔ اور نہ ان لوگوں سے ملاتی ہوا ہوں۔ یہ فتویٰ میں نے ایسے رنگ میں پیش کیا تھا۔ جس طرح ہر فریق مخالف کی طرف سے بغیر جاننے کے لوگوں کے قترے ہمارے خلاف پیش کئے گئے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ محمد ابراہیم بھگلپوری مشہر کون ہے کوئی مشہور آدمی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس نے سوا سو دربیہ انعام دینے کا بھی اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ اس فتویٰ کی صحت اور سقم کے متعلق مشہر جانتا ہے۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس میں جو بعض عبارتیں درج ہیں وہ صحیح ہیں اور میں نے بھی ان کو اصل کتابوں سے پیش کیا ہے۔ حافظ روشن علی صاحب احمدی میرے استاد ہیں۔ حضرت مسیح موعود۔ خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کی کتابوں کے سوا کوئی کتاب مجھ پر رجعت نہیں۔ حافظ روشن علی صاحب کی کسی کتاب سے وہی بات میرے لیے مستند اور حجت ہوگی جس کی تائید حضرت مسیح موعود یا آپ کے خلفاء کی اپنی تحریروں سے ہوتی ہو۔ خواہ اعتقادات کی ہو۔ خواہ عملیات کی۔ جو کتاب فقہ احمدی صفحہ اول پیش کی گئی ہے۔ یہ حافظ روشن علی کی ہے۔ اس کے صفحہ پر یہ عبارت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود کے درمیان کوئی بنی نہیں ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود کے بعد ایسے نبیوں کا آنا ممکن ہے۔ جو تالیف شریعت مجریہ ہوں۔ جہاں تک اس عبارت کی مسیح موعود کی کلام سے تائید ہوتی ہے۔ اور اگر فقرہ کہ مسیح موعود کی غلامی کے حلقہ بگوش۔ اس سے صرف شرط مراد ہوتا ہے ہوتی ہے۔ ایک انسان اگر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ اور ان چیزوں کا بھی اقرار کرتا ہے۔ جن کے ماننے سے ایک انسان مسلمان کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ان صفات کا انکار کرتا ہے جو قرآن و حدیث میں صریح طور پر بیان ہیں۔ کبھی صاف طور پر وہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں ان کو نہیں مانتا۔ تو وہ منکر صفات ہے اور مذہبی اسلام سمجھا جائے گا۔ وہ کافر صفات الہیہ کہا جائے گا۔ کسی مذہبی اسلام سے بائیکاٹ کرنا۔ پس دین وغیرہ کے بارے میں جن میں شریعت نے اپنی مرضی کو دخل نہیں دیا۔ اور مجبور کیا ہے۔ ان معاملات میں ایسے انسان کو عام دوسرے مدعیان اسلام کی طرح سمجھا جائے گا۔ اگر وہ باتیں جو آیت اولیٰ ہم المؤمنون حقاً سے پہلے مذکور ہیں۔ اپنے تمام مشروط اور تفصیل کے ساتھ بحکال تمام کسی شخص کے اندر پائی جاتی ہیں۔ وہ اس

آیت کا مصداق ہوگا۔ یہ ایک مردع فقرہ ہے۔ کہ ہر ایک شخص کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے۔ اور اس اصطلاح کو مد نظر رکھ کر بھی اس شخص کی کلام کا مطلب سمجھا جاتا ہے۔ ہر فن میں بھی اصطلاحات ہو سکتی ہیں۔ کسی شخص کے بیان کردہ مصطلحات کا علم ہوئے بغیر اس کی کلام کو اپنے خیال کے مطابق ڈھال لینا ایسے رنگ میں کہ اس شخص کی تسبیحات کے خلاف ہو۔ نہایت نامناسب بات ہے۔ صوفیائے کرام جن اصطلاحوں کے متعلق یہ کہیں کہ جاری یہ خاص اصطلاحیں ہیں۔ اور دوسری اصطلاحیں اس شخص کی نہ ہوں جو ان سے قائم اٹھانا چاہتا ہے۔ یا صوفیہ کرام کی وہ اصطلاحیں دافعی طور پر مردع بھی نہ ہوں۔ تو بھرا نہیں رنگ میں ان اصطلاحوں کو یا جلنے گا۔ جی میں انہوں نے بیان کیا۔ بشرطیکہ وہ تسبیح کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوفیائے کرام نے جو بھی اسلام اور کفر کے معنی لیے ہیں۔ یا موت حیات کے معنی لیے ہیں۔ وہ صحیح لیے ہیں۔ اور قرآن و حدیث اور زبان عربی کے ماتحت لیے ہیں۔ کسی خاص شخص کے اصطلاحی معنی جو قرآن۔ حدیث اور زبان عربی کے خلاف ہوں۔ ان سے میں واقف نہیں ہوں۔ اور میرے خیال میں دوسری کوئی اصطلاح ہے ہی نہیں۔ مجھے کفر اور اسلام کے معنی قرآن اور حدیث کی روش سے نہ ماننے اور ماننے اور انکار کرنے اور تسلیم کرنے یا ناقدری کرنے اور کامل فرمانبرداری کرنے کے سوا اور معنی ثابت ہونے معلوم نہیں ہیں۔ مسیح موعود کو ماننا قرآن شریف اور حدیث کا مسئلہ ہے۔ اور قرآن اور حدیث پر مسلمانوں کو اجماع ہے اجماع اس مسئلہ میں ہوا کرتا ہے۔ جس کا قرآن اور حدیث میں صریحاً ذکر نہ ہو۔ اور اجتہاد کے متعلق وہ مسئلہ ہو۔ چونکہ مسیح موعود کی پیش گوئی احادیث میں موجود ہے۔ مختلف علامات کے لحاظ سے بھی اور قرآن کریم میں بھی آئندہ امت محمدیہ میں خلفاء محمدین وغیرہ آئے کی پیش گوئی موجود ہے۔ اس لیے اس کا ماننا نہایت ضروری ہو گیا۔ اجتہاد کا مسئلہ بھی نہ رہا۔ اس لیے اجماع کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

۲۷ مارچ ۱۹۳۲ء

نسب و نسب اور اس کے مختار حاضر

بقرہ صالح

تمہ بیان مولوی غلام احمد مجاہد گواہ

فریق ثانی -

میں نے خاتم کے جو معنی کل بیان کیے ہیں۔ وہ عربی زبان کے لحاظ سے ہیں۔ لغت کی جن کتابوں کا میں نے کل ذکر کیا تھا۔ ان میں خاتم النبیین کا عربی لفظ لکھ کر عربی زبان کی استشہاد سے کوئی ایسی ہی مثال پیش کرنے کے بعد کوئی خاص طور پر معنی عربی کی رد سے نہیں کئے گئے۔ کوئی اپنے خیال سے بیان کرے تو یہ ادبات ہے۔ ہاں علیحدہ علیحدہ الفاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے انہوں نے خاتم کے معنی زبان عربی کی رد سے کئے ہیں جو میں نے بیان کر دیئے ہیں۔ اور میں نے استشہاد عرب لوگوں کے بیان کردہ محاورہ اور الفاظ بھی بیان کر دیئے ہیں منشی الادب میرے نزدیک مسلم کتاب نہیں ہے۔ قاموس صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴ جلد ۴۔ بیریہ الفاظ میں داخاتم مایوضع : مجمع البحار کے صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰ جلد ۲ پر

سب ذیل عبارت ہے استودع اللہ امانتک و خواتیم عملک لے اواخرہ ملو اس سے الی البقیہ کے احوال میں بھی جگہ عبارت ہے اوتیتہا مع الکلم و خواتیم ... معدن لها ... لا نبی بعده : والقرات ... بقعرہ : والخاتم ... صلعم : البقیہ لے اواخرہ و بالکسر اسم فاعل۔ ان عبارتوں کے ساتھ اس کتاب کا مکملہ صفحہ ۸ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ مفودات راعب : صفحہ ۱۴ پر حسب ذیل عبارت ہے و خاتم النبی متعلق اس میں النبوت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو خاص معنی رکھتا ہے۔ یعنی شرعی نبوت اس کتاب میں قرآن شریف کے الفاظ کی تشریح ہے۔ بحر المحیط کے صفحہ ۵۰۰ پر حسب ذیل عبارت ہے الخاتم - الخاتم - الخاتم۔ و احوالقوم جمع خواتم ازالہ اہام صفحہ ۲۵۲ پر ہے اکیسویں آیت یہ ہے۔ خاتم النبیین اور اس کے نیچے اس کا ترجمہ بھی ہے۔ اس کے ساتھ سارا صفحہ قابل ملاحظہ ہے۔ خاتم المہاجرین کا جو لفظ میں نے اپنے بیان میں استعمال کیا ہے۔ اور جو حضرت عباس کے متعلق ہے اس کے معنی بلحاظ درجہ اور شان اور مکہ سے ہجرت کرنے کے آخر کے ہیں۔ یعنی مکہ سے ان کے بعد ہجرت جائز نہیں۔ ویسے ہی حضرت بنی کریم علی الشریعہ وسلم کے بعد شرعی ہجرت جائز نہیں۔ اور جیسے حضرت عباس کا درجہ ہجرت میں ہے۔ ویسا درجہ بعد کے ہجرت کرنے والوں کا نہیں ہوگا۔ اس المہاجرین میں پہلے مہاجر بھی مراد ہیں۔ اور پچھلے بھی دونوں ہو سکتے ہیں۔ اگر یہاں خاتم کے معنی آخر کے لیے جائیں گے تو آخر سے مراد آخری ہوگا۔ فقید المثال نہیں۔ تو پھر آخری ہونا ان کا مکہ سے ہجرت کرنے کے لحاظ سے ہے۔ اور اگر آخر سے مراد فقید المثال یا بڑا درجہ ہے۔ تو آئندہ آنے والے مہاجرین کے لحاظ سے مرتبہ کے لحاظ سے پہلے

مہاجرین شامل نہیں ہوں گے۔ موئے علیہ السلام کی قوم میں موئے علیہ السلام کے بعد جس قسم کے نبی آئے۔ ان کو مد نظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں کے آخری نبی تھے سلسلہ موسویہ کے نبیوں کے لحاظ سے ان انبیاء کا خاتم بھی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاسکتا ہے۔ تحفہ گوڑویہ صفحہ ۳۶ ر ۳۷ ر ۳۸ ر ۳۹ ر طبع دوم بربرہ عبارتیں ہیں۔ اور اس مماثلت کے لحاظ سے خاتم الانبیاء تھا۔ حدیث متفق علیہ سے ثابت ہے۔ اکمل اور اتم طور پر ہو جاتا۔ پس اگر فرض کریں خاتم الانبیاء ہے۔ پہلے حوالہ میں موسوی خلیفوں کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں۔ اور دوسرے حوالہ میں سلسلہ ادنیسریہ میں سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں خاص طور پر مد نظر رکھنے کے قابل ہیں۔ خطبہ الہامیہ کے حاشیہ کے اخیر میں صفحہ الف (۱۵۵) پر حسب ذیل عبارتیں ہیں۔ ثم اعلم خاتم المرسلین۔ مگر اس میں سلسلہ کلیہ کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ اور خاتم کے بارہ میں مرزا صاحب کی جس قدر عبارتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ ان میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آیا خاتم۔ ت کی زیر کے ساتھ ہے یا خاتم۔ ت کی زیر کے ساتھ ہے۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بجز ان کے یہ ہے میں ان کے لیے خاتم اولیاء اس کی تشریح اس مضمون میں صفحہ ۳۸۳ تک طبع ثانی میں مد نظر ہے اس کتاب کے صفحہ ۳۸۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ وہ علی قدر شفت ابو خاتم اولاد اس کے پیچھے اس کا ترجمہ ہر دوں بھی دیا ہوا ہے۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل پھر پیدا ہی ہوگا۔ اور وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔ اس سے پہلے کا فقرہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جو یہ ہے۔ یعنی کامل انسانوں میں سے ہوگا۔ غیث اور طیب کی امتیاز اس آیت میں جو میں نے پیش کی ہے۔ بلدیہ غیب الہی کے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجتبیٰ رسولوں پر ظاہر ہوا کرے گا۔ اور یہی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایمان کے لحاظ سے جو طیب اور غیث ہوتا ہے۔ ان کا پتہ ان مجتبیٰ رسولوں کی آمد سے ہی ہوتا ہے۔ جو ہر ان کے مان جانے والا ملنے کے۔ غیث اور طیب کا امتیاز اس آیت میں جس کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے۔ رسولوں کی آمد اور ان کی آمد کے بعد ان پر ایمان لانے سے ہوتا ہے اور ان رسولوں کا آنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے۔ اس آیت میں وان توأموا ومنتقوا۔ جس ایمان اور تقویٰ کا ذکر ہے۔ اس ایمان کو خود خدا تعالیٰ نے بھی اس جملہ سے پہلے اس آیت میں فاموا باللہ درسلہ فرما کر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ وہ ایمان مراد ہے جو ہماری اس حکم کے مطابق ان مجتبیٰ رسولوں پر لانے کے بعد پیدا ہوتا ہے اس آیت میں من رسلہ مراد وہ رسل ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ انھما ر علی الغیب کو سکھا ہمارے اعتقاد بھی قرآن شریف کے بعد قیامت تک کوئی شرعی کتاب نہیں آئے گی۔ یہی کامل شریعت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی البتہ اس شریعت کے متبع غیر شرعی بالا فادہ انبیاء قیامت تک آسکتے ہیں۔

یہ شریعت محمدیہ بلحاظ اشیاء خوردنی و پوشیدنی کے حالت اور وقت کا حکم بتاتی ہے۔ اور یہی حلال و حرام۔ خبیث اور طیب اشیاء کی وضاحت کے لیے قیامت تک کافی ہے مگر وہ ایمان جو اس شریعت پر ایک انسان لانے کا اظہار کرے گا۔ اس ایمان کے اندر معلوم کرنے کے لیے کہ واقعی یہ خالص ایمان ہے۔ یا ناقص ان کا امتیاز کرنے کے لیے اس شریعت محمدیہ کے ماتحت انبیاء اور رسل آئیں گے پھر ماننے والا افضل ہو جائے گا اور طیب کہلائے گا اور نہ ماننے والا خبیث کہلائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اکل و شرب کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایمان کے مدعیوں اور مدعی داروں کا ذکر کر کے بتلایا ہے کہ ان کے خبیث اور طیب کا فرق بذریعہ اظہار علی الغیب کے ہوگا۔ جو رسولوں پر کیا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا فامنوا باللہ ورسوله کہ جب کبھی ایسے رسول آئیں تو ان کو مان لیا کرنا۔ آیت مذکورہ بالا میں رسل کے لفظ سے غیر شرعی رسول مراد ہیں ہر ایک آیت میں رسول اور نبی کا لفظ جو استعمال ہوگا۔ وہ قرآن شریف کے ہیں یہاں فرمودہ فرائض کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ جو اس آیت میں بیان ہوں گی یا جو دوسری آیتوں میں تصریحات ہوں گی ان کی بنا پر ہر جگہ علیحدہ علیحدہ مراد ہوگا۔ کسی جگہ شرعی اور غیر شرعی دونوں۔ کسی جگہ صرف شرعی۔ کسی جگہ غیر شرعی اس کے معنی محدث بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ایک لحاظ سے نبی ہوتا ہے۔ اور محدث کے معنی ہیں کہ جسے کمال و مخاطبہ اللہ تک حاصل ہو۔ حضرت عمرؓ کے بارہ میں جو محدث لفظ استعمال کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔ جس کو میں اپنے بیان میں ذکر کر چکا ہوں۔ تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے ان معنوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی محدث تھے۔ رسولوں کا بھیجنا یا نبیوں کا بھیجنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے۔ اللہ اعلم خبیث۔ جعل رسالتہ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کہاں اور کس جگہ اور کس کو نبی اور رسول مقرر کرے۔ کسی نبی کے آنے کی خاص طور پر زمانہ کے لحاظ سے کسی خاص زمانہ یا صدی کا نام لے کر تخصیص نہیں کی گئی۔ ہاں اسمہ لال معلوم ہو سکتا ہے۔ آیات ذیل و لقد اوحی..... ملک الہ کذا لک یوحی.....

..... حکم .. جو سورہ ذمر اور سورہ شوریٰ سے بیان کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے کی وحی کا ذکر ہے۔ جو کہ آپ پر شرعی وحی ہوئی ہے۔ اور آپ سے پہلے بھی شرعی وحی ہوتی رہی ہیں۔ اس لیے ان دو آیات میں آئندہ وحی کا ذکر کرنا اس امر کا دہم ڈالتا تھا کہ شاید ویسے شرعی وحی آئندہ بھی ہو گی۔ ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرعی وحی منقطع اور بالکل بند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شرعی وحی بھی ہوتی تھی۔ اور غیر شرعی بالاسقلال وحی بھی ہوتی تھی۔ قرآن شریف کی آیات میں بعد کے لفظ کی تخصیص کے ساتھ مطلق وحی کا اس رنگ میں تو ذکر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہوگی۔ ہاں اس رنگ میں کہ آپ کی امت کو خیر امت قرار دے

کہ اور آپ کو تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ قرار دے کر اور بہترین انعام کلام الہی و نباتات خداوندی قرار دے کر کئی آیتوں میں تصریح فرمادی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے طفیل اور اتباع کی برکت سے اس امت محمدیہ میں خیر شرعی وحی کا دروازہ کھلا ہے۔ پینا پنجہ کچھ آیتیں میں نے بیان میں مفصل بیان کر دی ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا زمین میں کسی کو خلیفہ بنانے سے یہ مراد ہے۔ کہ اس کو لوگوں کے لیے نبی بنایا جاوے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ یَا دَاوُدُ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے لیے فرمایا دَاوُدُ اِنَّا جَاعِلُنَاکَ خَلِیْفَہٗ فِی الْاَرْضِ اور یہ دونوں نبی تھے اس سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کا خلیفہ بنانے سے یہی مراد ہے۔ کہ ان کو نبی بنا کر مبعوث کیا جاوے۔ مخلوقات کی ہدایت کے لیے دَاوُد علیہ السلام نبی بھی تھے اور اپنی بعد کی عمر میں بادشاہ بھی ہو گئے تھے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے۔ ان کی بادشاہت کرنے کے متعلق کوئی تصریح قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ خلیفہ کا لفظ قرآن شریف میں خاص شخص کے لیے جو استعمال ہوا ہے۔ وہ دَاوُد اور آدم علیہما السلام کی ذوات بابرکات ہیں۔ چونکہ خدا نے ان کو خلیفہ بنایا ہے اور ان کے لیے لفظ خلیفہ استعمال فرمایا ہے اور یہ دونوں نبی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا مطلب لفظ خلیفہ سے نبی ہوتا ہے۔ اور خلیفہ بنانے سے نبی مبعوث کرنا مراد ہوتا ہے۔ حاکم ہونا اس کے واسطے ضروری نہیں۔ ہونا نہ ہو۔ یعنی اس کا بادشاہ وقت ہونا یا بادشاہ وقت نہ ہونا۔ اس امر کی کوئی قید نہیں ہے۔ کیونکہ بعض انبیاء محکوم بھی ہوئے ہیں۔ اور بعض انبیاء حاکم بھی ہوئے ہیں۔ لہذا دونوں مفہوم اس کے اندر مراد ہوں گے۔ یعنی خلیفہ بمعنی نبی جو حاکم ہو۔ اور خلیفہ بمعنی نبی جو محکوم ہو۔ وعد اللہ الذین آمنوا والی آیت میں پہلی امتوں کے خلفاء کی مثال دے کر اَئِدْہُمْ خَلْفَہُمْ کَا دَعَا دِیَا گیا ہے۔ پہلی امتوں میں دونوں قسم کے خلفاء تھے۔ یعنی نبی اور نبیوں کے جانشین لہذا اس امت محمدیہ میں بھی جن خلفاء کا وعدہ ہے۔ ان سے نبی بھی ہیں اور نبیوں کے جانشین بھی دونوں واضح طور پر مراد ہیں۔ لہذا خلفاء راشدین مہمدمین یہی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے انبیاء جو رسول مقبول کے طفیل سے نبی نہیں وہ بھی اور نبیوں کے خلفاء بھی۔ خلفاء کا لفظ لغت کے لحاظ سے قرآن کریم میں بوجہ ایک قوم کے پیچھے دوسری آباد ہونے والی قوم کو جانشین قرار دینے کے بھی استعمال ہوا ہے۔ اور اس میں کفار اور مومن دونوں ہو سکتے ہیں۔ مگر امت محمدیہ کو جن خلفاء کا وعدہ ہے۔ وہ کافر خلفاء مراد نہیں۔ اس آیت میں جو یہ الفاظ ولیکمین طعمہ لہذا ان سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے۔ کہ وہ آنے والے خلفاء اپنے دین کو دینا میں خود اجرا کرنے کی طاقت رکھتے ہوں گے بلکہ اس میں یہ تصریح ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ان کے دین کو مضبوط کر دے گا۔ اور دنیا ہذا کو شش کرے کہ ان کا دین ان کی تعلیم نہ پھیلے۔ لیکن وہ ناکام رہے گی۔ اور خدا تعالیٰ ان کی تعلیم اور

ان کی باتوں کو دنیا میں ترقی پذیر کرے گا۔ کیونکہ جی خلفاء کی مثال دی گئی ہے کہ ویسے خلفاء اس امت میں ہوں گے۔ ان سب پہلی امتوں کے خلفاء کو اپنے اپنے دین جاری کرنے کی قدرت سیاسی طور پر نہیں ملی۔ اور نہ یہ ضروری ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ ویسے ہی آنحضرت بھی تمام انسانوں کی طرف قیامت تک رسول ہیں اس لیے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام بنی اسرائیل کی طرف نبی ہونے کے باوجود بہت سارے بعد میں نبی آجائے سے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت عامہ میں کوئی خلل اور رخنہ نہیں پڑتا۔ حالانکہ وہ بعد کے آنے والے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی برکت سے بنی نہ کہلاتے تھے۔ بلکہ بالاسبق تھا۔ ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اتباع اور برکت سے کسی نبی کے آجانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام میں کوئی خلل یا رخنہ نہیں پڑ سکتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فقرہ فرمایا **فَاِذَا مَنَّ النَّبِيُّ وَالْمَلَكُ اس قُرْءَانٍ** میں جو کم کا لفظ ہے۔ اس سے مراد امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس میں مخاطب کئے سے مراد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد نہیں بلکہ امت محمدیہ مراد ہے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت نہماج نبوت پر تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے اشاعت کے لیے آپ کی فیابت میں تھی انا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔ والی حدیث میں تمام اولین و آخرین مراد ہیں۔ یعنی انبیاء اولین و آخرین۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں تمام انبیاء مراد ہیں کیونکہ نبی اپنی امت سے بہر حال افضل ہوتا ہے۔ وہ فخر کی جگہ نہیں کہ جس کو خاص طور پر فرمایا ہو **مَنْ جَاءَ مِنْ بَعْدِي** اور اس میں بھی کہ اگر آخرین سے نبی مراد نہ لے جاویں۔ بلکہ عام مومن مراد لے جاویں۔ تو اولین سے بھی پھر عام مومن مراد لے پڑیں گے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضیت پہلی امتوں کے عام مومنوں سے ہوگی۔ نہ کہ انبیاء سے حالانکہ یہ سننے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری تصریحات کے اور احادیث کے خلاف ہے اور اس لیے بھی کہ اگر آخرین سے مراد بعد کے صرف مومن ہیں تو ان سے افضل (بزرگتر) ہیں پھر حضور صلعم کا حقیقتاً اظہار فرما کر دلائل کو کافی خاص رنگ نہیں رکھنا کیونکہ دوسرے بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۰)۔

باب نصابی سید المرسلین پر یہ حدیث ہے۔ **اَنَا سَيِّدُ اَدَمَ**۔ یوم القیامت ولا فخر ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے جو پہلے ہو چکے یا بعد میں آئیں گے۔ افضل ہیں۔

ایہ اہانت والہو اسر صفحہ ۳۲ جلد ۲ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ عبارت اشع..... بالولایت۔

حضرت مسیح موعود نے یہ تفسیر فرمائی۔ صحابہ سے ملا۔ جب مجھ کو پایا۔ اور یہ قرآنی آیات کا اور احادیث کا مطلب ہے۔ جو آپ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس قول کا مطلب۔ یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو مان لیا۔ وہ

درجہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے مل گیا۔ خلیفہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱ پر حسب ذیل عبارت ہے
 نحن دخل مستدبرین اور اس میں آخریں قسم والی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور اس کے
 نیچے ہر دو ترجمہ پس وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کتاب میں یہ ترجمہ حضرت
 مسیح موعود ہی کا ہو۔ مگر یہ ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ اور صحیح ہے۔ مگر عبارت کا مفہوم وہی ہوگا۔ جو حضرت مسیح
 موعود کی دیگر تصریحات کے مطابق ہو صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کہ انہوں نے کی ہے۔ یا کہی ہے
 یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کو
 ثابت شدہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ ان تک روایت پہنچتی ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ کتب
 روایتیں اپنے اسناد کے لحاظ سے صحیح ہو سکتی ہیں۔ لیکن قرآن شریف کے قطعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے
 وہ محض غلط ہیں۔ اور اگر ثابت شدہ کالفظ کسی اور معنی میں استعمال ہوتا ہو۔ تو بیان کیا جاوے میں اس کے مطابق
 اپنا جواب لکھا دل گما۔ میرے بیان کردہ معیار کے مطابق کیں قرآنی قطعیت کے مطابق کے معیار کی رو سے
 اگر کوئی دینی مسئلہ صحابہ کا بیان کردہ ہو۔ تو وہ ہر حال رائج ہوگا۔ کسی ایک صحابی کا بیان کردہ تطابق اگر قرآن
 کے مطابق ہے ہو کر بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ واقعی مطابق ہے۔ زبان عربی سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے
 دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہو گئی ہے۔ اور دیگر صحابہ کے اجماع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تو وہ
 رائج ہوگا۔ لیکن کسی صحابی کا ذاتی خیال رائج نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ کہ بعض
 صحابہ اپنے فتویٰ اور اجتہاد میں ویسے نہیں۔ جیسے دوسرے۔ اور احادیث سے بھی صاف طور پر ثبات ہوتا ہے
 کہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی کچھ مراد لی۔ مگر وہ محض غلط ثابت ہوئی۔ اگر
 کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کے مریخ مضمون و مفہوم کے مطابق ہو۔ عربی زبان کی سند
 ساتھ رکھتی ہو۔ درگما حدیث کی تائید بھی رکھتی ہو۔ تو صحابی کی تحقیق سے مقدم ہے۔ لہذا اس لیے کہ وہ اس کی
 ذاتی تحقیق ہے۔ بلکہ اس لیے کہ قرآن کریم اور عربی زبان کی سند احادیث کی سند جو صحابہ کی موجودگی
 میں سب کی سب۔ سب صحابہ کو معلوم تھیں۔ اور نہ مدون و مرتب ہوئی تھیں۔ اس کی تائید میں ہیں۔ جو میں
 نے شرطیں اوپر بیان کی ہیں۔ ان کے بیان کرنے کے بغیر اگر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے۔ اگر وہ پیش
 کرنے والا خدا تعالیٰ کی طرف سے علیم و مامور نہیں ہے۔ کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق و تائید قرآن پاک کی تصریحات
 سے ہو چکی ہو بلکہ عام شخص ہے تو اس کی ذاتی رائے اوپر کی شرائط سے غلطی کر کے صحابی کی بیان کردہ شدہ تصریح
 سے ٹھنکے والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہوگی کہ اسے رائج سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مخالفت
 میں صحیح قرار دینے والا۔ خود مختار ہے۔ کہ وہ اپنے استدلال کی رو سے اسے مطابق قرار دے یا تصریح کے

لحاظ سے مطابق قرار دے کتاب شہادت القرآن کے صفحات ۵۴ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ یہ تمام امور
..... لازم ہے اس کے آگے کی عبارت بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ اور وہ دیگر تصریحات
جو حضرت مسیح موعود نے احادیث کے متعلق یا اقلال صحابہ کے متعلق اپنی دیگر کتابوں میں بیان فرمائی ہیں۔
عدد کثرت تعالٰی کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آج چلا آ رہا ہے۔ گو مختلف اوقات میں لوگوں نے
اختلاف بھی کیا ہے۔ قرآن شریف کے صریح حکم کی موجودگی میں مخالف اجتہاد ٹھیک نہیں۔ کوئی حدیث قرآن
شریف کی صریح نص سے تائید یافتہ ہے۔ بلحاظ اپنے حق اور مطالب کے تو ایسی حدیث کے خلاف بھی کوئی
اجتہاد مناسب نہیں حقیقت البتہ حصہ اول صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ
کی عظیم الشان کل نبیوں پر پڑے گا۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۲ پر درودِ نبویؐ بھی دعویٰ
نبوت ان میں سے ایک میں ہوں کی عبارت ہے۔ مگر اس تشریح کے ساتھ جو حضرت
مسیح موعود نے اس کی خود فرمائی ہو۔ صفحہ ۸۹ پر الفاظ ذیل ”سلسلہ دس پہلے پر ختم ہو گئی ہیں۔
اس کا مطلب بھی اس تشریح کے ذیل سمجھا جائے گا۔ جو میں نے اپر بیان کی ہے۔ ہدیہ مجددیہ کس کی تصنیف ہے۔
مجھے اس وقت مستغفر نہیں اس کا مصنف جماعت احمدیہ خیال کے نہیں ہیں۔ نہ مجھے اس کا مذہب معلوم ہے۔
حضرت مسیح موعودؑ نے مکفر کی جو تشریح کی ہے۔ اور جوابی میں اپنے بیان میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کی دوسرے
مولوی نثار اللہ کو انہوں نے اپنا مکفر سمجھا ہے۔ وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنا۔ سرعت سے کلام کرنا۔
لکھنا۔ الہام کرنا ہیں۔ خدا تعالیٰ کا اپنے کسی مقرب بندہ سے کلام کرنا خواہ بواسطہ فرشتہ ہو۔ بغیر فرشتہ ہو۔
معنی آواز ہو۔ لکھی ہوئی تحریر ہو۔ وحی کے اصطلاحی معنی سمجھ جائیں گے لغت یعنی زبانِ عربی قرآن شریف
اور احادیث سے میں وحی کے یہی معنی سمجھتا ہوں۔ اگر اصطلاحی ہو۔ بلکہ شرعی وحی مراد ہو تو حضرت مسیح موعودؑ
تشریفی وحی کے دویمار نہیں تھے۔ اور نہ ہم ان کو مانتے ہیں۔ اگر وحی سے یہ مراد ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے توسل سے وحی ہوگا اس کی تائید اور تصدیق میں وحی ہوتا۔ تو اس کے آپ مدعی ہیں۔ اور ہم ان کو مانتے
ہیں۔ شرعی اور غیر تشریفی کی شرط کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو غیر تشریفی وحی ہوئی
ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اصطلاحی وحی ہوئی ہے اور لغوی اور اصطلاحی میں کچھ چندال فرق بھی نہیں۔ کتاب
فوائد فریدی کے صفحہ ۱۳ پر یہ عبارت ہے افضل اتمام حکم ولایت صادر یہ کتاب
سال ۱۸۷۰ء کی شائع شدہ ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۴ پر حسب ذیل عبارت ہے یہ آں ہمہ پیغمبران
..... محدثہ است اس کے صفحہ ۱۵ پر بہ ان ارکان دین محمدی مشہور چہار امام۔ اس کے
صفحات ۳۳، ۳۴، ۲۵، ۲۶ پر ہے۔ بہ آن کہ علامات قیامت مالا نہایت ہو۔ کسی کی توہین

۱۔ ہنگ کا حکم اصطلاح متکم کے تحت ہوگا۔ کتاب تفسیر بیضاوی کے صفحہ ۱۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔
 والایمان فی العفت لعدم الاقرار اسی کتاب کے صفحہ ۲۳ پر دو لکفر تعیت فی الیہما کی عبارت
 ہے۔ یہ مفسر قرآن شریف کی تفسیر لحاظ لغت اور ادب کے کرتا ہے اور یہ اس کا اپنا خیال ہے کتاب نور الآثار
 صفحہ ۲۲۲ پر واذا اتمل وغیرہ کی عبارت ہے اہل سنت والجماعت کے امام جیسے ابو منصور
 ماتریدی اور ابوالحسن اشعری یا اس پائے کے جو دیگر امام ہیں۔ ان لوگوں نے جو اصول کسی دوسرے شخص کو
 کافر قرار دینے کے لیے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں ان کی طرف منسوب ہو کر کتابوں میں بیان کئے جاتے ہیں
 وہ سب کے سب مجھے مستحضر نہیں کہ میں یہ بتاؤں کہ جیسے اصول تکفیر کے وہ مطابق ہیں یا نہیں ہم کسی شخص کو
 کافر نہیں کہتے جب تک اس کے اندر کفر بمعنی انکار کی کوئی وجہ خود اس کے قول یا اس کی مستند تحریر سے میں
 معلوم نہ ہو۔ مشکوٰۃ شریف باب مناقب صحابہ صفحہ ۵۵ پر یہ الفاظ ہیں خیر امتی قرنی متفق علیہ
 مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ساری امت اس فتویٰ کے تحت اہل جائے گی۔ جو اس حدیث کے بعض الفاظ
 میں ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب وہی ہے۔ جو قرآن شریف کی تفسیر سمجھات اور خرد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی
 فرمائے ہوئے فضائل امت محمدیہ کو مد نظر رکھتے سے متفق علیہ کر کے لیا جائے گا۔ اس حدیث کے آگے متفق علیہ
 کے الفاظ ہیں۔ اور ان الفاظ سے عام طور پر یہ مراد ہوتی ہے کہ بخاری اور مسلم نے اس کو بیان کیا ہے۔ بعض دفعہ
 الفاظ بعض بدل بھی جلتے ہیں۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو حدیث بخاری اور مسلم میں آئے وہ اپنے معنی اور
 مطلب کے لحاظ سے بالکل صحیح ہو۔ چنانچہ اماموں نے تنقید کرتے وقت روایت کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں
 کئی بہت ضعیف حدیثیں قرار دی ہیں۔ روایت کا مطلب وہی سمجھا جائے گا۔ جو ان اصول کے ہاں معروف
 ہے اہل سنت والجماعت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پابند اور ایک جماعت کہلانے
 کے مستحق اور عقائد کے لحاظ سے وہی قرآن اور حدیث میں ایک مسلمان کے بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب فنیہ
 الطالبعین صفحہ ۱۹۶۔ فاعلی المومن اجمیع کی عبارت ہے۔ یہ کتاب اس شرط کے ساتھ مسلم ہے جو
 میں نے بیان کر دی ہے اور اس میں جماعت کا لفظ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کو جماعت وہ ہے
 کہ جس کا امام بھی ہو۔ مسلم اور واجب الطاعت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس عبارت کو دیکھا جاوے۔ صلوٰۃ۔
 زکوٰۃ اور نبوت کے جو معنی صحابہ کرام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اگر قرآن شریف ان منسوب شدہ معنی کی
 تصدیق اور تائید کرتا ہے۔ اور لغت عرب میں وہ معنی پائے جاتے ہیں۔ لغت سے مراد میری زبان عربی ہے
 تو ایسے معنی کے خلاف کوئی شخص تاویل کرے۔ اور تاویل بھی ایسی ہو کہ قرآنی تفسیر سمجھات کے خلاف ہو۔ تو ایسے
 معنی سے قطع نظر کی جائے گی۔ کتاب تاویل الحکم شرح قصص الحکم۔ شرح مولوی محمد حسن امرہ کی مشتمل

اس کتاب کے صفحہ ۴۵۵ پر حسب ذیل عبارت ہے دائم الحديث الكذاب وآخروهم الدجال الاكبر
ازالہ اودھام صفحہ ۱۳ قطع کلاں پر یہ عبارت ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کے اخیر تک
قریب بیس کے دجال پیدا ہوں گے۔ یہ عبارت اس تشریح کے تحت سمجھی جاسکتی گی۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی
اس کتاب میں یا دیگر کتب میں فرمائی ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کرنے والا اور
شریعت سے باہر نکلنے والے کذاب۔ اعمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۰ و ۲۵۱ پر حسب ذیل عبارت ہے ان عبد اللہ
ابن عبد اللہ فاقتلوا ان جاسر عن قیس نکلتو میں ہیں اس کتاب کے صفحہ ۷۱
ع ۱۱۱ پر حسب ذیل عبارت من امتی کذا یون لا نبی بعدی لا تقوموا الساعة کذاب
یہ تقوموا الساعة فله الجنة = ان بین یدی

..... دعا دھم ہیں۔ ان میں سے بعض کے
متعلق قویں وجہ تکفیر کے جواب میں حیثیتوں کے ضمن میں بیان عرض کر چکا ہوں۔ اور لقیہ کے متعلق صرف اس
قدر عرض کرتا ہوں۔ کہ تمام حدیثوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اور امت مجاہدہ کے مناقب اور فکرن شریف کی تصریحات
اور دیگر تصریحات کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے ان حدیثوں کو دیکھا جاوے۔ کفر۔ اعمال جلد ۶ صفحہ ۲۵۶
پر یہ حدیث ان اتمام الانبیاء و مسجدی قائم المساجد ہے۔ مگر اس کے لینے میں اپنے بیان کے اس حصہ کو پیش کرتا ہوں
جو اس قسم کی حدیثوں کے جواب میں عرض کیا ہے۔ اور بالخصوص پانچویں حدیث کہ یہاں صرف شرعی نبیوں
کے قہم ہونے کا ذکر ہے۔ تبھی انہیں مسجد کا ذکر فرمایا ہے کہ اب نئے قبلہ کو منہ کر کے کوئی مسجد نہیں بنائی جائے گی
اور نہ کوئی نئے قبلہ والا نبی آئے گا اس کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ اول الرسل آدم و آخر
محمدؐ اول انبیاء بنی اسرائیل موسیٰ و آخرہم عیسیٰ۔ مگر اس میں بھی رسل کے لفظ سے وہی اصطلاح مراد ہے
یعنی شرعی اور مستقل رسول۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۳ پر حسب ذیل عبارت ہے کنت اول الانبیاء و آخر
الخلق و آخرهم فی البعث مگر یہ پہلے انبیاء کے لحاظ سے ہے اور ان کو مد نظر رکھتے ہوئے ہے۔
(نوٹ: بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۰۱ حاشیہ ۵۱) اس حوالہ پر فریق ثانی کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے
کہ جس حاشیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ اصل کتاب میں سے دکھلایا جاوے۔ محض فریق اول بیان کرتا ہے کہ اس
حاشیہ کے متعلق اصل کتاب علیحدہ طبع نہیں ہوئی۔ بلکہ بخاری کے حاشیہ پر بھی تحریر کو جا کر طبع کرائی گئی
اگر یہ صحیح ہے۔ کہ اصل کتاب علیحدہ نہیں تو پھر اس کا حوالہ پیش کئے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اگر یہ ثابت
کیا گیا کہ اصل کتاب موجود ہے تو اسے مسترد کیا جائے گا۔ حوالہ یہ ہے قولہ انا العاقب .. لیسن بعدی نبی فیت
اباری جلد ۶ صفحہ ۷۱ پر ہے قولہ انا العاقب لیسن بعدی نبی .. لیکن اس عبارت میں فابی اللہ و اح

یعنی یہ لفظ بعد کے داخل شدہ ہیں، خاص طور پر قابل لحاظ یہ ہیں کہ مصنف یس بعد نبی کے الفاظ کو دیگر بزرگوں کی طرح کسی کا داخل شدہ قرار دیتے ہیں، ۳ مصری صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ پر یہ عبارت ہے: "کان مسلمہ... الخ"۔ بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ قال رسول اللہ صلعم لا ہجرت بعد الفتنہ... میت... الخ، غفر وہ یہ حدیث ہے مگر مقدم ہے کہ مکہ سے آئندہ ہجرت نہ کر دے، یہ کہ دوسری روایتوں میں اس کی تصریح آئی ہے۔ نہ کہ مطلق یہ کہ آئندہ ہجرت ہی نہ ہوگی۔ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۴ پر ہے ان الرسائل والنبوءات... من اجل النبوة... اس کے ساتھ ہی دو تشریح جو بزرگان سلف نے فرمائی ہیں۔ جیسے میں بحوالہ حدیثوں کے ضمن بیان میں بیان کر چکا ہوں۔ اس کو مد نظر رکھا جادے ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۲ پر وانا العاقب الذی یس بعدہ یعنی کی حدیث ہے تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۷ پر یہ عبارت ہے۔ عن عمرو بن مہاجر... علی اللہ علیہ وسلم یہ حضرت عمرو کا خطبہ ہے۔ چونکہ اس میں ساتھ ہی قرآن شریف کا ذکر موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی سے شرعی نبی مراد ہے۔ حقیقت النبوة صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳ پر ہے کیونکہ اس میں آپ لکھتے ہیں۔ کیوں ہماری نبوة کا اظہار کیا۔ یہ عبارت خلیفہ المسیح ثانی کی ہے۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق اس لیے اس کو ایک قطعی کلام الہی کتاب کے اندر ہے۔ یعنی اس کتاب کے صفحہ ۳۶۴ اور جس میں جگہ... نہیں کہا، کی روش میں سمجھا جائے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر ہے۔ لیکن اسلامی اصطلاح... پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا۔ لیکن اس مفروضی عبارت سے پہلے اسلامی اصطلاح کی تشریح اور توضیح موجود ہے جس کی روشنی میں یہ عبارت دیکھی جائے۔ اور عقیدہ سے مراد یہاں کوئی ماننے والا عقیدہ نہیں۔ بلکہ ایک لفظ کے متعلق غلط فہمیوں کا جو خیال تھا۔ اس کو عینہ قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۳۳ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ایک یہ سوال بھی کیا جاتا ہے... کسی اور اسمی نبی کے وجود سے انکار کر دیں۔ اسی کتاب حقیقت النبوة کے صفحہ ۱۲۱ پر یہ عبارت ہے اس عبارت سے ظاہر ہے۔

..... باب منوع ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱ پر حسب ذیل عبارت ہے: "وہ جب ایک بات ایک خاص وقت... سر کسی کے پاس نہیں ہے" اس کتاب کے صفحہ ۸۹، ۹۰ پر یہ عبارت ہے کل الناس انزل کے کلمات... کامل انسان پر اگر اس کا خاتمہ ہو گیا، یہ حضرت مسیح موعود کی عبارت ہے۔ اور اسے اس تشریح کی روشنی میں دیکھا جاوے۔ جو حضرت مسیح موعود نے بیان کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شرعی نبوة اور کلمات نبوة کا خاتمہ ہوا یعنی آنحضرت صلیعم کے بعد اب نئے کمال لانے والا شرعی نبوت کالانے والا نہیں آسکتا۔ جو آئے گا وہ آنحضرت صلیعم کے کمال پیر وی سے آپ کے کلمات لے کر آئے گا۔ اس کتاب کے صفحات ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ لغات ۹۶ تک حضرت مسیح موعود کی تحریرات بھی ہیں۔ اور بعض بعض جگہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تشریحیں بھی ہیں۔ حامیہ البشری صفحہ ۶۰ پر ہے۔ وان الانبیاء... عشیرۃ کالاقربن... یہ کتاب بار دوم... احمدی انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر ہے... الا تعلقہ ان العرب رجیم... وختم اللہ علیہم... اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی نبوة کا خاتمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو گیا۔ اس کتاب کے صفحات ۶۵ و ۶۶ پر ہے وان قلت ان کتاب اللہ... یوم الفزع الاکبر و اس عربی عبارت کو از الہام حاصل صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱ کی روشنی میں دیکھا جائے یعنی وہ عبارتیں جو وہ تکبیر نمبر ۵ کے ضمن جواب میں میں نے بیان کی ہیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶۷، ۶۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ وقد علمت.....

وما هدا الا للجنة والجارحاه البشوى ص ۱۴۔ پر یہ عبارت ہے وقد نعتقد..... انهم في الرجالين

اسی کتاب کے صفحہ ۹۹ پر ہے وفي اعتراضات المكفرين وجالين اور اس کے آگے۔ وما قلت للناس..... وانا في المسلمين = مگر اس کے ساتھ کہ عبارت بھی سارے صفحہ کی قابل ملاحظہ ہے۔ اسی کتاب جنت البشری کے صفحہ ۹۹، ۱۰۰ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ وانی کتب فی بعض الکتابین لا اصل له اصلاً = اس صفحہ پر دوسری جگہ ہے۔

وانی والہ انما بلا درسلم علماء اسی کا نبیائ بنی اسرائیل اور صفحہ ۱۰۱ پر ہے۔ وقد تبیت کلمۃ الکفر خاتم النبیین، حقیقت النبوة ضمیمہ بمیزان یک غلطی کا ازالہ صفحہ ۲۶۶ حاشیہ پر یہ عبارت ہے۔ اور حضرت فاطمہ موجود ہے کشفی حالت میں آپ نے یہ واقعہ دیکھا ہے اور اس قسم کے واقعات صوفیائے کرام کے ساتھ ہوئے۔ مثلاً جب عبدالقادر جیلانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چھاتیوں سے منہ ملایا۔ حضرت مسیح موعود کی زوبہ مطہرہ کو ہم حضرت ام المؤمنین کہتے ہیں۔ سب نبیوں کی بیویوں کو ام المؤمنین کہا جاتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں نبی کو منزلہ باپ بوجہ اس کی شفقت اور مہربانی کے فرمایا گیا ہے۔ پہلے بزرگوں نے بھی اس امر کی تشریح کی ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہے جب رسول باپ ہوتا ہے تو لامحالہ رسول کی وہ بیویاں جو روحانی طور پر بھی ان کے ساتھ ہیں ایمان والہ مومنوں کی مائیں ہوئیں۔ چنانچہ یہاں تک بھی لکھا ہے کہ اس بناء پر مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے ہیں: ثلاث اھکم یا بنی صا سماء، کہ وہ تمہاری مائیں ہیں۔ اے صحابہ کرام اور صحابہ کرام مومن ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اور یہ تصریح اس امر میں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی المیرہ والدہ اسماعیل علیہ السلام مومنوں کی مائیں ہیں۔ بلکہ حکم یہ نکلا کہ تم نبیوں کی بیویوں کو ام المؤمنین کہا کرو۔ (رسوال یہ تھا کہ لفظ ام المؤمنین کا استعمال سوائے ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور نبی کی زوجہ مطہرہ کے لیے ہوا۔ جس کا جواب گواہ نے دیا دیا ہے جو اوپر درج کیا جا چکا ہے)۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۲۳۱ پر یہ عبارت ہے لیکن جو حدیث قبول کرنے کے لائق ہے) اس عبارت میں جرح کا لفظ آیا ہے کہ جرح سے خالی ہو۔ اس جرح سے وہی جرح مراد ہو سکتی ہے۔ جس کی حضرت مسیح موعود خود تصریح فرمائی۔ یعنی تمام محدثین کی بالاتفاق ہر جرح سے خالی ہے جو کچھ حضرت صاحب کی کام سے سمجھا ہے اس کے مطابق میں نے عرض کیا ہے، حضرت مسیح موعود نے اپنا کتاب میں احادیث کے صحیح اور غرور ہونے کے بارے میں متعدد دفعہ بحث فرمائی ہے۔ سب سے بڑا اصل آپ نے ہی بیان فرمایا ہے کہ قرآن شریف کے معارض اور مقابل نہ ہو۔ پھر یہ اصول بھی آپ نے بیان فرمایا ہے کہ صحیح حدیثوں کے وہ خلاف نہ ہو اور اس کتاب میں یہ اصول بھی ہے کہ بعض حدیثیں جن کو بعض امام ضعیف قرار دیتے ہیں۔ وہ دوسرے بزرگوں کے نزدیک قوی ہوتی ہیں۔ : ایام الصلیح دوم صفحہ ۴۷، پر یہ عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و دروازہ بند نہیں ہے۔ یہ عبارت ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقت النبوة صفحہ ۲۰۱ ابتداء ہے جس جس جگہ اور انکار نہیں کیا، کی روشنی میں قابل ملاحظہ ہے۔ اس

کتاب کے صفحہ ۱۶۶ پر ہے۔ پھر میں اصل کلام - نبوت کی وحی ہوگی یہ بھی مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں دیکھا جاوے۔ حقیقت الوحی ص ۱۸ پر یہ عبارت ہے اِن جو شخص مرتد ہوئے۔ شفا قاضی عیاض کے صفحہ ۲۶۶ ۲۶۷ پر یہ عبارت ہے۔ کذا الک فی الادعا اجباعاً و مہماً اور ص ۲۸۵ کذا الک نکف۔۔۔۔۔ خیر و لحد پر بھی یہ عبارت ہے پہلی عبارت پہلے شرح شفاء کے حوالے سے پیش کی جا چکی ہے۔ اور جس کا میں مفصل جواب اپنے بیان میں وجہ کفر و شقاق میں شق سابع میں لکھا چکا ہوں۔ اسی کتاب کے ص ۲۱۶ پر ہے وسب اہل بیتہ ما اذا ہا اس کے ساتھ میں یہ الفاظ ہیں۔ وقد اختلف العلماء فی هذا تشریح شفا طبعی فارسی ص ۵۰۸ ۵۰۹ او من الادعایہ کفر بلامرتبہ میں اس عبارت کے ماقبل اور مابعد کو لے کر اس کا مفصل جواب وجہ کفر میں شق سابع کے عنوان سے دو تین جوابوں میں بیان کر چکا ہوں۔ (ترمذی) شریف ص ۱۳۳ من قال فی القرآن جو صحیح اور اتقوا الاحادیث حدیث حسن پر یہ دونوں مدعی ہیں۔ جن میں سے ایک میں بنی علم کا لفظ ہے۔ اور دوسری میں رائے کا لفظ ہے یعنی بغیر سند کے جو اسے عربی زبان سے حاصل ہو۔ یا حدیث شریف سے حاصل ہو۔ جو قرآن کے مطابق ہو۔ جو از خود تفسیر کرے وہ مراد ہے۔ اس کتاب ازالہ اولم حصہ دوم ص ۱۹ پر ہے اور سچ تو یہ ہے۔۔۔۔۔ تفسیر رائے ہوگی اور اس کے اندر مردہ اور مصطلح الفاظ بھی ہیں۔ جو خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کے لحاظ سے مروجہ اور مصطلح ہیں نہ کسی انسان کے خود ساختہ ہیں۔ اسی کتاب ازالہ اولم کے ص ۲۲ پر یہ الفاظ ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ ہے کہ ان لغویوں کا محل عن ظاہر؟ اور ماقبل اور مابعد بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ائمہ کالات اسلام کے ص ۱۶ پر یہ الفاظ ہیں اور ابن جریر بھی جو رئیس المفسرین ہے۔ مراد یہ کہ سمجھا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ اس کی ہر تفسیر مسموم اور قول مسئلہ ہونے کے لحاظ سے کیونکہ اماموں میں نے بعض نے ایسا لکھا ہے۔ اسی کتاب کے ص ۱۶ پر یہ الفاظ ہیں۔ اور اس کی تائید میں ابن جریر اور ابن کثیر نے یہ حدیث بھی لکھی ہے حضرت شیخ ابکر کی اپنی کتب میں سے مجھے ان الفاظ کا ۔ اس وقت استحضاد نہیں ہے۔ کہ فحتم قوم یحرم النظر فی کتبنا فتومات مکیہ اور قصود الحکم لفظ بلفظ اول سے آخر تک مجھے پڑھنے کا موقعہ نہیں ہوا جو صوفی اپنی خاص تحریر میں اس امر کی تصریح کر دے کہ اس پر جذب کی حالت طاری ہوتی ہے۔ اور جذب کی حالت کے نکلے ہوئے الفاظ کی وہ خود تشریح کر دے۔ تو تسلیم کیا جائے گا کہ ان پر

جذب کی حالت ہوئی اور ان کے منہ سے بعض الفاظ بھی نکلے۔ لیکن اگر وہ تصریح نہ کرے تو بعض موفید کے جذب کی حالت سے کل پر نہیں حکم لگایا جاسکتا۔ اگر حضرت منصور نے انا الحق کہلے۔ اور ان کی اپنی کسی کتاب میں یہ موجود ہے کہ میں انا الحق کہتا ہوں۔ تو پھر ان کی کتاب دیکھی جائے کہ انہوں نے کیا تصریح فرمائی ہے۔ میں صوفیائے کرام کی بیان کردہ باتوں کو شریعت کے مطابق سمجھتا ہوں۔ میری نظر سے کسی صوفی کی کوئی ایسی تحریر نہیں گذری اور جس کو میں صوفی مانتا ہوں کہ جو میرے نزدیک خلاف شرع ہو۔ خواہ غلام فرید صاحب کی زندگی کے حالات اول سے لے کر آخر تک مجھے مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ہوا مجھے حضرت خواجہ صاحب کے اشارات فریدی حصہ اول حصہ دوم، حصہ سوم کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں حضرت خواجہ صاحب کو خدا یاد، خدا کا عاشق سمجھتا ہوں۔ اور صوفیائے کرام کے متعلق میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے قرب میں پہنچے ہوئے ہیں۔ سچے عاشق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو کسی حد تک جنب سے بھی اطلاع الہام سے بھی مشرف فرمائے اور ان کو لوگوں کے لیے ان کی زندگی کے لحاظ سے ایسا بنا لے کہ وہ لوگ ان سے نیک باتیں سیکھ سکیں اور خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر سکیں انہی میں مختلف درجے ہوتے ہیں میں خواجہ صاحب کو ان میں سے سمجھتا ہوں ان کی پہلی زندگی کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ اس وقت کے بعد ہے۔ جب سے ان کا تعلق حضرت مسیح موعود سے ہوا۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کا سچا نبی تصریح کر دے کہ مجھ پر بھی جذب کی حالت طاری ہوئی ہے۔ خواہ وہ جذب کا قطف۔ بولے یا نہ بولے اپنے کسی کشف کو ایسی طرز پر بیان کرے کہ اس کی صداقت میں کسی قسم کا اعتراض نہ ہو تو اس نبی کے متعلق یہی مان لیا جائے گا کہ اسے الہی حالت طاری ہوئی۔ یہ لازمی بات ہے کہ انبیاء کے حالات اعلیٰ درجہ کے صوفیوں کے حالات سے بھی بزر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ہاں کسی جذبات انبیاء کی باتوں یا ان کے رد یا اور کشف کو سمجھنے میں صوفیائے کرام کی تصریحات اور ان کے حالات حمد ہوتے ہیں۔ عقائد میں قطعیات کا اظہار ہے۔ غلیات کا نہیں۔ قطعی چیز میرے نزدیک قرآن شریف ہے اور ہر وہ حدیث جو قرآن شریف کی تائید و تصدیق سے قطعیت کا مرتبہ حاصل ہو یا مسیح موعود کی وحی کردہ قرآن شریف کسی تائید اور تصدیق کی رو سے قطعیت کا درجہ حاصل کر چکی ہے ان کے سوا۔ اعتقادات کے بارہ میں وہی قطعی ہے۔ جسے ان کی تائید حاصل ہو اور نہ اور کوئی نہیں یہ ایمان ہے۔ کہ انبیاء کو کم علوم دین جو ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذات کے متعلق ہیں اور وہ امور جو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ لحاظ علیات کے تعلق رکھتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے وہ بجالاتے ہیں ان میں دوسرے لوگوں سے وہ برتر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ انبیاء کے جو اخلاق ہوتے ہیں۔ وہی اخلاق اعلیٰ

ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن شریف سے اور قرآن شریف کی تصدیق یافتہ احادیث کے خلاف کوئی معنی یا اجتہاد کیا جائے۔ مشکوٰۃ ص ۲۱ یکنون فی آخر الزمان ۔۔۔۔۔ لایقنواکم۔ حدیث ہے ص ۲۲۔ دضیا باللہ دبا۔۔۔۔۔ لا تبعی کی حدیث ہے ص ۲۳ من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار۔۔۔۔۔ کی حدیث ہے ص ۲۴ ولا یزال۔۔۔۔۔ حق تقوموا۔ الساعۃ کی حدیث ہے۔ اس حدیث کا شروع اذا قسہ اہل الشام ص ۲۵ لا یزال من امتی امۃ۔۔۔۔۔

حق یاقی امر اللہ و جمہ علی الخلفائے الغافلہ ہیں۔ کسی عربی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حدیث ہے وہ اس صورت میں عمومیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کہ پہلے لوگوں نے اس عربی فقرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ قرار دیا ہے وہاں یہ امر کہ وہ حقیقتاً یہی آپ کا فرمودہ ہے۔ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ متعدد فقہات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں مگر انہیں نقادین حدیث نے یا حونیائے کرام نے یا اور لوگوں نے حدیث قرار نہیں دیا بلکہ ان کو وضعی قرار دیا ہے۔ اور وضعی قرار دینے میں مختلف اصول ہیں۔ جن کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ حقیقتاً حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یا انہیں میرے نزدیک ہر وہ عربی فقرہ جسے کہا جائے گا کہ یہ حدیث رسول ہے۔ اگر وہ اپنے معانی کے لحاظ سے قرآن شریف کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ اور مخالف نہیں ہے اسے گو لوگ ضعیف ہی قرار دیں۔ میرے نزدیک وہ حدیث کہلائے گا۔ اور اس پر عمل کرنا ضروری ہو گا۔ اور ہر وہ فارسی اور اردو فقرہ بھی یا کسی اور زبان کا فقرہ جس کے متعلق کہا جائے کہ یہ حضور کا فرمایا ہوا ہے۔ اور مراد کہنے والے کی خواہ وہ اصل الفاظ ہوں۔ یا ان کے معنی میں مراد عربی الفاظ ہوں۔ تو وہ بھی اس صورت میں حدیث کہلائے گا۔ سیبا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فارسی میں بھی الہام ہونے

اس وقت مجھے ان کا نام مستحضر نہیں۔ یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس عبارت کو بیان کرنے والا کس کے نزدیک بزرگ ہے اور کس کے نزدیک بزرگ نہیں اگر وہ بزرگ ہوگا۔ تو سونے پر سہاگہ سمجھا جائے گا۔ ضمیمہ صفحہ ۱۸

معرفت صراطِ حق فیل الفاظ ہیں اور آپ سے پوچھ لیا..... چہ کم اور صفت پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے کہنا جس کو قرآن کہتے ہیں لیکن اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ تحفہ گولڑویہ ص ۶۸ طبع ثانی پریہ الفاظ ہیں۔ یاد رہے کہ یہ شبہات کہ کیوں صحاح ستہ کی ماننا چاہیے تھا۔ اس کا ماقبل اور مابعد بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ص ۷۰ سچے مسیح اور مہدی فتویٰ دیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ماقبل اور مابعد کی عبارت دیکھی جاوے۔ براہین احمدیہ ص ۱۵۲ دیا چہ پریہ اشعار ہیں۔ ختم شد بر نقش پاکش ہر کمال۔ لا جرم شد ختم بر بنیمبر آفتاب ہرزین و ہر زمان را ہرے ہر اسوہ ہر احرے۔ اس کے ساتھ ساری نظم دیکھنے کے قابل ہے۔ ص ۱۲ آں ہم اول یکے صد گوہر آئند اول آدم

فان قلت۔ وفي من الالهـا۔ يستحق فتوحات مکيه جلد ۲ ص ۵۸ پر یہ عبارت ہے۔ وفي حضرت الحیال
 نبوت بلا شق اور اس کے ساتھ یہ عبارت بھی ہے کذا لک اسم نبی من السماء
 اور آگے یہ عبارت بھی ہے۔ وهذا کلمة اذا کان هو الوحي اس جلد کے ص ۲۵ پر ہے۔
 فی النبوة والرسالت ولا لا وليا لله ليلة وردت ان اقيد هذا الباب .. قال فی المعنی
 اس کتاب کے ص ۲۵ پر ہے۔ ان الرسالت والنبوة وازال علیہم ۔ اسی کتاب کے ص ۲۵ پر ہے۔
 وهذا النبوة اهل کی عبارت بھی ہے۔ مگر اس کے ساتھ کا اگلا باب خاص
 طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ فتوحات مکيه جلد ۳ ص ۳۳ واعلم لا الوحي هذا الامت
 کی عبارت ہے۔ فتوحات مکيه جلد ۱ ص ۱۵۰ لان الشيطان ممن عالم سفلی ...
 وان جأتا من ما لا تعلم والرسالت قد ادعى اليك
 کی عبارات ہیں۔ خلفتہ۔ یواقیت جلد ۲ ص ۳۰ المحبت خاص والاشلا شمون
 کتابہ خاتم النبیت کی عبارات ہیں۔ مکتوبات امام ربانی
 حصہ سوم دفتر اول مکتوب ص ۲۰۴ ص ۱۰۰ پر کار دین است وغیرایں ہمان بیچ
 نہ امر دیگر ورنے اُن کی عبارت ہے۔ حصہ دوم دفتر اول ص ۱۰۰ و فرق دیگر در میان ایں علوم آنت
 پس خطا و لادراں موطن جانی پیدا شدہ کی عبارت ہے۔ حقیقت النبوت ص
 (ب و ج) پر یہ الفاظ حضرت مولانا کیڑ وادہ گرا ہی مکن آئی۔ کی عبارت ہے۔ اس کے ساتھ
 اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت دیکھی جاوے۔ حضرت مسیح موعود نے مہدی کی پیش گوئی والی حدیثوں
 کے متعلق کہ جن کو دنیا حدیث کہہ کر بیان کرتی ہے۔ مفصل بحث اپنی کتابوں میں تحریر فرمائی ہے۔ اگر
 حضرت مسیح موعود نے اپنی کسی کتاب میں یہ فرمایا ہے۔ کہ مسلمانوں کی بیان کردہ کوئی ایسی عربی عبارت
 جس کو وہ حدیث قرار دیتے ہوں۔ سے یہ نکلتا ہے۔ مفسرین کے خیال میں کہ کوئی ایسا مہدی آئے گا
 جو حضرت خاتمہ الزہرا کی محترمت سے ہوگا۔ اور اس بیان کردہ حدیث کے متعلق اگر حضرت مسیح
 موعود نے یہ فرمایا ہے۔ کہ لوگوں کے بیان کردہ معنی مجھ پر صادر نہیں آتے تو ان کی ہی بیان کردہ
 تشریح۔ دیگر تشریحات کو مد نظر رکھتے ہوئے مجھے اس قسم کا مفہوم مسلم ہے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ
 پنجم ص ۱۸ طبع دوم ۱۹۲۳ء پر یہ الفاظ ہیں۔ میرا یہ دعویٰ نہیں ایسا افترا حتمی ہوا۔
 اذالہ اول حصہ اول ص ۱۶ پر ہے۔ بلکہ نبوت کا دعویٰ نہیں۔ مہدیت کا دعویٰ ہے۔ مگر اس کے مابعد

کی نشر و تشریح اور وہ تشریح جو اپنی نبوت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود نے بیان فرمائی ہے کہ میں میں جگہ انکسائیں
 کیا قابل ملاحظہ ہے مرآت جلد نمبر ۱۹ ص ۱۹ پر یا نو الکھ من احادیث دلایا باذکرہ پر اردو دایہ انشر
 المسلمین کی عبارتیں شامی جلد نمبر ۲۹ ص ۲۹ والنخیزیم المنظر من الکتاب کی عبارات ہے نفیہ الظالمین ص ۱۹ پر لا یلو
 اصحابی فلا حلقہ کی عبارات ہے میں نے کتابوں کے مسئلہ ہونے کے متعلق اپنا امولی پہلے بیان کر دیا ہے کتاب
 مذکرۃ الاولیاء اس اصول کے تحت ہے نواب صدیق حسن خان ہارمہ جماعت سے تعلق نہیں رکھتے اور ہمارے جملہ جملہ جملہ
 سے پہلے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ حمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۷۔ مگر ہم اس جگہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
 ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صیح ہے۔ کی عبارت ہے تحفہ کبریہ ص ۱۹ پر یہ عریفہ مبارک بادی اس شخص کی
 طرف سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سچائی قائم کرے۔ کی عبارت ہے۔ مگر ان دونوں عبارتوں
 میں اصل یسوع مراد ہے۔ نہ کہ فرضی۔ راز حقیقت ۱۵۔ حاشیہ وہ نبی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تعبیر نہیں
 ہے۔ کے الفاظ ہیں۔ اس کتاب کے ص ۱۹ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محلہ خیتا میں
 ہے۔ کی عبارت ہے۔ تبلیغ الحق ص ۱۲ پر واضح ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الفاظ کہہ رہے ہیں کی عبارت ہے یہ
 مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ تریاق القلوب ص ۳۹۱، ۳۹۲ پر ”اور میں اس بات کا بھی اقرار
 ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خدا تعالیٰ کے الہام نے“ کی عبارت ہے یہ ایک اشتہار ہے۔ جو تریاق القلوب کے
 ساتھ منسلک ہے۔ اور یہ بھی مرزا صاحب کا ہے۔ یہ کتاب طبع دوم کی ہے۔ اور عبارت پیش کردہ کے
 ساتھ اس کتاب کے ص ۱۸ حاشیہ کی عبارت خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ آیت۔ ذالذہ جزاؤہم
 الخ سورہ کہف پارہ ۱۶۔ یہ آیت سورہ کہف کے آخری رکوع میں سے درمیانی ہے اس رکوع کے
 شروع میں بھی ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کا بیٹا بنایا اس آیت کا ترجمہ یہ ہے یہ بدلہ ہے ان کا جہنم
 بسبب اس کے کہ انہوں نے انکار کیا اور منہی کا ذریعہ بنایا میری آیتوں کو اور میرے رسولوں کو سورۃ توبہ پارہ ۲
 کی آیت ذیل قل اما للہ دایاتہ الخ ہدایت الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے ولئن لم یفهمس کا
 ترجمہ یہ ہے کہ اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے۔ کہ ہم تو صرف تمہیں منول کی بابتیں کرتے تھے۔ اور
 کھیل کرتے تھے۔ (یعنی خدا کی آیتوں کے ساتھ کہہ دیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ
 اور اس کے رسول غریب سلم کے ساتھ تم ہنسی۔ منول کرتے ہو نہیں معذرت کرتے۔
 تحقیق تم منکر ہو گئے۔ اپنے ایمان کا اظہار کرنے کے بعد اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے کسی گروہ کو تو سزا دینے کے ہم کسی
 دوسرے گروہ کو اس لیے کہ انہوں نے ہم سے قطع تعلق کر لیا۔ الصارم المعلوم صفحہ ۱۹۵۔ ۱۹۶ پر درو امر ہے وہ
 والا نقل کی عبارت ہے۔ اور یہ صحیح حدیث نہیں ہے۔ بلکہ صحیح حدیثوں اور قرآن شریف کی تصریح
 کے بالکل خلاف ہے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بڑے سے بڑے گناہ کی بھی توبہ کی جاسکتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ

تو اب ہے اور تو یہ قبول کرتا ہے۔ انبیاء کی توہین کرنے والا بہر حال نہ ماننے والا ہو گا۔ اور نبیوں کے نہ ماننے والے شخص اگر بعد میں توبہ کریں تو ان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ چنانچہ نبیوں کے سردار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے والے سخت مقابلہ کرنے والے ہر طرح کا دکھ دینے والے بعد میں تائب ہو کر صحابہ بن گئے مخلص موتی بن گئے۔ میں نے اپنے بیان میں جو یہ الفاظ کہے ہیں۔ لیکن دیوبندی مولویوں نے الزام لگا دیا۔ یہ میرے اپنے ہیں۔ اس میں جو قبول کا لفظ ہے۔ اس سے وہ تشریح مراد ہے۔ جو مولوی محمد منظور صاحب سبھلی نے اپنے ایک رسالہ میں ان استرافات کے جواب میں کی ہے۔ جو دیوبندیوں پر کئے جاتے ہیں۔ مولوی منظور صاحب نے دیوبندیوں کی طرف سے مدافعت کر دی ہے۔ اور ان فتائد کی یا ان فقرات کی جو دیوبندیوں کے بزرگوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ دیوبندیوں پر اعتراض کرنے والے شخص کے جواب میں کہتے ہیں۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ دیوبندی ہیں۔ میں نے سیف یمانی کو اول سے آخر تک دیکھا ہے۔ جو کتاب مجھے اب دکھائی گئی ہے۔ وہ وہی سیف یمانی معلوم ہوتی ہے جو کتاب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کے لیے ٹائٹل تیج پر شروع میں ان اللہ کا لفظ ہے اور اخیر پر شائع کی لفظ ہے۔ اس کے درمیان دو موٹی سطریں ہیں۔ جن کا شروع قطع التوبین سے اور خواتم تک اختتام ہے۔ یہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ میں نے حفظ الامان۔ بطل البیان۔ تغیر العنوان کے عنوان کے تین پراپیکٹ کو دیکھا ہے۔ ان کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی اشرف علی صاحب کی کتابیں ہیں۔ میں نے انہیں نہیں پڑھا ہوا۔ کتاب التصدیقات المہند کو میں نے دیکھا ہے۔ اس کے صفحہ ہم پر علی احمد صاحب کا نام موجود ہے۔ کہ انہوں نے لکھا۔ میں نے کتاب غائب المآل کو نہیں دیکھا میں نے مولانا محمد قاسم صاحب تاتوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی طرف منسوب شدہ جو کتاب تحذیر الناس ہے۔ اس نے پڑھا ہے اس کے صفحہ ۴ پر حسب ذیل دلیل میں نے خاتمیت ہو جاتی ہے۔ کی عبارت ہے۔ اسی کتاب کی اس سے پہلی عبارت۔ میں کا شروع یہ ہے۔ اول منی خاتم النبیین .. کتاب کے صفحہ ۱۰ پر موارا للاق ہاتھ سے نہیں جاتی کی عبارت ہے۔ مگر ساتھ ہی صفحہ ۲۸ کی عبارت دلیل اگر بالفرض کچھ فرق نہ آئے گا کی تصریح بھی قابل ملاحظہ ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ اسی کتاب کی مولانا محمد قاسم صاحب نے خود کوئی شرح کی ہو۔ کتاب آخری نبی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی طرف منسوب ہے اور وہ ہمارے نظام میں نہیں ہے۔ روہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ ہم میں اور ان میں اصولی اختلاف ہے۔ میں نے اپنے بیان میں مرزا صاحب کا جو یہ شعر بیان کیا ہے۔ در مشائخ خنزیر اس سے وہی لوگ مراد ہیں میرے خیال میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تصریحات کے مصداق ہو چکے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ امت محمدیہ بکڑی قبیلتی ملی جائے گی۔ یہاں تک کہ مختلف (علاقوں)۔

شائے سال ۱۹۰۲ء میں کی گئی ہے۔ صرف ایک دو صفحے اس وقت لکھے گئے اور ایک دو اشتہارات جو پہلے شائع ہو چکے تھے۔ وہ اس کے ساتھ شامل کر دیئے گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے مولوی عبدالجبار یا مولوی عبدالغنی کو دہائی کہا ہے۔ اور آپ نے اس کتاب اشارات فریدی میں دہائیوں کو خارجی قرار دے کر ان سے اپنی نفرت کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس کتاب کے اس صفحہ پر جہاں اوپر کا حوالہ ہے۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں مولوی غلام دستگیر قصوری آئے اور مجملہ دیگر اغراض کے ایک غرض ان کی یہ بھی تھی۔ کہ وہ حضرت خواجہ صاحب سے حضرت مسیح موعود کے حق میں فتویٰ کفر پر جو انہوں نے تیار کیا تھا دستخط کرائیں۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے صاف طور پر انکار کر دیا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ ایسے ہی مولوی ہیں۔ جنہوں نے شیخ منصور کو ٹوٹی پر چڑھایا تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی نبی کا بیٹا یا اس کا کوئی تعلقدار ضرور اس نبی کو مانے۔ مگر قرآن شریف میں کافر کا لفظ خدا تعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والے یا خدا تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنے والے پر بولا گیا ہے۔ انکار کرنے کے معنوں میں۔ کافر کا لفظ اس قدر اصطلاح رکھتا ہے۔ کہ خدا کے احکام یا خدا تعالیٰ کے رسولوں کا یا خدا تعالیٰ کی ذات کا یا خدا تعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والا۔ بعض لوگوں نے مرتد کے نکاح فسخ ہونے کے لیے اس مرتد کا دار الحرب میں چلے جانا مسلمانوں کے برخلاف برسرِ پیکار ہونے کی بھی شرطیں لگائی ہیں۔ ردہ نظم جو حضرت مسیح موعود نے اپنے ایک خط کے ساتھ منسلک کر کے حضرت خواجہ صاحب کے پاس بھیجی تھی۔ جس کا شروع ہے۔ اے فرید وقت در صدق و صفا۔ جس کے اندر ہر نبوت رابرو شد اختتام کا مصرع بھی ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے صفا کی طور پر اپنے نبی ہی محمدؐ ہونے کا بھی اظہار فرمایا چنانچہ من ہمانم۔ من ہمانم۔ من ہمانم وغیرہ کے الفاظ خاص طور پر ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے کلیہ قاعدہ کے طور پر تمام ایسے حوالہ جات کی خود ہی تصریح فرمادی ہے۔ جن سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں ہر ایک قسم کی نبوت کے ختم ہونے کا اس رنگ میں اظہار کیا ہے جس کے گویا آپ کسی رنگ میں بھی نہ غلطی نہ ہو فرمادی۔ نہ بالاتباع کو جاری نہیں مانتے۔ بلکہ تصریح فرمادی ہے۔ کہ ایسی نبوت سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ انبیاء کرام کو اپنے کثرت اور دیوالہات کے سمجھنے میں اجتہاد غلطی ہونی ممکن ہے اور ہوتی رہی ہے قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ بدیہ مجددیہ کے مصنف کا مذہب مجھے اس لحاظ سے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے آپ کو کسی فرقہ کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ایسا کہا ہو بدیہ مجددیہ کی غرض تصنیف مصنف نے خود بیان کر دی ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت مجددات ثانی کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں کے لیے میں یہ کتاب لکھتا ہوں کہ وہ اعتراضات نہیں پڑھتے۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب میرے دیسے ہی بزرگ ہیں۔ اپنی احمدیت کے بعد جیسے کہ دیگر احمادیاں سلسلہ جو

پہلے ہو چکے ہیں۔ میں نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش گوئی کردہ ۳ فرقہ کے ہو جانے کے بعد ایک فرقہ کے شخص اور ممتاز طور پر جنتی ہو جانے کی تشریح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فرقہ کو جماعت کے لفظ سے ماخوذ فرمایا ہے اور بخاری میں اس کی خود ہی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ امام کہ جماعت وہ ہے۔ جس کا کوئی امام ہو۔ اس سے یہ استنباط ہے کہ وہ امام واجب الاطاعت ہو گا۔ جس کے ہونے کے متعلق خود نبی کریم کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ یہاں تک بھی تاکید ہے کہ ایسے امام کو نہ ماننے پر جہالت کی موت میں جانا لازمی ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اس وقت ایک ہی جماعت ایسی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ واجب الاطاعت امام کو مانتی ہے اور وہ ہماری جماعت ہے۔ جن کا مرکز قادیان ہے یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نوزائیدہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں جو باں با پسیدہ ہوی ہوتے ہیں۔ وہ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں اور جس کے ال باپ عیسائی ہوتے ہیں وہ اس کو عیسائی بنالیتے ہیں۔ اور جن کے ال باپ مجوسی ہوتے ہیں وہ ان کو مجوسی بنالیتے ہیں۔ خواجہ غلام فرید صاحب نے اپنی کتاب نوائد فریدیہ میں جو حضرت مسیح موعود کے ساتھ خط و کتابت اور واقفیت ہونے سے کئی سال پہلے کی تصنیف تھی۔ بلکہ مسیح موعود کے دعوت ماموریت سے بھی پہلے کی تھی اس میں ۲ فرقوں کی تعداد لکھی ہے۔ جن کو گمراہ قرار دیا ہے۔ ان فرقوں میں ایک فرقہ احمدیہ بھی آپ نے لکھا ہے لیکن اس سے ہماری اس وقت کی مشہور جماعت احمدیہ ہرگز مراد نہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے لکھے جانے کے وقت آنحضرت مسیح موعود کا مطلق دعویٰ نہ تھا اور اس کتاب کے چھپنے کے وقت ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ نہ ایسا نام لکھے جانے کا حضرت مسیح موعود کی طرف سے کوئی اعلان ہی ہوا تھا۔ نہ حضرت خواجہ صاحب کی اس وقت حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی خط و کتابت ثابت ثابت ہے۔ بلکہ اس کتاب کے شائع ہونے کے پانچ سال بعد ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا فرقہ احمدیہ رکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس احمدیہ فرقہ سے مراد رشید احمد گنگوہی کے ماننے والے ہوں گے۔ کیونکہ ان کو دنیا و بائی کہتی ہے اور اس کتاب میں جہاں پر ۲ فرقوں کا ذکر کر کے احمدیہ کا لفظ رکھا گیا ہے اس کے بعد کی عبارت میں وہاں یہ فرقہ کہ زیادہ بڑا بنا کر اپنی

نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد و لمحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے۔ قطعاً کوئی فرقہ نہیں۔ کیونکہ احمدیت صحیح اسلام ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ مسلمان کہلانے والا شخص مرتد ہو کر کسی غیر از اسلام مذہب یعنی ہندو مذہب یا عیسائی مذہب وغیرہ میں شامل ہوتا ہے لیکن احمدیت سے مرتد ہونے والا اسلام کے مخالف مذہبوں میں شامل ہونا اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتا بلکہ عام مسلمانوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ ۲۹ مارچ ۱۹۳۲ء

محمد اکبر
سنکر درست تسلیم کیا۔ محمد اکبر
۲ ذی الحج ۱۳۵۱ھ
محمد اکبر